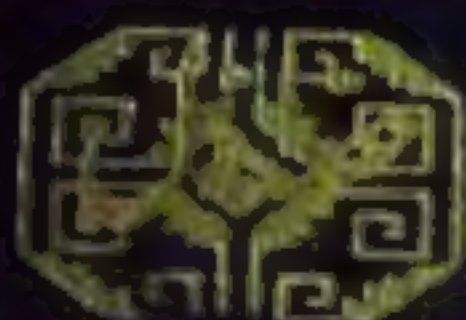


# تذکرہ اولیائے برصغیر

(پاک و ہند)

پاک و ہند کے چھ سو کے قریب اولیائے کلام کا منتخب تذکرہ



مرزا محمد اختر دہلوی

ملک امین الدین محمد چشتی رحمان باریکٹ

عزلی سٹریٹ، اردو بازار لاہور



# تذکرہ اولیائے برصغیر

(پاک و ہند)

پاک و ہند کے چھ سو کے قریب اولیائے کرام کا حین تذکرہ

حصہ اول

مرزا محمد اختر دہلوی

ملک اسیر کھننی رحمان رکیٹ

غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور

marfat.com

Marfat.com

## جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب..... تذکرہ اولیائے بر صغیر

مصنف..... مرزا محمد اختر دہلوی

تعداد.....

طبع..... اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

ناشر..... ملک اینڈ کمپنی لاہور

قیمت..... ۲۰۰/۴ روپے

واحد تقسیم کار

شعبہ برادرز 40 فی اردو بازار لاہور



تذکرہ اولیائے ہندوپاکستان

## فہرست مضامین جلد اول

نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	صفحہ	نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	صفحہ
	تمہید	۱۹		بابا حاجی روزیہ	۸۰
	سلسلہ چشتیہ			مولانا سعدوقا ضی	۸۱
	خواجہ بزرگ معین الدین اجمیری	۲۲		شیخ نظام الدین ابوالموئید	"
۱	قصیدہ در بیان حضرت اجمیری	۴۱		شیخ معز الدین رہوی	۸۲
۲	خواجہ قطب الدین اوشی	۴۷		خواجہ محمود موئینہ دوز	"
۳	مولانا جلال الدین بسطامی و شیخ	۵۰		شیخ فرید الدین ناگوری	"
۴	نجم الدین صغرا شیخ الاسلام	"		حضرت دائی من میل	۱۳
۵	بابا فرید الدین گنجشکر	۷۲		شیخ احمد رئیس	"
۶	سلطان شمس الدین لٹمشر	۷۶		شیخ امام الدین ابدال	"
۷	مولانا بدر الدین غزنوی	۷۷		شیخ شہاب الدین عاشق خدا	۸۴
۸	قاسمی حمید الدین ناگوری	۷۸		شیخ حسن دانا	"
۹	شیخ علی منجری	۸۰		خواجہ حسن خیاط	۸۵
۱۰	صاحبزادہ عالی قدر خواجہ احمد	"		سید امجد وسید زین الدین	"
				شیخ احمد نہروانی	"
				شیخ جلال الدین قبریزی	۸۶



نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	صفحہ	نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	صفحہ
۲۶	شیخ محمد ترک نار نولی	۸۸	۴۵	شیخ وجیہ الدین یوسف	۱۵۰
۲۷	خواجہ فرید الدین گنج شکر مسعود	۸۹	۴۶	خواجہ محمد امام	"
۲۸	شیخ نجیب الدین متوکل	۱۱۹	۴۷	شیخ حسام الدین ملتانی	"
۲۹	شیخ داؤد پالسی	۱۲۱	۴۸	حضرت خواجہ فخر الدین روزی	۱۵۱
۳۰	سید امام علی لاحق سیالکوٹی	"	۴۹	مولانا ضیاء الدین برنی	"
۳۱	شیخ برہان الدین محمود ابی الخیر	۱۲۲	۵۰	شیخ برہان الدین غریب	۱۵۳
۳۲	شیخ بدر الدین بن علی اسحاق	"	۵۱	شیخ حسام الدین سوختہ	۱۵۴
۳۳	شیخ منتخب الدین چشتی	۱۲۳	۵۲	شیخ عزیز الدین صوفی	"
۳۴	سید محمد بن سید محمود کرمانی	"	۵۳	شیخ شمس الدین یکھی	۱۵۵
۳۵	خواجہ علاء الدین بن شیخ	۱۲۴	۵۴	شیخ اخراج الدین بدایونی	"
	بدر الدین -		۵۵	شیخ حمید قلندر	۱۵۶
۳۶	شیخ ضیاء الدین بخش	"	۵۶	شیخ علاء الدین فیلی	۱۵۷
۳۷	شیخ جمال الدین قطب ہانسوی	۱۲۵	۵۷	مولانا فخر الدین زراوی	"
۳۸	سلطان المشائخ نظام الدین	۱۲۶	۵۸	قاضی محی الدین کاشانی	"
	اولیاء -		۵۹	خواجہ شمس الدین ماہرود	۱۵۸
۳۹	شاہ عبداللہ کرمانی بنگالی	۱۲۵	۶۰	مولانا جلال الدین احمی	"
۴۰	حضرت سیر کریم سیلونی	"	۶۱	شیخ نظام الدین شیرازی	۱۵۹
۴۱	شیخ برہان الدین صوفی بن	"	۶۲	خواجہ شمس الدین دھاری	"
	شیخ جمال ہانسوی -		۶۳	خواجہ احمد بدایونی	"
۴۲	خواجہ امیر خسرو دہلوی	۱۲۶	۶۴	شیخ شہاب الدین حق گوئی	"
۴۳	میر حسن علائی سنجر	۱۲۹		پسر مولانا فخر الدین زراوی	
۴۴	مولانا مٹوید الدین	"	۶۵	شیخ وجیہ الدین پائیلی	"



نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	صفحہ	نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	صفحہ
۶۶	شیخ شہاب الدین امام مسجد	۱۶۰	۸۴	شیخ صدر الدین حکیم	۱۸۲
۶۷	شیخ حیدر	"	۸۵	خواجہ معین الدین غورد	۱۸۳
۶۸	شیخ رکن الدین بن شیخ شہاب الدین	۱۶۱	۸۶	شیخ سراج الدین چشتی	"
۶۹	حضرت مسعود بک	"	۸۷	سید محمد بن سید مبارک	۱۸۴
۷۰	سید الحجاب	"	۸۸	شیخ یوسف چشتی	"
۷۱	شیخ قطب الدین منور ہانسوی	۱۶۲	۸۹	شیخ عبدالمقدر	"
۷۲	مولانا علی شاہ جاندار	۱۶۵	۹۰	حضرت قاضی سعدی چشتی	۱۸۵
۷۳	خواجہ تقی الدین نوح	"	۹۱	شیخ سعد اللہ کیسہ دار	"
۷۴	خواجہ علاء الدین بن شیخ	"	۹۲	شیخ احمد صاحب تھانیسری	۱۸۶
	بدر الدین سلیمان۔		۹۳	حضرت مولانا خواجگی	۱۸۵
۷۵	قاضی ضیاء الدین بخش	۱۶۶	۹۴	میر سید محمد گیسو دراز	۱۸۷
۷۶	شیخ محمد صاحب	"		دہلوی۔	
۷۷	شیخ شرف الدین بوعلی شاہ	"	۹۵	شیخ محمد متوکل کنتوری	۱۸۹
	قلندر پانی پتی۔		۹۶	شیخ قوام الدین چشتی	"
۷۸	مولانا ناصح الدین	۱۷۰	۹۷	حضرت سید جعفر مکی	۱۹۰
۷۹	حضرت شاہ خضر	"	۹۸	شیخ حمید الدین صوفی ناگوری	۱۹۲
۸۰	شیخ نصیر الدین محمود چراغ	۱۷۱	۹۹	شیخ عبدالعزیز علی	۱۹۳
	دہلی۔		۱۰۰	شیخ محمد صابر چشتی	"
۸۱	مولانا خواجہ کمال الدین علامہ	۱۸۰	۱۰۱	سید تاج الدین شیر سوار	"
	خلیفہ اعظم۔		۱۰۲	حضرت شیخ ابدال	۱۹۴
۸۲	خواجہ ملک زادہ احمد	۱۸۱	۱۰۳	شیخ علاء الدین	"
۸۳	حضرت شیخ دانیال	۱۸۲		علاء الحق۔	



صفحہ	اسمائے اولیاء اللہ	نمبر شمار	صفحہ	اسمائے اولیاء اللہ	نمبر شمار
۲۰۲	شیخ فتح اللہ اودھی	۱۰۷	۱۹۶	میر سید اشرف جہانگیری	۱۰۴
۲۰۳	شیخ عین الدین قتال	۱۰۸		سمنانی۔	
۲۰۴	شیخ یوسف بدہ ایرجی	۱۰۹	۲۰۲	مخدوم حسام الدین فتحپوری	۱۰۵
"	شیخ شیرزاں بک	۱۱۰	"	شیخ اختیار الدین عمر ایرجی	۱۰۶





## مذکرہ اولیائے ہندو پاکستان

### فہرست مضامین جلد دوم

نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	صفحہ	نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	صفحہ
۱	مخدوم علاء الدین علی احمد صابری	۲۰۷	۱۶	شاہ جلال الدین گجراتی	۲۴۵
۲	شیخ شمس الدین ترک	۲۱۵	۱۷	حضرت شاہ کاکو	"
۳	شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی	۲۲۰	۱۸	شیخ حسام الدین مانک پوری	۲۴۶
۴	شیخ احمد عبدالحق توشہ رودلو	۲۳۳	۱۹	شیخ علم الحق والدین	"
۵	شیخ قوام الدین سارنگ پستی	۲۳۹	۲۰	شیخ محمود راجن	۲۴۷
۶	قاضی شہاب الدین دولت آبادی	۲۴۰	۲۱	شیخ جمال الدین عرف جن	"
۷	میر سید اللہ نبیر سید محمد	"	۲۲	شیخ سعد الدین خیر آبادی	۲۴۸
۸	شیخ نور الدین قطب عالم بنگالی	"	۲۳	شاہ میا نجی بیگ	"
۹	شیخ علاء الدین قریشی	۲۴۱	۲۴	شیخ ملا ملاوہ	۲۴۹
۱۰	شیخ کبیر چشتی	"	۲۵	شیخ جنید حصاری	۲۵۰
۱۱	شیخ ابوالفتح جونپوری	"	۲۶	شیخ حسین ناگواری	"
۱۲	شیخ عارف فرزند شیخ	۲۴۲	۲۷	راجی حامد شاہ	۲۵۱
۱۳	احمد عبدالحق	"	۲۸	شیخ حسن طاہر	۲۵۲
۱۴	شیخ ابوالفتح علائی قریشی	۲۴۳	۲۹	شیخ بختیار	"
۱۵	شیخ مینا چشتی مکینوی	۲۴۴	۳۰	شیخ محمد عیسیٰ جونپوری	۲۵۳
	شیخ شمس الدین طاہر	۲۴۵	۳۱	شیخ عزیز اللہ متوکل	۲۵۴
			۳۲	مولانا اللہ داد	"



نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	صفحہ	نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	صفحہ
۳۳	شیخ احمد مجدد شیبانی	۲۵۲	۵۳	شیخ قاضی خاں ظفر آبادی	۲۸۰
۳۴	حضرت شاہ مسعود	۲۵۵	۵۴	شیخ عبدالعزیز بن شیخ	۲۸۱
۳۵	شیخ محمد حسن	"		حسن طاہر	
۳۶	شیخ محمد بن شیخ عارف	۲۵۶	۵۵	شیخ علی متقی بن حسام الدین	"
۳۷	شیخ اولیاء عرف شیخ بدہ	۲۵۸	۵۶	شیخ ابودھمن جونپوری	۲۸۳
۳۸	شیخ عبدالقدوس گنگوہی	۲۵۹	۵۷	شیخ حسن محمد چشتی	۲۸۴
۳۹	شیخ بہاء الدین جونپوری	۲۶۰	۵۸	شیخ محمد اعظم چشتی نظامی	"
۴۰	شیخ نانو گوالیاری	"	۵۹	شیخ سلیم چشتی بن	۲۸۶
۴۱	شیخ علاء الدین شیخ	"		بہاء الدین چشتی	
	نور الدین ابودھمنی		۶۰	شیخ تقی چاہک	۲۸۹
۴۲	سلطان جلال الدین قریشی	۲۶۸	۶۱	شیخ محمد طاہر گجراتی	"
۴۳	سید سلطان بھڑاچی	۲۶۹	۶۲	شیخ نظام الدین بکھاری	۲۹۰
۴۴	سید علی قوام	"	۶۳	شیخ پیارا چشتی	۲۹۱
۴۵	شیخ عبدالرزاق جھنجھانہ	۲۷۰	۶۴	شیخ رزق اللہ	۲۹۲
۴۶	شیخ یوسف معروف بہ	"	۶۵	شیخ اسحاق	"
	شاہ جوسی		۶۶	شیخ زندہ پیر	۲۹۳
۴۷	شیخ جلال تھانیسری	۲۷۱	۶۷	شیخ دانیال	۲۹۴
۴۸	شیخ نظام الدین عبدالشکور	۲۷۳	۶۸	شیخ نظام الدین نارٹولی	۲۹۵
۴۹	شیخ امان پانی پتی	۲۷۷	۶۹	شیخ فتح اللہ تھانیسری	۲۹۶
۵۰	شیخ حمزہ ہر سو قریشی	۲۷۸	۷۰	شیخ طاہر چشتی	۲۹۷
۵۱	شیخ حسام الدین متقی	۲۷۹	۷۱	شیخ مسیحہ گاگردنی	۲۹۸
۵۲	میر سید عبدالاول بن سید علائی	۲۸۰	۷۲	شیخ کبیر جولاہر	"



نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	صفحہ	نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	صفحہ
۷۳	شیخ ولی چشتی	۲۹۷	۹۴	شیخ حاجی گلشن شوریانی	۳۰۹
۷۴	مولانا عبداللہ انصاری	۲۹۸		قصوری۔	
۷۵	شیخ اختیار الدین مروانی	"	۹۵	حاجی عبد الجلیل چشتی لکھنوی	۳۱۰
۷۶	شیخ جلال الدین کاسی	"	۹۶	شیخ حاجی عبدالکریم	۳۱۱
۷۷	شیخ مزل چشتی	۲۹۹		چشتی لاہوری۔	
۷۸	شیخ سید جہو	۳۰۰	۹۷	شیخ الداد دھوری	۳۱۲
۷۹	شاہ نعمان چشتی	"	۹۸	ملک محمد جانی	۳۱۳
۸۰	شیخ حاجی اولیں دلوڑی	"	۹۹	مخدوم شیخ عبدالرشید	۳۱۴
۸۱	انوند سعید شوریانی	۳۰۲	۱۰۰	میر سید احمد گیسو دراز	۳۱۵
۸۲	شیخ نظام الدین بن شیخ	"	۱۰۱	مولانا نقی الدین اودی	"
	عثمان زندہ پیر۔		۱۰۲	شیخ ابوسعید چشتی صابری	۳۱۶
۸۳	شیخ رحمت شوریانی	۳۰۳	۱۰۳	حضرت بندگی شیخ	۳۱۷
۸۴	شیخ محمد بن فضل اللہ	"		محمد صادق گنگوہی۔	
۸۵	مولانا شیخ احمد شوریانی	۳۰۴	۱۰۴	شیخ محمد داؤد بن شیخ	۳۱۸
۸۶	شیخ محمد سلیم صابری	"		محمد صادق۔	
۸۷	میر سید محمد کالپوری	"	۱۰۵	شاہ ابوالمعالی چشتی صابری	۳۲۶
۸۸	شاہ اعلیٰ چشتی پانی پتی	۳۰۵	۱۰۶	شیخ عبد الخالق چشتی لاہوری	۳۲۸
۸۹	حضرت بایزید تیک زئی	۳۰۷	۱۰۷	شیخ عارف لاہوری	"
۹۰	شیخ جان اللہ لاہوری	۳۰۸	۱۰۸	شیخ اسماعیل چشتی اکبر آبادی	"
۹۱	سید علی خواص ترمذی	"	۱۰۹	حضرت سعید خاں نیا چشتی	"
۹۲	مولانا درویزی پشاور	"	۱۱۰	شیخ پھوگی افغان عزیز زئی	۳۲۹
۹۳	سید محمد مہدی	۳۰۹	۱۱۱	شیخ عارف صابری لاہوری	"



نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	صفحہ	نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	صفحہ
۱۱۲	مولانا عبدالکریم پشادری	۳۲۹	۳۳۲	مولانا ضیاء الدین جے پوری	۳۵۶
۱۱۳	شیخ پنجو پشادری	۳۳۰	۳۳۳	مولانا سید عماد الدین	۳۵۷
۱۱۴	شیخ پیر محمد سلون	"	"	میر محمدی دہلوی	
۱۱۵	شیخ یحییٰ گجراتی	"	۱۳۴	مولانا سید شاہ نیاز احمد چشتی	۳۵۸
۱۱۶	شیخ جنید دہانی چشتی	"	۱۳۵	مخدوم زادہ شیخ یار علی	۳۵۹
۱۱۷	شیخ حبیب چنبیری	۳۳۱	۱۳۶	سید عظیم اللہ بن سید عتیق اللہ	۳۶۰
۱۱۸	شیخ پیر محمد لکھنوی	"	۱۳۷	سید علی شاہ چشتی جالندھری	"
۱۱۹	شیخ محمد صدیق چشتی	"	۱۳۸	شیخ محمد سعید چشتی	"
۱۲۰	شیخ محمد چشتی صابری دہلوی	۳۳۲	۱۳۹	شیخ محمد سعید صابری	۳۶۱
۱۲۱	شیخ عبدالرشید جالندھری	"	"	شرق پوری	
۱۲۲	سید میران بیگ	"	۱۴۰	شیخ خیر الدین خیر شاہ	۳۶۲
۱۲۳	شاہ بہلول برکی صابری	۳۳۶	"	چشتی	
۱۲۴	شیخ شاہ لطف اللہ	۳۳۷	۱۴۱	شیخ محمد سالم روپڑی	"
۱۲۵	شیخ محمد سلیم صابری	"	۱۴۲	سید محمد اعظم روپڑی	"
۱۲۶	شیخ یحییٰ مدنی	"	۱۴۳	شاہ نصیر کوکہ ذکرا اللہ	۳۶۳
۱۲۷	شیخ کلیم اللہ جہان آبادی	۳۳۸	۱۴۴	شاہ غلام چشتی صابری	"
۱۲۸	شیخ نظام الدین ولی	۳۳۹	۱۴۵	سید صابر علی شاہ چشتی	۳۶۴
	اورنگ آبادی			دہلوی	
۱۲۹	مولانا فخر الدین فخر جہان	۳۴۲	۱۴۶	سید میر عبداللہ شاہ	"
	دہلوی		۱۴۷	مولانا قاضی محمد عاقل چشتی	۳۶۵
۱۳۰	مولوی مکرم خلیفہ مولانا فخر	۳۵۶	"	فخری نظامی	
۱۳۱	مولانا نور محمد بمیل مہاروی	۳۵۵	۱۴۸	مولانا خواجہ قاضی خدا بخش	"

نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	صفحہ	نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	صفحہ
۱۴۹	مولانا خواجہ فخر الدین	۳۶۶	۱۵۶	سید غلام معین الدین شاہ	۳۷۱
۱۵۰	خواجہ محمد سلیمان چشتی	۳۶۷	۱۵۷	خاموش	
۱۵۱	مولانا غلام نصیر الدین معروف	۳۶۹	۱۵۸	میاں گھوڑا شاہ سرونجی	۳۷۲
	کالے صاحب		۱۵۹	مولوی غلام مصطفیٰ وزیر آبادی	۳۷۴
۱۵۲	شیخ حاجی رمضان چشتی	۳۷۰	۱۶۰	شیخ فیض بخش لاہوری	۳۷۵
۱۵۳	حضرت بندگی حافظ موسیٰ	"	۱۶۱	مرزا روشن بخت گورگانی	۳۷۶
	چشتی		۱۶۲	مولانا ظہیر الدین کیرانوی	۳۷۷
۱۵۴	مولوی امانت علی چشتی	۳۷۱	۱۶۳	مرزا دیر شاہ	۳۷۸
۱۵۵	محمد حسن عرف حافظ بانکے	"	۱۶۴	مولوی رحمت اللہ آفندی ہندی	۳۷۸





# تذکرہ اولیائے ہندوستان

## فہرست مضامین جلد سوم

نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	صفحہ	نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	صفحہ
	سلسلہ خواجگان قادریہ	۲۹۷	۱۴	دوستان و محبان حضرت غوث پاک۔	۴۱۱
۱	غوث پاک شیخ عبدالقادر جیلانی	۰	۱۵	سلسلہ پیران حضرت محبوب سبحانی۔	۴۱۲
	فرزندان غوث پاک		۱۶	خانوادہ	۴۱۳
۲	سید سید الدین عبدالوہاب	۴۰۶	۱۷	حضرت شاہ نعمت اللہ ولی	۴۱۴
۳	شیخ شرف الدین عیسیٰ	۰	۱۸	شیخ بہار الدین جنیدی	۴۱۵
۴	شیخ شمس الدین ابوبکر	۴۰۷	۱۹	سید محمد غوث گیلانی	۰
۵	شیخ سراج الدین عبدالجبار	۰	۲۰	میر سید شاہ فیروز	۴۱۶
۶	شیخ تاج الدین ابوبکر	۰	۲۱	سید عبدالقادر ثانی	۴۱۷
۷	شیخ ابواسحاق ابراہیم	۰	۲۲	سید محمود حضوری لاہوری	۴۱۸
۸	شیخ ابوالفضل محمد	۰	۲۳	سید عبدالقادر گیلانی لاہوری	۰
۹	شیخ عبدالرحمن	۴۰۸	۲۴	سید عبدالقادر گیلانی	۰
۱۰	شیخ ابو ذکریا یحییٰ	۰	۲۵	میراں سید مبارک حقانی ادچی	۴۱۹
۱۱	شیخ ابونصر موسیٰ	۰	۲۶	سید محمد غوث بالا پیر	۰
۱۲	خلفائے حضرت غوث الثقلین	۰	۲۷	سید بہار الدین گیلانی	۴۲۰
۱۳	ذکر نبیرگان حضرت غوث الثقلین	۴۱۰	۲۸	حضرت مخدوم جی قادری	۴۲۱

نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	صفحہ	نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	صفحہ
۲۹	سید عبداللہ ربانی	۴۲۱	۵۱	شیخ حسین قادری	۴۳۶
۳۰	سید اسماعیل گیلانی	.	۵۲	شیخ نعمت اللہ سرہندی	۴۳۷
۳۱	حضرت سید ماند (حامد گنج بخش)	۴۲۲	۵۳	حضرت شاہ بدر گیلانی	"
۳۲	شیخ بہلول دریائی	۴۲۳	۵۴	شاہ شمس الدین قادری لاہوری	"
۳۳	شیخ ابواسحاق قادری لاہوری	۴۲۴	۵۵	سید جیو عبدالقادر ثالث	۴۳۸
۳۴	سید میر میراں	۴۲۵	۵۶	سید خیر الدین ابوالمعالی	"
۳۵	شاہ معروف چشتی	۴۲۵	۵۷	میاں نتھاشاہ قادری	۴۳۹
۳۶	سید محمد نور	"	۵۸	حاجی مصطفیٰ سرہندی	۴۴۰
۳۷	حضرت شاہ قمیص	۴۲۶	۵۹	سید عبدالوہاب گیلانی	۴۴۱
۳۸	سید اسماعیل بن سید ابدال	"	۶۰	سید شیخ عبداللہ	"
۳۹	سید اللہ بخش گیلانی	۴۲۷	۶۱	حضرت ملا حامد قادری	"
۴۰	شیخ خضر سیوستانی	"	۶۲	شیخ محمد میر میاں بالاپیر	"
۴۱	سید شاہ نور حضوری	۴۲۸	۶۳	سید غلام شاہ نعوث حاکم	۴۴۹
۴۲	سید موسیٰ پاک شہید	"	۶۴	سید شاہ بلال لاہوری	۴۵۰
۴۳	حضرت سید حسین	"	۶۵	سید عبدالقادر بخاری اکبر آبادی	۴۵۱
۴۴	شیخ عبدالوہاب متقی قادری	۴۲۹	۶۶	مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی	"
۴۵	سید عبدالوہاب بجاگری	۴۳۱	۶۷	سید محمد مقیم حکم الدین	۴۵۳
۴۶	سید ابراہیم حسینی	"	۶۸	شیخ ماحد صوفی قادری لاہوری	۴۵۴
۴۷	شیخ محمد حسن قادری	۴۳۲	۶۹	حضرت خواجہ بہاری	۴۵۶
۴۸	سید صوفی بن سید بدر الدین	"	۷۰	حضرت شاہ سلیمان قادری	۴۵۷
۴۹	سید کامل شاہ لاہوری	"	۷۱	سید جان محمد حضوری	۴۵۸
۵۰	شیخ سید حسین لاہوری	"	۷۲	حضرت محمد صالح اکبر قادری	



نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	صفحہ	نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	صفحہ
۷۳	سید عبدالرزاق شاہ چراغ لاہوری	۴۵۸	۹۱	میر سید عبدالکبیر	۴۷۲
۷۴	شاہ محمد ملا شاہ قادری	۴۵۹	۹۲	سید عبداللہ قطب شکار پوری	۴۷۳
۷۵	حضرت دارا شکوہ قادری حلف	۴۶۱	۹۳	سید صدر الدین سلطان	"
	شاہ بھمان بادشاہ۔		۹۴	سید فضل اللہ	"
۷۶	سید شاہ کرور	"	۹۵	سید حامد قطب نوبہار	۴۷۴
۷۷	حضرت سید مولا	"	۹۶	سید ناصر الدین محمود نوشہ	"
۷۸	شیخ وجیہ الدین	۴۶۲	۹۷	سید سرور دین لاہوری	۴۷۵
۷۹	شاہ عبداللہ قریشی	"	۹۸	سید محمد امیر	"
۸۰	سید رفیع الدین صوفی	"	۹۹	حاجی بنو شاہ گنج بخش	"
۸۱	حضرت مخدوم حیدر قادری دکنی	"	۱۰۰	حضرت میاں عیاض	۴۷۷
۸۲	شاہ صفی اللہ سیف الرحمن	"	۱۰۱	شیخ عبداللہ و شیخ رحمت اللہ	"
۸۳	حاجی عبد الجلیل لاہوری	۴۶۳	۱۰۲	سید جعفر ہاشم	"
۸۴	حاجی محمد ہاشم گیلانی	"	۱۰۳	سید عبدالحکیم گیلانی	۴۷۸
۸۵	میر سید طاہر قطب الدین	"	۱۰۴	سید محمد فاضل متوکل	"
	کوٹا نوی۔		۱۰۵	خواجہ محمد فصیل قادری نوشاہی	"
	ذکر ان حضرات کا جو فیضان		۱۰۶	شیخ رحیم داود قادری	۴۷۹
۸۶	صحبت سید طاہر سے باکمال	۴۶۸	۱۰۷	حضرت سید عمر گیلانی	۴۸۰
	ہوئے۔		۱۰۸	سید حسن گیلانی پشاور	"
۸۷	ذکر پیران سلسلہ سید طاہر کوٹا نوی	۴۷۱	۱۰۹	شاہ رضا قادری شطاری	"
۸۸	میر سید حسین بخاری	"	۱۱۰	سید محمد صالح قادری	۴۸۱
۸۹	میر سید علاء الدین	۴۷۲	۱۱۱	شیخ صدر الدین قادری	"
۹۰	شیخ عبدالغفور اعظم لوری		۱۱۲	حضرت شاہ درگاہی قادری	"

نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	صفحہ	نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	صفحہ
۱۱۳	لاہوری ۔	۲۸۸	۱۳۱	شیخ پیر محمد المشہور بسچیار	۲۸۸
۱۱۴	شیخ تاج محمود قادری	۲۸۹	۱۳۲	شیخ عبدالرحمن المشہور	"
۱۱۵	شیخ عبدالحمید قادری نوشاہی	۲۹۰	۱۳۳	پاک رحمان ۔	"
۱۱۶	سید نور محمد گیلانی	"	۱۳۴	سید عبدالقادر شاہ گد گیلانی	"
۱۱۷	شیخ خوش محمد قادری	"	۱۳۵	حضرت شاہ فرید نوشاہی لاہوری	"
۱۱۸	حضرت حافظ برخوردار	"	۱۳۶	شیخ فتح محمد نوشاہی	۲۹۱
۱۱۹	سید عبدالوہاب بن سید	"	۱۳۷	شیخ عنایت اللہ بن حافظ	"
۱۲۰	سرور الدین ۔	"	۱۳۸	یر خور دار ۔	"
۱۲۱	شیخ محمد تقی نوشاہی	۲۹۱	۱۳۹	شیخ محمد سلطان لاہوری	"
۱۲۲	نواب ہاشم دریادل	"	۱۴۰	سید شاہ حسین بن سید نور محمد	"
۱۲۳	سید احمد شیخ الہند گیلانی	"	۱۴۱	سجادہ نشین ۔	"
۱۲۴	شیخ عصمت اللہ نوشاہی	۲۹۲	۱۴۲	میاں رحمت اللہ بن حافظ	"
۱۲۵	سید بدر الدین گیلانی	"	۱۴۳	یر خور دار ۔	"
۱۲۶	شیخ فتح محمد غیاث الدین	"	۱۴۴	شاہ نصرت اللہ نوشاہی	۲۹۰
۱۲۷	قادری ۔	"	۱۴۵	حضرت میر بھلی شاہ قصوری	"
۱۲۸	شیخ احمد بیگ نوشاہی	۲۹۱	۱۴۶	شیخ سعد اللہ نوشاہی	"
۱۲۹	شاہ عنایت اللہ قادری	"	۱۴۷	شیخ محمد عظیم قادری	"
۱۳۰	شطاری ۔	۲۹۲	۱۴۸	حضرت عظیم شاہ سردار	"
۱۳۱	سید حاجی عبداللہ گیلانی	"	۱۴۹	سید شاہ محمد رزاق گیلانی	۲۹۱
۱۳۲	شیخ جمال اللہ نوشاہی	"	۱۵۰	شیخ مصائب خاں خور دلاہوری	"
۱۳۳	حضرت حافظ مہموری نوشاہی	"	۱۵۱	شاہ صدر الدین	"
۱۳۴	شاہ محمد غوث لاہوری گیلانی	"	۱۵۲	سید سعد الدین حجرہ	"



نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	صفحہ	نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	صفحہ
۱۴۹	شیخ جان محمد لاہوری	۴۹۱		فاروقی کابلی۔	
۱۵۰	شیخ عبداللہ شاہ بلوچ	۴۹۲	۱۶۷	شیخ محمد طاہر لاہوری نقشبندی	۵۱۰
۱۵۱	حضرت شیخ محمود	۰	۱۶۸	حضرت خواجہ بیرنگ	"
۱۵۲	سید عادل شاہ گیلانی	۰	۱۶۹	اخوند ملا حسین جناز کشمیری مجدد	"
۱۵۳	سید شادی شاہ قادری	۰	۱۷۰	خواجہ خاوند حضرت ایشان	۵۱۱
۱۵۴	حضرت شاہ سردار قادری	۰	۱۷۱	حاجی خضر ادغائی	۵۱۲
۱۵۵	سید علی شاہ قادری	"	۱۷۲	خواجہ سید آدم بنوری	"
۱۵۶	سید سردار علی شہید	۴۹۲	۱۷۳	شیخ حامد لاہوری	۵۱۶
۱۵۷	حضرت شاہ غلام نبی	۰	۱۷۴	شیخ نور محمد پشاور	"
۱۵۸	سید قطب الدین گیلانی	"	۱۷۵	حضرت میر نعمان مجددی	۰
۱۵۹	شیخ مسلم خاں	۰	۱۷۶	سید امیر ابوالعلی نقشبندی	۵۱۷
۱۶۰	سید شاہ بڑے صاحب دہلوی	۰	۱۷۷	شیخ ابوالفتح	۵۱۸
۱۶۱	حضرت حافظ مولانا شاہ	۰	۱۷۸	شیخ عبدالحی	"
	عبدالعزیز دہلوی۔	۴۹۶	۱۷۹	شیخ احمد سعید	"
۱۶۲	مولانا سید غوث علی شاہ	۴۹۸	۱۸۰	شیخ محمد سلطان پوری	۵۱۹
	قادری۔		۱۸۱	شیخ محمد معصوم	"
۱۶۳	حضرت خواجہ محمد باقی باللہ دہلوی	۴۹۹	۱۸۲	شیخ محمد انبالوی	۵۲۱
۱۶۴	نقشہ سلسلہ پیران حضرت خواجہ	۵۰۱	۱۸۳	شیخ محمد شریف شاہ آبادی	"
	باقی باللہ۔		۱۸۴	سید علیم اللہ	"
۱۶۵	دوسرا سلسلہ پیران خواجہ	۵۰۳	۱۸۵	خواجہ معین الدین بن خواجہ	"
	باقی باللہ۔			خاوند محمود۔	"
۱۶۶	شیخ احمد مجدد الف ثانی	۰	۱۸۶	شیخ عبدالخالق عسکری	۵۲۲

نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	صفحہ	نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	صفحہ
۱۸۷	خواجہ داؤد مشکوٰتی	۵۲۲	۲۰۹	شیخ عبدالرشید مجددی	۵۳۰
۱۸۸	شیخ محمد امین کشمیری	۵۲۳	۲۱۰	خواجہ نور الدین محمد آفتاب کشمیری	"
۱۸۹	شیخ یوسف الدین	"	"	"	"
۱۹۰	شیخ سعدی مجددی لاہوری	۵۲۴	۲۱۱	حافظ محمد عابد	"
۱۹۱	مولانا حاجی محمد اسماعیل غوری	۵۲۵	۲۱۲	حاجی محمد سعید لاہوری	"
۱۹۲	مخدوم حافظ عبدالغفور پشاوری	۵۲۶	۲۱۳	خواجہ عبدالسلام کشمیری	"
۱۹۳	خواجہ حافظ تونسوی	"	۲۱۴	شاہ محمد صادق قلندر کشمیری	۵۳۱
۱۹۴	شیخ محمد مراد کشمیری	"	۲۱۵	شیخ محمد رضا الہامی	"
۱۹۵	سید نور محمد بدایونی	"	۲۱۶	خواجہ محمد اعظم دومری	"
۱۹۶	خواجہ محمد صدیق مجددی	۵۲۷	۲۱۷	خواجہ کمال الدین	۵۳۲
۱۹۷	خواجہ عبداللہ بلخی	"	۲۱۸	شاہ شمس الدین حبیب اللہ	"
۱۹۸	خواجہ عبداللہ بخاری	"	۲۱۹	مولوی احمد اللہ مجددی	۵۳۵
۱۹۹	شیخ عبدالاحد بن احمد سعید	"	۲۲۰	شیخ محمد احسان	"
۲۰۰	شیخ محمد فرخ	"	۲۲۱	مولوی علیم اللہ گنگوہی	۵۳۶
۲۰۱	حاجی محمد افضل	۵۲۸	۲۲۲	مولوی شہداء اللہ پانی پتی	"
۲۰۲	حافظ محمد حسن نقشبندی	"	۲۲۳	حضرت شاہ درگاہی	"
۲۰۳	سید محرم علی نقشبندی	"	۲۲۴	مولوی صفی اللہ صفی القدر	"
۲۰۴	نواب کریم خاں مجددی	"	۲۲۵	شاہ عبدالسلام غلام علی شاہ دہلوی	۵۳۷
۲۰۵	شیخ محمد فاضل بیالوی	۵۲۹	"	"	"
۲۰۶	خواجہ حافظ سعد اللہ	"	۲۲۶	مولانا خالد مجددی	۵۳۸
۲۰۷	شیخ محمد زبیر	"	۲۲۷	شاہ ابوسعید مجددی	"
۲۰۸	خواجہ شاہ گلشن	"	۲۲۸	حضرت شاہ رؤف	"



نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	صفحہ	نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	صفحہ
۲۲۹	شاہ احمد سعید بن شاہ ابوسعید	۲۲۵	۲۲۵	قریشی الہنکاری	
۲۳۰	نقشہ باقی بزرگان مشہور مجددیہ	"	۲۲۶	شیخ وجیہ الدین عثمانی سیاح	۵۶۵
	سلسلہ سہروردیہ	"		سنائی!	
۲۳۱	شیخ شہاب الدین ابوصفی عمر	"	۲۲۷	شیخ صلاح الدین	۵۶۶
	سہروردی	"	۲۲۸	شیخ علاء الدین ملتانی	۵۶۷
۲۳۲	نقشہ پیران عظام شیخ شہاب الدین	۵۳۸	۲۲۹	سید میراہ سہروردی	"
	سہروردی	"	۲۵۰	شیخ حاجی چراغ ہند	"
۲۳۳	خلفاء	۵۳۹	۲۵۱	میر سید جلال الدین مخدوم	"
۲۳۴	سید نور الدین مبارک غزنوی	"	۲۵۲	جہانیاں جہاں گشت بخاری	"
۲۳۵	شمس العارفین شاہ ترکمان	۵۵۰	۲۵۳	حضرت شاہ کرک سہروردی	۵۷۱
	بیابانی دہلوی	"	۲۵۴	مخدوم شیخ اخئی باجگری	"
۲۳۶	شیخ بہار الدین زکریا ملتانی	۵۵۲	۲۵۵	سید علم الدین یلانی	"
۲۳۷	حضرت صدر الدین عارف	۵۵۶	۲۵۶	شیخ کبیر الدین اسماعیل سہروردی	۵۷۲
۲۳۸	شیخ جمال خنداں	۵۵۸	۲۵۷	سید صدر الدین راجو قنطال	"
۲۳۹	شیخ حسن افغان	"	۲۵۸	شیخ سراج الدین حافظ	۵۷۳
۲۴۰	سید جلال الدین میر شاہ	"	۲۵۹	سید برہان الدین قطب عالم	"
۲۴۱	شیخ احمد معشوق	۵۶۰	۲۶۰	حضرت شاہ موسیٰ سہاگ	"
۲۴۲	شیخ ضیاء الدین رومی	۵۶۱	۲۶۱	ابوالبرکات سید شاہ عالم	۵۷۵
۲۴۳	حضرت لال شہباز سندھی سہانی	"	۲۶۲	شیخ عبد اللطیف داور الملک	"
۲۴۴	شیخ رکن الدین ابوالفتح سہروردی	"	۲۶۳	سید کبیر الدین حسن	"
۲۴۵	شیخ حمید الدین ابوالحاکم	۵۶۲	۲۶۴	شاہ عبد اللہ قریشی ملتانی	"
			۲۶۵	شیخ سہار الدین سہروردی	۵۷۶

نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	صفحہ	نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	صفحہ
۲۶۶	شیخ عبدالجلیل قطب عالم بونپوری	۵۷۷	۲۸۷	بابا ربوبی ریشی کشمیری	۵۸۶
۲۶۷	قاضی نجم الدین گجراتی	۵۷۸	۲۸۸	سید عمادی الملک	"
۲۶۸	سید عثمان شاہ جھولا بخاری	۵۷۹	۲۸۹	شاہ ارزاقی قادری	۵۸۷
۲۶۹	حضرت علیم الدین	"	۲۹۰	بابا نصیر الدین کشمیری	"
۲۷۰	قاضی محمود گجراتی	"	۲۹۱	سید شہاب الدین تہر	۵۸۸
۲۷۱	حضرت موسیٰ آہنگر لاہوری	۵۸۰	۲۹۲	سید عبدالرزاق مکی	"
۲۷۲	سید حاجی عبدالوہاب	۵۸۱	۲۹۳	شاہ جمال قادری	۵۸۹
۲۷۳	شیخ عبداللہ بیابانی	"	۲۹۴	سید محمود شاہ نورنگ	۵۹۱
۲۷۴	حضرت شیخ جمال	۵۸۲	۲۹۵	مولانا حیدر کشمیری نقشبندی	"
۲۷۵	شیخ اودھن زین العابدین	"	۲۹۶	شاہ دولہ دریائی گجراتی پنجابی	"
۲۷۶	سید جمال الدین	"	۲۹۷	حضرت شیخ جان سہروردی	۵۹۲
۲۷۷	ملا فیروز مفتی کشمیری	"	۲۹۸	شیخ محمد اسماعیل مدرس	۵۹۳
۲۷۸	مخدوم سلطان شیخ حمزہ کشمیری	۵۸۳	۲۹۹	شیخ حسن لالو کشمیری	۵۹۶
۲۷۹	شیخ نوروز ریشی کشمیری	"	۳۰۰	شیخ بہرام کشمیری	"
۲۸۰	باوا داؤد خاکی کشمیری	۵۸۴	۳۰۱	شیخ یعقوب کشمیری	"
۲۸۱	سید جہولن شاہ گھوڑی بخاری	"	۳۰۲	سید زندہ علی	۵۹۷
۲۸۲	سید شاہ محمد والد سید جہولن شاہ	"	۳۰۳	شیخ عبدالرحیم کشمیری	"
۲۸۳	شیخ حسن کنجدی لاہوری	۵۸۴	۳۰۴	حضرت بابا عبداللہ	"
۲۸۴	میران محمد شاہ موج دریا بخاری	۵۸۵	۳۰۵	شیخ جان محمد لاہوری	۵۹۸
۲۸۵	سید سلطان جلال الدین حیدر	۵۸۶	۳۰۶	شیخ حامد قادری	"
۲۸۶	خواجہ مسعود کشمیری	"	۳۰۷	شیخ کرم شاہ قریشی	"



نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	صفحہ	نمبر شمار	اسمائے اولیاء اللہ	صفحہ
۳۰۸	شیخ سکندر شاہ بن کرم شاہ	۵۹۸	۳۱۱	سائیں لیوٹن شاہ سدا سہاگ	۵۹۹
۳۰۹	شاہ مراد بن کرم شاہ	-	۳۱۲	خواجہ نجم الدین ہمدانی دہلوی	۶۰۰
۳۱۰	شیخ قلندر شاہ قریشی عاریفی	۵۹۹	۳۱۳	حضرت خاکی شاہ	۶۰۱
	ہنکار سے۔		۳۱۴	حضرت سرد شہید مجذوب	۶۰۲





ناظرین کتاب پر واضح رہے کہ جملہ ارباب تصوف متفق ہیں کہ خرقہ درویشی درگاہ رب العالمین سے بہ شب معراج حضرت رسالت پناہ صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم کو مرحمت ہوا جب حضرت معراج سے واپس تشریف لائے صبح کو محفل اصحاب میں بموجب فرمان الہی کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو عطا فرما کر علم معرفت کی تعلیم فرمائی وہ خرقہ گلیم سیاہ تھا حضرت نے ستر صاحبوں کو مرید فرمایا اور چاروں صاحبوں کو اپنا حلیفہ کیا وہ چار پیر کہلاتے ہیں۔

اول حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسرے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیسرے خواجہ کمال بن زیاد قدس سرہ چوتھے حضرت خواجہ حسن بصری کہ ان حضرت کو امیر المومنین نے وہ خرقہ درویشی عطیہ رسول مقبول عنایت فرما کر مقتدا سے مشائخ فرمایا جب وہ خرقہ خواجگانِ چشت میں منتقل ہوا۔ خرقہ خواجگانِ چشت کہلایا۔ چنانچہ حضرت شیخ نصیر الدین محمود چرانہ دہلی تک سلسلہ دار پہنچا، ان حضرات نے ان کو اپنے ہمراہ اپنے مرقد مقدس میں رکھوایا، اور کیفیت ہفت گروہ کی اس طرح پہنچے کہ جب فقر بڑھا اس وقت سات گروہ مشہور ہوئے۔ اول گروہ کیلیہ خواجہ کمال بن زیاد سے، دوسرا گروہ بصریہ، خواجہ حسن بصری سے تیسرا گروہ اولسیہ، خواجہ اولس قرنی سے، چوتھا گروہ قلندریہ، خواجہ ابوبنی قلندریہ سے، ہمایون مکہ معظمہ میں ایک محلہ کا نام ہے یہ اس محلہ کے رہنے والے تھے۔

پانچواں گروہ سلما نیہ، خواجہ سلمان فارسی سے جاری ہوا، چھٹا گروہ یمینیہ، خواجہ یحییٰ الدین شامی سے جاری ہوا، کہ یہ بھی مرید اور اجازت یافتہ جناب علی کرم اللہ وجہہ کے تھے، ساتواں گروہ نقشبندیہ، حضرت قاسم بن محمد ابابکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاری ہوا، اور چودہ خانوادوں کی کیفیت یہ ہے کہ خواجہ حسن بصری مسبوق الذکر آپ کے دو خلیفہ اکمل ہوئے، یعنی خواجہ حبیب عجمی کہ ان سے جو خانوادہ ہیں وہ عموماً قادریہ کہلاتے ہیں، اول حبیبیہ، خواجہ حبیب عجمی سے، دوسرا طیفیہ، خواجہ بایزید بسطامی طیفور شامی سے



جاری ہوا، تیسرا خانوادہ کرخیر، معروف کرخی سے جاری ہوا، چوتھا خانوادہ سقطیہ، خواجہ حسن  
 سری سقطی سے جاری ہوا، پانچواں خانوادہ جنیدیہ، خواجہ جنید بغدادی سے، چھٹا خانوادہ  
 گازرونہ، خواجہ ابواسحاق گازرونہ سے، ساتواں خانوادہ طوسیہ، خواجہ ابوالفرح طوسی سے،  
 آٹھواں خانوادہ فردوسیہ، شیخ نجیب الدین اکبر فردوسی سے، نواں خانوادہ شیخ شہاب الدین  
 سروردی سے جاری ہوا۔ مفصلہ جن کا ذکر اپنے اپنے موقع پر آوے گا۔ اور خواجہ عبدالواحد  
 بن زید خلیفہ کلاں خواجہ حسن بصری کہ ان سے پانچ خانوادے جاری ہوئے، عملاً چشت  
 کہلاتے ہیں، اول خانوادہ زیدیہ، خواجہ عبدالواحد بن زید سے، دوسرا خانوادہ عیاضیاں، خواجہ  
 فضیل بن عیاض سے، تیسرا خانوادہ ادہمیہ، خواجہ ابراہیم بن خواجہ ابراہیم بلخی سے، چوتھا خانوادہ  
 سیرت البصری سے، پانچواں خانوادہ چشتیہ، خواجہ ابواسحاق چشتی سے لقب پایا اور ختم حضرت  
 خواجہ بزرگ معین الدین حسن سنجر چشتی ثم اجمیری تک ہوا، بعد میں ہر ایک خانوادہ سے  
 کئی کئی گروہ جاری ہوئے، چنانچہ خانوادہ ادہمیہ سے گروہ خضر نکلا، اور خانوادہ چشتیہ سے  
 چودہ گروہ نکلے جو یہ ہیں۔ چشتیہ کرمانیہ، کریمیہ، صابریہ، قلندرئیہ، نظامیہ، مخدومہ، حسامیہ  
 نظام شاہی، قلندر شاہی، حمزہ شاہی، فخریہ، جلیلیہ، چوگشاہی، اور وہ فرتے کہ جو خانوادہ  
 قادری سے جاری ہوئے، ان کی تفصیل یہ ہے کہ خانوادہ طیفوریہ سے چھیا سٹہ گروہ جاری  
 ہوئے، یہ دوسرے طبقہ جس کے پیسٹہ جزویں سات عاشقان کہلاتے ہیں، چار خانوادہ  
 دوطالبی، بادل دیوانگانی مشہور ہیں، خانوادہ جنیدیہ سے، تین فرقے انصاریہ، رافی، بسویہ  
 جاری ہوئے، خانوادہ گازرونہ سے دو گروہ جاری ہوئے، زاہدیہ اور اولیائے اور خانوادہ  
 سقطیہ سے گروہ نوریہ جاری ہوا، خانوادہ طوسیہ سے اکیس گروہ نکلے، اول قادریہ، دوم  
 رزاقیہ، سوم دماہیہ، چہارم قبیشیہ، پنجم میان خیل، ششم محمد شاہی، ہفتم غفور شاہی، ہشتم  
 نعمت اللہ شاہی، نہم سید شاہی، دہم بھول شاہی، گیارہویں قمیصیہ، بارہویں میان خیل،  
 تیرہویں حسین شاہی، پندرہویں ہاشم شاہی، پندرہویں میثم شاہی، سولہویں نوشاہی، سترہویں  
 جباریہ، اٹھارہویں محمود شاہی، انیسویں سید شاہی، بیسویں خاکسار شاہی، اکیسویں قاسم  
 شاہی، خانوادہ فردوسیہ سے ایک گروہ دو نام سے مشہور ہوا، سعد شاہی اور چڑھن شاہی

خاندانہ مہروردیہ سے سترہ گروہ جاری ہوئے، پہلا صوفیہ، دوسرا جلالیہ، تیسرا لعل شہبازیہ، چوتھا مخدومیہ، پانچواں کرم علی جلی، چھٹا موسیٰ شاہی کہ سدا سہاگ مشہور ہیں، ساتواں رسول شاہی، آٹھواں میراں شاہی، نواں عبدالوسیع، دسواں قاسم شاہی، گیارہواں رزاق شاہی بارہواں دولا شاہی، تیرہویں سید شاہی، چودھویں اسماعیل شاہی، پندرہویں حبیب شاہی سولہویں مرتضیٰ شاہی، سترہویں ناتہ شاہی اور خاندان نقشبندیہ داخل ہفت گروہ اولی ہے اس میں تین فریق ہیں۔ نقشبندیہ، نقشبندیہ مجددیہ، نقشبندیہ ابوالعلائی، واضح ہو کہ اس کتاب میں ان اولیاء اللہ کا ذکر کیا گیا ہے جو کہ ہندوستان میں گزرتے ہیں یا ہندوستان سے کرامت حاصل کئے دیگر ممالک میں چلے گئے ہیں، علاوہ ان کے جو اہل بزرگوں کا ذکر ہوا ہے مننا ہوا ہے۔

مرزا محمد اختر دہلوی



## حصہ اول تذکرہ اولیاء اللہ چشتیہ میں کہ جن کی تعداد اس کتاب میں ہے

ذکر حضرت سلطان العارفین سراج السالکین خواجہ بزرگ معین الدین حسنی سنہری ہندووی عطا مئے رسول ثم اجمیری قدس اللہ سرہ العزیز کہ عطا مئے اولیاء و کبریٰ مشائخ چشت سے ہیں، اوصاف حمیدہ و کلمات عجیبہ مشہور نزدیک و دور ہیں، آپ کے مرید اور مریدوں کے مریدوں سے ہزاروں اولیاء ہندوستان میں آسودہ ہیں اور موجود ہیں، بدھ متبرکہ حضرت خواجہ اودان کے فوکان سے فیض عام جاری ہیں۔ حضرت صحیح النسب سادات حسنی حسینی یعنی حضرت خواجہ بزرگ معین الدین بن حضرت غیاث الدین بن سید کمال الدین بن سید احمد حسین بن سید طاہر بن سید عبدالعزیز بن سید ابراہیم بن حضرت امام علی موسیٰ رضا بن حضرت امام موسیٰ کاظم بن حضرت امام جعفر بن حضرت امام محمد باقر بن حضرت امام زین العابدین بن سید الکونین حضرت امام حسین بن حضرت علی مرتضیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ولادت باسعادت حضرت خواجہ بزرگ کی بقیع سنہ ۸۳۰ بمقام سنہ ۸۳۰ بمقام سنہ ۸۳۰ سنہ ۸۳۰ میں ہوئی، آثار ولادت و کرامت نیمائی نورانی حضرت سے ہویدا تھے گیارہ برس تک نہایت ناز و نعمت سے پرورش پائی، جب پرورش پائی، جب عمر شریف گیارہ برس کی بقولے چودہ برس کی ہوئی آپ کے والد ماجد سید غیاث الدین نے رحلت فرمائی، آپ یتیم ہو گئے، آپ کے دو بڑے بھائی تھے۔ جائیداد پیدا پس میں تقسیم ہوئی، حضرت کے ترکہ میں ایک بانع اور پنچکی آئی۔ جس کی آمدنی سے حضرت نے چندے ایام گزاری کی ایک روز کا ذکر ہے کہ حضرت اپنے بانع میں تشریف فرما تھے، ایک مجذوب مسیٰ برابر اہم قلندر اس بانع میں آ گئے، حضرت نے ان کو دیکھتے ہی کھڑے ہو کر سلام کیا، اودان کے دست مبارک پر بوسہ دیا اور ایک سایہ دار رحمت کے نیچے لا کر ان کو بیٹھایا اور خوشہ انگور کے پیش کئے ان مجذوب نے نہایت تمام ان کو کھایا، اور غٹوری سی کھلی اپنی بغل میں سے نکال کر

اپنے منہ میں لی، اور اس کو قدر سے جبا کر اپنے ہاتھ سے حضرت خواجہ کے دہن مبارک میں دی،  
 مٹا اس کے کھاتے ہی انوار الہی جلوہ گر ہوئے اور دنیا سے مغفرو ہوا، اسی وقت اس باغ  
 اور تمام جائیداد منقولہ وغیرہ منقولہ کو فروخت کر کے مساکین کو تقسیم فرما کر طلب معبود حقیقی میں  
 مسافر ہو کر اقل رونق بخش سمرقند ہوئے، اور چندے قیام فرما کر علوم ظاہری کی تکمیل کر کے  
 عراق و عرب کی طرف متوجہ ہوئے اور اہل اللہ کی زیارت سے مشرف ہوتے ہوئے نواح  
 بیشاپور میں وارد در قصبہ ہارون ہوئے اور حضرت خواجہ عثمان ہارونی کی خدمت بابرکت  
 میں پہنچ کر شرف حضوری حاصل کیا اور مرید ہوئے اور سالہا سال خواجہ ہارونی کی خدمت  
 حاضرہ کر خدمات شائستہ بجالا کر اور محنت شاقہ فرما کر علم الہی کی تکمیل کی، لکھا ہے کہ بیس سال  
 چھ ماہ اپنے مرشد برحق کی خدمت میں رہے اور ساڑھے بیس برس کے سفر میں مرشد  
 کا کل سامان سفر اپنے کندھے پر لئے رہے، اور اس عرصہ میں کئی حج بھی کئے اور بعض نے  
 تحریر کیا ہے کہ مرید ہونے کے ڈھائی برس بعد حضرت خواجہ عثمان ہارونی نے فرقہ خلافت  
 عطا کر دیا تھا، الغرض قصبہ ہارون سے پہلا سفر قصبہ سخان کا ہوا، اور حضرت شیخ  
 نجم الدین کبریٰ سے ملاقات ہوئی، ڈھائی ماہ وہاں رہ کر بغداد شریف میں آئے، وہاں سے  
 کوہ جودی پر آئے، یہ وہ کوہ ہے کہ بعد طوفان کے کشتی نوح علیہ السلام اسی کوہ پر قائم ہوئی  
 تھی، وہاں حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور ہم صحبت  
 رہے، پانچ ماہ سات روز ایک عجدی حجرہ میں مقیم رہے وہ حجرہ زیارت گاہ خاص و عام  
 ہے، اور حضرت غوث پاک کے ہمراہ جیلان اور بغداد کی سیر کی، اور بغداد میں حضرت  
 شیخ ضیاء الدین سے ملے، اور شیخ شہاب الدین مہروردی قدس اللہ سرہ سے بہت کچھ  
 ربط و ضبط رہا، اور وہاں سے حضرت ہمدان میں تشریف لائے، اور محبوب سبحانی خواجہ  
 واحد الدین کرمانی کی صحبت میں چندے رہ کر یوسف ہمدانی سے ملاقات کی فرمائی، وہاں سے  
 عازم تبریز ہوئے اور حضرت ابوسعید تبریزی کے ہم صحبت رہے، بعد اصفہان میں  
 تشریف لاکر خواجہ محمود اصفہانی سے ملے، اس کے بعد ہند میں رونق افروز ہوئے اور  
 خواجہ ابوسعید ہندی سے ملے، وہاں سے استرآبادی کی زیارت سے مشرف ہوئے، جہاں



خواجہ ناصر الدین صاحب ولایت جو حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے۔ اور اس وقت ان کی عمر ایک سو تالیس برس کی تھی، وہاں سے چل کر غزنی میں تشریف لائے، چند ایام حضرت شمس العارفین شیخ عبدالواحد غزنوی سے ملاقاتی ہوئے علاوہ ازیں صدر اولیاء اللہ سے ملاقاتیں کیں، بعض سے فیضان حاصل کیا، اس کے بعد عازم طرف ہندوستان کے ہوئے، وجہ عزم طرف ہندوستان کی انیس اللہ دواج میں تحریر ہے، کہ حضرت نے خود فرمایا، کہ ایک بار دعا گو ہمراہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی مکہ معظمہ میں پہنچا، خواجہ عثمان قدس سترہ نے زیر نادوان کعبہ کے میرے واسطے دعا کی، اور میرا ہاتھ اپنے دست مبارک میں پکڑ کر سوسو بخدا کیا، غیب سے آواز آئی کہ معین الدین ہم نے قبول کیا، اس آواز کو سننے سے شیخ شکر بردگاہ حق بجالائے، بعد ازاں حج مدینہ منورہ میں آئے، جب دعا گو نے روضہ مطہرہ رسول مقبول پر عرض سلام کیا، آواز آئی علیک السلام یا قطب المشائخ ہند کی ولایت تجھ کو دی، یہ آواز سن کر میرے شیخ بہت خوش ہوئے اور دعا گو سے فرمایا کہ جا تو کمال کو پہنچا، بعد ازاں ہمراہ شیخ پھر بغداد شریف میں آیا، حضرت خواجہ عثمان نے خلوت قبول کی اور بندہ کو بامر رسول علیہ السلام واسطے اجوائے دین ہندوستان کی طرف مرخص فرمایا۔

خواجہ اپنے پیر درشد سے رخصت ہو کر تریز استر آباد اور ہرات میں چند مدت قیام پذیر رہے، اکثر شب کو شیخ عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے مجوس شریف میں رہتے تھے، دن بھر سیر فرمایا کرتے تھے، اکثر قبرستانوں میں رہتے اپنی خوارق اور اظہار کرامت نہ فرماتے تھے اور صبح کی نماز عشا کے دنوں سے ادا فرماتے تھے۔ اور ایک دن میں دو قرآن ختم فرماتے، جب ہرات میں حضرت کا شہرہ کرامت بلند ہوا وہاں سے شہر سبزہ میں تشریف لائے اس شہر میں یادگار میرزا کہ شیعہ تھا اور کاتب الحروف کا ہجو تھا، اس کا تعصب یہاں تک بڑھا ہوا تھا کہ اسی کا رعایا سے جو شخص اپنی اولاد کا نام ابو بکر یا عمر رکھتا فوراً قتل کر دیتا تھا، ایک روز حضرت خواجہ بھی یادگار میرزا کے باغ میں تشریف فرما ہوئے اور کنارہ حوض پر جلوہ افروز ہوئے۔ قدرت خدا سے وہ بھی آگیا،

حضرت کو دیکھتے ہی اس کے بدن میں لرزہ پیدا ہوا اور بیہوش ہو کر گر پڑا اور جو ملازم امرائے دولت اس کے ہمراہ تھے سب پر خوف طاری تھا۔ حضرت نے اپنے دست مبارک سے قدرے پانی اسی حوض سے لے کر یادگار میرزا کے منہ پر چھڑکا، وہ ہوش میں آیا، حضرت نے ارشاد فرمایا کہ تو نے توبہ کی اس نے قدموں پر سر رکھا با عجز عرض کیا، کہ میں اپنے افعال ماضیہ سے توبہ کرتا ہوں اور صدق دل سے حضور کا غلام بنتا ہوں، آخر یادگار میرزا اور تمام اراکین سلطنت تائب ہو کر بیعت میں آئے، لکھا ہے کہ حضرت خواجہ قطب الدین اوشی بھی حضرت کے ہمراہ تھے، الغرض یادگار میرزا نے تمام خزانہ اور غلام اور باندیاں آزاد کیں، اسباب ظاہری جس قدر تھا راہِ خدا میں بدل درویشا کیا، چند ہی روز میں بکمال ولایت فائز ہو کر عرقہ حاصل کر کے خلافت ظاہری اور باطنی ملک ہرات پر معمور رہا، حضرت ہرات سے بلخ میں تشریف فرما ہوئے، چند ہی حضرت شیخ احمد خضرویہ کے مہمان رہے، اس شہر میں حکیم ضیاء الدین بہت بڑا عالم اور درویشوں کا منکر تھا ایک بار موقعہ شکار میں حضرت نے دست مبارک سے ایک کلنگ کا شکار کر کے کباب تیار کئے، اسی وقت حکیم ضیاء الدین بھی وہاں آگیا اور حضرت کے نزدیک بیٹھا، حضرت نے کسی قدر کباب حکیم کو عنایت فرمائے، کھاتے ہی حکیم بیہوش ہو کر زمین پر گرا۔ جب ہوشیار ہوا غلوں میں دل سے معتقد ہوا اور کتب ہائے فلاسفہ دریا میں ڈالیں، چند عرصہ میں کابل وقت ہوا بعد حضرت بار دیگر رونق افروز ہوئے، چند ہی قیام فرما کر کوہستانِ قافا غنہ کی سیر فرماتے ہوئے شہر لاہور میں رونق افروز ہوئے، اور دو ماہ تک مزار گہر بار حضرت مخدوم علی عوی ہجویری داتا گنج بخش قدس سرہ کا پرستش کرتے رہے کہ بعد حصول فوائد باطنی عازم طرف شہر دہلی کے ہوئے، بعد قطع مراحل منازل بہرہی چل اشخاص داخل دہلی ہوئے اور چند ہی قیام فرمایا، تو رخصت صادق نے لکھا ہے کہ جب حضرت اپنے مرشد کے ہمراہ مدینہ طیبہ میں تھے، اور سلام عرض کیا تو آواز ہوئی کہ علیک السلام یا قطب المشرق اسے معین الدین تو ہمارے دین کا معین ہے، ہندوستان کی ولایت تجھ کو دی، اجیر میں جا کر اقامت کرو ہاں کفر کا غلبہ ہے تیرے

جانے سے اسلام ہو گا۔ یہ سن کر حضرت کو تحیر تھا کہ اجیر کدھر ہے، اسی فکر میں آپ کو غنودگی آگئی، حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ معین الدین دیکھ تمام مشرق و مغرب کے دروازے تیرے لئے کھلے ہیں، اجیر اور وہاں کے تمام پہاڑوں کے نشان دیشے، اور ایک اتار عطا کیا اور فرمایا کہ تجھ کو خدا کے سپرد کیا اور یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت کو خرقہ خلافت جب ملا تو عمر شریف حضرت کی باون سال کی تھی۔ الغرض دہلی سے کوچ فرما کر دسویں محرم الحرام ۵۱۱ھ میں رونق افروز دارالخیر اجیر بن سید کی کیفیت یہ ہے کہ حاکم اجیر راجہ پر تھی راجہ تھا اس کی والدہ بہت بڑی نجومی تھی، اس نے بارہ برس پہلے حضرت کی تشریف آوری سے اپنے فرزند سے کہا تھا کہ ایک مرد بزرگ پیدا ہو گا جس کے سبب سے تیری دولت اور سلطنت زوال پذیر ہوگی، بعض نے لکھا ہے کہ والد کے محل پر ایک مرغ آکر بیٹھا، اور اس نے بانگ دی یہ کچھ جالوروں کی بول بھی سمجھتی تھی۔ اس نے چاہا کہ اس مرغ کو ہلاک کر دے مگر وہ ہاتھ نہ لگا۔ اس وقت اس نے کہا تھا کہ اب یہاں دور اسلام ہو گا اور ہمارا راج جاوے گا، اور علیہ شریف حضرت کا لکھ کر اپنے فرزند پر تھی راجہ کو دیا تھا۔ پر تھی راجہ ہمیشہ متفکر رہا کرتا تھا، اور اس نے حکم جاری کیا تھا کہ جو شخص اس علیہ کے آدمی کو گرفتار کر لے گا وہ ہمارے دربار سے انعام جاگیر پاوے گا، لکھا ہے کہ جب حضور بمقام سمانہ پہنچے ملازمان راجہ نے مطابق علیہ مشہور کے پا کر ازراہ ضرب عرض کیا کہ آپ بزرگ شخص معلوم ہوتے ہیں، آپ کے ٹھہرنے کو معقول جگہ بتاتے ہیں آپ وہاں ٹھہریں، حضرت نے اسی وقت مراقبہ کیا، معلوم ہوا کہ حضرت رسول مقبول ارشاد فرماتے ہیں کہ معین الدین اس گروہ کا اعتبار نہ کرنا یہ تجھ کو تکلیف دینا چاہتے ہیں، حضرت نے اس امر سے انکار ہوتا ہوا اپنے ہمراہیوں کو مطلع کیا اور بطرف اجیر لاہی ہوئے، جب اجیر میں داخل ہوئے، چاہا ایک درخت کے نیچے استراحت فرمادیں، مگر ایک شخص نے آٹھادی کہ اس جگہ ہمارا راج کے شر رہتے ہیں، یہاں نہ نہ ٹھہرو، حضرت وہاں سے اٹھ کر اتنا سا گر پر تشریف لائے، اس جگہ صدا بت گئی تھی، وہاں مقام فرمایا جب رات گزری اور صبح ہوئی شتر بانٹاں سرکاری نے چاہا، کہ



شتروں کو اٹھا کر چراگاہ پر لے جاویں، ہر چند شتروں کو اٹھایا، وہ اپنی جگہ سے نہ اٹھے، گویا سینے ان کے زمین سے چپک گئے تھے، انہو سب نے مشورہ کیا، کہ جس فقیر کو ہم نے یہاں نہ ٹھہرنے نہ دیا تھا، اس کی بددعا لگی یہ سمجھ کر حضور کی خدمت میں آئے اور عذر چاہا، حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جاؤ، بحکم خدا تمہارے شتر کھڑے ہو جاویں گے، جس وقت ساریاں گلہ میں گئے، فوراً شتر کھڑے ہو گئے، پس یہ خبر تمام شہر میں مشہور ہوئی، جو لوگ دشمن اسلام تھے راجہ کے پاس گئے اور عرض کیا کہ یہ شخص پر دیسی غیر مذہب قریب ہماری پرستش گاہ کے ٹھہر رہا ہے یہ نامناسب ہے یہ سن کر راجہ نے حکم دیا، کہ اس کو وہاں سے نکال دو، اس امر پر چند سرسنگان راجہ مقرر ہوئے کہ اس فقیر کو تالاب پر سے اٹھاویں اور ہماری مملکت سے بدر کریں، ان عرض وہ لوگ باجماع کثیر نزدیک حضرت خواجہ کے پہنچے، چاہتے تھے کہ حضرت کو کچھ تکلیف دیں، حضرت نے قدرے خاک اٹھا کر اس پر آیت الکرسی دم کر کے ان کے منہ پر ڈالی، جس پر وہ خاک پڑی اسی وقت جسم اس کا خشک ہو گیا اور وہ بے حس و حرکت ہو گیا، باقی بھاگ کر شہر میں آئے دوسرے روز راجہ اور تمام مخلوق اجمیر واسطے پرستش کے تالاب پر آئے، اور اس وقت رام دیو مہنت، جمع کثیر لے کر حضرت کے نزدیک آیا مگر جمال جہاں آرا پر نظر پڑتے ہی سب کے بدن میں لرزہ پیدا ہوا مثل بید کا نپینے لگے، مگر مہنت مذکور حضور کے نزدیک آیا اور مشرف باسلام ہوا، اور مخالفوں سے مقابلہ کر کے ان کو پریشان کیا، حضرت نے مہنت مذکور کی یہ جانفشانی دیکھی ایک پیالہ پانی کا اس کو مرحمت فرما کر حکم کیا کہ اس کو پی لے، اس پانی کے پیتے ہی رنگ کفر دور ہوا، اور آئینہ دل اس کا روشن اور بجلی ہوا اور بارادت تمام مرید ہوا، حضرت نے اس کا نام شادی دیور رکھا اور اس کو تکمیل علم الہی کی کرا دی جب اہل اجمیر نے یہ کیفیت دیکھی کہنے لگے یہ بہت بڑا جادوگر ہے، اس سے مقابلہ کوئی بڑا ہی جادوگر کرے گا یہ سمجھ کر بے پال جوگی کہ ہندوستان میں اپنا ثانی نہ رکھتا تھا، رائے پھقورا نے اس کو بلایا، جے پال اپنے ڈیڑھ ہزار ان جیوں کو جو کہ اس کے ہم پلہ تھے ہمراہ لے کر راجہ اجمیر کے پاس آیا، آخر باجماع کثیر انا ساگر کی طرف چلا، جب حضرت اس

اس کے آنے سے آگاہ ہوئے پہلے وضو کیا اور گرد اپنے ہمراہیوں اپنے عصائے مبارک سے دائرہ حصار کیا، اور زبان فیضِ ترجمان سے ارشاد کیا کہ انشاء اللہ تعالیٰ دشمن اس دائرہ کے اندر نہ آ سکیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، جب جے پال نزدیک آیا اس کے ہمراہیوں سے جس کا پیر اس دائرہ کے اندر پڑا۔ بیہوش ہو کر گر پڑا، اور انہوں نے یہ بند و بست کیا کہ ہمراہیانِ حضرت کو تالابِ انا ساگر سے پانی نہ لانے دیں، یہ حرکت ان کی معائنہ فرما کر شادی کو حکم دیا کہ جس طرح ممکن ہو ایک پیالہ پانی اس تالاب میں سے لے، چنانچہ بموجب حکم عالی مشادی نے پیالہ بھر لیا، پیالہ کے بھرتے ہی تمام پانی تالاب کا ایسا گم ہوا کہ گویا کبھی اس میں پانی ہی نہ تھا، اور پیالہ کی یہ کیفیت تھی کہ ہر چند اس میں سے پانی خرچ ہوتا تھا مگر کم نہ ہوتا تھا، بعض نے لکھا ہے کہ پانی کی چھاگل بھرتے ہی جب تالاب کا پانی گم ہوا دشمنوں کو بہت تکلیف ہوئی، جے پال یہ دیکھ کر قریب دائرہ حصار کے آیا اور کھڑے ہو کر آواز دی کہ بندگانِ خدا پیالہ سے مرے جاسے ہیں، اور تو اپنے کو لیر کتا ہے، فقیر کو رحم اور کرم چاہیے نہ کہ ظلم، فقیروں کا کام نفع پہنچانا اور ہر قسم کی پیاس بندگانِ خدا کی بجھانا ہے یا بندگانِ خدا کو ستانا، مردانگی سے بعید ہے یہ، یہ کلام جے پال کا سن کر شادی کو حکم دیا کہ وہ چھاگل پانی کی پھر تالاب میں ڈالے، معاً تالاب بدستور لہریں مارنے لگا، اب جادوگروں نے جادو کرنا شروع کیا یہ کیفیت بہم پہنچی کہ پہاڑ سے ہزار ہا سیاح نکل کر حضرت کی طرف آنے شروع ہو گئے مگر جو سانپ قریب دائرہ کے آیا، لیکر دائرہ پر سر رک کر رہ گیا، جب یہ عمل کار گر نہ ہوا تو پھر آسمان سے آگ برسی شروع ہوئی۔ آگ کے ڈھیر لگ گئے، ہزاروں درخت سبز جل گئے مگر دائرہ حصار میں کچھ آسیب نہ پہنچا، آخر جے پال نے اپنا مرگ چھالا ہوا بد چھوڑا، اور اس پر سوار ہو کر نظر سے غائب ہوا، حضرت نے جو یہ کیفیت دیکھی اپنی کھڑاؤں چوبی سے فرمایا کہ جے پال جوگی کو گوشمالی کر کے بلا، معاً وہ کھڑاؤں ہوا پراڑی اور سر جے پال کو کوٹتی ہوئی نزدیک خواجہ کے لائی، جے پال اپنا یہ حال دیکھ کر رویا اور حضرت کے قدموں پر پڑا اور بصدق دل مسلمان ہوا، اور عرض کی یا حضرت دعا کیجئے کہ میں امر ہو جاؤں، یعنی تاقیاست زندہ رہوں، حضرت نے اس کے واسطے دعا کی کہ الہی اس بندہ کی دعا قبول فرما، متوڑی دیر

بعد جب اثر اجابت دعا حضرت کو معلوم ہوا ہے پال سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو حیات دائمی بخشی مگر پوشیدہ رہ۔ چنانچہ جے پال اجمیر کے پہاڑوں میں موجود ہے جو زیارتی راہ گم کر جاتا ہے جے پال رہبری کرتا ہے، بھوکے زیارتی کو کھانا پہنچاتا ہے، یہ شب جمعہ روضہ معلیٰ کی زیارت سے مشرف ہوا کرتا ہے، حضرت نے اس کا نام عبداللہ رکھا، قصہ جب رائے پتھورائے جے پال کی یہ کیفیت دیکھی بہت شرمندہ ہو کر شہر میں آیا اور خواجہ کے ستانے سے باز آیا، جب یہ حال اس کی والدہ کو معلوم ہوا، اس نے کہا یہ وہی شخص ہے جس کی خبر میں نے بارہ برس پہلے دی تھی، صاحب مونس الارواح نے لکھا ہے کہ جب قریب پرستش گاہ ان کے اذانیں ہوتیں، اہل اجمیر کو جوش پیدا ہوتا تھا، بعض نے لکھا ہے، کہ یہ شادی مہنت نہ تھا، اصل میں یہ جن تھا، کہ اہل شہر سے پوجا رہ لیا لیا کرتا تھا، چنانچہ شادی دیو آج تک حصور کے مریدوں کی خدمت سجا لاتا ہے، میں نے پچشم خوا بیڈول شریف ضلع مظفرنگر میں جو حضرت بہرام چشتی کا مزار ہے دیکھا ہے، سینکڑوں مجنون اور سحر آلود آتے ہیں اور اپنے اپنے وقت پر گریہ و بکا کرتے ہیں اور خود چڑھ کر درخت پر ان کی شاخیں پکڑ کر لٹک جاتے ہیں اور پکار کر کہتے ہیں کہ شادی دیو تیرا نام سن جائے کوڑے مار مار کر کھا لے، اور آگ لگا دی، اور یہ بھی لکھا ہے کہ راجہ پرمتی راج جے پال کے لینے کو خود گیا تھا، راستہ میں جب حضرت کی ایذا رسانی کا خیال کرتا آنکھوں سے دکھائی دینا موقوف ہو جاتا تھا، جب اس ارادہ سے باز آتا، پھر بدستور دکھائی دینے لگتا، اس طرح ست بار اندھا اور بینا ہوا، صاحب مونس الارواح سے روایت ہے کہ جے پال لاچار ہوا عرض کرنے لگا، کہ حضرت کو سیر مقامات میں کہاں تک رسائی ہے، آپ نے مراقبہ کیا، اور روح پاک کو عالم ملکوت میں داخل کیا، جے پال بھی مجاہد سے کئے ہوئے تھا، اس کی روح بھی روح اقدس کے پیچھے چلی۔ یہاں تک کہ آسمان اول تک پہنچی، روح جے پال رہ گئی آگے نہ جاسکی، اس وقت اس کی روح نے روح پاک سے التجا کی کہ تنہا نہ چھوڑیے، میں بھی قدرت کا تماشا دیکھوں، روح اقدس نے اس کی روح کو ہمراہ لیا، دیکھا کہ فرشتے روح مبارک کی تکریم کرتے ہیں، عرش معلیٰ کا حجاب اٹھ گیا تھا، جب روح پاک منزل قرب تک پہنچی، پھر



جسے پال کی روح رہ گئی، پھر اس نے گریہ و زاری سے عرض کی: حضرت نے فرمایا کہ یہ مقام محمدی ہے تاؤ تنیکہ صدق دل سے کلمہ طیبہ نہ کہے گی ورنہ پائے گی اس کی روح صدق دل سے مسلمان ہوئی آخر کار تمام اہل شہر اور راجہ مہنت وغیرہ حضور کو شہر میں لائے، ایک مکان واسطے رہنے حضور کے تیار ہوا، اب جس جگہ حضور کا روح منہ مطہر ہے، یہاں حضرت کا ماورچی خانہ تھا، حضرت راجہ کو اکثر فمائش فرمایا کرتے تھے وہ مانتا تھا، ایک بزرگ سے روایت ہے کہ میں بیس برس حضور کی خدمت میں رہا، حضرت کبھی کسی کو اپنے نزدیک نہ آنے دیتے تھے، ہمیشہ اعفائے کرامت تھے کہ کسی سے کچھ لیتے تھے، جب بھلائی میں کچھ نہ رہتا تھا اور خادم عرض کرتا کہ آج خرچ نہیں ہے، آپ مصلے کے نیچے سے نکال کر موافق حاجت کے مرحمت فرماتے۔

حضرت قطب الاقطاب سے روایت ہے کہ ملازمان و امراء نے رائے پتھور سے ایک شخص مرید ہونے کیا، حضرت نے اس کو مرید نہ فرمایا و بدول ہو کر راجہ کے پاس گیا، اور حضرت کا شکوہ کیا، راجہ نے ایک شخص کو حضور کی خدمت میں بھیجا اور پیغام دیا کہ آپ نے اس کو مرید کیوں نہ کیا، جواب میں حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ایک تو یہ بہت گنہگار ہے دوسرے ہم اس کو کلاہ درویشی نہیں دیتے جو سوائے خدا کے دوسرے کے آگے سر جھکاتا ہے، تیسرے ہم نے لوح محفوظ میں لکھا دیکھا ہے کہ وہ اسی جہان فانی سے ایمان نہ جاوے گا، راجہ یہ جواب سن کر غصہ ہوا، اور کہا کہ یہ فقیر غیب کی باتیں بتاتا ہے، اس کو کہہ دو کہ ہمارے شہر سے نکل جاوے، جب یہ حکم حضور کے گوش زد ہوا، تبسم کر کے فرمایا کہ راجہ سے کہہ دو کہ تین روز مہلت ہے یا فقیر اجیر سے نکل جاوے گا یا راجہ چلا جاوے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ۵۸۸ھ میں سلطان شہاب الدین غوری بلا شاہ غزنی اجیر پر آ پہنچا، راجہ زندہ گرفتار ہوا، ہانسی کے قلعہ میں قید کیا گیا، جو شخص کہ مرید ہونے آیا تھا، اسی تہلکہ میں دریا میں ڈوب کر مر گیا، بعض نے لکھا ہے کہ راجہ پر مٹی راج نے ایک مسلمان پر ظلم کیا تھا، حضرت نے راجہ کو اس جرکت سے منع فرمایا، جب اس سے باز نہ آیا، حضرت نے غصہ ہو کر فرمایا کہ ہم نے پر مٹی راج کو زندہ گرفتار کر دیا، اسی عرصہ میں سلطان سے مقابلہ ہوا، راجہ

زندہ گرفتار ہوا، جاننا چاہیے کہ آدم علیہ السلام سے تا قدم میمنت لزوم حضرت خواجہ بزرگ کے کوئی انبیاء علیہ السلام اور اولیا کرام سے وارد ہندوستان نہیں ہوا، تمام ہندو ظلمت کفر سے تیرہ و تار یک تھا، حضرت نے بحکم رسول مقبول اور حسب قوت ولایت خود گراہان ہند کو راہ راست پر لا کر ان کے دلوں کو نور ایمان سے منور فرمایا نظم:

از فیض او بجائے صلیب و کلیسا      در دار کفر مسجد و محراب منبر است  
آسجا کہ بود نعرہ فریاد مشرکان      اکنون خروش نغمہ اللہ اکبر است

صاحب اقتباس الانوار رقمطراز ہیں کہ جب حضرت ہندوستان آنے لگے اسی وقت دوبارہ حضرت غوث پاک سے ملاقات کی اور حضرت غوث پاک نے بھی حضرت کے واسطے جناب باری میں دعا کر کے فرمایا تھا اور حضرت صاحب سیر الاقطاب نے لکھا ہے کہ جب حضرت بغداد شریف میں آئے تھے وہاں سات شخص کہ آتشکدے میں معبود اور مشہور زمانہ تھے۔ ایک بار حضرت سے ملنے آئے دوئے انور پر نظر پڑتے ہی بدن ان کا کانپ اٹھا، اور حضرت کے قدموں پر گرے اور حضرت نے ارشاد فرمایا کہ تم عابد کلاتے ہو سوائے خدا کے مخلوق کو سجدہ کرتے ہو بڑی شرم کی بات ہے، انہوں نے عرض کیا، کہ آتش کو اس لئے سجدہ کرتے ہیں۔ کہ یہ ہم کو نہ جلائے، حضرت نے ارشاد فرمایا کہ بے علم خدا کے یہ بیچاری کیا کر سکتی ہے، دیکھو یہ ہماری جوتی کو بھی نہیں جلا سکتی، یہ فرما کر جوتی آگ میں ڈال کر ارشاد فرمایا کہ اسے آگ ہماری جوتی کو نگاہ رکھنا، الغرض وہ پاپوش آگ میں سے سلامت نکلی وہ سب مسلمان ہو کر کامل ہوئے، اور صاحب اقتباس الانوار زبدۃ الحقائق سے ناقل ہیں کہ خواجہ بزرگ نے بحکم رسول مقبول جناب غوث پاک سے خرقہ خلافت حاصل کیا تھا، صاحب اقتباس الانوار راقم ہیں کہ حضرت دہلی میں پہلے پل تشریف فرما ہوئے، ایک شخص چھری بغل میں چھپا کر واسطے ہلاکی حضور کے آیا۔ حضرت نے از راہ کشف معلوم فرما کر فرمایا کہ فلاں کیا قصد رکھتا ہے، بندہ حاضر ہے یہ سننے ہی وہ کانپ اٹھا، اور قدموں پر گرا اور مسلمان ہوا، اس عرصہ میں ہزاروں مسلمان ہوئے تھے لکھا ہے کہ حضرت ہر شخص کے ساتھ مہربانی سے پیش آتے تھے، جو طالب اسلام آتا،

اس کو ارکان اسلام تعلیم فرماتے، جو طلب حق میں حاضر ہوتا اس کو بکمال ولایت پہنچاتے تھے، چنانچہ مریدان حضور سے اکثر صاحب ملک ہند میں صاحب ولایت ہیں، بعضے دوسرے سلسلوں کے بھی حضرات ہیں، جو روحانی طور پر حضرت سے فیضیاب ہوئے اور حضرات کے خاندان سے جتنے صاحب سجاد ہوئے ہیں سب صاحب ولایت گزرے ہیں، اُمید ہے کہ تاقیام قیامت یہی سلسلہ جاری رہے گا، جو ولی اللہ دیگر ولایت سے وارد ہند ہوئے ہیں، سب نے روح پاک حضرت سے استفادہ حاصل کیا ہے، چنانچہ حضرت سید بدیع الدین قطب المدار رحمۃ اللہ علیہ جب وارد ہندوستان ہوئے ہیں، کوکلا پہاڑی پر محتکف رہ کر حسب اجازت و حصول استفادہ کے کالی اور کن پو میں رونق افروز ہوئے، صاحب سیرالقطاب نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ مکہ معظمہ میں مشغول تھے، آواز ہوئی کہ اے معین الدین ہم تجھ سے بہت خوش ہیں ہم نے تجھ کو بخشا جو مانگنا ہو مانگ، حضرت نے عرض کی کہ الٰہی مریدان معین الدین و مریدان مرید معین الدین کو کہ سلسلہ معین میں ملنے میں بخش دے فرمان ہوا کہ اے معین الدین بخشا تیری دعا قبول کی جو تیرے سلسلہ میں پہنچے گا ہم نے بخشا، چنانچہ حضرت نے بھی کئی ایک بار زبان مبارک سے فرمایا کہ جب تک مریدان مرید بہشت میں نہ جائیں گے ہرگز معین الدین جنت میں قدم نہ رکھے گا۔ صاحب مرآۃ الاسرار نقل کرتے ہیں کہ اگر حضرت خواجہ بزرگ کے مرتبہ اور کرامات کا ذکر کیا جاوے، تو ایک کتاب کلاں تیار ہو کر جو کیفیت کہ مجھ پر گزری ہے۔ یہ حضرت کی کرامات کا ذکر ہے، یعنی میں نے عالم باطن میں دیکھا کہ حضرت نے کمال ذرہ پروردی سے دستِ حق پرست اپنا میرے دست پر رکھا اور فرمایا کہ اگرچہ تو میرے سلسلہ میں ہے، الا الحال میں مجھ کو بے واسطہ مرید اپنا کرتا ہوں، میرے دل میں یہ خیال آیا، کہ جب خواجہ عثمان ہارونی نے حضرت کو مرید فرمایا کہ معظمہ میں لے جا کر دعا کی تھی، جس کے جواب میں آواز آئی تھی کہ معین نے قبول کیا، اسی وقت روحانیت خواجہ نے بندہ پر تصرف کیا کہ میں نے اپنے کو حرم شریف میں پایا زیارت خانہ کعبہ سے مشرف ہوا، اور ایک صاحب وقار کو چاہِ زمزم پر دیکھا، انہوں نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تیرے شیخ



بھی میں نے قبول کیا، اس وقت میں یہ بزرگی اور کمال حضرت خواجہ کا دیکھ کر متحیر ہوا اور سجدہ شکر بجالایا صاحب اسرار السالکین ناقل ہیں کہ حضرت کو ہمیشہ استغراق رہتا تھا کچھ خبر نہ رہتی تھی، نماز کے وقت حضرت خواجہ قطب الدین یا قاضی حمید الدین رو بروا تادہ ہو کر باواز بلند صلوٰۃ کہتے حضرت کو کچھ معلوم نہ ہوتا، دوسری بار حضور کے کان میں صلوٰۃ پڑھتے، اس پر بھی حضرت کو کچھ آگاہی نہ ہوتی تو پھر حضرت کے دوش مبارک کو جنبش دیتے جب چشم وا ہوتیں اس وقت ارشاد کرتے شرع محمدی سے چارہ نہیں، سبحان اللہ کہاں سے کہاں آتے تھے، اور پھر وضو کر کے نماز گزارتے، جس وقت حالت مستولی ہوتی دروازہ حجرہ بند کر کے مشغول ہوتے اس وقت خواجہ قطب الدین وقاضی حمید الدین یہ دونوں صاحب درحجرہ کے آگے سنگ خارہ ڈال دیتے اور خود پس حجرہ رہتے، جس وقت حضرت حجرہ سے باہر تشریف لاتے تھے۔ اول نظران پتھروں پر پڑتی تھی، معادہ خاکستر ہو جاتے تھے، صاحب اقتباس الانوار لکھتے ہیں کہ میں نے پیروں سے سنا ہے کہ ایک روز حضور مراقبہ میں مشغول تھے، عالم تنزیہ جسد منور پر ہوا اور چالیس روز تک جسد مبارک کسی کو نظر نہ آیا، بعد چالیس روز کے ظاہر ہوا، شیخ قطب الدین بندگی شیخ سوندھا چشتی اس حکایت سے اتفاق تمام رکھتے ہیں، صاحب اقتباس الانوار ناقل ہیں کہ ایک روز میرے شیخ کے رو برو قوال حاضر تھے، عین سماع میں میرے شیخ کا نظر مردماں سے غائب ہو گیا تھا، تیسرے روز ظاہر ہوا، پس جب علام غلام حضور کے یہ رتبہ عالی مقامات متعالی رکھتے ہیں، تو حضور کو سمجھ لینا چاہیے کہ شیخ المشائخ اور بادشاہ ہند ہیں۔

صاحب سیر الاقطاب ناقل ہیں کہ حضرت کے باورچی خانہ میں اس قدر کھانا تیار ہوتا تھا کہ تمام شہر اور مسافران کو کافی اور دافی ہوتا تھا، جو خرچ درکار ہوتا تھا خاصہ بزرگوں زیر مصلی سے مرہمت ہوتا تھا، دوسرے یہ کہ ایک روز ایک عورت گریہ کنال خدمت خواجہ میں آئی اور عرض کیا کہ یا حضرت میرے فرزند کو حاکم شہر نے ناحق قتل کیا، اس کا سر کٹوا دیا، حضرت کو اس عورت پر رحم آیا اور عصائے مبارک لے کر ہمراہی چند خادمان

قتل گاہ میں تشریف لائے اور یہ مقتول اس کا دھڑ سے ملا کر فرمایا کہ اسے مظلوم اگر تجھے بے گناہ مارا ہے، تو بخلم خدا کھڑا ہو بجز ارشاد والا مقتول کو جنبش ہوئی اور کھڑے ہو کر اس نے اپنے سر کو حضرت کے قدموں پر رکھا اور اپنی ماں کے ہمراہ اپنے گھر گیا، حضرت نے بطن خانقاہ شریف مراجعت فرمائی، نقل ہے کہ ایک روز حضرت اور شیخ شہاب الدین سُہروردی اور شیخ واحد الدین کرمانی ایک جگہ دہلی میں قیام پذیر تھے کہ ناگاہ ایک لڑکا شمس الدین نام تیر و کمان ہاتھ میں لئے سامنے سے نکلا، حضرت نے اسے دیکھ کر فرمایا۔

کہ یہ لڑکا بادشاہ دہلی ہوگا، کس واسطے کہ میں نے لوح محفوظ میں لکھا دیکھا ہے اور میرے سلسلہ میں نامزد ہوگا، چنانچہ بعد چند مدت کے اس کا ظہور وہی ہوا، طفل شمس الدین بادشاہ دہلی ہو کر سلطان شمس الدین التمش ہوا اور داخل غلامانِ حضور ہو کر سعادتِ دارین حاصل کی، یہ بادشاہ ۱۲۲۰ھ میں تخت دہلی پر بیٹھا، اور ۲۰ سال کی عمر انی کر کے داخل جنت ہوا۔

نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ ایک بار بندہ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہ بزرگ نے چھ روٹیاں عنایت فرمائیں، اس روز سے آج تک کہ عرصہ ساٹھ برس کا گزرتا ہے ہر روز خرچ مل جاتا ہے کبھی کسی قسم کی تنگی نہیں ہوتی، تمام اہل خانہ آسودگی سے ایام گزاری کرتے

ہیں، حضرت بابا فرید صاحب نے فرمایا کہ وہ خواب نہ تھا اللہ کا کم تھا کہ سر حلقہ اولیاء نے تجھ پر مہربان ہو کر توجہ خاص فرمائی، مقام خوشی کا ہے، صاحب تذکرۃ المحقق بھی ناقل ہیں کہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی حق تعالیٰ کے مقام انبساط میں تھے کہ ہاتھ غیب نے ندا دی کہ اے عثمان کچھ جانتا ہے کہ مقصود ہمارا پیدا کرنے تیرے اور جملہ مخلوقات سے کیا ہے، انہوں نے عرض کیا کہ خداوند میں نہیں جانتا تو ہی عالم الغیب ہے اپنی

حکمتوں کو تو ہی خوب جانتا ہے، پھر فرمان ہوا مقصود ہمارا وجود معین الدین ہے اگر اس کو نہ پیدا کرتا، سوائے محمد علیہ السلام کے کسی کو پیدا نہ کرتا، اور راقم نے اپنے ہادی سے یہ نقل اس طرح سنی ہے کہ خواجہ عثمان ہارونی سے ارشاد ہوا کہ ہم نے اپنے گنج کو تجھ پر اور دیگر اولیاء پر اظہار کیا، اس سے ہمارا کیا مقصد تھا، انہوں نے عرض کیا کہ

لا اعلیٰ فرمان ہوا کہ مقصد ہمارا اظہار کرنا گنج مخفی کا معین الدین کی ذات پر تھا، اگر ہم اس پر اظہار نہ کرتے، تو کوئی ہمارے سر مخفی سے آگاہ نہ ہوتا۔ صاحبِ مرآۃ الاسرار تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ بزرگ معین الدین تمام مقامات غوثی اور قطبی اور قطب الاقطابی سے گزر کر بمقام قطب و عدت یعنی مرتبہ محبوبیت سے فائز تھے اور نہایت استغراقِ فنا سے احدیت یا دوست حقیقی سے یک رنگ ہو چکے تھے۔ نقل ہے کہ ایک روز حضرت قربت حق میں بہت محو تھے، عالم علوی منکشف تھا کہ ایک مرید آیا اور حاکم وقت کا شکوہ کیا کہ بندہ کو شہر بدر کرتا ہے، آپ نے ارشاد کیا کہ وہ کہاں ہے اس نے عرض کیا کہ سوار ہو کر یاہر گیا ہے فرمایا وہ تو گھوڑے سے گر کر مر گیا ہے جب وہ مرید حضرت کے پاس سے یاہر آیا سنا کہ حاکم فوت ہوا حضرت خواجہ قطب الدین فرماتے ہیں کہ میرے شیخ اکثر دعا کیا کرتے تھے کہ الٰہی جو درد و رنج ہو معین الدین کے نام کر۔ میں نے اس کا سبب دریافت کیا فرمایا کہ مبتلا ہونا بلائے سخت اور بیماری میں دس صحت ایمان کی ہے اور حضرت کی ازواج اور اولاد مطہرات کا ذکر اکبر نامہ اور اقبال نامہ جہانگیری ملفوظ ہائے پیرانِ چشت سے ظاہر ہے مگر حضرت سلطان العارفین شیخ حمید الدین ناگوری کہ خلیفہ حضرت کے تھے اس طرح تحریر فرماتے ہیں کہ ایک بار عالم رویا میں حضرت نے رسول مقبول علیہ السلام کو دیکھا فرماتے ہیں کہ اے معین الدین تو ہمارے دین کا معین ہے۔ ہماری سنت عقد و نکاح کو نہیں ادا کرتا شب کو تو یہ ماجرا گنہ را صبح اس جگہ کے حاکم قلعہ ٹلی کہ حضرت کے مریدوں میں سے تھا اس نے ایک دختر نیک اختر کو کہ ان کا نام بی بی امہ اللہ تھا، حضور کی خدمت میں بھیجا، حضرت نے واسطے ادائے سنت باشارہ شب ان سے نکاح کیا، ان سے حضرت بی بی حافظہ جمال تولد ہوئیں، یہ بی بی نہایت پارسا صائمہ الدہر قائم اللیل تھیں اور اپنے والد ماجد کی مرید تھیں، ان کو حضرت نے خرقہ خلافت عطا فرما کر برائے تعلیم مستورات ارشاد فرمایا تھا، ان کی توجہ سے ہزاروں مستورات صاحبِ ولایت ہوئیں اور شیخ رضی الدین سے ان کی شادی ہوئی تھی اور لکھا ہے کہ حاکم قلعہ ٹلی کا ملک خطاب تھا، اور یہ کسی راجہ کی دختر تھیں، کسی معرکہ میں اس کے ہاتھ آگئیں



تھیں، اسے عالی نسب سمجھ کر حضور کی خدمت میں ان کو ارسال کیا تھا، مزاران عفت مآب کا قریب روضہ مقدسہ کے ہے اور مزار شیخ رضی الدین کا بمقام ناگور عرض مندر ہے۔ ان بی بی کے دو فرزند تولد ہوئے ان دونوں نے خود سالی میں انتقال کیا، اور دوسری اہلیہ کا نام جنابہ بی بی عصمت تھا، اور یہ دختر سید وجیہ الدین عم سید حسین خٹک سوار کی تھیں، اس کی کیفیت یہ ہے کہ ان کے والد سید وجیہ الدین نے حضرت امام جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ تو اپنی دختر کا نکاح خواجہ بزرگ سے کر دے، سید وجیہ الدین بھی صاحب باطن تھے، انہوں نے یہ کیفیت حضور کے روبرو عرض کی، حضرت نے یہ تعمیل حکم امام برحق ان بی بی سے نکاح ثانی کیا، ان سے تین فرزند تولد ہوئے اول حضرت خواجہ ابوسعید دم خواجہ فخر الدین سوم خواجہ حسام الدین، طفلی میں خواجہ ابوسعید ابدالوں میں مل کر غائب ہو گئے، ان سے کچھ تولد اور تناسل وقوع میں نہ آیا اور شیخ فخر الدین حضرت کو بہت تھے، یہ حضرت بکسب زراعت ایک موضع میں قریب اجمیر کے تشریف فرما تھے یہ حیلہ ان کا بہت بڑا پردہ تھا، اولیاء نے جاہ کو ترک کیا ہے ہمیشہ مشقت گزاران کی ہے، کس واسطے کہ اللہ صاحب دل کو دیکھتے ہیں نہ کہ اموال کو یہ حضرت بھی صاحب ولایت تھے اور بعد وفات خواجہ کے بیس سال زندہ رہے، عمر شریف ان کی ساٹھ برس کی ہوئی اور ان کے پانچ فرزند تھے، جن میں سے شیخ حسام الدین موعظہ کامل اکمل ہوئے ہیں اور حضرت سلطان المشائخ کے ہم صحبت رہے ہیں اور خواجہ معین الدین خور و اور خواجہ قیام الدین یہ دونوں صاحب بھی فرزند خواجہ فخر الدین کے تھے بڑے باکمال گزرے ہیں، مزار خواجہ فخر الدین کا اجمیر سے سولہ کوس کے فاصلہ پر قصبہ سردار میں ہے اور مزار خواجہ حسام الدین کا قصبہ سانہیر میں بطرف غرب سرراہ واقع ہے اور خواجہ معین الدین خور و فرزند خواجہ فخر الدین کی یہ کیفیت ہے کہ مرید ہونے سے پہلے آپ نے کسب درویشی کو یہاں تک بڑھایا تھا کہ روحانی طوہر حضرت جد بزرگ اپنے سے نعمت سے فائز ہوئے آخر میں حضرت شیخ عنیا، الدین چراغ دہلوی سے خرقہ خلافت پہنچا

اور فوائد الفوائد سے نقل ہے کہ خواجہ احمد نعیم حضرت خواجہ بزرگ بڑے صالح ہوئے ہیں۔ ان کے دوسرے برادر حقیقی خواجہ وحید ایک باریا صاحب کے پاس مرید ہونے آئے، حضرت بابا صاحب نے فرمایا، کہ میں نے یہ نعمت تمہارے خاندان سے دزیوزہ کی ہے، میری کیا مجال کہ میں تمہارا ہاتھ پکڑوں، آخر بہت اصرار سے مرید ہوئے صاحب سیرالاقطاب ناقل ہیں خواجہ شیخ بایزید خلف خواجہ قیام الدین بن خواجہ حسام الدین سوختہ بن خواجہ فخر الدین بن حضرت خواجہ بزرگ نور دہلی میں کہیں غائب ہو گئے تھے، چندے سلطان محمود خلجی کے ہم جلس رہے بعد میں اجمیر وارد ہوئے جو لوگ بد عقید تھے انہوں نے اس عالیہ میں ہونے سے انکار کیا، یہ خبر بادشاہ کو ہوئی، بادشاہ نے مولانا رحم کو کہ قدوة العلماء تھے اور شیخ حسین ناگوری اور دیگر علماء و اصفیاء کو جمع کیا، سب نے باتفاق گواہی دی کہ یہ حضرت خواجہ بزرگ کی اولاد ہیں صحیح النسب ہیں، اور شیخ حسین ناگوری نے اپنی دختر سے ان کا نکاح کیا اور اولاد خواجہ قیام الدین بن خواجہ حسام الدین اجمیر شریف میں سکونت پذیر رہی اور صاحب سجادہ ہوتی رہی، اور عمر خواجہ قیام الدین کی سو برس کی تھی بعد ان کے ان کے برادر زادہ شیخ معین الدین صاحب سجادہ ہوئے، ان کے بعد شیخ علاؤ الدین ان کے برادر صاحب سجادہ ہوئے اور حضرت شاہ عالم بہادر شاہ کے عہد میں شیخ سراج الدین صاحب سجادہ تھے، اور آج تک صاحب سجادگی اسی دودمان والا شان میں چلی آتی ہے۔

صاحب اقتباس الانوار و مرآۃ الاسرار ناقل ہیں کہ مجاورانِ آستانہ حضرت خواجہ اولاد سے سید فخر الدین ہیں، سید فخر الدین اکابر سادات عالی نسب اور رہنے والے قصبہ کرہ کے تھے اور سید صاحب موصوف کو روح پاک حضرت خواجہ سے نہایت ارادت اور محبت تھی، بعد انتقال حضرت کے اپنا وطن ترک کر کے اجمیر شریف آ رہے تھے، چنانچہ آج تک اوراد حضرت سید صاحب کی خدمات آستانہ شریف بجالاتی ہے، صاحب اخبار الانوار وجہ تسمیہ اجمیر کی اس طرح تحریر فرماتے ہیں کہ آج نام ایک راجہ کا تھا، اس کے نام پر یہ شہر آباد ہے، ہندوستان میں پہلی دیوار دی ہے کہ جو کوہ اجمیر پر واقع ہے اور پہلا

پہلا تالاب پسرک راج ہے، صاحبہ امراۃ الاسرار راقم ہیں کہ حضرت خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ آخر عمر میں حضرت خواجہ بزرگ دہلی سے واسطے زیارت حضرت کے اجمیر شریف میں گئے، ایک بار بہت سے معتقد مجلس عالی میں جمع تھے حضرت نے فرمایا اے درویشان میرا ارادہ ہے کہ میرا بدن اسی جگہ ہو اور شیخ علی سنجر کو فرمایا کہ ایک فرمان و خلافت نامہ تحریر کرو کہ اپنی خلافت اور سجادگی قطب الدین بختیار کاکی کو دیتا ہوں دہلی اس کا مقام ہے حضرت خواجہ قطب الدین فرماتے ہیں کہ جب وہ کتبہ تحریر ہو چکا اس کو دستخط خاص سے مزین فرما کر بندہ کو دیا، میں آداب بجالایا، پھر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس آ جب میں نزدیک ہوا کلاہ اور دستار میرے سر پر رکھی اور عصائے خواجہ عثمان میرے ہاتھ میں دیا، اور خرقہ محمدی یعنی خرقہ عطیہ پروردگار عالم جو پشت در پشت چلا آتا تھا اور قرآن مجید قدیم اور مصطفیٰ اور نعلین جو میں مجھ کو عطا کر کے فرمایا کہ یہ امانت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے کہ جو میرے مرشدوں کو پہنچی تھی میں تجھ کو دیتا ہوں، جس طرح خواجگان چشت اس کی خدمات بجالاتے رہے تو بھی بجالانا میں نے وہ عطیہ مطہر لے کر پھر آداب کیا اور زمین خدمت کی چومی۔ پھر فرمایا کہ جا تجھ کو خدا کو سونپا میرے حق میں فائدہ خیر پڑھ کر فرمایا جہاں رہ مردہ پھر آداب بجا کر وہاں سے رخصت ہو کر دہلی آیا اور مقیم ہوا، چالیس روز نہ گزرے تھے کہ ایک شخص اجمیر شریف سے آیا اور بیان کیا کہ تمہارے آنے سے بیس روز بعد حضرت خواجہ نے اس دارنا پائیدار سے سفر فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اس شب بندہ کو بہت رنج ہوا تھا، اسی پریشانی میں سر میرا مصطفیٰ پر جھک گیا غفلت آگئی، جمال مبارک حضرت خواجہ دیکھا کہ زیر عرش کھڑے ہیں، میں نے سر حضرت کے قدموں پر رکھا اور حال دریافت کیا، کہا اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بخش دیا اور نزدیک ساکنان عرش کے مجھ کو جگہ دی، اس جگہ رہتا ہوں، صاحب سیر الاولیاء نے لکھا ہے کہ شب انتقال حضرت میں چند بزرگان دین نے خواب میں دیکھا کہ جناب سرور انبیاء علیہ السلام تشریف لائے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ میرے دین کا معین حسن سنجر آگیا ہے میں اس کی پیشوائی کو آیا ہوں سبحان اللہ کیا عالی رتبہ ہے۔ صاحب سیر الاقطاب مروی ہیں جس شب حضور نے اس



جہاں پر ملال سے انتقال فرمایا بعد از نماز عشاء حجرہ شریف بند کر کے ہمدیوں کو ممانعت فرمائی کہ کوئی اس جگہ نہ آوے، خاصان حضور عالی گرد حجرہ کے موجود تھے انہوں نے تمام شب حجرہ میں سے آدمیوں کے پیروں کی آہٹ سنی کہ جیسے عاشقانِ خدا وید کرتے ہیں آخر شب وہ آواز بند ہو گئی، جس وقت نماز صبح مریدوں نے ہر چند دستکیں دیں، آوازیں دیں جواب کچھ نہ ملا، تا چار دروازہ کھولا، دیکھا کہ حضرت نے انتقال فرمایا اور سیمائے نورانی پر یہ عبارت بخط جلی دیکھی ہذا حبیب اللہ مافی حب اللہ ولادت با سعادت حضرت کی ۵۳۷ھ میں اور وفات حضرت کی دو شنبہ ششم ماہ رجب ۶۳۳ھ میں بعد سلطان شمس الدین التمش وقوع میں آئی، روضہ مطہرہ دارالخیر اجمیر میں زیارت گاہ خلائق ہے۔ اول خواجہ حسین ناگوری نے عمارت روضہ عالی کی تعمیر کرائی، بعد میں اور بادشاہوں نے عمارت عالی بنائیں، پھر حضرت شاہجہاں بادشاہ نے روضہ عالی کے پہلو میں مسجد تعمیر کرائی جو موجود ہے ہزاروں اشخاص جو زیارت روضہ کو جاتے ہیں، مقصد ان کے دل کا حاصل ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ پورا کرتا ہے، خلفاء حضرت کے یہ ہیں۔ حضرت خواجہ فخر الدین بن حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، خواجہ قاضی حمید الدین ناگوری، شیخ وحید الدین صوفی کہ نسب ان کا عشرہ مبشرہ میں حضرت سعد سے ملتا ہے، شیخ وحید الدین، شیخ برہان الدین، شیخ احمد، شیخ حسن، شیخ شمس الدین، خواجہ سلمان خواجہ حسن خیاط، شیخ وحید الدین کرمانی، پیر کریم سیونی، شیخ وحید، شیخ مناکا، شیخ عسک، جوگی جے پال معروف عبداللہ، شیخ صدر الدین کرمانی، شیخ محمد ترک نارنولی، شیخ علی سنجری، خواجہ یادگار سلطان مسعود، بی بی حافظہ۔ اب وہ کلمات طیبات حضور کہ جو صاحب اقتباس الانوار صاحب مونس الارواح نے اپنی اپنی کتابوں میں تحریر کی ہیں، تبرکات تحریر کرتا ہوں یعنی حضرت خواجہ قدس اللہ امرار ہم نے زبان فیض ترجمان سے فرمایا کہ اہل عشق وہ ہے کہ اگر صبح کی نماز ادا کرے تو دوسری صبح کی نماز تک خیال دوست میں محو ہے، دیگر فرمایا کہ عاشق ہمیشہ عشق محبوب میں محو رہتا ہے، کھڑا ہے تو اس کے ذکر میں ہے بیٹھا ہے تو اسی کا ذکر ہے، اگر طواف میں ہے اس کی عصمت کی ہیبت میں ہے یہ فرمایا کہ خانہ کعبہ کا میں نے طواف

کیا، اب وہ میرا طواف کرتا ہے، پھر فرمایا کہ عارف وہ ہے کہ دل اس کا کو عین سے برداشتہ ہو، پھر فرمایا کہ عارف آفتاب صفت ہیں، تمام عالم پر چمکتے ہیں، تمام جہان نور ولایت ان کے سے منور ہے پھر فرمایا کہ جب میں پوست سے باہر آیا نگاہ کر کے جو دیکھا تو عاشق و معشوق اور عشق تینوں ایک ہیں یعنی عالم تو عید میں سب ایک ہے، پھر فرمایا کہ محبت کی آگ سے زیادہ کوئی آگ نہیں جس دل میں محبت ہے اس میں جو کچھ آوے گا جل جاوے گا، اور جو طالب ذات حق میں وصل ہو جاتا ہے، خاموش ہو جاتا ہے، اور فرمایا کہ جو خدا کا دوست اور چاہنے والا ہو گا۔ اس میں چار باتیں ہوں گی۔ اول تو واضح، دوسرے شفقت تیسرے سخاوت، چوتھے اختیار صحبت صالحین، پھر فرمایا مرید ثابت قدم وہ ہوتا ہے کہ جس سے بیس برس تک کوئی گناہ صادر نہ ہو اور مقام فخر کا وہ صوفی مستحق ہے کہ جس کو عالم قانی میں کچھ باقی نہ رہا، اور ایک محب کی علامت یہ ہے کہ ہر حال اور ہر حال میں مطیع اور فرمانبردار ہو، اور فرمایا کہ بھائی مسلمانوں کو ذلیل جاننا بہت نقصان کرتا ہے اور فرمایا کہ جب تک سالک ذکر حق سے دل کی میل کو دور نہ کر دے گا اور غیر کی ہستی درمیان سے نہ اٹھے گی اصل حق نہ ہو گا اور فرمایا کہ جو خدا کو پہچاننے والا ہے وہ ہمیشہ خلقت سے متنفر کرتا ہے اور معرفت کے حال میں خاموش رہتا ہے، پھر فرمایا کہ جس کے دل سے غیر حق اٹھ گیا وہ عارف ہے۔ اور جس بندہ اور حق کے درمیان سے حجاب اٹھ جاتا ہے وہ بندہ اہل حق ہوتا ہے، اور فرمایا کہ چار چیزیں گوہر نفس ہیں دشمن سے دوستی کرنا، اپنے افلاس کو چھپانا، اپنا دکھ کسی سے نہ کہنا، اور فرمایا کہ جو شخص فقر و فاقہ اور بیماری اور موت کو دوست رکھتا ہے اور متوکل بخدا رہے، کسی سے کچھ غرض نہ رکھے، نقل ہے کہ حضرت ستر برس تک شب کو نہیں سوئے، دن کو صائم رہا کرتے تھے اور ہر روز دو قرآن ختم کیا کرتے تھے۔ اس دو دمان میں یہ تعلیم ہے کہ زحمت کو رحمت اور غم کو خوشی بلبر اور فاقہ کو فخر اور رنج و راحت کو یکساں جانے، صیغہ سے صحبت رکھے، غریبوں سے محبت رکھے، اہل دنیا سے محترز رہے، امیروں کے دروازہ پر نہ جاوے جو حاجت ہو خدا سے چاہے اپنے کو خدا کے سپرد کرے، کل کار اپنے توکل پر چھوڑ دے، جھوٹ

اور غیبت سے بچے مرشد کی صحبت میں رہے، کلام اولیاء اللہ دیکھا کر سے اور نفلیں بہت پڑھے اور درود شریف پڑھنے کی کثرت کرے، اذکار و اشغال جو معمولی ہیں ان کی تکمیل مرشد کے روبرو کرے، جو واقعہ گزرے اس کو سوائے مرشد کے کسی سے نہ کہے اور نسات مکتوب کہ جو اس کاتب المحروف کو دستیاب ہوئے حصہ اول تذکرۃ الفقراء میں دیکھیں۔

## قصیدہ در شان حضرت خواجہ معین الدین ثم اجمیری

### قدس الشہداء العزیز

حبیب پاک یزدانی معین الدین اجمیری	زہے مقبول سبحانی معین الدین اجمیری
بصورت یوسف ثانی بستر شاہ مردانی	مجسم خلق رحمانی معین الدین اجمیری
ظہور خاص ربانی بری از شر نفسانی	طیب مرض روحانی معین الدین اجمیری
طفیل مقدم پاک درس عظیم ہندوستان	شدہ روشن مسلمان معین الدین اجمیری
بغیر از فضل تو را ہستی حی یابد کسے ہرگز	توئی ہادی حقانی معین الدین اجمیری
مرا سے ہر کہ میں خواہد زرد بار تو سے یابد	سزد بر تو جہاں بانی معین الدین اجمیری
وسیلہ خود بجز ذات غنی دارم مد شاہا	شوم دور از پریشانی معین الدین اجمیری
تصدق خواجگان پشت اگر ای حد اختر	سگ در گاہ گردانی معین الدین اجمیری
چنا بر خویش تن بالذبحم خویش در گذر	بغیر ظل سبحانی معین الدین اجمیری

### دیگر

بصیری علم حقانی معین الدین اجمیری	نجیر سریزدانی معین الدین اجمیری
غریق بحر یزدانی بسیط فقر عمانی!	امین ملک عرفانی معین الدین اجمیری
مبارک منزل معانی چار اجد فیضانی!	بتخت فقر سلطانی معین الدین اجمیری
دلیل فرد یزدانی امام سلک ارکانی	کریم الحال اعطانی معین الدین اجمیری



جلیل ذات سبحانی جمال اللہ یزدانی      فنا فی الدار بانی معین الدین اجمیری  
 بشیر النظر من رانی بصیر القدر رحمانی      ولی مطلق برحق دانی معین الدین اجمیری  
 شہا این احمد اختر را کجا قوت ثنا خوانی      تو براز تو ثنا خوانی معین الدین اجمیری  
 ذکر سلسلہ پیران حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجرى چشتی قدس اللہ سرہ العزیز جانا  
 چاہیئے، کہ حضرت مرید اور خلیفہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس اللہ سرہ کے تھے، مولد  
 شریف خواجہ عثمان کا قصبہ ہارون توابع خراسان ہیں، کرامت حضرت کی ظاہر ہے کہ حضرت  
 خواجہ معین الدین سات شاہباز قید تربیت آپ کے میں رہے، بہت سی سیر کی، کئی حج  
 کئے آخر عمر میں غانہ کعبہ میں معتکف ہوئے اور ۶۷۱ھ شوال ۱۲۷۱ھ میں انتقال کیا،  
 مکہ معظمہ میں مزار ہے۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونی مرید حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی کے تصرفات ظاہری  
 اور باطنی حضرت کے مد تحریر سے زیادہ ہیں، چنانچہ سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ سلطان سنجر  
 سلجوقی کو بعد اس کے مرنے کے کسی شخص نے خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ  
 نے تجھ سے کیا کیا، سلطان نے جواب دیا، کہ فرشتے دوزخ کے مجھ پر عذاب کرنا چاہتے  
 تھے کہ حکم خدا ہوا کہ اس شخص نے مسجد دمشق میں ایک بار حاجی شریف زندنی کی قد موسیٰ  
 کی ہے اسی برکت سے ہم نے اسے بخشا، کس واسطے کہ اس کو میں نے اپنی دوستی میں قبول  
 کر کے پیشوائے عالم کیا تھا، تیسری رجب ۶۳۱ھ میں وفات ہوئی، مزار زندنہ بلاد بخارا  
 میں ہے، اور حاجی شریف مرید حضرت خواجہ مودود چشتی کے تھے، صاحب سیر اولیاء  
 ناقل ہیں کہ جب خواجہ مودود چشتی بذممت موت شروع ہوئی، ایک مرد باسیبیت و  
 عظمت ایک خط ہاتھ میں لئے ہوئے آیا، اور حضرت کے ہاتھ میں دے کر دست  
 حقیقی کی طرف سے مبارک باد دی، حضرت نے اس کو پڑھ کر فرمایا زہے سعادت  
 اور وہ خط آنکھوں سے لگایا، اور جان کو مشاہدہ دوست میں دیا، احباب نے جنازہ  
 تیار کر کے چاہا کہ اٹھادیں نہ اٹھا سکے، اس وقت غیب سے آواز آئی کہ تم سب دور  
 ہو جاؤ جب یہ سب صاحب دور ہو گئے، مردان غیب آئے اور نماز جنازہ حضرت

پڑھ کر غائب ہوئے، وفات حضرت کی غرہ رجب ۵۲۷ھ میں ہوئی، مزار قصبہ چشت میں ہے، حضرت خواجہ مودود چشتی مرید حضرت خواجہ ناصر الدین کے تھے، خواجہ ناصر الدین ہمیشہ غرباء سے صحبت رکھتے تھے، آپ کے والد کا نام خواجہ ابو یوسف چشتی تھا، وہ ابن خواجہ محمد سمعان بن سید ابراہیم بن سید محمد بن سید حسین بن سید عبداللہ بن امام علی نقی بن امام محمد تقی بن امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر بن امام باقر بن امام زین العابدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تھے، تصرفات آپ کے زیادہ حد بیان سے ہیں، جب آپ کا وقت وصال نزدیک پہنچا، آپ نے پسر بزرگ خواجہ مودود چشتی کو اپنا جانشین فرمایا، وفات حضرت کی ۴۲ ربیع الآخر ۵۵۹ھ میں ہوئی، بعض نے تیسری رجب لکھا ہے، عمر شریف حضرت کی ۷۲ سال کی ہوئی، مزار قصبہ چشت میں ہے، حضرت خواجہ ناصر الدین کے پیر حضرت خواجہ ابو محمد چشتی تھے، شان عظیم و مرتبہ بلند رکھتے تھے، حضرت پر تحیر رہتا تھا اور برسوں پہلو زمین سے نہ لگایا، ہر شب اپنے گھر کے چاہ میں سرنگوں لٹک کر تمام شب یادِ خدا میں رہتے تھے، لکھا ہے کہ جس روز حضرت تولد ہوئے شب عاشورا تھی، آپ کے والد کو خواب ہوا دیکھا کہ حضرت رسول مقبول تشریف فرما ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے احمد تیرے گھر فرزند تولد ہوا، میرے نام پر اس کا نام رکھنا میرا سلام کہنا، جس وقت آپ تولد ہوئے قبل از غسل سات بار کلمہ پڑھا، جب والد حضرت نے یہ سنا تجدید وضو کر کے آپ کے نزدیک آکر فرمایا سلام علیک، آپ نے جواب دیا، پھر آپ کے والد نے آپ کے کان میں کہا کہ رسول مقبول نے سلام فرمایا ہے اور جناب باری میں دعا کی کہ الہی ابو محمد کو ولی کامل کر، لکھا ہے کہ شب کو آپ تولد ہوئے، عاشورہ کے تمام دن دودھ نہ پیا، جب شام ہوئی، اس وقت حضرت نے دودھ نوش فرمایا، آپ کے والد فرماتے ہیں، کہ ڈھائی برس کی عمر تک آپ نے اشاروں سے نماز ادا کی، اور کلمہ بہت پڑھتے تھے اور تا آیام شیرخواری دودھ نوش کیا، اور لکھا ہے کہ ایک روز حضرت مکتب میں جاتے تھے کہ خضر علیہ السلام ملے اور بحکم خدا اسم اعظم تعلیم فرمایا، جس کی وجہ سے

تمام علوم دین و دنیا کھل گئے، اور لکھا ہے کہ حضرت سلطان محمود بہراہی ہفتاد کس بزرگ ہندوستان میں تشریف لائے اور مسلمانوں کی اعداد فرمائی۔ غرہ رجب ۳۵۵ھ میں داخل جنت ہوئے، مزار قصبہ چشت میں ہے، ان کے پیر حضرت خواجہ ابوالاحمد ابدال چشتی تھے اور بڑے بیٹے سلطان فرساؤ کے تھے، وہ سید ابراہیم کے وہ ابن سید یحییٰ بن سید امام حسن ابراہیم کے وہ ابن سید یحییٰ ابن سید حسین بن سید مجید بن سید ناصر الدین بن سید نور الدین سید حسن مثنی حضرت کے تھے اور لکھا ہے کہ حضرت کی عمر بیس برس کی تھی ایک بار اپنے والد کے ہمراہ گھوڑے پر سوار جاتے تھے، راستہ میں حضرت خواجہ ابوالاسحاق مل گئے تھے دیکھتے ہی گھوڑے سے کودے اور قدموں پر گرے، اسی وقت سے ترک لباس کیا، اُن کے والد اور دیگر اکابرین نے سمجھایا، آپ نے نہ مانا ثابت قدم رہے جب حضرت کی تربیت پوری ہو چکی، حضرت خواجہ ابوالاسحاق بطرف دیگر تشریف لے گئے، حضرت قصبہ چشت میں بہرایت خلق اللہ مشغول رہے۔ وفات حضرت کی غرہ جمادی الثانی ۳۵۵ھ میں ہوئی۔ مزار قصبہ چشت میں ہے، ان کے پیر حضرت خواجہ ابوالاسحاق شرف الدین تھے۔ صاحب لطائف شرفی ناقل ہیں کہ حضرت بامر الہی فاضل عمر میں بہریت ارادت و طین مالوفہ ملک شام سے بغداد شریف پہنچے۔ وہاں پر حضرت خواجہ مشاد علودنیوری قدس اللہ سرہ کے مرید ہوئے، حضرت نے پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے انہوں نے عرض کیا ابوالاسحاق شامی، آپ نے فرمایا آج سے تم ابوالاسحاق چشتی ہوئے، کیونکہ خلقت قصبہ چشت کی تم سے ہدایت پائے گی اور تا قیام قیامت تمہارے مرید چشتی کہلا میں گئے۔ اور لکھا ہے کہ حضرت بعد ایک ہفتہ کے روزہ افطار کرتے تھے، ہمیشہ ذکر اللہ میں ایام بسر فرماتے اور گوشہ نشین رہتے تھے ۴ ربیع الثانی ۳۵۵ھ میں وفات پائی۔ مزار شہر مکہ میں ہے، خواجہ ابوالاسحاق چشتی مرید حضرت خواجہ مشاد علودنیوری کے تھے، یہ حضرت قصبہ دنیور میں ایک پہاڑی مقام ہے پیدا ہوئے اور بغداد میں نشوونما پائی یہ اپنے گھر سے امیر تھے۔ جب عشق الہی پیدا ہوا تمام مال و منال راہِ خدا میں دے کر حضرت خواجہ ہبیرۃ البصری کے مرید ہوئے اور



کار فقربا تمام پہنچا کر خرقہ خلافت حاصل کیا، ایک مرتبہ حضرت کعبہ پیر و مرشد کے عرس میں سماع ہو رہا تھا، ایک شخص آیا اور سوال کیا کہ عرس کے روز سماع کی کیا کیفیت ہے یہ مہمان داری اور سماع دوسرے روز نہیں ہو سکتا، سماع کے سننے میں تو بھلا علماء کا اختلاف ہے، اور ایک روز معین کر کے فاتحہ کرنے کو بدعت کہتے ہیں۔ جواب میں آپ نے ارشاد کیا کہ خصوصیت یہ ہے کہ اس روز وصال دوست متیر ہوا ہے الموت جبریل علی الحبیب الی الحبیب، پس میں اپنے پیروں کے وصال کے دن خوشی اس واسطے کرتا ہوں کہ ان کی وجہ سے وصل متیر ہو، بعض نے لکھا ہے کہ مشاد علودینیوری اور مشاد دینیوری اور تھے یہ غلط ہے بندہ نے اس کی خوب تحقیق کی ہے، مشاد علودینیوری ایک ہی گز سے ہیں، یہی ہیں خاندان چشتیہ اور قادریہ کے مقتدا حضرت کو خرقہ خلافت خواجہ جنید بغدادی سے بھی پہنچا تھا، اور خلیفہ حضرت کے خواجہ ابوالسحاق اسود احمد دینیوری تھے، کہ سلسلہ سہروردیہ جنید یہ اور قادریہ کے پیشوا ہیں۔ وفات حضرت کی ۱۴ محرم ۲۹۸ھ کو ہوئی، مزار قصبہ دینور میں ہے خواجہ مشاد علودینیوری مرید خواجہ ہبیرۃ البصری رحمۃ اللہ علیہ کے تھے۔ ان کی کرامات مشہور ہیں، آپ صاحب خوانوادہ ہیں مرید خواجہ خدیفۃ المرعشی کے ان کے مرید ہمیشہ با وضو رہا کرتے تھے، اور حضرت جو تھے روز جنگل کے کسی ثریا کاہ برگ سے افطار فرماتے تھے اور جنگلوں میں ہمیشہ یاد دوست میں ایام گزارتے تھے، وفات حضرت کی ۷ شوال کو ہوئی کہ ۲۸ھ تھی، مزار بصرہ میں اور پیدائش حضرت کی ۱۶ھ میں ہوئی تھی، آپ کے پیر خواجہ خدیفۃ المرعشی کہ اصل نام ان کا سید بدر الدین ہے، اور حضرت نے خواجہ ابراہیم بن ادہم کے مرید ہو کر خرقہ خلافت پہنا، اور سات برس کی عمر میں حافظ قرآن ہوئے، اور خواجہ فضیل بن عیاض اور بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی دیکھا تھا، صاحب سیر الاقطاب سے نقل ہے کہ ستر برس مصطفیٰ شریف سے پیر نہ اٹھایا، مگر ہر سال واسطے زیارت روضہ مطہرہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے اور چندے اپنے پیر کے ہمراہ بھی سفر فرمایا ہے، ۱۴ شوال ۳۶ھ میں وفات پائی۔ ان کے مرشد حضرت خواجہ ابراہیم بن ادہم بلخی قدس اللہ سرہ العزیز تھے، ان کے کوائف عمری اور شاہد مشہور ہیں۔ صاحب لطائف اشرفی

ناقل ہیں کہ رسول مقبول علیہ السلام نے ان کو سلطنت سے سے جدا کر کے روحی طور پر علم الہی ان کے سینہ میں بھردیا اور خرقہ خلافت عطا فرمایا، بعد ازاں حضرت خواجہ فضیل بن عیاض کی خدمت میں مرید ہوئے اور خرقہ خلافت پہنا، جن کے بعد حضرت جنید بغدادی سید الطائیفہ نے فرمایا کہ کلید علمائے درویشی کی ابراہیم ہے اور ہمیشہ حضرت کے احوال یاد کر کے رویا کرتے تھے، اور دوسرا سلسلہ حضرت کا اس طرح پر ہے کہ خواجہ ابراہیم کو خرقہ ارادت حضرت عمران سوسی بن زید راعی سے پہنچا کہ ان کو خواجہ اولیں قرنی سے ان کو معراج جیلی سے کہ اصحاب رسول سے تھے طان جیلان میں ان کا مزار ہے، چنانچہ آپ کے حالات تمام و کمال لطائف اشرفی سیر الاقطاب، نفاعات، مرآۃ الاسرار، شرح آداب المریدین، رونق المجالس، سیر الاولیاء حکایت الصالحین، چہل مجلس وغیرہ کتابوں میں درج ہے، حضرت ۱۶ھ میں پیدا ہوئے اور شب جمعہ ۲۸ جمادی الاول ۵۲۶ھ میں وفات پائی، مزار شریف ملک شام نزدیک مزار لوط علیہ السلام کے ہے، حضرت کے پیر و مرشد خواجہ فضیل بن عیاض سمرقند میں پیدا ہوئے، بعض نے لکھا ہے کہ کوفہ میں پیدا ہوئے اور ماوراء النہر میں نشوونما پایا۔ حضرت کی حکایات بھی کتب ہائے صوفیہ میں بخوبی درج ہیں، آخر عمر میں مکہ معظمہ میں معتکف ہوئے، ۱۰ محرم کو آپ کی وفات ہوئی، بعض نے جمعہ ۱۳ ربیع الاول ۱۸ھ لکھا ہے، کہ آپ کے پیر حضرت خواجہ عبدالوہاب بن زید مدینہ منورہ میں تولد ہوئے، اور حضرت خواجہ حسن بصری کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا، حضرت کی وفات ۲۸ صفر ۱۲۶ھ میں ہوئی، مزار بصرہ میں ہے، آپ کے پیر حضرت خواجہ حسن بصری کہ کنیت ان کی ابو سعید و ابو محمد ہے، آپ کا برتاؤ بعین اودام الحرمین تھے۔ خلیفہ جناب علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت امام حسن علیہ السلام آپ سے بہت مانوس تھے اور جملہ علوم اپنے پیر جناب علی مرتضیٰ سے حاصل کئے، بلکہ امیر المومنین ان کو اپنا فرزند فرماتے تھے۔ اور کتاب حبیب السیر سے معلوم ہوا کہ حضرت نے تربیت حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی پائی ہے اور صاحب روضۃ الاحباب نے لکھا ہے کہ پیر حضرت خواجہ حسن بصری سن بارہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے، اور آپ کے والد

کانام موسیٰ راعی تھا وہ بیٹے خواجہ اولیس قرنی کے تھے، آپ کی والدہ کانام ام سلمہ تھیں، اور آپ ۱۳۰ھ، اصحاب رسول کے ہم صحبت رہے ہیں، وفات حضرت کی غرہ رجب یا محرم ۱۰۲ھ یا ۱۱۱ھ میں بعد سلطنت حسین بن عبدالملک مروان میں ہوئی، مزار بصرہ میں ہے، آپ مرید جناب علی مرتضیٰ کے کہ وہ وصی رسول مقبول تھے، ان حضرات کے فضائل قرآن اور حدیث سے ثابت ہیں، جن کا مورخ خود خدا ہو، ان کی کیفیت بندہ لکھے کیا مجال ہے، یہ مقام ادب ہے۔

جاننا چاہیے کہ طریق ہمارے پیران چشت کا یہ ہے کہ موافق سنت نبوی کے شہرہ قریہ میں رہ کر خلق اللہ کو ہدایت کرنا اور جو خلاف شرع ہو اس سے منع کرنا اور ہمیشہ صفائی قلب میں کوشش کرنا، اور جو طریق کہ اپنے پیروں سے پہنچا ہے اس پر محکم ہے اور ریاضت کو عزیز رکھنا، فقر کو غنا پر ترجیح دینا، فقیر کو دوست رکھنا، اہل سماع سے جو کہ خلاف شرع نہ ہو محبت رکھنا، اور پیروں کے عرس بندوق تمام کرنا، ہر قوم کو اپنے سے بہتر جانتا اور صلح جو رہنا، اور کثرت میں وحدت کو دیکھنا، اور مریدوں کی تربیت میں کوشش کرنا اور جو ذکر و شغل شروع کرنا، اس کو تا حیات نادم نہ کرنا، اور ہمیشہ مست ہوشیار رہنا، اور شکر اور سہو کو غنیمت سمجھنا۔

## ذکر حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین اوشی حشی

### ثم دہوی قدس اللہ سرہ العزیز

سیر الاقطاب میں لکھا ہے کہ پہلے آپ کو بختیار کہتے تھے، بعد میں لقب بقطب الدین ہوئے اور صاحب مرآۃ الاسرار یوں فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ بزرگ ازراہ مہربانی اکثر قطب الدین بختیار فرمایا کرتے تھے، قطب الدین نام تھا، بختیار خطاب ہوا، اور نسب آپ کا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک منتهی ہوتا ہے یعنی خواجہ قطب الدین بن سید کمال الدین بن سید موسیٰ اوشی بن سید حمد بن سید اسحاق حسن بن سید معروف بن سید



احمد بن سید رضی الدین بن سید حسام الدین بن سید رشید الدین بن حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور شیخ تاج دین اوشی کہ حضرت کے مرید تھے، از روئے تحقیق لکھتے ہیں کہ آپ کی والدہ ماجدہ کو اول سے نصف قرآن مجید یاد تھا، وہ کثرت سے قرآن شریف پڑھا کرتی تھیں، آپ سبب قوت ولایت کے یاد فرمایا کرتے تھے اور بلند آواز سے اسم ذات کیا کرتے تھے۔ اور ہر نیم باواز بلند ذکر اسم کیا کرتے تھے، گھر والوں میں سے ہر ایک سننا تھا، پس جو کمالات رتبہ عالی پروردگار نے طفلی میں حضرت کو عطا کیا تھا، کسی اولیاء کو بزرگی میں بھی میسر نہ ہوا، شیخ تاج الدین نے اس روایت کو حضرت کی والدہ سے پایہ تحقیق پہنچایا ہے، اور والدہ حضرت کی فرماتی تھیں کہ جس روز آپ تولد ہوئے ہیں، آدمی رات متی کہ میں اٹھی دیکھا کہ زمین سے آسمان تک تمام گھروشن ہے، میں باٹھی اور اپنے پروردگار کی درگاہ میں مناجات کی کہ الہی کیا بعید ہے اس بندی پر ظاہر فرما، غیب سے ندا ہوئی، کہ یہ وقت پیدائش میرے فرزند کا ہے، یہ روشنی اس کے نور دل کی ہے، اسی وقت درونہ شروع ہوا، اور حضرت تولد ہوئے، شب دوشنبہ اور ۵۸۲ھ متی، جب آپ بمقام اوشی توابع فرغانہ میں تولد ہوئے، ہوتے ہی اپنا سر سجدہ میں جھکا دیا، اور سر اسم ذات جہر کے ساتھ شروع کیا، کہ تمام اہل محلہ سُنتے تھے اور مستعجب ہوتے تھے، جوں جوں صبح ہونے لگی، وہ فور بھی کم ہونے لگا، اور پیدا ہوتے ہی کلمہ پڑھا، ستر ڈھانکنے کا حکم کیا، اور فرمایا کہ جلد غسل دو، یہ کہہ کر پھر چپ ہو گئے اور طفولیت میں بھی حضرت کی یہ کیفیت تھی کہ جو زبان سے نکلتا فوراً ظہور ہوتا، اور جب عمر ڈھائی برس کی ہوئی، آپ کے والد کا انتقال ہو گیا، پھر آپ کی والدہ ہی پرورش فرماتی رہیں، جب عمر شریف پانچ برس کی ہوئی، پڑھنے بیٹھے اور صاحب جوامع الکلم راوی ہیں کہ عمر شریف چار سال چار ماہ کی ہوئی، آپ کی والدہ ماجدہ نے بڑی دھوم دھام سے آپ کی بسم اللہ کی اور ایک غلام اور ایک کنیز اور کچھ نقد اور کچھ شیرینی ہمراہ کر کے محلہ کے مکتب میں روانہ کیا، ناگاہ راستہ میں ایک مرد ملا، اور اس نے غلام سے دریافت کیا کہ اس نیک کردار کو کہاں لئے جاتا ہے، غلام نے کہا کہ محلہ کے مکتب میں بٹھانے جاتا

ہوں، اس مرد نے کہا کہ اس سعید ازلی کو مولانا اباحفص کے مکتب میں لے جا کہ وہ عارف کامل ہے، الغرض وہ مرد بھی ہمراہ ہوا، اور حضرت کو لے کر مولانا مذکور کے پاس آئے واسطے تربیت کے سپرد کیا اور وہ مرد چلا گیا اس وقت مولانا نے اس مرد غلام سے پوچھا کہ اس مرد کو جو تیرے پاس ہے تو جانتا ہے اس نے عرض کیا میں نہیں جانتا، مولانا نے فرمایا وہ حضرت علیہ السلام تھے، صاحب سیر الاقطاب ناقل ہیں کہ حضرت نے انہیں علوم ظاہری اور باطنی کی مولانا ابو حفص سے کی، اور صاحب سنابل ناقل ہیں کہ ایام مکتب خواجہ نزدیک تھا کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی سیر کرتے ہوئے داخل اوش ہوئے، حضرت قطب الاقطاب پہلی ہی صحبت میں مرید ہوئے، اور سلع ستابل میں ہے کہ جب عمر شریف حضرت کی پانچ برس کی ہوئی، ایام مکتب قریب تھے کہ خواجہ بزرگ داخل اوش ہوئے حضرت قطب الاقطاب کی والدہ نے آپ کو خواجہ بزرگ کی خدمت میں بھیجا، آپ نے تختہ دست مبارک میں لے کر چاہا کہ کچھ تحریر کریں غیب سے ندا ہوئی کہ ذرا کھڑا حمید الدین آتا ہے وہ تعلیم کرے گا، ادھر قاضی حمید الدین نے ناگور میں آواز سنی کہ اوش میں جا کہ ہمارے قطب کی تعلیم کر، قاضی جی نے چشم بند کیں، معاً اپنے کو اوش میں محفل خواجہ میں پایا، حضرت نے فرمایا تمہارے واسطے کیا لکھوں آپ نے فرمایا سبحان الذی اسری بعبدہ یلاً من المسجد المحرام، قاضی جی نے کہا یہ پندرہویں پارہ میں ہے تو نے پہلے کس سے پڑھ کر فرمایا کہ میری والدہ کو اول کے پندہ پارسے یاد تھے وہ پڑھا کرتی تھیں میں یاد کرتا تھا، الغرض آپ نے چار روز میں قرآن شریف تمام کیا۔ صاحب سیر الاولیاء سے نقل ہے کہ آپ نے بہ ماہ رجب ۸۲ھ میں بمقام جامع مسجد امام ابواللیث سمرقندی شہر بغداد میں رو برو شیخ شہاب الدین سہروردی و شیخ اوحمد الدین کرمانی و شیخ برہان الدین چشتی و شیخ محمود اصفہانی کے حضرت خواجہ بزرگ سے بیعت کی اور بتدریج خرقہ خلافت پایا اور ہمراہ خواجہ بزرگ بغداد شریف میں ریاضت اور ہدایت خلق اللہ میں مصروف رہے، پھر چند سے خواجہ بزرگ سے جدا ہو کر میر کی اور بزرگوں سے ہم صحبت رہے کس واسطے کہ حضرت خواجہ بزرگ بحکم رسول مقبول ہندوستان میں تشریف لے آئے تھے۔ جب حضرت

نے سنا کہ حضرت خواجہ بزرگ بمقام اجیر مقیم ہیں شہر بغداد سے واسطے زیارت بیروم رشد کے عازم ہندوستان ہوئے، اول ملتان تشریف لا کر شیخ بہاؤ الدین زکریا اور شیخ جلال الدین تبریزی سے ملے اور بہت کچھ اتحاد پیدا ہوا، چندے قیام فرما کر رونق افروز دہلی ہوئے اور ایک عرضی شوق قدیموسی میں تحریر کر کے حضرت خواجہ بزرگ کی خدمت میں ارسال کی حضرت خواجہ بزرگ نے اس عرضی کو ملاحظہ فرما کر لکھا کہ قرب روحانی میں بُعد مکانی ہرگز واقع نہیں ہے اور زبانی فرمایا کہ بابا بخیار کو دہلی میں رہنا چاہیے۔ جب یہ جواب آیا حضرت نے دہلی میں قیام فرمایا، مگر تین بار واسطے زیارت حضرت خواجہ بزرگ کے اجیر شریف میں تشریف لے گئے، صاحب دلیل العارفین لکھتے ہیں کہ حضرت کی تشریف آوری کو سلطان شمس الدین بادشاہ دہلی نے غنیمت جانا اور پیشوائی کی اور شہر میں لا کر رکھا۔

**حالات مولانا جلال الدین محمد بسطامی و شیخ نجم الدین**

## صغیر شیخ الاسلام

شمس الدین دیکھتے ہی معتقد ہوئے اور باہمی نہایت اتحاد بڑھا، اور سلطان بھی ہر ہفتہ میں دربار حضرت کی زیارت سے مشرف ہونے کو حاضر خدمت ہوتا تھا۔ فصل بادشاہی مہرولی میں تھا وہاں سے کیلو کٹری کو جہاں اب مقبرہ ہمالیوں بادشاہ ہے، پانچ کوس کا بُعد ہے آخر سلطان نے بہت منت سے لا کر شہر میں اپنے قریب رکھا، لاڈ و سرائے کے جنگل میں قرب عمارت سلطان شمس الدین التمش حضرت کی حویلی کے نشان مشہور ہیں معتقد وہاں بھی جبر سائی کرتے ہیں اور مسجد اعز الدین آپ کے سپرد کی کہ جہاں بیٹھ کر حضور ہدایت خلق میں مصروف رہتے تھے اور بزرگان امرائے شہر سب حضرت کی خدمت میں ارادت عقیدت رکھتے تھے بلکہ روئے مبارک کے شیدا تھے، اسی عرصہ میں مولانا بدر الدین غزنوی نے حضرت سے بیعت کی اور پھر خلافت حاصل کی۔ صاحب سیر العارفین ناقل ہیں کہ جب مولانا جلال الدین کا انتقال ہوا تو سلطان نے چاہا کہ



حضرت کو شیخ الاسلام بنائے، حضرت نے قبول نہ کیا، تب ناچار ہو کر شیخ نجم الدین صغریٰ کو شیخ الاسلام بنایا، اس عہدہ جلیل القدر کے ملتے ہی قلب اُن کا مگر ہوا۔ اور غرور پیدا ہو گیا اور منجانب حضرت کے رنج پیدا ہوا، ایک بار حضرت سے عرض کیا کہ آپ کے آگے میری کوئی عزت نہیں کیا کرتا، الغرض ایسا حسد بڑھا کہ خود حاسد مشہور ہوئے، سیر الاولیاء سے نقل ہے کہ ایک بار حضرت خواجہ بزرگ واسطے کار ضروری اولاد کے دہلی میں تشریف لائے اور حضرت قطب الاقطاب کے مکان پر فرود کش ہوئے، حضرت نے اپنے مرشد کی تشریف آوری کو سعادت سمجھ کر عرض کیا کہ آپ کو بادشاہ کے پاس جانے سے کیا فائدہ خود دولت سر لائے بادشاہ پر تشریف لے گئے، بادشاہ آپ کے آنے کی خبر سن کر خوش ہوا، اپنی سعادت سمجھی کہ زبے طالع کہ حضرت نے میرے گھر کو قدم میمنت لازم سے معفر فرمایا اور بہت کچھ پیش کش کی، اور فوراً کار برآری ہو گئی۔ اُسی مجلس میں رکن الدین طوائی حاکم اودھ حاضر ہوا اور حضرت سے بالادست بیٹھا، بادشاہ کو یہ حرکت اُس کی ناگوار معلوم ہوئی، حضرت نے نورباطن سے دریافت فرمایا ارشاد کیا کہ جب حلا اور کاک موجود ہوں اگر کاک پر حلا بیٹھے تو کیا غلطی ہے حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل ہے کہ جب سنت بزرگ رونق افروز دہلی ہوئے تو شیخ نجم الدین صغریٰ شیخ الاسلام دہلی تھے، ان میں اور حضرت خواجہ بزرگ میں بہت دوستی تھی، بلکہ خواہ سان کی ملاقات تھی، خواجہ بزرگ مکان شیخ نجم الدین پر ملنے تشریف لائے، یہ اپنے مکان کے محن میں کچھ بنوارہے تھے، حضرت خواجہ بزرگ کی طرف متوجہ نہ ہوئے، حضرت نے نزدیک پہنچ کر سلام علیک کی، اور فرمایا کہ شیخ الاسلام دہلی نے تیرا دماغ بگاڑ دیا کہ جو تو قدیم دوستوں سے بھی نہیں ملتا، شیخ الاسلام نے کہا کہ میں تو آپ کا معتقد اور نیاز مند ہوں، تم نے اس شہر میں اپنے مرید کو چھوڑا ہے، اس کے آگے میری شجی کو کوئی نہیں پوچھتا، آپ نے تبسم کر کے فرمایا کہ میں اپنے ہمراہ قطب الدین کو اجیر لے جاؤں گا، جب حضرت قیام گاہ پر تشریف لائے تو خواجہ قطب الدین کو اپنے رو برو بلایا اور فرمایا کہ بابا قطب الدین

اس شہر کے بعض لوگ تیرے شاکی ہیں، میرے ہمراہ اجیر میں چل اور وہاں مسند شیونخت پر بیٹھ میں تیرے روبرو حاضر ہوں گا، اور خدمت کروں گا، قطب الاقطاب نے دست بستہ عرض کی جو ارشاد ہو حضور کی بندہ نوازی ہے، میری مجال تو آپ کے روبرو کھڑے ہونے کی بھی نہیں کہ چہ جائیکہ کہ بیٹھوں، صبح حضرت خواجہ قطب الدین کے ہمراہ لے کر طرف اجیر کے چلے یہ حال سن کر تمام شہر میں غل مچ گیا، سب کی آنکھوں میں جہاں تیرہ و تاریک ہو گیا، سلطان اور تمام شہر ہمراہ ہو کر پیچھے دوڑے آپ کے قدموں کی خاک چہروں سے ملتے اور روتے چلے جاتے تھے۔ جب حضرت خواجہ بزرگ نے خلق دہلی کی طرف یہ حالت دیکھی فرمایا کہ یا باقطب الدین جادہلی میں رہ کہ یہ تمام دہلی تیرے جانے سے بہت رنجیدہ ہے، اتنے دلوں کو دکھانا نہ چاہیے، جانتھ کہ خدا کے سپرد کیا اور دہلی کو تیرے حفظ امان میں چھوڑا۔ حضرت خواجہ بزرگ راہی طرف اجیر کے ہوئے اور بادشاہ اور رعایا نے مقدم حضرت قطب الاقطاب کو غنیمت سمجھا، بہت خوشی کرتے ہوئے ہمراہ حضرت کے شہر میں آئے، لکھا ہے کہ جس وقت خواجہ بزرگ شیخ نجم الدین صغریٰ کے مکان پر رونق بخش ہوئے تھے، تو وہ بوجہ جسد قطب الاقطاب کے بے مروتی سے پیش آئے، خواجہ بزرگ نے اس وقت فرمایا، کہ نجم الدین تو بہت رسوا ہو گا، آخر ویسا ہی ہوا، اس کی کیفیت یہ ہے کہ شیخ جلال الدین تبریزی کو خلیفہ شیخ شہاب الدین کے اور پیر بھائی شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی کے تھے، جس وقت شیخ شہاب الدین نے بغداد سے شیخ بہاؤ الدین کو طرف ملتان کے روانہ کیا، تو شیخ جلال الدین نے بھی بوجہ محبت اپنے پیر بھائی سے اپنے پیر سے رخصت لے کر دونوں صاحب ہمراہ وارد ہندوستان ہوئے، شیخ بہاؤ الدین ملتان میں ٹھہرے، اور شیخ جلال الدین سیر کرتے ہوئے دہلی میں آئے، جب ان کی خبر سلطان کو پہنچی شہر سے باہر آکر ان کا استقبال کیا، کس واسطے کہ یہ وارد ہندوستان ہوتے ہی شہر و آفاق ہو گئے تھے، جب شیخ کا اور سلطان کا مقابلہ ہوا، سلطان نے اپنا گھوڑا خالی کیا اور مصافحہ کیا، اور باعزاز تمام لے کر شہر میں آیا، یہ امر شیخ نجم الدین کو اچھا نہ معلوم

ہوا، حسد کی آگ بجڑ کی، کس واسطے کہ ان کی کرامات تو پہلے ہی بادشاہ شاہ ولایت ہند صلب فرما چکے تھے، یہ نہالی رہ گئے تھے، سلطان نے شیخ نجم الدین سے دریافت کیا، کہ شیخ جلال الدین کو کس جگہ ٹھہرنا چاہیئے، انہوں نے کہا یہ جو محل سلطانی کے قریب ہے، خالی ہے اس میں قیام کرادیتے ان کا مدعا یہ تھا، کہ اس مکان میں جن رہتا تھا، وہ کسی کو ٹھہرنے نہیں دیتا، اس میں شیخ کی قلعی کھل جائے گی، شیخ جلال الدین نے نور باطن سے اس امر کو دریافت فرما کر کہا، کہ اس مکان کی کنجی دوتا کہ میں اس مکان میں قیام کروں، جب کنجی شیخ کو ملی اپنے غلام تراب کو کنجی دے کر فرمایا کہ اس مکان میں جا، اور بلند آواز سے کہہ دے کہ اس مکان میں جلال الدین تبریزی آتا ہے، جلد اس مکان سے نکل جاؤ، پس اس آواز کے سنتے ہی جن وہاں سے فرار ہوئے اور شیخ جلال الدین وہاں آکر قیام پذیر ہوئے، جب شب گزری اپنے وظائف سے فارغ ہو کر واسطے ملاقات قطب الاقطاب کے چلے حضرت کو نور باطن سے ان کا آنا معلوم ہوا، اور دروازہ سے پیشوائی کر کے مکان میں لائے، اس روز آپ کے یہاں مجلس سماع تھی، تمام درویش حاضر تھے، درویشوں کو اس بیت پر وجد ہو رہا تھا۔

در میکدہ وحدت ہشیار نمی آئد در عالم نیرنگی جز یار نمی گنجد  
اور وہ دن بھی جمعہ کا تھا، دونوں بزرگوں نے نماز جمعہ ادا کی، اور پھر اپنی قیام گاہ کو واپس آئے، لکھا ہے شیخ عشاء کے وضو سے نماز صبح کی ہمیشہ ادا کیا کرتے تھے، اور بعد نماز چاشت کے پلنگ پر لیٹ جایا کرتے تھے، اور غلام تلوار سے سہلایا کرتے تھے، غلام ترکی صاحب جمال تھا، اس کو شیخ نے ایک ہزار دینار دے کر خرید کیا تھا، اور شیخ کو بہت عزیز تھا، ایک روز شیخ جلال الدین معمولی طور پر صحن مکان میں پلنگ پر دراز تھے۔ اور یہی غلام چپی کر رہا تھا، اور شیخ نجم الدین واسطے امامت صبح کے بالاخانہ محل سلطانی پر تھے، ان کی نظر بھی شیخ پر پڑی، اسی وقت بادشاہ سے کہا کہ جس کے آپ معتقد ہیں دیکھئے نماز فجر بھی ادا نہیں کی، اور



صاحب جمال سے خلوت رکھتا ہے، شیخ جلال الدین نے اپنے کشف سے معلوم کیا، اور  
 باواز بلند کہا کہ نجم الدین اگر پہلے دیکھتا، اس لوکے کو میری بغل میں دیکھتا، اس بات سے  
 سلطان شرمندہ ہوا، اور شیخ نجم الدین کو بہت کچھ جھڑکا، مگر یہ اس پر بھی باز نہ آیا، اس کا  
 حسد اور زیادہ ہوا، اور اس نگر میں ہوا، کہ کسی طرح شیخ کو زک و یحیٰی، اتفاقاً شہر علیا یک  
 گانے والی عورت بہت حسین تھی، کبھی کبھی شیخ جلال الدین کے رو برو بھی گانے اُتی تھی۔  
 اور شیخ نجم الدین کے پاس بھی جاتی تھی، شیخ نجم الدین نے ڈھائی سودینار اس کو نقد دیئے  
 اور ڈھائی سودینار کسی دکاندار کے پاس جمع کرادیئے، اور کہا کہ شیخ جلال الدین پر زنا کی تہمت  
 لگانے، جب تو یہ کام کر دے گی تو ڈھائی سودینار اس دکاندار سے لے لینا، اس عورت نے  
 ایسا ہی کیا یعنی مشہور کیا کہ جلال الدین نے بہ جبر مجھ سے حرام کیا، جب یہ خبر سلطان کو پہنچی  
 نہایت متفکر ہو کر اطراف و جوانب سے علماء اور مشائخ روزگار مثل شیخ بہاؤ الدین ملتانی  
 کو ملتان سے، شیخ حمید الدین سہالی کو ناگور سے طلب کیا، اور ایک مجلس جمع کر کے اس عورت  
 اور شیخ جلال الدین کو بلایا، شیخ بہاؤ الدین نے اس مجمع میں فرمایا کہ اہل اللہ پر کچھ پوشیدہ  
 نہیں ہے تو سچ کہہ دے ورنہ تو اپنے کئے کو پہنچے گی، اس عورت نے عرض کیا کہ افسترا  
 نجم الدین صغرا کا ہے، اس نے مجھ کو پانچ سودینار فلاں دکاندار کے رو برو دے کر یہ بات  
 غلط کہوائی ہے، اور شیخ جلال الدین بالکل پاک ہیں، جب دکاندار سے دریافت کیا، تو اس  
 نے بھی سچی گواہی دی، سلطان نجم الدین پر بہت خفا ہوا، اور شیخ الاسلامی سے جدا کیا چنانچہ  
 خواجہ بزرگ کی خفگی اور قطب الاقطاب کے حسد کا یہ ثمرہ ہوا، صاحبِ مباحث المجتہدین  
 ناقل ہیں کہ حضرت خواجہ قطب الدین جس کو مرید کرتے کامل بناتے تھے، اور ارشاد فرمادیتے  
 تھے کہ فقرا کی خدمت کرنا، بادشاہوں اور امیروں سے دور رہنا، ایک یہ کرامت تھی، کہ  
 جس کو تعلیم فرمائی وہ تمام عمر عمل کرتا تھا، لکھا ہے کہ حضرت نے سب سے پہلے حضرت بابا  
 فرید الدین گنج شکر کو مرید اور خلیفہ فرمایا، چنانچہ جب بابا صاحب کو حضرت کی خدمت میں  
 دیکھا تو خواجہ بزرگ نے فرمایا کہ بابا بختیار تو نے بہت بڑے شاہباز کو قید کیا کہ جس کا آشیانہ  
 سدرۃ المنتہی ہوگا، یہ فرید شمع ہے، اس سے ہمارا خاندان روشن اور منور ہوگا، یہ ذکر اس

وقت کا ہے، جب حضرت خواجہ بزرگ دوبانہ دہلی تشریف لائے تھے، صاحب مرآۃ الاسرار ناقل ہیں، کہ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ عہد سلطان شمس الدین التمش میں ایک درویش کے یہاں مجلس سماع تھی، اور حضرت خواجہ قطب الدین وقاصی حمید الدین بھی موجود تھے کہ شیخ علی غل مچاتے ہوئے آئے اور حضرت سے کہا کہ مولانا رکن الدین سمرقندی بہت سے علماء ہمراہ لئے آتا ہے کہ درویشوں کو سماع سے باز رکھے۔ حضرت قاضی حمید الدین نے صاحب خانہ سے بلا کر کہا کہ تو رو برو نہ آنا، اگر وہ بے اجازت ہماری آدے گا تو ہم سمجھ لیں گے، اور پھر سماع میں مشغول ہوئے اور مولانا مذکور دروازہ پر آئے اور صاحب خانہ کو بلایا جب اس کا نشان نہ ملتا چار ہوئے اور ان کے دل پر ایک ہیبت چھا گئی، آخر واپس پھر گئے، اور بحر المعانی میں لکھا ہے کہ جب حضرت دہلی میں مقیم ہوئے تو اس وقت مقتدا نے شہر خواجہ سید مبارک تھے، دونوں بزرگوں نے باہم نماز جمعہ ادا کی، بعدہ حضرت نے سید مبارک سے فرمایا کہ ہم تم دونوں سماع سنیں، سید صاحب نے کہا بے اجازت رسول مقبول میں کچھ نہیں کہہ سکتا، آپ نے فرمایا کہ آج کی شب تم کو اجازت ہو جائے گی، چنانچہ سید صاحب نے اسی شب کو خواب میں دیکھا کہ رسول مقبول فرماتے ہیں کہ اے فرزند قطب الدین کی مجلس میں حاضر ہو، صبح سید صاحب آکر شریک سماع ہوئے اور سماع کی کیفیت یہ ہے کہ جب قاضی حمید الدین ناگوری بعد تعلیم قطب الاقطاب دہلی کو آئے تھے کہ راستہ میں ایک مرنے والے کو قفس بھی کہتے ہیں، اس کی چوہ پنج میں دو سو سوراخ ہوتے ہیں جب وہ مست ہو کر آواز دیتا ہے ہر سوراخ سے صدائے گوناگون نکلتی ہے، وہ ایک جگہ بیٹھا تھا اور قاضی صاحب کا وہاں سے گزر ہوا، اور وہ مستی کے عالم میں صدائیں دے رہا تھا، اس کی آواز حضرت کے گوش زد ہوئی بیہوش ہو کر گر پڑے، بعدہ وجد کرنے لگے، ہر چند مرید شیخ شہاب الدین سہروردی کے تھے، مگر یہ گدازگی حضرت خواجہ بزرگ کی صحبت کے اثر سے پیدا ہوئی، جب آپ کو ہوش آیا تو حضرت نضر علیہ السلام کو اپنے پاس کھڑا پایا کہ فرماتے ہیں کہ اے حمید الدین تو نے سماع سنا اور مشائخوں نے بھی سنا ہے۔ اس روز سے قاضی بخلاف اپنے پیروں کے سماع سنتے رہے، خواہ اشرف جہانگیری نے اپنے

مکتوبات میں لکھا ہے کہ حضرت قطب الاقطاب ملتان تشریف لا کر ایک مسجد میں ٹھہرے  
 شیخ بہاؤ الدین زکریا نے نوریا طین سے دریافت کر کے ایک خادم کو حضرت کی خدمت  
 میں بھیجا، حضرت وضو کر رہے تھے، خادم نے دیکھا کہ جو قطرہ پانی کا زمین پر گرتا ہے،  
 اُس کو ملائک اُٹھا لیتے ہیں، چونکہ خادم بھی اہل نظر تھا یہ حال دیکھ کر خدمت شیخ میں جا کر  
 عرض کی، شیخ اُسی وقت پہنچے، اور حضرت کو سوار کر کے اپنی خانقاہ میں لائے، اور بہت  
 دُھوم سے ضیانت کی، جب حضرت کھانے سے فارغ ہوئے تبسم کر کے فرمایا بہاؤ الدین  
 ضیانت تو کی، لیکن خشک کی، شیخ حضرت کے اشاروں کو سمجھ گئے اور قوالوں کو طلب  
 کیا، اور سماع شروع ہوا، عاشقانِ دل سوختہ کو وجد ہوا، آواز ہائے ہو بلند ہوئی، یہ  
 غلغلہ سُن کر تمام درویشانِ سُہروردی جمع ہو کر آئے، اور اس ارادہ سے شیخ کو منع کیا، شیخ  
 نے کہا کہ ایک بزرگ چشتیہ مہمان ہے۔ اس کی خاطر یہ سماع ہے، جب لوگ نزدیک حضرت  
 کے آئے اُن پر بھی آتشِ عشق شعلہ زن ہوئی اور اُن کے دلوں کو آتشِ عشق چشتیہ نے  
 کباب کر دیا، سب کو ذوق اور شوق وجد ہوا، جب اُن کو افاقہ ہوئی۔ بعضے اُن میں  
 سے مرید ہوئے، بعض نے خرقہ خلافت حاصل کیا، اور ہانسی تک سب حضرت کے  
 ہمراہ آئے، صاحبِ فولاد المسکین ناقل ہیں کہ بندہ ایک بار واسطے پابوسی حضرت  
 قطب الدین کے حاضر ہوا، اس وقت اکثر اصحابِ حق خدمتِ عالی میں حاضر تھے۔ مثلاً  
 قاضی حمید الدین و سید نور الدین مبارک و مولانا علاؤ الدین کرمانی کہ کچھ سچ کا ذکر آگیا، حضرت نے  
 زبان مبارک سے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندگانِ خاص کے واسطے اگرچہ وہ کہیں بیٹھے ہوں،  
 خانہ کعبہ کو واسطے طواف کرنے اُن کے بھیج دیتا ہے۔ اس بات کو سنتے ہی اہل مجلس کو  
 بیہوشی طاری ہوئی اور کعبہ کو اپنے رو برد دیکھا۔ پس جو شرائط طواف کعبہ تھے، ہم سب  
 بجالائے۔ پس غیب سے آواز آئی کہ اے عزیزِ دج تمہارا قبول ہوا، اس کے بعد مجلس بزرگ  
 ہوئی۔ بندہ بھی اُٹھا۔ اور طرفِ ہانسی چلنے کا ارادہ کیا۔ میری طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ ہا ہا فرید  
 تو جاتا ہے میں نے پھر آداب کیا اور عرض کی جو ارشاد ہوا، فرمایا کہ جاتے رہو میں ایسا ہی  
 لکھا ہے کہ وقتِ نقلِ خواجہ بزرگ کے میں حاضر رہتا تھا۔ میرے سفرِ آخرت کے وقت



تو حاضر نہ ہوا، اہل مجلس سے فرمایا کہ گنج شکر کے واسطے فاتحہ اور اخلاص پڑھو، اور مصطفیٰ اور  
عصا بندہ کو عنایت کر کے فرمایا کہ دو گانہ ادا کرو۔ اور فرمایا باقی تبرکات تیری امانت قاضی  
حمید الدین کے سپرد کروں گا۔ میری نقل سے پانچ چار روز بعد تجھ کو دیں گے۔ میری جگہ تیری  
جگہ ہے۔ فرمایا کہ مرید کو چاہیئے کہ پیر کے قدم بقدم رہے، اس سے تجاویز نہ کرے، پھر بندے کو  
گلے لگایا اور فرمایا کہ تجھ کو خدا کے سپرد کیا، بندہ مرخص ہو کر ہانسی کی طرف روانہ ہوا، فوائد الفوائد  
سے منقول ہے کہ حضرت کو ہر وقت استغراق رہتا تھا۔ اگر ملنے آتا بدیر خبر ہوتی اور غمزدار کے  
جلدی رخصت فرماتے، یہاں تک فنائے احدیت میں مستغرق رہتے جتھے کہ فرزند کا انتقال  
ہو گیا اور آپ کو خبر نہ ہوئی۔ اس کی مفصل کیفیت یہ ہے کہ حضرت کے پسر خواجہ محمد نے  
سات سالہ عمر میں وفات پائی، اُن کی والدہ کے رونے کی آواز جب گوش زد حضرت  
ہوئی دریافت فرمایا کیا شور ہے، عرض ہوئی کہ حضرت کے صاحبزادہ خواجہ محمد صاحب  
نے انتقال کیا، اُن کی والدہ روتی ہیں۔ یہ سن کر فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔ اگر اس کی  
بیماری کی پیدے سے خبر ہوتی تو اس کو صحت ہوتی۔ اور صاحب مرآۃ الاسرار نے لکھا ہے  
کہ ایک بار حضرت دہلی سے اجمیر گئے ہیں نقل از میر الاولیاء کہ جن دنوں میں حضرت بمقام  
ملتان شیخ بہاؤ الدین کے مہمان تھے۔ ایک شب افواج کفار زیر حصار ملتان آئے، اور  
چاہا کہ شہر کو لوٹیں۔ اُسی وقت حاکم ملتان حضرت کی خدمت میں آیا۔ اور حضرت اور  
شیخ بہاؤ الدین اور شیخ جلال الدین تینوں صاحبوں سے ان کے دفع کی دعا چاہی، اس  
وقت کے دست مبارک میں ایک تیر تھا۔ وہ حاکم کو عنایت فرما کر کہا کہ اس کو اپنے گھر  
لے جا، اور فوج غنیم کی طرف چمکا، اس نے ایسا ہی کیا، اسی وقت اس فوج پر بجلی سی  
گری، جس کی ہیبت سے ان کے دل کانپ اُٹھے اور فرار ہوئے، لکھا ہے کہ ایک  
روز قطب الدین ایبک چند توڑہ زور لے کر حضرت کی خدمت میں آیا، حضرت نے  
ان کو قبول نہ فرمایا، اور تبسم کر کے فرمایا، کہ اس بندہ کو حاجت نہیں یہ بات اس کو ناگوار  
گزری، آپ نے نورِ باطن سے معلوم فرما کر جس بور یہ پر فروکش تھے، اس کا کونہ الٹ  
کر فرمایا کہ دیکھ جب اس نے فطر کی دیکھا، کہ ایک دریا بہہ رہا ہے جس میں بے شمار

توڑہ ہائے زرد و نقرہ بہتے چلے جاتے ہیں۔ وہ یہ حال دیکھ کر شرمندہ ہوا، اور اپنی حیرت پر استغفا کی، حضرت بابا صاحب فرماتے ہیں کہ ایک بار میں حضرت کے ہمراہ مسافر تھا، کہ ایک دریا کے کنارہ پر پہنچے، اس کے کنارہ پر جھاڑی تھی وہاں شیر لگتا تھا اور کشتی بھی موجود نہ تھی، حضرت نے میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ کہو کیوں کہ اس دریا کے ہوں جو شیر کی آفت سے بچیں، میں حیران تھا کچھ جواب نہ دے سکا، تبسم فرما کر سورہ اخلاص پڑھنی شروع کی، ہنوز وہ تمام نہیں ہوئی تھی، پانی ادھر ادھر ہو گیا، یہ سچ میں راستہ دے دیا، آپ نے میل ہاتھ پکڑا، اور دریا سے پار آئے۔ نقل ہے کہ ایک پیر زال شکستہ حال حضرت کی خدمت میں آئی اور آداب سجا کر عرض پر دراز ہوئی کہ تیرہ برس عرصہ گزرا کہ میرا فرزند جس کی عمر نو برس کی تھی، غائب ہو گیا ہے، اس کی کچھ خبر نہیں، کہ کیا ہوا، آپ نے چندے مراقبہ فرمایا، بعد اٹھا کر فرمایا کہ وہ تیرے مکان پر موجود ہے، آپ یغمار ہے تھے، کہ ایک شخص دوڑا آیا، اور اس پیر زال سے کہا کہ تیرا فرزند ابھی تیرے گھر آیا، وہ سنتے ہی دوڑی آئی، اور فرزند سے ملی اور اس سے حال دریافت کیا، کہ تو کہاں تھا اور کیونکر آیا، اس نے بیان کیا، کہ ملک روم میں تھا ایک سوداگر مجھ کو اپنے ہمراہ لے گیا تھا، اسی وقت کا ذکر ہے کہ ایک مرد بزرگ مجھ کو ملا اور کہا کہ تیری ماں تیرے فراق میں روتی ہے، اس سے چل کر مل، میں نے کہا کہ وہ کہاں ہے۔ اس نے کہا کہ وہ قریب ہے، میں اس کے ہمراہ شہر کے باہر آیا، اس نے کہا تو آنکھیں بند کر میں نے آنکھیں بند کیں جب آنکھ کھولی اپنے کو اس گھر میں پایا جو اب فریدی کے نقل ہے کہ خلیفہ سخا و عطا سلطان شمس الدین کا بلند ہوا، تو ناصری شاعر ایک قصیدہ سلطان کی شان میں لکھ کر لایا یہاں حضرت خواجہ قطب الدین کی کرامات کا شہر سنا، ایک قصیدہ حضرت کی شان میں بھی کہا اور حضرت کی خدمت میں آیا قصیدہ پڑھ کر دعا چاہی کہ بادشاہ کی سرکار سے مجھ کو بہت سارے ملے حضرت نے دعا کی اور فرمایا کہ تجھ کو بہت کچھ ملے گا، جب دربار سلطان میں حاضر ہوا، سلطان اس کو سنتے سنتے دوسری طرف متوجہ ہوئے، اس نے اس وقت حضرت کی طرف رجوع کی، بادشاہ نے پھر متوجہ ہو کر فرمایا کہ پھر پڑھ، اس نے پھر پڑھنا شروع کیا، سلطان بہت خوش ہوا، اور

چھپن ہزار روپیہ عنایت کیا، صاحب سیر اولیاء ناقص ہیں، کہ حضرت نے خود فرمایا کہ ایک بار بندہ اور قاضی حمید الدین مسافر تھے، کنارہ دریا پر پہنچے، اور تین دن کے بھوکے تھے ایک بکری پیدا ہوئی، جو کی دو روٹیاں اس کے منہ میں بھتیں ہمارے آگے رکھ کر چلی گئی، اس کو فرستادہ خدا سمجھ کر ہم نے کھایا اور شکریہ خدا ادا کیا، اسی عرصہ میں ایک کچھو گھبرایا ہوا ہمارے دروبرو آیا، اور دریا کی طرف چلا، ہم بھی اس کے پیچھے چلے، جب کنارہ دریا پر پہنچے دریا نے راستہ دے دیا، جب دوسرے کنارہ پر گئے دیکھا کہ ایک شخص شکل مردہ پڑا ہے، اور ایک اژدہا اس کو کھانا چاہتا ہے، اس نے کچھو نے اس اژدہے کے ڈنگ مار کر ہلاک کیا اور ناپید ہوا، جب ہم نے قریب جا کر دیکھا تو وہ ایک شرابی تھا، جو مست و مدہوش پڑا تھا، ہم کو تعجب ہوا کہ ایسے نافرمان پر یہ مہربانی پس آواز آئی کہ اے عزیزو نیکیوں کو ہم نگاہ رکھیں، بروں کی محافظت کون کرے گا، پھر وہ مرد ہوشیار ہوا، اور یہ ماجرا سن کر شرمندہ ہوا اور توبہ کی، سیر الاولیاء سے نقل ہے کہ ایک بار حضرت کے گھر میں تین فاقے گزرے، آپ کی گھر والی شرف الدین بقال کی عورت سے کبھی قرض لے لیا کرتی تھیں وہ ہمسایہ تھا، ایک روز اس کی عورت نے ازراہ غور خواجہ کے گھر میں کہا کہ اگر تمہارے ہمسایہ نہ ہوتے تو تم کہاں سے کھاتے، کیونکہ اوقات لمبی کرنے یہ خبر حضرت کو بھی ہوئی، آپ نے اپنی اہلیہ سے فرمایا کہ آج سے جس قدر کافی ہو میرے حجرہ کے طاق میں سے کاک لے لیا کرو، اس روز سے ایسا ہی ہوا، دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت کے زیر مصلے سے کاک برآمد ہوتے تھے، اس وجہ سے کاک لفتب ہوا، ایک روایت ہے، کہ آپ حضرت خواجہ کے ہمراہ تھے، ایک روز بعد نماز صبح کے قطب الاقطاب کو خواہش کھانے کی ہوئی، مٹا ایک طباق پر از کاک آسمان کی طرف سے معلق آتا ہوا معلوم ہوا، جب قریب آیا حضرت خواجہ بزرگ نے اور اہل اللہ کو کہ جو اس وقت موجود تھے، فرمایا کہ ایک مرتبہ ہاتھ بڑھا کر لو جس کی قیمت کا ہو گا اس کو ملے گا، الغرض ہر شخص نے اپنے ہاتھ کو اونچا کیا جو ہاتھ اونچا کرتا وہ طباق اور اونچا ہو جاتا پھر نیچا ہوتا، یہاں تک کہ حضرت قطب الاقطاب نے جب دست دراز



کیا، آپ کے دست مبارک میں آیا، حضرت نے اپنے پیر کے رو برو رکھ دیا، حضرت نے تبسم کر کے فرمایا کہ بابا بختیار اللہ تعالیٰ عالم الغیب سے تم کو اس وقت انتہائے طعام تھی خداوند تعالیٰ نے تم کو اپنی قدرت سے مرحمت فرمایا، کھاؤ اور دوستوں کو دو تاکہ یہ بھی محروم نہ رہیں، اس روز کا کی لقب مشہور ہوا، ایک روز امیر خسرو نے حضرت سلطان المشائخ سے دریافت کیا کہ یا حضرت خواجہ قطب الدین کو کا کی کیونکر کہتے ہیں، آپ نے فرمایا ایک وقت حضرت یاروں سمیت عرض شمس پر تشریف رکھتے تھے، اور ہوا سرد چل رہی تھی، یاروں نے عرض کی کہ خواجہ اگر اس وقت کا کھائے گرم ملیں تو کیا خوب ہو، فرمایا کیا کرو گے، انہوں نے عرض کی کہ کھا دیں گے، حضرت اس جگہ سے اُٹھے اور عرض میں گئے اور کا کھائے گرم عرض میں سے لا کر یاروں کو مرحمت فرمائے اس روز سے کا کی مشہور ہوئے، بعض اہل تاریخ نے ایک نقل بدیں مضمون تحریر کیا ہے کہ علمائے دہلی کو بوجہ سماع کے حضرت سے کشیدگی ہوئی اور شیخ جلال الدین کو بلایا کہ ولایت دہلی ان کے قابل ہے، چنانچہ غوث بہاؤ الدین زکریا آئے اور حضرت خواجہ بزرگ تشریف لائے انہوں نے فرمایا کہ ولایت ہند رسول مقبول نے مجھے دی ہے، جلال الدین تو یہاں سے چلا جا آگے تیرا سلسلہ نہ رہے گا نہ معلوم اس کی سند کہاں سے ہے کس واسطے کہ ایک تو حضرت خواجہ قطب الدین اور شیخ جلال الدین میں بہت اتحاد تھا۔ اور مرید بھی تھے، دوسرے اہل اللہ سب ایک ذات اور ایک رنگ ہیں حسد اور بغض اور ایسے مناقشہ سے پاک ہیں۔ اور صاحب سیر الاقطاب اس طرح ذکر کرتے ہیں، کہ جب حضرت دہلی میں تشریف لائے ہیں۔ باتفاق قاضی حمید الدین سماع سنتے تھے، سلطان شہاب الدین کو جب یہ خبر ہوئی اس نے منع کر ا بھیجا حضرت نے اس کے جواب میں فرمایا کہ کہہ دو اس سیاہ درون سے تو کیا جانے قد سماع کی تجھ کو حرام اور ہم کو مباح ہے، سلطان یہ سن کر بہت خف گئیں ہوا اور قسم کھائی کہ اگر اب کے سماع ہوا تو خواجہ کو دار پر کھینچوں گا۔ جب اس ارادہ شہاب الدین کی خبر حضرت کو ہوئی تو کہا کہ عی القضاة نہ باشد کہ اس کو جلا دیا،

اور اگر تو سلامت رہا تو در پر کھینچے گا، پس اسی مہینہ میں سلطان نے دہلی سے نقل کی اور سلطان شمس الدین بادشاہ ہوئے، کہ آخر حضرت کے مرید اور خلیفہ ہوئے، مگر قاضی علا اور قاضی صادق دونوں کو حضرت سے مخالفت ہوئی، انہوں نے سلطان سے کہا کہ خواجہ قطب الدین اور قاضی حمید الدین شب و روز سماع سنتے ہیں جو شرعاً منع ہے، حضرت پر یہ حال منکشف ہو گیا اور خیال ہوا کہ کسی طرح دونوں قاضی سماع میں شریک ہوں، اتفاقاً ایک روز دونوں قاضی واسطے تنبیہ کے خانقاہ حضرت پر آئے وہاں سماع ہو رہا تھا، قاضی حمید الدین کو وہد تھا، حضرت دست بستہ کھڑے تھے، قاضی عماد نے حضرت کو دیکھ کر کچھ اشارہ کیا اور کہا کہ امرد کو نہ چاہیے کہ حاضر سماع ہو، آپ نے تبسم کیا اور دونوں ہاتھ چہرہ مبارک پر پھیر کر فرمایا کہ دیکھ امرد کون ہے، ان دونوں نے دیکھا کہ ریش موجود ہے اس کرامت کو دیکھ کر حیران رہے اور سلطان سے سارا حال بیان کیا، سلطان کو اور بھی عقیدت زیادہ ہوئی، مگر قاضیوں نے کہا کہ سلطان اس کا بندوبست کرے کہ یہ فتنہ عظیم ہے سلطان نے فرمایا کہ وہ لائق اس کار کے ہیں چشم پوشی چاہیے۔ پھر انہوں نے کہا کہ ہم اہل شرع ہیں اس کو روانہ رکھیں گے۔ سلطان نے کہا مجھ سے کیا چاہتے ہو، انہوں نے عرض کی کہ اختیاراً جزا دینا، سلطان ہم کو دے تاکہ ہم ان پر حد شرع جاری کریں، سلطان نے بیاس شریعت مسند قضا ان کو عنایت کی، انہوں نے حضرت کو لکھا کہ تم ہمارے محکمہ میں حاضر ہو کر حرمت سماع میں جو گفتگو کرنی ہو پیش کرو، حضرت نے کہلا بھیجا کہ کل فاتحہ عرس ہمارے پیروں کی ہے، فرصت دو کہ سماع و عرس پیروں سے فارغ ہو کر تمہارے محکمہ میں حاضر ہوں گے، یہ سن کر انہوں نے منظور کیا، اور ایک ایک سو سپاہی دونوں دروازوں خانقاہ خواجہ پر متعین کئے کہ کوئی نفر اہل شہر سے اندر خانقاہ کے وارد نہ ہونے پائے، یہاں وقت معینہ پر مجلس شروع ہوئی، خادم خواجہ نے یہاں جو بیان کیا، حضرت نے تبسم فرما کر ارشاد کیا کہ جس قدر کھانا ہمیشہ تیار ہوا کرتا ہے اس سے دو چند تیار کرو خلق خدا کو ہماری مجلس سے کون منع کر سکتا ہے، خادم نے بموجب امر والا دونی نچت کی تیاری کی، قدرت خدا سے اس وقت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی باجماعت کثیر ملتان سے تشریف لائے اور داخل خانقاہ ہوئے

حاجیان دروازہ نے کسی کو اندر جاتے نہ دیکھا، اللہ تعالیٰ نے تصرفات خواجہ سے سب کو کور فرمایا، اب تو یہ کیفیت ہوئی جس نے چاہا بے دھڑک چلا آیا، تھوڑی دیر بعد شیخ جلال الدین تبریزی جماعت کثیر کے ہمراہ دروازہ مشرقی سے داخل خانقاہ ہوئے، جب مجلس گرم ہوئی یہ خبر قاضیوں کو پہنچی، بدرالدین کو ہمراہ لے کر خانقاہ میں آئے، بدرالدین نے روئے مبارک کو دیکھتے ہی اگلی باتوں سے تویسکی، اور حضرت کے قدموں پر سر رکھا، اور عرض کیا کہ بندہ سلک مریدان میں داخل ہونا چاہتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اسے بدرالدین آج کی شب تجھ کو پیغمبر خدا نے میرے سپرد کیا، تجھ کو میں نے اپنی مریدی میں قبول کیا اور اسی وقت بیعت ظاہری سے بھی مشرف فرمایا۔ نقل ہے کہ ایک بار بحضور حضرت قوال حاضر ہوئے، اور راگ شروع کیا پہلی بیت یہ تھی۔

سرود چیت کہ چندیں فسون عشق دوست      سرود محرم عشق است عشق محرم دوست

اس پر حضرت کی یہ حالت ہوئی کہ سات شبانہ روز بیہوش رہے، مگر جب وقت نماز کا آتا ہوا شبیار ہو کر نماز ادا فرما کر پھر بیہوش ہو جاتے تھے۔ صاحب جوامع الکلم ناقل ہیں کہ ایک روز خدمت خواجہ میں بابا صاحب اور قاضی حمید الدین و شیخ جلال الدین وغیرہ ہنگ حاضر تھے کہ قوال بھی آگئے اور سماع شروع ہوا، حضرت کو جد ہوا، اور کھڑے ہو گئے حاضرین بھی اسادہ ہوئے، مگر سب پر حالت طاری تھی، حضرت بابا صاحب کو حکم دیا تھا کہ جو لوگ میرے قدم پر سر رکھتے ہیں، ان کو جدا کر دیا کرو، اور آپ حالت شوق میں کبھی در حجرہ پر آتے اور کبھی صحن میں آتے اور بار بار سجدہ کرتے اور روتے جاتے تھے اور نالہائے بلند فرماتے، صاحب آداب السالکین لکھتے ہیں کہ مشغولی پیران چشت کے دور کن ہیں۔ اول رکن کہ نماز دارکان اس کے یہ ہوش ادا کرنے چاہئیں کہ قاسد نہ ہو جائے۔ دوسرا رکن سماع کہ وہ تمام بے خودی ہے، صاحب سماع کو چاہیئے کہ خودی کو دل سے دور کرے کہ اصلی مرتبہ سماع کا جاننا مرتبہ اللہ کا ہے، یعنی بوجہ سماع میں نہ آوے سوائے محبت حق اور اس کے دل میں کچھ نہ ہو، کس واسطے کہ مرتبہ خودی اور بے خودی میں بڑا فرق ہے، صاحب کتاب فردوسیہ ناقل ہیں کہ ایک بار نان پڑ سے کا کھائے بادشاہی سوختہ



ہو گئے تھے، وہ بیچارہ نہایت متفکر تھا، کہ حضرت بھی وہاں تشریف لے آئے، اس کو پریشان دیکھ کر ازراہ مہربانی فرمایا کہ یار کیا دیکھتا ہے، بسم اللہ کہہ کر تنور میں ہاتھ ڈال، نان پڑنے بموجب امر حضرت بسم اللہ کہہ کر اپنا ہاتھ تنور میں ڈالا، اور کاک عمدہ نکالنے شروع کئے اور حضرت کی کرامات پر متحیر اور معتقد ہوا، اہل لغت نے لکھا ہے کہ کاک لفظ فارسی ہے یعنی کلچہ نان تنوری اور عربی میں کعک کہتے ہیں، صاحب مفتاح السعادت بیان کرتے ہیں کہ سعد الدین تنبولی بھانجہ شمس الدین کاکہ جس کو سلطان نے متبلیٰ کیا تھا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا کہ میں مرید ہونا چاہتا ہوں، فرمایا کہ ابھی تجھے تہن بلیت مرید ہونے کی نہیں ہے، تو ہمیشہ خدمت فقروں میں آتا ہے اور دنیا جمع کرتا ہے، تجھ کو محبت فقراء سے کیا نفع ہے، وہ شخص واپس اپنے مکان پر آیا اور جو نقد و جنس تھا، مسدودیشوں کو دے کر تارک اور تائب ہوا، صبح دوسرے روز کچھ شیرینی کچھ پان ہمراہ لے کر حضرت کی خدمت میں آیا اور ارادت چاہی، آپ نے قاضی حمید الدین سے فرمایا کہ اس کو تارک دنیا کو بیعت کرو، قاضی حمید الدین نے اس کو بحکم حضرت بیعت کیا، اور کدورت سببہ اس کی کو صاف کیا، حضرت نے اس کو فرمایا کہ آسمان کی طرف دیکھ! جب اس نے آسمان و زمین کی طرف دیکھا، عرش و کرسی و تحت الثریٰ تک روشن معلوم ہونے لگا، قاضی حمید الدین نے اس کو فرمایا کہ آج تجھ کو اتنا ہی کافی ہے، اس کے بعد انشاء اللہ مقامات عالی کا مشاہدہ کرے گا، اور کبیل چو کھوٹا کہ جو آپ کے پاس تھا، اس کے کندھے پر ڈال دیا، اسی وقت سے دنیاوی امور سے اس کا دل سرد ہو گیا، واپس اپنے مکان پر آکر مشغول بحق ہوا، اور فقر و فاقہ اختیار کیا کہ ایک روز کا ذکر ہے کہ سعد الدین کی خدمت حضور میں حاضر تھا، اور سلطان بھی واسطے زیارت کے آیا، راستہ میں اپنے دل میں خیال کیا تھا، کہ اگر فقروں میں کچھ کرامت ہے تو میرے واسطے کھانا ضرور موجود کریں گے، آتے ہی حضرت سے عرض کیا کہ بندہ بھوکا ہے، حضرت نے دست مبارک کو سیدھا کیا، سلطان کی موجودگی میں کاک عمدہ گرم آگئے، سلطان اس کرامت سے بہت حیران ہوا، اور پھر عرض کی کہ اکیلی روٹی کس طرح کھائی جائے گی، آپ نے قاضی حمید الدین کی طرف اشارہ کیا، انہوں نے گیل مٹی و منو

حضرت کی اٹھاٹھاک پر رکھی رکھتے ہی حلوہ ہو گیا، سلطان نے سعد الدین سے کہا، تو نے ہی ان بزرگوں کی صحبت سے کچھ پایا، آپ نے سعد الدین کی طرف دیکھا، اس نے اپنی بغل میں سے پان کی گوریاں نکال کر دیں سلطان کو اپنے بھانجے کی کرامت پر بھی یقین ہوا، پھر سلطان نے عرض کیا کہ ہماری سپاہ میری سب خواہش مند کھانے کی ہے، قاضی اور سعد الدین اٹھے تمام فوج کا کھانا اور پان تقسیم کئے، اس روز سے سعد الدین غمبولی مشہور ہوئے، سلطان کو یہ کرامت دریکہ کر نہایت اعتماد ہوا، اسی روز حضرت سے بیعت کی، بعض نے لکھا ہے کہ خواجہ نے دو کاک قاضی نے حلوہ سعد الدین نے پان تقسیم کئے، صاحب سیر الاقطاب ذکر کرتے ہیں کہ ہندوستان میں قاضی حمید الدین سہروردی ثم چشتی ناگوری سے سماع کا رواج ہے، یہ سند لگاتے ہیں، کہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی سماع باز رکھتے تھے، ایک روز مریدوں نے عرض کی کہ مخدوم آپ کو اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ قوت اور نصرت عطا کی، آپ سماع کیوں نہیں سنتے، آپ نے فرمایا ہندوستان میں قاضی حمید الدین ناگوری علم شریعت اور طریقت میں شیخ ہوگا، بنائے سماع اس سے ہوگی، اگرچہ سہروردی ہوگا، ان کے سلسلہ میں سماع منع ہے، وہ بنا کر سے گاتا کہ چشتیوں کی قدر معلوم ہو، اور لطائف اشرفی میں ہے کہ قاضی حمید الدین کے ذوق شوق کا سبب یہ ہے، کہ حضرت خواجہ قطب الدین نے اسی کو خرقہ خلافت عطا فرمایا تھا، صاحب سیر الاولیاء ناقل ہیں کہ حضرت کے گھر میں فاقہ تھا، اور اکثر فاقے ہوا کرتے تھے، آپ کسی پر اظہار نہ فرماتے، اگر کسی کو خبر ہوتی اور وہ کچھ پیش کش کرتا، آپ قبول نہ فرماتے ایک روز سلطان نے بہت سے توڑے روپیہ اشرفی کے حضرت کی خدمت میں بھیجے، اور بہت منت کرا بھیجی، کہ حضور اس کو قبول فرمادیں، آپ نے ان کی طرف نظر بھی نہ کی، اور فرمایا کہ اس کو لے جا کر بادشاہ کے سپرد کرو، اور کہہ دو کہ میں تجھے اپنا دوست سمجھتا ہوں تو میرا دشمن ہے، کہ ایسی چیز جس کو خدا نے دشمن فرمایا اس کو اپنے دوستوں کو دیتا ہے، حضرت بابا صاحب فرماتے ہیں کہ میں ایک بار خدمت حضرت میں تھا، کہ وزیر سلطان چھ گاؤں کا فرمان اور کشتی طلائی اشرفیوں سے بھری ہوئی، اس پر تگ پر پوش

زربخت کا پڑا ہوائے کہ حضور کی خدمت میں آیا، اور بہت ادب سے عرض کیا کہ سلطان نے برائے اخراجات خادماں ثم المکان کے بھیجا ہے، اور بہت عجز سے عرض کیا ہے کہ حضور اس کو قبول فرمادیں، آپ نے تبسم فرما کر ارشاد کیا، میرے پیروں نے ایسی چیزیں کبھی قبول نہیں کیں، میں بھی قبول نہیں کر سکتا، اگر آج میں ان کی متابعت نہ کروں تو فردا کیا منہ دکھاؤں گا۔ پس اس کے بہت سے ہیں، ان کو دو ہر چند اس نے عرض کیا جب قبول نہ فرمایا، ناچار اس نے پھر لا کر بادشاہ کے سپرد کیا، صاحب رفیق العارفین ناقل ہیں کہ حضرت کے گھر میں تین فاقہ پیہم گزر چکے تھے، اتفاقاً آپ کے صاحبزادہ نے کسی سے اس کا اظہار فرما دیا، اس نے کھانے کا سامان کر کے حضور کی خدمت میں حاضر کیا، اور عرض کیا کہ بندہ کو معلوم نہ تھا کہ تین روز سے آپ کے گھر میں فاقہ ہے، آپ نے ارشاد کیا کہ جس نے میرا رزق اٹا لیا، اس کی گردن ہی ٹوٹے، معافیہ فرماتے ہی صاحبزادہ حضرت کے بالا خانہ بدر سے گرے اور منگ گردن کا ٹوٹ گیا، جب آپ گھر میں تشریف لائے تو ان کی والدہ رو رہی تھیں، آپ نے افسوس کر کے فرمایا کہ اگر پہلے مجھ کو خبر ہوتی تو اس کی زندگی خدا سے بچا ہوتا، راحت القلوب سے نقل ہے کہ بابا ایسا ہوتا کہ حضرت کے تمام اہل خانہ اور خادماں اور درویشوں پر فاقہ ہوتا تھا۔ اگر کوئی مسافر آجاتا تھا تو مولانا بدر الدین غزنوی سے فرماتے کہ ایک پیالہ پانی کا سب کو پہنچا۔ افضل الفوائد سے نقل ہے کہ حضرت خواجہ ہمیشہ در عالم سکر اور شوق میں فرمایا کرتے تھے۔ کہ جس نے راہ حق میں قدم رکھا منزل مقصود کو پہنچا۔ جس نے تعریف اس کی متکلم ہوا جس نے اپنی چشم سے اس کا جمال دیکھا بنیا ہوا جس نے اس کی شراب وحدت نوش کی مرد کامل ہوا۔ نقل ہے کہ اول ہی اول جب حضرت کو عشق الہی پیدا ہوا ہے۔ ذکر الہی میں مشغول اور مصطفیٰ پر شوق میں پڑے رہتے تھے، آداب المریدین سے نقل ہے کہ حضرت حافظ قرآن تھے، ہمیشہ ورد قرآن رکھتے تھے، جب آیات یاس و ہر اس پر پہنچتے گریبان چاک کرتے سینے کو نوچتے اور روتے اور بیہوش ہو جاتے تھے۔ پھر تلاوت میں مشغول ہو جاتے۔ جب آیات رضا اور رحمت پر آتے تبسم فرما کر کھڑے ہو کر تواجہ کرتے، پھر تلاوت میں مشغول ہو جاتے،



کبھی عالم بکریں ہوتے۔ صاحبِ روضۃ الاقطاب ناقل ہیں کہ حضرت بمقامِ ادش بیعت ہونے سے پہلے تین ہزار بار درود شریف پڑھا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَنَبِيِّكَ وَجَبِّبْ دُرُسُوكَ الْبَقِيَّةَ الْاٰرَمِيَّةَ وَآلِهٖ وَسَلِّمْ

اتفاقاً آپ نے نکاح کیا اور تین روز اس کی صحبت میں رہے۔ تیسری شب ایک شخص رئیس نام تھا اس میں خواب میں دیکھا کہ ایک بہت بڑا قبہ ہے اور بہت آدمی جمع ہیں ایک مرد کوتاہ قد اس قبہ میں آجاتا ہے اور آدمیوں کا جواب سوال پہنچاتا ہے، خواب میں اس نے ایک مرد سے پوچھا کہ مرد کوتاہ قد کون ہے اور یہ قبہ کیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ قبہ رسول علیہ السلام کا ہے اور یہ کوتاہ قد آدمی عبداللہ بن مسعود ہے یہ شخص یعنی رئیس حالت خواب ہی میں عبداللہ کے پاس گیا اور کہا کہ میرا سلام رسول مقبول کو پہنچا اور عرض کر کہ رئیس بھی آپ کی زیارت سے مشرف ہونا چاہتا ہے، عبداللہ نے یہ پیام رسول مقبول کی خدمت میں عرض کیا، رسول خدا نے فرمایا کہ اس کو لیاقت میرے دیکھنے کی نہیں ہے مگر جا کر میرا سلام بختیار کا کی کو پہنچا دے اور کہہ کہ ہر شب تو مجھ پر توجہ بھیجتا تھا مجھ کو آرام پہنچاتا تھا، تین روز سے ایسے کار میں مشغول ہوا کہ بھول گیا، عبداللہ نے یہ حکم رئیس کو پہنچا دیا۔ بیدار ہوا اور صبح کو حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر رات کا خواب بیان کیا، آپ نے اسی وقت اس عورت کا مرد سے کہ اس عورت کو طلاق دی اور درمیان میں مشغول ہوئے، سبحان اللہ جس کو چاہتے ہیں خود اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں۔ سیر العارفین سے نقل ہے کہ ادا کی عمر میں قدرے قلیل استراحت فرماتے آخر میں وہ بھی چھوڑ دیا تھا۔ سیر العارفین میں لکھا ہے کہ حضرت شب درود مراقبہ میں رہتے تھے۔ جب وقت نماز آتا، آنکھیں کھولتے، غسل تازہ فرما کر تجدید و منو کرتے اور نماز ادا کرتے۔ راحت القلوب سے نقل ہے کہ خواجہ و حمید الدین مولانا بدر الدین غزنوی جامع دہلی میں مستکف تھے، ہر صاحبِ شب درود میں دو قرآن لہتم کر کے ایک شب یہ تمیہ کیا کہ آج کی شب زندہ رکھیں، اور ایک پر کھڑے ہو کر تمام شب میں دو رکعت نماز ادا کریں، چنانچہ بعد نماز عشاء وظیفہ معمولی کے قاضی حمید الدین کو امام کیا اور دونوں صاحبِ پیچھے کھڑے ہوئے قاضی صاحب

نے پہلی رکعت میں ایک قرآن اور چار سیپارے پڑھے اور دوسری رکعت میں دوسرا قرآن ختم کیا، مگر ایک ہی پیر سے بعد اس کے اسنادہ ہو کر درگاہ الہی میں مناجات کی کہ الہی ہم سے تیری کچھ عبادات ادا نہیں ہو سکتی جیسا کہ حق ہے تو ہم کو اپنی رحمت سے بخش دے گوشہ مسجد سے آواز آئی کہ اے دوستو! ہم نے تم کو بخشا، تمہاری عبادت قبول کی، اور تم کو اپنے عاشقوں میں قبول کیا، حضرت نصیر الدین چراغ دہلی سے نقل ہے کہ حضرت فرید الدین کو لوگ ادل اول قاضی بچہ دیوانہ کہا کرتے تھے، اس وقت قیام آپ کا کوہ سوالی پر قریب اجودسن کے تھا، ناگاہ شیخ جلال الدین تبریزی کا بھی اس طرف گزر ہوا وہاں کے لوگوں سے آپ نے دریافت کیا کہ یہاں کوئی فقیر بھی ہے لوگوں نے بیان کیا کہ ایک قاضی بچہ دیوانہ ہے فلاں جگہ رہتا ہے، شیخ آپ کی ملاقات کو آئے اور ایک انار آپ کو دیا چونکہ آپ روزے سے تھے، کل حاضرین کو تقسیم کر دیا۔ ایک دانہ دستار میں رکھ کر، شام کو اس دانہ سے روزہ افطار کیا کھاتے ہی نور باطن چمکا، آپ کو خیال ہوا کہ اگر کل دانے کھاتا تو بہت کچھ نفع ہوتا، جب آپ دہلی آئے تو اس وقت خواجہ نے فرمایا کہ بابا فرید اس انار میں بھی یہی ایک دانہ تھا جو مجھے نصیب ہوا، افسوس کی بات ہے کیا۔ اخبار الانوار سے نقل ہے کہ ایک روز حضرت چندول میں سوار ہوئے چلے جاتے تھے، جب اس جگہ پہنچے جہاں روضہ عالیہ ہے، چندول سے اتر کر تھوڑی دیر مراقبہ میں رہے، بعد ۶ فرمایا کہ اس زمین سے بوٹے محبت آتی ہے اور مالک زمین کو طلب فرما کر اس کے منہ مانگے دام دے کر اس جگہ کو خریدو اور فرمایا کہ میرا مرقد اسی جگہ ہوگا، اس جگہ کی نسبت یہ بھی مشہور ہے کہ زمانہ سلیمان علیہ السلام میں کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان تخت پر سوار چلے جاتے تھے۔ جب اس جگہ پر گزر ہوا دیکھا کہ فرشتہ طہقھائے نور لا کر اس زمین میں بھرتے ہیں۔ آپ نے یہ ماجرا دیکھ کر عرض کی کہ الہی کیا ماجرا ہے، اگا ہی بخش، فرمان ہوا کہ اے دوست یہ احترام و احتشام اس واسطے ہے کہ نبی آخر الزماں کی امت میں ایک قطب الاقطاب ہوگا اس کا مدفن اس جگہ ہوگا۔ سیر الاقطاب میں لکھا ہے کہ اخیار الدین کچھ اشیاء کچھ نقد حضور کی خدمت میں لایا، اور بمنبت اس کی قبولیت چاہی، حضرت

نے قبول نہ فرمایا، اور بویا نماز کا کونہ اٹھا کر فرمایا کہ دیکھ جب اختیار الدین نے نظر کی دیکھا کہ چاندی اور سونے کا دیا بھا چلا جاتا ہے، آپ نے فرمایا کہ جس کو اللہ تعالیٰ ایسا تصرف عطا کرے، وہ تمہارے تحفہ کا محتاج نہیں، لکھا ہے کہ ادا ثل میں حضرت کو خضر علیہ السلام کے ملنے کا شوق ہوا، ایک روز مسجد میں کیوں مشغول تھے، کہ ایک لڑکا خورد آیا، اور خواجہ سے سلام علیک کی اور پوچھا کہ اس مسجد میں کیوں مشغول ہے۔ آپ نے فرمایا کہ خضر علیہ السلام کی ملاقات کے واسطے، اس نے کہا ملاقات کس واسطے ہے، دین چاہتا ہے یا دنیا، آپ نے فرمایا، کہ بندہ کو دونوں سے مطلب نہیں صرف اللہ کے واسطے ملنا چاہتا ہوں، اسی وقت حضرت خضر علیہ السلام پیدا ہوئے، اور آپ سے ملے، اور تاحیات ملتے رہے جو ام الکلم سے نقل ہے، حضرت دل شکستہ لب بستہ گریہ زاری میں دروازہ حجرہ بند کیے ہوئے ہوتے تھے، ہر کوئی پاس کم جاتے پاتا تھا، جب خلعت واسطے زیارت کے ہجوم کرتی اور چلتی، کہ یا حضرت جمال جہاں آرا سے ہم تشنگان دیدار کو سیراب کیجئے، اس وقت مجھ کا خادم حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتا، کہ خلق برائے زیارت ہجوم کیے ہوئے ہے، یہ سن کر آپ سرد آہ بھر کر ارشاد فرماتے کہ آنے دو، آپ محسن میں استانہ بنظر رحمت سب کو دیکھ کر خادم سے فرماتے کہ ایک ایک پیالہ پانی سب کو دو، جب تک وہ پیتے ہاں آپ دعا فرماتے، بعد سب کو رخصت فرما کر پھر در حجرہ بند کر کے یاد الہی میں مصروف ہوتے، افضل الفوائد سے ذکر ہے، کہ مجلس حضرت میں ایک بار کچھ سلوک کا ذکر ہوا، آپ کو اسی وقت سکواہ تنخیر ہوا سانس سرد کھینچ کر روئے، سات شبانہ روز یہی حالت رہی اس میں جب وقتِ فلذ آتا تھا، تلاذدا کرتے، پھر بدستور وہی صورت ہو جاتی ہے، ملاحظہ فرمائیے کہ حضرت نے فرمایا کہ میں ایک شب حوض شمس پر بیٹھے عید گاہ گنہ کے ایک مسجد میں بیدار تھا، کہ ایک مرد فوہانی غیب سے مسجد میں ظاہر ہوا، اور صبح کی اذان کی اور سفینتیں پھینکیں، اور سرمراقبہ میں جھکا لیا، کہ اتنے میں حضرت خضر علیہ السلام پیدا ہوئے، اور برابر اس شخص کے بیٹھ گئے، جب صبح روشنی ہوئی دونوں صاحب اُٹھے اور تکبیر کہہ کر بندہ کو امامت کا شرف کیا، میں نے باہم ملے خضر کے نماز پڑھائی، وہ شخص بعد ازاں نماز مسجد سے باہر چلا گیا، حضرت خضر علیہ السلام نے بندہ



سے فرمایا کہ جو شخص چلا گیا، اس کو بھی جانتے ہو، میں نے عرض کی کہ میں نہیں جانتا، کہا یہ شخص تبریز میں صاحب خانقاہ اور صاحب سجادہ ہے۔ ایک روز اس کی ناک میں بوئے حلوا پہنچی، نفس نے حلوا طلب کیا، اس نے نفس سے کہا کہ تان جوئی کو ترک کر کے حلوا چاہتا ہے، یہ کہہ کر اٹھا اور شہر بدر ہوا، بارہ برس ہوئے کہ جنگلوں اور پہاڑوں میں سیر کرتا ہے۔ کڑوسے درختوں کی پتی کھا کر ایام گزاری کرتا ہے، یہ شخص دوسری مرتبہ اس مسجد میں آیا ہے، حضرت نے فرمایا ہے، کہ کنارہ حوض شمس اور مقام پس پشت عید گاہ کہنہ یہ دونوں محل اجابت دعا کے ہیں، جو کوئی شخص شب کو بیدار رہ کر یادِ خدا میں بسر کر کے بعد نماز صبح کے جو دعا کرے یقیناً وہ مستجاب ہو اور یہ مقام لائق عبادت کرنے کے ہے، چنانچہ اکثر اس مقام پر مشغول رہا کرتے تھے، اور وہ مسجد کہ جو بالائے حوض شمس ہے، اس کو خواجہ بزرگ کی مسجد کہتے ہیں، اکثر مریدان حضرت بھی وہاں عبادت کیا کرتے تھے، اور جبرائیل حضرت ابو ظفر بھی جتنے دنوں قطب صاحب میں رہتے تھے، نماز پنجگانہ کی ایک وقت کی نماز ضرور اس مسجد میں ادا کیا کرتے تھے اور میرے شیخ جب کبھی حاضر درگاہ معلی ہوتے باہر آستانہ کے کھڑے ہو کر مسجد موقوف میں جا کر پہلے دو گانہ ادا کر کے پھر قیام گاہ پر قیام فرماتے۔ سیر العارفین سے نقل ہے کہ ایک روز سلطان شمس الدین کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر اس جگہ پانی شیریں نکل آئے تو تالاب بناؤں، چونکہ بادشاہ بہ برکت انعام حضرت صاحب ولایت اور اہل کرامت تھا، جو اس کو فکر ہوتا، رسول مقبول کو خواب میں دیکھا، اس کی ترکیب حضرت فرماتے وہ کار حل ہو جاتا، پس جس روز فکر کیا تھا، اسی شب کو دیکھا کہ حضرت رسالت پناہ علیہ السلام گھوڑے پر سوار چند صحابہ کو ہمراہ لئے میدان حوض میں پہنچے اور سلطان کو طلب فرمایا، سلطان نے حاضر ہو کر پائے مبارک کا بویا فرمایا کہ تو حوض بنانا چاہتا ہے اور جو بنیاد چشمہ شیریں کی ڈالے گا، سلطان نے عرض کیا بے یا رسول اللہ جس جگہ حکم ہو وہاں حوض بناؤں، اسی وقت گھوڑے نے سم زمین بے مارا کہ وہاں سُم کے برابر گر دیا ہوا، اور اس میں سے آب شیریں جاری ہوا، حضرت نے فرمایا کہ اس جگہ حوض بنایا جائے، سلطان بیدار ہوا، بعد اداۓ نماز کے دولت جس جگہ اب حوض ہے آیا، گھوڑے کے سم کا نشان پایا، اور آب شیریں اس میں جاری تھا، اسی وقت

تعمیر حوض شروع کی، اور بجائے سم کے ایک چوتروہ بنا کر اس کے اوپر ایک گنبد بنایا جو اب تک موجود ہے، حوض کا فرش سنگین مٹی کے نیچے دب گیا ہے، اور جو مسجد خواجہ بزرگ کی ہے اس کو اب اولیاء مسجد کہتے ہیں، یہ حوض عجیب نورانی جگہ ہے، اکثر بزرگوں سے ثابت ہوا ہے کہ اس حوض پر عالم ارواح شہداء سیرکناں آتے ہیں، یہ تمام بزرگی بسبب روضہ حضرت قطب الاقطاب کے ہے، روضہ اقدس کے نواح میں ایک تو کبھی دبا نہیں آتی، اور کسی کو دیو جن وغیرہ کی نظر نہیں ہوتی، جس جگہ جس بجائی چاہے جو کچھ کھا دے کبھی کسی کی نظر نہیں لگتی، صاحب سیر الاولیاء ناقل ہیں، کہ جب حضرت کی عمر آخر کو پہنچی، جسم مبارک پر آثار ضعیف ظاہر ہوئے ماہ رمضان المبارک بخیر گذرا، عید کے روز عید گاہ میں تشریف لے گئے، نماز ادا کی، لکھا ہے کہ ایک روز قاضی حمید الدین نے حضرت سے استفسار کیا کہ جناب کے روز بروز چہرہ مبارک سے آثار ضعیف ہو رہا ہوتا جاتے ہیں، بعد آپ کے سجاد صاحب کون ہو گا فرمایا کہ بحکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے میں نے فرید کو اپنا جانشین کیا یہ تمہارا کام ہو گا کہ جب وہ ہانسی سے دہلی آوے گا یہ تبرکات میرے پیروں کا اس کو دینا، مقام اس کا ابودھن ہو گا، اور لکھا ہے کہ دسویں ربیع الاول کو خانقاہ شیخ علی سنجر میں مجلس سماع تھی حضرت بھی مدعو تھے، اور تمام بزرگ دہلی کے جمع تھے، قوالوں نے قصیدہ شیخ احمد جام نہایت عمدگی کے ساتھ شروع کیا، جب نوبت اس بیت کی پہنچی یعنی

کشتگانِ خنجر تسلیم را ۴ ہر زمان از عیب جانِ دیگر است

حضرت کو اس بیت پر شوق ہوا اور بے حد خوش ہو گئے نوبت یہ نزاع پہنچی، آخر جب مجلس ہو چکی قاضی حمید الدین وغیرہ حضرات آپ کو مع قوالان مکان پلاٹے اور قوالی شروع ہوئی ہر بار آپ انہی بیت کا امروا تے تھے، مثل مرثعہ نیم بمل کے ترپتے تھے بلا وقت نماز پر قدمے افاقہ ہوتا تھا، آپ نماز ادا کر لیتے تھے، پھر وہی کیفیت ہو جاتی تھی، کبھی اوپر جاتے کبھی نیچے گرتے تھے۔ الغرض تین روزہ کے بعد ہر بن موسیٰ تسبیح اسم ذات جاری ہوئی، اور خون کے قطرے ٹپکتے گئے جو قطرہ زمین پر گرتا تھا نقش اللہ ظاہر ہوتا تھا، پورے روز ہر اعضاء سے سبحان اللہ کی صدا آنے لگی، اور قطرہ خون سے نقش سبحان اللہ والحمد للہ ظاہر

ہوا، جب قوال مصرعہ اولیٰ کہتے تھے، حضرت بیدم ہو جاتے تھے۔ جب مصرعہ ثانی کہتے گویا زندہ ہو جاتے، بعض نے لکھا ہے کہ جب آپ سیدہ بکینہ سے آہ کرنے کا ارادہ کرتے قاضی حمید الدین دہن حضرت کو اپنے ہاتھ سے بند کرتے اور کہتے تھے کیا غضب کرتے ہو زمین و آسمان کو جلا دو گے ضبط کرو، مولانا فخر الدین زراوی سے روایت ہے کہ اسی حالت میں شمس الدین طیب جو مذاق وقت حضرت کا مرید تھا، حاضر ہوا اس نے نبض دیکھی، اور کہا یہ مرض عشق ہے، آتش عشق نے دل و بگر کو سوختہ کر دیا، میں اس کا علاج نہیں جانتا۔ جب حضرت کو اس بات پر تکلیف ہوئی، قوالوں کو بھی تکلیف ہوتی، یار و فادار اس بیت کو آغاز کرتے، الغرض یاروں نے مصرعہ اولیٰ کو اس قدر کہا کہ جاں بحق تسلیم کی، مولانا بدر الدین غزنوی فرماتے ہیں، کہ پائے مبارک میری گود میں تھے، اور سیرا قدس قاضی حمید الدین کے زانو پر تھا، کہ اسی حال میں بندہ کو عنودگی آگئی، دیکھا کہ خواجہ کی روح نے آسمان کی طرف پرواز کی اور بندہ سے فرمایا کہ اے بدر الدین دوستانِ خدامرتے نہیں، جب میری آنکھ کھلی دیکھا کہ حضرت نے رحلت فرمائی، یعنی ۱۲ ربیع الاول ۶۴۲ھ میں حضرت کی وفات ہوئی اور تمام شہر میں شور و ماتم ہو گیا، تمام مشائخ اور مرید اور امار سلطان سب جمع ہوئے، آردہام تخلیق تھا کہ خواجہ ابوسعید نے باواز بلند فرمایا کہ حضرت خواجہ کی وصیت ہے، نماز جنازہ کی وہ پڑھاوے جس نے تمام حرام نہ کیا ہو، اور سنت پائے نماز عصر اور تکبیر اولیٰ کی بھی ترک نہ ہو۔ یہ کلام سن کر سب متحیر ہوئے، سلطان شمس الدین التمش بھی فکر میں خاموش تھے کہ اس صفت کے ساتھ موصوف برآمد ہو۔ جب کچھ دیر ہوئی اور کسی نے پیشقدمی نہ کی اس وقت سلطان امامت کے واسطے آگے بڑھے، اور کہا کہ میں اپنا راز پویشیدہ رکھنا چاہتا تھا، لیکن خواجہ کے حکم میں کچھ چارہ نہیں آخر سلطان امام ہوئے، اور تین طرف اولیاء اللہ کھڑے ہوئے ایک جانب خالی رکھی، بعد اوائے نماز مدفن مقدس میں رکھا۔ صاحب سناہل راوی ہیں کہ جب جسد مطہرہ کو قبر میں رکھا، ایک فرشتہ آیا اور اس نے سلام باری تعالیٰ کہا اور ایک کاغذ سبز رنگ دست مبارک خواجہ میں دیا۔ اس میں لکھا تھا کہ اے دوست میں تجھ سے راضی ہوں اور تو بھی مجھ سے راضی ہو اور برکت تیری سے آج عذاب قبور تمام دنیا سے



اٹھالیا۔ قطعہ تاریخ سے

ادفرا الواصلین فعین بخش جہا بصد و یقین قطب آفاق خواجہ قطب الدین!

عقل تاریخ نقل آں محمود! آب خبت بقطب الدین فرمود

پیدائش حضرت کی دو شنبہ ۵۳۷ھ یا ۵۳۸ھ در مقام ادش ہوئی، اور وفات ۱۲

ربیع الاول ۵۶۳ھ بمقام دہلی کہنہ ہوئی، روضۂ عالیہ بمقام مہرولی زیارت گاہ خامس و عام ہے

حضرت سلطان المشائخ سے روایت ہے کہ جس شب خواجہ کا واقعہ ہوا، اسی شب کو بابا

صاحب کو بشارت ہوئی، صبح وہ ہانسی سے روانہ ہو کر خاتقاہ خواجہ میں آئے۔

## احوال حضرت بابا فرید گنج شکر کا

قاضی حمید الدین اور شیخ بدر الدین نے وہ خرقہ مع تبرکات بابا صاحب کے سپرد کر کے

خرقہ پہنایا اور سب صاحب دو گانہ بجالائے، بابا صاحب بعد اداۓ دو گانہ مسند خواجہ پر

جلوہ افروز ہوئے تمام امیر و غریب فقیر سب جمع تھے بابا صاحب کے ہمراہ ایک خادم سر

ہنگام نام تھا اور حضرت کا ایسا عاشق تھا کہ بغیر دیکھے چین نہ پاتا تھا، یوجہ ہجوم خلایق

تین روز تک یہ بابا صاحب کی زیارت سے مشرف نہ ہو سکا، ایک وقت بابا صاحب

کسی کار کے واسطے تشریف لائے، سر ہنگام سے پوچھا کیا حال ہے، اس نے عرض کی نہایت

بے چین و بے آرام ہوں، تین روز سے جمال جہاں آرا سے مشرف نہ ہوا ہانسی ہی بہتر

تھی کہ بندہ باسانی زیارت کر لیتا تھا، دہلی میں یوجہ انبوہ خلایق محروم رہا، یہ سن کر حضرت نے

اسی وقت فاسق کو پڑھ کر فرمایا کہ جو نعمت پروردگار عالم نے مجھ کو عطائی کی ہے میرے ساتھ

ہے کیا شہر کیا جنگل اور کھڑے ہو کر دہلی سے روانہ ہوئے، افضل الفوائد سے نقل ہے

کہ ایک فاسق کو پایاں روضہ خواجہ میں دفن کیا، اسی شب کو ایک بزرگ نے اس کو خواب

میں دیکھا کہ جنت میں بخوشی پھر رہا ہے، پوچھا کہ یہ دولت کہاں سے پائی، اس نے کہا

جس وقت مجھ کو پایاں خواجہ میں دفن کیا فرشتہ عذاب کے آئے، مگر روح مبارک خواجہ کو

کسی قدر ناگوار گزرا، اسی وقت ان فرشتوں کو فرمایا الہی ہوا کہ ہر سایہ خواجہ سے جدا ہو

اور کہہ دو کہ میرے روضہ کا ہمسایہ ہے ہم تنہا سے بخشا، تاقیامت اس پر آگ حرام کی جو  
تیرا ہمسایہ ہو گا اس کی مغفرت ہوگی، جو امع الکلم سے نقل ہے کہ شیخ علاؤ الدین بخنوری  
واسطے زیارت خواجہ حاضر ہوئے، قریب روضہ کے مشغول تھے، کہ مزار مقدس سے آواز  
ہوئی کہ اے علاؤ الدین اگر میں زندہ ہوتا تو تیری یہ مجال تھی کہ میرے پہلو میں بیٹھتا اور ایسی  
باتیں کرتا، اٹھ اور اپنی جگہ پر جا، وہ اسی وقت باہر آئے، اور اپنی حرکت پر نادام ہوئے، سترہ  
روز رہے پھر قریب روضہ کے نہ بیٹھے، ہر صبح اگر دروازہ کے باہر آکر بیٹھتے تھے، حضرت  
سلطان المشائخ سے روایت ہے کہ ایک بار میں واسطے زیارت کے حاضر ہوا، اور مشغول  
ہوا، دل میں یہ خیال آیا کہ خواجہ کو میرے آنے کی خبر ہوئی یا نہیں، اسی وقت روضہ عالیہ  
سے آواز آئی،

مرا زندہ پندار چوں خویش تن من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن  
پس بندہ کو اس بیت سے تسلی اور خوشی ہوئی بندہ نے بزرگوں سے سنا ہے کہ پھر پلو  
کے میلہ پر بہت کچھ خلائق درود سے اپنی حاجتیں لے کر آتے ہیں اور مرادیں پاتے ہیں،  
ایک بار کا ذکر ہے کہ شاہجہاں پور سے ایک رنگریز کہ بہت مرفہ حال تھا، اس کی عورت  
حاضر ہوئی اور روح پاک سے استدعا کی، کہ یا حضرت اگر میرے گھر کا چراغ روشن ہو گیا،  
تو بندی بامراد آکر چادر چٹھائے گی، قدرت خدا سے اس کے گھر فرزند خوبصورت پیدا  
ہوا، جب اس کی عمر پانچ برس کی ہوئی، تو وہ بامراد اپنی برادری کو لے کر واسطے ادا کرنے  
میلہ چھڑیوں پر آئی، اور تھیل تن کے قریب آکر ٹھہری، ناگاہ وہی پسر کھلتا تھا اس  
نے کسی قبر پر پیشاب کر دیا، مٹا کر کر بیہوش ہو کر مر گیا، جب اس کی ماں نے دیکھا، دوڑ  
کر اس کو گود میں لیا، اور آستانہ شریف کے اندر آئی، آتے ہی حجر کے اندر گھسی، کوئی  
اس کو روک نہ سکا، کس واسطے کہ اندر حجر شریف کے عورتوں کے جانے کا حکم نہیں ہے  
مگر یہ نہ رُکی، اور اس بچہ کو پایاں مار پڑا ل کر کہا کہ خواجہ تم نے دیا تھا، تم نے لے لیا، اور  
گر در روضہ کے دھڑ دھڑ کر پھرنے لگی، ہزاروں آدمی موجود تھے، کیونکہ میلہ عظیم تھا، مگر  
سب متحیر اور ساکت تھے، کہ یکایک وہ عورت بیہوش ہو کر گری، بعد مٹھوڑی دیر کے

وہ بچہ رویا، اس کی ماں نے اُٹھ کر اس بچہ کو گود میں لے لیا، اور اپنا اور اپنے بچے کا تمام زیور محتاجوں اور خادموں پر بھینک دیا، اور بخوشی اپنی قیام گاہ پر آئی، اور منت ادا کی۔ لوگوں نے اس سے دریافت کیا کہ کیا ماجرا گزرا، اس نے بیان کیا کہ جب میں بیہوش ہو کر گری تو دیکھا کہ حضرت خواجہ صاحب ایک محفل میں تشریف فرما ہیں، بندی مستدعی تھی ہی حضرت نے اہل مجلس سے ایک صاحب کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ فلاں شخص کو کہ جن کا نام میں بھول گئی، طلب کرو، جب حاضر ہوا، ان سے فرمایا کہ بھائی اس نے تمہارا کیا قصور کیا، انہوں نے عرض کی کہ میرے مزار پر پیشاب کیا، اس پر حضرت نے ان سے فرمایا کہ بھائی میرے پاس ہر قسم کا آدمی آتا ہے، تم کو بہت عفتہ ہے، یہاں نہ بیٹھے گا، بہتر ہے کہ کعبہ میں چلے جاؤ، یہاں نہ رہو، اور مجھ سے فرمایا کہ تیرا فرزند زندہ ہے تو کیوں روتی ہے یہ فرمایا ہی تھا کہ میرے کان میں اپنے بچہ کے رونے کی آواز پہنچی، حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی سے روایت ہے کہ بعد انتقال حضرت خواجہ کے امساک بارہاں ہوا، خلقت مرنے لگی، سلطان شمس الدین نے قاضی حمید الدین وغیرہ درویشوں سے استدعا کی، کہ دعا کیجئے پانی بر سے، خلق خدا پر بہت تکلیف ہے، قاضی جی نے فرمایا، کہ حضرت خواجہ کا ختم کرو اور مجلس صاع ہوتا کہ عاشقان خدا کو شوق ذوق پیدا ہو پانی بر سے گا، القرض ایسا ہی ہوا صاحب مراۃ الاسرار راوی ہیں کہ روحانیت حضرت خواجہ سے روح سالار مسعود غازی کو بہت کچھ فیض پہنچا ہے اور سالار بحکم خواجہ کار براری خلق کی کرتے ہیں، چنانچہ میر سید سلطان اپنے ملفوظ میں لکھتے ہیں کہ بندہ حسب اجازت پیر خود حضرت علاؤ الدین چشتی بارہ برس تک سوحن پر پراتے قبرستان میں مشاہدہ اور مجاہدہ میں مصروف رہا، ایک بار میرا تے ایک قبر کے مشغول تھا، کہ ایک بیمار مبتلا تے برص چلا جاتا تھا، ناگاہ ایک نوجوان خوبرونجگ سوار پیدا ہوا اور چند تازیانے اس بیمار کے مارے کہ وہ گر پڑا تمام کھال اس کی اوڑھ لگی میں نے دیکھا کہ پرانی کھال گر گئی، اندر سے اچھی کھال برآمد ہوئی، بیمار اسی وقت چلا گیا، میں یہ ماجرا دیکھ کر اس نوجوان کے پاس گیا، اور استفسار حال کیا، انہوں نے عرض کیا کہ اس بیمار نے آستانہ خواجہ پر اپنی صحت



کی التجا کی، میں نے بموجب حکم خواجہ کے اس کو بیماری سے نجات دی، پھر میں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں، فرمایا کہ میں سالار مسعود ہوں، مقام میرا بھراٹھ ہے، صاحب اقتباس الانوار اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں، کہ ایک روز بندہ رو برو قبر مبارک کے مشغول تھا، ناگاہ بے خود ہوگا، اس وقت یہ معلوم ہوا کہ قبر مبارک خواجہ شوق ہوئی، اور اس میں سے روحانیت حضرت بصورت شیرکلاں مصیب چشم ہائے روشن مثل آفتاب نکلی، میں یہ کیفیت دیکھ کر دست بستہ کھڑا ہو گیا، تھوڑی دیر کے بعد تخت نورانی پیدا ہوا۔ حضرت شیر سے برآمد ہو کر اوائل عمر صاحب جمال ہو کر اس تخت پر بیٹھے، بعد اس کے اولیاء اللہ جوق جوق آنے لگے کہ تمام احاطہ اولیاء سے پُر ہوا، اس وقت میں نے دیکھا کہ صورت احمدی اودا آنکھ میں جنبش بصورت محمدی اور پیشانی جامع کمالات صورت احمدی و محمدی دونوں ظاہر ہوئیں، اس وقت حضور نے میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ یہ شکل جو میرے دہن و چشم کی ہے مرتبہ فردیت و قطب حقیقت ہے، بعض اولیاء اس شکل سے فیض اٹھاتے ہیں اور صورت چپ جو میری پیشانی کی ہے یہ شکل حقیقت محمدی و مقام محبوبیت ہے ہمیشہ اس سے اولیاء کو فیض پہنچے گا اور وہ صاحب ولایت محمدی ہوں گے، اور فیض اس شکل کا تیرے واسطے اللہ سے طلب کرتا ہوں تجھ کو ملے گا، اور جمال ان مجموعی شکلوں کا ایسا عقاکہ اگر ذرہ بھی اس کا اس عالم پر ظہور کرے تو تمام خلایق غلبہ شوق میں مر جاوے، اور تین شعبن اس بے کس کو تعلیم فرمائے، ایک معدن اجرت، دوسرا انجام الاسرار، تیسرا مراقبۃ الانوار۔ کیا مرتبہ عالی ہے کہ یہ فقیر اٹاٹاٹا فیضان حضور سے مشرف ہوا، شکر اس نعمت عظمیٰ کا کس طرح ادا کروں۔ صاحب مرآۃ الاسرار سے روایت ہے کہ حضرت کے دو پسر تھے ایک شیخ احمد کہ قرآن کے پہلوئے خواجہ میں ہے، دوسرے شیخ محمد کہ انہوں نے خورد سالی میں انتقال کیا، حضرت خواجا احمد کو شیخ احمد تیماجی کہتے ہیں، اور اولاد آپ کی زمانہ سلطان المشائخ تک زندہ رہی، خلفاء حضرت کے یہ ہیں۔ شیخ فرید الدین گنج شکر، مولانا بد الدین عزتوی، شیخ برہان الدین بلخی، شیخ ضیاء الدین رومی، سلطان شمس الدین التمش، شیخ بابا سمجری بکریا، مولانا فخر الدین

حلوائی، شیخ سعد الدین، شیخ پیر بخش، شیخ محمد بہاری، شیخ احمد تیماجی، شیخ حسین، شیخ فیروز  
 شیخ بدر الدین مورتا، شیخ حضرت قلندر، شیخ نجم الدین قلندر، مولانا احمد عاجزی، سلطان  
 نصیر الدین، قاضی حمید الدین ناگوری، مولانا شیخ محمد، مولانا بہان الدین حلوائی، شیخ  
 صوفی بدہنی، مولانا حضرت معین، شیخ جلال الدین ابوالقاسم، شیخ نظام الدین ابوموید،  
 شیخ تاج الدین منور، جلال الدین تبریزی وغیرہ۔

## ذکر سلطان شمس الدین لہتمش بن الیم خاں ترک قلس اللہ سیرۃ العزیز

یہ بادشاہ رحیم اور کریم اور عادل اور کامل اور خلفائے نامدار حضرت خواجہ قطب الدین  
 بختیار کاکی کے تھے، اور منجملہ نظر خواجہ معین الدین کے اس بادشاہ کو خاندان چشتیہ سے  
 کمال اعتقاد تھا، ظاہر میں گو بادشاہ تھا مگر دل فقیر تھا، ان کا یہ قاعدہ تھا کہ کم کھاتے، کم  
 سوتے، تمام شب بیدار رہتے، اپنے کسی کام کے واسطے غلام اور نوکروں کو تکلیف نہ دیتے  
 رات کو ڈول رسی زیر پلنگ رہتی تھی، واسطے اداۓ نماز تہجد کے جب تجدید و منو کرتے  
 خود پانی بھر لیا کرتے تھے کہ دوسرا بے آرام نہ ہو اور آخر شب گھڑی اور گھڑی گشت  
 کرتے جس کو تکلیف ہوتی اس کو رفع کرتے، علاوہ صلوات کو بہت کچھ دیتے تھے، یعنی تعیلوں  
 میں بھر کر پوشیدہ ان کے گھروں میں پھینک دیتے اور حوض شمس بنایا، جس کی کیفیت اوپر بیان  
 ہو چکی ہے۔ اصل ان کی اس طرح پر ہے کہ یہ ترکستان کے بزرگ زادہ تھے، گردش روزگار  
 سے بحالت گرفتاری وارد ہندوستان فیض بنیان ہوئے۔ صاحب خزینۃ الاصفیاء نے  
 لکھا ہے کہ پہلے ان کو صدر جہان نے خرید لیا، پھر سلطان شہاب الدین نے اور بعد سلطنت  
 قطب الدین میں یہ حاکم بدایوں ہوئے، پھر بعد سلطان قطب الدین کے سلطان آرام شاہ  
 تخت دہلی پر بیٹھے، ان سے امرائے دہلی بد دل ہوئے اور امیر علی اسماعیل سپہ سالار وغیرہ امراء  
 نے سلطان آرام شاہ کو معزول کیا اور ان کو بدایوں سے بلا کر شہر میں تخت پر بٹھایا کہ  
 سلطان قطب الدین کے داماد بھی تھے، ان کے عہد میں بہت کچھ فتوحات ہوئیں، چنانچہ  
 دسویں سال جلوس میں خوارزم شاہ داماد چنگیز خاں کو شکست دی، ملک گوالیار قبضہ میں آیا

اور جین فتح کیا، مہال کا مندر منہدم کیا جو بارہ سو برس تک کا بنا ہوا تھا، غنیمت بہت آئی مہاراجہ  
بکراچیت کی تصویر کو خراب کر کے دروازہ مسجد قوت الاسلام میں لٹکانی فخر الملک بغدادی اور  
نظام الملک یہ دونوں زیر کار و بار سلطنت کرتے تھے، یہ بادشاہ نہایت پابند سنت محمدی تھا،  
امورات خلاف شرع کو پسند نہ کرتا تھا، رسول مقبول کی زیارت سے مشرف ہوا، حضرت علیہ السلام  
سے ۲۰ شعبان ۶۳۴ھ میں وفات پائی۔ مزار عقب مسجد قوت الاسلام کے بطور زیارت گاہ  
موجود ہے۔ نقل کرتے ہیں کہ سلطان رنویہ بیگم دختر اس کی نے جب اس بادشاہ کا مقبرہ تیار کرایا،  
اور وہ بن کر تیار ہو چکا اسی شب کو آپ نے بشارت دی کہ گنبد میرے مقبرے کا گرا دو، جس  
واسطے کہ میرے حضرت خواجہ کے مزار پر بھی گنبد نہیں ہے، ترک ادب ہے، مجھ کو گنبد نیلی  
ہی کافی ہے، صبح وہ گنبد ٹر ڈالیا گیا۔ چنانچہ ویسا ہی لب ٹرک موجود ہے۔

## حضرت مولانا بدرالدین غزنوی قدس اللہ سرہ العزیز

آپ مرید اور خلیفہ عظام حضرت خواجہ قطب الدین کے تھے، حضرت خواجہ آپ کو  
دوست رکھتے تھے، اور بزرگی ان کی ملفوظات خواجگان حشت سے ظاہر ہے آپ دراصل  
غزنی کے باشندے تھے، وہاں سے آپ پہلے لاہور میں تشریف لائے اور حضرت خواجہ کی  
کرامات کا شہرہ سنا، مشاق زیارت ہو کر دہلی میں آئے اور حاضر خدمت خواجہ ہو کر مرید  
ہوئے، آخر مرتبہ خلافت پر پہنچے، بعض نے لکھا ہے کہ آپ نے بمقام غزنی خواب  
میں دیکھا کہ رشتہ ارادت میرا ساتھ خواجہ کے درست ہوا، صبح سراسر شوق خواجہ دہلی آئے  
اور بطریق ظاہری بھی مرید ہوئے، آپ تذکیر بہت فرماتے تھے، اکثر کلمات محبت فرمایا  
کرتے تھے، آپ کی مجلس تذکیر میں بابا صاحب قاضی حمید الدین، سید مبارک غزنوی و مولانا  
محمد الدین حاجی عاجزنی وغیرہ مشائخ دہلی بھی جمع ہوتے تھے، اور سماع میں بہت غلو کرتے  
تھے، حضرت سلطان المشائخ سے روایت ہے، کہ کسی نے پوچھا کہ مولانا آپ میں قوت  
اٹھنے بیٹھنے کی نہیں بوجہ ضعیفی کے مگر سماع میں یہ شوریں کرنے کی قوت کہاں سے آجاتی  
ہے، آپ نے فرمایا کہ یہ قوت عشق کی ہے، سیر الاولیاء سے نقل ہے کہ مولانا بدرالدین



کی حضور علیہ السلام سے ملا، آپ نے عرض کیا بہتر ہے، ایک روز آپ تذکرہ کر رہے تھے، کہ ایک شخص آدمیوں سے دور بیٹھا ہوا تھا، آپ نے اپنے والد سے کہا، کہ حضرت حضور بیٹھے ہیں، انہوں نے کہا کہ بعد تذکرہ بھی ملے گا، آپ نے کہا ہاں، مگر جب تذکرہ ہو چکی تو ناپیدا اور غائب ہو گئے، اور عمر شریف آپ کی ایک سو کئی برس کی ہوئی، رحلت آپ کی ۶۵۷ھ میں ہوئی، مزار پائیں مزار خواجہ کے ہے۔

## ذکر قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کبار مشائخ ہند اور خلیفہ شیخ شہاب الدین کے تھے اور شمس الدین بھٹائی کی بھی صحبت سے فیضان حاصل کیا تھا، ان کے والد کا نام علاء اللہ تھا، شیخ عبدالحق محدث دہلوی تحریر کرتے ہیں، کہ حضرت ہمراہ پدر اپنے کے دہلی میں آئے، یہاں ان کے والد فوت ہوئے، عالم بے مثل تھے، بادشاہ وقت نے ان کو ناگور کا قاضی کیا، آپ نے تین برس تک نہایت امانت اور دیانت سے ناگور کی قضا کو انجام دیا، ایک شب حضرت رسول مقبول کو خواب میں دیکھا، کہ گویا ان کو اپنی طرف بلا تے ہیں، صبح ترک علائق کر کے حرمین شریفین کی طرف راہی ہوئے، جب بغداد پہنچے، شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور مرید ہو کر ایک سال کا رفقہ کو انجام دیا، بعدہ فرقہ خلافت حاصل کی، اسی جگہ حضرت خواجہ قطب الدین سے ملاقات ہوئی، پھر شیخ نے ان کو حرمین کی طرف رخصت کیا، ایک سال سات ماہ چند یوم مدینہ منورہ میں رہ کر بزرگان مدینہ طیبہ سے ملاقات کر کے تین سال مکہ معظمہ میں رہے، ایک روز طواف کعبہ میں یہ ایک بزرگ کے قدم بقدم طواف کر رہے تھے، کہ انہوں نے منہ پھیر کر کہا کہ اے حمید الدین متابعت ظاہری سے کیا سود، متابعت باطن کر آپ نے جواب دیا وہ کیا ہے، انہوں نے فرمایا میں ہر قدم پر ختم قرآن کرتا ہوں، ان کے دل میں خیال ہوا کہ معنی کلام شریف دل پر گزر جاتے ہوں گے، انہوں نے فرمایا کہ لفظ لفظ ادا کرتا ہوں، یہ سن کر آپ کو زیادہ حیرت ہوئی، وہاں سے دہلی میں آئے، اور فریقہ حضرت خواجہ قطب الدین ہو کر حضرت ہی کی خدمت میں سکونت اختیار

کی، اور انواع کمالات حاصل ہوئے اور سماع سے بہت خوش تھے، صاحب اخبار الانبیاء نے لکھا ہے کہ باوجود جامعیت علوم ظاہری و باطنی کے مزاج میں آپ کے ظرافت بھی تھی، ایک روز شیخ برہان الدین بطنی وقاصی کبیر الدین خوارزمی گھوڑوں پر سوار جاتے تھے، راہ میں ملاقی ہوئے، قاصی کبیر نے کہا اے حمید الدین گھوڑا بہت چھوٹا ہے، آپ نے جواب دیا چھوٹا ہے لیکن بڑوں سے بہتر ہے، فوائد شریف میں تحریر ہے کہ قاصی حمید الدین کو بابا صاحب سے بہت دوستی تھی، ایک روز بابا صاحب نے چاہا سنیں مگر قوال حاضر نہ تھے، شیخ بدر الدین سے فرمایا کہ وہ خط کہ جو قاصی حمید الدین نے بھیجا ہے لا، شیخ بدر الدین نے وہ لفافہ لا کر حضرت کے روبرو رکھا، آپ نے خط نکال کر شیخ بدر الدین کی طرف اشارہ کیا کہ پڑھ، قاصی حمید الدین نے وہ خط نہایت عاجزی کے ساتھ لکھا تھا، سنتے ہی ذوق پیدا ہوا، اور وہ رباعی کہ جو آخر خط میں لکھی تھی یاد کی، رباعی یہ ہے۔

اے عقل کجا در کمال تو رسد      و اے روح کجا کہ در جمال تو رسد  
گیرم کہ تو پردہ برگزینی ز محل      اے دید کجا کہ در جمال تو رسد  
لکھا ہے کہ شیخ شہاب الدین سہروردی نے آپ کی نسبت یہ فرمایا تھا، کہ خلفائے  
فی السند کبیر و فہم الدین ناگوری یعنی میرے خلفائے ہند میں سب سے بزرگ حمید الدین  
ناگوری ہے، آپ کے تین خلیفہ ہوئے ہیں۔ شیخ احمد نروانی و عین القصاب حسن رسن  
تاب اور حضرت کثیر التصانیف تھے، رسالہ عشقیہ و مقامات اصفیہ وغیرہ کتب آپ کی تصنیف  
سے ہیں، صاحب سیر الاولیاء سے روایت ہے کہ قاصی حمید الدین بعد نقل حضرت قطب  
الاقطاب دس سال زندہ رہے، جب وقت آپ کا قریب آیا، آپ نے اولاد کو  
وصیت کی، کہ بندہ کو پایان مزار خواجہ کے دفن کرنا، بعد دس رزیع الثانی بقولے نویں  
رمضان ۷۴۸ھ میں رحلت فرمائی، دفن کرتے وقت آپ کی اولاد نہ چاہتی تھی، کہ ہم آپ  
کو پایان خواجہ صاحب کے دفن کریں، مگر آپ کی وصیت سے ناچار ہوئے، اور چوترہ بلند  
بنوایا، آپ نے اسی شب کو بحالت خواب اپنے فرزند سے فرمایا، کہ تم نے بلند چوترہ  
بنا کر مجھ کو روئے مبارک خواجہ سے شرمندہ کیا ہے، حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں،

کہ میں نے بارہا پایاں خواجہ قربت خواجہ درمیان قبر قاضی کے نمازگزاری ہے، وہ ذوق اور راحت پائی ہے، کہ بیان سے باہر ہے، بعد اس کے فرمایا کہ مکان کا کیا اثر ہے یہ اثر ان دونوں کا ہے، یہ دونوں حضرت اسمودہ ہیں، مجاہدانِ آستانہ قطب الاقطاب سے جو صاحب قاضی کھلاتے ہیں، آپ کی اولاد سے ہیں۔

**ذکر شیخ علی بن حری قدس سرہ العزیز** | آپ محب خواجہ بزرگ کے اور خلیفہ خواجہ قطب الدین

کے تھے، کتب ہائے خاندانِ چشتیہ میں ہر جگہ ان کا ذکر ہے، دلیل العارفین سے نقل ہے، کہ خواجہ بزرگ خلافت نامہ آپ سے لکھا کر دیا کرتے تھے، بغیر ان کی تحریر کینے آپ دستخط نہ فرماتے، بعض نے لکھا ہے کہ قطب الاقطاب سے بہت محبت تھی، خلیفہ خواجہ بزرگ کے تھے، اور ہم عصر سلطان شمس الدین کے تھے، جائے مزار آپ کا زیرِ منار مسجد قوت الاسلام کے واقع ہے۔

**ذکر صاحبزادہ عالی قدر یعنی حضرت خواجہ احمد قدس سرہ**

پسر بزرگ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ آپ کو خواجہ احمد تیباجی بھی مشہور کرتے ہیں، آپ عمر طبع کو پہنچے تھے، اور اولاد بھی ہوئی، اور اکثر آپ کے فرزندوں سے تاحمد حضرت سلطان المشائخ زندہ تھے، انہوں نے حضرت سے تکیں علم الہی کی کی اور بعد انتقال کے پہلوئے والد اپنے میں مدفون ہوئے، چادر مزار قطب الاقطاب آپ کے مزار پر بھی رہتی ہے اور دوسرے چھوڑے تھے، ایک نوجو دوسرے سید کبیر حبیب ان دونوں نے انتقال کیا، تو صحنِ روحہ جدا اپنے میں مدفون ہوئے، سن وفات حضرت کا کسی کتاب میں دیکھنے میں نہیں آیا۔

**ذکر بابا حاجی روز بہ قدس سرہ** | حضرت اُن سے مشرب تھے اور بہت باکمال کہ آپ کی وجہ سے بہت لوگ مشرف باسلام

ہوئے، آپ خندقِ قلعہ پتھور میں مسکن گزین تھے، وہیں آپ کا مزار ہے، لکھا ہے کہ



سب سے پہلے دہلی ہیں، آپ ہی وارد ہوئے ہیں، آپ کے خاندان کا کچھ پتہ نہ ملا کہ کس خاندان کے فقیر ہے۔

ذکر مولانا سعد وقاصی عماد رحمۃ اللہ علیہ | یہ دونوں صاحب اکابر علمائے دہلی سے تھے، اول اول بوجہ

سماع کے حضرت خواجہ قطب الدین سے ان کو رد و کد تھی، آخر حلقہ ارادت میں آئے، مزار آپ کا پہلوئے خواجہ میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ نظام الدین ابوالموید قدس سرہ | آپ نبیرہ شمس العارفین اور خلیفہ حضرت

خواجہ قطب الدین کے تھے، اپنے والد سے جدا ہو کر فضائل صدی اور معنوی حاصل کئے اور شیخ احمد غزنوی اور شیخ عبدالواحد کی ملازمت سے مشرف ہوئے، اور فیضان حاصل کیا، فواید شریف سے نقل ہے کہ ایک بار بوجہ اساک باراں کے غلہ گراں ہوا، خلقت پر سختی گزرنے لگی، تمام خلافت دہلی، ہجوم کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اور درخواست کی کہ آپ ہم پر کھڑے ہوئے اور آستین اپنی سے ایک دامن نکالا، ایک تار اس میں جدا ہو گیا تھا، اس تار کو آسمان کی طرف کر کے کہا، کہ الہی بھرت اس ایک تار اس بڑھیا کے دامن کے کہ جس نے تمام عمر نامحرم مرد کو نہیں دیکھا، اور بحق راز و نیاز کے کہ وہ جو تیرے ساتھ رکھتی تھی، بارش کر در نہ جنگلوں میں بسر کر دوں گا، آبادی میں پھر کبھی قدم نہ رکھوں گا، اسی وقت ایسی بارش ہوئی، کہ جنگل پانی سے بھر گئے، ہر جگہ سیلاب ہو گیا، بعد اس کے لوگوں نے ان سے دریافت کیا کہ یہ دامن کس کا اور کیسا تھا، آپ نے فرمایا کہ وہ دامن ہے کہ حضرت خواجہ قطب الدین نے میری والدہ کو عنایت کیا تھا، وہ اس کو سر پر رکھ کر عبادت کیا کرتی تھیں، نام آپ کی والدہ کا بی بی سارا تھا، مزار دونوں صاحبوں کے پشت عید گاہ کمنہ پر ہیں، شیخ جمال الدین کو لوی آپ ہی کی اولاد سے تھے اور ۶۷۳ھ میں شیخ نظام الدین نے وفات پائی۔

**ذکر شیخ معز الدین دہلوی** کہ پہلے نائب سلطنت تھے، بعد مرید حضرت قطب

الاقطاب کے ہو کر فقر اور قاذۃ اختیار کیا، اور باکمال مشقت مقصود حقیقی پر پہنچ کر خرقہ خلافت حاصل کیا، مزاران کا جو روضہ خواجہ میں ہے۔

**ذکر حضرت خواجہ محمود مویکنہ دوز قدس اللہ سرہ** آپ مرید قاضی حمید الدین کے

تھے، حضرت خواجہ میں نہایت اعتقاد تھا، حضرت سلطان المشائخ سے نقل ہے، کہ جس کا بروہ فرار ہوتا وہ اگر حضرت سے دعا چاہتا، جس روز کے واسطے آپ فرماتے اسی روز وہ آجاتا، ایک روز حضرت کی خدمت میں ایک شخص آیا، اور عرض کی میرا غلام بھاگ گیا ہے، دعا کیجئے کہ وہ آجاوے، فرمایا کہ جا فلاں وقت آجائے گا، مگر مجھ کو خبر کر دینا، اتفاقاً وہ بروہ اس کے مکان پر آگیا، اس نے حضرت کو خبر نہ کی وہ پھر بھاگ گیا، صاحب غلام نے پھر اگر عرض کیا، آپ نے فرمایا تو نے پہلے خبر نہیں دی، اب وہ آوئے گا، موقوفات چشتیہ میں ہر جگہ آپ کا ذکر ہے، وفات آپ کی ۶۵۵ھ میں ہوئی، مزار متصل روضہ کے باہر دروازہ درگاہ بجانب حوض شمسی ہے اور مشہور ہے کہ تیزی ذہن کے واسطے آپ کی قبر پر سے پتھر اٹھا کر لارہ کھتے ہیں، جب کام ہو جاتا ہے، اس کے برابر شریعتی قول کہ تقسیم کرتے ہیں۔

**ذکر شیخ فرید الدین ناگوری نمبر سلطان التار کیس صوفی**

**حمید الدین ناگوری**

کہ صاحب سجادہ اپنے جد کے تھے، عہد سلطان محمد تغلق دہلی میں آئے اور بھمنڈل کے پاس مقیم ہوئے اسی جگہ راہ خواجہ میں آپ کا مزار ہے، آپ کی عمر سو برس کی ہوئی، سلسلہ نسب آپ کا سعد بن زید سے عشرہ مبشرہ میں ملتا ہے، اخبار الاخیار سے نقل ہے کہ آپ کے مزار پر ایک پتھر بھاری بڑا ہے، کہتے ہیں کہ شیخ اس کو حالت سکر میں اپنی گردن پر ڈال کر تشریف لائے تھے، اس وجہ سے چاک پران کہتے ہیں، اصل چاک پیران ہے،

صحیح یہ ہے کہ آپ کا مزار لاڈوسرائے میں ہے، متصل مسعودیک کے،

**ذکر حضرت دائی من میل** | اولاد شرفاوش سے ہیں اور شیردہ حضرت خواجہ قطب الدین ہیں، ہمیشہ ریاضت اور عبادت میں

مشغول رہتی تھیں، جب خواجہ تولد ہوئے انہوں نے شیر پلایا، اور بہت محبت رکھتی تھیں جب خواجہ بزرگ ہوئے اور دہلی میں قیام پذیر ہوئے، ان کو اوش سے طلب کر کے خرقہ خلا عطا فرما کر ولایت دہلی آپ کے متعلق فرمائی، آپ سے ہزاروں صاحب کمال ہو گئیں، اور حضرت خواجہ نے ان کو اپنے حقوق ادا کئے، پھر اپنے گھر کا ان کو مختار کیا، یہ کبھی باہر مردانہ میں نہیں آئیں، مزار ان کا مقابل مسجد کمنہ دروانہ شرقی روئے حضرت خواجہ کے واقع ہے۔

**ذکر حضرت شیخ احمد ربیع قدس سرہ** | حضرت کے ہم شیر و مرید حضرت خواجہ کے تھے، اور ہر محل پر حاضر رہا

کرتے تھے، ہر شب مجلس رسول مقبول میں حاضر ہوتے، ایک شب رسول مقبول علیہ السلام کی مجلس میں تھے کہ حضور نے ان سے ارشاد فرمایا کہ صبح میرا سلام قطب الدین کو پہنچانا اور ظاہر کرنا کہ تین روز سے تحفہ نہیں آیا، غفلت نہ چاہیے، جب یہ بیدار ہوئے، کل ما جوئے شب حضرت سے عرض کیا، حضرت نے فرمایا، اب میں حضور سے منقلع ہوا، اب کبھی ناغہ نہ ہوگا، مزار ان کا روئے خواجہ میں پائیں مزار شیخ جلال الدین ابدال کے واقع ہے۔

**ذکر حضرت شیخ امام الدین ابدال قدس سرہ** | کہ ہم شیر یعنی کو کہ خواجہ کے تھے، اور تحالہ زاد بھائی

صنیاء الدین مدعیب کے تھے، بمقام اوش و دیگر جگہ اولیاء کی خدمت سے مشرف ہوئے علم ظاہری و باطنی ہم پہنچایا، خواجہ فرید الدین گنج شکر سے ہم محبت رہے، آپ کا یہ حال تھا کہ جس کی طرف تیز نظر سے دیکھتے وہ اولیاء ہو جاتا، ہمیشہ ہمراہ ابدال پیروطیہ میں عجائب و غرائب زمانہ کا تماشا کیا، آخر عمر میں بسبب محبت والدہ یعنی دائی من میل اور زیارت حضرت خواجہ اوش سے دہلی آئے، جب حضور خواجہ میں پہنچے مرید ہونا چاہا، حضرت خواجہ نے فرمایا کہ تمہارا نصیب ساتھ بدر الدین کے ہے، ان کا مرید ہو، پس بحکم خواجہ



مولانا بدرالدین کے مرید ہو کر ریاضت و عبادت میں مشغول ہوئے خلیفہ اور صاحب سجادہ اپنے پیر کے ہوئے، سماع بہت سنتے تھے، حضرت سلطان المشائخ سے بہت محبت رکھتے تھے، جب حضرت سلطان المشائخ سنتے تھے، آپ کو ضرور طلب کیا کرتے تھے، زیارت حرمین شریفین سے بھی مشرف ہوئے تھے، وفات آپ کی مشہور میں ہوئی، پایان مزار خواجہ میں متصل مزار مولانا بدرالدین کے آپ کا مزار بھی ہے۔

## ذکر حضرت شیخ شہاب الدین عاشق خدا پسر شیخ

### امام الدین ابدال

کہ مرید اور خلیفہ اپنے پدر کے تھے، اور اپنے وقت میں شیخ عصر تھے، صاحب کلمات الصادقین نے لکھا ہے، کہ مولانا بدرالدین غزنوی سے بھی فیض حاصل کیا ہے اور محبت اور عشق حقیقی میں اعلیٰ درجہ تک پہنچ گئے تھے، ایک روز آپ کے یہاں مجلس عرس شیخ امام الدین ابدال میں نان و گوشت تیار تھا، مگر خلق بہت جمع تھی، غلام نے عرض کیا کہ کھانا بہت ہی کم ہے، خلق کثیر ہے، آپ نے فرمایا کہ نان و گوشت کو ڈھانک کر بسم اللہ کہہ کر باٹنا شروع کر اللہ تعالیٰ برکت دے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حاضرین کو تقسیم بھی ہوا، اور پیر جوں کا توں باقی تھا، مزار آپ کا عقب حیدر گاہ کہنے کے زیارت گاہ خلعتی ہے اور شیخ شمس الدین جانا پران کا مزار بھی اسی جگہ ہے۔

## ذکر شیخ حسن دانا قدس سرہ

قاضی زادہ تھے، جب ان کے والد نے انتقال کیا، بادشاہ وقت نے حکم قضا ان کے سپرد کرنا چاہا، انہوں نے انکار کیا اور اپنے کو دیوانہ بنایا، جب یہ خبر حضرت خواجہ کو ہوئی، آپ نے فرمایا وہ دانا ہے کہ قضا کو قبول نہ کیا، اس روز سے دانا مشہور ہوئے، جب خدمت حضرت میں پہنچے مرید ہو کر مقربان درگاہ سے ہوئے، حرازان کا عقب مسجد مدہ خواجہ واقع ہے۔

## ذکر خواجہ حسن خیاط قدس سرہ

کہ اولیائے کرام و علمائے عظام دہلی سے تھے  
 ترک لباس کر کے حضرت خواجہ کے مرید ہو کر  
 فقر و فاقہ اختیار کیا، ریاضت اور مجاہدات شاقہ میں مشغول ہوئے اور کار اپنا بکمال پہنچا کر غرقہ خلافت  
 حاصل کیا، ہمیشہ خانقاہ پیر و مرشد میں رہتے اور جامہائے حضور میں بخیہ کیا کرتے تھے، اس  
 وجہ سے خیاط مشہور ہوئے، مزاران کا متصل دروازہ مسجد روضہ خواجہ واقع ہے۔

## ذکر حضرت سید امجد وسید زین الدین قدس سرہ

ان دونوں بزرگوں  
 کو کشف الارواح

کشف القبور تھا، بلا واسطے روح پاک حضرت خواجہ قطب الدین سے تربیت پائی، ایک روز  
 سید امجد کا گزر دریا پر ہوا، جب پانی میں اترے ڈوبنے لگے، ایک مرد نے پاس سے سر نکالا،  
 اور ان کا ہاتھ پکڑ کر ڈوبنے سے بچایا، انہوں نے معلوم کیا، کہ وہ خواجہ تھے، جنہوں نے بچایا  
 اس روز سے آستانہ کے باہر قدم نہ رکھا، اور تصور مزار مبارک میں مشغول رہتے تھے، جب  
 ان دونوں صاحبوں نے وفات کی عرض شمسی پر مدفون ہوئے، مزاران کے قریب مقبرہ شیخ  
 عبدالحق محدث دہلوی کے ہیں۔

## ذکر حضرت شیخ احمد نروانی قدس سرہ

علفائے قاضی حمید الدین ناگوری  
 شہر دہلی چشتی مرد بزرگ و قف

امراہ حقیقت تھے، شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی نے ان کی نسبت فرمایا تھا کہ مشغولی شیخ احمد نروانی  
 اکیسے کی دس صوفیوں کے برابر ہے، یہ حضرت وقت انتقال حضرت خواجہ دہلی میں موجود تھے،  
 بعض وقت کار بافندگی میں حالت پیدا ہوتی کہ از خود رفتہ ہو جاتے اور کار خود بخود ہوا کرتا،  
 ایک بار قاضی حمید الدین واسطے دیکھنے ان کے کے مکان پر آئے، آپ کام کر رہے تھے،  
 وہیں ملاقات ہوئی، قاضی صاحب نے چلتے وقت فرمایا کہ احمد کب تک کار اصلی کو چھوڑ کر  
 اس کار میں مشغول رہے گا، یہ کار کار آگاہوں کا نہیں ہے، اس کار سے دست بردار ہوو  
 کار کہ جو کار آمد ہے، اس میں کار بند ہو کہ اس کار سے بیکاری بہتر ہے، بعد رخصت  
 قاضی حمید الدین کے آپ اپنے آگاہوں میں شیخ آہنی ٹھونکنے لگے، اتفاقاً وہ ہاتھ میں لگی،

ہاتھ زخمی ہو گیا، پس اس کار سے بے کار ہو کر عبادتِ الہی میں مشغول ہوئے، سال ۱۶۱۱ء میں وفات پائی، مزار وہی میں ہے۔

## ذکر حضرت شیخ جلال الدین تبریزی قدس سرہ

عظام مشائخ خاندان  
پشت سے ہیں

کہ فیض عام حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی سے حاصل کیا، بہت بڑے کمال تھے جن کا ذکر پہلے ہی آچکا ہے پہلے سات برس شیخ شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں رہے اور پھر شیخ ابوسعید تبریزی کے مرید ہوئے جب شیخ کا انتقال ہوا خدمات حضرت خواجہ بزرگ اور قطب الاقطاب میں رہ کر حاصل کیا، اور بدست قطب الاقطاب خرقہ خلافت حاصل کیا، آپ ایک بار شیخ شہاب الدین سہروردی کے ہمراہ سفر حجاز میں تھے، اور دیگان ایسا تیار کیا کہ جس میں ہمیشہ آگ رہے اور سر کو آسیب نہ پہنچا دے، اس دیگان پر طعام واسطے کھانے شیخ کے گرم رکھتے اور اس کو اپنے سر پر لئے رہتے جب شیخ کھانا طلب کرتے گریا گرم حاضر کرتے، شیخ واحد الدین کرمانی سے نقل ہے کہ ایک بار سفر میں بندہ شیخ جلال الدین تبریزی کے ہمراہ تھا، جب ہم صحرائے بنی لام میں پہنچے، راستہ ایسا سخت تھا، کہ پیدل چلنا بہت مشکل ہے، اسی وقت اونٹوں کے سوداگر آ گئے، اور ہراونٹ کی بیس اشرفی قیمت کئے گئے، ہمارے قافلہ والے جو متحمل تھے، سب نے شتر خرید کئے اور باقی جو مجلس تھے ناچار ہوئے، مجبور ہمراہ کے چلے، جب شیخ جلال الدین تبریزی کو کہ یہ کیفیت معلوم ہوئی، اونٹوں کا حال دریافت کیا، معلوم ہوا کہ پانچ سو شتر اور باقی ہیں، اور جو فروختی ہیں، آپ نے ایک ہانڈی لے کر اس میں ایک اشرفی ڈال کر چادر اپنی سے ڈھانکا، اور یا لطیف کہہ کر ہاتھ ہانڈی میں ڈالا میں اشرفیان نکلیں، اسی طرح کل شتر خرید کر کل اہل قافلہ کو تقسیم کئے، القصہ حضرت کا دہلی میں آنا، بادشاہ کا معتقد ہونا، شیخ نجم الدین صغریٰ کا معاملہ پہلے طے ہو چکا ہے، بعد ان محکموں کے آپ نے وہی میں قیام کرنا مناسب نہ جان کر بدایوں میں تشریف لاکر اقامت اختیار کی، ایک روز آپ قرب شہر کنارہ تالاب پر چند اصحاب فروکش تھے، یکایک اس جگہ سے اٹھ کر تجدید و صلو کیا،



اور فرمایا کہ اسے درویشوں کو نماز جنازہ شیخ نجم الدین صغریٰ ادا کرو، اس کا ابھی وہی میں انتقال ہوا ہے، جب نماز سے قارع ہوئے، فرمایا کہ میں بواسطہ تہمت اس کے کہ دہلی سے بدر ہو کر یہاں آیا، لیکن وہ میرے پیروں کی غیرت سے جہان سے بدر ہوا، چند روز کے بعد معلوم ہوا کہ شیخ نجم الدین صغریٰ نے اسی ساعت میں انتقال کیا تھا، ایک روز آپ شہر بدایون میں اپنے دروازہ پر جلوہ نما تھے، ایک ہندو وہی بیچتا ہوا آگیا، آپ کی نظر اس پر پڑی، اسی وقت صدق دل سے مسلمان ہوا، آپ نے اس کا نام علی رکھا، اس نے اپنے گھر جا کر کل مال و متاع اپنا لے کر حضرت کی خدمت میں آیا، اور عرض کیا کہ میں ملکیت اس کی درگزر، جس طرح آپ چاہیں صرف کریں، حضرت نے کہا، اس مال کو اپنے پاس رکھ کر جس جگہ کہوں گا خرچ کرنا پس جس کو انعام دینا ہوتا، علی سے فرماتے دس درہم دے دے، یہاں تک دام خرچ ہوا کچھ باقی نہ رہا، صرف ایک درہم باقی تھا، علی نے اپنے دل میں خیالی کیا، کہ اگر اب شیخ کا حکم ہوا تو میں کہاں سے دوں گا، ناگاہ اسی وقت ایک سائل آیا، آپ نے فرمایا کہ ایک درہم تیرے پاس باقی ہے اس کو دے دے، ایک روز حضرت قاضی کمال الدین جعفری کے مکان پر تشریف لائے قاضی نماز میں تھے، آپ نے خادموں سے دریافت کیا قاضی کیا کرتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ نماز ادا کرتے ہیں، آپ نے فرمایا تمہارا قاضی نماز پڑھنا جانتا ہے، یہ فرما کر اپنے مکان مراجعت کی، دوسرے روز قاضی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شکایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ قاضی نماز پڑھنی جانتا ہے، نہایت افسوس ہے، آپ نے ارشاد کیا کہ فیروں کی نماز یہ ہے کہ جب تک کعبہ چشم ظاہری سے نہیں دیکھتے، تکبیر اولیٰ نہیں کرتے، یہ نماز ان کی درجہ ادلیٰ کی ہے اور بلند مرتبہ پر پہنچتے ہی نماز ان کی عرش بریں پر ہوتی ہے، اگر تم کو یہ حال تیسرے، بیشک نماز ادا کرتے ہو ورنہ خیر، قاضی کو یہ کلام صداقت نظام سن کر رنج تو ہوا، مگر کچھ نہ کہا، اٹھ کر اپنے گھر آیا، اسی شب کو خواب ہوا دیکھا کہ شیخ جلال الدین عرش پر نماز ادا کرتے ہیں، پس صبح ہوتے ہی قاضی شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بہت کچھ عرض کیا اور اپنے پیر سیف الدین کو حضرت کا مرید کرایا، ایک بار شیخ میں اور بہاؤ الدین زکریا ملتان میں کچھ رنجش ہو گئی تھی، اس کی کیفیت اہل کتاب نے یوں لکھی ہے،

کہ دونوں نزرگوں نے باہم کچھ سیاحت کی، ایک بار شیخ فرید الدین عطار کے شہر میں وارد ہوئے شیخ بہاؤ الدین تو یاد حق میں مشغول ہوئے، اور شیخ جلال الدین برائے سیر شہر میں آئے، ناگہا شیخ فرید الدین عطار کی خانقاہ میں پہنچے، جب فرید الدین عطار کو دیکھا، ان کے انوار کمالا میں محو ہو گئے، جب اپنی قیام گاہ پر آئے، شیخ بہاؤ الدین سے کل حال بیان کیا، اس پر شیخ بہاؤ الدین نے کہا، کاس وقت تم اپنے مرشد کے کمال اور انوار کو بھی یاد لائے تھے، انہوں کہا کہ میں بالکل محو ہو گیا تھا، مجھ کو کچھ خبر نہ رہی تھی، شیخ بہاؤ الدین کو یہ بات بڑی معلوم ہوئی ان کی صحبت ترک کی، الغرض آپ نے ایک عرصہ تک بدایوں میں قیام فرمایا، آخر بامر اللہ تعالیٰ سفر بنگالہ کا اختیار کیا، جب پہلے قویٰ تو مسلم کہ جو علقہ اراوت اور گودہ دریشوں میں آچکا تھا پیچھے شیخ کے دوڑا، شیخ نے فرمایا کہ بلا شہر نہ گیا کہ بغیر حضرت کے میں یہاں رہنا نہیں چاہتا پھر آپ نے ارشاد کیا کہ جا اسی جگہ رہ ہم نے حکم خدا تعالیٰ کو اس شہر کا قیام کیا، اور میں ہمیشہ تیرے رہبر ہوں گا، مجھ میں اور تجھ میں کچھ حجاب نہ رہے گا، پس ایسا ہی ہوا کہ علیٰ قیام بدایوں کا ہوا، اور اس سے بھی کراوات کا بہت کچھ اظہار ہوا، اور جب وہ چاہتا تھا، شیخ کو ظاہر پاتا تھا، پس جب حضرت بنگالہ میں پہنچے تمام خلق نے جو عک کی اور خانقاہ تیار ہوئی زمین مولے کے باغ لگوائے اور پیران کو وقف فرمایا، تاحال نہروں مسافر و مقیم خانقاہ پر ملتے رہے، اس جگہ قدیم بت خانہ تھا، آپ نے اپنی کرامت سے ان کو مسمار کیا، اور اسی جگہ مسجد تعمیر کی، پجاری وہاں کے مسلمان ہوئے، ہزار آپ کا اسی بت خانہ کی جگہ پر رہے وفات حضرت کی ۶۲۲ھ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت شیخ محمد ترک نار نعلی قدس سرہ** کہ آپ کو پیر ترک اور سلطان بھی کہتے ہیں، مرید خواجہ عثمان

ہارونی کے پیر بھائی خواجہ بزرگ کے، مگر حضرت خواجہ بزرگ سے بھی خرقہ خلافت حاصل کیا تھا، لکھا ہے کہ پہلے نار نعلی میں ہندو بہت رہتے تھے اور حضرت کے ہمراہی مسلمان کم تھے، ہندوؤں نے ارادہ کیا، کہ مسلمانوں کو قتل کریں، چنانچہ بروز عید مسلمان نار میں تھے ہندوؤں نے یہ وقت غنیمت جانا، مسلمانوں پر آپڑے، اور بہت اہل اسلام عین سجدہ

میں شہید ہوئے، اسی روز حضرت نے بھی جام شہادت نوش کیا، اور خاص اپنے مکان میں مدفون ہوئے۔ اس شہر میں بہت سے شہداء کے مزار ہیں لیکن وہ بہت بزرگ اور مشہور ہیں ایک تو حضرت دوسرے وہ جن کا مزار نشیب میں ہے، ان دونوں مزاروں سے اب تک کرامات و فیضان جاری ہے، صاحب اخبار والا خیار ناقل ہیں کہ ایک بار بادشاہ نے حضرت شیخ نصیر الدین محمود چرانہ دہلی کو بوجہ کسی رنجش کے ٹھٹھہ جانے کا حکم دیا، اور آپ تارنول ہو کر رہی ہوئے، جب کوس بھر کا فاصلہ رہا، آپ چند دل سے اتر کر پاپیادہ ہوئے، جب مقبرہ حضرت شیخ محمد کے قریب پہنچے، تو اس مقبرہ کے آگے ایک بہاری پتھر پڑا تھا، دست بستہ اس پتھر کے رو برو کھڑے رہے، بعد اس کے روضہ میں جا کر فاتحہ ادا کی، ایک شخص نے یہ حال دریافت کیا آپ نے فرمایا رہے خدمت گاران کہ مالک خود اس کے در پر آدے، میں نے دیکھا کہ روح پر فتوح رسول مقبول علیہ السلام اس پتھر پر مثل نور شدید جلوہ گر ہے، جب تک وہ صورت میرے رو برو رہی میں اس پتھر کی طرف متوجہ رہا، بعد اس کے روضہ میں گیا، جس کو کوئی مشکل پیش آوے وہ اس روضہ کی طرف رجوع کرے، اُمید ہے کہ مشکل آسان ہو، اور ایک شخص نے بیاباکی سے عرض کیا، کہ آپ کو بھی تو اس وقت مشکل کا سامنا ہے، آپ بھی اس کی آسانی کے واسطے دعا کیجئے، آپ نے فرمایا کہ انشاء اللہ آسان ہوگی، حضرت تارنول سے چل کر تھوڑی دُور گئے تھے کہ سنا بادشاہ دہلی نے انتقال کیا، شیخ واپس ہو کر پھر دہلی میں تشریف لائے، وفات شیخ محمد ترک قدس سرہ کی ۶۴۲ھ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت خواجہ فرید الدین گنجشکر مسعود قدس سرہ

کہ سلطان و اعلان حق و برہان غانیان ذات مطلق تھے، تمام مشائخ ان کے کمال و عرفان و محویت اور جہان پر متفق ہیں، اور زیارت و عبادت ترک و تجرید و فقر شوق جو حضرت کو تعالم ہر کسی کو میسر ہوتا ہے، تھوڑی ہی اپنی توجہ سے ساکھان ناموت کو بمقام لاہوت پہنچاتے تھے، اور اول سے تا آخر صفائے باطن میں کوشش کی دنیا اور آخرت کو نظر بھر کر کبھی نہیں دیکھا، باوجود ایسے کمالات کے وہ خلق محمدی تھا، کہ تمام خلق حسن سیرت سے



حضرت کی فریفتہ تھی، اور آپ جملہ خلفائے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی دہلوی میں محبوب ترین اور صاحب سجادہ تھے، اور سلسلہ نسب حضرت کا حضرت امیر المومنین عمر بن خطاب تک اس طرح ملتا ہے، یعنی حضرت گنج شکر بن شیخ سلیمان بن شیخ سبحان بن شیخ احمد بن یوسف بن شیخ محمد بن شیخ شہاب الدین بن احمد المعروف فرخ شاہ کابلی البلخی بن نصیر الدین محمود شیمان شاہ بن سلیمان بن مسعود بن عبداللہ بن واعظ الاصر بن واعظ الاکبر بن ابوالفتح بن حضرت سلطان ابراہیم بن ادہم بلخی بن سلیمان بن ناصر بن عبداللہ بن امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یہ قول صاحب سیر الاولیاء کا ہے، مگر بعض روایت میں یہ بھی ہے، کہ ابوالفتح اسحاق پسر سلطان ابراہیم لولد تھے، اور آپ کے والد ماجد جمال الدین سلیمان ہمیشہ زادہ سلطان محمود غزنوی کے تھے، سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ فرخ شاہ بادشاہ کابل تھے، تمام سلاطین ان کے مطیع تھے، اور یہ سلطنت غزنی سے پہلے تھی، جب سلطنت غزنی کو قوت ہوئی سلطنت کابل شامل غزنی ہوئی، لیکن غزنویان فرخ شاہ کابل میں رہے، انہو چنگیز خاں نے غزوہ کر کے ایک عالم زیر و بر کیا، اور کابل بھی تاراج ہوا، اسی بھگڑے میں آپ کے دادا شیخ احمد نے شربت شہادت نوش کیا، اور آپ کے جد شیخ شعیب مع اپنے عیال و اطفال کے لاہور میں آئے بعد چند روز کے قصور میں پہنچے، قاضی قصور نے ان کی بہت مدارات کی اور ان کی کیفیت سے بادشاہ کو مطلع کیا بادشاہ نے قضاء قصبہ کو مقرر کیا کہ جو قریب ملتان کے ہے تفویض کی، آپ کے دادا اور والد دونوں صاحبوں کے مزار قصبہ کو مقرر ہوئے لکھا ہے کہ قاضی سلیمان کے تین پسر ہوئے، اول شیخ عزیز الدین محمود، دوسرے شیخ فرید الدین مسعود، تیسرے شیخ نجیب الدین متوکل قدس اللہ اسرار ہم، اور مادران بزرگواروں کی بی بی قرسم خاتون دختر مولانا وجیہ الدین کی تھیں، ان کے کمالات طغونات خواجگان چشت میں اکثر موجود ہیں، یہ بی بی ماب صالح واصلان حق سے تھیں، بعض نے لکھا ہے کہ شیخ کمال الدین سلطان محمود غزنوی کی ہمیشہ زادہ نہ تھی، لکھا ہے پہلا نام حضرت کا مسجد تھا حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مہربانی سے فرید الدین نام عنایت کیا، اور روایت صحیح یہ ہے کہ فرید الدین نجیب سے ملقب ہوئے اور کتب ہائے مشائخ سے ثابت ہے کہ حضرت کے ایک سوا ایک نام ہیں۔

ان کا پڑھنا واسطے ہر حاجت اور ہر مہم کے کافی ہوتا ہے، چنانچہ تجربہ یہی ہے وہ اسمائے مبارک یہ ہیں، شیخ فرید، خواجہ فرید، مخدوم فرید، بابا فرید، فرید مسعود، فرید محمود، فرید مقصود، شاہ فرید، مولانا فرید، حاجی فرید، درویش فرید، عاجز مسکین فرید، غریب فرید، موحود فرید، فرید قاصد، فرید مقصد، فرید حشمتی، فرید ابودہمتی، فرید حامد، فرید کامل، فرید مکمل، فرید خادم، فرید متوکل، فرید سالک، فرید مسالک، فرید زاہد، فرید عالم، فرید صادق، فرید صابر، فرید شاکر، فرید امام، فرید مجتہد، فرید متدین، فرید متقی، فرید مرشد، فرید حق، فرید وکیل، فرید خالص، فرید مخلص، فرید عاشق، فرید عارف، فرید اعظم، فرید معظّم، فرید ہادی، فرید مہدی، فرید دلی، فرید سخی، فرید قطب، فرید نوح، فرید بلعث، فرید سیاح، فرید جہاں گشت، فرید کبر، فرید گنجشکر، فرید الحق، فرید حبیب، فرید عزیز، فرید مقبول، فرید صوفی، فرید صاحب، فرید عقیق، فرید عقیق، فرید خیر، فرید مخیر، فرید سلطان، فرید برہان، فرید واصل، فرید دم، فرید قدم، فرید اول، فرید آخر، فرید ظاہر، فرید باطن، فرید جل، فرید عقل، فرید بر، فرید بحر، فرید یحییٰ، فرید ممیت، فرید نور اللہ، فرید نظر اللہ، فرید فضل اللہ، فرید فیض اللہ، فرید صبغۃ اللہ، فرید یغظۃ اللہ، فرید انوار اللہ، فرید اہل اللہ، فرید سر اللہ، فرید عزیز اللہ، فرید روح اللہ، فرید عبد اللہ، فرید محیط اللہ، فرید قطب الاقطاب، فرید مشکل کشا، فرید قاضی الحاجات، فرید چاہیے کہ جس کار کے واسطے پڑھے، چالیس روز میں ایک لاکھ تمام کرے، جو وقت مقرر کرے اسی وقت پڑھے اگر کل نہ ہو سکیں تو یہ پانچ نام ضرور پڑھے، شیخ فرید، مولانا فرید، حاجی فرید، خواجہ فرید، درویش فرید، اور ان کے پڑھنے کا طریق یہ ہے کہ جب کوئی مہم پیش آوے، با وضو پہلے اکتالیس بار آیت الکرسی، پھر اکتالیس بار الحمد، پھر اکتالیس بار سورہ اخلاص اور سو بار درود اور پچاس بار سبحان اللہ تا آخر اور قرآن میں سے جس قدر ممکن ہو پڑھے کراؤل سو بار شیخ فرید، پھر سو بار خواجہ فرید، پھر سو بار مولانا فرید، پھر سو بار درویش فرید، پھر سو بار شیخ فرید، پھر سو بار حاجی فرید پڑھے کراؤل جگہ سو بار کرے، یعنی بعد نماز عشاء کے پڑھا کرے، حضرت کو خواب میں دیکھے گا، جو حاجت ہو عرض کرے، جیسا حکم ہو اس پر کار بند ہو اور سوچتے وقت بسم اللہ الرحمن الرحیم اور یا غفور اور یا اللہ اور یا ہوتین تین بار اپنے سینہ پر اپنی انگشت

سے لکھے، بعضے ملفوظات پیران چشت میں لکھا ہے کہ حضرت گنجشکر محل میں تھے، تو آپ کی والدہ کو پیروں کی طرف زحمت ہوئی، ان کے ہمسایہ میں ایک درخت بیری کا پھلا ہوا تھا، آپ بے اجازت مالک کے چند بیر توڑنے چاہتی تھیں، کہ کھاویں آپ نے اندر شکم کے بیقاری کی، کہ جس کی وجہ سے والدہ حضرت بیقار ہوئیں، اور بیر مانتہ سے گر گئے، لکھا ہے کہ جب آپ بڑے ہوئے، تو آپ کی والدہ نے غصہ کیا کہ فرزند میرے محل کے دنوں میں کبھی کوئی چیز مشکوک نہیں کھائی، آپ نے جواب دیا کہ بے اجازت مالک بیری کے چند بیر آپ نے توڑے میں نے بیقاری کر کے آپ کو مال مشکوک سے بچا دیا، یاد کر لیجئے، یہ سن کر والدہ حضرت متحیر ہوئیں، کہ میں نے تو اس کا اظہار کبھی کسی سے نہیں کیا اور جو یہ پسر کہتا ہے سچ کہتا ہے، صاحب سیرالساکنین سے روایت ہے کہ انتیس شعبان کو ابراہیمان پر محیط تھا، مسلمانان شہر خدمت قاضی سلیمان پدر حضرت میں آئے اور کہا کہ آج ۲۹ رجب ہے، اگر حکم ہو تو کل روزہ رکھیں، آپ نے فرمایا پانچ میں شک ہے، در صورت شک روزہ رکھنا مکروہ ہے، اس وقت میں ایک بزرگ تھے کہ جن پر گمان ابدال کا تھا مقیم تھے، ان کی خدمت میں آئے اور مسئلہ پوچھا، اُن بزرگ نے فرمایا، کہ آج کی رات قاضی کے یہاں بچہ پیدا ہوا ہے، وہ قطب ہوگا، اگر کل اس نے شیر نہ پیا تو کل تم بھی روزہ رکھو، اگر اس نے دودھ پیا تو کل روزہ نہ ہوگا، الغرض اسی شب کو حضرت تولد ہوئے اور صبح شیر نہ پیا روزہ رکھا، تمام شہر نے حضرت کی متابعت کی اور روزہ رکھا، جب وقت افطار کا آیا، آپ نے پستانِ مادر میں لیا اور شیر نوش کیا، اسی طرح تمام روزے رکھے، صاحب سیرالعارفین حضرت سلطان المشائخ سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت مکتب میں بیٹھے، تھوڑے ہی دنوں میں قرآن حفظ کیا، اور تحصیل علوم سے فارغ ہوئے، اور شہر ملتان میں مسجد مولانا منہاج الدین میں کتاب نافع پڑھتے تھے، کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی تشریف فرما ملتان ہوئے، اور اسی مسجد میں ٹھہرے، شیخ کو دیکھ کر دریافت کیا کہ اسے لڑکے کیا پڑھتا ہے، آپ نے عرض کیا کہ نافع پڑھتا ہوں، آپ نے فرمایا کہ نافع ہوگا، یہ بات آپ کی ایسی موثر ہوئی، کہ مرید ہوئے، جب خواجہ دہلی میں تشریف



لانے لگے آپ بھی ہمراہ ہوئے، خواجہ نے فرمایا ابھی اسی جگہ کہ علوم ظاہری کی تحصیل کرنا بعد اس کے میرے پاس آنا، کس واسطے کہ زاہد بے علم تسخیر شیطان میں آجاتا ہے، حضرت تلمذ سے قندھار میں آئے، بعد تحصیل علوم بغداد پہنچے، اور شیخ شہاب الدین سہروردی و سیف الدین باخرزی و سعدی حموی و بہاء الدین حموی و بہاؤ الدین و شیخ ناصر الدین کرمانی و شیخ فرید الدین محمد نیشاپوری سے مشرف حضوری حاصل کر کے مستفیض ہوئے، بعد اس کے مقام ہلی خدمت پیر روشن ضمیر میں حاضر ہوئے، حضرت قطب الاقطاب نے ایک جدا حجرہ آپ کی عبادت کے واسطے مقرر فرمایا، بعد تربیت کمال کو پہنچ کر مشرف بخرقہ خلافت ہوئے، چنانچہ حضرت نے خود فرمایا ہے کہ میں نے شیخ شہاب الدین کو خود دیکھا اور ان کی صحبت میں رہا، ہر روز دس ہزار دینار سے کم فتوح نہ تھا، مگر وہ صبح سے شام تک سب راہ خدا میں صرف فرماتے، کل کے واسطے ایک پیسہ نہ رہتا تھا، خود حضرت بابا نے فرمایا ہے، کہ بغداد میں میں نے شیخ اجل شیرازی کے ہاتھ کو بوسہ دیا ہے، مجھ کو انہوں نے یہ دعا دی کہ تیری روزی میں برکت ہو، جب میں بغداد سے باہر آیا، ایک درویش کو ایسا دیکھا کہ صرف پوست اور استخوان باقی تھا، چند روز ان کی صحبت میں رہا، وہاں سے بھاڑ آیا، شیخ سیف الدین باخرزی کو دیکھا بڑے بزرگ تھے، میں آداب بجالا کر نزدیک ان کے بیٹھا، جب میری طرف ملاحظہ کرتے فرماتے، کہ بارگاہ مشائخ روزگار میں سے ہوگا، تمام عالم اس کے مرید اور فرزندوں سے بھر جائے گا، اور کیل سیاہ جواڑے سے ہوئے تھے، بندہ کو عنایت کر کے فرمایا کہ اس کو اور ملے، چند روز اس بزرگ کی خدمت میں رہا، وہاں سے چل کر ایک مسجد میں آیا، اس کے پاس ایک بزرگ رہتے تھے، میں نے دیکھا کہ ہوا کی طرف آنکھیں بند کئے کھڑے ہیں، چار روز یہی کیفیت رہی بعد آنکھ کھولی، میں نے سلام کیا، جواب دیا اور فرمایا بیٹھ، جب میں بیٹھا آپ نے کل کیفیت بندہ سے بیان کی، اس شب کو بھی میں ان کی خدمت میں رہا، جب صبح ہوئی، ان بزرگ کو نہ پایا۔ وہاں سے چل کر بدخشاں میں پہنچا، اوروہاں کے بزرگوں سے ملا، وہاں سے پھر تلمذ آیا، شیخ بہاؤ الدین زکریا سے مصافحہ ہوا، انہوں نے پوچھا کہ اپنا کام کیاں تک پہنچا یا میں نے کہا کہ اگر میں کہوں

تو آپ کرسی پر بیٹھ کر ہوا پر تشریف لے جاویں، یہ کہتے ہی کرسی ہوا پر سے پیدا ہوئی، شیخ بہاؤ الدین نے اس پر ہاتھ مارا، اور کہا کہ مولانا فرید خوب انجام دیا، وہاں سے چل کر میں دہلی میں آیا اور یاد حق میں مشغول ہوا، حضرت نے مجھ کو نعمت عطا کی، اور فرمایا کہ مولانا فرید تو اپنا کار پودا کر کے میرے پاس آنا، حضرت کے مشائخے اور مجاہد سے اور ریاضات، عبادات مشہور ہیں، اور حضرت سلطان المشائخ سے روایت ہے کہ بابا صاحب نے ایک بار فرمایا کہ میں بمقام سیستان مجلس شیخ واحد الدین کرمانی میں موجود تھا کہ دو فقیر آئے، کچھ ذکر کرامات فقر کا ہو رہا تھا، یہاں تک ان دونوں نے کہا کہ اس محفل میں جتنے درویش ہیں اپنی اپنی کرامات دکھائیں، اول صاحب خانہ کی طرف اشارہ ہوا، انہوں نے فرمایا والی شہر مجھ سے بد عقیدہ ہے، طرح طرح کی تکلیفیں دیتا ہے، تعجب ہے کہ آج میدان سے سلامت آؤں کہ اسی وقت خبر آئی کہ حاکم شہر گھوڑے پر سے گر کر ابھی مر گیا، پھر مجھ سے کہا کہ تم کچھ دکھاؤ، میں نے مراقبہ کیا اور حاضرین سے کہا کہ آنکھیں بند کرو، سب نے اپنے کو کعبہ میں دیکھا، جب آنکھ کھولی پھر اسی مجلس میں پایا، اور ان دونوں مسافروں نے اپنے فرقہ اور سے اور معافا ثابت ہو گئے فقط فرقہ پڑے ہے، صاحب مراۃ الاسرار و نواید السالکین حضرت گنج شکر سے نقل ہیں۔ یعنی حضرت فرماتے ہیں کہ جب میں شرف ارادت حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی سے کلاہ چہار ترکی سردھاگو پر رکھ کر بہت شفقت فرمائی، اس وقت قاضی حمید الدین، مولانا علی کرمانی، سید نور الدین مبارک شیخ نظام الدین، ابوالموید مولانا شمس ترک شیخ محمود موئینہ دروز وغیرہ حاضر تھے، حضرت قطب الاقطاب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ شیخ کو ذاتی قوت اور تصحیح ایسی چاہیے کہ جو کوئی اس کے پاس مرید ہونے آوے، وہ قوت نظر باطنی اپنی سے رنگ کے سینہ کا صاف کر لے کہ کچھ کدورت سینہ میں باقی نہ رہے، بعد اس کے اس کا ہاتھ پکڑے، اور خدا رسیدہ کر لے، لکھا ہے کہ حجرہ آپ کا قریب دروازہ عزنوی کے نیچے برج کے تھا، آٹھویں روز مرشد کی خدمت میں حاضر ہوتے، باقی یاد حق میں مشغول رہتے صاحب میرالاولیاء سے نقل ہے کہ جب حضرت گنج شکر نے چاہا کہ مجاہد زیادہ کریں،

خواجہ کی خدمت میں عرض کیا، خواجہ نے فرمایا کہ پہلے روزہ طے کر، جب غیب سے پہنچے افطار کر، تیسرے روز غیب سے روٹیاں آئیں، آپ افطار کرتے، بعد ایک ساعت کے جی متلاتا اور قے ہو جاتی، معدہ پاک ہو جاتا تھا، بعد چند روز کے حضرت نے یہ حال خدمت خواجہ میں عرض کیا، حضرت نے فرمایا کہ مسعود طعام بخاری سے افطار کرتا تھا، عنایت حق تیرے شامل حال ہے کہ وہ طعام تیرے شکم میں نہیں ٹھہرتا، اب چھ روز کے بعد افطار کر، بعد چھ روز کے اشتہا جب غالب ہوئی ہاتھ زمین پر مارا، ایک سنگریزہ ہاتھ میں آیا، جب اس کو منہ میں رکھا شکر ہو گیا، اس وقت اس کو منہ سے باہر کیا، اس طرح چار بار اشتہا ہوئی، اور سنگریزہ منہ میں ڈالے شکر ہو گئے، پھر دل میں خیال آیا کہ خواجہ نے فرمایا تھا، کہ جو غیب سے پہنچے اس سے افطار کرنا، شاید یہ افطاری غیب سے پہنچتی ہے، چند سنگریزے اٹھا کر کھائے وہ شکر ہو گئے، جب صبح ہوئی خدمت خواجہ میں حاضر ہو کر تمام حال عرض کیا، خواجہ نے فرمایا خوب کیا، جو غیب سے ہے وہ نیک ہے، حال مانند شکر کے شیریں رہے گا، اس روز سے گنج شکر خطاب ہوا، اور یہ فرمایا ہے

سنگ در دست تو گھر گردد زہر در دہن تو شکر گردد

صاحب سیر العارفین نے لکھا ہے کہ ایک روز شیخ خدمت خواجہ میں آئے، بسبب ضعف کے زمین پر گر پڑے، قدرے مٹی منہ کے پاس پہنچی شکر ہو گئی، اس روز سے گنج شکر ہوئے، اور صاحب اخبار الاخیار فرماتے ہیں کہ سوداگر چند بیوں پر شکر لادے جاتے تھے، شیخ نے ان سے شکر طلب کی، انہوں نے جواب دیا کہ یہ نمک ہے، شیخ نے فرمایا کہ نمک ہوگا، جب سوداگروں نے گولیں کھولیں تو ان میں سے نمک نکلا، بہت شرمندہ ہو کر شیخ کی خدمت میں آکر عرض کیا، جب آپ نے کرم کی نگاہ کی، پھر بدستور شکر ہو گئی

نواب بیرم خاں خانخاناں نے کہا ہے

کان نمک جہاں شکر شیخ برودجر اں کز شکر نمک کند و از نمک شکر

صاحب سیر الاولیاء نے لکھا ہے کہ وہ سوداگر یہ کرامت دیکھ کر معتقد ہوئے،

سوداگانام عالم تھا، ایک نقل ہے کہ حضرت کو ایام طفولیت میں شیرینی سے بہت



ذوق تھا، جب آپ کی والدہ نماز پڑھتی تھیں، مصری کے ٹکڑے زیر مصلی رکھتی تھیں، جب سلام پھیرتی تھیں، ان کو اشارہ کرتیں اس جگہ مصری رکھی ہے، ایک روز والدہ حضرت کی مصری زیر مصلی رکھنی بھول گئیں، آپ نے موافق عادت کے زیر مصلی ہاتھ ڈالا، بہت سی ڈالیاں مصری کی نکلیں، آپ نے فرمایا مادر آج تم مصری رکھنی بھول گئیں، پروردگار نے مجھ کو بہت سی مصری دی، والدہ نے فرمایا، اسے پسریں یقین ہو کہ تو ضائع نہ ہوگا، اور مثل شکر شیریں رہے گا، اس روز سے گنج شکر خطاب پایا، اور خود بخود مشہور ہوئے، ایک نقل ہے کہ جناب سرور عالم نے آپ کے پیدا ہونے سے پہلے آپ کی خبر دی تھی، اور گنج شکر ملقب فرمایا تھا، صاحب گلشن اولیا سے نقل ہے کہ سات سو برس پہلے ظہور شیخ فرید الدین سے اکثر مشائخین سلف نے آپ کی خبر دی تھی، کہ ایک شیخ کابل پیدا ہوگا، گنج شکر کہلائے گا، بہت کو قرب خدا میں پہنچائے گا، اس کے مرید قطب روزگار ہوں گے، اور روایات معتبرہ اس طرح بھی ہیں، کہ حضرت جنگلوں، پاڑوں میں ریاضت فرماتے تھے، سوائے گھاس خشک اور پتوں کے کچھ نہیں نوش فرماتے تھے، ایک روز تشنہ چاہ پر پہنچے، راہ دیکھنے لگے، کہ ڈول رسی آئے تو پانی پیوں، دیکھا کہ ہرنوں کی ڈار آئی، ان کے آتے ہی چاہ نے جوش مارا، وہ ہرن پی کر روانہ ہوئے، جب آپ نے قصد پانی پینے کا کیا، پانی سمٹ کر پھر چاہ میں چلا گیا، آپ نے بدرگاہ باری عرض کی، کہ پروردگار عالم جانوروں کو پانی دیا، میں جو تیری میں جلا ہوا ہوں، مجھ سے پانی دریغ رکھتا ہے فرمان ہوا کہ فرید تیری نظر ڈول رسی پر تھی، ہرنوں کی نظر ہماری طرف تھی، اس وجہ سے ان کو پانی دیا تجھ کو نہ دیا، اسی وقت آپ اس چاہ میں چالیس روز تک رہے، اور نفس کو پانی نہ دیا، بعد چالیس روز کے قدرے خاک منہ میں ڈال کر افطار کیا، وہ خاک منہ میں پڑتے ہی شکر ہو گئی، اسی وقت اس کو تھوک دیا، آواز ہوئی کہ اب فرید تیرا چلہ قبول ہوا، اور آج سے تجھ کو گنج شکر کیا، نقل ہے کہ ایک روز حضرت نے خواجہ سے عرض کیا کہ بہت سخت ایک چلہ کروں آپ نے فرمایا کہ فرید کچھ حاجت نہیں، یہ باتیں واسطے شہرت کے ہیں، حضرت فرماتے ہیں کہ مجھ کو اس روز سے بہت بڑا خیال اور پسیمانی ہے، کہ میں نے ایسی بات کی

جو خاطر مبارک پر ناگوار گزری، الغرض بعد چند روز کے حضرت قطب الاقطاب نے فرمایا کہ فرید ایک چلہ معکوس کر، آپ نے ارشاد کیا جس ترکیب سے ارشاد ہو کر وہ، خواجہ تے فرمایا کہ ایسی مسجد ہو کہ جس میں سوائے مؤذن کے اور کوئی نہ رہتا ہو، بعد نماز عشاء کے مسجد خالی رہتی ہو، اور مؤذن بھی دیندار امانت دار ہو، اس مسجد میں کٹواں، کنویں پر درخت ہو، ایسی جگہ تمام شب الطائفہ کر مشغول ہو تا کہ چلہ پورا ہو جائے، پس موجب ارشاد پیر روشن ضمیر ارادہ مصمم کر کے مسجد موصوف کی تلاش میں نکلے، نواح دہلی میں ایسی صفت کی مسجد نہ پائی، دہلی سے ہانسی آئے وہاں بھی اس صفت کی مسجد نہ پائی، اس طرح شہر بشہر قصبہ بقصبہ، دیہہ بدیہہ تجسس کیا، اوج میں مسجد موصوف پائی، اور خواجہ شید الدین مینائی متوطن ہانسی وہاں مؤذن تھے، حضرت کے کمال معتقد تھے، آپ اس مسجد میں چند روز رہے، اور بعد میں مؤذن صاحب سے کہا کہ اگر میرا راز کسی پر نہ کھلے تو میں یہاں معکوس ایک چلہ کروں، انہوں نے کہا کہ میں نیاز مند ہوں، امانت داری کروں گا، اب تو یہ ہوا کہ بعد نماز عشاء کے جب سب نمازی چلے جاتے اس وقت ایک سرا رسی کا مؤذن آپ کے پیر میں باندھتا، دوسرا سرا رسی کا درخت کی ٹہنی سے باندھتا آپ تمام شب اس چاہ محبوب حقیقی میں اُلٹے لٹکتے رہتے، صبح ہوتے قبل از آنے نمازیوں کے مؤذن آکر آپ کو نکالتا، پھر صبح نماز ادا کر کے مراقبہ میں رہتے، اسی طرح چالیس شب پوری کیں۔

سعدیا کنکرہ عشق بلند است بلند      بتا تو سراپا نہ کنی دست تو آنجانہ رسد

### بقول مولانا نظامی

برقص آمدہ جملہ اعضائے من!      سر من شدہ کرسی پائے من!  
حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ مجھ کو جو کچھ ملا ہے، وہ متابعت رسول مقبول علیہ السلام سے ملا ہے، یعنی حضرت نے بھی نماز معکوس ادا کی ہے، پس میں بھی اپنے پیر میں رسی باندھ کر الطائفہ کا کرتا تھا،

چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت محمد ہشتی نے بہت نماز معکوس ادا کی ہے، اس سنت کو حضرت بابا صاحب نے بھی ادا کیا۔ حضرت سلطان المشائخ سے روایت ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین ہشتی دہلی میں تشریف لاکر خانقاہ قطب الاقطاب میں فروکش ہوئے، حضرت خواجہ نے بھنور خواجہ بزرگ اپنے حلفاء کو پیش کیا، ہر شخص کو اس کے طرف کے موافق نعمت عطا فرمائی، بعد اس کے فرمایا کہ بابا قطب الدین تمہارے مریدوں میں سے کوئی اور باقی ہے، آپ نے عرض کیا کہ سعود نام فقیر چلہ میں بیٹھا ہوا ہے۔ حضرت خواجہ بزرگ اٹھے اور حضرت خواجہ قطب الدین کو ہمراہ لے کر حجرہ بابا صاحب پر آئے، اور حجرہ کھولا اندر گئے، بابا صاحب بسبب صنف کے قیلم کو کھڑے نہ ہو سکے، آنکھوں میں آنسو پھر کر سر اوپر زمین کے رکھا، خواجہ بزرگ نے یہ حال دیکھ کر ازراہ رحم فرمایا کہ بابا بختیار اس جوان کو مجاہدہ میں کب تک جلائے گا، کچھ بخشش کر قطب الاقطاب نے عرض کی کہ میری کیا مجال ہے کہ روبرو حضرت کے بخشش کر سکوں، خواجہ بزرگ نے فرمایا کہ اس کا تعلق تجھ سے ہے، اور منہ طرف قبلہ کے کر کے حجرہ موصوف میں کھڑے ہوئے، خواجہ صاحب نے بھی متابعت کی، اور دونوں بزرگوں نے بابا صاحب کے حق میں مانگیں کیں، اور اسم اعظم کو یو سینہ بسینہ چلا آتا تھا ملتقین فرمایا اور خواجہ بزرگ نے فرمایا کہ فرید شمع ہے، خاندان درویشوں میں اس سے فقیر کو روشنی ہوگی، یہ تمام عالم پر اظہر من الشمس ہے کہ ایسا ہی ہوا، میر سید محمد کافی مؤلف سیر الاولیاء نے کیا خوب فرمایا

بخشش کو نہیں از شیخین شد در باب تو بادشاہی یافتی زین بادشاہان جہاں  
ملکت دنیا و دین گشتہ مسلم بر ترا عالمے گن گشتہ انطاہی تو لے شاہ جہاں

یہی حضرت جناب سلطان المشائخ سے روایت کرتے ہیں کہ جب وقت نقل خواجہ

قریب پہنچا، قاضی حمید الدین کے خیال میں آیا کہ خرقہ اور سجادہ مجھ کو عطا ہوگا، اور یہی خیال مولانا بدر الدین کے دل میں گزرا کہ خرقہ اور سجادہ مجھ کو ملے گا، اسی وقت خواجہ نے نور باطن سے ان کے دل کا حال معلوم کر کے فرمایا کہ یہ خرقہ اور عصا و معصی و تعلیم



چوبیس اور دیگر تبرکات میرے پیروں کے جوہیں میں نے فرید کو دیئے، کہ وہ میرا جانشین ہے، اور اس امانت کو قاضی حمید الدین کے حوالہ فرما کر جان بحق تسلیم ہوئے، جب بابا صاحب وہلی پہنچے، تو قاضی حمید الدین نے کل امانت آپ کے سپرد کی، آپ بعد چند روز کے تشریف فرمائے ہانسی ہوئے، باقی کیفیت اوپر بیان ہو چکی ہے۔ پس اسی زمانہ میں شیخ جمال الدین ہانسوی مرید ہوئے، جب یہاں بھی خلقت نے اثر دام کیا، آپ قصبہ کو مٹی وال وطن آبائی میں آئے، اور چندے بس فرمایا، چونکہ یہاں سے مکان قریب تھا، یہاں بھی لوگوں نے گھیرا، مشوش ہو کر چاہا کہ لاہور میں چلے، اس وقت لاہور تاخت چنگیز غانیوں کے سبب سے دیوان تھا، آخر قصبہ اچودھن کو چھوڑ کر اچودھن میں تشریف لائے، اس وقت وہاں ایک جوگی صاحب استدراج رہتا تھا، کل شہر اس کو ماننا تھا، آٹھویں روز گائے کا دودھ اس کے واسطے لے جاتے تھے، یہ صرف آٹھویں روز دودھ پیتا تھا، خوبی یہ تھی کہ جتنا دودھ آجاتا اپنے کشف سے سب پی لیتا، سیف زباں تھا، بہت سے مقامات جوگ طے کئے ہوئے تھا، پری دام یعنی جلس دم بھی کرتا تھا، بعض مقامات ایسے تھے کہ وہ اسے نہ کھلتے تھے، ایک مدت سے فکر تھی، کہ کوئی فقیر اہل اسلام طے، کہ جس کی وجہ سے یہ مقامات بھی طے ہو جائیں کہ حضرت بھی وہاں رونق افروز ہوئے، اور خلقت نے حضرت کی طرف رجوع کی، اس جوگی کو کہ اس کا نام شنبہونا تھا تھا، فقیر ہوئی کہ ایک مسلمان فقیر اس قصبہ میں وارد کیا ہے، یہ اپنے سینکڑوں چیلوں اور ہزار ہی فقروں کو لے کر حضرت کی طرف چلا، اور دل میں خیال کیا کہ اگر فقیر کامل ہے، اور میرے دونوں مندرے کان کے اس کے آگے نکل کر جا پڑیں گے، تو میں سمجھوں گا کہ وہ کامل ہے، پس جب رو برو حضرت کے گیا، آپ نے فوراً باطن سے اس کے دل کا حال معلوم فرما کر ان مندروں کو دیکھا، اسی وقت مندرے خود بخود اس کے کانوں سے نکل کر حضرت کے رو برو آ پڑے، پھر اس کے دل میں خطرہ گزرا کہ اگر یہ شخصیں پیدا کر لادیں تو جانوں حضرت کو بھی اس کے خطرہ سے آگاہی ہوئی اور دست مبارک سے دونوں مندروں سے اٹھا کر مٹی میں ڈالے وہ اسی وقت آگے آئے یہ کرامت

دیکھ کر وہ اعتقاد لایا، اور عرض پر دراز ہوا کہ ایک دلیل اور باقی ہے، آپ نے ارشاد فرمایا وہ کیا، اس نے کہائیں غائب ہوتا ہوں، اگر آپ نے مجھ کو ڈھونڈ لیا تو میں بیشک آپ کا چیلہ ہوں گا، یہ کہہ کر وہ دراز ہوا، اور اپنی چادر اور صلی پڑتے ہی روح اس کی قالب سے پرواز کر کے عالم بالا پہنچی، جسم اس کا مثل مردہ کے ہو گیا، حضرت نے سر مراقبہ میں جھکایا، اس کی روح عالم ملکوت سے گزر چکی تھی، کہ روح مبارک نے اس کو گھیرا، اور آواز دی کہ باش آگے تیرا گزرتہ ہو گا، یہ مقام اہل ایمان کے واسطے ہے، یہاں تک بھی تیرا گزرا اس سبب سے ہوا کہ تیرے دل میں عظمت اور محبت اسلام کی تھی، یہ فرماتے ہی روح اس کی واپس ہوئی، اور اپنے قالب میں آئی، وہ اٹھ بیٹھا، حضرت نے سر مراقبہ سے اٹھایا وہ قدموں پر گر پڑا اور مع اپنے چیلوں کے صدق دل سے مسلمان ہوا، اور حضرت سے بیعت کی چندے حضور کی خدمت میں رہ کہ علم الہی کی تکمیل کی، بعدہ حضرت نے اس کو شاہ ولایت ملک سیوستان کا فرما کر مع اس کے چیلوں کے اس طرف رخصت فرمایا، وہ جوگی اور سب اس کے چیلے اولیا ہوئے، صاحب میر العسا کلین اور سیرالاقطاب نے اس کو دو طرح پر نقل کیا ہے، دونوں نقول قریب قریب ہیں، صاحب اقتباس الالانوار تحریر کرتے ہیں کہ میں نے وہ درخت بچشم خود دیکھے ہیں کہ موجود تھے، پتے ان کے نہایت سرخ رنگ خوشنما تھے کہ ان درختوں کو وہاں کے لوگ کسبہ کہتے تھے اور قریب آبادی کے زیارت گاہ ہیں، یہ ذکر مستطاب کا ہے کہ شاہ اکرم جامع اقتباس الالانوار اس شہر میں پیش امام تھے، اور بہت روز وہاں رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت نوشہرہ میں تشریف فرما ہوئے، ایک روز مسواک کر کے چوب مسواک کو زمین میں استادہ کیا اسی وقت اس میں نشوونما ہوا، یعنی جال کا درخت ہوا، چند روز کے بعد جب حضرت وہاں سے چلے تو دیکھا کہ وہ درخت پیچھے آتا ہے فرمایا کہ باش دریں جا باش، جب وہ نہ رکا پھر فرمایا، باش دریں جا باش، عرض تین بار ایسا ہی فرمایا جب وہ نہ رکا غصہ ہو کر اس کی شاخیں پکڑ کر زمین پر دے مارا، اور فرمایا کہ باش دریں جا باش، وہ اسی جگہ سرسبز ہے، میں نے دیکھا ہے اور زیارت گاہ عام ہے نقل ہے کہ ایک روز حضرت تشریف فرما تھے،

جسم مبارک میں کچھ تغیر تھا، عصا ہاتھ میں لے کر کھڑے ہوئے، چند قدم چلے تھے، کہ عصا دست مبارک سے گرا اور آثارِ تفکر اور حیرت ہوئے، حضرت سلطان المشائخ سے عرض کی مخدوم معلوم نہیں اس وقت حیرت اور تفکر کس سبب سے ہے، فرمایا کہ جب میں نے عصا پر تکیہ کیا عتاب الہی ہوئے کہ کس واسطے سوائے ہمارے دوسرے پر توفیہ تکیہ کیا، اس وجہ سے میں عصا ڈال دیا اور پشیمان ہوا، سیر السالکین سے روایت ہے کہ آپ کے عہد میں درویشان کوہ قاف میں باہم اختلاف پیدا ہوا، بعض کہتے تھے کہ جہان میں قطب اکبر ہے، بعض کہتے تھے کہ انیس ہے کس واسطے کہا اگر ہوتا کوہ قاف میں کبھی تو آتا، آخر یہ طے ہوا کہ دو شخص فلاں فلاں جو کمال اور شیخ مانے جاتے ہیں تلاش میں جاویں، جب قرار پا چکا ان دونوں معتبروں کو روانہ کیا، یہ تمام عالم میں پھرے، جہاں جس کمال کو سنا وہاں گئے اس سے ملے، مگر صفات قطب کبریٰ نہ پائیں، صفات قطبیت کبریٰ اور دیگر صفات مقامات فقرائے نے چاہا تو دوسرے رسالہ میں تحریر ہوں گی، الغرض یہ دونوں بزرگ شخص کناں وارد ہندوستان ہوئے اور حضرت گنجشکر کی کرامات اور ریاضت و عبادت کا شہرہ سُن کر وارد اجودھن ہوئے، آپ سے ملاقات کی، آثارِ قطبیت کبریٰ کے تو پائے، مگر حالات باطنی کو نہ پاسکے، اور حضرت کی خدمت میں رہنا سعادت سمجھا، جب ان کو بہت دن لگے دو شخص اور آئے وہ بھی رہ گئے، پھر دو اور آ گئے وہ بھی رہ گئے، اسی طرح کل درویشان وہاں کے آئے اور آپ کی خدمت میں رہنے لگے، جب حضرت نے دیکھا کہ وہ مقام اولیاء سے خالی ہے، اس وقت ان سے فرمایا کہ تم لوگ اپنے مقام کو خالی نہ چھوڑو، وہیں چلے جاؤ، اور مقام قطبیت کبریٰ ان کو معائنہ کراؤ بیٹے، وہ درویش اپنے جرائم و نایم عفو کرا کے بامراد اپنے وطن کو گئے، بعد اس کے ایک بار شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی اور حضرت عالم طہیز میں تھے، سیر کناں کوہ قاف ہوئے، ایک مسجد دلکش دیکھ کر وہاں قیام کیا، وہاں کے کل درویش واسطے پابوسی حضرت بابا صاحب کے حاضر ہوئے اور خدمات سجالات، ایک روز واسطے وظائے عرض کی، آپ نے تفسیر قرآن مجید بیان کی جس کے سننے سے تمام خلایق محظوظ ہوئی، اس وقت پیر سے حجاب اُٹھ گیا تھا، ایک حالت طاری تھی، بعد اس کے جب دنیا داروں نے بہت ستانا شروع کیا، دونوں بزرگوں نے



واپس ہندوستان مراجعت کی، حضرت شیخ محمد عوث گوالیری قدس سرہ نے اوراد غوثیہ اور دیگر  
مکاشفات اپنے میں تحریر کیا ہے کہ ایک شب میں حاضر وقت تھا، یکایک ایک آواز آئی کہ تیری  
حضور اور معموری کا وقت ہے، جب میں نے سر نکالا، دیکھا کہ دریا بے عظیم ہے اور تمام  
عالم اس کو دریا دیکھ رہا ہے، اور ایک تخت مرصع بلند بالادیر پار کھا گیا، اور آگے اس تخت کے  
ایک صورت جلال، ایک صورت جمال، اور ایک مرد باوقار اس پر جلوہ افروز ہے اور تمام خلق  
اس دریا میں آگئی ہے، وہاں سے جانیں نکلتی، مگر چند شخص کہ جن کو میں پہچانتا ہوں، نصف راہ  
وہ ٹپکے چلے گئے، کہ میں نے ان سبقت کی، اور قریب اس تخت کے پہنچا، وہ محافظ تھے،  
وہ آگے جانے کو مانع ہوئے کہ یوں نہ جاؤ، اور اپنا پیرا بن مجھ کو عطا کیا، اور دو طبق انوار  
فیض جمال سے اور تین طبق فیض جلال سے میرے سر پر ڈالے، جب میں نے زیادہ طلب  
کئے کہا کہ اتنا ہی تیرے نصیب میں ہے، پھر میں نے التماس کیا کہ آپ کا نام کیا ہے، فرمایا  
کہ فرید الدین گنجشکر کہتے ہیں، پس میں نے قدم ان کے لئے، اور پھر عرض کی، کہ یہ کیا جگہ ہے  
فرمایا کہ دریا بے ہستی ہے اور یہ تخت رب العالمین ہے، جو ولی اور نبی اس مقام پر پہنچتا  
ہے، نعمت ہائے جلال و جمال سے فیض یاب ہوتا ہے، پھر میں نے عرض کیا کہ حضرت تنہا  
جگہ کے محافظ ہیں، فرمایا چار شخص ایک بائزید بسطامی، دوسرے خواجہ جنید بغدادی، تیسرے  
خواجہ ذوالنون مصری، چوتھے فقیر، پھر میں نے عرض کیا کہ آپ صاحبوں کی پیدائش بعد رسول  
مقبول علیہ السلام کے ہے، پہلے کس طرح حفاظت ہوتی ہوگی، فرمایا حقیقت ہمارے مرتبہ  
سے تعلق رکھتی ہے، پہلے ظہور بدن ہے اور بعد ظہور سے، اس جسم عنصری کو کچھ دخل نہیں،  
پس وقعت حضرت خواجہ گنجشکر کی اس جگہ سے معلوم کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے کیا مرتبہ  
عنایت فرمایا، سیر الاقطاب سے نقل ہے کہ جب حضرت عوث بہاؤ الدین کی رحلت  
ہوئی، تو بابا صاحب واسطے تعزیت کے ملتان تشریف لے گئے، شیخ صدر الدین لہرو  
جانشین شیخ نے آپ کا آنا خیمت اور سعادت دارین جانا، بعد روز کے اظہار کیا،  
کہ ایک تو قریب روضہ کے ایک چاہ ہے، اس کا رہٹ ہر وقت آپ ہی پھرتا ہے، بیوں  
کا کچھ کام نہیں، تمام مولیٰ بیانی پیتے ہیں، دوسرا امر یہ ہے کہ قبر مبارک سے ہاتھ باہر آتا ہے،

لکھو لکھا آدمی جمع ہوتے ہیں، اور اس امر سے حیران رہتے ہیں، حضرت نے مراقبہ فرمایا سر اٹھا کر کہا کہ مجھ کو کل حال روح پاک سے معلوم ہو گیا، شیخ نے چاہ پر ایک دیو متعین کر دیا تھا کہ وہ رہٹ کو پھرایا کرے، اور خادم سے فرمایا کہ اس چاہ پر جا اور کہہ دے کہ اگر اسے پھرانے والے رہٹ کے اگر حکم خدا سے پھرتا ہے تو مباح ہے، ورنہ یہاں سے چلا جا، اسی وقت ایک سخت آواز ہوئی، اور رہٹ پھر ناموقوف ہوا، خادم نے حاضر ہو کر کل حال عرض کیا، آپ نے فرمایا کہ اب کبھی آپ سے نہ پھیرے گا، بعد اس کے آپ بمعہ صاحب سجادہ روضہ پر آئے وہ ہاتھ بدستور قبر سے نکلا، حضرت نے پانی کا آفتابہ اپنے خادم سے طلب کیا، جو چلتے وقت اس کے حوالہ کیا تھا، اور قدرے پانی اپنے ہاتھ میں لے کر دست برآمدہ قبر پر ڈالا، وہ ہاتھ اندر گیا، پھر باہر آ گیا، پھر آپ نے چند قطرے اس ہاتھ پر ڈال دیئے، وہ پھر اندر ہو گیا، تیسری بار پھر نکلا، آپ نے پھر تھوڑا پانی دیا، وہ ہاتھ پھر اندر ہو گیا، بابا صاحب نے ارشاد کیا، کہ جب شیخ کو غسل میت دیا ہے، تو ناف آپ کی خشک رہ گئی تھی، اسی واسطے ہاتھ بطلب آب باہر آتا تھا، اب وہ مدعا پورا ہوا، اب کبھی ہاتھ باہر نہ آوے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا نقل ہے کہ ایک بار شیخ بہاؤ الدین زکریا نے شیخ جمال ہانسوی کو طلب کیا کہ تھوڑے دن میرے پاس رہے گا، بابا صاحب نے فرمایا کہ برادر اپنا جمال بھی کوئی کسی کو دیتا ہے، شیخ بہاؤ الدین اس وقت چُپ ہو رہے، لیکن شیخ جمال کے دل کو اپنی طرف کشید کیا، اسی وقت شیخ جمال نے بابا صاحب سے عرض کیا کہ اگر حضور کی مرضی ہو تو تھوڑے دن شیخ بہاؤ الدین کے پاس گزار دوں، حضرت نے جواب نہ دیا، پھر انہوں نے بعد چند روز کے عرض کی، پھر جواب نہ دیا، پھر شیخ جمال نے تیسری بار عرض کیا، حضرت کو ناگوار گزرا، خفا ہو کر فرمایا کہ تجھ کو اپنا اختیار ہے جا، مگر کرامت اور نعمت ان کی صلب ہوئیں، وہاں سے نکل کر جنگلوں میں پریشان پھرنے لگے، اور تمام بدن میں زخم ہو کر متعین ہو گئے، حضرت نے کل اہل خانقاہ کو حکم دے دیا کہ کوئی کبھی ہمارے زور برد شیخ جمال کا ذکر نہ کرے اور شیخ جمال کے چہرہ کا رنگ ایسا متغیر ہو گیا تھا کہ کوئی شناخت نہ کر سکتا تھا، بعد ایک مدت کے عالم نام سوداگر جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اور حضرت کا مرید بھی تھا، ایک جنگل میں شیخ جمال

سے ملا، ان کی یہ حالت پریشان دیکھ کر پوچھا کہ شیخ کیا حال ہو گیا، شیخ جمال روئے اور اپنی سرگزشت بیان کی، اس سوداگر کو ان کے حال پر رحم آیا، اور کہا کہ تسلی رکھو، شیخ کی خدمت میں پہنچ کر تمہاری حقیقت عرض کروں گا، جب عالم سوداگر خدمت میں حضور میں حاضر ہوا، شیخ جمال کی کیفیت عرض کی، اور سفارش کی کہ اس کو طلب کیجئے شیخ جمال کی کیفیت سن کر حضرت کو بھی رحم آیا اور فرمایا کہ اسے عالم یہ رباعی اس کو لکھ دیجئے، اس کے بموجب حکم والا کے وہ رباعی تحریر کر کے ایک فقیر کے ہاتھ شیخ جمال کے پاس روانہ کی، رباعی

رو گرد جہاں بگرد پا آبد کن گم جو متی پانی بارا پے کن  
یک صبح باعلاص بیا بردر ما گم کار تو نیاید آنگہ گل کن

شیخ جمال بمجردیکھے اس رباعی کے خوش ہوئے اور جلدی سے خدمت پر مشد میں حاضر ہوئے، زمین خدمت کی چوٹی اور بہت روئے، حضرت نے ان پر بہت مہربانی فرمائی، اور فرمایا کہ میرا جمال قطب عالم ہے، اس روز سے مخاطب بہ قطب ہوئے، اسی وقت وہ ہیئت اصلی پر آگئے، اور نعمت صلب شدہ اور دیگر نعمت ہائے عظمیٰ سے مشرف ہوئے، نقل ہے کہ حضرت ملک مالوہ میں مسافر تھے ایک روز زبردخت بڑ کہ بر سر تالاب قصبہ بڑودہ علاقہ منجوش میں تھے تشریف فرما تھے، کہ تیز تند آمدی آئی، بہت سے درخت گر گئے اور اس درخت کی بھی ایک شاخ کہ سر مبارک پر تھی ٹوٹی اور ٹہنی سے جدا ہوئی، جب اس کے ٹوٹنے کی آواز آپ کے کان میں پہنچی سراسر اٹھا کر اس کو دیکھا وہ اسی جگہ قائم ہو گئی، باوجودیکہ ٹہنی سے جدا ہو چکی تھی، اور پھر بھی سر سبز اور شاداب رہی۔

نقل ہے کہ چھٹے مہینے آپ کے واسطے طبقہ زمہر پر سے ایک مشک پر آب آتی تھی، آخر سلطان ناصر الدین نے اس مشک کو احمد جن سے منگا کر اس کے تعویذ بنا کر اپنے اہل و عیال کے گلے میں ڈالے۔

میرا لا قطاب سے نقل ہے کہ بابا صاحب کو ایک روز حالت پیدا ہوئی بہت دیر بیہوش رہے جب ہوشیار ہوئے یاروں کی طرف دیکھ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ جو تیرے مرید اور مریدوں کے مرید ہیں، جو تیرے سلسلہ میں ہیں گے، ان پر آتش و ذرخ حوام کی،



تمام یار سننے سے اس خبر کے خوش ہو گئے، اور شکر حق بجالائے، کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے بابا صاحب سے فرمایا کہ اے فرید تجھ کو خوشخبری دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے مریدوں اور مریدوں کے مریدوں اور جو تیرے سلسلہ میں پہنچیں گے ان سب پر آگ دوزخ کی حرام کی، مگر وہ جو تیرے پیرو ہوں گے، کس واسطے کہ مرید وہی ہے جو پیر کے قدم بقدم ہو، صاحب مرآۃ الاسرار سے نقل ہے کہ بابا صاحب اور شیخ بہاؤ الدین زکریا میں کمال دوستی تھی، مثل برادر حقیقی کے، مگر بعض مفسد بابا صاحب کی خدمت میں شیخ کی شکایت کرتے، ان کی خدمت میں ان کی شکایتیں کرتے، اس کے دفعیہ کے واسطے شیخ بہاؤ الدین لکھتے ہیں کہ ہم میں اور تم میں عشق بازی ہے، دوسرے کی گنجائش نہیں اس کے جواب میں بابا صاحب لکھتے ہیں کہ ہم میں اور تم میں عشق ہے بازی نہیں، حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ بابا صاحب کو افطار کم تھا، خواہ کیسی ہی حالت ہوتی، اور شیخ بہاؤ الدین کو صوم کم طاعت عبادات زیادہ، چنانچہ دو رکعت میں قرآن ختم کرتے تھے، صاحب سیر السالکین ناقل ہیں، کہ ایک روز حسن قوال حضرت کی خدمت میں آیا، اور عرض کی کہ شیخ بہاؤ الدین کی بہت تعریف سنی ہے جی چاہتا ہے، ان کو جا کر دیکھوں، حضرت نے فرمایا جا، مگر بے ادبی دکرنا، الغرض حسن ملتان پہنچ کر دروازہ خانقاہ شیخ بہاؤ الدین پر حاضر ہوا، غلام شیخ نے اس کے آنے کی خبر گزارش کی، حکم ہوا کہ آنے دو، جب یہ قریب گیا، دیکھا کہ مکان عالیشان ہے، اور ہر طرح سے آراستہ ہے جس میں قائم اور دیبا کا فرش ہے، اس پر ایک پنگ جڑاؤ بچھا ہوا ہے، اس پر نخل رومی تکیہ وغیرہ آراستہ ہیں، اور شیخ بہاؤ الدین اس پر بیٹھے ہیں، یہ تکلف دیکھ کر اس کے دل میں خیال گزرا کہ یہ کیا شیخی ہے کہ کل سامان عیش دنیا موجود ہیں، فقیری گنجشکر کے گھر ہے کہ جہاں سوائے ایک بوریئے کے دوسرا نہیں، شیخ نور باطن سے دریافت کر گئے، اور فرمایا کہ ادبے ادب بہائی فرید الدین نے تجھ سے کیا کہہ دیا تھا کہ بے ادبی نہ کرنا تو نے نہ مانا، ادب شیخ کو محققہ آیا اور چاہا کہ اس کو اٹھا کر پھینک دیں، دست بابا صاحب درمیان میں آگیا، شیخ پھر درگزر کر گئے، دوسری بار پھر چاہا کہ اس کو سزا دیں، پھر وہی ہاتھ اڑے آگیا، تیسری بار پھر اس کو زک دینی چاہی، پھر وہی ہاتھ درمیان میں آگیا، اور اس ہاتھ نے کہا

کہ اے حسن اس ہاتھ کو پہچانتا ہے، حسن نے کہا کہ قربان اس ہاتھ کے اگر یہ ہاتھ نہ ہوتا تو میں زندہ نہ رہتا، لکھا ہے کہ ایک روز یہی حسن قوال حاضر ہوا، اور عرض کی کہ میری لڑکی کی شادی ہے، کچھ عنایت کیجئے، بابا صاحب نے فرمایا کہ میرے پاس کیا ہے، جو دوں، تو خوب جانتا ہے، اس قوال نے کہا کہ اگر کچھ نہیں ہے تو کہہ دو کہ یہ اینٹ اٹھائے، پتھری دیر تو آپ چپ رہے، بعد فرمایا کہ اٹھائے، اس نے جو اینٹ کو ہاتھ لگایا، سونے کی ہو گئی، یہ خوش ہوا اور پھر عرض کیا کہ حکم دیجئے تاکہ دوسری خشت بھی اٹھاؤں، آپ نے فرمایا کہ یہی کافی ہے، جب اس نے اصرار کیا فرمایا کہ اس کو تو اٹھائے، مگر پھر نہ اٹھانا، اس نے منظور کیا، وہ اینٹ بھی اس کے ہاتھ لگاتے ہی زبر ہو گئی، پھر اس نے عرض کی کہ تیسری کی بھی اجازت دیجئے، آپ نے فرمایا کہ تجھ کو کہہ دیا کہ اب کچھ نہ کہنا، اور پھر تو کہتا ہے، قوال نے کہا کہ ذرا سے کہہ دیجئے میں تمہارا کیا ہرج ہوتا ہے، آپ نے قسم فرما کر ارشاد کیا کہ خیر ایک اور اٹھائے، اٹھاتے ہی وہ بھی سونے کی ہو گئی، وہ قوال بخوش تینوں خشت زرے کو مکان پر آیا، اور بڑی دھوم دھام سے اپنی دختر کی شادی کی، اور اپنی کل برادری سے حضرت کی یہ کرامت بیان کی۔ نقل ہے کہ ایک زند خدمت بابا صاحب میں آیا، آپ ریش مبارک میں لنگھا کر رہے تھے، اس نے کہا کہ یہ لنگھا مجھ کو دے، آپ نے فرمایا کہ مستعمل ہے، اس نے کہا یہی دے، ورنہ میں لے لوں گا، اور تجھ کو برکت ہوگی، آپ نے فرمایا تجھ کو اور تیری برکت کو دریا میں ڈالا، اور وہ زندہ خانقاہ سے باہر آیا اور تالاب میں غسل کرنے کو گھسا، اسی روز ڈوب کر مر گیا، صاحب تاریخ فرشتہ نے لکھا ہے کہ حضرت شیخ شہاب الدین پیر حضرت نے روبرو آپ کے اگر شکایت کی کہ قاضی ابو دھمن نے مجھ کو اور میرے مریدوں کو بہت برا بھلا کہا اور ایسے کلمات ناشائستہ کہے کہ جن سے بہت ہی بے عزتی ہوئی، حضرت نے یہ سن کر عصا اپنا اٹھا کر زمین پر مارا، اسی وقت قاضی کے شکم میں دو رو اٹھا اس نے بیقرار ہو کر کہا کہ مجھ کو جلد بابا صاحب کی خدمت میں لے چلو، تاکہ میں اپنی عطا معاف کراؤں، اس کے جواب اس کو اٹھا کر لے چلے، راستہ ہی میں وہ مر گیا، صاحب سیر المشائخ نقل کرتے ہیں کہ ایک جوان جو بروہی سے بابلوت بیعت

ابو دھمن کو چلا، ایک بازاری عورت فاحشہ کہ صاحب جمال تھی، راستہ میں ملی، شام کو سرائے میں دونوں کا ایک جگہ مقام ہوا، اس کو ٹھڑی میں سوائے ان کے تیسرا نہ تھا، اس عورت نے چاہا کہ اس مرد کو اپنے قبضہ میں لیجئے، اور ہم صحبت ہو بیٹھے، قریب تھا کہ یہ مرد آلودہ بہ گناہ ہو، اسی وقت ایک مرد اس جگہ پیدا ہوا، اور ایک ملا پنچر اس جوان کے منہ پر مارا، اور کہا کہ اسے بے ادب واسطے ارادت شیخ کے جاتا ہے اور راستہ میں بدکاری کرتا ہے یہ کہہ کر غائب، یہ جوان استغفار پڑھتا ہوا وہاں سے نکلا، اور بعد چند روز کے خدمت شیخ میں پہنچا پہلی بات شیخ نے یہ فرمائی کہ الحمد للہ والمنۃ کہ راستہ میں تو نے مکر عورت فاحشہ سے نجات پائی، سبحان اللہ کیا ولایت کیا عالی رتبہ تھا، صاحب خزینۃ الاصفیاء سیر الاقطاب سے ناقل ہیں، کہ بادشاہ دہلی نے فوج کو واسطے تاراجی قصبہ دپال پور کہ اہل قصبہ مسلمان نہ ہوتے تھے، روانہ کیا، جب یہ فوج پہنچی، انہوں نے بعضوں کو قتل کیا، بعضوں کو قید کیا، ایک مسلمان تیلی کی بی عورت گرفتار ہوئی، اس کا خاوند حضرت بابا صاحب کی خدمت میں آیا، اور بصد زاری عرض کیا کہ میری عورت بھی مبتلائے بلا ہوئی، لشکر اس کو پکڑ کر لے گئے، حضرت نے اس پر مہربان ہو کر فرمایا تسلی رکھ تین روز تو میرے پاس رہ، اللہ قادر ہے تیری مشکوہہ تجھ کو مل جائے گی، قدرت خدا سے اسی روز ایک منشی سرکاری قید ہوا، اور واردا ابو دھمن ہو کر واسطے دعا و خلاصی اور بیہودی اپنی کے حضور کی خدمت میں آیا، حضرت نے فرمایا کہ اگر تو خلاص ہو جائے تو فقیروں کی کیا مدد کرے گا، اس نے عرض کیا کل مال و متاع، فرمایا تیرے مال سے کچھ عرض نہیں مگر تجھ کو جو خلعت ملے اس تیلی کو دے دینا، اس نے قبول کیا، اسی وقت اس کی بحالی کا حکم آیا، وہ اس تیلی کو ہمراہ لے کر خدمت حاکم دپال پور میں حاضر ہوا، اس نے اس کو خلعت سرفرازی دیا، اس میں ایک اسپ اور کنیزک خوب رو تھی، اور پھر اس کو اس کے کام پر بحال کیا، اس منشی نے وہ سامان اس تیلی کے حوالہ کیا، اس عورت نے جب اپنے شوہر کو پہچانا منہ کھول دیا، اور شکر پروردگار بجالائے، اور اپنا کل مال و متاع خیرات کر کے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، ترک دنیا کی اور عبادت حق میں مشغول ہوئے، نقل ہے کہ ایک حاکم دپال پور کو باز کے شکار کا بہت شوق تھا، اس کا ایک بہت پیارا باز تھا، وہ ایک باز دار کے سپرد تھا، اور یہ حکم



تھا کہ بے حکم ہمارے اس بازو شکار پر نہ چھوڑا جائے، اتفاقاً وہ بازو دار حسب منشا اپنے دوستوں کے جنگل میں آیا، اور ان دوستوں کے امر سے اس بازو شکار پر چھوڑا، جب شکار باز کے ہاتھ نہ لگا، بازو آسمان پر ہوا ہوا، اور نظر سے غائب ہو گیا، تب تو یہ بازو دار گھبرا گیا، ناچار فقیر ہی کا گھر سوچا، بعقیدہ تمام خدمت بابا صاحب میں آیا، اور بازو کا کل علل عرض کیا، آپ نے فرمایا، مت گھبرا خدا خیر کرے گا، اس کو کھانا کھلایا، جب کھانا کھا چکا، فرمایا کہ دیکھ تیرا بازو وہ اس دیوار پر بیٹھا ہے، اور جب تک تو نہ جائے گا، وہ نہ اڑے گا، بازو دار نے اس کے قریب جا کر پکڑا اور قدمبوسی کر کے اپنے حاکم کی خدمت میں گیا، اور کامل ماجرا بازو کا عرض کیا، وہ کمال حضرت کا سن کر خدمت عالی درجبت میں گیا، اور مرید ہو کر تارک الدنیا ہو کر تا حیات جاوید کشتی استانہ شریف میں مصروف رہا، صاحب خزینۃ الاصفیاء ناقل ہیں کہ ایک قطعہ زمین حضرت کا زر خرید تھا، ایک اور شخص نے اس پر ملکیت کا دعویٰ کیا، اور وہ مقدمہ اجلاس حاکم دیپال پور میں پیش ہوا، بعد ترتیب مثل دعوئے مدعی حاکم نے حضرت کو واسطے جواب دہی کے طلب کیا، آپ نے جواب میں لکھا کہ اس مقدمہ کا حال اہل قصبہ سے دریافت کر لو، سب جانتے ہیں، اس نے جواب دیا کہ یہ مقدمہ ایسی بے پروائی سے فیصل نہ ہوگا خود حاضر ہو یا تمہارا وکیل، اور جب تک سند نہ پیش کرے گا، قابل توجہ نہ ہوگا، حضرت نے رنجیدہ ہو کر فرمایا اس گردن شکستہ سے کہو، کہ ہمارے پاس نہ سند ہے نہ گواہ اگر ہمارے کہنے کا اعتبار ہے تو کافی ہے، ورنہ زمین متازعہ سے دریافت کر لو کہ تو کس کی ملک ہے یہ سن کر حاکم متحیر ہوا، اور برائے امتحان موقع پر آیا، اس وقت غلائق اجود من اس معاملہ کے دیکھنے سننے کو موقع پر حاضر تھی، بحکم حاکم مدعی نے کہا کہ اسے زمین تو کس کی ملک ہے، کچھ جواب نہ ملا، پھر حضرت کے ایک خادم نے باواز بلند کہا کہ اسے زمین فرید الدین گنجشکر کا حکم ہے راست بیان کر کہ تو کس کی ملک ہے، زمین نے بغضاحت جواب دیا کہ میں خواجہ فرید الدین کی ملک ہوں مدعی منفل ہوا، حاکم متحیر ہوا واپس پھر راستہ میں اس کی گھوڑی کا قدم الجھا وہ گرا، اور وہ حاکم اس پر سے گردن کے بل گرا، کہ منکا اس کی گردن کا ٹوٹ گیا اور فوت ہوا، راحت القلوب سے نقل ہے، کہ محمد شاہ ایک شخص یاران حضرت سے تھا آیا، آداب بجالایا، مگر مکر خاطر

تھا، حضرت نے کدورت کا حال دریافت کیا، اس نے عرض کیا کہ میرا برادر بیمار ہے، اس کو حالت نزع میں چھوڑ آیا ہوں، آپ کی قدمبوسی کو آیا ہوں، شاید اس کو زندہ نہ پاؤں گا، آپ نے فرمایا، جاتیرا برادر اچھا ہے، اس کو شفا ہوگئی، جب محمد شاہ مکان پہنچا، اپنے بھائی کو تندرست پایا، نقل ہے چند رویش بیت المقدس سے آپ کی خدمت میں آئے، اور حضرت کو تیز نظر سے دیکھا، آپ گردن جھکائے بیٹھے رہے، آخر ایک نے کہا کہ یا مخدوم میں نے آپ کو بیت المقدس میں جا رو بکشی کرتے ہر روز دیکھا ہے، اور آپ نے اپنا نام فرید الدین ابو دہنی بتایا تھا، فرمایا کہ ہمارے تمہارے درمیان عہد کیا تھا، کہ یہ حال کسی سے نہ کہنا، تم نے عہد فراموش کیا، سنو مردان خدا جس جگہ ہیں، وہیں خانہ کعبہ وہیں بیت المقدس وہیں عرش، وہیں کرسی ہے، جو کچھ پیدائش خدا ہے، سب ان کی پیش نظر ہے مگر اس طرف توجہ ہو، جس طرف توجہ کی وہیں حال معلوم ہوگیا، اگر یقین نہیں ہے تو آنکھیں بند کرو، بعد ایک ساعت کے فرمایا کہ کھول دو اور حلقا اہل مجلس کے رو برو بیان کرو، اس فقیر نے بحلف کہا کہ میں نے پچشم باطن معائنہ کیا، اور بعد اس کے حضرت کا مرید ہو کر کارکنیں کو پہنچا کر خرقہ خلافت حاصل کیا، اور سینتان کا شاہ ولایت ہوا، راحت القلوب سے نقل ہے کہ مرید مسلمی شہاب الدین لاہور سے چل کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا، اور آداب بجا لایا، پچاس دینار رو برو حضرت کے رکھے، اور عرض کیا کہ حاکم لاہور نے آداب کو ریش عرض کیا ہے اور نذرانہ پیش کش کیا ہے، آپ نے تبسم کر کے فرمایا، کہ شہاب الدین خوب حصہ کیا، برابر کے ادھے آپ رکھے ادھے ہمارے پاس لاکر پیش کئے، شہاب الدین فخر ہوا، عذر تقصیر چاہا، اور توبہ کی، اور باقی ماندہ پچاس دینار آگے رکھ دیئے، حضرت نے فرمایا کہ جدید بیعت کر کہ تیری توبہ ساقط ہوگئی، اس نے پھر دوبارہ بیعت کی یہاں تک کہ خرقہ خلافت عطا ہوا، اور بلخ کا شاہ ولایت کیا گیا، فواید شریف سے نقل ہے کہ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا، کہ میں ایک روز خدمت شیخ میں حاضر تھا کہ موئے مبارک ریش حضرت سے جدا ہوا، اور آپ کی بغل کی طرف پڑا، میں نے عرض کیا کہ ایک بال ریش مبارک سے جدا ہوا ہے اگر حکم ہو تو اس کو لے کر بعزت تمام تعویذ بتا کہ حرز جان کروں، فرمایا کہ لے لے، میں نے

اس کو لے کر تعویذ بنایا جب بعد چند روز کے پھر دہلی میں آیا، جو مرعیض طلب تعویذ میں میرے پاس آتا، میں اسے موٹے مبارک کے تعویذ دیتا، اس کو شفا ہوتی، ایک روز پسر تاج الدین ملتانی بیمار تھے، اور تاج الدین کہ میرا دوست تھا، بطلب تعویذ موٹے مبارک کو آیا، میں اس کو ایک طاق میں دہر کر بھول گیا، ہر چند تلاش کیا نہ ملا، آخر وہ پسر فوت ہوا بعد چند روز کے ایک اور شخص آیا وہ بھی میرا دوست تھا، اس نے بھی تعویذ موٹے مبارک طلب کیا، یکا یک میری نظر اس تعویذ پر جا پڑی، طاق میں سے اٹھا کر اس کو دیا، وہ جس کے واسطے لے گیا تھا، اس کو شفا ہوئی، اب میں نے معلوم کیا کہ حیات پسر تاج الدین کی باقی نہ تھی، اس وجہ سے وہ تعویذ میری نظر سے پوشیدہ ہو گیا تھا، نیز حضرت سلطان المشائخ سے روایت ہے، یعنی سلطان الاولیاء فرماتے ہیں کہ محمد نام ایک شخص میرا بہنوئی تھا اس کو ہمیشہ ناروا کا عارضہ لاحق رہتا تھا، جب میرا ارادہ واسطے زیارت مشائخ اجودھن کا ہوا، اس نے معلوم کر کے بہنت کہا، کہ جب تم شیخ کی خدمت میں پہنچو، میری شفا کے واسطے عرض کرنا، جب میں حاضر ہوا، اس کا بھی پیام عرض کیا، اور تعویذ چاہا، فرمایا کہ لکھ اللہ کافی، اللہ شافی، اللہ معافی، میں نے تحریر کر کے پیش کیا، اس کو معائنہ فرما کر ارشاد کیا کہ اس کو دے دینا، جب میں واپس دہلی میں آیا، وہ تعویذ اس کو دیا، برکت اس تعویذ سے پھر کبھی تاجا کے ناروانہ ہوا، نقل ہے کہ ایک بار صات درویش حضرت کی خانقاہ میں آئے اور بیان کیا کہ تمام عالم میں پھر سے فقر نہیں دیکھا، مگر چند مدی دیکھے، آپ نے فرمایا بیٹھو ہم تم کو فقیری دکھائیں گے، انہوں نے اس بات کی طرف کچھ توجہ نہ کی، اور وہاں سے چل دیئے، آپ نے فرمایا فقیری دیکھو گے، وہ درویش جب اجودھن سے باہر ہوئے بادِ سموم یعنی کو لگنے سے مر گئے۔

سیر الاولیاء سے نقل ہے کہ سلطان ناصر الدین خلیفہ شمس الدین التمش نے اوچ اور ملتان کی طرف لشکر کشی کی اور واسطے قد مہوسی حضرت گنجشکر کے اجودھن میں آیا، بعد ملازمت کے چار ہندو موضع کی اور کچھ زر نقد ہم دست سلطان خیاث الدین بلبن کے کہ اس زمانہ میں امرائے سلطانی سے تھا، شیخ کی خدمت میں پیش کش کیا، حضرت نے نقد تو فیروں کو تقسیم کر دیا، اور معافی جاگیر قبول نہ فرمائی، اور کہا کہ اس کے بہت طالب ہیں ان کو دوسرے



شاہ مارا دیہہ وہد منت بند رازق مارزق بے منت وہد

اس وقت غیاث الدین کے دل میں آیا کہ سلطان ناصر الدین لا ولد ہے، اگر حضرت کی توجہ ہو، تو بادشاہی مجھ کو مل جاوے، حضرت نور باطن سے معلوم فرما کر یہ دو بیت زبان مبارک پر لائے، بیت یہ

فریدون فسر ح فرشتہ نبود ز عود و عنبر سرشتہ نبود

زداد و دہش یافتہ اونیس کوئی توداد و دہش کن فریدوں توئی

حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ حضرت گنجشکر ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے، چنانچہ دانہ مویر ایک پیالہ پانی میں تر کر کے اُن کا آب زلال نوش فرماتے، اور نصف شربت حاضرین کو تقسیم کرتے، سحری کے وقت دو نان آتیں، ان میں سے قدرے نوش کرتے باقی تقسیم فرماتے اور بعد افطار روزہ کے ہر قسم کا کھانا حاضرین کو کھلاتے، آپ اس میں ہاتھ کم ڈالتے، نیز حضرت سلطان المشائخ سے روایت ہے کہ کچھ درویش صاحب دہلی میں آئے، جامع مسجد میں ٹھہرے بھوکے تھے، حضرت بابا صاحب نے دانائی سے معلوم کیا، اور گھر میں گئے، وہاں سوائے قدرے جوار کے اور کچھ موجود نہ تھا، اس جوار کو آپ نے پیسا اور روٹیاں پکا کر درویشوں کے پاس لائے، ان درویشوں نے کہا تمہارے گھر میں سوائے اس جوار کے اور کچھ نہ تھا، تم نے کس طرح پیسا اور پکایا ہم دیکھ رہے تھے اب کیا چاہتے ہو کہو، الغرض جو مطلب حضرت کا تھا، وہ ان درویشوں کی مدد و دعا سے پورا ہوا، ہمیشہ آپ کے یہاں تنگی رہتی تھی، مگر جو درویش آتا تھا خالی نہ جاتا تھا، کس واسطے کے فقرا کا قاعدہ ہے، کہ خدمت فقرا سے ہرگز دریغ نہیں کرتے، بلکہ سعادت جانتے ہیں، پس یہی قاعدہ حضرت شاہ غلام فرید کا تھا، حضرت سلطان المشائخ سے نقل ہے کہ میں ابودھن سے آگر دہلی میں مقیم ہوا، اور وہ کہیں کہ جو شیخ نے مرحمت فرمایا تھا، اس کو اوڑھے رہتا تھا، ایک بار جامع مسجد میں گیا، شیخ شرف الدین قبائی نے مجھ کو طلب کیا، اور احوال سے دریافت کیا، میں نے اپنی مریدی اور عطائے خرقہ کی کیفیت ان سے بیان کی یہ سنتے ہی حضرت گنجشکر کی شان میں کلمات نامناسب کہے، جو مجھ کو ناگوار گزرے،

اور مجھ کو بھی برا کہا باوجودیکہ میں جواب رکھتا تھا، مگر ان کی برداشت کی، جب پھر خدمت شیخ میں بمقام ابودھن پہنچا، اس ماجرے کو عرض کیا، حضرت ہائے ہائے کر کے روئے، اور میری بردباری پر آفرین کی، اور فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ شرف الدین گیا، جب میں پھر دہلی میں آیا، شرف الدین مرچکا تھا، نیز روایت ہے کہ شیخ یوسف ہانسوی کہ حضرت کے یاران سابق سے تھے، اوچ سے آئے، حضرت نے پوچھا کہ یوسف اس سفر میں کیا دیکھا ہے، اس نے عرض کی کہ فلاں جگہ فلاں درویش فلاں جگہ کا ملین کو دیکھا ہے، ایسے عابد ایسے زاہد تھے، یہ سن کر حضرت نے دھنوکیا، اور اٹھے اور ہو پر پرواز کی، جب تھوڑی دیر بعد تشریف لائے، یوسف نے عرض کی کہاں تشریف لے گئے تھے، فرمایا کہ یوسف تیرے بیان سے مجھ کو ان مشائخ کے دیکھنے کا شوق پیدا ہوا، ان کو دیکھنے گیا تھا، صاحب مرآۃ الاسرار ناقل ہیں کہ ایک روز شیخ صدرالدین بن شیخ بہاؤ الدین زکریا نے پدر بزرگوار اپنے سے عرض کیا کہ شاہ کر دیز کے مزار سے ہاتھ باہر آتا ہے، اور بیعت کرتا ہے، مگر آپ کے فرزندان کی طرف اتنی رجوع نہیں ہے، جتنی اس ہاتھ کی طرف ہے، آپ نے چندے تغافل فرما کر فرمایا کہ بابا اس خیال میں تم مت پڑو، جب مصر ہوئے، تو ناچار فرمایا کہ مرقد پاک شاہ کر دیز میں جا کر خود التماس کر کہ آپ کے کمالات میں کسی کو شک نہیں لیکن رعایت اپنے جد کی شریعت کی لازم ہے، شیخ صدرالدین مزار پر گئے، اور پیام پدر عرض کیا، اس روز سے وہ ہاتھ نکلتا اور بیعت کرنا بند ہوا، مزار شاہ کر دیز کا ملتان میں ہے، اس حکایت کا یہاں موقع نہ تھا، مگر برسیل تیشی تحریر کی، مگر اب چند کلمات طیبات بابا صاحب ملفوظات حضرت سے تبرکات تحریر ہوتے ہیں یعنی حضرت گنجشکر نے زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے معاملہ درست رکھنا چاہیئے جو وہ دیتا ہے، اس کو کوئی نہیں لے سکتا، جب وہ لیتا ہے، کوئی دلا سکتا نہ وہاں سفارش چلتی ہے، نہ رشوت کام دیتی ہے، کلمہ دوم درویش کو چاہیئے کہ آرائش ظاہری میں نہ کوشش کرنے، واسطے دنیاوی عزت کے، اپنے رب و خدا کو بے قدر نہ کرے، حرمیت خاندان نگاہ رکھے، صرف طلب حق میں مشغول رہے، کلمہ سوم، جو سائل

دروازہ پر آؤتے اس کو جو موجود ہو دیوے یا موجود نہ ہو، نہ دیوے، ترمی سے کہہ دے کہ اس وقت نہیں ہے، اور بُرا بھلا اور سخت کلامی سے پیش نہ آؤے، اس بارے میں آیت کریمہ دال ہے وَاَمَّا السَّائِلُ فَلَا تَنْهَیْهُ سَاعِلٌ كَوْمَتِ جَبْطٍ، اور اس سے سخت کلامی مت کر، بُرے بھلے کا کچھ خیال نہ کرے، روٹی دے، اہل کو کسی جگہ نہ بھولے، جو بات کہے سمجھ کر کہے، دل کو باز سپردیوانہ نہ کرے، کلمہ چہارم بھاگنا اپنے سے اور پہنچنا طرف حق کے عوام سے عذر کرنا، گوشہ اختیار کرنا، کم بولنا، کم کھانا، کم سونا، کم ملنا، نہ مثل برگ نیب تلخ ہونا، نہ مثل شکر و شیر رہنا، بین بین رہنا، کلمہ پنجم، دشمن کیسا ہی دوست ہو، دوستی میں اس سے بے ڈر رہنا نہ چاہیئے، جیسا کہ سعدی نے کہا ہے

ازاں کس تو ترسد ترس اسے حکیم

کلمہ ششم، اپنی توانائی پر بھروسہ نہ کرنا چاہیئے کہ نہ معلوم موت کس وقت آؤے اور اہل اللہ کی صحبت کو غنیمت جانے، ان کی کتب دیکھے، اور جو شخص تمام جہان کو اپنا دشمن بنانا چاہے، تکبر اختیار کرے، جو اپنی حرمت اپنا اعتبار کھونا چاہے، وہ غازی دروغ گوئی اختیار کرے، کلمہ ہفتم، در باب سماع یعنی ایک بار اباحت اور حرمت سماع میں کہ اختلاف علماء کا ہے، گفتگو ہو رہی تھی، حضرت نے فرمایا، سبحان اللہ یکے سوخت و خاکستر شد، و دیگر ہنوز در اختلاف است، یعنی ایک جلا خاکستر ہوا، دوسرا اختلاف میں ہے، صاحب سیرالاقطاب فرماتے ہیں کہ حضرت کی تین ازواج تھیں، ایک بی بی ہریرہ دختر سلطان غیاث الدین بلبن بادشاہ دہلی، دوسری بی بی سارہ، تیسری بی بی شکرویدہ، دونوں خادمہ دختر سلطان کے ہمراہ آئی تھیں، دختر شاہ نے اپنی خوشی سے یہ دونوں خادمہ حضور کے تصرف میں دے دی تھیں۔ اور کیفیت اس کی یہ ہے کہ بعد وفات حضرت قطب الاقطاب بابا صاحب چند دہلی میں رہے ہیں، ایک روز سلطان غیاث الدین بلبن واسطے زیارت حضرت کے آیا، اور عرض کیا کہ بندہ تو اکثر بار سعادت زیارت سے مشرف ہوا ہے، لیکن بیگمات کا باہر گھر کے آنا محال ہے، میں ان کی طرف سے عرض کرتا ہوں کہ حضور نوازش فرما کہ میرے گھر قدم رنجہ فرماویں تو وہ پردہ نشینان بھی قد مبوسی سے مشرف ہوں، آپ نے فرمایا کہ ہمارے پیروں



نے ہمیشہ ادا کے گھر جانے سے اجتناب کیا ہے، مگر مشیتِ ایزدی میں دم نہیں مارا جاتا، اگرچہ سنت پیروں کی ہاتھ سے خالی جاتی ہے مگر حکمِ خدا اسی طرح ہے۔ بسم اللہ کہہ کر آپ ہمراہ بادشاہ محلِ سرا میں داخل ہوئے، دختر سلطان ہرنیزہ بانو ڈیوڑھی پر استادہ بختیں، کہ نظر حضور کی ان پر پڑی، تادیبان کی طرف دیکھتے رہے اور سلطان سے پوچھا کہ یہ دختر کس کی ہے، سلطان نے عرض کیا، کہ آپ کے غلام کی دختر ہے، حضرت چپ ہو رہے، اور کل اہل محل سرائے نے قد مبوس کی، اور بزودی باہر تشریف لائے، بادشاہ نے اسی وقت وزیر کو طلب کیا، اور فرمایا کہ حضرت گنجشکر بموجب میری استدعا کے میرے گھر تشریف فرما ہوئے تمام مستورات نے قد مبوس کی، آپ نے کسی کی طرف توجہ نہ فرمائی، سر نیچے کئے چپ رہے، میری دختر کو دیکھ کر مجھ سے پوچھا کہ دختر کس کی ہے، میں نے کہا میری ہے، کچھ جواب نہ دیا، اور اسی وقت تشریف لائے معلوم ہوتا ہے کہ میل خاطر اس کی طرف ہوا ہو، تو ابھی حضرت کی خدمت میں جا، اور میری طرف سے عرض کر کہ اگر حکم ہو تو میں اپنی دختر کو واسطے خدمت عالی کے حاضر کروں، وزیر نے جا کر پیام سلطان ادا کیا، حضرت نے وزیر سے فرمایا کہ میرا ارادہ ہرگز یہ نہ تھا کہ میں اپنے کو آلودہ کروں، مگر حکمِ خدا پیہم اسی طرح ہوا، کہ فرید میرے حبیب کی سفت ادا کر، لاچار قبول کیا، مگر میں حیران ہوں کہ کیونکر یہ حکم ہوا، میں جس وقت محل میں داخل ہوا، اور حق کی طرف متوجہ ہوا، اسی وقت حکم ہوا فرید سراؤنچا کر، جب میں نے سراؤنچا کیا، نگاہ دختر پر پڑی، اسی وقت حکم ہوا، کہ اس دختر سے نکاح ہوگا، اس واسطے قبول کرتا ہوں، وزیر یہ سن کر حضور شاہ میں آیا، اور کل حال عرض کیا، سلطان سنتے ہی خوش ہوا، اور وزیر کو حکم دیا، کہ ابھی تیاری کرو، ابھی نکاح کر کے اس دختر کو حضرت کے سپرد کرو، اور جہیز شایانہ ہمراہ کرو، وزیر نے اسی وقت خود پیر وکیل بن کر دختر شاہ کا عقد کیا، اور دختر کو معہ جہیز ایک مکان خاص میں پہنچا دیا، شب کو حضرت بحکمِ خدا گھر میں آئے، اسباب و سامان دیکھ حیران کھڑے رہے، آخر ایک گوشہ میں اپنا مصیٰ بچھا کر یاد حق میں مشغول ہوئے، دختر شاہ نے جب یہ دیکھا اسی وقت مسند سے اٹھ کر طریقہ آداب بجالائیں، اور دست بستہ کھڑی رہیں، حضرت بھی صبح تک

عبادت میں مشغول رہے، صبح باہر آگئے، جب دوسری شب ہوئی پھر اسی گوشہ میں تمام شب مشغول عبادت رہے، آخر چوتھی شب بی بی نے عرض کی کہ میں نہیں جانتی کہ مجھ سے کیا قصور ہوا، کہ آپ میری طرف توجہ نہیں فرماتے، آپ نے فرمایا کہ بی بی رضا مندی فقیر کی، رضا مندی خدا کی ہے، اگر رضائے حق درکار ہے تو دنیا کو ترک کر لباس درویشی پہن اور عبادت میں مشغول ہو اور یہ تمام مال و منال راہ خدا میں صرف کر بی بی نے سنتے ہی اس حکم کے اسی دن تمام مال و منال درویشوں کو دیا، کچھ باقی نہ رکھا، حضرت اس بات سے بہت خوش ہوئے، اور مکان جہیز سے باہر آ کر یاروں سے فرمایا کہ ہماری اہل خانہ کے واسطے حفت پلاس تیار کرو، شیخ محمود موئینہ دوز نے اسی وقت تیار کی، وہ اپنی زوجہ کو دی، یہ خبر بادشاہ کو ہوئی، اس نے بار دیگر پھر اتنا ہی مال و متاع دیا، بی بی نے اسی وقت اس کو بھی راہ خدا میں صرف کیا، بادشاہ نے پھر بھیری بار اتنا ہی دیا، بی بی نے وہ بھی راہ خدا میں صرف کیا، مگر تین سو باندیاں جو ان کے باپ نے دی تھیں، وہ باقی بچیں، بی بی نے حضرت سے عرض کیا کہ یہ کنیز قدیمی ہیں دوسروں کو دینا نامناسب ہے، ان کو واپس کر دیا جائے، مگر ان میں سے جو آپ کو اچھی معلوم ہوں واسطے اپنی خدمت کے رکھ لیجئے، چنانچہ سارہ اور شکریہ رکھ لی گئیں بھتیں، باقی سب کو سلطان کے پاس بھیج دیا، اور بی بی نے عرض کیا کہ ہم نے فقر اور فاقہ سے گزارا کیا، میرا باپ بادشاہ ہے، وہ کب گوارا کرے گا، اس سے بہتر ہے کہ ہم ایسی جگہ رہیں کہ جہاں ہم کو کوئی نہ جانے، اور بذوق عبادت میں مصروف رہیں، حضرت نے اس صلاح کو پسند کیا، ابو دھن میں تشریف لائے، اور دہلی میں اپنے برادر شیخ نجیب الدین متوکل کو اپنا حلیفہ کر کے رکھا، اور حضرت کے چھ پسراور تین دختر پیدا ہوئیں، جن میں شیخ عبداللہ پسرخورد، خور دسانی میں شہید ہوئے، ان کا مزار پاک تین میں بیرون شہر جانب جنوب قریب حرم روضہ حضرت گنجشکر کے واقع ہے اور وہ شیخ عبداللہ بیابانی مشہور ہیں، باقی سب سے اولاد ہوئی، صاحب مرآۃ الاسرار پانچ پسراور دو دختر تحریر کرتے کرتے ہیں، اور حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی نقل کرتے ہیں، کہ ان کا نکاح ابو دھن میں ہوا تھا، اور آپ نے نزدیک جامع مسجد کے اپنے رہنے کو مکان بنایا تھا، مگر آپ

اکثر مسجد میں رہا کرتے تھے، یا جنگل میں زیر درختان کریر بسر فرماتے، اور اہل و عیال کا گزر پیلویا گل کریر پر تھا، وہ بھی شکم سیر نہ ملتا تھا، فتوحات بدرجہ غایت تھیں، حضرت کل مساکین اور مسافروں کو نقدی تقسیم فرماتے، آپ عادت معصومہ پر رہتے، باوجود اس قدر آمدنی نقد و عین کے حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ جس روز مجھ کو گل کریر شکم سیر ہو کر ملتی تھی، وہ روز روز عید ہوتا تھا، بڑے صاحبزادہ شیخ بدرالدین سلیمان تھے، کہ صاحب سجادہ ہوئے ان کے بھی چھ بیٹے اور پانچ دختر تھیں، مزاران کا گنبد معنی میں ہے، ان کو سوائے اپنے خاندان پدری کے علیحدہ خاندان چشت سے ارادت تھی، چنانچہ خواجہ غور و خواجہ روز خواجگان چشت سے حیات بابا صاحب میں قصبہ چشت سے تشریف فرمائے ابو دمن ہوئے تھے۔ بابا صاحب نے شیخ سلیمان و شیخ شہاب الدین کو تیر کا مرید کر دیا تھا، دوسرے مخدوم زادہ شیخ بہاؤ الدین مشہور شہاب الدین گنج عالم تھے، بڑے عالم متبحر تھے، ان کے پانچ پسر تھے، ان کا مزار بھی متصل روضہ کے ہے، مگر آپ کے خلفائے و ہیں دوسرا مقبرہ بنوا کر آپ کے جسد مبارک کو وہاں مدفون کیا، تیسرے صاحبزادہ شیخ یعقوب تھے، ان کے دو پسر تھے، ان کا مزار معدوم ہے، کہتے ہیں کہ ابدالوں میں مل گئے تھے، چوتھے پسر شیخ نظام الدین کہ محبوب ترین تھے، ان کی شہادت ہوئی، یہ سپاہ پیشہ تھے، بروقت رحلت پدید ہمارا سلطان نعیم الدین پٹیلہ میں تھے، جس شب پد کا انتقال ہوا، انہوں نے ازراہ کشف معلوم کیا، اور صحیح حاضر ہوئے، اور تجہیز و تکفین میں شامل ہوئے، ان کا مزار مٹھپور میں ہے، پانچویں صاحبزادہ نصیر الدین نصر اللہ تھے، ان کے چھ پسر تھے، اور یہ شارو کے شکم سے تھے، مزاران کا موضع کے قریب ایک چاہ ہے وہاں کے لوگ کہتے ہیں کہ اس چاہ میں بابا صاحب نے ایک معکوس چتہ کیا تھا، بعض نے شیخ نصر اللہ کی نسبت لکھا ہے کہ یہ شارو کے ہمراہ تھے، حضرت نے ان کو مثل فرزندوں کے پرورش اور تعلیم فرمایا، اور بہت محبوب تھے، اور دختر نیک اختر یہ ہیں، ایک بی بی فاطمہ دوسری بی بی شریفہ، تیسری بی بی مستورہ بی بی فاطمہ کا نکاح حضرت نے شیخ بدرالدین اسحاق سے کیا تھا، صحیح النسب سادات بخارا، اور خلیفہ شیخ داؤد کے تھے، ان کے دو پسر ہوئے،



خواجہ محمد، خواجہ موسیٰ، اور بی بی مستورہ کانکاح شیخ عمر الدین صوفی الفاروقی سے ہوا، ان کے ایک پسر شیخ محمد پیدا ہوئے، اور بی بی شریفہ جوانی میں بیوہ ہوئیں، ان کی اولاد نہ ہوئی، تمام عمر عبادت حق میں مشغول رہیں اور اولیا ہوئیں، چنانچہ حضرت نے ان کی نسبت فرمایا تھا، کہ اگر خلافت اور سجادہ عورت کو دینا جائز ہوتا، تو میں بی بی شریفہ کو دیتا، ان کے شوہر کا نام معلوم نہیں ہوا، بعض حضرات نے چار دختر بیان کی ہیں، اور کہتے ہیں کہ چوتھی دختر منکومہ حضرت شیخ علی احمد صابر کی تھیں، اس قول کی تصدیق اخبار الاخبار، معارج الولايت، سیر الاقطاب سے ہے جیسا کہ صاحب اخبار الاخبار نے لکھا ہے کہ شیخ علی احمد صابر داماد و حلیفہ شیخ فرید الدین گنجشکر کے ہیں، اور سلسلہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی وغیرہ کا ان سے منتہی ہوتا ہے، قرآن کی کلیک میں ہے، اور صاحب معارج الولايت اور سیر الاقطاب نے خواہر زادہ داماد حلیفہ بابا صاحب لکھا ہے۔ صاحب خلاصۃ القادریہ ملفوظات بابا صاحب سے نقل کرتے ہیں کہ بوقت تعمیر روضہ غوث الثقلین بابا صاحب بغداد میں موجود تھے، ہر روز مزدوری میں شریک رہتے، جب وقت مزدوری کے ملنے کا ہوتا، آپ اس سے پہلے چلے جاتے تھے، بہت دن اسی طرح گزرے آخر ایک روز صاحبزادہ سید عبدالرزاق نے فرمایا عجیب مزدور ہے تمام دن مزدوری کرتا ہے وقت مزدوری لینے کے حاضر نہیں ہوتا، کام ختم ہوا، اس نے کچھ نہیں لیا، اسی شب کو صاحبزادہ سے فرمایا گیا کہ مزدور نہیں ہے، فرید مسعود ہے، میراثے حصول سعادت آیا ہے، اس کا اکرام کرنا، دعوت کرنا، باعزاز تمام رخصت کرنا، معلوم ہوا کہ غوث پاک سے روحانی فیض ہوا، حضرت سلطان المشائخ سے روایت ہے، کہ شب ماہ محرم تھی کہ نماز عشا حضرت نے جماعت سے ادا کی، بعد اس کے بیہوش ہو گئے، پھر ہوش آیا تو دریافت کیا کہ نماز عشا پڑھ لی، فرمایا دوبارہ پڑھوں گا، اسی طرح تین بار نماز عشا ادا کی بعدہ یاحی و یا قیوم کہتے ہوئے مشاہدہ حق میں جان بحق تسلیم ہوئے، وفات حضرت کی شب ۱۰ شنبہ ۱۰۶۶ ھ میں ہوئی، نزد بعض ۱۰۶۷ ھ میں ہوئی، صاحب مخبر الواصلین نے لکھا ہے۔ تاریخ

افتخار زمانہ غفر ذمہ شیخ اہل جہاں فرید الدین

بیگماں پیغم محرم بود کہ فرید از زمانہ نقل نمود

روز ترحیل اوسہ شنبہ داں ! کاندین میت حرف شک و گماں

سال شفقارا و تحسیل آمد بر کمالات اود لسل آمد

عمر شریف آپ کی ۹۵ سال کی ہوئی، اور بعد انتقال اپنے پیر کے تیس سال بقید حیات رہے، صاحب سیر الاولیاء نے لکھا ہے کہ بابا صاحب نے پندرہ برس کی عمر میں بیعت کی، اور سات برس کی عمر سے آثار کرامت ظاہر ہونے لگے، مزار گھربار پاک تین شریف ملک پنجاب میں زیارت گاہ علائق ہے، اور بروز عرس شریف ہزار ہا علائق و مشائخ روز گار اور آپ کے سلسلہ کے خلفائے نامدار و صاحب سجادہ ہائے عالی وقار جمع ہوتے ہیں، اور دروازہ روضہ متبرکہ کو دروازہ بہشتی سمجھ کر اس میں سے نکلتے ہیں، اور دروازہ پانچویں محرم کو کھلتا ہے اور وجہ تسمیہ اس کی یہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت سلطان المشائخ بعد انتقال حضرت کے حاضر ہوئے ہیں، آپ نے رسول صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم کو اس دروازہ میں تشریف فرما دیکھا ہے اور فرماتے ہیں کہ یا نظام الدین من دخل فی ہذا الباب کان آمنا۔ یعنی جو کوئی اس دروازہ میں داخل ہو، وہ امان میں رہے، اس روز سے یہ بہشتی دروازہ مشہور ہے، ایک بار کسی نے حضرت سلطان المشائخ سے پوچھا کہ وقت نقل حضرت گنجشک کے آپ حاضر تھے، چشم پُر آب کر کے فرمایا کہ حضرت نے مجھ کو ماہ شوال میں دہلی روانہ کیا، اور نقل حضرت کی پانچ محرم کو ہوئی، لیکن وقت رحلت بندہ کو یاد کیا اور فرمایا کہ فلاں دہلی میں ہے، میں قطب الاقطاب کی نقل کے وقت موجود نہ تھا، اور میرے شیخ بھی خواجہ بزرگ کی وفات کے وقت موجود نہ تھے اور خرقہ عطیہ، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، شیخ بدر الدین اسحاق اپنے داماد کے سپرد کر کے فرمایا، کہ یہ امانت نظام الدین بدایونی کی ہے، اس کو پہنچا دینا، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب بعد وفات بابا صاحب کے حضرت سلطان المشائخ اجماع میں پہنچے، شیخ بدر الدین نے وہ امانت آپ کے سپرد کی، لکھا ہے کہ خلفاء آپ کے بے تعداد ہونے ہیں، اور جو اہر فریدی میں پچاس ہزار لکھے ہیں، مگر چند حضرات کا نام تبرکاً اس جگہ نقل کیا جاتا ہے، حضرت سلطان المشائخ بدایونی ثم دہلوی، حضرت شیخ علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری، شیخ جمال الدین ہانسوی، بدر الدین سلیمان، صاحبزادہ و صاحبزادہ شیخ شہاب الدین گنج عالم و صاحبزادہ نظام الدین

شہید و صاحبزادہ شیخ یعقوب، و صاحبزادہ شیخ نصیر اللہ، شیخ بدر الدین اسحاق و شیخ دھارو  
خادم شیخ زین الدین دمشق و شیخ شکرینہ، و شیخ علی شکر باران، و شیخ علی لائق سیالکوٹی، و شیخ  
محمد سراج و شیخ دہنی و شیخ جمال عاشق کمال و شیخ عارف سیستانی و شیخ زکریا سندھی، شیخ صدر  
دیوانہ، و شیخ جلال الدین، و شیخ رکن الدین و سید محمد بن سید محمود کرمانی و شیخ منتخب الدین  
برادر و شیخ برہان الدین، عرب و شیخ یوسف و شیخ برہان الدین ہانسوی و شیخ محمد شاہ غوری  
و مولانا محمد مولسانی و مولانا علی بہاری، شیخ محمد نسیا پوری و شیخ حمید الدین مکانی و شیخ شہاب الدین  
بلخی عصارہ سیلوستانی و شیخ داؤد دیالی، شیخ نجیب الدین متوکل۔

ذکر حضرت شیخ نجیب الدین متوکل قدس سرہ | برادر حقیقی و خلیفہ شیخ  
فرید الدین گنج شکر کے

تھے، علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ و پیراستہ مرتبہ عالی رکھتے تھے، نہایت متوکل تھے کہ  
شہر برس دہلی میں رہے، کبھی کسی دنیا دار کے مکان پر نہیں گئے اور یہ کیفیت تھی کہ بوجہ  
مشغولی کے دن اور ماہ کی خبر نہ تھی، روزیہ، پیسہ، اشرفی سب یکساں تھے، کسی میں تمیز نہ تھی،  
ایک روز ایک درویش آیا، اور اس نے پوچھا کہ نجیب الدین متوکل تو ہے، فرمایا کہ نجیب الدین  
نام رکھا ہوں میں، اور متوکل نہ معلوم کون ہے، پھر اس درویش نے پوچھا کہ گنج شکر کا بھائی  
تو ہی ہے، فرمایا کہ ظاہری برادر تو ہوں اور باطنی کوئی اور ہوگا، میں توکل نہیں رکھا صاحب  
اخبار! لاخیر چند نقول آپ کے اس طرح فرماتے ہیں۔ نقل ہے کہ بروز عید چند درویش  
آپ کے مکان پر آئے، اس روز آپ کے یہاں کچھ نہ تھا، بالا خانہ پر جا کر عبادت حق  
میں مشغول ہوئے، اور دل سے کہا کہ آج عید ہے اور میرے فرزند بھوکے ہیں، اور مسافر  
آنے والے بھی خالی جادیں گے، اسی وقت دیکھا کہ پیر مرد اوپر سے آتا ہے اور بیت  
پڑھتا ہے۔

بازل گفتم دلا خضر را بینی دل گفت اگر مرا نماید بینم!

اور وہ مرد طعام آپ کے روپر دلایا، اور کہا کہ تیرے توکل نے تقارہ عرش پر بجایا تو  
اس طرف ملتفت ہو، آپ نے کہا کہ اللہ جانتا ہے کہ واسطے اپنے ملتفت نہیں ہوا واسطے



یاروں کے التفات کیا، غالباً وہ مرد خواجہ حضرت تھے، حضرت شیخ نظام الدین فرماتے ہیں کہ قبل مرید ہونے بابا صاحب کے ایک روز میں مجلس شیخ نجیب الدین میں بیٹھا تھا، میں اٹھا اور میں نے کہا کہ ایک بار سوڑہ فاتحہ اور سورہ اخلاص پڑھو، اور میری نیت یہ تھی کہ میں قاضی ہو جاؤں شیخ نے اغماض کیا، میں سمجھا کہ انہوں نے سنا نہیں، پھر میں نے اسی طرح کہا اور وہ ابھی نیت تھی، آپ نے قسم کر کے فرمایا ع

### قاضی مشوچیسندے دیگر شو

لکھا ہے کہ ایک روز آپ نے ایک روز گنجشکر کی خدمت میں عرض کیا کہ لوگ اس طرح کہتے ہیں کہ آپ مناجات یا رب کہتے ہیں، اور جواب میں لبیک یا سیدی سنتے ہیں، شیخ نے فرمایا کہ خیر بعدہ فرمایا الارجاف مقدمۃ الکون، پھر عرض کیا کہ ایسا بھی کہتے ہیں، کہ خضر تمہارے پاس آتے ہیں، شیخ نے فرمایا خیر، پھر پوچھا کہ ایسا بھی کہتے ہیں کہ نجیب الدین کے پاس ابدال آتے ہیں، شیخ نے فرمایا تو بھی ابدالوں میں ہے، صاحب خزینۃ الاصفیاء ناقل ہیں کہ بمقام دہلی آپ کے ہمسایہ میں تیمور نام ایک ترک رہتا تھا، اس نے ایک مسجد بنائی تھی، اس کے بیٹے میں اپنے رہنے کو گھر بنایا تھا، امامت اس مسجد کی حضرت کرتے تھے۔ اتفاقاً اس کی لڑکی کی شادی آگئی، اس نے ایک لاکھ چند ہزارا شرفی شادی میں خرچ کرنے کا ارادہ کیا، حضرت نے اس کو نصیحت کی کہ اتنا زبردستی خدا میں عمتا بول کو دے تو بہتر ہے اس سے کہ شادی دختر میں خرچ کرے، یہ اصرار ہے، اس ترک کو یہ بات بُری معلوم ہوئی، اور آپ کو امامت سے موقوف کیا، آپ دہلی سے ابو دھن تشریف لے گئے، حضرت گنجشکر کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام حال بیان کیا، شیخ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ وظیفہ تمہارا موقوف کیا، دوسرا اس سے بہتر عطا کرے گا، پس ایسا ہی ہوا کہ جب آپ ابو دھن سے واپس آئے، دوسرے ترک نے آپ کے پردی میں مکان بنایا، اور آپ کا مرید ہوا، اور خدایات بجالانے لگا، لکھا ہے کہ بدایون میں ایک درویش صاحب دل تھا، اس کو وجیہ الدین کہتے تھے، شیخ نجیب الدین اس کے دیکھنے کو دہلی سے بدایون میں آئے، اس فقیر کے پاس گئے ہو دیکھا کہ بوریہ پر بیٹھا ہے، آپ جو تہاتار اس کے برابر بیٹھ گئے، اس کو ناگوار گزرا، نہ ان کی تعظیم

کی نہ کچھ بولا، ایک کتاب دیکھ رہا تھا، آپ نے وہ اس کے آگے سے اٹھالی، سطر اول یہ نمودار ہوا، کہ آنور زمانہ میں فقیر متکبر ہوں گے۔ اگر صالح ان کے پاس آوے، اور پاس پور یہ کہ جوتا اتار کر بیٹھے تو فقیر آتش تکبر سے جل کر تکلیف دینی چاہے گا، آپ نے وہ کتاب اس کے ہاتھ میں دی، اور کہا کہ سطر اول کو دیکھو، تمہارے حسب حال ہے وہ فقیر شرمندہ ہوا، آپ وہاں سے راہی طرف دہلی کے ہوئے، لکھا ہے کہ غیاث پور میں ایک عورت صاحب دلائت مسمیٰ بہ فاطمہ سام رہتی تھیں، کہ جن کی نسبت بابا صاحب نے اکثر فرمایا ہے، کہ عورت برابر مرد اولیاء کے ہے، وہ حضرت شیخ نجیب الدین کو بھائی کہا کرتی تھیں، جب آپ کے گھر میں دو تین فائقے گزرتے، وہ بزرگ اپنے کشف سے معلوم فرما کر ایک ایک من کلچہ پکا کر آپ کے گھر بھیجتیں، اور آپ قبول فرما لیتے، وفات کی سلسلہ میں ہوئی، بوجہ اتحاد باہمی کے بی بی فاطمہ سام قدس سرہا کے نزدیک مدفون ہوئے، راستہ قطب میں اور غیاث پور میں وہ مقام ہے، جہاں سلطان المشائخ کا روضہ عالی ہے۔

## ذکر حضرت شیخ داؤد پالہی قدس سرہ

کہ اعظم خلفائے حضرت گنجشکر سے تھے بڑے صاحب رازد

نیاز اور یگانہ روزگار خلیفہ بابا صاحب کے تھے آپ کا قادمہ تھا کہ ہر صبح گھر سے نکل کر جنگل میں جا کر مشغول ہوتے، اور ہرن جنگل کے گرد جمع ہو کر آپ کو دیکھا کرتے تھے، جب آپ واپس مکان پہنچتے ہرن جنگل میں منتشر ہو جاتے، حضرت سلطان المشائخ آپ کا ذکر کیا کرتے تھے، فرماتے ہیں کہ میں اور شیخ داؤد پالہی بابا صاحب سے ایک بار رخصت ہو کر چلے، بہت تیز چلتے تھے، کوس دو کوس چل کر نماز میں مشغول ہوتے، میں کوس دو کوس آگے نکل جاتا وہ نماز میں مشغول رہتے، مگر مجھ کو آپ پکڑتے، اور کوس دو کوس آگے جا کر نماز میں مشغول ہوتے، آپ متوطن علاقہ رودلی کے تھے ۶۷۹ھ میں وفات مزار حوض شمس پر تھا، اب بیچ میں معلوم ہوتا ہے۔

## ذکر سید امام علی لاکھوئی قدس سرہ

کہ خلفائے حضرت گنجشکر سے تھے، بہت بڑے صاحب

تصرف اور صاحب باطن اور متقی تھے، بعد حصول عرقہ خلافت طرف سیالکوٹ کے رخصت ہوئے، وہاں پہنچ کر ہزاروں کو خدا رسیدہ کیا، صاحب معارج الولايت لکھتے ہیں، کہ جب آپ بابا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس وقت دو علی اور موجود تھے ایک شخص علی بہاری، دوسرے شیخ علاؤ الدین علی احمد صابر، جب آپ پہنچے بابا صاحب نے فرمایا کہ یہ علی بھی انہیں دونوں علی میں لاحق ہوا، اس وجہ سے علی لاحق خطاب ہوا، وقت آپ کی سلسلہ میں ہوئی، مزار سیالکوٹ میں ہے۔

## ذکر حضرت شیخ برہان الدین محمود بابی الخیر السعدی البلیخی قدس سرہ

کہ علامہ وقت سلطان غیاث الدین بلبن اور معتدین بابا صاحب سے تھے، علوم ظاہری اور باطنی میں باکمال تھے، اور اشعار آپ کے مضامین معرفت میں موجود ہیں، آپ فرماتے ہیں کہ میں چھ برس کا تھا، اور ہمراہ پدر چلدا جانا تھا، ناگاہ سواری مولانا برہان الدین مصنف ہدایہ کی آگئی، بسبب ہجوم خلافت کے باپ سے جدا ہو گیا، اور کھڑا رہا، جب سواری میر قریب آئی میں نے سلام کیا، فرمایا کہ یہ بچہ اپنے وقت کا علامہ روزگار ہوگا، میں نے یہ کلمہ سن کر ان کی رکاب کو بوسہ دیا، اور ہمراہ چند قدم چلا۔ پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ خدائے مجھ سے ایسا کھوٹا ہے کہ بادشاہان وقت دروازہ اس کو دک پر آویں گے، یہ عالم اور مشائخ ہوگا، مولانا نے فرمایا کہ خدائے مجھ سے کسی گناہ کو نہ پوچھے گا، مگر چنگ اور سماع کو میں نے بہت سنا ہے، وقت آپ کی سلسلہ میں ہوئی، مزار دہلی میں ہے۔

## ذکر حضرت شیخ بدر الدین بن علی اسحاق کا

سید بخاری اور سید خلیفہ بابا صاحب کے کامل

مشائخ تھے، اور عالم متبحر واسطے مباحثہ علماء اور حل چند مشکلات مسائل علمی کے بخارا سے دہلی میں آئے، یہاں سے علماء سے تسلی نہ ہوئی، تا چار واپس براہ ملتان بخارا کو واپس جاتے ہوئے دارا جودھن ہوئے، آپ کے ہمراہیوں نے ارادہ کیا کہ حضرت گنجشکر کی خدمت میں حاضر ہوں، مگر مولانا نے اجازت نہ دی کہ اس وقت فقرا کے منکر تھے، آخر



ہمراہی ان کے ان کو لے کر خدمتِ شیخ میں آئے، حضرت بابا صاحب نے کشف باطن سے ان کے دل کے حالات معلوم کر کے فرمایا کہ بدرالدین نے محض برائے حل چند مسائل علمی کے اتنی مسافت اٹھائی، اور وہ اس طرح پر ہیں، ان کی تسلی ہوئی، پس بابا صاحب نے ان کے قلب کو اپنی طرف جذب فرمایا، اور فرمایا کہ تم مجھ سے ملنے نہ آئے تھے، اگرچہ محبت علماء اکسیر اعظم ہے، مگر فیروں اور مسکینوں سے محبت کرنا شرطِ مردی ہے، انہوں نے جب یہ بات سنی سر اپنا حضرت کے قدموں پر رکھا اور مرید ہوئے، اور خدمت خانقاہ اختیار کی، ہر روز جنگل سے لکڑیوں کا بوجھ لایا کرتے، آخر بعد تکمیل الہی کے خرقہ خلافت پایا، اور بلفظِ فرزندِ ندی کے مشرف ہوئے سنہ ۶۹۵ھ میں وفات پائی، مزارِ اجداد میں ہے۔

## ذکر حضرت شیخ منتخب الدین ہشتی قدس سرہ

آقائے منتخب بھی کہتے ہیں، آپ نے ریاضت اور عبادت یہاں تک کہ مرتبہ مجبوری حاصل کیا، دو خلعت زریں دونوں وقت عیب سے آپ کے واسطے آتے تھے، آپ ان کو فروخت کر کے مساکین کو تقسیم کرتے، اپنے صرف میں نہ لاتے، اس سبب سے آپ زریں بخش کے ساتھ ملقب ہوئے، پس بابا صاحب نے ان کو بمقام دیوگری برائے دفع کرنے کفر و بدعت کے روانہ کیا تھا، آپ نے وہاں پہنچ کر چنانچہ اسلام روشن کیا، خلق اللہ کو راہِ راست پر لائے، جو منکر رہے اس کے واسطے بددعا کی، ان کی شکلیں بگڑ کر پتھر ہو گئیں اب بھی ان کے نشان ملتے ہیں، وفات حضرت کی ۷ ربيع الاول ۶۹۵ھ میں ہوئی، مزار دیوگری میں ہے، بعدہ حضرت سلطان المشائخ نے ان کے برادرِ خرد و شیخ برہان الدین غریب کو کہ جو ان کے خلیفہ تھے، ان کی جگہ معمر فرمایا، ان کے وقت میں وہاں سے کفر و بدعت اٹھا۔

## ذکر حضرت سید محمد بن سید محمود کرمانی

عالم اہل و خلیفہ بابا صاحب کے تھے

پہلے یہ واسطے تجارت کے کرمان سے

وارد لاہور ہوئے، اور احمد دھن پہنچ کر قدیم موسیٰ بابا صاحب سے مشرف ہوئے، وہاں سے پھر ملتان گئے، اور اپنے چچا سید احمد سے ملے، جب لاہور میں آئے، احمد دھن میں حاضر ہو کر پھر ملتان میں جاتے، آخر شیخ سے کمال محبت ہو گئی، اور تجارت چھوڑ کر مرید ہو کر عبادت میں مشغول ہوئے اور بعد انتقال بابا صاحب کے حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں رہ کر مکمل ہو کر یاران اعلیٰ میں شامل ہوئے، وفات حضرت کی شب جمعہ ۱۰۷۵ھ میں ہوئی، مزاران کا مقفل باؤلی حضرت نظام الدین یاران چوترا میں ہے۔

## ذکر حضرت خواجہ علاؤ الدین بن شیخ بدر الدین سلمان قدس سرہ

نبیرہ صاحب سجادہ حضرت بابا صاحب کے تھے، سولہ برس کی عمر میں صاحب سجادہ ہوئے اور پچاس برس صاحب سجادہ رہے، تمام ہند آپ کا معتقد تھا، اور قدم مبارک آپ کے سوا جامع مسجد کے دوسری جگہ نہیں رکھا، اور امرا اور بادشاہوں سے مستغنی اور صائم الدہر، قائم الیل تھے، اور بہت سخی تھے، جو فتوحات ہوتا تھا، اسی وقت تقسیم فرما دیتے تھے، سلطان غیاث الدین تغلق کہ جو دیاں پور کا صوبہ دار تھا، اس وقت آپ کا مرید ہوا تھا، جب ۷۲۵ھ میں آپ کا انتقال ہوا، تو یہ صوبہ بیدار دیاں پور ملک غازی بادشاہ ہو کر سلطان غیاث الدین تغلق مشہور ہوا، اور حضرت کا مقبرہ تیار کرایا، یہ برج بابا صاحب سے بلند ہے، گردہ سے بلند معلوم ہوتا ہے، آپ کی شان میں امیر صاحب نے جو قصیدہ لکھا تھا، ایک شعر اس کا یہ ہے۔

علمائے دین و دنیا شیخ و شیخ زادہ عمر کہ شد بمرتبہ قائم مقام شیخ فرید  
ذکر شیخ ضیا الدین بخششی خلیفہ بابا صاحب اور نبیرہ شیخ حمید الدین صوفی کہ محبت  
تغلق سے متفرق تھے، بدایون میں گوشہ عاقبت میں بسر فرماتے تھے، آپ کی تصنیفات سے سلک السلوک و عشرہ مبشرہ و کلیات و جزئیات و شرح دعائے سریانی و طوطی نامہ وغیرہ بہت ہیں، وفات حضرت کی ۱۰۷۵ھ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت شیخ جمال الدین قطب ہانسوی قدس سرہ

حلیفہ حضرت بابا صاحب کے اور اولاد سے امام اعظم کی تھے، بابا صاحب آپ پر نہایت نوازش فرماتے تھے کہ بارہ برس آپ کی محبت کی وجہ سے ہانسی میں رہتے اور آپ کے حق میں فرمایا کہ شیخ جمال جمال ماست، اکثر فرماتے تھے کہ میں چاہتا ہوں کہ تیرے سر کے گرد پھروں اور ان کی عدم موجودگی میں خلافت نامہ بخط خاص تحریر فرما کر بھیجا، اور جس کسی کو خلافت نامہ تحریر کرتے، اس میں آپ کی قبولیت بھی شرط تھی، اگر آپ قبول نہ فرماتے تو بابا صاحب ارشاد کرتے کہ پارہ کردہ جمال مزید ہرگز نتوان دوخت، نقل ہے کہ شیخ جمال نے جس روز سے یہ حدیث دیکھی، عذاب قبر سے بہت خائف رہتے تھے، جیسا کہ فرمایا، القبر روضۃ من ریاض الجنۃ او حفرة من حفر النيران، یعنی قبر ایک باغ ہے، باغہائے جنت سے یا ایک گڑھا ہے، گڑھوں دوزخ سے، جب آپ کا انتقال ہوا، تھوڑے دنوں بعد چاہا کہ گنبد تعمیر کریں، وقت کھودنے بنیاد چوبترہ کے ایک کھڑکی قبر شیخ میں سے معلوم ہوئی کہ اس میں سے بوئے بہشت آتی ہے پس اسی وقت بند کی گئی، وفات حضرت کی سن ۶۷۰ھ میں ہوئی، مزار ہانسی میں ہے، ایک گنبد میں تین بزرگ آسودہ ہیں، بعد انتقال حضرت کے کسی نے آپ کو خواب میں دیکھا، اور حال دریافت کیا، فرمایا کہ جب مجھ کو گور میں رکھا دو، فرشتے عذاب کرنے کو آئے چاہتے تھے کہ عذاب کریں، ان کے عقب میں دو فرشتے اور آئے، اور ان سے کہا اللہ کا حکم ہے کہ یہ شخص دو سنتوں میں بعد فاتحہ کے سورہ بروج اور الطارق پڑھا کر رکھا، اور بعد اٹھے نماز فرض کے آیت الکرسی کا وظیفہ رکھا تھا، ہم نے ان آیات کی برکت سے اس کو بخشا۔



# ذکر حضرت سلطان الاولیاء نقادہ دودمان چشتیہ محبوب الہی

## حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء زرین بخش

### قدس القدرہ

ابن خواجہ احمد بن خواجہ علی بخاری بن سید عبداللہ شاہ بن سید حسین بن سید علی بن سید احمد بن سید ابی عبداللہ بن سید علی اصغر بن سید جعفر بن سید علی ہادی بن امام محمد جواد بن امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن حضرت امیر المومنین امام حسین علیہ السلام اور از طرف مادر بھی سید حسینی ہیں، بلکہ سلسلہ مادری بھی آخری سلسلہ جدی سے مل جاتا ہے، یعنی آپ کی والدہ ماجدہ بی بی زلیخا دختر سید ابوالمفاخر کی اور وہ بیٹی سید محمد اظہر کی جو خلیفہ پیران پیر کے تھے، اور وہ بیٹے سید حسین کے، اور وہ بیٹے سید علی کے، چنانچہ اس جگہ سے دونوں سلاسل ملحق ہو گئے صاحب مراۃ الاسرار نے لکھا ہے کہ اجداد حضرت کے بخارا کے رہنے والے تھے، اور گنجینہ علم و حلم تھے۔ جد مادری حضرت کے خواجہ عرب اور جد حضرت کے خواجہ علی دونوں بزرگ باہم وارد ہندوستان ہوئے، پہلے لاہور میں قیام کیا، پھر بدایون میں تشریف لائے اور وہاں سکونت اختیار کی، دونوں بزرگوں میں آپس میں قرابت ہوئی، یعنی خواجہ عرب نے اپنی دختر نیک اختر را بعلہ زلیخا کی شادی خواجہ احمد خلف علی کے ساتھ کی، خواجہ احمد کمال صالح اور دیندار تھے، خواجہ وقت نے ان کو بدایون کا قاضی کیا، مزاران کا بدایون میں ہے، ان دو مدفن پاک سے اللہ تعالیٰ نے ذکر معرفت کان کرامت سرمایہ عشق محبت حضرت سلطان المشائخ ۶۳۳ھ میں کہ یہی من قطب الاقطاب کا تھا۔ بعد از آخری چہار شنبہ بعد از طلوع آفتاب ۲۷ صفر قصبہ بدایون میں تولد فرمایا۔ اسی وجہ سے ہر سال آخری چہار شنبہ کو غسل مزار مبارک کو دیا جاتا ہے اور غسل کا پانی تیر کا لیا جاتا ہے۔ چنانچہ اپنی عین حیات میں بھی حضرت آخری چہار شنبہ کو ہر سال غسل فرماتے تھے، وہی رسم چلی آتی ہے۔ نیز لکھا ہے کہ تمام مقامات غوثی اور قطبی اور

فروانیت سے گزر کر مرتبہ محبوبی کو پہنچے، اقوال و افعال حضرت کے تمام مشائخوں کو محبت قاطع ہے، الغرض جب عمر شریف پانچ برس کی ہوئی، آپ تعلیم ہو گئے۔ یعنی آپ کے والد خواجہ احمد صاحب نے انتقال کیا۔ جب سن بلوغ کو پہنچے کمال زہد و تقویٰ کے ساتھ علوم ظاہری کے حاصل کرنے میں مشغول ہوئے، پچیس برس کی عمر میں معہ اپنی والدہ شریفہ کے دہلی میں تشریف لائے، اور پرانے قلعہ کے قریب ایک شخص کے دروازہ میں ٹھہرے پھر ایک شخص کے کوٹھے پر جو خنس پوش تھا، اس میں رہے، مولانا شمس خوارزمی کے درس میں کہ جو بڑے فاضل وقت اور کامل تھے اور مخاطب بہ شمس الملک تھے، علوم دین کی تکمیل کی، مولانا آپ کی بہت عزت کرتے تھے اور مولانا کمال الدین زاہد سے مشارق الانوار دیکھی۔ اور مولانا نے سند فضیلت اپنے ہاتھ سے لکھ کر دی۔ مولانا کمال الدین حقیقت میں بالکمال تھے کہ سلطان غیاث الدین بلبن نے ان کو اپنا پیش امام بنانا چاہا۔ مولانا نے فرمایا کہ میرے پاس سوائے نماز کے دوسری چیز نہیں ہے، اب بادشاہ چاہتا ہے کہ یہ بھی مجھ سے جاوے، مزار مولانا کا دہلی میں ہے، اور حضرت سلطان المشائخ نے بعد میں شیخ نجیب الدین متوکل کے ہمسایہ میں قیام فرمایا اور دونوں بزرگوں میں کمال محبت رہی، انہیں دنوں میں آپ کی والدہ ماجدہ نے بھی انتقال فرمایا۔ صاحب اخبار الاخیار تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کی بارہ برس کی عمر تھی، نعت دیکھتے تھے کہ ایک مرد ابو بکر قوال آپ کے استاد کی خدمت میں آیا اور اس نے چند شعر اور ایک قصیدہ شیخ بہاؤ الدین کا پڑھا۔ پھر ذکر کیا کہ کنیز ان شیخ آٹا پیسنے میں بھی ذکر کرتی ہیں اور بہت تعریف کی، آپ کے دل پر کسی بات نے اثر نہ کیا، بعد اس کے اقوال نے بیان کیا کہ جب ابو دھن میں آیا شیخ فرید الدین کو دیکھا اور آپ کی ریاضت اور زہد کا ذکر کیا۔ یہ سنتے ہی آپ کے دل میں اشتیاق پیدا ہوا، اور محبت شیخ کی پیدا ہوئی کہ اُٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، کھاتے پیتے بابا صاحب کا خیال بندھ گیا۔ آخر بدایون سے روانہ ہو کر دہلی تشریف لاکر تحصیل علم دین کی اور مقامات حریری مولانا شمس الملک صدر ولایت سے پرہی، یہاں تک کہ سند فضیلت حاصل کی، بعدہ بہ شوق ارادت شیخ فرید الدین ابو دھن میں آئے، اور

قدم بوسی سے مشرف ہوئے، شیخ نے معاہدہ فرمائی۔

اے آتش فراغت دہا کباب کردہ سیلاب اشتیاقش جان ہا خراب کردہ

حضرت خود فرماتے ہیں کہ میں اس وقت اپنا بھی اشتیاق ظاہر کرنا چاہتا تھا، مگر بوجہ بیعت اور عظمت کے کچھ نہ کر سکا، اور تفسیر اگلی چھ پارہ کلام اللہ کی پیش شیخ تجریدی، اور چھ باب عوارف شریف کی سند کی اور تمہید ابو شکور سلمیٰ اور بعضی کتابیں شیخ سبڑھیں اور حضرت سے بیعت کی اور عرض کیا کہ ترک تعلیم کر کے اب نوافل میں مشغول ہوں، شیخ نے فرمایا کہ میں کسی کو تعلیم سے منع نہیں کرتا، یہ بھی کردہ بھی کر، درویش کو علم ضرور چاہیئے کہ شیطان کے دھوکہ میں نہ آئے، بعد چند روز کے بتاریخ ۲۱ ربیع الاول ۱۰۶۲ھ میں اسخری چہار شنبہ کو خرقہ خلافت عطا ہوا، اور دہلی کو رخصت فرمایا۔ حضرت سلطان الاولیاء فرماتے ہیں کہ جب میں ابودھمن میں تھا، شیخ پر بہت تنگی تھی ایک مرید پانی لاتا، ایک ہنرم لاتا۔ ایک جنگل سے کریر لاتا میں ان کریروں کو ابال کر شیخ کے درویشوں کو دے جاتا۔ آپ ان سے قدر لے کر افطار کرتے، باقی دوسروں کو تقسیم فرمادیتے تھے، ایک روز میں نے نمک قرض لے کر کریروں میں ڈال کر پکایا اور پیالہ میں ان کو اتار کر درویش شیخ کے لے گیا۔ آپ نے دیکھتے ہی فرمایا اس میں شبہ نہ ہے میں نہیں کھاؤں گا۔ میں نے عرض کیا کہ مولانا بدرالدین اسحاق اور شیخ جمال ہانسوی ایک ایک چیز لاتے ہیں میں پکاتا ہوں۔ شبہ کی وجہ آپ پر ظاہر ہوگی، فرمایا درویش فاقہ سے مرجائیں گے۔ مگر لذت نفس کے واسطے قرض نہ لیں گے، کس واسطے کہ قرض اور توکل میں مشرق اور مغرب کا سا بعد ہے۔ اس وقت سے میں نے عہد کیا کہ کبھی کسی سے قرض نہ لوں گا۔ پھر جس کبیل پر آپ تشریف فرما تھے وہ مجھ کو دیا اور دعا دی کہ تو ہرگز کسی کا محتاج نہ ہو گا۔ اور دہلی چلتے وقت وصیت فرمائی کہ دشمنوں کو خوش رکھنا اور جس سے قرض لیا اس کو ادا کرنا۔ جب میں دہلی میں آیا، شیخ نجیب الدین سے اپنی سرگزشت بیان کی، وہ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ مولانا، تم پیر بھائی ہوئے۔ حضرت سلطان المشائخ خود فرماتے ہیں کہ دہلی میں جائے فراغت لائق عبادت نہ دیکھ کر جنگل میں جا کر رہتا تھا، ایک روز میں کنارہ حوض تغلق کے بیٹھا ہوا حفظ قرآن پڑھ رہا تھا۔ ایک درویش صاحب کوحال



آگیا۔ میں نے پوچھا تم شہر میں رہتے ہو کھا کہ شہر سکونت کی جگہ نہیں، اگر عبادت کی حلاوت چاہے تو جنگل میں ہے۔ پھر ایک باغ میں گیا اور تجدید و نوکری کے دو گانہ ادا کیا اور دعا کی کہ الٰہی جو جگہ میرے واسطے مناسب ہو آگاہی بخش تاکہ وہاں مقیم ہوں، ہاتھ غیب نے ندا دی کہ تیری جگہ غیاث پور ہے، وہاں رہہ الحاصل میں غیاث پور میں جا رہا اور ہدایت خلق اللہ میں مشغول رہا، اس روز سے ہزاروں مرید اور معتقد ہونے لگے، اور اسی جگہ معزالدین کی قباد نے نیا شہر بنایا۔ تمام امارات شہزادہ جوق در جوق آنے لگے۔ میں اس اندیشہ میں تھا کہ یہاں کار ہنا اب بہتر نہیں۔ اور اسی روز ظہر کی نماز کے وقت ایک جوان حسین بہت ڈبلا آیا۔ اور کہنے لگا کہ اذل تو مشہور نہ ہونا چاہیے اگر مشہور ہو گیا تو ایسا ہونا چاہیے کہ قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرمندگی نہ ہو۔ پھر یہ کہا کہ کیا حوصلہ ہے کہ خلق سے جدا ہو کر حق سے مشغول ہوں۔ حوصلہ یہ ہے کہ خلق میں رہ کر حق سے مشغول رہیں۔ جب میں نے یہ بات سنی قدرے کھانا ان کے آگے لایا انہوں نے نہ کھایا۔ میں نے اس روز سے نیت کی کہ اسی جگہ رہوں گا۔ اس وقت انہوں نے تھوڑا پانی پیا اور غائب ہو گئے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ پھر حضرت اسی جگہ قیام پذیر رہے، اور خواص و عوام نے رجوع کی، اور باب فتوح کھلا اور ایک حضرت کے انعام احسان سے ممنون ہوا، اور خود ریاضت شاقہ اختیار کی، ہمیشہ صائم رہتے افطار کے وقت قدرے باسی روٹی کھاتے، اگر نہ ہوتی تو کچھ نہ کھاتے، خادم عرض کرتا کہ ایک تو مخدوم وقت افطار کے حضرت پہلے ہی تھوڑا کھاتے ہیں۔ اگر اس کو بھی ترک کیا تو ضعف زیادہ ہوگا اس وقت رو کر فرماتے کہ چند مساکین مساجد وغیرہ میں فاقہ زدہ پڑے ہیں۔ میرے خلق سے طعام کیونکر اترے لے جا۔ پس یہاں تک رجوع ہوئی، کہ امیر سیف الدین نے اعزالین علی شاہ اور حسام الدین احمد اور خواجہ خسرو کو مرید کر دیا، خواجہ امیر خسرو کی عمر اس وقت بیس برس کی تھی۔ بحر المعانی سے نقل ہے کہ غیاث الدین تغلق کو بوجہ سماع کے حضرت سے خصوصیت پیدا ہوئی۔ اور چاہا کہ خادمان حضرت کو اذیت پہنچائے، قدرت خدا سے یہ کیفیت ایک ستیاح نے ملتان میں پہنچ کر شیخ رکن الدین ابوالفتح بغیرہ شیخ بہاؤ الدین زکریا

سے بیان کی کہ بادشاہ اور حضرت میں یہ مناقشہ ہے، شیخ جی کو سلطان سے کمال محبت تھی۔ تاب نہ لا کر دلی میں تشریف لائے، حضرت کے مکان پر ٹھہرے، قوال جمع ہوئے سماع شروع ہوا، حضرت سلطان المشائخ کو حالت ہوئی، آپ کھڑے ہوئے مگر شیخ رکن الدین نے آپ کی آستین پکڑ کر بٹھا دیا، پھر آپ کھڑے ہو گئے، پھر شیخ نے دامن پکڑ کر بٹھایا، آپ پھر کھڑے ہو کر وجد کرنے لگے، شیخ نوافل میں مشغول ہوئے۔ جب مجلس برخاست ہوئی، مولانا محمد شاہ امام نے کہا کہ یا شیخ رکن الدین ایک سوال کرتا ہوں، شیخ نے کہا کہ کہو انہوں نے کہا آستین پکڑنے میں اور پھر دامن پکڑنے میں پھر نوافل میں مشغول ہونے میں کیا سیر تھی، شیخ نے فرمایا کہ مولانا جب برادہ نظام الدین کو وجد آیا اور کھڑے ہوئے تو قدم سا توں آسمان پر بار بار ہاتھ میرا آستین تک نہ پہنچا، دامن پکڑ کر اٹھایا، جب تیسری بار کھڑے ہوئے، میں نے نہ دیکھا کہ کہاں گئے نوافل میں مشغول ہوا، سیر الاولیاء سے نقل ہے کہ ایک بار مولانا ظہیر الدین کو قوال دہلی خدمت سلطان المشائخ میں حاضر ہوئے، ان کو خوشبو عود کی آٹی سمجھا کہ حجرہ میں عود روشن ہو گا کہ خادم نے حجرہ کھولا، وہاں سے کچھ بونہ آئی حیران رہے۔ حضرت نے نور باطن سے معلوم کر کے فرمایا کہ مولانا بونہ عود کی نہیں ہے، یہ دوسری چیز کی بونہ ہے، سبحان اللہ جو دلی کا ریل مراتب قطبیت اور فردانیت کو طے کر کے مرتبہ محبوبی اور معشوقی پر پہنچتا ہے، اس کی ذات پاک مظہر اسرار الہی ہو جاتی ہے۔ اور ارادہ اس کا ارادہ حق سبحانہ تعالیٰ کا ہوتا ہے، اور جسم مبارک محبوب کا سرتاپا عطریاتِ عیسیٰ سے معطر ہوتا ہے۔ جو اہل دل اس کے پاس جاتا ہے، اور وہ بواہی میں اثر کرتی ہے۔ پس حضرت سلطان المشائخ کا رتبہ محبوبی اظہر من الشمس ہے، طالب ہو تو دیکھے اور سمجھے۔

گر نبیند بروز شپڑہ چشم ! چشمہ آفتاب را چہ گناہ  
نقل ہے کہ وہ کلیم مبارک کہ جو بابا صاحب نے حضرت کو عطا کی تھی۔ آپ نے قاضی محی الدین کو مرحمت فرمائی، اس میں سے نہایت خوشبو آتی تھی۔ قاضی نے اس کو سر پر رکھا اور اپنے گھر میں لائے مثل حرمِ جان کے نگاہ میں رکھا، قاضی سمجھا کہ یہ عارضی ہے بہت

روز بعد پھر اس کو دیکھا خوشبو زیادہ پائی۔ امتحان اس کو خوب پانی میں دھویا دھوپ اور ہوا میں سکھایا اور بھی بوزیادہ ہوئی، متعجب ہو کر یہ کیفیت حضرت کی خدمت میں عرض کی حضرت نے چشم پر آب کر کے فرمایا کہ قاضی یہ بوئے محبت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کو عنایت کرتا ہے۔

ایں بوئے بہ بوئے بوستانست ایں بوئے زکوئے دوستانست  
 لکھا ہے کہ اول دہلی میں آپ کے یہاں بہت تنگی رہتی تھی، اکثر تمام طلباء اور فقرا پر فاقہ گزر جاتا تھا۔ ایک ضعیفہ آپ کے ہمسایہ میں تھیں کہ وہ سوت کات کر اس کی اجرت سے روزہ افطار کرتی تھیں، ایک روز اس کو معلوم ہوا کہ تمام درویش فاقہ سے ہیں۔ اس وقت آپ کے پاس آدھ سیر آٹا جو کا تھا، آپ کے پاس لائی، حضرت نے شیخ کمال الدین یعقوب کو فرمایا کہ یہ آٹا لے کر مٹی کی ہانڈی میں پانی ملا کر پکاؤ، کہ کسی مسافر کے کام آجاوے، اس نے بموجب حکم چولہے پر چڑھایا، ایک دو جوش آئے تھے کہ ایک فقیر دلق پوش آیا اور باواز بلند کہا کہ نظام الدین کچھ کھانا ہے تولد۔ جواب دیا گیا کہ ذرا ٹھہر دیکھتا ہے۔ اس درویش نے کہا کہ آپ اٹھ اور ہانڈی جیسی ہے بے آمیرے آگے۔ حضرت اٹھے اور اپنے دامن سے اس کو پکڑ کر آگے درویش کے رکھا، پس نے پہنچے تک اپنا ہاتھ ہانڈی میں ڈال کر گرم گرم کھانا شروع کیا۔ اس کو گرمی معلوم نہ ہوئی جتنا کھایا گیا کھایا۔ بعد اٹھ کر دیگ کو اٹھا کر زمین پر دے مارا کہ وہ ٹوٹ گئی۔ اور کہا کہ نعمت باطنی تو نے فرید سے پائی۔ اور فاقہ ظاہری تیرا ہم نے توڑا اور اسی وقت غائب ہو گیا۔ اس روز سے فتوحات بدرجہ غایت بڑھ گئی، نقل ہے کہ حضرت سلطان المشائخ ہر جمعہ کو غیاث پور سے کیلو کھڑی میں پیادہ جایا کرتے تھے۔ ایک روز یہ خیال آیا کہ گھوڑی ہوتی تو میں اس پر سوار ہو کر جایا کرتا، دوسرے روز شیخ نور الدین ملک یار پران کہیں سے گھوڑی پر سوار ہوا آیا، اور بیان کیا کہ آج کی شب میرے پیڑ نے فرمایا کہ جتنی گھوڑیاں تیرے پاس ہیں نظام الدین کی نظر کر کہ وہ جمعہ کو پا پیادہ نہ جاوے چنانچہ یہ کل گھوڑیاں موجود ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم اپنے پیر کے حکم سے گھوڑیاں دیتے ہو میں بھی اپنے پیر سے ان کے لینے کی اجازت حاصل کر لوں، چنانچہ اسی شب کو حضرت بابا صاحب



نے فرمایا کہ شیخ نور الدین میرا مرید ہے۔ میں نے ہی اُسے اجازت دی تھی کہ گھوڑیاں نظام الدین کو دے شوق سے رکھ لے۔ صبح حضرت نے بخوشی وہ نذر قبول کی۔ اخبار اولیاء سے نقل ہے کہ سلطان علاؤ الدین خلجی کے مرنے کے بعد سلطان قطب الدین مبارک شاہ تخت دہلی پر بیٹھا۔ ۱۳۱۶ء میں اس نے تخت پر بیٹھتے ہی فرزند علاؤ الدین خضر خاں کو کہ جو مرید حضرت کا تھا اس کو شہید کیا۔ اور مقبرہ عالی کی عمارت اسی کی تعمیر کرائی ہوئی ہے، اور یہ ارادہ کیا کہ حضرت کو ستادے۔ مگر تمام امراء و لشکر کل مرید اور معتقد تھے، اس وجہ سے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ ایک روز بادشاہ نے اپنے مشیر قاضی محمد غزنوی سے پوچھا کہ غریب اس قدر شیخ نظام الدین کے پاس کہاں سے آیا ہے، یہ قاضی بھی حضرت سے ناخوش تھا، جواب دیا کہ اہل شاہی اور سپاہی پہنچاتے ہیں، اس وجہ سے کشاہ پیشانی خرچ کرتے ہیں، یہاں تک کہ دو ہزار ننگہ زر سرخ روزانہ بادشاہی خانہ کا خرچ ہے، یہ سن کر سلطان کو اورد حسد ہوا۔ حکم دیا کہ جو کوئی شیخ کو کچھ دے گا۔ اس کا وظیفہ خزانہ سلطانی سے موقوف کیا جائے گا، اور نہ کوئی جانے پاوے۔ جو بادے اپنا گھر کہیں اور بناوے، جب حضرت کو یہ خبر ہوئی خواجہ اقبال کو یہ حکم دیا کہ آج سے کل اخراجات میں دگنا خرچ کیا جاوے جو درکار ہے، فلاں طاق میں بسم اللہ کہہ کر ہاتھ ڈال اور لیا کر۔ خواجہ اقبال آپ کے مرید اور خلیفہ اور صاحب اور خانساں اور زر خرید بھی تھے۔ خواجہ اقبال نے بموجب امر والا دگنا خرچ کرنا شروع کیا۔ جب کئی روز گزرے کہ اہل شہر سے کوئی خانقاہ میں نہ گیا۔ اور نہ کچھ فتوحات ہوا، خرچ دگنا ہو گیا۔ سلطان نے اس کا سبب خفیہ دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ حکم حضرت طاق میں سے برائے خرچ ہر روز ملتا ہے۔ یہ سن کر سلطان متغصن ہوا، اور ایک امیر کو حضرت کی خدمت میں بھیجا، اور کہلا بھیجا کہ شیخ رکن الدین ہر سال میرے دیکھنے کو ملتان سے آتے ہیں اور تم دہلی میں رہتے ہو تم نہیں آتے اس میں تحقیق ہے، یہ سن کر آپ نے جواب دیا کہ پیروں کی عادت نہیں کہ امراء کے مکان پر جاویں، مجھ کو معاف رکھئے، یہ سن کر سلطان اور بھی غصہ ہوا۔ اور پھر کہلا بھیجا کہ میرے حکم کی تعمیل تم کو کرنی ہوگی، حضرت سلطان المشائخ نے شیخ علی سنجر کو شیخ منیار الدین رومی کے پاس بھیجا کہ مرشد بادشاہ کے اور خلیفہ شیخ

شہاب الدین سہروردی کے تھے۔ یہ کلا بھیجا تھا کہ آپ بادشاہ کو روکیں کہ فقرائے ستانے میں اس کی بہبودی نہ ہوگی۔ جب شیخ علی سنجر پیچھے دیکھا کہ وہ از حد بیمار تھے، واپس آکر حضرت سے ذکر کیا، تیسرے روز شیخ ضیاء الدین نے انتقال کیا، اور دہلی میں مدفون ہوئے ان کی تقریب فاتحہ میں کل اکابر اور مشائخ اور سلطان سب جمع تھے، حضرت بھی تشریف لے گئے کل حاضرین تعظیم کو کھڑے ہوئے، آداب بجالائے مگر سلطان ملقت نہ ہوا، تلاوت قرآن میں مشغول ہوا، اور سب حال آنکھوں سے دیکھا اور بھی آتش غضب سے جلا۔ بعض نے حضرت سے کہا کہ سلطان بھی اسی مجلس میں ہے۔ سلام وعلیکم کیجئے، فرمایا کچھ حاجت نہیں وہ تلاوت کر رہا ہے فحش نہ ہونا چاہیئے، بعد فاتحہ و ختم مجلس برخواست ہوئی، اپنے مکان پر سب گئے۔ بادشاہ نے علماء اور مشائخ کو جمع کر کے کہا کہ شیخ نظام الدین کو سمجھاؤ کہ ہر روز میرے دیکھنے کو آیا کرے۔ اگر نہ ہو سکے آٹھویں دن ورنہ ہر ماہ نو کی مبارک باد کو ضرور لایا کریں، اور جو وہ کہیں مجھ سے کہو کہ میں کچھ اور فکر کروں، چنانچہ سید قطب الدین غزنوی شیخ عماد الدین طوسی، شیخ وسید الدین و برہان الدین کہ ان صاحبوں کے مزارات بھی دہلی میں ہیں۔ بایمانے سلطان حضرت کی خدمت میں آئے اور کہا کہ حضرت سلطان آپ کو کہتا ہے کہ ہر روز نہ ہو سکے۔ آٹھویں دن روز ورنہ ہر چاند رات کو ضرور آیا کریں اور مصلحت وقت بھی ہے کہ اس کا ارادہ فاسد معلوم ہو سکتا ہے، آپ نے چندے تامل کیا، اور فرمایا انشاء اللہ، لفظ انشاء اللہ کے فرمانے کو ان صاحبوں نے جانا کہ راضی ہیں، وہاں سے خوشی خوشی آئے اور سلطان سے کہا کہ وہ راضی ہیں اور بادشاہ بھی خوش ہوا۔ اس روز ۲۷ صفر تھی کہ خواجہ وحید قریشی اور اعز الدین برادر حضرت امیر خسرو نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا شیخ ہم نے سنا کہ حضور واسطے دیکھنے سلطان کے راضی ہوئے۔ فرمایا کہ میں ہرگز برخلاف اپنے پیروں کے نہ کروں گا۔ یہ متحیر ہوئے کہ سلطان منتظر ہے کہ کب شام ہوئے اور شیخ میرے دیکھنے کو آویں، اور شیخ کا ہرگز ارادہ نہیں اس میں بڑا فساد ہوگا، حضرت نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ سلطان مجھ پر ہرگز فحشیا ب نہ ہوگا۔ الغرض جب اتنی تاریخ ہوئی خواجہ اقبال نے عرض کی کہ امشب شب ماہ ہے واسطے ملاقات سلطان کے جو

تبرک حکم ہو فراہم کر دیں، فرمایا ٹھہر جا جب وقت عصر ہوا بعد نماز کے خواجہ اقبال نے عرض کی کہ مجھ کو حکم ہو کچھ جواب نہ دیا۔ خواجہ اقبال سمجھے کہ شیخ بادشاہ کے دیکھنے کو نہ جائیں گے، آخر جب پہر بھر رات گئی، غیاث الدین تغلق کو جو اس کا مستبر اور پچاس ہزاری منصب رکھتا تھا، بارادہ سلطنت آیا اور کو شک ہزار ستون میں معہ قاضی محمد غزنوی کے جاہریگ کے ہاتھ سے قتل کرایا۔ اور اس کے اطفال کو بھی قتل کیا۔ یہ ذکر سلطنت ۱۳۲۲ء کا ہے اور خود چار سال سلطنت کر کے مر گیا۔ اخبار الاخیار سے نقل ہے کہ ایک بار حضرت نے فرمایا کہ ایک بار میں شیخ کے ہمراہ کشتی میں تھا، مجھ کو اپنے روبرو بلایا۔ اور فرمایا کہ تجھ سے کچھ چاہتا ہوں، جب تو وہی جادو سے مجاہدہ میں رہیو، بیکار رہتا کچھ نہیں، روزہ رکھنا آدمی راہ ہے، اور نماز و حج آدمی راہ ہیں، پھر فرمایا میں خدا سے چاہتا ہوں کہ جو خدا سے چاہے وہ ملے فرماتے ہیں کہ ایک بار پھر مجھ سے شیخ نے فرمایا کہ تیرے واسطے میں نے اللہ تعالیٰ سے قدرے دنیا بھی طلب کی ہے، اور خلافت کے وقت فرمایا کہ مجاہدہ کرنا چاہیے براۓ استعداد پھر ایک بار حجرہ میں سر پہنہ کر کے یہ رباعی فرما رہے تھے اور چہرہ متغیر ہوتا جاتا تھا۔ رباعی

خواہم کہ ہمیشہ در رضائے تو زبیم      خاک کے شوم بزیر پائے تو زبیم

مقصود من خستہ ز کونین توئی      از بہر تو مے روم ویرائے تو زبیم

جب یہ تمام کر چکے سر سجدہ میں رکھا اور میری طرف دیکھا میں حجرہ میں گیا۔ اور اپنا سر شیخ کے قدموں پر رکھا۔ فرمایا کہ مانگ کیا مانگتا ہے، چاہ کیا چاہتا ہے۔ میں نے دین حسن چاہا، فرمایا بخشا پھر میں اپنے دل میں پچھتایا کہ یہ نہ مانگا کہ سماع میں مروں۔ نقل ہے کہ چند شخص واسطے ملازمت حضرت سلطان المشاہد کے چلے، بازار سے کسی نے کچھ تحفہ لیا۔ کسی نے کچھ لیا، ان میں ایک متعلم تھا۔ وہ سمجھا کہ ٹکے کیوں خوچ کئے، کس واسطے کہ شیخ ہر ایک کے تحفہ کو کیا دیکھیں گے، سب ساتھ پیش ہوں گے اور خدام اٹھائے جائیں گے۔ یہ سوچ کر قدرے خاک کاغذ میں باندھ لے۔ جب سب پہنچے تحفہ سب نے شیخ کے روبرو رکھے، خادموں نے ان کو اٹھانا چاہا، فرمایا کہ اس کاغذ کو ہمیں چھوڑو



کہ یہ سرمد شریف خاص میری آنکھوں کے واسطے ہے۔ متعلم تائب ہوا۔ اور شیخ نے اس پر بہت مہربانی فرما کر کہا کہ جو تجھ کو حاجت ہو بیان کر۔ نقل ہے کہ ایک شخص اپنی جگہ سے واسطے زیارت حضرت کے آتا تھا۔ جب بوندی میں آیا، وہاں ایک شیخ موہن بزرگ تھے، ان کی زیارت کو گیا۔ ان بزرگ نے پوچھا کہاں جائے گا۔ اس نے کہا کہ شیخ نظام الدین کی زیارت کو دہلی جاتا ہوں، انہوں نے کہا کہ شیخ نظام الدین کو سلام کہنا اور کہنا کہ شب جمعہ میں تجھ سے کعبہ میں ملتا ہوں، وہ مجھ کو پہچان لے، گے۔ یہ شخص خدمت حضور میں حاضر ہوا، اس درویش کا پیام دیا۔ آپ نے آزرده ہو کر فرمایا کہ وہ درویش عزیز ہے مگر زبان نہیں رکھتا، بزرگی شیخ موہن کی بھی اس جگہ سے ظاہر ہے، مزار ان کا بوندی میں ہے۔ نقل ہے کہ سلطان علاؤ الدین بن شہاب الدین کہ یہ بادشاہ اپنے کو سکندر ثانی کہتا تھا، بڑا مدبر اور فاضل پابند شریعت تھا، اس نے بایس برس نہایت عدل و داد کے ساتھ سلطنت کی، ایک بار بقصد امتحان چند باتیں متعلق امور سلطنت کے تحریر کر کے لکھا کہ آپ تمام عالم کے مخدوم ہیں، دین و دنیا کی حاجتیں آپ کی ذات بابرکات سے برآتی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے مملکت دنیا میرے ہاتھ میں دی ہے۔ چاہتا ہوں کہ جو کام مصلحت ملکی پیش آوے حضرت کی خدمت میں عرض کروں، آپ اس میں مشورہ دیں کہ تیری اور خلقت کی خیر ہو، اور ہر ایک حکم کے نیچے حدیث نبوی تحریر فرما کر میرے پاس روانہ کیجئے۔ اس طرح تحریر کر کے اپنے پھوٹے بیٹے خضر خان کو دیا کہ یہ حضرت کا مرید بھی تھا۔ اور کہا کہ اس کاغذ کو شیخ کی خدمت میں لے جا اور جواب لا، پس خضر خان نے بموجب امر پدر حاضر ہو کر کاغذ سلطان شیخ کے دست مبارک میں دیا، حضور نے اس کو مطالعہ فرما کر حاضرین مجلس سے فرمایا کہ فاتحہ پڑھو، بعدہ فرمایا کہ فیردن کو کار بادشاہوں سے کیا کار، میں درویش ہوں، شہر کے ایک کونہ میں پڑا ہوں، بادشاہ اور مسلمانوں کی دعائے خیر میں مشغول ہوں، اگر بادشاہ نے اس بارہ میں پھر مجھ سے کہا تو میں یہاں نہ رہوں گا۔ عرض اللہ واسعتہ جب یہ جواب خضر خان نے پدر کو دیا۔ سن کر خوش ہوا۔ اور معتقد ہو کر عرض کرایا کہ میں زیارت کو حاضر ہوتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کچھ حاجت نہیں، میں دعائے غیب

میں مشغول ہوں، غیب کی دعا میں زیادہ اثر ہوتا ہے، میرے مکان میں دو دروازے ہیں، اگر سلطان ایک دروازہ سے داخل ہوگا۔ میں دوسرے سے نکل جاؤں گا۔ نقل ہے کہ ایک شخص نے تقریر کی کہ فلاں جگہ تمہارے یار مزا میر سنتے ہیں فرمایا کہ میں منع کرتا ہوں کہ مزا میر و محرمات درمیان ہوا چھا نہیں ہے۔ اس بارے میں اور بہت کچھ فرمایا، پھر کہا کہ شیخ و حد الدین کرمانی، شیخ شہاب الدین کے پاس آئے، شیخ نے اپنا مصلیٰ پیٹ کر زیر زانو رکھا، یہ بات مشائخوں کو نہایت تعظیم کی معلوم ہوئی۔ جب رات ہوئی شیخ و حد الدین نے سماع طلب کیا۔ شیخ شہاب الدین نے قوالوں کو طلب کیا۔ جب سماع مرتب ہوا خود ایک گوشہ میں مشغول ہوئے، حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ جو سماع میں صفتیں میں نے سنی ہیں، اکثر اوصاف و اخلاق شیخ پر گمان کرتا ہوں۔ کہ ایک روز حیات شیخ میں قوالوں سے یہ بیت سنی ہے۔

مخبرام بدین صفت مبدا کز چشم بدت رسد گزردے

مجھ کو اخلاق حمیدہ اوصاف برگزیدہ اور کمال بزرگی اور لطافت کی یاد آتی ہے۔ یہ فرما کر چشم پر آب کر کے فرمایا کہ تھوڑے دن گزرے ہیں کہ آپ نے رحلت کی۔ نقل ہے کہ جب سلطان غیاث الدین تغلق ۱۳۲۱ھ میں بادشاہ ہوا۔ تھوڑے دنوں بعد اس نے بنگالہ پر لشکر کشی کی۔ راستہ میں نے حضرت سلطان المشائخ کو لکھا کہ تا آنے میرے تم غیاث پور سے چلے جاؤ، تمہاری وجہ سے آدمیوں کی ایسی کثرت رہتی ہے کہ میرے متعلقوں کو جگہ نہیں ملتی۔ حضرت کے پاس یہ خط پہنچا، آپ نے مطالعہ کر کے فرمایا کہ ہنوز دہلی دُور ہے۔ پس ایسا ہی ہوا کہ بادشاہ دہلی میں نہیں پہنچا، پہلے تغلق آباد میں آیا۔ وہاں چوتھے سال جلوس میں مکان کے نیچے دب کر مر گیا۔ نقل ہے کہ ایک بار خانقاہ حضرت سلطان المشائخ میں مجلس سماع گرم تھی کہ ایک صوفی نے آہ کی اور اس کے بدن میں آگ لگی جل کر خاک ہو گیا۔ اس وقت حضرت کو حالت تھی جب آپ کو ہوش آیا اور دریافت کیا کہ خاک کیسی ہے عرض کی کہ ایک شخص نے آہ کی اور جل گیا، یہ اس کی خاک ہے۔ آپ نے پانی طلب کر کے اس خاک پر چھڑکا وہ صوفی زندہ

زندہ ہوا، آپ نے اس کو ارشاد کیا۔ ابھی تم میں عامی ہے۔ جب تک پختہ نہ ہو میری مجلس میں نہ آنا۔ نقل ہے کہ ایک روز حضرت واسطے زیارت مزار پیرانوار خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس اللہ سرہ کے حاضر ہوئے تھے، واپس ہوتے وقت کنارہ دریا پر گزر ہوا دیکھا کہ میر حسن علانی سنجر شاعر اپنے یاروں سمیت بہت خوش شراب نوشی کر رہا ہے، حضرت کو دیکھ کر منفعل ہوا، اور یہ شعر پڑھا۔

سالمہا باشد کہ باہم صحبتہ ! گز صحبت ہا اثر بودے کجاست !  
زہد تافش از دل ماگم نہ گرد ! سامان ما بہتر از زہد شما است

یہ رباعی سن کر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ صحبت کو بہت اثر ہے، اس لفظ کو فرماتے ہی اس کے دل پر اس کا اثر ہوا، دوڑ کر اپنا سر حضور کے قدموں پر رکھا اور تائب ہوا، بعد مرید ہو کر سعادت دارین سے بہرہ مند ہوا، چنانچہ اکثر یہ شعر پڑھتا تھا۔

اے حسن توبہ انگلی کردی کہ ترا طاقت گناہ نمائند

یعنی انہوں نے ۷۳ برس کی عمر میں توبہ کی، اور قوائد الفواد جمع کی کہ مقبول کتاب ہے یعنی نظریہ فیض اثر کے پڑتے ہی کمال ہو گئے۔ نقل ہے کہ شمس الدین بزاز نے نہایت متول اور حضرت کا دشمن جانی تھا۔ ایک روز قریب سبزی منڈی کے شراب خواری کا ارادہ کیا، چشم ظاہر سے حضرت کو دیکھا کہ سامنے کھڑے انگشت سے اشارہ فرماتے ہیں کہ نہ پی، یہ معاملہ دیکھتے ہی اس نے شیشہ ادرجام شراب توڑا، اور خدمت شیخ میں حاضر ہو کر حال عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جس کا نصیب یا ور ہوتا ہے، ایسا ہی معاملہ پیش آتا ہے، آخر وہ مرید ہو کر سعادت ابدی سے بہرہ مند ہوا، نقل ہے کہ ایک روز آپ کے کسی مرید کے گھر میں مجلس سماع تھی اور کھانا بھی تھا۔ مگر وقت عین مجلس کے ہزاروں آدمی صوفی اور دیگر اہل شہر آگئے، کھانا اس قدر نہ تھا کہ سب کو کفایت کرے، صاحب خانہ حیران ہوا، اب کیا کیجئے، حضرت نے نور باطن سے معلوم فرما کر خواجہ بلشتر خادم خاص کو فرمایا کہ جب سب کے ہاتھ دھلا چکے تو ایک روٹی کے چار ٹکڑے کر کے ان کو چادر سے ڈھانک کر بسم اللہ کہہ کر تقسیم کرنا شروع کر دو، دو کے آگے ایک بھاق رکھ کر حسب الحکم انہوں نے ایسا ہی



کیا، وہ پچاس آدمیوں کا کھانا کئی ہزار آدمیوں کو کافی ہوا، لکھا ہے کہ قاضی محی الدین کاشانی سخت بیمار تھے، وقت نزع حضرت ان کی عیادت کو تشریف لے گئے، دیکھا کہ قاضی بیہوش تھے، شناخت مردم بھی جاتی رہی تھی، حضرت نے قریب پہنچ کر دست مبارک ان کے چہرہ پر پھیرا، اسی وقت ان کو ہوش آیا، صحت ہوئی، بعد اس کے ایک مدت زندہ رہے بعض حضرات ایسا مشہور کرتے ہیں، کہ جب حضرت قاضی کی عیادت کو گئے، ان کو خبر ہوئی انہوں نے کہا بھیجا کہ آخری وقت میں میں ان کی صورت دیکھنا نہیں چاہتا کہ وہ سماع سنتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے توبہ کی، جب یہ خبر قاضی کو ہوئی، اپنی پگڑی بھیجی کہ اس کو بچھا دو وہ اس پر قدم رکھ کر تشریف لادیں، نہیں معلوم کہ اس کی سندان حضرت کو کہاں سے ملی، کس واسطے کہ قاضی محی الدین کاشانی آپ کے مرید اور خلیفہ تھے، ایسا گستاخانہ کلام کس طرح کہتے واللہ اعلم، اور ایسے ہی ایک نقل اور جہلاء نے مشہور کر رکھی ہے کہ حضرت بوعلی قلندر آپ کی کرامات چھین لے گئے تھے، جس کو امیر خسرو بواسطت مبارز خاں واپس لائے مقام غور ہے کہ یہ سلطان الاولیاء اور وہ بخشی یہ محبوب کبریا و عاشق اللہ بعض کا قول ہے شیخ شہاب الدین عاشق خدا کے مرید تھے، بعض کہتے ہیں کہ خواجہ قطب الدین کے، بعض کا عقیدہ ہے کہ حضرت سلطان المشائخ کے مرید تھے، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ مرتبہ محبوبیت کل مراتب سے اعلیٰ ہے، قطبیت اور ابدالیت اور وحدانیت یہ سب مراتب محبوبیت کے آگے ادنیٰ ہیں۔ پس ادنیٰ اعلیٰ کا مقابل ہرگز نہیں ہو سکتا۔ دوسرے یہ کہ اولیا میں ایسا ماننا نہیں ہوتا، میرے نزدیک یہ ایسی باتیں ہیں جیسے گنواروں نے بیڑی اور اکبر اعظم کی بنا رکھی ہیں، نقل ہے کہ قصبہ سہارہ میں ایک جاگیر دار کے گھر میں آگ لگی، فرمان معافی جاگیر بھی ہمراہ دیگر سامان کے جل گیا، وہ غریب واسطے حاصل کرنے سند کے دہلی میں آیا، اور بمشقت بعد فرمان حاصل کیا، جب کچری سلطانی سے باہر آیا، گھس کر گرگم ہوا، بہت ڈھونڈھا نہ ملا، روتا ہوا حضرت کی خدمت میں آیا، اور دعا چاہی، حضرت نے تبسم فرما کر کہا، کہ ابھی بازار سے حلوا لاکر اس پر والدین بابا صاحب کی فاتحہ و لائیرا فرمان مل جائے گا، وہ اسی وقت اٹھ کر بازار میں آیا، اور قریب دروازہ خانقاہ کے جو حلوا فروش تھا۔ اس سے حلوا

مول کیا، حلوائی وزن کر کے اس کے رکھنے کو کاغذ نکالا چاہتا تھا کہ اس کو پھاڑے، اس نے دیکھا تو وہ اسی کا فرمان تھا، اس نے غل مچایا کہ اس کو نہ پھاڑنا، پس حلوا اور فرمان لے کر حضرت کی خدمت میں آیا اور مرید ہوا، لکھا ہے کہ سلطان علاؤ الدین خلجی نے چاہا کہ کسی بہانہ سے حضرت کو اپنے پاس بلا دے پس یہ کہلا بھیجا کہ عرصہ دراز گزرا کہ جو لشکر میرا ہم پر ہے، اس کی کچھ خبر نہیں آئی، میں نہایت متردد ہوں، آپ اگر ایک ساعت کو تشریف لاویں تو عین مصلحت اور مہربانی ہوگی، حضرت یہ پیام سنتے ہی پہلے تھوڑی دیر گردن جھکائے رہے، بعد اس کے فرمایا کہ سلطان سے کہہ دو، کہ میرے آنے کی کچھ حاجت نہیں، انشاء اللہ کل بوقت چاشت تم کو خبر ملے گی، اور تمہارا برابر الف خاں صحیح اور سالم معہ اسباب عنیمت خوش اور خرم ملے گا، چنانچہ دوسرے روز الف خاں فتح اور نصرت کے ساتھ آیا، اور ملازمت سلطان حاصل کی، سلطان نے خوش ہو کر پانچ ہزار دینار خدمت شیخ میں ارسال کئے اسی وقت استفدیار قلندر آگیا، حضرت نے اسی وقت اس کو مرحمت فرما دیئے۔ نقل ہے کہ حضرت نے نکاح نہیں کیا، تمام عمر تجرد رہا، اس کا سبب محققوں نے یوں بیان کیا ہے کہ ایک روز حضرت سلطان المشائخ بمقام ابو دھن حاضر تھے، بابا صاحب نے فرمایا کہ کچھ لا، تاکہ میں کھاؤں، حضرت نے اپنی دستار رہن کر کے لوبیا اور نمک خرید کر اس کو جوش کیا، نمک ملایا، اور بابا صاحب کے آگے لا رکھا بابا صاحب نے معہ یاروں کے جوش کیا، فرمایا کہ اچھا نمکین پکایا، میں خدا سے چاہتا ہوں کہ ہر روز ۷۲ من نمک تیرے باوجودی خانہ میں خرچ ہوا کرے، حضرت نے کھڑے ہو کر آداب بجالایا، اس وقت بابا صاحب نے دیکھا کہ پانچامہ حضرت کا پٹا ہوا تھا، اپنا پانچامہ عنایت کیا، حضرت نے اپنا فخر سمجھ کر اس کو اپنے پانچامے کے اوپر پہنا، جلدی میں اس کا اتار بند ایک طرف سے نکل گیا، بابا صاحب نے فرمایا کہ ازار بند محکم باندھ، حضرت نے عرض کیا کہ انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا، اس وجہ سے تمام عمر تجرد رہا نقل ہے کہ جب حضرت کا شہرہ عالمگیر ہوا، اس وقت اہل مکہ نے کہا کہ افسوس ہے کہ مولانا نظام الدین نے حج ادا نہیں کیا۔ اس وقت وہ بزرگ بھی موجود تھے جو چالیس برس سے مجاور خانہ کعبہ تھے، انہوں نے کہا کہ

غلط ہے، مولانا نظام الدین ہمیشہ صبح کی نماز اول وقت کعبہ میں ادا کرتے ہیں، اس بات کا مکہ میں شہرہ ہوا، حاجیانِ دہلی میں بھی منہا، اور حضرت کے مُریدوں سے بھی بیان کیا، مگر بوجہ ہیبت اور عظمت کے کوئی کچھ دریافت نہ کر سکتا تھا، ایک بار حضرت اپنے حجرہ میں تھے، اور ایک مرید در حجرہ پر وضو کو پانی لئے استاد تھا، جب مرید ہوئی وہ سمجھا کہ حضرت اوپر چھت کے ہوں گے، یہ سمجھ کر وہ اندر حجرہ کے گیا، حضرت کو وہاں نہ پایا، چھت پر گیا وہاں بھی نہ پایا، تا چار ہو کر حجرہ کا دروازہ بند کر کے بدستور استاد ہو گیا، کہ اسی وقت حضرت نے وضو کو پانی طلب کیا، اس اثنا میں اور بھی مرید آگئے تھے نماز ادا کی، بعد نماز اس کے مرید نے عرض کیا، کہ چھت تک دیکھ آیا تھا، حضور تشریف نہ رکھتے تھے، جب میں باہر آیا، اسی وقت آپ نے پانی طلب کیا، یقین ہے کہ واسطے ادا ئے نماز کعبہ میں تشریف لے گئے ہوں گے، اور جو کچھ حاجیوں سے سنا تھا عرض کیا، اس پر حضرت نے چشم بُد آب کر کے فرمایا کہ میں اس قابل کب ہوں مگر یہ رحمت پروردگار ہے، ایک سا ئدنی غیب سے پیدا ہو کر حجرہ کی چھت سے حجرہ کو اپنے پر سوار کر کے کعبہ میں لے جاتی ہے، بعد فرائض نماز ہو کر اسی جگہ پہنچا جاتی ہے۔ الغرض جب عمر شریف حضرت کی ۹۱ سال کی ہوئی، سات روز بولد برا زبند رہا، آٹھویں روز خواجہ اقبال کو طلب فرما کر کہا کہ جو نقد و جنس ہو، سب میرے آگے لا، انہوں نے عرض کیا، کہ جو فتوح ہوتا ہے اسی دن صرف ہو جاتا ہے، مگر چند ہزار من نقد خرچ امروز موجود ہے، فرمایا کہ ابھی غریب کو تقسیم کر، بعد گھڑی کیڑوں کی منگائی، اس میں ایک دستار، ایک کرتہ، اور مصقل اور سند خلافت مولانا برہان الدین غریب کو عطا کیا، اور دکن کی جانب رخصت کیا، ان کا ذکر اوپر ہو چکا ہے، اسی طرح ہر ایک خلیفہ کو عنایت کیا، اس وقت حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی حاضر تھے، ان کی نسبت کچھ عنایت نہ ہوا، حاضرین مجلس کو فکر تھا کہ کیا وجہ ہے کہ جو وہ محروم رہے بعد گھڑی دیر کے حضرت چراغ دہلی کو بلا کر وہ تبرکات کہ جو خواجگانِ چشت سے چلے آتے تھے اور بابا صاحب نے حضرت کو عطا فرمائے تھے، شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کو عطا فرمائے، اس کے بعد نماز عصر ادا کی، ہنوز آفتاب غروب نہ ہوا تھا کہ اس آفتاب دین محبوب رب العالمین



نے کل نفس ذائقہ الموت کی تکمیل کی، یہ حادثہ عظیم بروز چار شنبہ بتاریخ ۷ ربیع الآخر ۱۲۵۰ھ میں ہوا، مگر شریف کو بعض نے ۹۴ سال لکھا ہے، روضہ متبرکہ بمقام غیاث پور متصل شاربہان آباد درگاہ حضرت نظام الدین زیارت گاہ خاص و عام ہے، کیا خدا کی قدرت ہے، کہ پیدائش حضرت کی ربیع الاول میں ہوئی، اور وفات ربیع الآخر میں ہوئی، لکھا ہے کہ ایک درویش باکمال مریدان شیخ سونڈھا صاحبی کے تھے، ان کو کشف القبور اور عالم ارواح میں کمال دست گاہ تھی، صاحب اقتباس الانوار کہ جو ان کمال کے پیر بھائی ہیں، تحریر کرتے ہیں کہ ایک روز وہ کمال رو برو تربت حضرت سلطان المشائخ کے بیٹھے، مراقبہ برزخ میں مشغول ہوئے، ان کو ایک دریا مئے عظیم نور ذات سامعوم ہوا، اس میں ہر طرف سے نور کی موجیں اٹھتی تھیں، دیکھا ایک کشتی نورانی چلی آتی ہے، اس میں ایک تخت مرصع بچھا ہے، اس پر ایک مرد صاحب جمال بیٹھا ہے اور وہ تجلی تھی، کہ اس کی تجلی کے آگے آفتاب ایک ذرہ معلوم ہوتا تھا، یہ درویش صاحب مراقبہ دریا سے گزر کر صاحب تخت کے نزدیک پہنچے، پہنچتے ہی خوشبو سے معطر ہو گئے اور صاحب تخت سے پوچھا کہ آپ کون ہیں، فرمایا کہ میں نظام الدین بدایونی ہوں، معشوق حق ہوں، لہذا تجلیات اس سبحانہ و تعالیٰ کی میری طالب ہیں، اور اولیاء ان کے طالب ہیں، اور حضرت نے ایک دستار ان درویش کو عطا کی، اور فرمایا کہ جاتجہ کو صاحب ولایت کیا، صاحب اقتباس الانوار تحریر کرتے ہیں کہ تاحیات ان کے جسم سے ان کے لباس سے اہل دلوں کو خوشبو آتی رہی، بعد مرنے کے بھی ان کے کپڑوں میں وہی خوشبو آتی رہی، صاحب مؤنس الارواح نے ایک بار یہ ارادہ کیا کہ بغداد شریف میں پہنچ کر حضرت غوث پاک کے روضہ منظر کے زیارت سے مشرف ہو بیٹھے، یہ ارادہ مصمم کر کے چادر مزار، اور دیگر سامان نذر و سفرتیار کر کے پہلا مقام غیاث پور میں کیا، رات کو خواب میں دیکھا کہ حضرت پیران پیر شریف لائے، اور فرمایا کہ جہاں آرا کہاں جاتی ہے، انہوں نے عرض کیا کہ حضور کی زیارت اور چادر چڑھانے جاتی ہوں، حضرت نے فرمایا کہ میں تو یہیں ہوں، انہوں نے عرض کیا کہ مجھ کو معلوم نہیں کہ آپ وہی میں کہاں ہیں، فرمایا کہ نظام الدین

جو میں وہ میں بنی تو ہوں، کیوں اتنا سفر اٹھاتی ہے، جب صبح یہ بیدار ہوئیں، ان کے ہمراہ جو علماء اور مشائخ تھے، سب کو طلب کر کے اپنا خواب بیان کیا، باتفاق سب نے کہا، امشب سب پر یہی کیفیت جداگانہ طاری ہوئیں، کہ جو ہم مطلب آپ کے خواب کی ہیں، پس صبح وہ سب سامان مزار پر انوار حضرت سلطان المشائخ پر چڑھایا اور وہ نقد کہ جو بغداد شریف کے اور آمدورفت کے خرچ کے واسطے تھا، کل مساکین اور خدام روضہ عالیہ کو تقسیم کیا، صاحب سیر المساکین تحریر کرتے ہیں کہ آخر وقت مرض الموت حضرت سلطان المشائخ کے شیخ رکن الدین ابوالفتح ملتانی کہ اس وقت دہلی میں تھے، واسطے عیادت کے آئے چاہا کہ زمین پر بیٹھیں، حضرت نے فرمایا کہ میرے پتنگ پر بیٹھو، انہوں نے کہا کہ قطب وقت اور محبوب رب العزت کے پتنگ پر بیٹھے، اور بعد دریافت احوال شیخ رکن الدین نے کہا کہ انبیاء اور اولیاء کو درمیان میں موت و حیات کے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے اگر آپ چند روز توقف کریں تو خلق اللہ کو نفع ہو، ہزاروں ناقص کامل ہو جاویں، حضرت نے فرمایا، اشتیاق دوست اس قدر غالب ہوا کہ ایک ساعت باقی رہنے کو جی نہیں چاہتا، بلکہ ایک ایک دم مجھ پر دشوار ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر شب معاملہ میں دیکھتا ہوں کہ مجھ کو فرماتے ہیں کہ اسے نظام تیرا شوق مجھ سے زیادہ ہے، میرے پہلو میں آ، یہ سن کر شیخ رکن الدین اور مجلہ حاضرین زار و زار رونے لگے، اور خود رفتہ ہو گئے، بعد اس کے شیخ رکن الدین نے کہا کچھ وصیت فرمائیے، حضرت نے فرمایا کہ پیران چشت سے ایک بزرگ نے وصیت کی تھی، کہ بعد مرنے میرے کے نزدیک جنازہ کے سماع کریں، بعد اس کے دفن کریں، جب ان حضرت نے وفات پائی، ان کے مریدوں نے نزدیک جنازہ کے سرود کھوایا، اور وہ حضرت اٹھ کھڑے ہوئے، سات روز اسی طرح سماع رہا، بعد سماع بند کر کے ان کو دفن کیا، میں بھی ان کے قدم بقدم جانا چاہتا ہوں تم بھی بعد میرے مرنے کے نزدیک جنازہ کے سماع کرانا، پس جب حضرت سلطان المشائخ کی وفات ہوئی، امامت جنازہ کی شیخ رکن الدین نے کی، بعد

نماز جنازہ کے شیخ رکن الدین نے کہا، کہ آج مجھ کو تحقیق ہوئی کہ چار برس مجھ کو واسطے امامت نماز جنازہ کے رکھا تھا کہ میں نماز جنازہ سلطان المشائخ کی امامت سے مشرف ہوں بعدہ شیخ رکن الدین نے قوال طلب کیا، آپ کے خلفاء نے منع کیا، کہ بمجرور سننے سماع کے حضرت کھڑے ہو جائیں گے وہ حضرت توسات روز کے بعد سماع سے باز رہا، مگر ہمارے حضرت قیامت تک سماع سے باز نہ رہیں گے، جہاں میں فتنہ عظیم اٹھے گا، یہ بات شیخ رکن الدین کی سمجھ میں بھی آگئی اور جنازہ کو اٹھا کر لے چلے، اثنائے راہ میں ایک عورت اپنے دروازہ پر بیٹھی امیر خسرو کی غزل گارہی تھی، اس وقت یہ شعر تھا۔

اے تماشا گاہِ عالم روئے تست تو کجا بہر تماشا میردی  
یہ آواز سننے ہی دست مبارک حضرت کافن سے باہر ہوا شیخ رکن الدین نے دوڑ کر اس عورت طوائف کو منع کیا، جب تک جنازہ قبر کے قریب نہ آیا ہاتھ اسی طرح باہر تھا، قبر میں اتارنے وقت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی نے عرض کیا کہ برہان شما ازیں ہم بیشتر است اگر دست گرد آید بہتر باشد چرا کہ قدم سید در میان ست، یہ عرض کرتے ہی ہاتھ کفن کے اندر ہو گیا، پس شیخ رکن الدین نے جنازہ قبر میں اتارا، اور قبر سے نکلے ہی بیہوش ہو گئے، جب ہوش آئی لوگوں نے پوچھا بیہوشی کا کیا سبب تھا، شیخ رکن الدین نے کہا کہ یہ بھی قطب وقت تھے، لوگوں سے فرمایا کہ جب میں نے حضرت کو قبر میں اتارا، روحانیت رسول مقبول نے حاضر ہو کر برادر شیخ نظام الدین کو بغل میں لیا، مجھ کو طاقت مشاہدہ نور نبوت کی تھی اس وجہ سے بیہوش ہو گیا تھا، خلفائے حضرت سلطان المشائخ کہ جو چند حضرات مشہور ہیں تبرکات تحریر ہوتے ہیں۔ یعنی حضرت مخدوم شیخ نصیر الدین چراغ دہلی، حضرت امیر خسرو دہلوی، سراج الدین عثمان، شیخ قطب الدین متوڑ بیرہ شیخ جمال، شیخ حسام الدین ملتانی، مولانا جمال الدین نصرت خانی، مولانا فخر الدین، مولانا ابوبکر مندونی، مولانا فخر الدین مروزی، مولانا علم الدین نیلی، شیخ برہان الدین غریب، مولانا وجیہ الدین یوسف، مولانا شہاب الدین امام، مولانا حافظ قاضی محی الدین کاشانی، مولانا وجیہ الدین پانلی، مولانا



فیض الدین، مولانا شمس الدین بکھی، خواجہ کریم الدین سمرقندی، شیخ جلال الدین اودھی،  
 مولانا جمال الدین، قاضی شرف الدین، مولانا کمال الدین یعقوب، مولانا بہاؤ الدین،  
 شیخ مبارک، خواجہ معز الدین، خواجہ منیا الدین برنی، شیخ تاج الدین داوری، مولانا مؤید  
 الدین انصاری، خواجہ شمس الدین خواجہ ہرزادہ، امیر خسرو، شیخ نظام الدین شیرازی، خواجہ  
 سالار شیخ فرید الدین میری، شیخ علاؤ الدین اندیمی، شیخ شہاب الدین کنٹوری، مولانا حجت  
 الدین ملتانی، شیخ بدر الدین قوار، شیخ رکن الدین خیر، شیخ عبدالرحمن سارنگ پوری، حاجی  
 احمد بدایونی، شیخ لطیف الدین، شیخ نجم الدین، محبوب شیخ شمس الدین دھاری، خواجہ  
 یوسف بدایونی، شیخ سراج الدین، حافظ قاضی شاد علی، مولانا قوام الدین یکرانہ، مولانا  
 برہان الدین سادری، مولانا جمال الدین اودھی، شیخ نظام الدین مولی، قاضی عبدالکریم  
 قدونی، قاضی قوام الدین قدوری، مولانا علی شاہ جاندار، خواجہ تقی الدین خواجہ ہرزادہ، حضرت  
 سید محمد کرمانی، سید یوسف حسنی، حمید شاعر قلندر، خواجہ مبشر خاں سامان، و صاحب  
 اعلیٰ و خادم خاص، صاحب مرآۃ الاسرار لکھتے ہیں کہ سلطان الاولیاء وہ بزرگ تھے کہ گوشہ  
 میں بیٹھے ہوئے تصرف فرماتے تھے، ایسا ہی روزنہ متبرکہ ان کا قبلہ حاجات عالم ہے،  
 وہ لکھتے ہیں کہ یہ ذرہ بے قدر ۱۰۵۲ھ میں بشرف زیارت آستانہ بادشاہ کوین حاضر ہوا  
 فیض روحانیت حضرت سے بہت سی نعمتیں پائیں، کہ احاطہ تحریر سے باہر ہیں، سبحان اللہ  
 آج تک ظہور تصرفات ولایت حضرت کا ہمیشہ پیچ ترقی کے ہے اور تاقیامت قائم رہے  
 گا، چنانچہ بعد از ادت خدمت پیر دستگیر روشن ضمیر حضرت مرزا روشن بخت گود گانی  
 قدس اللہ سرہ العزیز اس احقر کا تب المحروف کو مزارات پر جانے کا شوق ہوا، تمام  
 صحرائے دہلی کی خاک کو تو تیا ئے چشم کیا، یہ قاعدہ رہا کہ جس مزار کو بانوار برکات دیکھا  
 وہاں مشغول ہوا، مراقبہ کیا، طرح طرح کے ذائقے اٹھائے، بعض حضرات کی زیارت سے  
 بھی مشرف ہوئے، ان حضرات کی مہربانی سے بعض مشکلات بھی حل ہوئیں، کئی ہزار  
 اولیاء کبار خاک پاک دہلی میں آسودہ ہیں، مگر چار مقام عجیب و غریب ہیں، اولیٰ تورنہ  
 متبرکہ حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، دوسرا روضہ عالی متعالی حضرت

سلطان المشائخ جو طالب اہل نظر جاوے، ممکن نہیں فیضان سے محروم آوے، اڑی مشکل حل نہ ہو، مقامات نہ کھلیں، تیسرا مزار حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی، چوتھا مزار حضرت شاہ ترکمان بیابانی قدس اللہ اسرارہم۔

**ذکر حضرت شاہ عبداللہ کرمانی بنگالی** خلیفہ حضرت خواجہ بزرگ آپ کے سلسلہ کے ہزاروں فقیر ہیں، بلکہ جو

آپ کے فقیر ہیں، وہ کرمانیہ مشہور ہیں۔

**ذکر حضرت پیر کریم سیلوئی** خلیفہ حضرت خواجہ بزرگ کے، اور کامل وقت گزرے ہیں، اور صاحب گروہ ہیں، یعنی آپ کے

جو فقیر گزرے ہیں، وہ کریمیہ کہلاتے ہیں، وفات آپ کی ۶۶۳ھ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت شیخ برہان الدین صوفی قدس سرہ بن شیخ**

**جمال ہانسوی**

لکھا۔ ہے کہ وقت انتقال پدر بزرگوار آپ خورد سال تھے، حضرت بابا صاحب کی خدمت میں لائے گئے، بابا صاحب نے نہایت عنایت کی، اور خلافت نامہ اور مصطفیٰ اور عصا ساتھ اس نعمت کے اوپر شیخ جمال الدین کے رواں تھی، شیخ برہان الدین کو عطا کی اور خدمت گزاری شیخ نظام الدین اولیاء کی وصیت فرمائی، چنانچہ شیخ برہان الدین ہر سال شیخ نظام الدین اولیاء میں جا کر تربیت پاتے، اور تاحیات سلطان المشائخ کے کسی کو مرید نہیں کیا، از اخبار الاخبار نہ معلوم بعض صاحبزادگان جمالی کو موجودہ کو کہاں سے سند ملی ہے کہ وہ مرید کو تحریر کر کے دیتے ہیں، شیخ جمال کے نام کے بعد حضرت سلطان المشائخ کا نام ان کے بعد قطب الدین متور کا نام لکھتے ہیں۔ درویشوں کے کسی خاندان میں یہ نہیں دیکھا کہ ہادی سے پہلے طالب کا نام لکھا جاوے، اس نقل سے ظاہر ہے کہ حضرت شیخ برہان الدین نے نہ کچھ حاصل کیا نہ حضرت سلطان المشائخ سے بیعت کرنا یا فیضیاب ہونا ثابت ہوتا ہے، حیف ہے۔

**ذکر حضرت خواجہ امیر خسرو دہلوی** کہ نام مبارک ابوالحسن اور تخلص خسرو تھا،  
حضرت سلطان المشائخ اور برہن الدین

الفضل را اور امیر زادہ اور بادشاہوں کے ہمیشہ ہم صحبت تھے مگر تعلق دل جو تھا، وہ خدا کے ساتھ تھا، امیر صاحب کے والد کا نام امیر سیف الدین اور زانا کا نام عماد الملک تھا، کہ اولیائے زمانہ گزرے ہیں، اور ایک سوتیرہ برس کی عمر ہوئی کہ حضرت امیر صاحب کو خود تربیت کیا، لکھا ہے کہ حضرت بمقام مومن آباد معروف بہ پٹیالی کہ کنارہ دریائے گنگ پر ہے، پیدا ہوئے، آپ کے مکان کے متصل ایک مجذوب رہتے تھے، آپ کے والد آپ کو اسی وقت ان مجذوب کی خدمت میں لے گئے، آپ کو دیکھتے ہی ان مجذوب نے فرمایا کہ یہ لڑکا طوطی ہند اور ملک الشعراء عارف باللہ یگانہ روزگار ہوگا، قیامت تک نام اس کا یاوہگار رہے گا، اور دعا دی کہ تو ہر دلعزیز ہو، آپ نے نہایت ناز و نعمت سے پرورش پائی، اور غور و سالی میں ہمراہ والد کے دہلی تشریف لائے، اور اپنے نانا عماد الملک کے زیر تعلیم رہے، نہایت خوب و خوب طینت، حاضر جواب، عالی طبع، زود فہم، خوش گویا تھے، جب سات برس کے ہوئے، اپنے بھائی اور والد کے ہمراہ حضرت سلطان المشائخ سے بیعت کی، جب آپ نو برس کے ہوئے، آپ کے والد امیر سیف الدین نے اسی برس کی عمر میں شہادت پائی، چند عرصہ میں علوم ظاہری کی تحصیل سے فارغ ہوئے اور ہمیشہ اپنے پیر کی خدمت میں زہد اور ریاضت شاقہ فرماتے، یہاں تک کہ ایک روز حضرت سلطان المشائخ نے آپ کو ترک اللہ کا خطاب عطا کیا، جیسا کہ امیر صاحب خود فرماتے ہیں ۵

برزبانت چوں خطاب بند ترک اللہ دست ترک اللہ بگیرد بالمش سبار

یوں من مسکین ترا درم ہم نیم بس بود شیخ من بس مہربان و خالقم امر زنگار

بارہا حضرت سلطان المشائخ نے آپ کے بارہ میں فرمایا ہے کہ میں اپنے وجود سے رنجیدہ ہوتا ہوں، مگر اسے ترک من میں تجھ سے کبھی رنجیدہ نہیں ہوتا، اور آپ کے بڑے بھائی اعز الدین علی کو دوبارہ خلعت خاص سے مشرف فرمایا، اور ان کو بھی بہت عزیز



رکھتے تھے، حضرت میر صاحب جو شعر فرماتے پہلے بڑھائی کو دکھاتے تھے تاکہ کوئی سقم نہ رہ جائے، معلوم ہوا کہ سارا خاندان آفتاب تھا، ایک بار ایک شخص نے سلطان المشائخ سے عرض کی کہ جیسی مہربانی اور عنایت خسرو پر ہے، اُمیدوار ہوں کہ بندہ پر بھی مبذول ہو، حضرت نے جواب دیا کہ ویسی قابلیت پیدا کر، میر صاحب نے ایک بار حضرت سلطان المشائخ سے عرض کیا کہ اُمیدوار ہوں کہ حضور کے قدموں پر مروں، کہہ دیجئے کہ تیری زندگی موقوف ہے اوپر بقا میری کے کہ تجھ کو میرے پہلو میں دفن کریں، حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہوگا، الغرض جب آپ تکمیلِ درویشی کر چکے، خود خلافت عطا ہوا، اور بوجہ خوش کلامی ہم مجلس سلاطین ہوئے، آپ کی بہت کچھ تصانیف ہیں، ۹۹ کتابیں ہیں، ۵ لاکھ کے قریب شعر ہیں، اور ہندی زبان میں بے شمار کلام ہے، لکھا ہے کہ جب حضرت سلطان المشائخ سماعِ سنتِ داہنی طرف امیر خسرو اور بائیں طرف خواجہ متبشر بیٹھتے، اور قوال پہلے امیر صاحب کی غزل شروع کرتے، اور لکھا ہے کہ حضرت امیر صاحب کو حضرت سلطان المشائخ نے بخطاب مفتاح السماع کے یاد فرمایا ہے، اور لکھا ہے کہ حضرت امیر صاحب ہر شب نماز تہجد میں سات سیپارہ قراں مجید پڑھتے اور نمازِ عشاء کے بعد خدمتِ پیر میں حاضر ہو کر تمام مریدوں کے حالات عرض کرتے، بعض سے نوحہ معاف فرماتے، بعض کی سفارش کرتے، ایک روز امیر صاحب نے شیخ سے عرض کیا کہ میں ایسا چاہتا ہوں کہ قیامت کے دن فرشتے مجھ کو خسرو کہہ کر یاد نہ کریں، کہ یہ نام متکبر ہے، شیخ نے فرمایا کہ بروز قیامت تجھ کو محمد کا سہ لیس کہیں گے، صاحب سفینۃ الاولیاء تحریر فرماتے ہیں کہ سوزِ سینہ بے کیفیہ اور آتشِ عشق منزلِ حضرت خواجہ امیر خسرو کی اس قدر تھی کہ پیرا ہن مبارک حضرت کا قلب کی جگہ سے ہمیشہ سوختہ رہا کرتا تھا، بلکہ یہ کیفیت تھی کہ جس وقت نیا کپڑا پہنا، اسی وقت دل کی جگہ سے جل گیا، اور چالیس برس صائم الدہر رہے ہیں، امیر صاحب خود فرماتے ہیں کہ ایک روز بعد الفراغ و ظائف صبح حضرت پیر روشن ضمیر نے بندہ کو طلب فرما کر کہا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے، تو بھی سُن اور زبانِ الہام سے بیان کر، فرمایا کہ شبِ آدینہ کو میں نے خواب

میں دیکھا کہ شیخ صدر الدین پسر شیخ بہاؤ الدین علیہ الرحمۃ آئے، میں نے ان کی تعظیم کی، اور انہوں نے ایسی تواضع کی بیان سے باہر ہے، اس میں دیکھا کہ اسے خسرو تو دور سے پیدا ہوا اور میرے پاس آیا، اور بیان معرفت شروع کیا، اسی وقت اذان کی آواز سنی اور میں بیدار ہوا، یہ خواب بیان فرما کر کہا کہ دیکھ یہ کیا مرتبہ ہے، بعد ا میں نے نیاز مندی سے عرض کیا، کہ میں ایک ناچیز اس مرتبہ کو پہنچوں، آخر آپ ہی کا تو دیا ہوا ہے، یہ سنتے ہی رونے لگا، اور پکار کر روئے، میں بھی اس وقت بہت رویا، بعد ا اس کے کلاہ خاص طلب کر کے دست مبارک سے میرے سر پر رکھی اور فرمایا کہ کلمات مشائخ کو زیادہ دیکھا کر، اور یہ رباعی زبان مبارک سے فرمائی، رباعی

خرد کہ بنظم و نثر شش کم خاست      ملکیت ملک سخن آں خسرو راست  
ایں خسرو ما است نام خسرو نیست      زیرا کہ خدائے نام خسرو ما است

لکھا ہے کہ ایک روز ایک فقیر برائے طلب خدمت سلطان المشائخ میں آیا، اور اپنا مطلب بیان کیا، آپ نے فرمایا کہ آج جو فتوح ہوگا تجھ کو دوں گا، اس روز کچھ فتوح نہ ہوا پھر فرمایا کہ کل جو کچھ فتوح ہوگا تجھ کو دوں گا، کل بھی کچھ فتوح نہ ہوا، آپ نے اپنی کفش اس درویش کو دی، اور رخصت کیا، وہ کفش لے کر چلا، اتفاقاً امیر صاحب ہمراہ بادشاہ کہیں گئے تھے، وہاں سے آتے ہوئے یہ درویش مل گیا، پوچھا کہاں سے آتا ہے، اس نے کہا کہ تیرے پاس دہلی سے، پوچھا کہ سلطان المشائخ کی بھی کچھ خبر ہے، درویش نے کہا کہ خیریت سے ہیں، امیر صاحب نے کہا کہ تیرے پاس سے مجھ کو بوئے شیخ آتی ہے شاید کوئی چیز ان کی تیرے پاس ہے، درویش نے کہا کہ کفش خواجہ میرے پاس ہے کہ مجھ کو عطا کی ہے، امیر صاحب نے فرمایا، کہ اس کو فروخت کرتا ہے، اس نے اقرار کیا، امیر صاحب نے پانچ لاکھ روپیہ کا جوصلہ قصیدہ میں بادشاہ دہلی سے پایا تھا، کل اس درویش کو دے کر کفش حضرت کی اس سے لے لی، اور اس کو سر پر رکھے ہوئے خدمت پیر میں حاضر ہوئے، حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ خسرو یہ کفش سستی خریدی ہے، آپ نے عرض کیا کہ حضور

تمام جان و مال اس کفش کے بدلے میں طلب کرتا، میں سب دے کر لیتا، سبحان اللہ جن کے ایسے عقیدہ ہوں، پیران سے راضی نہ ہوں، تو اور کس سے ہوں، علاوہ بریں ہزاروں حکایات اور کلمات آپ کے مشہور ہیں، لکھا ہے کہ جب حضور خواجہ نظام الدین قدس نے رحلت فرمائی، حضرت امیر صاحب دہلی میں موجود نہ تھے، ہمراہ سلطان تغلق بنگالہ میں تھے، جب خبر انتقال پر روشنی خیر سنی، اسی وقت سپاہ پوش ہوئے، اور بسرعت تمام دہلی میں آئے، آتے ہی مزار کے دو برو کھڑے ہو کر کہا، سبحان اللہ آفتاب زیر زمین اور خسر و زندہ، اور اپنے چہرہ کو مرقد منور سے گھس گھس کر بیہوش ہو گئے، بعد تھوڑی دیر کے ہوشیار ہوئے، مگر چھ ماہ تک مفارقت پر مرشد سے روتے اور آہ بھرتے رہے، آخر بروز چہار شنبہ ۷۲۵ھ میں دنیا سے نا پیدار سے کوچ فرما کر قرب الہی حاصل کیا، مقبرہ عالی یاران چوتراہ پر زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

### ذکر حضرت میر حسن علانی مستحی قدس سرہ

حضرت سلطان المشائخ سے تھے، فاضل اجل شاعر بے مثل اور معزز تھے، اور بہت سے قصیدہ اپنے پیر کی شان میں کہے، اور دربار شاہی میں بھی تعارف تھا، سلطان غیاث الدین بوجہ ان کے کلام کے ان کو بہت دوست رکھتا تھا، اکیس برس کی عمر میں توبہ کر کے مرید ہو کر کامل و صاحب سلطان المشائخ ہوئے، اور فوائد الفوائد ملفوظات شیخ جمع کی، اور جائے پیدائش آپ کی دہلی ہے، آخر عمر میں بحکم سلطان محمد تغلق دیوگری تشریف لے گئے، اور ۷۳۲ھ میں وفات پائی، مزار دیوگری میں ہے۔

### ذکر حضرت مولانا مؤید الدین

لکھا ہے کہ یہ امیر زادہ تھے، اور وقت امیری سلطان علاؤ الدین کے ان کی خدمات بجا لاتے تھے، ایک بار حضرت سلطان المشائخ کے مرید ہو کر یکایک دنیا کو ترک کر کے عبادت حق میں مشغول ہوئے، جب علاؤ الدین بادشاہ ہوا، اس نے آپ کو یاد کیا، اور سلطان جی کو لکھا کہ مولانا کو ہمارے پاس بھیج دیجئے کہ ان سے کار متعلق ہے، حضرت نے جواب دیا



کہ اس کو اور کاردرپیش ہے، اس کے سرانجام میں مصروف ہے، ظاہری کار سے اس کو کچھ سروکار نہیں رہا، وہ اس جواب سے رنجیدہ ہوا، پھر کھلا بھیجا کہ مخدوم سب کو اپنا سا بنانا چاہتے ہیں، اس کے جواب میں شیخ نے فرمایا کہ اپنی برابر کیا بلکہ اپنے سے بہتر چاہتا ہوں، یہ سن کر سلطان مجبور ہوا، وفات ان کی ۷۷۷ھ میں ہوئی، مزار یارانِ چبوترہ پر ہے۔

## ذکر حضرت شیخ و جلیل الدین یوسف قدس سرہ

خلیفہ حضرت سلطان المشائخ کے تھے، لکھ

ہے کہ یہ جب سے مرید ہوئے موردِ چال چلا کرتے تھے، یہاں تک کہ شیخ کی دُعا سے ہوا پروازی کرنے لگے تھے، بعد تکمیل خرقہ خلافت بمقام چندیری پر مامور ہوئے۔ ۷۷۷ھ میں بمقام چندیری وفات پائی،

## ذکر حضرت خواجہ محمد امام قدس سرہ

کہ نمبرہ بابا صاحب اور فرزند شیخ بدر الدین اسحاق کے تھے اور اپنے

والد ماجد سے بھی علم الہی کی تکمیل کی تھی، آخر خدمت حضرت سلطان المشائخ میں مشرف ہوئے، اور انوار المجالس، ملفوظات حضرت سلطان جی جمع کئے، اور علوم ظاہری اور باطنی سے آراستہ پیراستہ تھے، علم موسیقی بھی خوب جانتے تھے، ۷۷۷ھ میں بمقام غیاث پور وفات پائی، مزار ان کا یارانِ چبوترہ پر ہے، جو متصل باؤلی کے ہے۔

## ذکر حضرت شیخ حسام الدین ملتانی قدس سرہ

کہ خلیفہ سلطان المشائخ کے تھے

زہد اور تقویٰ از حد تھا، اکثر اوقات شیخ نے ان کے حق میں فرمایا ہے کہ دہلی ظلِ حمایتِ حسام الدین میں ہے۔ نقل ہے کہ راہ میں مستغرق ہوئے چلے جاتے تھے، جانا نہ کندھے سے گر پڑی، ایک شخص نے پکار کر دو آوازیں یا شیخ یا شیخ، آخر اس نے پاس جا کر ہاتھ سے ہلا کر کہا کہ دو آوازیں یا شیخ کہہ کر دیں، تم نے جواب نہ دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اے عزیز میں شیخ نہیں ہوں، درپوزہ گر ہوں، اگر اس طرح پکارتا تو میں جواب دیتا۔ لکھا ہے کہ ایک بار حسب حاجت پیر حریم شریفین میں گئے، بعد از حج کے

واپس آئے، سلطان جی نے فرمایا کہ جو شخص زیارت روضہ رسول مقبول چاہے، وہ علیحدہ زمینت کرے، اور زیارت رسول سے مشرف ہوا، اگر بذریعہ حج کے زیارت روضہ کی کرے، مشرف نہیں ہوتا۔ یہ سنتے ہی بہتیت مدینہ طیبہ اور واسطے زیارت رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام روانہ ہوئے، اوقات حضرت کی ۳۵ھ میں ہوئی، مزاران پیر کا پاک پتہ میں ہے۔

## ذکر حضرت خواجہ فخر الدین روزی قدس سرہ

کہ خلیفہ سلطان المشائخ اور بہت متقی تھے

قرآن شریف کی کتابت کیا کرتے تھے، تمام عمر مجرور رہے اور اکثر رجال غیب ان کے روبرو آیا کرتی تھی، ایک روز انہوں نے خواجہ کی خدمت میں عرض کی کہ ایک دن مجھے پیاس لگی ہوئی تھی، ایک کوزہ پانی غیب سے پیدا ہوا، میں نے کوزہ پھوٹا اور پانی پھینک دیا اور کہا کہ کرامت کا پانی نہیں پینا چاہتا، خواجہ نے فرمایا کہ پینا چاہیے تھا کہ اشیا غیب سے بے غیب ہے، پھر عرض کیا کہ میں نے کنگھا کرنا چاہا، کنگھا موجود نہ تھا، ایک دوست آیا اس کے ہاتھ میں کنگھا تھا، میں نے اس سے لے کر کنگھا کیا۔ ایک بار وضو کے ارادہ کیا کہ کنگھا کروں، کنگھا طاق خانقاہ میں تھا، میرا ارادہ کرتے ہی خود بخود میرے پاس آگیا، لکھا ہے کہ شیخ فخر الدین ایک جزو کلام اللہ کا روز تحریر کرتے تھے، اور اجرت میں لوگ زیادہ دیتے مگر آپ چار آنہ جزو لیتے تھے، کچھ اللہ دیتے کچھ اپنے صرف میں لاتے، آخر عمر میں بصارت کم ہوئی، کتابت چھوٹ گئی، حمید الدین ملک التجار نے سلطان علاؤ الدین خلجی سے سفارش کر کے سورویہ روز مقرر کرائے، آپ نے منظور نہ کئے، فرمایا چار آنہ روز سے زیادہ نہ لوں گا۔ ہزار حیلہ بمشکل دس آنہ مقرر ہوئے، ۳۶ھ میں وفات ہوئی، مزار یاران چبوترہ پر ہے۔

## ذکر حضرت مولانا ضیاء الدین برنی قدس سرہ

کہ خلیفہ حضرت سلطان المشائخ کے تھے، شیخ

کی ان پر نہایت مہربانی تھی، حکایات عمدہ بیان کرتے تھے، خواجہ امیر خسرو و امیر حسن علی اور مولانا ضیاء الدین برنی یہ تینوں صاحب ایک بیان و قالب تھے، تارنخ فیروز شاہی

آپ ہی کی تصنیف ہے، اور آپ نے اپنے حسرت نامہ میں لکھا ہے کہ میں ایک بار خدمت پیر مرشد میں حاضر تھا کہ میرے دل میں خیال گزرا کہ پہلے مشائخ مرید کرنے میں بہت احتیاط کرتے تھے، اور میرے شیخ بلا احتیاط ہر کسی کو بیعت فرماتے ہیں نہ معلوم اس میں کیا حکمت ہے، میں چاہتا تھا کہ سوال کروں، ہنوز خطرہ تمام نہیں ہوا تھا کہ حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر وقت میں حکمتِ کاملہ سے اپنی ایک خاصیت رکھی ہے کہ اس کے موافق خاصیت پیدا ہو، اور طبیعت ہر عصر کے باہم مشابہ نہیں ہوتی، اصل میں ارادت مریدانقطاع غیر حق سے ہے، اور اشغال اللہ اور اہل سیف بیعت جب تک نہیں دیتے تھے، جب تک انقطاع کلی غیر حق سے نہیں کر دیتے تھے، عہد ابو سعید الباقیر اور تازمانہ شیخ سیف الدین باغزی اور شیخ شیوخ شہاب الدین سہروردی تا عہد ولایت شیخ فرید الدین ان کے دروازوں پر امراء اور بادشاہ، جملہ خلائق کا اثر دھام رہتا تھا، اور ملوک بخوفِ آخرت اپنے کو ان عاشقانِ الہی کی پناہ میں رکھتے تھے، اور یہ حضرات مہربانی سے ہر کسی کو مرید کرتے تھے کوئی ایسا نہیں جو معاملات معشوقانِ خدا کو قیاس کر سکے۔ میں بھی حسب متابعت اپنے پیروں کے مرید کرنے میں احتیاط نہیں کرتا۔ اس میں کئی فائدے ہیں، اول تو نہ میں سُنتا ہوں کہ میرے مرید گناہ سے بچتے ہیں، نماز اَدل وقت نماز باجماعت ادا کرتے ہیں، اور اَدلے نوافل میں مشغول رہتے ہیں، اگر پہلے شرائط کی حقیقت و ارادت ان سے کہو تو شاید ان سے نہ ہو سکے اور اتنے ثواب سے بھی محروم رہیں، دوسرے یہ کہ میرے شیخ نے مجھ کو اجازت دی ہے اور مسلمان میرے پاس عجز سے آتے ہیں۔ اور گناہوں سے توبہ کرتے ہیں۔ اس نیت سے شاید ان کا کلام سچا ہو مرید کرتا ہوں، خاص کر یہ صادقوں سے سُنا ہے کہ بیعت کرنا گناہ سے باز رکھنا ہے، تیسرے قوی سبب سبب سے یہ ہے کہ ایک روز پیر مرشد میرے نے دواتِ قلم میرے رو برو کر فرمایا کہ تعویذ بہت سے لکھ اور حاجت مندوں کو دے میں اس کار سے دل تنگ ہوا، ملاں میرا دریافت فرما کر ارشاد کیا کہ نظام الدین ابھی سے ملول ہوا، جب تیرے دروازہ پر ہجوم حاجت مندوں کا ہو گا جب کیا کرے گا۔ یہ سُن کر میں نے قدموں پر حضرت کے سر رکھا اور رویا اور عرض کی کہ مخدوم



نے بندہ کو معزز فرمایا، خرقہ خلافت عطا کیا، میں ایک فقیر ہوں، خلقت کے ملنے سے نہایت متنفر اور کار خلافت نہایت بزرگ ہے۔ اس کا سرا انجام مجھ بیچارہ سے کیوں کر ہوگا۔ اس پر حضرت شیخ نے فرمایا کہ نظام الدین معلوم کر کہ فردائے قیامت مجھ کو درگاہ پر دروکارِ عالم میں اکبر و ہوگی، کہ تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ میں اپنا پاؤں بہشت میں نہ رکھوں گا، جب تک کہ تیرے مُریدوں کو ہمراہ بہشت میں نہ لے جاؤں گا۔ پس میں اس سبب سے جو کوئی میرے پاس طالب اور تائب آتا ہے اس کو مُرید کرتا ہوں کہ تعلق گناہگار ہے جو میرے پیر کے وسیلہ سے نارِ جہنم سے بچیں، غنیمت ہے وقت حضرت مولانا ضیاء الدین برنی کی ۷۴۸ھ میں ہوئی، مزارِ یارانِ چبوترہ پر پایاں مزار امیر صاحب کے واقع ہے۔

## ذکر حضرت شیخ برہان الدین غریب قدس سرہ | صاحب ذوق و شوق وہ وحد عاشق سماع خلیفہ

حضرت سلطان المشائخ کے تھے۔ آخر حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی بھی آپ کے پاس تشریف لائے ہیں، اور آپ نے بوجہ عقیدت کے تمام عمر غیاث پور کی طرف پشت نہیں کی، لکھا ہے کہ دوبارہ خرقہ خلافت پایا۔ ایک روز سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ خواجہ شیراز دیر حسن حاضر تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ شیخ برہان الدین مریدِ قدیم ہے مثل دیگر خلفائے ان کو خرقہ خلافت عطا ہوا۔ خواجہ اقبال نے پیرا ہن اور کلاہ حاضر کی، شیخ نے دست مبارک کلاہ اور پیرا ہن پر رکھا، اور مولانا برہان الدین کو عطا کیا، ایک بار شیخ علی نبیلی اور ملک نصرت نے کہ عزیز سلطان علاؤ الدین اور مرید حضرت شیخ کے تھے۔ حضرت شیخ سے شکایت کی مولانا برہان الدین پیر بن کر خرقہ خلافت پہن کر کھل بچھا کر بیٹھتے ہیں۔ علو کثیران کے پاس جمع ہوتی ہے، دکان شیخی کی خوب گرم کر رکھی ہے، حضرت سلطان جی ان سے یہ سُن کر رنجیدہ ہوئے، جب مولانا حاضر ہوئے ان کی طرف متوجہ نہ ہوئے، اسی وقت خدام نے مولینا سے کہا کہ تم کو مناسب ہے، ابھی یہاں سے چلے جاؤ۔ تھارے بیٹھنے کی جگہ یہ نہیں، مولانا حیران و پریشان اُٹھ کر مکان پر آئے اور گویا تعزیت میں بیٹھے،

اہل شہر مولانا کے دیکھنے کو ترس گئے، آخر کار امیر صاحب نے دستار اپنی گلے میں ڈال کر مولانا کی شفاعت چاہی۔ حضرت نے فرمایا ترک اللہ کا کیا حال ہے کہ، آپ نے عرض کیا کہ معافی جرائم مولانا برہان الدین چاہتا ہے، شیخ نے تبسم فرما کر کہا کہ معاف کیا، اس کو حاضر کر بعدہ مولانا اور امیر صاحب گلے میں دستار ڈالے ہوئے حاضر ہوئے، آداب بجالائے، حضرت نے بٹھایا۔ اور مولانا کو تجدید بیعت فرما کر بار دیگر خرقہ عطا فرمایا۔ ان حضرات نے بعد انتقال حضور کے بہت سی خلق کو خدا رسیدہ کیا۔ لکھا ہے کہ جب مولانا بدر الدین دیوگری میں تشریف فرما تھے، اس وقت آپ کی کرامات کا دور دورہ شہر ہوا۔ چنانچہ شیخ زین الدین نے شیراز میں شہرہ کرامت مولانا سنا اور برائے ملازمت شیراز سے دیوگری پہنچے، وہاں سنا کہ سماع سُنتے ہیں، متردد ہوئے مولانا کو ان کے ایما سے آگاہی ہوئی، کھلا بیجا کہ واسطے زیارت ملاقات ایک عزیز کے اتنی مسافت طے کی اور منزل مقصود پر پہنچ کر توقف کرنا بعید از عقلندی ہے، اگر خطرہ یا دوسرہ شیطانی مانع ہو، تو میرے پاس آن کر استفسار کریں۔ انشاء اللہ رفع ہو گا۔ یہ سن کر شیخ زین الدین حاضر ہوئے، اس وقت سماع میں تھے یہ بھی بے اختیار ہو کر زمین پر سرلائے اور سماع میں آکر وجد کرنے لگے۔ کل خطرے دفع ہوئے، اور مرید ہوئے، وفات مولانا برہان الدین کی سن ۸۷۰ھ میں ہوئی، مزار دیوگری میں ہے اور خلیفہ آپ کے یہ ہے، شیخ زید الدین شیرازی، شیخ فرید الدین، شیخ کمال الدین کاشانی، شیخ رکن الدین کاشانی، اور شیخ عزیز الدین شیرازی کے ایک مرید شیخ حسن تھے، جنہوں نے ہدایت القلوب جمع کی ہے۔

**ذکر حضرت شیخ حسام الدین سوختہ قدس سرہ** شیخ فرید بن شیخ امیر المؤمنین حضرت خواجہ معین الدین

ہند الہی سوختہ آتش محبت الہی تھے، اور حضرت سلطان المشائخ کے پاس بہت رہے ہیں ۸۷۱ھ میں وفات ہوئی، مزار ساہیوڑ میں ہے۔

**ذکر حضرت شیخ عزیز الدین صوفی قدس سرہ** اکبر نواسے بابا صاحب کے شاگرد قاضی محی الدین

کاشانی اور خلیفہ حضرت سلطان جی کے تھے، آپ نے ملفوظات سلطان الاولیا و کے جمع کئے ہیں۔ اس کتاب کا نام تحفہ الابرار ہے۔ اس میں تحریر فرماتے ہیں کہ جس وقت میں خدمت شیخ نظام الدین حاضر ہوا تھا، شیخ تنہا بیٹھے تھے، قبلہ کی طرف منہ کئے، اور آنکھیں آسمان کی طرف بھیتیں اور جمال حق میں مستغرق تھے۔ چونکہ میں وقت نازک پر آیا تھا۔ غصہ و دیر متحیر کھڑا رہا۔ دیکھا جسم مبارک شیخ کالزرا، اور مثل کنجشک اپنے کو جھاڑا، اور عالم سہو میں پھرا کر ہاتھ ملے اور کہا کہ تو کون ہے میں نے کہا عزیز فرمایا کہ عزیز ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ، وفات ان کی ۸۱۷ھ میں ہوئی، مزار ان کا یاران چبوترہ متصل مولانا ضیاء الدین برنی کے ہے۔

## ذکر حضرت شیخ شمس الدین بکچی قدس سیرۃ

علامہ ہند سے تھے کہ علامہ ہند ان کی شاگردی پر فخر کرتے تھے، جائے مولدان کا صدر اودھ ہے، برائے تحصیل علوم وارد دہلی ہوئے، اور ایسے کامل کہ عالم کسی علم میں آپ سے گفتگو نہ کر سکتا۔ آخر بوسیدہ شیخ صدر الدین۔ خدمت حضرت محبوب الہی سلطان المشائخ میں حاضر ہو کر بیعت کی اور کمالات باطنی سے مشرف ہوئے۔ اور تمام عمر تجربہ سے گزاری، بعد حصول خرقہ خلافت بہت کم مرید ہو گئے، وفات ۸۲۲ھ میں ہوئی، مزار یاران چبوترہ پر مثل باؤلی کے ہے۔

## ذکر حضرت شیخ انجی سراج الدین بدایونی قدس سیرۃ

تھے کہ عین شباب میں قہر از نکلنے ریش و برد کے حضرت محبوب الہی کی خدمت میں آئے، مگر علم ظاہری سے بے بہرہ تھے، حضرت مولانا فخر الدین نے آزر دگی سے فرمایا کہ یہ جوان خوش رو خوش طبع ہے، مگر علم سے بے بہرہ ہے، زاہد بے علم مسخر شیطان ہوتا ہے۔ مولانا فخر الدین نے حضرت کو مہربان دیکھ کر عرض کیا کہ اگر عام ہو تو چند سے اس جوان کو اپنی صحبت میں رکھوں، تعلیم کروں آپ نے فرمایا کہ بہت نیک ہے ع



درکار خیر حاجت بیچ استخارہ نیست

مولانا فخر الدین زرا دی ان کو اپنے مکان پر لائے اور تعلیم شروع کی، چھ ماہ میں اتنا حاصل کیا کہ دوسرے کو چھ برس میں بھی اتنا حاصل نہ ہوتا۔ بعد ازاں مرید ہو کر عالم ظاہری اور باطنی ہوئے، خرقہ خلافت حاصل ہوا، اور طرف بنگالہ کے مامور ہوئے، بارہا حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سراج آئینہ ہندوستان ہے۔ وفات حضرت کی ۵۸۰ھ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت شیخ حمید قلندر** لکھا ہے کہ یہ بیٹے مولانا تاج الدین کے تھے، خود سائیں میں حضرت سلطان المشائخ کے مرید ہوئے

ایک بار آپ حضور سلطان جی کے حاضر تھے، ان کے والد بھی موجود تھے، وقت افطار کھانے کے نوان آئے، حضور نے ایک روٹی کے دو ٹکڑے کر کے نصف اپنے رو برو رکھی اور نصف شیخ حمید کو دی، انہوں نے اس کو جیب میں رکھ لیا جب خاتقاہ سے باہر آئے۔ دیکھا کہ چند قلندر موجود ہیں، ان کو دیکھ کر انہوں نے کہا کہ شیخ کی راہ میں کچھ حاضر ہو تو لا۔ افطار کریں، انہوں نے کہا نصف روٹی پاس ہے اور کچھ نہیں، قلندر نے کہا نصف روٹی ہے وہی دے دے، یہ حیران ہوئے اور وہ نصف روٹی ان کے حوالے کی، اسی وقت ان کے والد آ گئے، انہوں نے کہا کہ حمید وہ تبرک کہاں ہے، انہوں نے کہا قلندروں کو دے دیا، ان کے افسوس کیا اور کہا ایسی نعمت تو نے کیوں دے دی، ہماری سات پشت کو کافی ہوتی۔ یہ کہہ کر پھر خدمت حضور میں حاضر ہو کر حال عرض کیا۔ حضرت نے تبسم فرما کر کہا کہ حق درویشاں بدرویشاں رسید، اسے مولانا تاج الدین دلجمعی رکھو، یہ تمہارا بچہ قلندر عالی قدر ہوگا۔ پس اس روز سے یہ قلندر مشہور ہوئے، اور بعد وفات شیخ کے مولانا کمال الدین اور مولانا برہان الدین سے ہم صحبت رہے، بعد ازاں خدمت شیخ نصیر الدین چرانع دہلی حاضر رہ کر ان کے موقوفات جمع کئے، اس کا نام خیر المجالس رکھا، ۷۸۰ھ میں وفات پائی، مزار وہلی میں ہے۔

## ذکر حضرت شیخ علاء الدین بلیلی قدس سرہ | خلیفہ حضرت سلطان المشائخ

تھیں فرمایا۔ فوائد الفوائد کو اپنی قلم سے تحریر کیا، اور ہمیشہ اس کا مطالعہ کیا کرتے تھے، ۷۲۲ھ میں وفات ہوئی، مزار یارانِ چبوترہ متصل یاؤلی کے ہے۔

## ذکر حضرت مولانا فخر الدین زرا دی قدس سرہ | جامع اصول السماع و مریدان

حضرت سلطان الاولیاء کے تھے، اور شاعر بھی تھے، خود حاضر حضور حضرت سلطان المشائخ ہو کر مرید ہوئے، اور غیاث پور میں سکونت اختیار کی، چند بار برائے زیارتِ روضہ حضرت خواجہ بزرگ میں حاضر ہوئے، کئی بار اجودھن گئے، شب و روز جنگلوں میں رہتے، حضرت مخدوم نصیر الدین فرماتے ہیں کہ مجھ کو ایک ماہ میں نیاز حاصل ہوا، فخر الدین کو ایک روز میں بلکہ ایک ساعت میں حاصل ہوا، اکثر سکناٹے دہلی کے ہمراہ جلا وطن ہو کے دیوگری آئے، وہاں سے حرمین شریفین گئے۔ ۷۲۸ھ میں واپس ہندوستان آئے ہوئے جہاز کے بھٹ جانے سے غرق دریا ہو کر منزل مقصود کو پہنچے۔

## ذکر حضرت قاضی محی الدین کاشانی قدس سرہ | خلیفہ حضرت سلطان المشائخ

رحمۃ اللہ علیہ کے تھے، فضیلت اور کمال تقویٰ ان کا شہرہ آفاق تھا، لکھا ہے، کہ جب آپ حضور محبوب الہی میں حاضر ہوئے، دنیا کو ترک کیا، یا د الہی میں مشغول ہوئے، بعدہ پیر روشن ضمیر نے بذریعہ خط خاص سند خلافت تحریر فرما کر عطا کی، اور یہ نصیحت فرمائی، کہ تارک دنیا رہنا چاہیے، اور اہل دنیا کی طرف مائل نہ ہو، جو بادشاہوں کا بھی نہ لیجیو، جو مسافر تیرے دروازہ پر آویں، اور اس وقت تیرے پاس کچھ نہ ہو، اس وقت کو غنیمت جانیو، ایک بار قاضی محی الدین کاشانی نے حضرت سلطان المشائخ سے سوال کیا کہ مراقبہ مرید اللہ تعالیٰ اور پیغمبر کو اور شیخ کو اور ہر

ایک کو جدا چاہیئے۔ یا شرکیہ فرمایا کہ مشترک بھی ممکن ہے، اور جدا بھی مفید ہے، اگر جمع کرنا چاہیئے، تو جان بنین ید اللہ حاضر ہے، اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم داہنی طرف شیخ بائیں طرف ہے، لکھا ہے کہ جب ان پر فقر اور فاقہ نے غلبہ کیا، چونکہ پروردہ ناز و نعمت تھے، چہرہ سے فقر کے آثار کچھ معلوم کر کے آپ کے دوست سلطان علاؤ الدین کو خبر کی، اس نے عہدہ قضا کہ ان کا موروثی عہدہ تھا، ان کو تفویض کرنا چاہا، جب یہ خبر آپ کو ہوئی خدمت شیخ میں یہ حال عرض کیا، حضرت نے فرمایا کہ جو بات تجھ پر گزرتی تھی وہی پیش آئی یہ سن کر ان کو رنج ہوا، شیخ نے خلافت نامہ ان سے واپس لے لیا، ایک سال تمام حضرت ان سے مکدر خاطر رہے بعد تجدید بیعت کر کے پھر بار دیگر خرقہ خلافت عطا کیا، وفات ان کی ۱۹۰۰ء میں ہوئی، مزار ان کا مقبرہ عالی متصل سڑک مہرولی قریب بی بی نور کے زیار گاہ عام ہے۔

### ذکر حضرت خواجہ شمس الدین ماہر و قدس سرہ

خواہر زادہ امیر صاحب  
کہ خلیفہ و محب حضرت

سلطان المشائخ کے تھے، ان کا یہ دستور تھا کہ صف جماعت میں سر نیچا کئے رہتے، جب صورت شیخ دکھائی دیتی اس وقت نیت باندھتے تھے، ان کے مرض الموت میں شیخ ان کی عیادت کو جاتے تھے کہ راستہ میں سنا کہ ان کا انتقال ہوا، شیخ نے فرمایا الحمد للہ دوست بد دست رسید مزار ان کا پانفتی امیر صاحب کے دالان مقبرہ امیر صاحب میں ہے، وفات ان کی ۱۲۰۰ھ میں ہوئی۔

### ذکر حضرت مولانا جلال الدین اودھی قدس سرہ

خلیفہ حضرت  
سلطان المشائخ

سے تھے، ترک اور تجرید و عزلت میں موصوف تھے، تمام عمر ان کی مباحثہ علمی میں گزری انہوں نے ایک روز مباحثہ کی شیخ سے اجازت چاہی، شیخ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ ان کو تعلیم کروں، مگر مولانا جلال الدین مانند پوست پیاز کے ہیں سن وفات نہیں ملا ہے۔



**ذکر حضرت شیخ نظام الدین شیرازی قدس سرہ** | ظاہر اور باطن باوصاف  
حمید، اور سینہ صاف

تھے، علم تصوف سے خوب ماہر تھے اور مقررہ تھے، خلیفہ حضرت سلطان جی کے تھے، اپنے پیر بانیوں کے ہمراہ زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے، مزاران کا ان کے مکان میں اس جگہ ہے جہاں سلطان علاؤ الدین نے اپنا شہر بسایا تھا۔

**ذکر حضرت خواجہ شمس الدین دہاری قدس سرہ** | خلیفہ حضرت سلطان  
المشاہد رحمۃ اللہ علیہ

کے انہوں نے بھی شیخ کے ملفوظات جمع کئے، ان کا مزار ظفر آباد میں ہے۔

**ذکر حضرت خواجہ احمد بدایونی قدس سرہ** | یہ طریقہ ابدالی رکھتے تھے، صاحب  
سیر الادبیا لکھتے ہیں کہ ایک روز

ماں نے ان سے سوال کیا کہ خوش رہتے ہو، جواب دیا خوشی اسی وقت ہوتی ہے، جب  
جماعت سے نماز ملتی ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

**ذکر حضرت شیخ شہاب الدین حق گوئی پسر مولانا فخر الدین زراوی**

**قدس سرہ**

سلطان محمد تغلق نے کہا کہ آپ مجھ کو عادل کہا کریں، آپ نے بادشاہ کے رو برو کہا کہ میں  
ظالم کو عادل نہیں کہہ سکتا اس پر بادشاہ نے غصہ ہو کر ان کو قلعہ سے نیچے پھینکوا دیا، مزار اسی  
خندق میں ہے یعنی خندق تغلق آباد میں ہے۔

**حضرت شیخ وجیہ الدین پاشلی قدس سرہ** | مریدان پاک نہاد حضرت سلطان  
اولاد لیاہ سے تھے۔ سیر الادبیا

میں آپ کے حالات مفصل درج ہیں۔ صاحب کلمات الصادقین تحریر کرتے ہیں کہ علوم  
ظاہری میں اور باطنی میں اور تجرید فقر اور فقر و فاقہ اور فضائل صوری و معنوی میں نظیر نہ رکھتے

تھے، اور خدمتِ شیخ میں کمال ممتاز تھے، لکھا ہے کہ حضرت علیہ السلام سے ملتے تھے، ایک روز حضرت حضرت علیہ السلام نے کہا کہ مولانا سلطان المشائخ کا مرید ہو، پس بہ ہدایت حضرت آپ مرید ہوئے، نقل ہے کہ مولانا وجیہ الدین فرماتے ہیں کہ ایک بار میں پانی پیتا تھا، راستہ میں ایک صوفی پیدا ہوا، میرے دل میں ایک نوع کا انکار آیا، اس صوفی نے کہا کہ مجھ کو علم میں کچھ مشکل پیش ہے، جس سے ملتا ہوں دریافت کرتا ہوں، میں نے اس کا مسئلہ سن کر اس کو حل کیا، اس نے مجھ سے پوچھا کہ تم کس کے مرید ہو، میں نے کہا کہ نظام الدین اولیاء کا ہوں، اُس نے کہا کہ نظام الدین میرے قطب ہیں۔

ذکر حضرت شیخ شہاب الدین امام مسجد حضرت سلطان المشائخ

## قدس مبرہ

آپ کو کلام اللہ شریف مع ترجمہ اور تفسیر کے حفظ تھا اور قادی بھی تھے، اور بوجہ صحت لفظی اور خوش الحانی کے حضرت ان کو بہت عزیز رکھتے تھے، بعد وفات پیر روشن ضمیر کے بہت روز زندہ رہے، ہدایت خلق میں مصروف رہے، اور بعد انتقال کے بمقام لاڈوسرائے جوار روضہ قطب الاقطاب میں دفن ہوئے، اور شیخ حیدر شیخ رکن الدین پسر شیخ شہاب الدین امام مسعود بک و فرید الدین چاک پر ان صاحبوں کے مزارات بھی لاڈوسرائے میں ہیں۔

ذکر حضرت شیخ حیدر قدس مبرہ خلیفہ حضرت سلطان المشائخ کے تھے، صاحب سیر الاولیاء نے ان

کا ذکر نہیں کیا، مگر صاحب لطائف اشرفی ناقل ہیں کہ آپ کو خرقہ خلافت عطا ہوا اور آپ کے بہت سے مرید تھے، چنانچہ شیخ الدین کہ ڈاسنہ میں مسودہ ہیں اور شیخ علم الدین ہزبری وغیرہ آپ کو گوشہ نشینی کی کم عادت تھی، ان کو جلوت میں خلوت حاصل تھی، باوجود مرتبہ خلافت کے اپنے کوشش عوام کے ظاہر فرماتے، اور نامراد سے

زندگی بسر کی، بعد انتقال کے لاڈوسرائے میں مدفون ہوئے۔

**ذکر حضرت شیخ رکن الدین بن شیخ شہاب الدین** امام افر خلیفہ حضرت سلطان

المشاخ تھے، اپنے پدر بزرگوار سے بھی نعمت حاصل کی، اور ان کے صاحب سجادہ ہوئے اور پلوئے پدر میں مدفون ہوئے۔

**ذکر حضرت مسعود بک قدس سرہ** مرید شیخ رکن الدین تھے، پہلے ان کا نام شیر خاں تھا، اور اقربائے سلطان فیروز شاہ

سے تھے، جب جذبہ الہی ہم پہنچا دنیا کو ترک کر کے حلقہ درویشاں میں شامل ہوئے، شیخ رکن الدین مذکور کے مرید ہوئے، عجیب و غریب سکری پیدا کیا، صاحب اخبار الانبیاء تحریر کرتے ہیں کہ مست بادۂ وحدت و حقیقت اور سخن مستانہ فرماتے تھے، سلسلہ چشت میں کسی نے اسرار حقیقت کو فاش نہیں کیا، آنسو جوان کا نکلتا تھا، بہت گرم ہوتا تھا کہ دوسرے کے ہاتھ کو جلا دیتا تھا، علم تطوف اور توحید میں ان کی بہت سی کتابیں ہیں، یعنی عین الصفات، ہمدانی و مرآۃ العارفین اور فرقہ ملائیر رکھتے تھے، علماء آپ سے نفاق رکھتے تھے، مثل حسین منصور کے قتل ہوئے، مزار آپ کا پہلو پیر میں جو اردو ضہ خواجہ قطب الدین بمقام لاڈوسرائے ہے، آپ کے مزار پر تجرید اور غربت برستی ہے۔

**ذکر سید الحجاب قدس سرہ** کہ آپ کو سید الحجاب بھی کہتے ہیں، عوام سید العجاوب مشہور کرتے ہیں۔ صاحب تاریخ فیروز شاہی

ناقل ہیں، کہ خواجہ وحید الدین واسطے نام رکھانے کے خدمت حضرت سلطان المشاخ میں لے گئے، اس وقت وضو کر رہے تھے، جب وضو سے فارغ ہوئے خواجہ وحید نے ان کو پیش کیا، حضور نے ملاحظہ فرما کر ارشاد کیا کہ اس معروف جہاں کولا، جب یہ نزدیک گئے آفتابہ میں جو پانی تھا، وضو کا بچا ہوا تھا، ان کے منہ میں ڈالا اور فرمایا کہ اس معروف عالم کو اچھی طرح پرورش کرنا، مشاہیر زمانہ ہوگا، چونکہ حضور کی زبان سے معروف سرزد



ہوا، اس واسطے ان کے والد نے ان کا نام معروف رکھا، جب بڑے ہوئے زہد و ریاضت میں مشغول ہوئے، اور زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے، جب واپس دہلی میں آئے، سلطان محمد تغلق نے بوجہ عقل و کمال کے ان کو طلب کر کے نائب عماد الملک خطاب دیا، جب فیروز شاہ ۱۳۵۱ھ میں تخت دہلی پر بیٹھا، تو اس نے عماد الملک کمال سید الحجاب سے ملقب کیا، اس کے کل امورات علی اور مالی اور ذات خاص میں مشیر رہ کر خلق اللہ کا نفع ملاحظہ رکھا، علماء اور فقرا کو جائگیری و لواٹیں، اس کے عہد میں ان کے سوا اور کوئی ندیم نہیں ہوا، چالیس سال اس طرح گزارے، کہ جب کاروبار نیابت سے فارغ ہوتے تو تلاوت قرآن کرتے، گریہ زاری سے پیش آتے، تمام شب یاد محبوب میں گزارتے، ۱۳۷۲ھ میں وفات پائی، مزار جو اردو منہ حضرت خواجہ قطب الدین میں ایک موضع سید الحجاب کہ جو آپ کے نام پر مشہور ہے، زیارت گاہ خاص و عام ہے، قریب لاڈوسرائے کے ہے۔

## ذکر حضرت شیخ قطب الدین منور بن شیخ برہان الدین ہانسوی

### بن جمال الدین قطب ہانسوی قدس سیرۃ

خلیفہ و مرید حضرت سلطان المشائخ قدس سیرۃ کے تھے، بعد وفات اپنے پدر کے بابا صاحب کی خدمت میں رہے بعد بابا صاحب نے حضرت سلطان الاولیاء کے سپرد کیا، حضرت نے ان علوم ظاہری و باطنی سے مستغنی فرمایا اور خرقہ خلافت عطا کیا کہ آپ جامع کمالات و مظہر کرامات ہوئے، فقر اور تجرید میں یگانہ، صحبت خلق سے بیگانہ کہ تمام عمر اپنے حجرہ سے قدم باہر نہ رکھا، مگر سال واسطے زیارت اپنے پیروشن ضمیر کے ہانسی سے دہلی آکر تربیت پاتے تھے، یہ حضرت خاندان قطب جمال میں آفتاب ہوئے، کس واسطے کہ سلسلہ جمالی معدوم ہو چکا تھا، حضرت نے انوار و برکات نظامیہ سے بہرہ مند ہو کر خاندان جدی کو بھی روشنی بخشی ہے کہ منور اسم با مسمیٰ تھے، نقل ہے کہ سلطان محمد تغلق

نے قاضی کمال الدین صدر جہان کو مع سند معافی چند موضع کی خدمت شیخ میں بھیجا کہ شیخ کو فریب دے کہ پھر ایذا دے، جب قاضی خدمت شیخ میں پہنچے، نذر بادشاہ پیش کی، آپ نے اس نذر کو قبول نہ فرمایا، اور کہا کہ بادشاہوں کا تحفہ یا عطیہ یا نذرانہ میرے شیخ سلطان الاولیاء نے اور مجھ پران چشت نے بھی منظور نہیں فرمایا، میں بھی قبول نہیں کرتا، واپس لے جاؤ، جو اس کے طالب ہیں ان کو دو، چونکہ سلطان درپسا یزدانی درویشاں تھا، جب اس کا جوڑ نہ چلا پھر اور فکر میں ہوا، اتفاقاً ایک بار سلطان علاقہ ہانسی میں دورہ کر رہا تھا، جب بمقام ہانسی کے چار کوس سے وہاں اس کا ڈیرا ہوا، مخلص الملک نظام الدین کہ سخت طبیعت تھا، معانہ نواح، ہانسی کو روانہ کیا، جب یہ ہانسی میں آیا دیکھتا ہوا شہر کو چلا آتا تھا، جب قریب مکان شیخ قطب الدین منور کے آیا اہل شہر سے دریافت کیا کہ یہ مکان کس کا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ مکان کس کا ہے یہاں توں نے کہا کہ مکان یہ شیخ قطب الدین منور خلیفہ سلطان نظام الدین اولیاء کا ہے، یہ سن کر کہنے لگا کہ تعجب ہے کہ سلطان الوقت نے اس جگہ نزول کیا، اور خلیفہ نظام الدین اولیاء اس کے دیکھنے کو نہ آیا، پس جب یہ معانہ کر کے خدمت سلطان میں پہنچا اور بیان کیا کہ ایک خلیفہ نظام الدین اولیاء قطب الدین منور اس جگہ رہتا ہے بڑا مغرور معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اس نے عطیہ سلطانی کو نہیں لیا، اب دیکھنے کو بھی نہ آیا، سلطان نے حسن برہنہ کو حکم کیا کہ توجا کہ قطب الدین منور کو لا، جب وہ در شیخ پر پہنچا، شیخ نور الدین صاحبزادہ حضرت کے باہر آئے حسن نے کہا کہ شیخ سے عرض کرو کہ سلطان آپ کو طلب کرتا ہے، شیخ نے فرمایا کہ حسن سے دریافت کرو کہ تم کو بھی کچھ اختیار ہے، جب یہ پھر حسن کے پاس آئے اور شیخ کا پیغام دیا حسن نے کہا مجھ کو کچھ اختیار نہیں بلکہ یہ حکم ہے اسی وقت تم کو روہر سلطان کے پیش کروں، شیخ نے فرمایا کہ الحمد للہ میں اپنے اختیار سے نہیں جاتا، بعض نے لکھا ہے کہ شیخ نے دریافت فرمایا کہ مجھ کو کچھ اختیار ہے، اس نے جواب دیا کچھ نہیں، الغرض بعد اس کے مردان خانہ کو سپرد بخدا کیا، اور مصطفیٰ دوش مبارک پر ڈال کر بیاہ پاروانہ ہوئے، ہر چند حسن نے عرض کیا کہ گھوڑا حاضر ہے، مگر شیخ نے قبول نہیں کیا، جب نزدیک مقبرہ اپنے دادا اور والد

کے آئے آپ کو وجد ہوا، اور حسن سے دریافت کیا کہ اگر حکم ہو تو بزرگوں کی زیارت کروں حسن نے کہا کیجئے، پس پانٹی مزارات کے جا کر باواز بلند کہا کہ میں گوشہ خلوت تمہاری سے باختیار خود نہیں جاتا ہوں، اور اہل خانہ بے خرچ ہیں، میں اُن کے واسطے کچھ نہیں چھوڑے جاتا ہوں، یہ کہہ کر مقبرہ سے باہر آئے، اسی وقت غیب سے ایک شخص ظاہر ہوا، اور ایک ہمیانی روپیہ سے پُر پیش کش کی اور کہا کہ تمہارے وابستگان کے خرچ کے واسطے ہے، شیخ نے فرمایا کہ اس کو میرے گھر پہنچا کہ ان کے پاس کچھ نہیں ہے، بعد لشکر سلطان میں آئے، حسن نے سلطان سے کہا کہ شیخ موجود ہیں، سلطان نے ازراہ غرور شیخ کو اپنے روبرو طلب نہ کیا۔ بدستور دودہ کرتا ہوا بہت روز بعد دہلی میں آیا، حضرت بھی ہمراہ لشکر رہے، جب دہلی میں مطمئن ہوا شیخ کو اپنے روبرو طلب کیا، جب خبر ہوئی کہ شیخ آتے ہیں اٹھا اور کمان اپنے ہاتھ میں لے کر تیر اندازی میں مشغول ہوا کہ شیخ بھی آئے دیکھتے ہی شیخ کے ہیبت الہی چھا گئی، اُٹھ کر تعظیم کی اور مصافحہ کیا، شیخ نے دست سلطان خوب محکم پکڑا، مگر تصرفات روح پاک اور خواجگانِ چشت اور مہربانی پیر روشن ضمیر حضرت سلطان الاولیاء سے وہ جبار قتال بادشاہ کہ جس نے بہت سے مشائخوں کو تہ تیغ بیدریغ کیا تھا، مقتد ہوا اور عرض کیا کہ میں آپ کے شہر میں پہنچا، آپ نے مہربانی نہ فرمائی، آپ نے فرمایا کہ فیر گوشہ اپنے میں دعائے جملہ مسلمانان میں مشغول رہتا ہے معاف فرمائیں اور ایسی باتیں فرمائیں کہ سلطان بہت خوش ہوا، اور کہا کہ جو آپ کا مقصود ہو پورا کروں اور جو خدمت میرے لائق ہو اس کو بجالاؤں، شیخ نے فرمایا کہ مطلب یہی ہے کہ یہاں سے رخصت ہو کر اپنے گوشہ میں جاؤں، سلطان نے شیخ کو رخصت کیا، اور ایک لاکھ روپیہ ہمدست شیخ فیروز شاہ ضیاء الدین پیش کش کیا، جب شیخ نے وہ روپیہ دیکھا فسربایا کہ نعوذ باللہ فقیر کو ایک لاکھ روپیہ سے کیا سروکار، واپس سلطان کے پاس لے جاؤ، جب وہ واپس لے گئے اور عرض کیا کہ اتنا لینا نہیں چاہتے، اس میں سے نصف بادشاہ نے رکھ لیا، اور نصف شیخ کی خدمت میں ارسال کیا، آپ نے اس کے لینے سے بھی انکار کیا، پھر سلطان سے عرض کیا گیا، آخر ہزار جود جہد ایک ہزار قبول فرما کر آستیانہ حضرت خواجہ



قطب الدین بختیار کاکی و حضرت سلطان المشائخ قدس سرہما کے بھیج کر براہِ خدا تقسیم کرادیا، اور خود روانہ طرف ہانسی کے ہوئے۔ بعد چند روز کے ۶۷ھ میں انتقال فرمایا، مزار ہانسی میں ہے اور اسی طرح ان کے فرزند شیخ نور الدین کو سلطان محمد تغلق نے اپنے روبرو طلب کیا، اس وقت یہ خور و سال تھے، ہیبتِ سلطانی ان کے دل پر چھا گئی، اُسی وقت ان کو معلوم ہوا کہ والد فرماتے ہیں بابا نور الدین العظمت والکبر یاد شد یہ لفظ آپ کے کان میں پہنچتے ہی وہ ہیبت و دہر ہوئی اور دلیری سے گفتگو کی، مزار ان کا مقبرہ آبائی میں ہے۔

**ذکر حضرت مولانا علی شاہ جاندار قدس سرہ** مرید سلطان الاولیاء کے تھے یہ وقت عبادت کے بھی

حضرت کے پاس جاتے تھے، بلکہ مصاحب اور یارِ ہمدم تھے، خلاصۃ الطائف ان کی تصنیفات سے ہے، مزار یارانِ چوترہ پر ہے۔

**ذکر حضرت خواجہ تقی الدین نوح** خواجہ زادہ حضرت کے تھے، اور حافظ قرآن بھی تھے، جب حضرت نے ان کو خرقہ خلافت عطا کیا تھا، یہ وصیت فرمائی تھی کہ جو آدمی اس کو جمع نہ کرنا، اگر کچھ نہ ہو تو فکر اور رنج نہ کرنا کہ خدا تجھ کو دے گا، کسی کی بدی نہ کرنا، جفا کے بدلے عطا کرنا، قرض نہ لینا، درویشوں کی عزت کرنا، اگر ایسا کرے گا بادشاہ تیرے در آویں گے، حضرت نے حینِ حیات پیر روشن ضمیر عین عالم شباب میں قضا کی۔

**ذکر حضرت خواجہ علاء الدین بن شیخ بدر الدین سلیمان قدس سرہ**

کہ سولہ برس کی عمر میں سجادہ نشین بابا صاحب کے ہوئے، نہایت بزرگ گزرے ہیں، امیر خسرو نے ان کی شان میں لکھا ہے۔

علائی دنیا و دیں شیخ و شیخ زادہ عفر کہ شد میرتبہ قائم مقام شیخ فرید  
وفات حضرت کی ۷۲۷ھ میں ہوئی بعد ملک غازی نے جو آپ کا مرید تھا، اپنے

عہدِ سلطنت میں گنبدِ عالی تیار کرایا۔

## ذکر حضرت قاضی ضیاء الدین بخشى قدس سرہ | خلیفہ بابا صاحب کے

نفوذ تھا، بمقام بدایوں گوشہ عافیت میں بسر فرماتے تھے، اور سلک السلوک، عشرہ مبشرہ و جزئیات و کلیات و شرح دعائے سریانی و طوطی نامہ وغیرہ آپ کی تالیفات سے موجود ہیں، اوقات حضرت کی سلسلہ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت شیخ محمد صاحب قدس سرہ | کہ خلیفہ حضرت سلطان المشائخ کے تھے، اور اپنے کو لباس

اعلیاء و صورت ملوک میں پوشیدہ رکھتے تھے، بادشاہوں سے ہم صحبت رہتے تھے، جب یہ مانک پور میں پہنچے تو قاضی شہر مع اپنے پسر کے شیخ کی ملاقات کو چلا، راستہ میں یہ خطرہ گزرا کہ اگر شیخ نے ہم کو مصری دی تو بیشک یہ صاحب کرامت ہیں، جب وہ روہو آئے آپ نے اپنے مرید مولانا جلال الدین سے فرمایا کہ مدعی برائے امتحان آتے ہیں، تھوڑی مصری لانا کہ وہ محروم نہ رہیں، حاضر ہو کر دیکھا تو مصری شیخ کے روہو موجود تھی، قاضی نے آپ کی دعوت دی، آپ نے فرمایا کہ چالیس برس ہوئے کہ قاضیوں کے گھر کا کھانا نہیں کھایا، یہ سن کر قاضی رنجیدہ ہوئے، آپ نے فرمایا کہ تمہارا لڑکا اگر اپنی ملک سے کھانا تیار کرائے گا، تو کھانا کھاؤں گا۔

## ذکر حضرت شیخ شرف الدین بوعلی شاہ قلندر پانی پتی قدس سرہ

### سرہ العزیز

کہ اولیائے نامدار و مشائخ صاحب اسرار چشت و اہل بہشت سے تھے، نسب آپ کا چند واسطوں سے حضرت امام اعظم سے منہی ہوتا ہے، یعنی حضرت قلندر صاحب بن مولانا فخر الدین زبیر بن سالار حسن سالار، عزیز بن ابابکر غازی بن فارس بن عبدالرحمن بن عبدالرحیم بن محمد بن دانک بن امام نعمان ابو حنیفہ کوفی بن ثابت بن نعمان کھاسیہ، کہ

حضرت کے والد پانی پت میں تشریف لائے، اور آپ پانی پت میں بطن بی بی فاطمہ سے  
 تولد ہوئے کہ جن کا مزار پانی پت میں ہے، اور شیخ جمال ہانسوی اور قلندر صاحب خاں زاد  
 بھائی تھے، اوائل عمر میں تحصیل علوم ظاہری کی، اور بارہ برس مسجد قوت الاسلام میں وعظ  
 فرماتے رہے، ایک روز عین وقت وعظ کے کہ آپ منبر پر بیٹھے خلیفہ خلق اللہ کو حکم الہی سے  
 آگاہی فرما رہے تھے۔ ایک نفیر در مسجد پر آیا اور باواز بلند کہا کہ شرف الدین جس کام کے  
 واسطے پیدا ہوا ہے اس کو بھول گیا۔ کب تک اس قیل و قال میں رہے گا یہ کہہ کر وہ تو حیل  
 دیا۔ اور آپ کے دل میں جذبہ محبت الہی پیدا ہوا، اور روبرو کی تلاش ہوئی۔ آخر حضرت  
 شیخ شہاب الدین عاشق خدا کے مرید ہوئے، وہ خلیفہ شیخ امام الدین ابدال کے وہ  
 خلیفہ حضرت شیخ بدر الدین غزنوی کے وہ خلیفہ حضرت خواجہ قطب الدین کے مگر حضرت  
 شیخ امام الدین ابدال کو خرقہ خلافت حضرت خواجہ نے مرحمت فرمایا تھا، اور ایک ضعیف  
 روایت یہ بھی ہے کہ قلندر صاحب کو حضرت سلطان المشائخ سے بیعت تھی۔ الغرض  
 حضرت شاہ شرف الدین بوعلی قلندر بعد ارادت کے ریاضت اور مجاہدہ شاقہ میں مشغول  
 ہوئے، یہاں تک کہ کل کتب دریا میں ڈال کر بارہ برس حضرت کی گٹھی کے نیچے دریا میں  
 کھڑے رہے، کہ مچھلیاں تمام گوشت پنڈلیوں کا کھا گئی تھیں، اسی حالت میں خضر  
 علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، جب برس بارہ ہو گئے غیب سے آواز ہوئی کہ شرف الدین  
 تیری عبادت ہم نے قبول کی مانگ کیا مانگتا ہے۔ عرض کی کہ پروردگار تو عالم الغیب ہے  
 مجھ کو سوائے تیرے کچھ درکار نہیں۔ اسی جگہ کھڑا تیری محبت میں جان دے دوں گا  
 پھر آواز آئی کہ پانی سے نکل۔ تجھ سے بہت کچھ کام لینے ہیں۔ پھر انہوں نے عرض کی  
 کہ تو اپنے ہاتھ سے نکال، میں بارادہ خود دریا سے محبت سے قدم باہر نہیں رکھوں گا۔  
 یہ عرض کر کے آپ کو استعراق ہو گیا۔ اسی وقت دیکھا کہ ایک بزرگ نے گود میں  
 اٹھا کر کنارہ پر پھینک دیا۔ آپ نے آنکھ کھول کر کہا اے شخص یہ تو نے کیا میری  
 اتنے دنوں کی محنت گئی، ورنہ تھوڑی دیر میں میں اپنی مراد کو پہنچ جاتا، ان بزرگوار نے  
 ارشاد کیا کہ میں علی ہوں تو نہیں جانتا کہ مجھ کو یہاں لایا گیا ہے۔ یہ کہتے ہی مشک



پہرہ و درکار عالم بجالائے اور حضرت کی قدیم بوسی کی، حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ چند نکات  
وحدت تعلیم فرا کر غائب اور ناپید ہوئے، آپ اسی وقت سے مست الست ہو گئے،  
اور تمام علوم دین و دنیا روشن ہو گئے، اس روز سے شرف الدین بوعلی شاہ قلندر سے مخاطب ہوئے  
آپ کی تصنیفات بھی بہت ہیں۔ اور مکتوبات کہ جو بنام اختیار الدین مرید کے تحریر فرماتے  
ہیں۔ نہایت متبرک ہیں۔ عجیب کلام ہے، فضائل اور خوارق حضرت کے اگر تحریر ہوں تو  
بہت بڑی کتاب ہو۔ اس مختصر میں اتنی بڑی گنجائش کہاں اگر نقول تبرکات تحریر ہوتے ہیں۔  
صاحب سیرالاقطاب نے لکھا ہے کہ شیخ جلال الدین پانی پتی کو تمام نعمت ہائے دینی و  
دنوی اپنے پیر شاہ ولایت خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی سے پہنچی۔ مگر طریقہ باطنی خاص  
توجہ شاہ شرف الدین بوعلی شاہ قلندر متیسر ہوا۔ چنانچہ خاندان شیخ جلال الدین میں جس کسی کے  
یہاں کچھ شادی ہوتی ہے، پہلے قلندر صاحب کی نیاز ہوتی ہے، اور نذر حضرت کی یہ ہے  
کہ بخنی اور وہی اور نان گندم با احتیاط پکا کر حضرت کی نذر کر کے تقسیم کریں، جو حاجت ہو  
بحکم خداوندی بر آوے۔ اخبار الاخیار سے نقل ہے کہ حالت جذب اور مستی میں ہیں  
آپ کی بڑھ گئی تھیں کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ مزاج ہو۔ آخر مولانا ضیاء الدین منامی نے جوش  
شریعت سے ایک ہاتھ میں مقراض لے کر ایک ہاتھ سے داڑھی پکڑ کر مونچھوں کو کترا،  
بعد حضرت قلندر صاحب نے اپنی ریش مبارک کو چوما اور کہا کہ کیا مبارک ریش ہے  
کہ جو راہ شریعت محمدی میں پکڑی گئی ہو مبارک خاں آپ کے محبوب مرید تھے، جس کسی  
کو کچھ حاجت ہوتی وہ مبارک خاں سے کہتا، وہ حضرت سے عرض کر کے اس کی کار براری  
کرا دیتے۔ علاوہ ان کے اونا حلیا والدین کے بہت سے مرید تھے، اور بادشاہان و  
آستانہ بوسی کرتے تھے۔ چنانچہ ایک بار سلطان غلام الدین نے چاہا کہ کچھ نذر حضرت قلندر  
صاحب میں ارسال کرے، یہ امر اسے صلاح کی کہ کون نے کر دیا، کسی کی ہمت  
نہ پڑی کہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر کلام کرے، آخر سب کی یہ رائے ہوئی کہ  
خواجہ امیر خسرو کو روانہ کیا جائے، یہ رائے خجستہ قرار پائی تو سلطان نے امیر خسرو کو خدمت  
حضرت میں روانہ کیا، امیر خسرو نے چنانچہ امیر سلطان سے مل کر حضرت

نے تامل فرمایا، بعد امیر صاحب کو اجازت دی، اور فرمایا کہ دیکھو جو کچھ قلندر عاشق اللہ فرماویں اس کو تسلیم کرنا معترض نہ ہوتا۔ پس حضرت امیر صاحب نے نذر سلطان ہمراہ لے کر دہلی سے چل کر بعد تین روز کے پانی پت میں داخل ہو کر خادمان شیخ شرف الدین سے کہا کہ میرا کتابیان کہ دو کہ خسرو کو مولانا نظام الدین نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے، اجازت دیجئے، خدام نے عرض کیا، فرمایا آنے دو، جب خسرو نزدیک پہنچے سلام علیک کی، آپ نے کچھ لفظ ہندی فرمایا کہ جس کا ترجمہ گانے والا ہے۔ یہ سن کر امیر صاحب نے سلام کیا اور کہا کہ یہ آپ کی عنایت ہے جو میری طرف خطاب ہو ورنہ میں ایک ناچیز ہوں، آپ نے فرمایا کہ ع از میرے ہائے خود چیزے بگو

یعنی اپنی تصنیف سے کچھ کہہ۔ امیر صاحب نے غزل پڑھی جس کا مطلع اور مقطع

یہ ہے۔

## غزل خسرو

اے کہ گوئی بیچ مشکل چوں فراق یار نیست  
گر اُمید وصل باشد ہمچنان دشوار نیست  
چند گویندم برونہار بندے بت پرست  
برتن خسرو کد امی رگ کہ آں ز تار نیست  
یہ سن کر قلندر صاحب خوش ہوئے اور فرمایا کہ خسرو خوش رہے گا اور خوش جائے گا۔ پھر چند شعر آپ نے پڑھے۔

دیم خسرواں بر نعل اشتراست  
خسرو کے کہ حلقہ تحریر بر سر است  
عقل کل است علم لدنی بعارفاں  
ایں عقل و علم جسمی و رسمی مختصر است  
یہ سن کر امیر صاحب کو رقت ہوئی، قلندر صاحب نے فرمایا کہ تو کچھ سمجھا بھی، خسرو صاحب نے عرض کیا کہ مجھ کو روناسی قد آیا کہ میں کچھ نہیں سمجھا، یہ سن کر قلندر صاحب خوش ہوئے، اور بادشاہ کی نذر بھی قبول کی اور فرمایا کہ اگر مولانا نظام الدین کا قدم در میان میں نہ ہوتا تو میں ہرگز قبول نہ کرتا اور خدام کو حکم دیا کہ خسرو کو خانقاہ میں اکرام سے رکھو، غرض ٹھہر کر تین دن امیر صاحب نے رخصت طلب کی، آپ نے رخصت دی، اور ایک خط برائے

حضرت سلطان المشائخ اور دوسرا سلطان کے واسطے بدیں مضمون کہ علاؤ الدین فوطہ فاروقی مقرر داند کہ بابتد گات خدائے تعالیٰ نیکو کند۔ پس جب امیر صاحب واپس آئے آپ نے شیخ کا خط ان کو دیا، اور سلطان کا خط سلطان کو دیا، یہ عبارت دیکھ کر امرا نے عرض کی کہ بادشاہ خلیفۃ اللہ کو ایسا لکھنا ترک ادب ہے، سلطان نے کہا غنیمت ہے کہ جو اس ذرہ بے قدر کو فوطہ دار لکھا ہے، ایک بار تو شتمہ دہلی تحریر فرمایا تھا، اب فوطہ دار جو فرمایا اُس کا میں بہت شکر کرتا ہوں۔ وفات حضرت کی ۱۳ رمضان ۷۲۳ھ میں بمقام بوٹہ کھڑا ہوئی، اور کرناں میں مدفون ہوئے، جب یہ خبر پانی پت میں پہنچی، اہل پانی پت آپ کے برآمد زادہ کو لے کر ہمراہ کرناں آئے، اور ہزار جود و جہد فحش مبارک کو پانی پت میں لا کر دفن کیا، مگر فیض اس ذات بابر کات کا کیا پانی پت کیا کرناں کیا بوٹہ کھڑا کیا، بھاگوئی جس جگہ حضرت نے چند روز قیام فرمایا۔ سجدہ گاہ جہاں جہان نیاں ہے۔ اس محل پر کسی عارف کا کلام خوب موزوں ہے۔

برزینے کہ نشان کف پائے تو بود سالہا سجدہ صاحب نظاں خواہد بود

ذکر حضرت مولانا صاحب الدین قدس سرہ | پسر قاضی حمید الدین کہ ان کے حق میں حضرت سلطان

المشائخ نے فرمایا ہے کہ نہایت بزرگ تھے۔

ذکر حضرت شاہ خضر قدس سرہ | کہ مشرب قلندری رکھتے تھے، پہلے ولایت

بہت سی آپ سے ظاہر ہوئی۔ حضرت خواجہ قطب الدین نے آپ کو خرقہ خلافت عطا کیا، اور واپس دم کو رخصت فرمایا۔ قنوج سے دنوں بعد آپ جو نپور میں تشریف لائے اور سر ہرپور میں شاہ قطب کو مرید کر کے خرقہ خلافت عطا کیا اور خود دم کو تشریف لے گئے، سلسلہ حضرت کا قلندریہ چشتیہ جاری ہے، یعنی شاہ خضر نے شاہ قطب کو مرید کیا اُن سے شیخ عبد السلام ہوئے۔



# ذکر حضرت قدوہ عارفان زبدہ کمالان حضرت شیخ نصیر الدین

## محمود چراغ دہلی قدس سرہ

کہ اصحاب اعظم و احباب اکرام و اکبر خلفائے حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اویسیا رحمۃ اللہ علیہ کے تھے۔ عابد عظیم زاید کریم کہ حالات عالیہ و مکاشفات جلیذہ لھتے تھے روایت دہلی میں بعد رحلت حضرت سلطان المشائخ بنام حضرت قرار پائی۔ طریقہ آپ کا صبر و شکر فکر و فاقہ رضا و تسلیم تھا، اور آپ کے والد کا نام سیاحی تھی، اور آپ کے دادا کا نام سید عبداللطیف تھا۔ آپ سید حسنی تھے۔ سید عبداللطیف دارد بنہ وستان ہو کر لاہور میں قیام پذیر ہوئے اور آپ کے والد سید یحییٰ لاہور میں پیدا ہوئے۔ بعد اس کے اودھ آکر قیام کیا۔ چونکہ صحیح النسب سادات سے تھے، تمام شہر با عظمت پیش آتا تھا حضرت کی پیدائش اودھ میں ہوئی، جب عمر حضرت کی نو برس کی ہوئی، آپ کے والد نے قصاکی اور آپ کی والدہ شریفہ کو وہ بھی سید زادی تھیں، آپ کی تربیت اور تحصیل علم میں بہت کوشش فرماتی تھیں۔ چنانچہ پہلے مولانا عبدالکریم شیروانی کے زیر تعلیم رہے، ان کے انتقال کے بعد مولانا افتخار الدین گیلانی سے علوم ظاہری حاصل کئے، مگر عام طفلی سے آثار ترک و تجدید اور نفس کشی کے پیشانی حضرت سے ہویدا تھے، ہمیشہ مائل رہتے تھے کبھی نماز باجماعت فوت نہیں ہوئی۔ اکثر لوگ سنبھالو سے روزہ افطار کرتے تھے، سات برس ایک درویش کال کے ساتھ نماز جماعت سے ادباکی، بعدہ ریاضت اور مجاہدہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب چالیس برس کا سن ہوا، دہلی میں تشریف لائے اور زیات اور خدمت حضرت سلطان المشائخ سے مشرف ہوئے اور خدمات شائستہ بجا لا کر بخطاب محمود گنج شرف مخاطب ہوئے۔ آپ کا یہ دستور تھا کہ شب و روز کمر بستہ خدمت پر مرشد میں حاضر رہتے تھے، حضرت سلطان المشائخ اس وقت کیلو کھڑی تشریف فرما تھے۔ کنارہ دریا کے بالا خانہ تھا۔ اس میں مشغول رہا کرتے تھے۔ اس جگہ

سوائے حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی کے دوسرا نہ جاسکتا تھا۔ یہ بھی اسی بالا خانہ میں مشغول رہتے تھے۔ ایک بار چند درویش خاندان شیخ بہاؤ الدین سے آکر شب باش ہوئے صبح ایک درویش ان سے دریا پر غسل کرنے لگا، کوئی اچکا آیا اور اس درویش کے کپڑے اچک لے گیا۔ وہ بیچارہ ننگا نل چاتا آیا، حضرت اس جگہ آئے اور اپنے کپڑے اس کو دے کر فرمایا کہ غل نہ مچا یہ لے جا۔ اس میں مقصد کیا تھا۔ ایسا نہ ہو کہ پیر کی مشغولی میں اس کے غل سے فرق آوے حضرت سلطان جی نے یہ معاملہ حضرت کا نور باطن سے معلوم فرما کر بعد نماز جاشت آپ کو بلا کر نہایت مہربانی سے اپنی پوشاک خاص سے ان کو پوشاک عطا کی۔ اخبار الاخیار سے نقل ہے کہ حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کبھی کبھی حسب اجازت پیر و مرشد واسطے زیارت اپنی ہمشیرہ کلاں کے اودھ کو جایا کرتے تھے بعد ملازمت ان کے پھر شیخ کی خدمت میں آجاتے تھے۔ اور آپ کے ہمشیرہ زادہ تھے۔ مولانا زین الدین علی اور کمال الدین حامد کہ جن کا ذکر بعد میں ہوگا۔ ایک روز حضرت مخدوم نصیر الدین نے امیر خسرو قدس سترہ سے کہا کہ تم سفارش کرو کہ جب میں اودھ میں ہوتا ہوں، بسبب مزاحمت خلق مشغول نہیں رہ سکتا۔ اگر شیخ کا فرمان ہو تو جنگل میں رہ کر عبادت میں مشغول رہا کروں۔ امیر صاحب یہ سن کر وقت معینہ پر بعد نماز عشاء جب خدمت حضرت سلطان المشائخ میں واسطے عرض و معروض کے حاضر ہوئے، جوانہوں نے کہا تھا عرض کیا تھا، اس پر حضرت شیخ نے فرمایا کہ اس سے کہو کہ تجھے درمیان خلق رہنا چاہیئے، ان کے جوڑ و جفا اٹھانے ہوں گے، مکافات کے بدلے میں عطا کرنی ہوگی۔ آخر حضرت نصیر الدین کو حجرہ شریف میں طلب فرما کر ارشاد کیا کہ تیرے دل میں کیا ہے جنگل میں رہنے سے تیرا مقصود کیا ہے۔ باپ تیرا کیا کام کرتا تھا۔ آپ نے عرض کیا کہ مقصود میرا انداز عمارت حیات خواجہ ہے اور کفش برداری درویشوں کی۔ والد میرے روٹی کی سوداگری کرتے تھے۔ بعد اس کے حضرت سلطان جی نے فرمایا کہ میں خدمت بابا صاحب میں حاضر تھا۔ بمقام اجودھن ایک میرا دوست اور ہم سبق آگیا۔ میرے زنگین کپڑے وہ بھی شکستہ دیکھ کر کہنے لگا کہ تمہارا کیا حال ہو گیا۔

اگر اس شہر میں معلمی کرتے تو اسباب معیشت سے انقراض رہتا۔ میں نے یہ سُن کر کچھ جواب نہ دیا۔ جب خدمت بابا صاحب میں گیا۔ مجھ کو دیکھ کر فرمانے لگے کہ نظام الدین اگر کوئی تیرا پارا کر کے کہ کیا تو نے اپنا حال کر رکھا ہے۔ معلمی ہی کر جو فراغت حاصل ہو تو جواب کیا رکھے گا، میں نے عرض کیا جو حکم عالی ہو، فرمایا کہ سہ

نہ ہمرہی تو مرا توش گیرد برد ترا سعادت باد امرانگو فزاری!

بعدہ فرمایا کہ خوان کھانے گالا، جب میں رو برو لایا، ارشاد فرمایا کہ اس کو سر پر رکھ کر جہاں تیرا پار ہوا ہے جا، میں نے ایسا ہی کیا۔ جب اس دوست کے رو برو لے گیا اس نے کہا مبارک باد تجھ کو یہ صحبت، حضرت شیخ نصیر الدین فرماتے ہیں کہ اس طرح بندہ کو تلقین فرمایا، بعدہ ریاضت اور مجاہدہ فرمایا، کبھی فجر کو دس روز گزار جاتے تھے جب بُرا حال ہوتا۔ تُرشی کھاتا۔ نقل ہے کہ ایک روز بعد ان کے کسی پیر بھائی کے گھر میں مجلس تھی، اور آپ بھی اسی مجلس میں موجود تھے کہ بابے کے ساتھ سماع شروع ہوا، آپ وہاں سے اٹھ کر چلے، یاروں نے کہا بیٹھو، آپ نے فرمایا میں نہ ٹھہروں گا۔ یہ امر خلاف سنت ہے، پھر لوگوں نے کہا کہ سماع سے منکر ہو، مشرب پیروں سے پھر گئے، آپ نے فرمایا حجت نہیں ہوتی، دلیل کتاب و حدیث سے چاہیئے آخر بعض نے کہا کہ حضرت سلطان جی سے عرض کیا، حضرت نے فرمایا کہ ان کا اتھا بڑھا ہوا ہے۔ سیر الاولیاء سے نقل ہے کہ حضرت سلطان المشائخ کی مجلس سماع میں مزامیر نہیں ہوتا تھا، اگر کوئی ذکر بھی کرتا کہ فلاں صاحب کے یہاں سماع مزامیر کے ساتھ ہوا تو آپ منع فرماتے، نقل ہے کہ شیخ برہان الدین غریب کہ حضرت مخدوم صاحب کے ہم جلس تھے۔ ان کے پاس سے وہ کلاہ مندی کہ جو عطیہ شیخ تھی گم ہو گئی، یہ بہت غمگین ہوئے، ان کی تشویش دیکھ کر حضرت نے فرمایا کہ مولانا اس سے عمدہ تحفہ عطیہ آج تم کو بخشش ہوگا، اور کلاہ گم کردہ بھی ملے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت پیروشن ضمیر نے مولانا کو مصطفیٰ مرحمت کیا اور گھڑی میں سے کلا پائی کٹی، لکھا ہے کہ آپ کے یہاں سماع میں مزامیر نہ ہوتا ہوتا تھا۔ ایک روز اس



بیت پر حالت ہوئی۔ بیت

نظر از دیدہ بانا قص فناد است وگرنہ یار ما از کس نہاں نیست

ایک بار کوئی آپ کی پوشاک بچا لے گیا۔ آپ نے دم نہ مارا، بوضیعت مرشد پابند رہے یہاں تک کہ ایک روز بعد نماز ظہر حضرت حجرہ میں مشغول تھے، شیخ زین الدین کہ مرید اور بھانجے تھے وہ بھی یہیں کہیں گئے تھے، آپ تن تنہا مراقبہ میں سر جھکائے ہوئے تھے، تراب نام ایک قلندر بے ہاک کہ بہت برسوں سے آپ کا دشمن تھا، عالی موقع پار حجرہ میں گھس آیا، اور گیارہ زخم چھڑے جسم مبارک پر لگائے، سمجھا کہ میں کام پورا کر چکا اور وہاں سے بھاگا، مریدوں نے دیکھ کر اسے گرفتار کیا، اور رو برو حضرت کے لائے، چاہا کہ اُس کو زد و کوب کریں، آپ نے فرمایا کہ کوئی اس سے مزاحمت نہ کرے، شیخ صدر الدین حکیم اور شیخ زین الدین کو قسم دی کہ ہرگز اس کی ایذا کا ارادہ نہ کرنا اور اس قلندر کو نزدیک طلب فرما کر بہت کچھ دے کر محضت فرمایا اور یاروں سے کہا کہ اگر اس کو ایذا دی جاتی تو خلاف وصیت شیخ ہوتا کیا محب ہے اس کا ہاتھ بھی ڈکھا ہو، بعد اس ارادت کے تین برس اور بقید حیات رہے، سیرالا صغیر سے نقل ہے کہ سلطان محمد تغلق کہ بہ بہکانے عمر سمرقندی و علی قندھاری کے جو دشمن مشائخ تھے، ناخوش ہو رہا تھا کہ کسی حیلہ سے شیخ کو ایذا پہنچا دے، ایک روز بادشاہ نے دعوت کے حیلہ شیخ کو بلایا اور کھانا نظر فرمائے تقریٰ اور طلائی میں رو برو رکھا، اُن کا مدعا یہ تھا کہ اگر شیخ نے ان برتنوں میں کھایا تو بحیلہ شرعی پکڑ لیں گے، اگر ان نے نہ کھایا تو توہین سلطان میں دیکھیں گے، غرض آج نہ چھوڑیں گے۔ حضرت شیخ نے نور باطن سے دریافت فرما کر مقوڑا کھانا ہاتھ پر لے کر پہلے زبان پر رکھا، پھر اُس کو نوش کیا، حاسد مجبوراً اور شرمندہ ہو کر رہ گئے، بعدہ سلطان نے دو توڑے زر سرخ اور دو تھان پارچہ شیخ کو پیش کئے آپ نے اُن کی طرف التفات نہ فرمایا اور کھڑے ہو گئے، اسی اثناء میں خواجہ نظام الدین وزیر بادشاہ نے دیکھا یہ خواجہ بادشاہ کا عزیز اور حضرت سلطان المشائخ کا مرید صادق تھا، اُس نے اُٹھ کر تھان اور دونوں توڑے اُٹھا کر خدام شیخ کے حوالہ کئے اور کفش

حضرت کی اپنے رومال سے جھاڑ کر رو برو رکھی اور تادروازہ ہمراہ آیا، جب وہ واپس نزدیک سلطان کے آیا، سلطان نے دست بقبضہ ہو کر خفگی سے کہا کہ تم نے عطیہ سلطانی کیوں ہاتھ سے اٹھایا، کیوں پاپوش جھاڑیں اور کیوں اُن کے آگے رکھیں، خواجہ نظام الدین نے جواب دیا کہ میرا فخر ہے کہ ان کی جوتی کو اپنا تاج سر بتاؤں کہ میں غلام نظام الدین اولیاء کا ہوں، اگر میرے قتل کا ارادہ ہے تو میری جان نا تو ان کی خاک پا پر خدا ہے، یہ سُن کر سلطان کو تو بہت غصہ آیا مگر بوجہ توجہ حضرت کے کچھ نہ کر سکا، صاحب جوامع الکلم راوی ہیں کہ حضرت شیخ نصیر الدین کو خانقاہ میں اس بیت پر وجد ہوا ہے۔

جفا بر عاشقاں گفتی خواہم کردہم کردی قلم بر بیدلاں گفتی خواہم راندہم راندی  
مولانا مغیث شاعر نے ایک رسالہ لکھا، اور اس مجلس کی تمام کیفیت لکھی اور لکھا کہ شیخ کو اس بیت پر حالت وجد ہوئی کہ جس میں خداوند تعالیٰ کی نسبت جو روح جفا سے اشارہ کرتے ہیں، اس میں کفر لازم آتا ہے، اس میں چند کلمات ایسے ہی جمع کر کے مولانا معین الدین عمرانی کے پاس بھیج دیئے، انہوں نے دیکھ کر حضرت کی خدمت میں ارسال کی، آپ نے مولانا عمرانی کو طلب فرمایا، وہ کتاب اُن کو واپس دے کر دستارِ خلافت عطا کی، دوسرے روز پھر سماع تھا، حضرت کو اس رباعی پر اضطراب ہوا۔ رباعی

باطل مغانہ دوش میاک زدیم حالی علمش بر سر افلاک زدیم  
از بہر یکے بنچہ مے خوارہ صدیار کلاہ تو بہ بر خاک زدیم  
بعد اضطراب بسیار کے بالائے بام تشریف لاکر بیٹھے اور مولانا مغیث کو طلب کیا، جب وہ رو برو آئے فرمایا کہ مولانا لکھو کہ اس جگہ کیا جمل ہے، اور فرمایا کہ باہر کر دو، دو چار روز کے بعد مولانا مغیث نے انتقال کیا، اخبار الاخیار سے نقل ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ میں کس لائق ہوں کہ شیخی کروں، آج

مسلمانا مسلمانا مسلمانا مسلمانا ازین آئین پئے دنیا پیشانی پیشانی  
فرمایا کہ ایمان کا غم کھاتا چاہیئے درپے کرامت نہ ہونا چاہیئے، حیران ہوں کہ خلق بے مشاہدہ کیونکر جیتی ہے۔ حضرت سید محمد گیسو دراز سے نقل ہے کہ خواجہ نے فرمایا کہ

میں کودک تھا، ایک مسجد میں قرآن پڑھتا تھا، اس مسجد میں درخت آزاد تھا، ایک کو آکر اس پر بیٹھا، جو کچھ اس نے باواز بلند کہا میں نے اس کو سمجھا۔ خیر المجالس سے نقل ہے کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر حضرت سے سوال کیا کہ حال فقیروں کا کہاں ہے اور کیوں ہے، فرمایا کہ حال نتیجہ صحبت اعمال ہے۔ اور عمل دو طرح پر ہے۔ عمل جوارح و معلوم ہے، عمل قلب کہ اس کو مراقبہ کہتے ہیں۔ بعدہ فرمایا کہ اول انوار عالم علوی سے نازل ہوتی ہیں، اور ارواحوں کے بعد اس کے اس کا اثر ہوتا ہے قلب پر، بعدہ جوارح پر جوارح متابع قلب ہیں، جو قلب متحرک پر ہوتا ہے جوارح بھی حرکت میں آتے ہیں، پھر اس عزیز نے سوال کیا کہ عوارف صاحب حال کو متوسط کہا ہے اور وہ روایت سے نقل کی کہ المبتدی صاحب وقت المتوسط صاحب حال و المنتہی صاحب الانفاس دوسروں کو اس بات میں مشکل ہوئی، حضرت نے اس سائل کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم اس بارہ اس وقت کیا سُننا چاہتے ہو، تم نے عوارف پڑھی ہے، اس نے کچھ جواب نہ دیا، خواجہ نے فرمایا کہ المبتدی صاحب وقت اور صاحب وقت کیا ہے، یعنی وہ صوفی کہ وقت خویش کو غنیمت رکھے کہ سوائے اس کے دوسرا وقت پاؤں گا یا نہ پاؤں گا۔ پس جو یہ جانتا ہے اپنے وقت کو غنیمت رکھتا ہے، اور اس کو تلاوت قرآن اور نماز میں بسر کرتا ہے، جب سالک حفظ اذقات پر مستقیم ہوا، اور اپنی اذقات کو معذور رکھا، استقامت پائی اور اُمید ہوئی کہ صاحب حال ہوا، اور مواہب نتیجہ مکاسب ہے اور وہ حال اثر انوار کا ہے، باقی جیسے کہ پہلے بیان ہوا، بعدہ فرمایا کہ منتہی صاحب انفاس ہے مگر ارباب طریقت نے اور طرح بیان کیا۔ یعنی جو کچھ اس کے منہ سے نکلے خداوند تعالیٰ اسی طرح کرے، پھر فرمایا کہ یہ متعلق اصلاح کے ہے کہ پھر اس نے سوال کیا کہ خلق اللہ آدم علی صورتہ کیا ہے، حضرت نے فرمایا کہ درست ہے، کس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جس قدر وقامت، صورت و ہیبت کے ساتھ پیدا کرنا یا وہ اسی شکل پر رہے کچھ تغیر نہ ہوا۔ بخلاف صورت آدمیوں کے کیونکہ کہ پہلے آدمی بچہ بعدہ جوان پھر بوڑھا ہوتا ہے۔ اور آدم اوپر ایک صورت کے رہے کچھ تغیر و تبدل نہ ہوا



یہ مراد نہیں ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا، نعوذ باللہ خداوند تعالیٰ  
 شکل و صورت سے پاک ہے، اور وفات حضرت کی ۷ یا ۱۸ رمضان شب جمعہ ۷۵۷ھ  
 میں ہوئی، مزار قریب شاہجہان آباد درگاہ چراغ دہلی میں زیارت گاہ خامس و عام ہے۔ کاتب  
 المحروف کے والد کا بھی آستانہ فیض نشانہ حضرت میں مزار حضرت شیخ کمال الدین علامہ سے  
 جانب شرق سنگ مرمر سے بنا ہوا ہے۔ ان کو حضرت سے بہت عقیدت تھی۔ اس وجہ سے  
 وہاں مدفون ہوئے، اور مولانا مظهر کرمانی نے یہ مرثیہ لکھا تھا۔

## مرثیہ

زوار محنت این نہ سپہر ز لگاری	کدام دل کہ نہ خون گشت از جگر خواری
کجا بجام طربت مجلسے بنا کہ دند	کہ سپہر بنارید سنگ قہاری
وقار عالم فانی مجو کہ مشہور اند	فلک بخیرہ کشی اختران بغدادی
خزینہ ایست سپہر از نفوس انسانی	دفعینہ ایست زمیں از تباں فرخاری
تو اسے عزیزہ کہ در ملک مغروری	مباش امین اگر عاقلی دہوشیاری
چہ دانی آنکہ ددا وراق کارخانہ غیب	قفا چہ نقش بر آرد ز کلک جباری
زمانہ صلح کند بادل تو یا خصمی	فلک بدشمنی آید بہ پیش بایاری!
چو وقت آں برسد پہنچ کس نگر دوست	نہ ملک نے ملکی نے سپہ سالاری
بقا بقا خدا ایست و ملک ملک خدا کے	کہ نیست قائم و دائم کسے بجز باری
ز دست چرخ ندانم کجا کنم فریاد	کہ برگدشت بہا جو روزہ بسیاری
جہاں بہ مانم خواجہ نصیر الدین محمود	ہزار گونہ فغاں کردنوحہ وزاری
بقیہ سلف و یادگار اہل کرم	کہ گرد ختم خلافت بہ ملک دینداری
مہینا ملک منما خسرا و فید	بحق نعمت قرآن و دولت قاری
برحمت تو کہ عام است در جہان بانی	بغزت تو خاص است در جہاداری
کہ روح اعظم آں شیخ پیشوا سے کرم	کہ مقتدا سے جہاں بودہ است ز انخیاری

ندیم قربت خود کن غریقِ رحمتِ نوحش مجاورِ رسل و انبیاء مختاری

بساطِ صحنِ وہ از حل ہا فردوسی خلافتِ قبر کن از پردہ ہائے غفاری

اور خلفاءِ حضرت کے یہ ہیں۔ اول حضرت شیخ کمال الدین علامہ، میر سید محمود گیسو دراز دہلوی، میر سید محمد ابن جعفر کئی، ملک زادہ احمد، مولانا معین الدین عمرانی، میر سید علاؤ الدین برادر زادہ، مخدوم جلال الدین جہانیاں جہاں گشت، شیخ یوسف صاحب تحفۃ المسماح محمد وحید الدین ادیب، سید جلال الدین کشوری، قاضی محمد سادی فاضل، شیخ سلیمان رودھی، شیخ محمد متوکل کشوری، شیخ دانیال، شیخ قوام الدین، قاضی عبدالقادر، مولانا خواجگی، مولانا احمد تھانیسری، شیخ زین الدین، ہمیشہ زادہ حضرت شیخ صدر الدین، حکیم شیخ سعد اللہ کیسہ دراز۔

نقل ہے کہ جس زمانہ میں جواہر سنگ جٹ نے دہلی لوٹا اور اس کے اطراف میں قریہ اور موضع تھے سب کو تاراج کیا، آبادی چراغ دہلی میں ایک برہمن رہتا تھا، اس نے اپنے دل میں خیال کیا کہ ملک لٹ رہا ہے ہم بھی تباہ ہوں گے، مزار شیخ پر چل کر عرض کیجئے کہ یہ بستی کس طرح بچے، مراد دولے دور دور سے آتے ہیں اور بتصدق اس مزار کے دلی مراد پاتے ہیں۔ یہ سوچ کر اس نے اپنا لوٹا برنجی، مانجھا غسل کیا، لوٹا پانی سے بھر کر مزار معنی پر آیا، لوٹا رکھ کر عرض کیا کہ میں برہمن ہوں، میری نذر قبول ہو اور آپ پر روشن ہے کہ تمام علاقہ برباد ہو رہا ہے، ہم لوگ جو اس چار دیواری کے اندر بستے ہیں، آپ کی رعایا ہیں، سوائے آپ کے دوسرا وسیلہ نہیں رکھتے، یہ وقت مدد کا ہے، یہ عرض کر کے اپنے مکان پر آیا، تمام دن حضرت سے لو لگاٹے رہا، شب کو جب وہ سویا خواب میں دیکھا کہ حضرت فرماتے ہیں کہ تم دروازہ بند کئے دجھنی سے بیٹھے رہو، اگر تمہاری طرف وہ آویں گے اندھے ہو جاویں گے، چنانچہ جٹ چراغ دہلی کے لوٹنے کو آتے تھے، احاطہ چراغ دہلی ان کو نظر نہ آتا تھا، تمام جنگل میں پھر کر چلے جاتے تھے۔ جب کئی بار انہوں نے حملے کئے، اور ناکام رہے تو اطراف کے لوگوں سے پوچھا کہ احاطہ چراغ دہلی نہیں ملتا، ان لوگوں

نے کہا دیکھ لو یہ سامنے دکھائی دیتا ہے وہ پھر گئے، جب قریب پہنچے حصار چراغ دہلی پھرنے دکھائی دیا، انہوں نے تجسس کیا کہ کیا وجہ ہے کہ جو ہم قریب جاتے ہیں حصار چراغ دہلی نظر نہیں آتا، لوگوں نے کہا کہ وہاں شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کا مزار ہے، وہ بستی اُن کے نام پر مشہور ہے، وہ اپنی بستی پر بہت مہربان اور بستی والے بہت معتقد ہیں، یہ ان حضرت کا تصرف ہے یہ سُن کر وہ معتقد ہوئے اور علومِ ارادہ سے واسطے زیارت کے آئے شیرینی، عطر، پھول اور چادر چڑھائی، اور اپنی تمام کیفیت تمام اہل بستی سے بیان کی، چنانچہ گورنمنٹ انگریزی نے جب دہلی میں تسلط پایا تو مسلمانانِ اہل معرضِ عتاب میں جہاں ملتے گرفتار کئے جاتے، پھانسی دیئے جاتے، ہر ایک قریہ اور قصبہ و دیہہ میں مصیبت زدہ پناہ گزین تھے۔ چنانچہ چراغ دہلی میں بھی بہت سے آدمی تھے، بعضے فوجی زخمی بھی تھے، مخبر اور مظاف صاحب سوار لئے ہر طرف گھومتے لوٹتے مارتے گرفتار کرتے تھے، اہل شہر کے ساتھ بعض اہل دیہہ بھی برباد ہوئے، یہ کیفیت دیکھ خدامِ آستان شریف اور دیگر اہل بستی نے اسی برہمن کی اولاد سے جو ایک شخص تھا کہا کہ تیرے جد نے پہلے بھی عرض سے عرض کیا ہے اور وہ عرض قبول ہوئی، اور لٹنے سے بستی بچی، ہماری رائے یہ ہے کہ جس طرح تیرا دادا لگیا تھا تو بھی اسی طرح مزار حضرت پر جا کر عرض کرتا کہ اس آفت سے بستی بچے یا جیسا حکم ہو عمل میں لاویں، وہ برہمن بدستور نہاد دھوکہ لوٹا پانی کالے کر مزار پر انوار پڑایا، بہت دیر تک گریہ و زاری کرتا رہا۔ اُسی شب کو اس کو خواب ہوا کیوں گھبراتا ہے، بستی والوں سے کہہ دے کہ جو آگئے ان کو نہ نکالو نہ اب اور کسی کو اپنی بستی میں آنے دو یہاں سے کوئی گرفتار نہ ہو گا نہ اور کوئی آفت آوے گی چنانچہ ایک تنفس بھی چراغ دہلی سے گرفتار نہیں ہوا۔ صاحبِ معدن المعانی نے لکھا ہے کہ جب وقتِ نقل شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کا نزدیک پہنچا، شیخ رکن الدین برادر شیخ کمال الدین ہمیشہ زادہ اپنے کو بلا کر فرمایا کہ نعمتائے خواجگانِ چشت سے جتنا جس کو نصیب تھا وہ میں نے مریدوں کو دے دیا، تم کو بچا بیٹے کہ جب مجھ کو قبر میں رکھو، غرقِ میرے سینہ پر کائسہ جو میں زیرِ سر اور یہ تسبیح زیرِ انگشت اور ایک طرف نعلین، اور ایک



طرف عصار کھنا، چنانچہ ایسا ہی ہوا، بعدہ فاتحہ سوم کے میر سید گیسو دراز کو دہلی میں رہنا کہ مفارقت پیر میں اور خرقہ کاملنا شاق گذرا، آخر جس چارپائی پر حضرت کو غسل دیا تھا اُس کے بان کو نکال کر وہ بھلنگا اپنے گلے میں ڈالا اور کہا میرا یہی خرقہ ہے اور دکن کی طرف کوچ کیا، کہتے ہیں کہ راستہ میں جس کسی پر اُس بھلنگے میں سے نکال کر ذرا سا بان ڈال دیا۔ وہی اولیا ہو گیا۔ صاحب مرآۃ الاسرار لکھتے ہیں کہ بار دوم جب میں دہلی شریف میں روز پنجشنبہ اور شب جمعہ روضہ اقدس حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی پر گزرا، تمام شب بیدار اور مشغول رہا، انواع سعادت حاصل کیں۔ جب حضور بار و حانیت پاک پیدا ہوئے، بندہ نے گستاخی سے عرض کیا کہ اکثر خلفائے حضرت کے صاحب مقامات اور کرامات ہوئے، مگر خرقہ خلافت کسی کو بھی مرحمت نہیں ہوا، فرمایا کہ سچ ہے، بعض میرے مرید صاحب مقامات عالی ہوئے ہیں مگر اس وقت اُن میں حقوڑا سا تعصب کا اثر باقی تھا، اس واسطے مقتضائے دیانت و امانت نہ تھا کہ خرقہ اپنے پیروں کا اس شخص کو دوں جو قید تعصب سے باہر نہ ہو، اس وجہ سے خرقہ پیران خود کسی کو سنیں دیا گیا، مگر بعض مریدوں کو میں نے اپنا خرقہ دیا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ سلسلہ پیران چشتیان سے جاری رہے گا کہ اب وہ قید تعصب سے باہر ہوئے، اور حجاب تعصب اُٹھ گیا، برتبہ توحید مطلق کے پہنچے کہتے ہیں کہ اس کے اوپر میرے تجلی ہوئی کہ ایسی کیفیت میں نے کبھی نہ دیکھی تھی، پس میں سجدہ شکر بجالایا اور تقرنار و حانیت حضور پر متحیر ہوا۔

ذکر حضرت مولانا خواجہ کمال الدین حلیفہ اعظم و ہمیشہ زادہ

حضرت مخدوم نصیر الدین محمود چراغ دہلی قدس سترہ

سلسلہ نسب حضرت کا جناب امیر المومنین حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے آپ علوم دینی اور حدیث و فقہ، اصول و معقول و منقول وغیرہ میں یگانہ

روزگار تھے، اس وجہ سے علامہ خطاب پایا، علم تصوف خوب جانتے تھے، کلام اللہ مع ترجمہ یاد تھا، قرأت سے پڑھتے، ہزاروں طلباء و اکتساب علوم کرتے تھے، نفل زیادہ پڑھا کرتے تھے، نماز پڑھنے جب داخل مسجد ہوتے پہلے دو رکعت آداب مسجد ادا کرتے اور دو رکعت تحیۃ الوضوء ادا کرتے، بعد اس کے نماز میں مشغول ہوتے، اول تو کسی کی نسبت بُرا بھلا نہ فرماتے تھے، اگر کبھی زبان مبارک سے کچھ نکلتا، فوراً اس کا اسی طرح ظہور ہوتا، حضرت مخدوم بھی آپ کو بہت عزیز رکھتے تھے، اسی وجہ سے آپ کو اپنے حجرہ کے روبرو دفن کرایا، آپ کے فضائل جو میں نے اپنے جد حضرت ابو ظفر کی زبانی سنے ہیں، اگر ان کو تحریر کیا جاوے تو بہت بڑی کتاب تیار ہوا اگر زندگی نے وفا کی اور زمانہ کے فرصت دی تو بعد اس کتاب کے ہدیہ ناظرین کروں گا، الغرض چند مدت ریاضت و مجاہدہ شاقہ اور تزکیہ نفس اور صفائی باطن میں مصروف رہے، بعد اس کے خرقہ خلافت حاصل کیا، اور بمقام احمد آباد گجرات مقرر ہوئے، اور ہدایت نعلی فرمائی، تمام خلق اطراف و جوانب احمد آباد معتقد اور حلقہ جگوش ہوئی، جب اثردھام خلایق زیادہ ہوا، اوقات مبارک میں خلل آنے لگا وہاں سے پھر دہلی تشریف لائے، خدمت شیخ اور ہدایت نعلی میں مشغول ہوئے، آپ کی اولاد امجاد ہنوز احمد آباد میں مرجع خلایق ہے، وفات حضرت کی ۵۶ھ میں ہوئی، مزار صحن آستانہ مخدوم میں بمقام چراغ دہلی سجدہ گاہ مریدان ہے، پہلے گرد مزار کے سنگ سُرخ کا کٹھرا تھا، اب کسی رئیس حیدر آباد نے عمارت بلند تیار کرائی ہے۔

**ذکر حضرت خواجہ ملک زادہ احمد قدس سرہ** خلیفہ حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی

کہ نہایت محبت شیخ میں قناتی الشیخ ہو گئے تھے، صاحب جوامع الکلم سے روایت ہے کہ بوجہ ادب آپ نے بیعت ظاہر نہیں کی، کہتے تھے، کہ میری مجال نہیں کہ شیخ کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھوں، جب تک شیخ کی زیارت سے مشرف نہ ہوتے، کھانا نہ کھاتے، جب آتش عشق الہی نے بالکل سوختہ کر دیا، عرف پیدا ہوا، جو قطرہ خون کا

ناک سے ٹپکتا، اس کو چاٹ لیتے اور کہتے کہ میرا جسم سرپا جسم شیخ ہے، زمین پر اس کا گزنا ترک ادب ہے، اگر ناگاہ کوئی قطرہ زمین پر ٹپک بھی جاتا، اس سے نام شیخ نکھا ہوا معلوم ہوا، جب یہ خبر پیر بھائیوں کو ہوئی، حضرت مخدوم سے عرض کی بے چارہ احمد مل گیا، خدا کے واسطے اس کی خبر لیجئے، شیخ نے مہربانی کی کہ ان کے پاس تشریف لائے، اور فرمایا کہ وائے صدوائے کار احمد کا تمام ہوا، پہلے سے کیوں نہ خبر کی، شیخ نے آواز سن کر شیخ کو دیکھا اور جان بحق تسلیم ہوئے، وفات آپ کی ۸۴۷ھ میں ہوئی، مزار حجار روضہ شیخ میں ہے۔

**ذکر حضرت شیخ دانیال قدس سرہ** خلیفہ حضرت شیخ نصیر الدین محمود جرائع دہلی کہ ان کو مولانا عود کہتے

تھے، نسب آپ کا حضرت عباس علمدار تک پہنچتا ہے، یعنی شیخ دانیال بن میر بدر الدین بن سید فضل بن سید حسن بن عبداللہ بن عباس بن علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ آپ کے بزرگوں کی بڑی بڑی عمریں ہوئیں، چنانچہ آپ کے والد کی عمر ایک سو سیالیس برس کی تھی لکھا ہے، کہ آپ کے والد عہد سلطان غیاث الدین بلبن میں وارد ہندوستان ہوئے، اور سترکہ میں قیام کیا وہیں شیخ دانیال پیدا ہوئے، جب آپ سن بلوغ کو پہنچے قصبہ سائرہ میں آئے اور قاضی عبدالکریم سے تحصیل علوم کیا، بعد قاضی نے آپ کو اپنی فرزندگی میں لیا، اور اپنی دختر سے نسبت کی، بعد کبشتش جاذب حقیقی دہلی آکر مخدوم شیخ نصیر الدین جرائع دہلی کے مرید ہو کر کمال ظاہری اور باطنی سے مشرف ہوئے، بعد عطا ئے خرقہ خلافت واسطے ہدایت اہل وطن کے ان کو شیخ نے رخصت کیا، جب قریب سترکہ کے پہنچے، قزاق نے مطلع مال آپ کو شہید کیا، چاہتے تھے کہ اہل وعیال کو قتل کریں، اور اسباب لیں، کل اندھے ہو گئے بھاگ نہ سکے آخر حکام وقت نے گرفتار کر کے قتل کیا، یہ واقعہ ۸۴۷ھ میں ہوا، مزار اسی مقام پر ہے۔

**ذکر حضرت شیخ عبدالدین قدس سرہ** خلیفہ حضرت شیخ مخدوم نصیر الدین محمود جرائع دہلی کے ان پر حضرت

سلطان المشائخ بھی نہایت نوازش فرماتے تھے، ان کے والد سوداگری کرتے تھے، اور حضرت سلطان المشائخ کے مرید تھے ضعیف ہو گئے تھے، مگر اولاد نہ تھی، حضرت وجدیں



تھے، ایک روز والد نے اولاد کے بارہ میں عرض کی، حضرت نے اپنی پشت ان کے والد کی پشت سے ملائی اور فرمایا کہ تجھ کو اللہ نیک سپردے گا، اسی وقت شب کو ان کی والدہ پرانہ سالی میں حاملہ ہوئیں، بعد وضع حمل یہ پیدا ہوئے، ان کے والد ان کو خدمت شیخ میں لے گئے، حضرت شیخ نے اپنے ہاتھ سے کرتہ تیار کر کے ان کو پہنایا، اور حضرت شیخ نصیر الدین کی گود میں دیا اور تاکید کی اس کی تربیت ظاہری اور باطنی میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھنا، چنانچہ آپ نے سایہ مہربانی شیخ میں پرورش پائی، اور کالمین وقت سے ہوئے، آپ کی تصنیفات سے فیض و متین علم طب میں مشہور کتاب ہے، نقل ہے کہ ایک بار آپ کو پریاں واسطے علاج ایک پری زاد کے لئے گئیں تھیں، ایک پری نے کاغذ لکھ کر دیا کہ فلاں رنگ و صورت کا کتا ہے، اس کو دینا اور واپس پہنچا گئیں۔ آپ نے اگر اس کتے کو تلاش کر کے وہ خط دیا، وہ خط کے دیکھتے ہی اٹھا اور شہر کے باہر آ کر زمین کھود کر آپ کو خزانہ کا نشان دیا، آپ نے اس خزانہ کو نکال کر راہ مولیٰ میں صرف کیا، وفات حضرت کی ۷۵۷ھ میں ہوئی، مزار نواح روضہ شیخ میں ہے۔

**ذکر حضرت خواجہ معین الدین خور قدس سرہ** | پسر بزرگ شیخ حسام الدین سونختہ و خلیفہ حضرت

مخدوم صاحب کے۔ یہ حضرت ریاضت اور مجاہدہ میں موصوف تھے، یہاں تک کہ بلا توسط روحانیت حضرت خواجہ بزرگ سے فیض یاب ہوئے، اور آپ سے آپ کے برادر شیخ قیام الدین سے بہت اولاد ہوئی، وفات حضرت کی ۷۶۱ھ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت شیخ نسراج الدین چشتی قدس سرہ** | خلیفہ اعظم و پسر بزرگ حضرت مولانا کمال الدین

علامہ کے تھے، صاحب کشف و کرامات و عشق محبت فوق و شوق اور زہد اور تقویٰ تھے، مگر اپنی کرامات کو بہت چھپاتے تھے، اور آپ کے والد نے بوقت انتقال اپنے ان کو طلب کیا اور نعمت ہائے خواجگان چشتیہ سے مملو فرمایا، اس روز یہ حال ہوا کہ جس کی طرف نظر بھر کر دیکھتے وہ محبت الہی میں مست و شیدا ہو جاتا تھا، وفات حضرت کی

یکم جمادی الاول ۶۷۳ھ میں ہوئی، مزاران کا پٹن میں ہے۔

**ذکر حضرت سید محمد بن سید مبارک قدس سیرۃ** | کہ مریدان سلطان المشائخ اور خلیفہ اعظم حضرت

مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی کے تھے۔ لکھا ہے کہ حضرت سلطان جی سے عورد سالی میں بیعت کی تھی، تربیت اور تکمیل حضرت مخدوم صاحب سے کہتے ہیں کہ سلطان جی کی روح پاک سے آپ کو ایسی طریق پر بھی فیض تھا۔ آپ کے باپ دادا بھی مقربان حضرت سلطان المشائخ تھے۔ سیر الاولیاء انہوں نے جمع کی، اور دوسری سیر الاولیاء میں ملحوظات بابا صاحب درج ہیں، اس کے مؤلف شیخ بدر الدین اسحاق ہیں، اور وفات حضرت کی ۶۷۳ھ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت شیخ یوسف حشمتی قدس سیرۃ** | خلیفہ حضرت مخدوم صاحب کے نہایت

بزرگ اور صاحب کرامت تھے، علم دین میں آپ کی کتاب فیض انتساب تحفۃ النصاب معتبر کتاب ہے، اور نظم میں بھی عمدہ مہارت تھی، وفات حضرت کی ۶۷۲ھ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت شیخ عبدالمقصد قدس سیرۃ** | خلیفہ حضرت مخدوم کے عالم اور عامل دولش کامل صاحب باطن

فیض اور بلیغ تھے۔ آپ کے والد بھی عالم اور مفتی تھے، اول اول آپ کو درویشوں سے تکرر تھا، ہمیشہ حضرت مخدوم سے مباحثہ شرعی کیا کرتے تھے، آنسو کو مرید ہو کر نعمت معرفت سے بہرہ مند ہوئے اور مناقب الصدیقین تحریر کی، جس میں شیخ کے فضائل تحریر کئے ہیں، اور قاضی شہاب الدین کو کہ جو اپنے وقت میں مشہور فاضل ہوئے ہیں، آپ کے شاگرد تھے۔ ایک روز قاضی شہاب الدین کو کچھ قسم زد سے ملا، انہوں نے دل میں سوچا کہ اس کو ایسی جگہ دفن کروں کہ کوئی نہ دیکھے، بعد خدمت استاد میں حاضر ہوئے، آپ نے فرمایا کہ خیال زندہ کے دفن کرنے کا اور علم کا بوجھ کس طرح اٹھاؤ گے۔ آخر ۲۸ محرم ۷۹۱ھ

میں وفات پائی خانقاہ جونپور میں ہے۔

**ذکر حضرت قاضی سعدی ششی قدس سرہ** [خلیفہ حضرت مخدوم نصیر الدین محمود چرانغ دہلی کے عالم باعمل

اور نہایت متقی تھے، ہزاروں کو آپ سے فیضان ظاہری اور باطنی ہوا، وفات حضرت کی ۸۰۱ھ میں ہوئی، بعد آپ کے خواجہ اختیار الدین صاحب سجادہ ہوئے۔

**ذکر حضرت شیخ سعد اللہ کیسہ دراز شیخ متوکل قدس سرہ**

کہ پہلے اپنے والد سے خرقہ خلافت حاصل کیا، آخر بخدمت حضرت مخدوم صاحب مرید ہو کر کار فقر کو سرانجام پہنچا کر خرقہ خلافت حاصل کیا، اور اولیائے زمانہ سے ہوئے نہایت بزرگ متقی تھے، صاحب معارج الولاہیت نے لکھا ہے کہ آپ کو حضرت علیہ السلام نے ایک کیسہ عنایت کیا تھا کہ ہمیشہ درہم سے بد رہتا تھا، خرچ کر رہی کمی نہ ہوتی تھی، اس کیسہ میں سے نکالتے تھے، اس وجہ سے کیسہ دار خطاب تھا۔ اور میر سید اشرف جہانگیری سمنانی سے بھی فیض تھا۔ وفات آپ کی ۸۰۶ھ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت مولانا خواجگی قدس سرہ** [کہ خلیفہ حضرت مخدوم نصیر الدین کے تھے، مولانا معین الدین عمرانی سے

اقتساب علم دین کیا تھا، مگر مولانا معین کہ حضرت مخدوم صاحب سے کبیدہ خاطر تھے اور اپنے شاگردوں کو مخدوم صاحب کے پاس جانے سے روکتے تھے۔ مگر مولانا خواجگی ظاہر ہو کر تحصیل علم باطنی کرتے تھے، اس امر سے مولانا معین الدین ان سے بھی دل میں ناخوش ہوتے تھے، مگر دونوں صاحبوں سے کمال عقیدت تھی۔ اس شکر ربی سے بہت پریشان رہتے تھے، قدرت خدا سے مولانا معین الدین مرض ضیق النفس میں ایسے مبتلا ہوئے کہ رستگاری مشکل ہوئی علاج اطباء سے عاجز ہو گئے اور مولانا مذکور بھی اپنی زندگی سے ناامید ہوئے، مولانا خواجگی نے عرض کیا کہ استاد اطباء نے آپ کے علاج سے دست کشی کی۔ صاف جواب دے دیا مناسب ہے کہ استمداد دعا مردان خدا سے



کی جادو سے کہ وہ اطباء و امارات میں روح قلب ہیں، اس وقت میں مخدوم شیخ نصیر الدین اولیائے مستجاب الدعوات ہیں، اگر ان کے پاس چلے تو وہ دعا کریں۔ یقین ہے کہ بارگاہ کبریا میں ان کی دعا قبول ہو، اور ان کی برکت صحبت اور تاثیر رحمت بتوجہ نظر کیمیا اثر سے شفا ہو۔ یہ سن کر اگرچہ مولانا معین الدین کا دل تو نہ جھٹکتا تھا، مگر بوجہ تکالیف مرض موجودہ کے شیخ کی خدمت میں روانہ ہوئے۔ جب ان کے آنے کی خبر حضرت کو ہوئی تو خانقاہ سے پیشوائی کر کے اندر لے گئے، باعزاز تمام بٹھایا۔ اور ان کے آگے دسترخوان بچھایا۔ اس پر کھانا چٹا گیا۔ ایک رکابی میں دہی اور خشک تھا۔ وہ ہی رکابی مولانا کے آگے رکھی گئی۔ شیخ نے ارشاد کیا کہ بسم اللہ کرو۔ مولانا نے زبردستی چند لقمے نوش کئے۔ کہ دہی اور خشک اور شرک مریض مخالف مرض تھے۔ مگر جب دسترخوان پر خاست کیا ہاتھ دھلائے، معان کو کھانے سے قے نے غلبہ کیا۔ اور آبکائی آئی۔ سلطی حاضر کی گئی، بہت زور سے قے ہوئی اور مرض کو آرام ہو گیا۔ اس پر مولانا بصدق دل حضرت کے معتقد ہوئے۔ لکھا ہے کہ آپ نے نورِ باطن سے امیر تیمور صاحب قرائن کا آنا معلوم فرما کر دہلی کو چھوڑ کر کالپی میں تشریف لائے۔ اور چند مدت وہاں قیام فرما کر ۸۱۰ھ میں وفات پائی۔ مزار کالپی میں ہے۔

## ذکر حضرت شیخ احمد کھانیسری قدس سرہ | خلیفہ حضرت شیخ نصیر الدین کے تھے۔

مولانا خواجگی اور آپ میں بہت اتحاد تھا۔ مولانا جب کالپی گئے ہیں آپ دہلی میں ہے آخر فوج حضرت امیر تیمور صاحب قرائن نے بوجہ بد اعمالی اہل دہلی کے ان کو سزائے اعمال دی، شہر لٹا، مولانا مذکور یعنی شیخ احمد کھانیسری مع اہل عیال قید ہوئے، اتفاقاً کسی نے حضرت امیر صاحب کو خبر دی کہ شیخ احمد مریدان خواجہ نصیر الدین چرخ دہلی سے ہیں اور بہت بڑے فاضل اور کامل ہیں قید ہوئے۔ اسی وقت امیر صاحب سے بعزت خواجگان چشت ان کو رہا کر کے شریک مجلس خاص کیا۔ اس وقت مولانا تبرک الدین مرغیالی صاحب ہدایہ کے پوتے شیخ الاسلام تھے۔ ایک مجلس میں شیخ الاسلام اور شیخ احمد سے تقدم و تاخر مجلس پر سخت گفتگو ہوئی۔ امیر تیمور نے فرمایا کہ مولانا برہان الدین

صاحب ہدایہ تھے۔ ان کے پوتے کو تم سے اوپر بیٹھنا چاہیے۔ شیخ احمد نے فرمایا کہ مولانا برہان الدین نے چند مقام پر ہدایہ میں خطا کی ہے، عزتِ علم کے ساتھ ہے۔ شیخ الاسلام نے جواب دیا کہ مقامات خطا کے بیان کرو، شیخ احمد نے اپنے فرزند اور شاگردوں سے اشارہ کیا کہ خطائیں صاحب ہدایہ کی بیان کرو۔ امیر صاحب نے بعزت صاحب ہدایہ اس بحث کو موقوف کیا۔ مگر کبھی پھر بحث نہیں ہوئی، چونکہ مولانا خواجگی سے آپ کو نہایت الفت تھی ان کی جدائی نہ سہی گئی، آخر معاہل و عیال دہلی سے روانہ ہو کر کالپی آئے، اور دونوں بزرگوں میں معمولی صحبت رہی، بعد انتقال مولانا خواجگی کے سن ۸۲ھ میں انتقال کیا۔ مزار کالپی میں ہے جو کوئی مزار حضرت پرپائیس روز برابر جاتا رہے وہ اپنی مراد پاتا ہے اور آپ کے عرس میں بہت معتقد و درود سے جمع ہوتے ہیں۔

ذکر حضرت میر سید محمد گیسو دراز بن سید یوسف حشمتی حسینی دہلوی

## قدس سترہ

کہ عظام اولیائے ہند اور خلیفہ حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے کہ جامع تھے، سیادت اور کرامت اور ولایت میں شانِ عالی اور بلند مرتبہ رکھتے تھے۔ لکھا ہے کہ آپ بمقام دہلی سن ۷۳۰ھ عہد دولت سلطان خلجی میں تولد ہوئے، چونکہ آپ کے والد بھی خلیفہ حضرت مخدوم صاحب کے تھے، اول روز سے تعلیمِ درویشی ہونی شروع ہوئی، چند روز میں علم ظاہری حاصل کیا۔ صاحب اخبار الاخبار فرماتے ہیں کہ تا حیات حضرت پیر مرشد دہلی میں رہے، بعد انتقال شیخ کے دکن میں تشریف لے گئے وہاں کی خلقت دور دور سے آکر مطیع و معتقد ہوئی اور وہیں حضرت نے انتقال کیا آپ کو سید گیسو دراز جو کہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک روز چند مریدوں کے ہمراہ پالکی شیخ کی کندھے پر لئے ہوئے تھے، چونکہ بال آپ کے بڑے بڑے تھے، پالکی اٹھاتے وقت ٹونڈے پالکی کے نیچے دب گئے تھے، اور جانا بھی دودھ تھا اگرچہ تکلیف تو ہوئی، مگر بوجہ ادب اور

عشق و محبت شیخ کے اپنے گیسو نہ نکال سکے، اسی طرح چلے گئے، جب یہ خبر شیخ کو ہوئی ان کی عقیدت اور صدق محبت سے بہت خوش ہوئے اور زبان فیض ترجمان سے یہ بیعت ارشاد فرمائی ہے

ہر کہ مرید سید گیسو دراز شد      واللہ خلاف نیست کہ او عشق باز شد  
اور سید محمد صاحب کو جو آپ کے مرید ہیں اور انہوں نے کلمات طیبات آپ کے جمع کر کے نام اس کتاب کا جو امع الکلم رکھا ہے، متاخرین کل اس کتاب کو معتبر سمجھتے ہیں، اس میں حضرت کے حالات مفصل مندرج ہیں اور آپ کا کلام نظم کہ معرفت توحید میں جو ہے لاثانی ہے، محمد تخلص ہے، جیسا کہ فرمایا ہے

نظم

از شراب شوق گشتم مست او	ہست من گم گشت اندر ہست او
بود مادر او نابود شد	ہرچ جز غیرش بدار مردود شد
چوں مجر گشتم از ہستی تمام	نے وجودم ماند آں جاؤ نہ نام
چوں شدہ فانی محمد از وجود	غیر او دیدہ کہ کس دیگر نہ بود

غزل

اے صورت تو جہان معنی	با صورت تست جان معنی
یک شاخ گل نہ بستہ صورت	مثل تو ببوستان معنی
از صورت تست خاطر ما	منزل گہر کاروان معنی
ہر عضو کند بصد زبان پیش	ز صورت تو بیان معنی
در صورت وصف تو محمد	تا حشر نہادہ خوان معنی

صاحب معارج الولايت تامل ہیں کہ عمر شریف حضرت کی ایک سو پچاس برس کی ہوئی۔ وفات حضرت کی ۸۲۵ھ میں ہوئی۔ مزار آپ کا علاقہ حیدر آباد دکن میں



زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

## ذکر حضرت شیخ محمد متوکل کنتوری قدس سرہ

نخلفہ حضرت مخدوم نصیر الدین

چراغ دہلی کے آپ کے

والد ہرات سے ہندوستان میں آکر اجلی میں متوطن ہوئے، آپ کا جائے مولد اجلی ہے، جب آپ جوان ہوئے دہلی میں تشریف لاکر حضرت مخدوم صاحب کے مرید ہو کر کارِ فقر کو بے تکلیف پہنچایا۔ آخر خرقہ خلافت حاصل کر کے واسطے ہدایت خلیق کے بھڑاچھ میں مقرر کئے گئے، نقل ہے کہ ایک روز حضرت اپنے حجرہ کا دروازہ بند کئے بیٹھے تھے، انہوں نے گوشہ چشم سے دیکھا کہ ایک جوگی باتصرف خود حجرہ میں آگیا، آپ اپنے کار میں مشغول رہے، آخر اس نے سلام کیا آپ نے جواب سلام دیا، اس جوگی نے آپ سے مصافحہ کیا اور بیٹھ کر کچھ باتیں کرنے لگا، شیخ نے دیکھا کہ حجرہ کی یہ کیفیت ہے کہ ہر طرف سے زہر بھرا ہوا معلوم ہوتا ہے، آپ نے اس زر کی طرف توجہ بھی نہ کی، تب جوگی نے جانا کہ یہ درویش مستغنی ہے، اور قدموں پر حضرت کے سر رکھا، اور کہا کہ میں آپ کی ہمت آزماتا تھا، اسی وقت صدق دل سے مسلمان ہوا، شیخ نے اس جوگی سے ارشاد کیا کہ اب پھر وہ طلسم ظاہر کر داس نے ہر چند کوشش کی ممکن نہ ہوا، بعد مجاہدات و ریاضت کے کمال درویش ہوا، اسی طرح حزنِ زینام ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ مجھ کو سونا چاندی بنانا آتا ہے، آپ کی نظر کرتا ہوں آپ نے قبول نہ فرمایا اور ارشاد کیا میرے پاس بھی قدرے اکسیر ہے، اگر ایک ذرہ ایک من مس پر ڈالا جائے تو زہر ہو جاوے، اور شیخ علاؤ الدین نے اپنے بھانجے سے ارشاد کیا کہ اس شخص کو بھڑاچھ سے نکال دو۔ وفات حضرت کی ۸۲۷ھ میں ہوئی، مزار بھڑاچھ میں

زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

## ذکر حضرت شیخ قوام الدین ہشتی قدس سرہ

نخلفہ حضرت

مخدوم نصیر الدین

چراغ دہلی تھے لکھا ہے بعد انتقال حضرت مخدوم نصیر الدین اوچ میں تشریف لے جا کر

خدمتِ مخدوم جہانیاں میں چند روزہ کر مقاماتِ بلند حاصل کئے، مریدوں کو نہایت عمدگی سے تعلیم فرماتے تھے، اور صاحبِ حال و قال اور متقی اور بہت فصیح اور بلیغ تھے اوصافِ حمیدہ حضرت کے مشہور ہیں، ایک بار آپ مجلسِ شیخ میں حاضر تھے اور شاخ کو ذوق ہوا آپ کو نہ ہوا، اٹھ کر اپنے مکان پر آئے اور گھر والوں سے پوچھا کہ اس گھر میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کچھ اسباب دیتا ہے، انہوں نے انکار کیا، آپ نے خود ڈھونڈنا شروع کیا، تھوڑا سا گڑ برآمد ہوا کہ وہ آپ کی زوجہ نے اپنے کھانے کو رکھا تھا، اس وجہ سے کہ وہ حاملہ تھیں آپ اس کو لے کر باہر آئے اور تصدق کیا، پھر آکر مجلس میں شریک ہوئے خوب ذوق حاصل ہوا۔ نقل ہے کہ جب وفاتِ مخدوم جہانیاں کی نزدیک پہنچی، آپ نے بمصلحت شیخ قوام الدین سے رائے لی کہ سجادہ اور تبرکات پیرانِ عظام کس کے سپرد کروں، انہوں نے سید صدر الدین راہو قتال کی نسبت رائے دی، حضرت نے ان کی رائے کو پسند کر کے اپنے برادر سید صدر الدین راہو قتال کو خرقہ خلافت دے کر صاحبِ سجادہ کیا، اور خرقہ تبرک اپنے فرزند سید صدر الدین کو عطا کیا، میر صدر الدین کی والدہ نے یہ خبر سن کر فرمایا کہ قوام الدین کی صلاح سے میرا فرزند سجادگی سے محروم رہا، خدا کرے کہ اس کی بھی اولاد محروم رہے، شیخ قوام الدین یہ بات سن کر خوش ہوئے اور کہا کہ الحمد للہ بی بی صاحبہ نے میرے ایمان کے واسطے دعا کی اگرچہ میرے فرزند اس نعمت سے محروم ہیں، مگر مرید بھی میرے فرزند ہیں۔ کافی ہے، چنانچہ آپ کے پسر سلطان نظام الدین کا دوبار دنیا میں مصروف رہے، اور مرید صاحبِ سجادہ ہوئے۔ وفاتِ حضرت کی سن ۸۴۰ھ میں ہوئی، مزار لکھنؤ میں ہے کس واسطے کہ بعد انتظار مخدوم جہانیاں کے آپ لکھنؤ میں تشریف لائے اور وہیں وفات پائی۔

ذکر حضرت سید جعفر کی قدس سرہ | خلیفہ حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی توحید اور تفرید میں

عالی مرتبہ رکھتے تھے۔ چنانچہ بحر المعانی تصنیف فرمائی جو حقائق توحید اور اسرار

معرفت سے بھری ہوئی ہے۔ دوسری کتاب آپ کی دقائق المعانی ہے۔ تیسری دقائق المعانی اور ایک رسالہ اسرار روح کے بیان میں ہے۔ ایک رسالہ پنج نکات ہے، ایک بحر النساب ہے کہ اس میں نسب اہلبیت رسول مقبول اور اپنا نسب نامہ تحریر فرمایا ہے۔ اور دعوائے کیا ہے کہ آپ کی کتابوں کے دیکھنے سے رزق حق معلوم ہوتا ہے اور زمانہ سلاطین تعلق عہد بھول لودھی تک بقید حیات رہے۔ آپ کے آبائے کرام شرفائے مکہ معظمہ سے تھے وارد ہندوستان ہو کر سرہند میں مقام کیا۔ بحر المعانی میں خود تحریر فرماتے ہیں کہ میری ساٹھ برس کی عمر تھی میں تحصیل علوم ظاہری سے فارغ ہو چکا تھا۔ کسب و کمال میں کوشاں تھا۔ مقصود اصلی سے غافل تھا۔ اب یہ حال دیکھتا ہوں یعنی جو کچھ آپ کے مشاہدہ میں آیا۔ حالات ابدال و ادتاد و اقطاب و انوار اور رجال اللہ اور ان کا شمار ان کے مرتبے ان کے احوال اور اقسام بحر المعانی میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں کہ ممکن نہیں جو دوسرا لکھ سکے۔ اگر لکھے گا تو اسی خرمین سے خوشہ چینی کرے گا۔ آپ فرماتے ہیں۔ سب سے ملاقی ہوا۔ سب کے مقامات دیکھے، فیضان حاصل کئے، مگر منجملہ اولیاء و اقطاب کے دو شخص مقام معشوق کو پہنچے ہیں کہ اس مقام پر دوسرا نہیں پہنچا۔ ایک تو سید عبدالقادر جیلانی، دوسرے شیخ نظام الدین بدایونی، یہ دونوں مشارب روح احمدی سے تھے، چنانچہ یہ فقیر سفر دریا ئے نیل میں حاضر علیہ السلام کے ہمراہ تھا۔ مشاہدہ لایزال کا ذکر آیا۔ حضرت نے فرمایا، شیخ عبدالقادر جیلانی اور شیخ نظام الدین بدایونی مقام محبوبی و معشوقی کو پہنچے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نو برس سحر میں رہا، اکیس برس سکر میں رہا کہ مجھ کو خبر نہ تھی۔ چند مدت مستی سے مزانیت میں نرول کیا۔ بڑے کاظمین درویشا صاحب ولایت اور قطب وقت سے بلا۔ فیضان لئے ۸۱۱ھ میں بخدمت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی حاضر ہوا، ایسا کچھ دیکھا کہ اگلوں کو بھول گیا۔ حضرت کے قدموں پر سر رکھا، مرید ہوا شیخ نے فرمایا کہ اے شہباز تو نے عالم ناسوت و ملکوت جبروت لاہوت کی سیر کی اور پاک آیا، اور ایک سلائی میری آنکھ میں پھیر کر فرمایا کہ سلائی نور جمالی ذات سے ہے۔ بعد اس کے جو واقعہ آپ کو اسی برس کے عرصہ میں پیش ہوئے اور مشاہدہ ہوئے ان کو بحر المعانی میں تحریر فرمایا ہے۔ دیکھنے سے تعلق ہے وفات حضرت کی ۸۹۱ھ



میں ہوئی مزار سرہند میں ہے۔

## ذکر حضرت سلطان التارکین شیخ حمید الدین صوفی السعید ناگوری

### قدس سترہ

کفیت آپ کی ابو احمد اور حلیفہ خواجہ بزرگ کے اور اولاد حضرت سعید سے تھے کہ عشرہ مبشرہ میں ہے، یہ حضرت تغریب و تجدید میں قدم مضبوط اور ہمت عالی شان اور شان بزرگ رکھتے تھے، اولیائے کبار ہندوستان سے مانے جاتے ہیں، عمر آپ کی دراز ہوئی، نقل ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ بزرگ خوش بیٹھے تھے، اہل مجلس سے ارشاد کیا کہ آج دراجا بت کھو ہوا ہے جو کچھ چاہتے ہو چاہو ان میں سے ایک نے دنیا چاہی ایک نے دین چاہا، دونوں اپنے اپنے مقصود کو پہنچے، بعد قاضی حمید الدین صوفی کی طرف مخاطب ہوئے کہ تیرے واسطے خدا سے کیا طلب کروں، آپ نے عرض کیا میری کیا مجال ہے زبان بھی ہلا سکوں۔ جو حضور کی خواہش ہے وہی میری خواہش ہے، حضرت خواجہ نے فرمایا: التماس من الدنيا والفساد من العقبى والموصول الى الله۔ تو دنیا اور عقبے میں کرم رہے گا یہ اس روز سے سلطان التارکین ملقب ہوئے۔ بعد حضرت خواجہ قطب الدین کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تو کیا چاہتا ہے۔ آپ نے عرض کیا۔

ہرچہ تو خواہی بخواہم دے برآستانم بندہ را فرمان نیا شد ہرچہ فرمائی ہما تم خواجہ بزرگ نے فرمایا قطب الدین تو قدوة الواصفین امام المتقین زبدۃ العارفين قطب الاقطاب قطب الدین بختیار اویسی ہو گا۔ لکھا ہے کہ حضرت قاضی صاحب مسجد خواجہ بزرگ کی امامت کرتے تھے، مگر یہ کیفیت تھی کہ ناگود سے آکر صبح نماز پڑھاتے اور بعد عشا کے پھر ناگور میں جا کر مشغول عبادت ہوتے اور لکھا ہے کہ حضرت شیخ بہاؤ الدین ذکریا طٹانی اور حضرت میں در باب فقر اور غنا بہت خط و کتابت رہی جو ہنوز موجود ہیں۔ مگر شیخ آپ کے خط کا شافی جواب نہیں دے سکتے تھے۔ وفات آپ کی

۲۹ ربیع الثانی ۱۰۴۲ھ میں ہوئی، مزار ناگور میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ عبدالعزیز علی بن شیخ حمید الدین صوفی ناگوری

## قدس سرہ

کہ خلیفہ اپنے پدر بزرگوار کے تھے، آپ نے جوانی میں رحلت کی، صاحب اخبار الانبیاء نے لکھا ہے کہ ایک مجلس میں قوال یہ گارہے تھے بیت یہ

جاں بدہ اور جاں بدہ و جاں بدہ قائدہ در گفتن بسیار چلیست

اس بیت پر آپ کو حالت وجد ہوئی اور ایک نعرہ مارا، اور کہا کہ دادم دادم اور جاں بحق ہوئے، آپ کے تین فرزند تھے، جن کی خبر آپ نے پہلے دی تھی کہ وحید و حید ہوگا کہ مجبور رہے گا، بے قید و لی تعلق اور فرید فرید عالم اور صاحب سجادہ ہوگا، اور نجیب نجیب و شریف ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، وفات حضرت کی ۸۶۷ھ میں ہوئی، مزار ناگور میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ محمد صابر چشتی قدس سرہ | مرید خلیفہ و خدام بابا صاحب کے تھے۔

صاحب اخبار الانبیاء نے لکھا ہے کہ وقت عطاۃ خرقہ بابا صاحب نے ان سے فرمایا تھا کہ تو ہمیشہ خوش رہے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ صبر و شکر کے ساتھ خوب کام گزاری کر کے ۱۰۶۹ھ میں وفات پائی۔ بابا صاحب کے مریدوں میں تین صابر ہیں۔

ذکر حضرت سید تاج الدین شیر سوار قدس سرہ | خلیفہ شیخ قطب الدین منور

کے تھے، یہاں تک کمال کو پہنچے کہ تمام وحوش و طیور آپ کے دام محبت میں پھنسے، جب واسطے زیارت پیر کے ہانسی جاتے شیر پر سوار ہوتے اور بجائے کوڑے کے مارسیاہ ہاتھ میں ہوتا تھا ایک روز حالت بنخودی میں شیر پر سوار پیر کے رو برو آئے پیر ایک دیوار پر بیٹھے

تھے، فرمایا کہ اسے تاج الدین خانوڑوں کا بس میں کرنا کچھ کام نہیں رکھتا، مردان خدا اگر حکم کریں تو دیوار سنگ اور خشت کی چلنے لگے، معاً یہ فرماتے ہی دیوار چلنے لگی، آپ نے لات دیواری برماری اور فرمایا کہ میں نے تمہیں یہ ذکر کیا تھا تجھ سے نہیں کہا تھا، اپنی جگہ ساکن ہو، یہ تمام قوت اور کرامت تصدق حضرت سلطان المشائخ کا ہے اور یقین ہے کہ ان کے غلامان غلاموں میں ایسے صفات تاقیامت قائم رہیں گے۔ وفات حضرت کی ۷۸۲ھ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت شیخ ابدال قدس سرہ** کتے ہیں کہ وہ بڑے بزرگ تھے ان کے دروازہ پر ایک بھاری پتھر تھا اس پر ایک کاسہ چوبیس

رکھا تھا آنے والے والا جو اس طرف گذرنا اس پیالہ میں کچھ نہ ڈال دیتا تھا، شام کو آپ اس پیالہ سے فتوح نکال کر خوج مسافران و محتاجان کیا کرتے، صبح پھر بدستور رکھ دیتے، پھر وہ بدستور پھر جاتا۔ ایک قاعدہ یہ تھا کہ اگر غلہ گراں ہو تا زیادہ آمدنی ہوتی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

**ذکر حضرت شیخ علاؤ الدین علاؤ الحق بن السعد لاہوری بنگالی**

**قدس سرہ**

خلیفہ اعظم حضرت شیخ سراج الدین انخی عثمان کہ وہ خلیفہ سلطان جی صاحب کے تھے۔ شیخ علاؤ الدین علاؤ الحق امیر زادہ اور بہت بڑے عالم تھے بعدہ سلک مریدان نظامیہ میں شیخ سراج الدین انخی سے بیعت کی اور بدرجات اعلیٰ میں پہنچ کر خرقہ خلافت حاصل کیا۔ صاحب اخبار الاخیار تحریر کرتے ہیں کہ حضرت سراج الدین انخی کو جب حضرت سلطان المشائخ نے بنگالہ کو زحمت کیا تو آپ نے عرض کیا کہ وہاں شیخ علاؤ الدین بہت بڑا عالم ہے مجھ کو اس سے گفتگو کی تاب نہ ہوگی۔ حضرت نے فرمایا کہ اسے سراج کچھ اندیشہ نہ کر وہ تیرا مرید ہوگا، چنانچہ ایسا ہی ہوا معارج الولاہیت سے نقل ہے کہ حضرت صحیح النسب ہاشمی تھے، سلسلہ آپ کا حضرت خالد بن ولید سے منہتی ہوتا ہے، اور لکھتے ہیں کہ شیخ علاؤ الدین بہت متکبر تھے، بلکہ احتشام دوست کے اپنے کو گنج نبات کہلاتے تھے۔ یہ خبر حضرت سلطان المشائخ کو ہوئی کہ بنگالہ میں ایک امیر



اور عالم ہے، وہ اپنے کو گنج نبات مشہور کرتا ہے۔ یہ سن کر حضرت کو عرصہ آیا کہ میرے پیر بخشکر  
 ہیں، اس نے اپنے کو ان سے بھی افضل بنایا کہ گنج نبات کہلاتا ہے۔ الکی اس کی زبان گونگی کر  
 بمجرد دعا کرنے سے ان کی زبان بند ہو گئی۔ جب شیخ سراج الدین کے مُرید ہوئے تب زبان کھل  
 اور ایسی عبادت اور ریاضت اور زہد کیا کہ اس رتبہ پر پہنچے کہ میر سید اشرف جہانگیری سمنانی بعد  
 ترک سلطنت ظاہری رہبری حضرت علیہ السلام آپ کی خدمت میں پہنچے اور کار بہ تکمیل پہنچایا، آپ  
 کے فرزند دلبند یعنی نور الدین قطب العالم بتوجہ خاص ان کے قطب عالم ہوئے، اور شیخ  
 نصیر الدین نانک پوری ایسے ایسے صاحب اُن کے مُرید ہوئے اور خود برتہ ابد الیت کے پہنچے،  
 صاحب اخبار الاخبار نے لکھا ہے کہ شیخ علاؤ الدین جب خدمت شیخ سراج الدین میں آئے  
 تمام مال و منال کو ترک کر کے کمر ہمت خدمت پیر روشن ضمیر میں باندھی چست۔ جب شیخ  
 سراج الدین سفر میں جاتے خادم دیگ کھانے کی گرم گرم ان کے سر پر رکھتا، اس سبب سے  
 آپ کے سر کے بال جاتے رہے تھے، اکثر ایسا ہوتا کہ آپ سواری پیر کے ہمراہ ننگے پیر ہوتے  
 اور ان کے اقربا کہ جو مسمول اور رئیس شہر تھے مل جاتے مگر ان کو دیکھ کر آپ کے دل میں کچھ  
 بھی خیال نہیں آتا تھا۔ نقل ہے کہ آپ کی خانقاہ میں بہت خرچ تھا، ہزاروں آدمی خادم  
 و مسافر آتے اور رہتے تھے، سب کو کھانا ملتا تھا، اور جو کچھ جوامنگتا آپ اس کو عطا کرتے  
 جب یہ خبر بادشاہ کو ہوئی اس کو رشک ہوا اور ذرا سے کہا کہ میرا خزانہ اس کے خرچ کے  
 آگے ناچیز ہے ایسے شخص کا کہ جو اس قدر خرچ کرتا ہے اپنے شہر میں رکھنا مصلحت نہیں  
 آخر حضرت بحکم شاہ وہاں سے اٹھ کر سنار گاؤں میں سکونت پذیر ہوئے اور خادم کو حکم کیا  
 کہ آج سے دونا خرچ کیا جائے کہ خار چشم حاسدوں میں بہتر ہے، ظاہراً کوئی وجہ خرچ کی  
 اس قدر نہ تھی کہ املاک پدر سے کل دو باغ تھے جن میں سے آٹھ ہزار کی آمدنی تھی۔ مگر یہ کل  
 خرچ اللہ تعالیٰ خزانہ غیب سے مرحمت فرماتا تھا۔ دو برس آپ سنار گاؤں میں رہے،  
 اخبار الاخبار سے نقل ہے کہ ایک بار چند قلندر خانقاہ حضرت میں آئے، ان کے ہمراہ ایک  
 بلی بھی تھی۔ اتفاقاً وہ گم ہو گئی کہیں چلی گئی، وہ لوگ حضرت کے پاس آئے اور کہا کہ ہماری بلی  
 تیری خانقاہ سے غایت ہوئی، پیدا کر آپ نے فرمایا کہاں ہے پیدا کروں، ایک نے ان میں سے

کہا کہ ہرن کی شاخ میں سے پیدا کر ہم کیا جانیں آپ نے فرمایا کہ تو اپنی جڑا شاخ سے پائے گا۔ دوسرے نے کہا کہ اپنے حصیوں میں سے پیدا کر فرمایا کہ بہتر ہے تو اپنے حصیوں سے سزا پائے گا۔ چنانچہ جب قلعہ خانقاہ سے باہر ہوئے ایک کے شکم میں گائے نے سینگ مارا کہ وہ اس کے صدمہ سے مر گیا دوسرے کے حصیے متورم ہوئے اودان میں درد پیدا ہوا آخر اس ہی درد کی شدت سے مراد دونوں نے بے ادبی کی سزا واقعی پائی۔ وفات حضرت کی غرہ رجب سنہ ۱۰۰۰ میں ہوئی۔ مزار انوار پندہ میں ہے۔

## ذکر حضرت میر سید اشرف جہانگیری سمنانی قدس سرہ

کہ مشہور اولیائے ہند سے ہیں اور خلیفہ شیخ علاؤ الدین علاؤ الحق بنگالی اور فقرا نے چہارہ خانوادہ سے فیض حاصل کیا۔ آپ کے والد سلطان ابراہیم کہ سمنان کے بادشاہ تھے، جب ان کی وفات ہوئی تو آپ تخت پر بیٹھے۔ چند سال واد حق کی دے کر تارک الدنیا ہوئے اور درویشوں سے ملے۔ لطائف اشرفی سے نقل ہے کہ سید اشرف جہانگیری مادر زاد اول تھے، سات برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا اور قرأت کی۔ چھ سو سال علوم ظاہری سے فارغ ہوئے ان ہی دنوں میں آپ کے والد نے قتل کیا، آپ کی توجہ سلطنت کی طرف نہ تھی۔ مگر امراء نے بزدل منیت آپ کو تخت پر بٹھایا مگر بعد از دیوان خاص و عام شیخ رکن الدین علاؤ الدین سمنانی اور دوسرے مشائخ کبار سمنان سے محبت رکھتے تھے۔ ایک روز حضرت علیہ السلام ان کے رو بہ تشریف لائے اور فرمایا کہ اگرچہ تجھ کو امور سلطنت سے فرصت نہیں ہے، مگر ایک روز مقرر کر کے اس وقت میں ملا خطہ معانی نقش بہذات یعنی اللہ بے قوسط فرماں کے دل صنوبری کرتاہ واقف نفاس ہو جائے گا، انہوں نے حسب الحکم اس نقش کو کرنا شروع کیا۔ اس کی وجہ سے بہت کچھ فائدہ معلوم ہوا بعد اس کے خوابہ لوہی قرنی کو خواب میں دیکھا انہوں نے ذکر اور سیہ بتایا، سات برس اس ذکر کو کرتے رہے، ایک روز پیر حضرت علیہ السلام تشریف لائے کہ شب ۱۲ رمضان تھی، آپ تنہا ذکر میں مشغول تھے، حضرت علیہ السلام نے کلمات فصاحت امیر ارشاد فرمائے کہ جن کے ہم مطلب یہ بیت ہے۔

ہم خدا خواہی وہم دنیا و دہل      ایں خیال است و محال است جنوں

یعنی اے پسر مطلب مولا کار بار دنیا جمع نہیں ہو سکتا، اگر طلب خدا ہے تو سلطنت سے دست بردار ہو کر جلدی سے ہندوستان پہنچ کر شیخ علاؤ الدین بنگالی کی خدمت میں حاضر ہو کر وہ تجھ کو خدا رسیدہ کرے گا، حضرت نے بجز وارثہ خضر علیہ السلام تارک دنیا ہو کر کاروبار سلطنت سلطان محمود کے حوالہ کیا اور اپنی والدہ خدیجہ بیگم کی خدمت میں حاضر ہو کر اجازت سفر چاہی، والدہ ان کی نے فرمایا کہ ابے فرزند دل بند، سعادت پیوند تیرے ہونے سے پہلے روحانیت حضرت خواجہ احمد بسوی نے تجھ کو اشاہ کیا تھا کہ تیرے گھر فرزند ہو گا، کہ جس کے نور ولایت سے تمام جہان منور ہو گا، اللہ کا شکر ہے کہ وہ وقت آپہنچا، مبارک ہے ہندوستان کو جا، میں نے اپنے حقوق بخش کر تجھ کو بحق سپرد کیا، بس وہاں سے حضرت چل کر وارد ہندوستان ہو کر بمقام ادب تشریف لا کر مخدوم سید جلال الدین جانیان جہانگشت کی خدمت میں مشرف ہوئے اور نعمتائے گونا گوں حاصل کیں، بعد دہلی پہنچ کر مزارات خواجگان چشت کی زیارت سے مشرف ہو کر راہی طرف بنگالہ کے ہوئے، جب آپ قریب مسکن شیخ علاؤ الدین کے آئے، حضرت خضر علیہ السلام نے آپ کے آنے سے شیخ کو مطلع کیا، شیخ تمام یاروں کو ہر لے کر تاد خانقاہ پیشوائی کے لئے گئے اور مرید فرمایا محمد لباس پہنایا، بعد تکمیل کے جہانگیر خطاب عطا کیا، اور خرقہ خلافت مرحمت فرمایا، بعد جو پنپور کو رخصت فرمایا آپ نے شیخ سے عرض کیا کہ جو پنپور میں ایک شیر ہے، یعنی شیخ حاجی چراغ ہند سہروردی خلیفہ میر شیخ رکن الدین ابوالفتح لمٹانی شیعہ وقت ہے، تجھ کو کیونکر اس سے تاب مقاومت ہوگی، شیخ نے فرمایا کہ تجھ کو شیر بچہ ملے گا جو اس شیر سے سمجھ لے گا، تجھ کو پہلے ظفر آباد میں فتح ہوگی، پس حضرت بحکم پیر راہی طرف جو پنپور کے ہوئے، جب گزر قصبہ محمد پور میں ہوا، وہاں کے تمام علماء و فضلاء آپ سے ملنے آئے، اثناء گفتگو میں مدح چار یار رسول مقبول ہونے لگی، حضرت نے بھی خلفاء راشدین کی مدح میں ایک رسالہ لکھا تھا، وہ پاس موجود تھا، اس کو پیش کیا، ان صاحبوں نے اس کو خواب دیکھا تو اس میں بہ نسبت اصحاب بخاری کے جناب امیر المومنین علی مرتضیٰ کریمؑ وجہ کی شان میں چند کلمات زلیہ تھے، میدیکھ کر ان لوگوں نے نہ سکت شروع کی، اور احوال



رقص کا کیا، ہر چند آپ نے عمدہ تقریر سے ان کو قائل کیا مگر وہ نہ مانے، اس روز تو محفل برخواست ہوئی، سب اپنے اپنے گھر گئے، دوسرے روز تمام اہل قصیدہ اور علماء نے جمع ہو کر مشورہ کیا، کہ کل بعد جمعہ کے سید کو سزا دینی چاہیے، یہ ارادہ مصمم کر کے محضر تیار کیا، اور حضرت کی خدمت میں آئے، اور علماء سے استفتاء نکال کر حضرت کے روبرو پیش کیا، آپ چاہتے تھے، کہ کچھ جواب دیں کہ مولوی سید نماں جو کہ سر حلقہ علماء اور مفتی قصبہ تھا، اس نے علماء سے خطاب ہو کر کہا کہ تمہارا اعتراض میرے سید اشرف پر بسبب مدح علی کے ہے کہ انہوں نے کسی قدر ان کی تعریف اصحاب ثلاثہ سے زیادہ کی ہے، مگر تمہارا اعتراض جب ہوتا کہ یہ سید نہ ہوتے کس واسطے کہ اگر کوئی اپنے جد و پدر کو عالی مرتبہ بیان کرے تو کوئی ڈر نہیں، اس وقت سید خاں سے علماء نے کہا کہ ہم کو اس باب میں معتبر کتاب سے سند ملنی چاہیے، سید خاں نے جامع علوم سے نقل کی ہوئی یہ عبارت پڑھی، الناس ابناء الدنیا لا یلام الرسل علی حب ابویہ و بہدھما، یعنی مڑمان پسردنیا ہیں، ملامت نہ کرو، اگر کوئی ان آدمیوں میں سے اپنے باپوں کی تعریف کرے، یہ سنتے ہی سب دم بخود ہو گئے، کچھ جواب نہ دے سکے، شرمندہ ہو کر اٹھ گئے، حضرت سید صاحب نے دوستوں کے واسطے دعا کی اور سید خاں کو بشارت دی کہ چار پیر عالم اور فاضل ہوں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، اور منافقوں کی نسبت کلمات بد فرمائے، چنانچہ وہ مبتلائے بلا ہوئے، پہلے سید خاں بھی رنجیدہ تھا، مگر اس فتح مبارکہ کی شب کو خواب میں دیکھا کہ حضرت سید عالم صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سید اشرف میرا جگر گوشہ ہے اور تم لوگ الفاظ غیر واقع کہو، تم ہرگز مقابلہ میں اس سے بازی نہ پاؤ گے، اگر خیر چاہتے ہو تو شب ہو کر اس کی خدمت میں حاضر ہو، چنانچہ انہوں نے بحکم رسول مقبول عمل کیا، معارج الولاہیت سے سند ہے کہ جب حضرت ظفر آباد میں تشریف لائے، چند ہنسی بازوں کو رچھٹوں نے بہکانے کے لئے بعض حاسدین سے ایک زندہ شخص کو کفن وغیرہ سے درست کیا، اور چار پانی پر لٹا کر آپ کی قیام گاہ پر لائے، اور حضرت سے تقاضا کیا کہ نماز جنازہ پڑھا دیجئے، حضرت خود امامت کریں، ہمراہی خدام مقتدی ہوئے، ان لوگوں نے یہ مشورہ کیا تھا کہ جب نماز جنازہ کے واسطے تکبیر پڑھو اٹھ کر آپ کو سلام کرے اور کہے کہ آپ بڑے کراماتی ہیں کہ مجھ مردہ کو

زندہ کیا، اس میں آپ کی خوب رسوائی ہوگی، حضرت کو پہلے ہی تور باطن سے معلوم ہو گیا تھا کہ یہ مسخرہ پن کرتے ہیں، پہلے تو نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کیا، جب یہ نہ مانے اٹھ کر ہمارے پاس کوئے کہ نماز شروع کی، جب تکبیر ہوئی، اور مردہ نہ اٹھا تو ان مسخروں نے پاس آکر دیکھا، تو وہ شخص مردہ تھا، یہ کرامت دیکھ کر روئے پیٹے اور قصور معاف کرایا، جب اہل شہر نے یہ کرامت دیکھی طالبان حق دُور دُور سے آکے مستفیض سعادت ہونے لگے، یہ اثر دہام خلائق حضرت کے پاس شیخ حاجی چراغ ہند کو کہ صاحب ولایت اس جگہ کے تھے، اچھا نہ معلوم ہوا، مگر کچھ بن نہ آیا، اسی عرصہ میں شیخ کبیر سرہر پوری کہ امراٹے شہر سے تھے، بعد تحصیل علوم ظاہری کے ان کا خیال طرف کشف کمال باطنی کے ہوا، خواب میں دیکھا، کہ ایک شخص صاحب کمال نے مرید کیا! صبح اندیشہ کیا، کہ یہاں کے صاحب ولایت حاجی ہیں، یہ سوچ کر شیخ حاجی کی خدمت میں آئے جو صورت کہ خواب میں دیکھی تھی، ان کو اس صورت کے ہم شکل نہ پایا، چند روز ان کی خدمت میں تو رہے، مگر بیعت نہیں کی، آخر میر سید اشرف جہانگیری کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کی صورت اور اس صورت کو کہ جو خواب میں دیکھی تھی مطابق پایا، اور سر حضرت کے قدموں پر رکھا مرید ہوئے، آپ نے مریدوں سے فرمایا کہ شیخ کبیر یہ وہ ہی شیر بچہ ہے، کہ جس کی نسبت شیخ علاؤ الدین نے فرمایا تھا، جب یہ خبر مرید ہونے شیخ کبیر کی حاجی کو ہوئی، بہت ہنسنے اور بد عادی کہ شیخ کبیر جو ان مرے گا۔ یہ خبر بد عادی نے کی حضرت سید صاحب نے سنی، شیخ کبیر سے فرمایا کہ تو کبیر یعنی بوڑھا ہو کر مرے گا، اور تجھ سے پہلے شیخ حاجی مرے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ شیخ کبیر سے پہلے شیخ حاجی نے انتقال کیا، اور شیخ کبیر ایک سو بیس برس کے ہوئے، تب آثار ضعیفی ان پر ظاہر ہوئے، تذکرہ چشتیہ میں لکھا ہے کہ سید اشرف جہانگیر سیر کرتے ہوئے جو نیور کے علاقہ میں کچھو کچھ میں قیام پذیر ہوئے، وہاں ایک جوگی جو ہوا پر چلتا تھا، مقابلہ میں پیش آیا، مگر حضرت پر اس کی کوئی کرامت نہ چلی، ناچار ہو کر مسلمان ہوا، اور حلقہ ارادت گلے میں ڈالا، حضرت نے اسی جوگی کی مڑھی یعنی مکان میں خانقاہ بنائی، اور ایک بانع روح افزا تیار کر اگر روح آباد موسوم فرمایا، بعد ازاں ہمراہی حضرت بدیع الدین قطب مدار بیت اللہ شریف تشریف لے گئے، بعد زیارت حرمین شریفین حضرت شاہ مدار

تو واپس ہندوستان میں تشریف لائے اور آپ نجف اشرف کر بلائے معنی میں زیارت مزارات  
 پیشوا یاں دین احمدی سے مشرف ہوتے ہوئے اور مولوی جلال الدین رومی اور ان کے بیٹے  
 سلطان ولد اور دیگر مشائخ اس ملک سے ملے بعد شام میں اگر خاموشی میں شیخ  
 فخر الدین عربی کی زیارت کی، وہاں سے پھر کتبہ میں آئے، بعد چار روزہ غوث پاک اور امام ابو حنیفہ  
 و امام احمد بن حنبل کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ پھر بغداد سے کاشان میں آئے، شاہ عبدالرزاق  
 کاشانی سے ملے، وہاں سے سمنان وطن اہل میں آئے، آپ کی ہمیشہ اس وقت زندہ تھیں، ان کے  
 دل کر ان کی دل داری کے مشہد مقدس میں آئے، اور آستانہ عالی جناب امام علی رضا رحمۃ اللہ علیہ  
 میں معتکف ہوئے، ان ہی ایام میں امیر تیمور صاحب قراقرم گورگانی واسطے زیارت امام صاحب  
 کے وہاں آئے، چونکہ حضرت بھی معتکف تھے، آپ سے بھی ملے، اور نہایت اعتقاد سے  
 پیش آئے، چنانچہ خاندان تیموریہ کو جو محبت اور عقیدت خواجگان چشت سے رہی اور تاحال  
 موجود ہے، اور ان حضرات نے جو مہربانیاں فرمائیں اور تاحال فرماتے ہیں اس کے باعث  
 گویا میر سید اشرف جہانگیر قدس سرہ ہیں، کیونکہ تم محبت آپ نے بویا، اور امیر صاحب نے  
 عقیدت کا پانی اس میں دے کر نشوونما دیا، اور ہمایوں کے عہد میں وہ درخت ہوا، جہانگیر کے  
 زمانہ میں اس میں پھل اور پھول آئے، عالمگیر کے زمانہ میں اگرچہ اس درخت کی پت جھڑ ہو گئی تھی،  
 مگر فرخ سیر کے عہد میں وہ پھر سرسبز ہوا، اور محمد شاہ کے عہد میں بار بار ہوا، اور اکبر ثانی اور ابو ظفر  
 کے عہد میں پھل اس کے تصدق حضرت مولانا فخر صاحب پنخہ اور شیریں ہوتے کہ تمام  
 خاندان تیموریہ کو نصیب ہوئے، تاہنوز خاندان تیموریہ حلقہ بگوش خواجگان چشت ہے الغرض  
 وہاں سے ہرات اور ماوراء النہر آئے، اور حضرت شیخ بہاؤ الدین نقشبندی کی خدمت میں چند  
 دن کے عہد خلافت حاصل کیا، وہاں سے ترکستان میں اگر فرزند شیخ احمد بسوی سے ملے، بخارا  
 میں آئے، وہاں سے غزنی کا بل میں سیر فرماتے ہوئے طمان میں پہنچے، وہاں سے ابو دین شریف  
 زیارت مرقہ منور حضرت گنج شکر سے مشرف ہو کر دہلی آئے، دہلی سے اجیر میں مستفیض ہوئے،  
 وہاں سے دکن میں جا کر سید محمد گیسو دراز سے ملے، وہاں سے سرانند پ گئے، وہاں سے سیر  
 کرتے ہوئے گجرات میں آئے، وہاں سے واپس اپنی خانقاہ میں چندے قیام پذیر رہے،



بعد ا بھرا ہی میر کبیر سید علی ہمدانی تمام دنیا کی سیر کی، پھر خدمت پیر روشن ضمیر حاضر ہو کر تبرکات  
خواجگان چشت اور دیگر نعمت ہائے چشتیہ سے مشرف ہوئے، لکھا ہے کہ اس سیر و سفر میں  
آپ نے ایک سو نو سے کا ملین سے فیضان حاصل کئے، اور جب آخر حضرت مخدوم جلال الدین  
جہانیاں کی خدمت میں حاضر ہوئے، مخدوم نے چار سو کئی پیروں سے جو نعمت حاصل کی تھی  
آپ کے سپرد کی، وہاں سے بخوشی اپنے مقام پر آئے، ایک بار آپ کی مجلس میں علی قلندر  
ان کفنی پوش آئے، اور کہا کہ جہانگیری کہاں سے پائی، آپ نے فرمایا کہ اپنے پیر سے، اس نے  
کہا کہ اس کی تصدیق کیونکر ہوں، یہ سن کر آپ کو جلال آیا اور فرمایا کہ میں جہانگیر ہوں، یہ فرماتے  
ہی علی گرا اور مر گیا، اس کے ہمراہی عفو و تقصیر لائے، اور مرید ہوئے، معارج المولایت سے  
روایت ہے کہ گردہ فقر اہنود سے اور آپ سے ایک بت خانہ پر کچھ بحث ہوئی، آپ نے  
ایک بت کو طلب کیا، وہ فوراً حاضر آیا، اور اپنی زبان سے حضرت کی تعریف کی، یہ کرامت دیکھ  
کر وہ لوگ سب مسلمان ہوئے مشہور ہے کہ آج تک آپ کے باغ میں جانور پنجاں نہیں  
کرتے، اور درود خدا کے حوض کا پانی کبھی گندہ نہیں ہوتا ہے، اور آسیب زدہ درود منور  
کو دیکھتے ہی اچھا ہو جاتا ہے، بلکہ آپ کا نام پڑھ کر دم کرنے سے آسیب بھاگ جاتا ہے،  
لکھا ہے کہ حضرت نے، ۲۲ محرم ۸۸۰ھ میں قبل انذقات تمام احباب کو جمع کر کے سب سے  
رحمت ہوئے، اور حاجی عبدالرزاق کو خرقہ عطا کر کے اپنا صاحب سجادہ کیا، حاجی صاحب  
حضرت کے فرزند دینی تھے، اور بعد فائدہ ظہر مجلس سماع گرم فرائی، قوالوں نے غزل حضرت  
سعدی کی شروع کی، جب اس شعر پڑا تو حضرت کو شوق ہوا،

گر بدست تو آمدہ است اجلم . قدرے خدیا بجا جراتے قسلم

اس پر وجد ہوا، اور ایسا وجد ہوا کہ خارج از تحریر ہے، بعد ا قدرے تسکین ہوئی

پھر قوالوں نے یہ شعر شروع کیا۔

خوب تر زیں و گر پہ باشد کار یار خداں بعد بجانم یار

سیر بلیند جمال جاتاں را جان سپار و نگار خداں را

اس ابیات کے سنتے ہی آتش عشق بھڑکی اور شوق غالب ہوا کہ مثل مرغ نیم بسمل کے

تڑپنے لگے، آخر ایک آہ بھر کر جاں بحق بجاں تقویٰ کی، انا اللہ وانا الیہ راجعون، اور اپنے  
باتع روح آباد میں اندرون حرم کے دفن ہوئے، عمر آپ کی ایک سو بیس برس کی تھی، آپ کی  
تالیفات سے بشارات المریدین اور مکتوبات ہیں اور لطائف اشرفی میں آپ کے کوائف  
عمری خوب تحریر ہیں۔

## ذکر حضرت مخدوم حسام الدین فتحپوری قدس سرہ

عرفان معروف تھے، نقل ہے کہ آپ باوقار اولیا، ہند میں سے ہیں، بہت لوگ آپ کی  
توجہ سے باخدا ہوئے، چنانچہ شیخ بڈھن کی عمر چھ برس کی تھی کہ ان کے والد ان کو مخدوم کی  
خدمت میں لائے اور عمر من کی کہ میرے کئی لڑکے خورد سال مر گئے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ  
آپ کی دعا سے یہ عمر طبعی کو پہنچے، فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ پیر کبیر ہوگا، پھر ان کے والد نے  
عرض کیا کہ اگر کچھ علم بھی نصیب ہو تو بہتر ہے فرمایا کہ عالم متبخر ہوگا، انشاء اللہ تعالیٰ پھر عرض کیا کہ  
علم معرفت بھی تدبیر ہو، فرمایا بڑا عارف ہوگا، عمر دراز ہوگی، چنانچہ شیخ بڈھن بہرہ صفت  
موصوف تھے، وفات حضرت کی سن ۸۰۸ھ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت شیخ اختیار الدین عمر ایرچی قدس سرہ

امیرزادہ ایرچ کے تھے، بوجہ جاذب جذب حقیقی تبارک الدنیا ہو کر پہلے علوم ظاہری سے فارغ  
ہو کر خدمت حضرت قاضی سادی کہ کمال وقت اور خلیفہ حضرت مخدوم نصیر الدین جوارح دہلی  
کے تھے، مرید ہو کر تکمیل علم باطنی کی خرقہ خلافت حاصل کیا اور اولیائے نامدار سے ہوئے وفات  
حضرت کی سن ۸۰۹ھ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت شیخ فتح اللہ دہلی قدس سرہ

کہ خلیفہ اعظم شیخ صدر الدین حکیم  
کے یہ حضرت علماء دہلی سے تھے جامع مسجد دہلی میں وعظ فرماتے، آخر شیخ صدر الدین حکیم کے  
مرید ہو کر مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول ہوئے، جب فقر اور فاقہ سے تنگ ہوئے پیر سے

شکایت کی، آپ نے فرمایا کہ یہ رحمت الہی ہے اس سے تنگ نہ ہونا چاہیے، چنانچہ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا ہے کہ جب فقیر شب کو بھوکا رہا، وہ شب اس کو شب معراج ہے اور جس فقیر نے صبح اُٹھ کر بیت الخلا دیکھا گویا اس نے دوزخ کا دروازہ دیکھا، یہ سن کر آپ اس پر کار بند ہوئے، پھر ایک دن شکایت کی کہ فتوح کار نہیں ہوتا، اور میں مشقت بھی حد سے زیادہ کرتا ہوں، آپ نے فرمایا کہ جو کتب تمہارے پاس ہیں طلباء کو تقسیم کر دو آپ نے بموجب حکم پیر کے بہت سی کتب عند اللہ دے دیں، چند کتب کہ نایاب زمانہ تھیں رکھ لیں، پھر محنت شاقہ میں مشغول ہوئے، مگر کشود کار نہ ہوا، آخر جو کتب باقی تھیں ان کو تقسیم کر دیا، چند کتب ایسی تھیں کہ ان کو تالاب میں لے جا کر دھوئے لگے، دیکھا کہ کل حروف دھل گئے، اور ان کی جگہ رب المعبود لکھا ہوا پایا، اسی وقت کامل وقت ہوئے ہزاروں طالبان حق کو بحق ملایا، اور شیخ قاسم دہلوی اور شیخ محمد علیسی کو خرقہ خلافت عطا کیا، وفات حضرت کی ۸۲۱ھ میں ہوئی، مزار اودھ میں ہے۔

## ذکر حضرت شیخ عین الدین قتال قدس سرہ

کہ فرزند ولید و خلیفہ سادات مند حضرت شیخ سعد اللہ کیسہ دراز کے تھے اور سید امیراہ بھڑاچی سے بھی خرقہ خلافت پہنچا تھا، ظاہراً طریق ملا متیہ کر لیا تھا، رات دن شراب پیتے تھے، علماء نے ان کی شکایت ان کے والد سے کی، انہوں نے ان کو پہلے تو منع کیا کہ اس کار کو چھوڑ دے، مگر ان کی یہ کیفیت ہوئی، کہ کھاتے پیتے طہارت کے واسطے جو پانی آتا سب شراب ہو جاتی، ایک روز فرمایا کہ چاہ سے پانی لا، وہ پانی چاہ سے نکلتے ہی شراب ہو گئی، پھر دریا سے پانی منگایا دیکھا تو وہ بھی شراب ہو گئی، آخر مجبور ہو کر ان کو ان کی رائے پر چھوڑ دیا، جب شیخ سعد اللہ کا وقت رحلت قریب پہنچا، شیخ معین الدین لیسر کلاں اپنے کو طلب کیا، معلوم ہوا کہ وہ موجود نہیں ہیں، آخر فرمایا کہ اس خراباقتی کو لاؤ، آپ اس وقت میخانہ میں تھے، جو شخص بلائے گیا تھا اس کی شکل دیکھ کر طرف آسمان کے دیکھا، اور ساقی سے کہا کہ ایک جام میری تقدیر کا اور ہے، وہ بھی دے دے، ساقی نے جام دیا، آپ نے اس کو پی کر زمین پر دے مارا، اور والد



کی خدمت میں حاضر ہوئے، شیخ نے خرقہ خلافت اور امامت نواجگان چشت ان کو عطا کی، اور انتقال کیا، آپ بعد رحلت پدر کے صاحب سجادہ ہوئے، اور یہاں تک تقویٰ بڑھایا، کہ مقدائے شریعت و طریقت ہوئے، وفات شیخ عین الدین کی ۸۲۲ھ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت شیخ یوسف بدہ ایرجی | خلیفہ شیخ اختیار الدین عمر ایرجی کے، یہ حضرت پہلے خدمت میں شیخ جہانیا

اور شیخ راجن قتال سہروردی میں رہے، اور نعمت ہائے سہروردیہ سے مشرف ہوئے، بعد شیخ اختیار الدین عمر ایرجی کے مرید اور خلیفہ ہو کر مجمع البحرین ہوئے، منہاج العابدین کا ترجمہ فارسی زبان میں فرمایا، اور شیخ سازنگ نے شیخ کو خرقہ خلافت عطا کیا، صاحب تاریخ محمدی نے کہ جو آپ کے سلسلہ میں ہے، آپ کی کرامات کا خوب ذکر اپنی کتاب میں کیا ہے، وفات حضرت کی عین حالت سماع میں ۸۲۴ھ میں ہوئی، اور اپنی خانقاہ میں دفن ہوئے، سلاطین لود نے عالی گنبد مزار مقدس بنایا۔

## ذکر حضرت شیخ شیر خاں بک قدس سترہ | کہ عزیز سلطان فیروز شاہ کے تھے انہایت مغرور، شکرت

مگر جب جذبہ حق دامگیر ہوا، شیخ رکن الدین بن شیخ امام الدین خلیفہ حضرت سلطان المشائخ کے مرید ہوئے، اور جذبہ عشق سے ہمیشہ گریاں رہتے تھے، آنسو ایسا گرم نکلتا تھا کہ اگر کسی کے ہاتھ پر ٹپک جاتا تھا، اس کو سخت گرم معلوم ہوتا تھا، اور عالم تصوف تھے، امیر خسرو کے دیوان پران کا بھی دیوان ہے، زلیخا اور مراۃ العارفين آپ کی تصنیفات سے مقبول کتب ہیں، اور مقبول اللہ آپ کا خطاب تھا، ۸۲۶ھ میں وفات پائی، مزار دہلی میں ہے۔



# تذکرہ اولیائے برصغیر

(پاک و ہند)

پاک و ہند کے چھ سو کے قریب اولیائے کرام کا حقیقی تذکرہ

دوم

مرزا محمد اختر دہلوی

ملک اسیر محمد علی رحمان ماریٹ

غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور

marfat.com

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب..... تذکرہ اولیائے بر صغیر

مصنف..... مرزا محمد اختر دہلوی

تعداد.....

طبع..... اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

ناشر..... ملک اینڈ کمپنی لاہور

قیمت.....

واحد تقسیم کار

شعبہ برادرز 40 فی اردو بازار لاہور



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

ذکرِ شیرِ بیشہ ولایتِ ہمائے اوج کرامتِ غواص بحرِ معرفت  
غضنفرِ بادِ یہ محبوبیتِ الاقطابِ فسادِ افرادِ سیدِ السادات  
حضرتِ مخدوم علاؤ الدین احمد صابر کلیری قدس اللہ سرہ العزیز

حضرت صحیح النسب سادات عظام اور اولادِ امجاد حضرت غوث الاعظم میراں محی الدین سید  
عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے، کہ حضرت مخدوم علاؤ الدین علی احمد  
صابر ابن سید شاہ عبدالرحیم بن سید عبدالسلام بن سید سیف الدین بن عالی جناب حضرت  
سید عبدالوہاب ابن حضرت غوث الاعظم میراں محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
عجائبِ حال غریبِ احوال آپ کی والدہ ماجدہ ہمشیرہ جناب حضرت بابا صاحب فرید الملک  
والدین گنج شکر اچودہنی کی تھیں، ولادت باسعادت حضرت کی ۹ ماہ ربیع الاول ۵۹۲ھ بمطابق  
پنج شنبہ بعد از نماز تہجد کہ ایک پہر لات باقی تھی کہ حضرت تولد ہوئے، اسی وقت حضرت سے  
اظہار کرامت ہوا۔ کہ حضرت ولی مادر زاد تھے۔ صاحب انوار الشہود تحریر کرتے ہیں، کہ حضرت کی دایہ  
کابیان ہے کہ جس وقت شکم مادر سے باہر ہوئے تو سر مبارک قبلہ کی طرف تھا، اور میری یہ  
مجال نہ ہوئی کہ بے وضو میں غسل کراتی۔ مورخاں معتبر کی تحریر سے واضح ہے کہ آثار تہجد، صبر و  
قناعت روزِ اول ہی سے شروع تھے، کہ بجائے سواد و سال کے حضرت نے کل چھ ماہ چالیس

یوم شیر مادر نوش فرمایا، ایام شیر خواری اور طفلی کے خوارق و کرامت جو حضرت سے ظہور میں آئے اگر مفصل تحریر کئے جائیں تو دوسری اور کتاب تیار ہو جو تھے سال حضرت کی زبان کھل، پہلا جو لفظ زبان حق بیان سے صادر ہوا وہ یہ تھا۔ لا موجود الا اللہ ﷻ میں آپ یتیم ہوئے ایک سال کامل خاموش رہے، بعد ازاں کے جذبہ حق و انگیز ہوا، حضرت کے مجاہدہ اور مشاغلوں اور ترک طعام اور لنگر تقسیم کرنے کی کیفیت کتابوں میں مشرح درج ہے اور تاریخ، ۱۱ محرم الحرام بروز پنج شنبہ بعد نماز اشراق ۶۲۳ھ میں حضرت بابا صاحب نے آپ نے اپنا مرید فرمایا، دو سال آپ نے حجر سے قدم باہر نہ رکھا، چنانچہ حضرت کا حجر مبارک پاک پٹن شریف میں تاحال موجود ہے، اب تک اس حجر میں ایسے ویسے کام نہیں کہ ٹھہر سکے، کتابوں میں لکھا ہے کہ بعد عطائے خرقہ خلافت حضرت بابا صاحب نے آپ کو شاہ ولایت دہلی فرمایا اور سند تحریر فرمادی، چونکہ مہر بابا صاحب کی حضرت قطب جمال بانسوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس رہتی تھی، حکم تھا کہ ہانسی جا کر مہر کر لینا، پس آپ کا وہاں تشریف لے جانا اور وہاں بزرگوں میں باہمی رنجش کا پیش آنا، سیر الاقطاب میں مشرح درج ہے، بعد ازاں کے ولایت کلیر حضرت کو مرحمت ہوئی اور حسب الحکم پیر روشن ضمیر اجودہن سے چل کر ۱۵ ماہ ذی الحجہ ۶۵۳ھ بروز شنبہ قریب کلیر شریف پہنچ کر نزول اجلال فرمایا دوسرے روز شہر میں داخل ہوئے اس وقت کی کیفیت بھی سیر الاقطاب وغیرہ کتابوں میں تحریر ہے پس جب اہالیان شہر کلیر اپنے اعمال شنیعہ کی سزا پا چکے تو حضرت نے دور شہر کے حدود سے ایک درخت گولہ کے نیچے جا کر قیام فرمایا اس شہر میں جو لوگ آپ کی ولایت کے منکر تھے، ایک محنت ان پر مسجد کی پھت گری اور سب دب کر مر گئے، کتاب معارج الولاہیت میں لکھا ہے، کہ ولایت حضرت کی ولایت موسوی تھی، اور قلب حضرت کا قلب اسرائیل پر واقع ہوا تھا، خیر و شر میں جو کچھ معجز بیان سے صادر ہوتا فوراً اس کا ویسا ہی ظہور ہوتا تھا، حضرت اوقات مبارک کو قلندر مشرب اور ابدال و ش گزار تے تھے، اول اول آراستگی باطن میں اس قدر مستغرق رہتے تھے کہ اسم ظاہر پر کبھی التفات نہ رکھتے تھے۔ آخر میں بالکل کونین سے بے پرواہ ہو کر مستغرق بحر شہودات ہو گئے تھے اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف آتے تھے۔ ہر وقت ہر لحظہ عذبات و محنت رہتے تھے، ذات مبارک ظہر حلال

حضرت صمدت تھی، یہ کلی قاعدہ ہے، کہ جس کسی کو عشق الہی پیدا ہوتا ہے تو اس عشق کی آگ دل سالک سے ماسوائے کو جلا دیتی ہے تو پس حضرت کو اعلیٰ مرتبہ تھا، جس طرح حضرت بابا صاحب آپ سے پیش آئے تھے، اس سے آپ کا مرتبہ اعلیٰ ظاہر ہے۔ اکثر قطب ابدال کا یہی قاعدہ رہا ہے، چنانچہ شیخ شمس الدین اور شیخ فخر الدین عراقی وغیرہ کے کوائف عمری اور عجائب حالات اکثر کتابوں میں موجود ہیں، اہل صفا ذوق اور شوق مشاہدہ دوست حقیقی میں بصر اور بصیرت ان کی رعایت مدح اور قدح خلق منظور نہیں کرتے اگر بعض کو ناہمتی سے نگاہ بجانب خلق ڈالتے ہیں تو ان کو مقام معرفت حق میں راہ نہیں، اس مقدمہ میں مذہب اہل صفایہ ہے، کربہ جماعت و ارث انبیاء ہے، معصیت سے معصوم کس واسطے کہ ان کے افعال اور اقوال موافق وحی کے ہوتے ہیں، اس واسطے سوائے مشیت ایزدی کے یہ لوگ اپنے ارادہ سے کچھ نہیں کرتے **يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُحْكُمُ مَا يُرِيدُ** چنانچہ ذات مبارک حضرت کی مطلق مستغرق حق تھی، کسی امور صوری اور معنوی میں مخالفت امر حال کو دخل نہ دیتے تھے ایسے مقام اولیا کو معصیت سے محفوظ رکھتے ہیں، کس واسطے کہ یہ تمام عالم مطلوب حقیقی کے جویاں رہتے ہیں۔ اعتراض کرنا اس گروہ پر ذرا حسد ناہینائی ہے، سیر الاقطاب سے نقل ہے کہ بعد ویرانی کلیر شریف کے ہر روز حضرت کی زیارت کرنے اس قدر خلقت آتی تھی، کہ وہ جنگل آبادی شہر سے بھی بہتر معلوم ہوا کرتا تھا۔ ایک نقل مشہور ہے کہ حسن قمال بابا صاحب کا اجودہ بن سے واسطے کچھ حاصل کرنے زر کے عازم ہندوستان ہوا، جس مرید کے پاس گیا اس نے بہت کچھ دیا، اس کو یہ خیال ہوا کہ اب کلیر چلے کہ سید علاؤ الدین علی احمد صابر اعظم خلیفہ اور بابا صاحب کے بھانجے اور کلیر کے شاہ ولایت ہیں بہت کچھ ملے گا، الغرض جب یہ کلیر میں آیا، اس کو ویران دیکھا، اس پاس کے گاؤں والوں سے دریافت کیا، کہ خانقاہ صنابر کس جگہ ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ ایک ٹیلہ پر ایک گولہ کے درخت کے نیچے ایک بھونس کی بھونپڑی ہے وہاں رہتے ہیں۔ الغرض قوال اسی پتہ پر آیا، بھونپڑی کو خالی پایا، سمجھا کہ کسی حاجت ضروری کو گئے ہوں گے، جب بہت دیر گزری، اس نے بھونپڑی کے گرد دیکھنا شروع کیا، دیکھا کہ گولہ کا ٹھنڈا پکڑے بے خود کھڑے ہیں یہ بادب کھڑا رہا، بہت دیر کے بعد آنکھ کھولی اور فرمایا کہ تو کیستی، اس نے عرض کیا کہ فرید الدین



کا قوال، آپ نے فرمایا، کہ کون فرید اس نے جل کر جواب دیا، کہ تمہارے شیخ، اس وقت آپ نے تبسم کر کے فرمایا کہ میرے شیخ اچھے ہیں، اور اس قوال کو ہمراہ لے کر جھونپٹری میں آئے جو لمبے پر ایک مٹی کی ہانڈی رکھی ہوئی تھی۔ اس میں چند گولہ تھے، وہ اس قوال کو مرحمت فرما کر رخصت کیا۔ قوال اپنے دل میں بہت جلا۔ اور کہا کہ میں بھی یہ گولہ بابا صاحب دکھاؤں گا۔ اور کہوں گا، کہ آپ کے پیارے مرید نے یہ داتاری کی یہ سمجھ کر اجودہ میں آیا۔ جب بابا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا آداب بجالایا، قدمبوسی کر کے ہر ایک مرید کی خیریت عرض کی، آپ ہر ایک کا حال استفسار فرماتے رہے، آخر آپ نے پوچھا کہ میرے صابر کو بھی دیکھا، اس نے عرض کیا کہ میں تو ان کی بہت امید کر کے گیا تھا، مگر وہاں جھونپٹری ثابت بھی نہیں اور بڑے مغرور ہیں، بڑی دیر تک کھڑا رہا، آپ حالت سکر میں رہے۔ جب چشم کھولی، میں نے سلام کیا، پوچھا تو کون ہے۔ میں نے کہا کہ بابا فرید الدین کا قوال اس پر انجان ہو کر پوچھا کون فرید میں نے کہا کہ تمہارے پیر اس وقت کہا کہ ہمارے شیخ اچھے ہیں، اور یہ گولہ داتاری کی ہیں کمر سے نکال کر پیش کئے آپ نے دونوں فرمائے، باقی حاضرین کو دیتے اور دو رکعت دو گانہ ادا کی۔ کہ آج میں شیخ ہوا، حاضرین نے عرض کیا کہ آپ پہلے شیخ نہیں تھے فرمایا کہ وہ صابر نہ تھا۔ وہ کئے والا اور تھا، جس نے ان گولہوں میں سے قدرے کھلیا۔ اس کے نور باطن میں ترقی ہوئی، صاحب سیر الاقطاب کہتے ہیں کہ میں نے پچشم خود دیکھی، کہ شیر اپنی دم سے چاروب کستی کرتا ہے۔ حضرت منذ آخر عمر میں خرقہ خلافت حضرت شیخ شمس الدین ترک کو عطا فرما کر جانب پانی پت رخصت کر کے ولایت ال شہر کا فرمایا اور وقت رخصت آپ نے حضرت سے عرض کیا، کہ اس جگہ شیخ شرف الدین بوعلی قلندر صاحب ولایت ہیں، جواب میں حضرت نے فرمایا، کہ وقت ان کا آخر ہوا وفات حضرت کی ۱۳ ربیع الاول سن ۷۱۷ میں ہوئی، عین حالت سماع میں۔ بعد سلطان جلال الدین خلجی اور بروایت ثانی آپ کی تاریخ وفات جان گنج شکر ہے، صاحب مرآۃ الاسرار راوی ہیں، کہ حضرت ہم عصر حضرت سلطان المشرع تھے، اور دونوں بزرگوار میں کمال محبت اور اتحاد تھا، اور چند سال پہلے حضرت سلطان المشرع سے انتقال ہوا، مرقد پاک بمقام کلبر قبلہ حاجات خلق ہے اور تصرفات الکا جاری ہے، کہ مریدان صادق روحانیت حضرت سے فیض یاب ہوتے ہیں اومان کے مدارج دینی و دنیوی و معنوی ملے ہوتے ہیں۔ کہ اگر انکو

شرح وار لکھیں تو دوسری کتاب تیار ہو۔ صاحب سیر الاقطاب نے لکھا ہے، بعد وفات حضرت کے مجاوران درگاہ تاب جلال نہ لاکر خوف آمد شیراں دور جا رہے تھے، بعد ایک مدت کے اہل ہنود نے روضہ عالیہ کے قریب دیہی کا منہ تیار کرایا۔ قریب تھا، کہ روضہ مطہر منہم ہو، مگر شیراںی وقت آپہنچا، اور بہت سے ہنودوں کو ہلاک کیا باقی قراہ ہوئے اور پھر اس طرف منہ نہ کیا، ایک روز ایک ہنود فقیر اس جگہ آگیا، نورانی جگہ دیکھ کر سمجھا، کہ یہ کسی واصل حق کا مزار ہے، مگر بسبب خصومت قدیم مذہبی کے اندر روضہ کے آیا، اور تربت کو مسما کرنا چاہا۔ اور اپنی کھالوں سے مزار کو ڈبانے لگا، چند خشت نکالی تھیں اور چاہتا تھا، کہ اندر سے قبر کو دیکھے، کہ اس میں کیا ہے، اسی وقت غضب الہی میں گرفتار ہوا، دم اس کا بند ہو کر ہلاک ہوا۔ جب رات ہوئی، خدام آستانہ کو خواب ہوا، کہ گویا شیخ شریف لائے، اور فرماتے ہیں کہ ایک شخص بے ادب مزار کے لئے آیا تھا، اپنی سزا کو پہنچا ہے ابھی تک گرفتار ہے، جاؤ اور اس کو نکالو صبح جلدی سے مجاور پہنچے، اور اس فقیر کے مردہ کو گھسیٹ کر دور ڈالا، اس روز سے پھر کچھ آبادی ہوئی، بہت روز تک یہ کیفیت رہی۔ عرس شریف میں بھی رات کو کوئی مزار شریف کے قریب نہ ٹھہر سکتا تھا، اب ہزار ہا آدمی جمع ہوتے ہیں نہ وہاں چوکی، نہ کسی قسم کا پہرہ نہ پولیس نہ تحصیل کوئی محافظ نہیں ہوتا، مگر چوری حملہ کاری نہیں ہوتی، اور حاضرین کو غلی قدر مراتب سکرا و سرور رہتا تھا۔

لاقم الحروف مرزا احمد اختر مقیم حال قصبہ کرانہ ضلع مظفرنگر اپنی بیٹی عرض کرتا ہے، اس ناچیز نے سترہ برس سیر و سیاحت کر کے بزرگان عہد کو دیکھا، بعض کے انفاس متبرکہ سے فیض پایا، ہندوستان کے اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت سے مشرف ہوا، حضرت کی زیارت کا اشتیاق تھا، مگر عمداً کئی سال تک حاضر نہ ہوا تا وقتیکہ خود نہ بلائیں اور پہلے اپنی زیارت سے مشرف نہ فرمائیں نہ حاضر ہوں گا۔ آخر ایک شب بعد نماز تہجد کے میں ذکر کر رہا تھا، حجرہ میں اندھیرا تھا، یکایک برق کی ایسی چمک معلوم ہوئی کہ میں ڈر گیا، سمجھا کہ بجلی گری بدن میں لرزہ پیدا ہو گیا، تعجب نہ تھا کہ قالب سے روح پرواز کر جاتی کہ ناک میں خوشبو آتی، ذرا فرحت ہوئی، دیکھا تو تمام حجرہ لوئے عنبر سے معطر تھا، اور ایک شخص نورانی دکھائی دیا، مگر اس کے منہ پر ایسی روشنی تھی، کہ جس کی جوت

زمین پر پڑتی تھی، میری تاب نہ تھی کہ میں روئے انور کو دیکھ سکتا، ایک نظر ہڑتے ہی آنکھوں کو چونڈ لگ گئی تھی، تھوڑی دیر کے بعد وہ کیفیت جلالی تھی اور میرے جسم کو بوائے مرد لگی، مگر مجھ میں حس و حرکت کی قوت نہ تھی، کان میں آوازیں آتی تھیں تو میری ولایت میں میری قانات کے نیچے رہتا ہے اور میرے سلام کو نہ آیا، مجھ ہی کو تکلیف دی، یہ سنتے ہی میں توبے دوش ہو گیا۔ اور اس قدر سببت طاری ہوئی، کہ صبح کی نماز بمشکل ادا کی گئی، اور وہ حجر و کئی دن معطر رہا، فرزند میرا سخت علیل تھا، اطباء نے جواب دے چکے تھے، اسی وقت اس کو کلی صحت ہوئی، ال روز سے تصرف اور یہ عنایت ہے کہ جب کبھی کوئی مشکل پیش آتی اور حضور کی روح پاک کی طرف رجوع کی، اسی روز بحالت خواب زیارت سے مشرف ہوا، اور وہ مشکل حل ہوئی بے شک ذات باہر کات مشکل کشا ہے بعد انتقال حضرت کے سلاطین دہلی نے چاہا کہ کلیر کو از سر نو آباد کریں، مگر تصرفات ولایت حضرت سے میر نہ ہوا، صاحب اقتباس الالوار تحریر فرماتے ہیں، کہ بعد انتقال حضرت قریب مزار پر انوار حضرت کے کوئی نہ جاسکتا تھا، کس واسطے کہ جہاں کسی نے قریب مزار شریف کے قدم رکھا، ایک برق مزار محل سے پیدا ہو کر اس کو جلا دیتی تھی۔ جب حضرت قطب عالم بندگی عبد القدوس گنگوہی قدس سرہ، بقصد زیارت جاب کلیر روانہ ہوئے، اور مزار مبارک سے ایک کوس کا فاصلہ رہا، یکایک برق چمک کر ان کے نزدیک آتی ہی تھی کہ آپ نے بصد عجز عرض کیا کہ غلام مشتاق زیارت ہے ابگے جیسے مرضی، اسی وقت وہ برق ناپید ہوئی جب قریب رومنہ کے پہنچے پھر برق بدستور چمکی، حضرت نے پھر بصد نیاز عرض کیا کہ بندہ برائے زیارت حاضر ہوا ہے، سر دینے کو تیار ہے، اسی وقت برق ناپید ہوئی، جب آپ قریب تربت اقدس کے گئے، پھر بدستور برق چمکی چاہتی تھی، ان پر گرے مگر یہ نہ ٹلے۔ استقلال سے عرض حال کیا، برق ناپید ہوئی، اور روحانیت حضور کی مجسم ہو کر مزار سے باہر آئی، اور بندگی شیخ عبد القدوس کو نفل میں لیا، اور مہربانی سے فرمایا، کہ تو میرے سلسلہ میں ہے، ال وجہ سے بچ گیا ورنہ ال جگہ پہنچنے کی کسی کو مجال نہیں ہے، حضرت قطب عالم نے عرض کی برق جلال اپنی کو نیا م کیجئے اور سر جمال آیتے خلق اللہ کو اپنی زیارت سے مشرف کیجئے، کہ عالم آپ کی برکات سے فیضان حاصل کرے، حضرت نے فرمایا کہ عبد القدوس تیری خاطر سے برق ذات اپنی کو عالم لامکان میں مسطور کیا اور اپنی صفات جمالیہ سے بقدر ایک ذرہ کے اس تربت پر جلوہ دیتا ہوں، اسی روز سے قریب عرس شروع ہوئی



اور خوان فیوضات کا عام طور پر عالم کے واسطے کشادہ ہوا، جان پناہیئے کہ ملفوظات بابا صاحب میں ذکر حضرت کاکم واقع ہوا ہے، اس کا سبب یہ ہے کہ کل ملفوظات بابا صاحب کے حضرت شیخ جمال بالنسوی کی رائے سے تیار ہوئے اور اگر کسی نے لکھا بھی تو ان کی خاطر سے کم ذکر کیا، کہ سب کو شیخ جمال کی مروت تھی، کس واسطے کہ یہ بابا صاحب کے پرانے مرید تھے، مگر حجت کمالیت ولایت حضرت علی احمد صابر کے وجود باوجود اور مریدان اور خلفائے سلسلہ حضرت سے اظہر من الشمس ہے اور تاحال سلسلہ جاری ہے، اور نور باطن اس سلسلہ عالیہ کا تمام ملک میں چمک رہا ہے۔

نقل ہے، کہ ایک قوال جو مولوی فتح محمد صاحب کا مرید اور کچھ پڑھا ہوا بھی تھا، اس نے ایک قصیدہ حضرت کی شان میں لکھا، عرس شریف میں حاضر ہو کر بھیرویں میں اس کو رو برو مزار کے گانا شروع کیا، کہ یکایک ایک سوار آیا اور آستانہ پر گھوڑے سے اتر کر ایک عقان ملل اور اس پھتیس روپے رکھے تھے قوال مذکور کو دے کر اٹھے پاؤں چلا گیا اور غائب ہو گیا، صاحب اقتباس الانوار اور اور مرآۃ الاسرار متفق ہیں کہ سیر الاولیاء میں احوال خلفائے حضرت گنج شکر لکھا ہے۔ مگر حضرت کے بارہ میں اتنا ہی لکھا ہے کہ فقیر بزرگ صاحب نعمت کہ اس کو شیخ صابر کہتے ہیں اچھا فقیر ساکن کلیر تھا۔ اور پیوند بخدمت حضرت فرید الدین گنج شکر رکھتا تھا اور صاحب اجازت بھی تھا۔ بابا صاحب اپنے خلفا سے ایک کو رخصت فرماتے تھے کہ شیخ صابر نے عرض کی کہ میرے باب میں کیا حکم ہے بابا صاحب نے فرمایا، کہ صابر برد بھوکا خوابی کرو، بھوکا ہندی ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ تجھے عیش میں گریزے گی، پس آخر عمر تک ان کی عمومیت ذات کی عیش میں گزری اور بہت کشادہ پیشانی رہے، وہ فرماتے ہیں کہ سیر الاولیاء معتبر کتاب ہے، اس کا یہ کلام ہم کو اچھا معلوم ہوا کہ یہ کلمہ جمع کا ہے۔ حضرت گنج شکر نے کتنی نعمتیں ان کے حق میں ایثار فرمائیں۔ اگر کہیں کہ بھوکا راحت ہائے دنیا و آخرت ہے سچ ہے اگر کہیں کہ مراد خوراک راحت ہے تجلیات جلال جمال کہ منظر ہائے گوناگون میں اوپر سالک کے وارد ہوں، یہ بھی درست ہے کہ اگر کہیں کہ راحت ہائے قرب حق ہے عین مشاہدہ بعد حضور کے کہ عارف پر عتاب و خطاب میں ہوتا ہے کبھی لذت عتاب میں غرق ہوتا ہے۔ کبھی شوق خطاب میں مثل برق کے چمکتا ہے، یہ بھی نہایت زیبا ہے۔ مگر نزدیک فقر کے بہترین راحت کا راحت

تخیر ہے کہ عارف کامل کو فنا کر دیتی ہے، تو حید میں یعنی ذات مطلق ایسی عمو ہوتی ہے کہ ہر چند آپ کو ڈھونڈے نہیں پاتا، حرکات و سکنات اس کے مثل تمام کے ہوتی ہیں، چنانچہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اکثر فرمایا کرتے تھے، اللہم زرنی تخیراً یعنی اسے پروردگار میرے زیادہ کر تخیر اور پر میرے، پس کمالات حضرت سید علاؤ الدین علی احمد صابر کے قیاس کرنے چاہئیں، کہ حضرت کنج شکر نے وقت رخصت کے اپنے خلفا کو کیا تعلیم فرمایا، ان کی نسبت کیا کلمے فرمائے جو کتبائے چشتیہ میں موجود ہیں، اور حضرت کی نسبت صرف کلمہ فرمایا دوسرا نہ کہا، نزدیک اہل صفا کے مقرر ہے، کہ جو مرید حضور پیر میں برتبہ تکمیل کو پہنچ جاتا ہے، اور قرب حق حاصل کر لیتا ہے، اس کو پھر وصیت نہیں کرتے، کس واسطے کہ وہ امر حال سے آشنا ہو چکا ہے، اور فنا، احدیت جلوہ گر ہوتی، پس ایسے مرید کے حق میں وصیت کرنا نزدیک اس طائفہ کے فہول ہے:

بعض کا اعتراض ہے کہ اور بزرگوں کے حالات بہت بہت درج کتب تواریخ ہیں، ان کے کشف و کرامات زیادہ کیوں نہیں مشہور ہیں اگرچہ میں کسی صاحب کو جواب دینے کے لائق نہیں مگر اس کے چند وجوہ ظاہر ہیں اول تو یہ کہ یہ حضرات متکررات فرماتے تھے اظہار کرامت کو بڑا جانتے تھے، دوسرے یہ کہ حضرت کا جلال ایسا تھا، کہ آپ کے نزدیک جانے کی ہر کسی کو مجال نہ تھی صادق الاعتقاد جو زیارت کو جلتے وہ بھی دوری سے زیارت کر کے چلے آتے تھے سووم یہ کہ جب سے کلیر میں آکر اس کو شرف شریف بخشا، کبھی کسی آبادی میں نہیں گئے، صحبت خلق سے تو اوایل ہی سے نفرت تھی، چہاں یہ کہ آپ کو استغراق ایسا تھا کہ ہر وقت بحر شہود ذات میں مستغرق رہتے تھے، اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف آنے کی ان کو کیا ضرورت تھی، پنجم یہ کہ بعض حضرت اپنی شہرت کو معیوب سمجھتے ہیں، الا ان اولیاء اللہ تحت القیانی لا یعرفہم غیری، موجود ہے۔ چنانچہ بعض ایسے ہوئے ہیں اور موجود بھی ہیں، کہ انہوں نے اپنے کو پروردہ ملامت میں پھپایا اور حضرت کے مزاج مبارک میں تو کمال درجہ کی ترک و تجرید اور احتیاط تھی، ششم یہ کہ حضرت شاہ ولایت خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے خلیفہ آپ کی خدمت میں رہے، آپ کے انفال منبر کہ سے فیض پایا، اگر ان کی کیفیت بھی دیکھنی ہو، تو اخبارات اولیاء اللہ سے منکشف ہو

سکتی ہے، کہ وہ بھی صاحب ترک و تجرید اور صاحب استغراق تھے پس غور کیا جائے کہ آپ کے غلاموں میں کیسے کیسے زبردست اور کامل مکمل حضرات گزرے ہیں آگے اس کتاب کو دیکھنے سے ان کی کیفیت معلوم ہو جائے گی، حضرت کے مزار گھر بار سے تاحال جو فیض جاری ہے وہ اظہر من الشمس ہے، دور دور سے لاکھوں آدمی آتے ہیں اور دامن مراد کو پر کر کر لے جاتے ہیں، میں نے بہت سے بزرگوں کے اعراس دیکھے ہیں، مگر اول نمبر اجماع خلایق چار جگہ ہوتا ہے، ایک حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ کے عرس میں دوم حضرت کے عرس شریف میں نمبر سوم کوٹ مٹھن شریف میں حضرت فرید ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک میں کہ یہ عرس، ربیع الآخر کو ختم ہوتا ہے، چوتھا عرس حضرت خواجہ شاہ سلیمان صاحب تونسوی رحمۃ اللہ علیہ صابر کی کرامت ظاہر فیضان عام ہے جس کو اس سے انکار ہے وہ اس فقیر کا تب الحروف کے ہمراہ مزار مبارک پر حاضر ہو کر اطمینان کر لے، یہ بدنام قصبہ کرا نہ ضلع مظفرنگر میں تاحال زندہ موجود ہے۔

ذکر شمس العالم لامثال بدر منازل حضرت جمال معدن علوم  
لدنی پروردہ لطف رسول مدنی آئینہ جمال و جلال حقانی حضرت

شیخ شمس الدین ترک قدس اللہ سرہ

آپ خلیفہ حضرت شیخ علاؤ الدین علی احمد صابر کے تھے اور نیز حضرت گنج شکر سے بھی حرقہ خلافت حاصل کیا تھا، شان بزرگ اور کرامات وافر رکھتے تھے، ہمیشہ ریاضات اور مجاہدات اور تصفیہ باطن میں مستغرق رہتے تھے، اور غایت تجرید سے لباس قلندرانہ چرمی پہنتے تھے دنیا اور رسم دنیا و عقبی سے مستغنی تھے، اور جو کچھ زبان مبارک سے نکلتا تھا، فوراً اس کا ظہور ہوتا تھا، سلسلہ نسب آپ کا اس طرح پر ہے، یعنی شیخ شمس الدین ترک بن سید احمد بن سید عبد المؤمن کہ فرزند ان حضرت خواجہ احمد بسوی کے تھے، نسب آپ کا حضرت محمد حنیف بن حضرت علی مرتضیٰ سے ملتا ہے، صاحب سیر الاقطاب تحریر فرماتے ہیں کہ آپ شاہ ولایت بدای پت



کے تھے اور جاتے مولد آپ کا ترکستان ہے، صاحب اقتیاس الالوار ناقل ہیں کہ قبل از تشریف آوری ہندوستان کے ایک روز ایک مجلس میں اکثر مردم سادات جمع تھے ادا کا بر شہر بھی موجود تھے، ایک شخص نے حضرت سے کہا، کہ تمہارے سید ہونے کا کیا ثبوت ہے، آپ نے فرمایا میں نے اپنے آباء سے سنا ہے اور نسب نامہ میرے پاس ہے اس شخص نے کہا کہ اس کا ثبوت دشوار ہے ہم کیونکر قبول کریں کہ وہ سند آپ ہی کی ہے یہ بات سنتے ہی آپ کو جوش آیا فرمایا کہ یہ بات موقوف رکھو سید کی واڑھی کا بال آگ میں نہیں جلا کر تاہم تم دونوں آگ میں گھسیں جو جل گیا وہ سید نہیں اس سے بہتر اور کوئی دلیل نہیں آخر تنور گرم میں حضرت گھس گئے مٹا آتش سرد ہو گئی ایک تار بھی جامہ مبارک نہ جلا اور غیب سے ایک چشمہ برآمد ہو گیا۔ کہ جس کے پانی سے حضرت نے وضو کر کے دو گناہ ادا کیا، بعدہ اس طاعن سے کہا کہ آپ بھی وعدہ وفا کیجئے وہ لاچار ہوا، اور جب نزدیک تنور کے گیا شعلہ آتش برآمد ہوا، اور اس کے کپڑوں میں آگ لگی اس نے شور کیا، تمام اہل مجلس نے بھی شور مچایا، حضرت نے جلدی سے اس کو بھٹاما مٹا آتش سرد ہو گئی، تمام مجلس اس حال کو دیکھ کر اعتقاد لائی، بعد اس کے متوجہ طرف ہندوستان کے ہوئے اور بخدمت حضرت علاؤ الدین علی احمد صابر حاضر ہو کر بیعت ہوئے اور خلافت حاصل کی، بعض نے یہ کیفیت پانی پت کی لکھی ہے شیخ شاہ علی ہشتی سیرالقطاب میں تحریر کرتے ہیں کہ نام پاک حضرت برائے ہر مہم دہر رنج مشکل کے با وضو بعد نماز عشاء ایک لاکھ مرتبہ پڑھے بحکم خدا وہ کام پورا ہو، یعنی بصدق دل پڑھے، یا شمس الدین ترک، بعض نے لکھا ہے کہ ہر سو بار کے بعد یہ کہے یا شمس الدین ترک پانی پتی مشکل کشا وہ لکھتے ہیں کہ میرا تجربہ ہے اور جس کو میں نے اجازت اس عمل کی دی ہے اس کا کام ہو گیا ہے، چنانچہ کاتب المعروف نے بھی تجربہ کیا ہے اور ایک صفت اور دیکھی ہے کہ اگر کار ہو نہا نہیں ہے تو ہر گز یہ عمل پورا نہ کر سکے گا، اگر ممکن ہو ایک شب میں تمام کرے اور دوسروں سے پڑھوادے اگر نہ ہو سکے چالیس روز میں پورا کرے مگر حرام کی نیت نہ ہو اور نہ نقصان ہوتا ہے ادا آپ کے سلسلہ میں یہ رسم جاری ہے، کہ جس مرید کے گھر شادی ہوتی ہے، پہلے با احتیاط تمام حضرت کی نیاز ہوتی ہے۔

صاحب مرآۃ الاسرائیہ لکھا ہے کہ حضرت بمقام ترکستان علوم معقول و منقول منطق

ریاضی، ہیئت ہندسہ وغیرہ سے فارغ ہوئے، تجرید و تفرید اختیار کر کے بطلب مرشد کامل گھر چھوڑا، بزرگان ماوراء النہر سے ملاقات کی، کسی کی خدمت میں وابستگی نہ ہوئی، آخر عازم طرف ہندوستان کے ہوئے اور میرکناں بمقام اجودھن آئے بابا صاحب کی خدمت میں نیاز حاصل کیا، اوزنجر و مشاہدہ جمال حضرت سید علی احمد صابر حجاب اٹھ گیا، اور سر اپنا حضرت کے قدموں پر رکھا اور بشرف بیعت مشرف ہوئے، حضرت نے آپ کے حق میں اس وقت فرمایا کہ شمس الدین فردین خدا سے چاہتا ہوں، کہ میرا سلسلہ تجھ سے جاری ہو اور تاقیامت جاری رہے الغرض بعد ازاں خدمت حضور میں مشغول ہوئے، اور روز بروز کسب سلوک اہل صفائیں ترقی کرنے لگے، چند روز میں سیر سلوک تمام کیا، اور اللہ تعالیٰ نے تھوڑی مدت میں بوسیدہ خواجگان چشت تکمیل ارشاد کو پہنچایا، کہ دوسروں کی تربیت میں مشغول ہوئے، اکثر احوالات عجیب خوارق عادات غریب مثل اولیاء ظاہر ہونے لگے، آخر خرقہ خلافت پایا، اور خدمت حضرت گنج شکر سے گونا گوں نعمتیں حاصل کیں اور بابا صاحب نے اجازت نامہ بخط حاصل تحریر فرما کر عنایت کیا اور اسم اعظم تعلیم فرمایا، دوسری سند حضرت پیر روشن ضمیر حضرت شیخ علی احمد صابر سے حاصل کی اور آپ نے بھی اسم اعظم اور دیگر نعمتائے چشتیہ عطا فرما کر ارشاد کیا، کہ شمس الدین بعد ائصال میرے تین روز سے یہاں زیادہ یہاں نہ ٹھہرنا، اللہ تعالیٰ نے تجھ کو صاحب ولایت پانی پت کا کیا ہے، وہاں جا رہنا اور گم گشتگان باہیہ ضلالت کو ہدایت کرنا اور مدد و معاون اس دیار کے رہنا، انہوں نے عرض کی، کہ وہ ولایت حضرت قلندر صاحب کی ہے ان سے کس طرح صحبت ہوگی، فرمایا کہ کچھ ڈر نہیں ان کا وقت آخر ہوا جس وقت تو پانی پت پہنچے گا وہ اس عالم فانی سے نکل فرمادیں گے، آپ نے عرض کیا، میرا ارادہ یہ تھا کہ باقی عمر جاروب کشی آستانہ حضور میں بسر کروں، حکم والا ال طرح ہے، مرضی مولیٰ انہیہ اولے۔

صاحب سیر الاقطاب نے لکھا ہے کہ شیخ شمس الدین قدس سرہ بعد پانے خلافت کے حضرت مخدوم شیخ علاؤ الدین علی احمد صابر سے واسطے پردہ کے سلطان غیاث الدین بلبن کے مصاحبوں میں نوکر رہے ہیں اپنے کمال کو لباس اغنیاء میں پوشیدہ رکھا، مگر آپ کے کمال کی شہرت ہونے کے باعث یہ لکھا ہے کہ سلطان نے ایک قلعہ پر یورش کی اور محاصرہ کئے ہوئے ایک مدت گزیر گئی

تھی فتح میسر نہ ہوتی تھی، ایک شب کو ہوائے تند اور بارش بکثرت ہوئی، تمام لشکر اسلام کے نیچے گر گئے اور سب کثرت بارش کے آگ تمام لشکر کی بچھ گئی یہاں تک کہ سلطان کے خیمہ کی بھی شمع گل ہو گئی، خدمت گار سلطان آفتابہ لئے پھرتا تھا، کہ کہیں آگ مل جائے، تو سلطان کے وضو کے واسطے پانی گرم کر لے، اس نے دیکھا کہ ایک خیمہ میں چراغ روشن ہے اور خیمہ کو بھی کوئی آسیب نہ پہنچا، وہ خیمہ حضرت کا تھا، وہ خدمت گار آپ کے خیمہ میں آیا، آپ تلاوت قرآن کر رہے تھے وہ چاہتا تھا کہ آگ یا چراغ طلب کر لے، مگر بوجہ ہیبت الہی کے کچھ نہ کہہ سکا، روبرو کھڑا تھا، کہ حضرت نے سر اوپر اٹھا کر فرمایا، کہ آگ چاہتا ہے لے اس نے کوئلے چراغ حضرت سے روشن کئے اور آبدار خانہ میں لا کر حمام گرم کیا، وہ خدمت گار سقہ تھا یہ ماجرا دیکھ کر اس کو چین نہ پڑا، صبح مشک لے کر اس خیمہ کی طرف روانہ ہوا، جب نزدیک آیا حضرت کو وہاں نہ دیکھا، پھر کرتالاب پر آیا کہ جو قریب لشکر تھا دیکھا کہ ایک بزرگ وضو کر رہے ہیں یہ کھڑا رہا، آپ نے نماز ادا کی اور اپنے خیمہ کی طرف متوجہ ہوئے اس سقہ نے مشک بھری تو پانی اس تالاب کا گرم پایا، حیران ہوا کہ ہر روز یہاں سے پانی بھرتا ہوں، آج یہ پانی گرم کیوں ہے باوجودیکہ برف جم رہا ہے، چلہ کا جاڑا ہے یہی فکر کرتا ہوا آبدار خانہ میں آیا اور سمجھا کہ یہ برکت اس بزرگ کی ہے اس روز تو اس نے کسی سے اظہار نہ کیا، دوسرے روز حضرت کے پہنچنے کے چار گھڑی پہلے تالاب پر پہنچا، پانی مثل برف کے پایا، اور ایک درخت کے نیچے پوشیدہ ہو گیا کہ دیکھنا چاہیے وہ بزرگ پھر بھی آتا ہے، حضرت وقت معینہ پر تشریف لائے، وضو کر کے نماز صبح ادا کی اور متوجہ طرف خیمہ کے ہوئے اب سقہ تالاب پر آیا پانی کو جو دیکھا تو گرم پایا، اور مشک بھر کر سلطان کے روبرو گیا جو ماجرا دیکھا تھا عرض کیا، سلطان نے وہ دن اور شب بسر کی، چار چھ گھڑی رات باقی رہے سقہ کو ہمراہ لے کر تالاب مذکور پر آچھپا، حضرت بدستور تالاب پر آئے وضو کیا اور نماز ادا کی، بعدہ متوجہ طرف خیمہ کے ہوئے۔ سلطان نے اگر اس پانی کو دیکھا تو گرم پایا اور متعجب ہو کر عقب حضرت کے روانہ ہوا دیکھا کہ آپ خیمہ میں پہنچ کر تلاوت قرآن میں مشغول ہوئے، سلطان ہاتھ باندھ کر روبرو جا کھڑا ہوا، جب آپ فارغ ہوئے سراٹھایا، دیکھا سلطان دست بستہ کھڑا ہے تعظیم کو اٹھے، سلطان نے کہا زبے سعادت میری کہ تم سا خدادوست میرے زمانہ



میں موجود ہے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ قلعہ کس واسطے فتح نہیں ہوتا۔ حضرت نے ہر چند ٹالا جب سلطان نہ مانا، آپ نے فاتحہ پڑھی اور فرمایا اسی وقت دھاوا کرو فتح ہوگی سلطان خوش ہو کر اپنی بارگاہ میں آیا۔ اور اسی وقت سوار ہو کر قلعہ پر دھاوا کیا۔ تین ساخت کے غریبوں میں قلعہ فتح ہوا، سلطان باظفر و غنیمت خیمہ گاہ اپنے پر آیا دوسرے روز رازدہ کیا کہ شرف ملازمت حضرت کی حاصل کرے آپ نے نوریاٹن سے معلوم فرما کر کل اسباب سامان زر و جواہر وہیں چھوڑ کر اپنے پیر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چندے قیام کیا۔ اور بعد انتقال پیر روشن ضمیر تین روز رہ کر چوتھے روز راہی طرف پانی پت کے ہوئے، پانی پت میں پہنچ کر ایک دیوار کے سایہ میں بیٹھے حضرت قلندر صاحب نے ازراہ کشف آپ کا تشریف لانا معلوم کر کے پانی پت سے مسافت اختیار کی، جب حضرت قلندر صاحب اپنے حجرہ سے برآمد ہوئے پسر حلوہ فروش کہ حضرت کی اس پر بہت مہربانی تھی پوچھنے لگا، کہ اس وقت آپ کہاں جاتے ہیں، آپ کو نہ چھوڑوں گا، حضرت نے فرمایا کہ میں اس جگہ ایک ساعت نہیں ٹھہر سکتا کہ یہ ولایت دوسرے کے حوالہ ہوئی، اس پسر نے کہا کہ اس صاحب ولایت کو مجھے دکھا دیجئے پھر جہاں چاہیے، تشریف لے جائیے، میں آپ کے ہمراہ چلتا ہوں، پھر قلندر صاحب نے فرمایا کہ فلاں محلہ میں ایک مرد ایسی شکل کا چرم پوش دیوار کے سایہ میں بیٹھا ہے خبر دار اس سے گستاخی نہ کرنا دور سے دیکھنا، الغرض وہ حلوہ فروش آپ کے بستر پر آیا دیکھا کہ ایک شاہباز بیٹھا ہے اور دو شیر دو طرف اس کے بیٹھے ہیں اور ریات کش مسمیٰ ہیں، یہ سراپہ سمہ ہو کر واپس آیا اور قلندر صاحب سے عرض کی کہ جیسا آپ نے ارشاد فرمایا بجا اور درست ہے، سیرالاقطاب سے اس طرح ظاہر ہوا، کہ حضرت شیخ شمس الدین ترک، جب پانی پت میں پہنچے بطریق کتابت ایک پیالہ دودھ قلندر صاحب کی خدمت میں ارسال کیا، غرض اس سے یہ تھی کہ یہ ولایت مجھ کو عطا ہوئی ہے، یہ شہر میری ولایت سے مثل کانسہ شیر کے مملو ہے، دوسرے کی گنجائش نہیں، قلندر صاحب نے جب اس پیالہ کو دیکھا، اس میں ایک پھول ڈال دیا، مراد یہ کہ میں اس شہر میں مثل پھول کے ہوں، تمہاری ولایت سے مجھ کو کچھ تعلق نہیں، بعض بیان کرتے ہیں، کہ جب حضرت پانی پت میں فروکش ہوئے، آپ کے خدمت گار کا گزر حضرت قلندر صاحب کی طرف ہوا، دیکھا کہ بشکل شیر بیٹھے ہیں یہ کیفیت دیکھ کر خادم واپس آیا اور حضرت شاہ ولایت سے سارا حال بیان کیا، آپ نے خادم سے

فرمایا کہ پھر جا اگر ان کو اسی شکل سے دیکھے، تو میرا سلام کہتا کہ شیر کو جنگل چاہیے، خادم بموجب حکم گیا، پھر بصورت شبہ پایا، اہل نے حضرت کا سلام کہا، اور کہا کہ شیر کو جنگل چاہیے۔ اسی وقت حضرت بوعلی شاہ قلندر قدس سرہ آل جگہ سے اٹھ کر باگھونی میں تشریف لے گئے، باگھونی ایک جگہ قریب پانی پت کے ہے، حضرت جو وہاں بصورت شیر بیٹھے تھے، اس وجہ سے اس جگہ نے باگھونی نام پایا، باگھ ہندی میں شیر کو کہتے ہیں اور وہ جگہ بوجہ برکت قدم مبارک حضرت بوعلی شاہ قلندر قدس سرہ زیارت گاہ ہے، شیخ نے بار دیگر کہلا بھیجا، کہ کل تو اربع شہر میری ہی ولایت میں ہے، آپ سنتے ہی بمقام بوڈھا کھیرا روانہ ہوئے۔

صاحب سیرالاقطاب نے لکھا ہے کہ شیخ شمس الدین نے ہندوستان میں نہ شادی کی نہ اولاد ہوئی مگر شہرہ میں عہد شاہجہان میں سید صفدر خان حاکم اکبر آباد معزول ہو کر وطن کو جاتے تھے، پانی پت میں جب وارد ہوئے، روضہ حضرت پر واسطے زیارت کے آئے، آپ کا نام و نشان دریافت کیا، معلوم ہوا کہ ترکستان سے ہندوستان میں آئے تھے، یہ سلتے ہی صفدر خان روئے اور کہا کہ میں ہندوستان میں صرف ان کی ہی زیارت کو آیا تھا، مگر مزار کا پتہ نہ ملا تھا، میں حضرت کی اولاد سے ہوں، اور اپنا نسب نامہ دستخطی حضرت کا نکال کر مجاوروں کو دکھایا، انہوں نے آپ کی تحریرات سے اس کا مقابلہ کیا، مطابق پایا، سید صاحب نے کہا کہ آپ نے ترکستان میں شادی کی تھی سید احمد پسر تولد ہوئے، بعد تشریف آوری حضرت کے سید احمد سے بہت اولاد ہوئی، پس جب سید صفدر خان کی عالی نسی کا شہرہ، شاہجہان نے ان کو صاحبزادہ سمجھ کر بار دیگر کابل اور قندھار کا صوبہ کیا، وفات حضرت شمس الدین ترک کی باتفاق مورخان صادق ۱۰۸۰ھ میں ہوئی، بعض نے ۱۰۸۵ھ لکھتے ہیں، اور صاحب مرآۃ الاسرار لکھتے ہیں، کہ سن وفات معلوم نہیں ہوا، مگر ہم عصر حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی تھے۔ روضہ متبرکہ زیارت گاہ خاص و عام پانی پت میں ہے۔ خلیفہ آپ کے شیخ جلال الدین پانی پتی ہوئے۔

**ذکر حضرت شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی قدس سرہ العزیز**

آپ اہل طائفہ کے محبوب تھے، شان عظیم طبع کریم حالت مستقیم رکھتے تھے، خلیفہ حضرت

شمس الدین ترک پانی پتی کہتے تھے، دراصل نام آپ کا خواجہ محمد تھا، جلال الدین خطاب ہوا، آپ نے اس قدر ریاضت اور مجاہدہ اپنے اوپر روا رکھا، کہ نفس امارہ بصورت موہوم و مجسم ہو کر بدن مبارک سے جدا ہوا، اور کشف و کرامت میں بے نظیر تھے اور مریدوں کی تربیت خوب فرماتے تھے نسب نامہ آپ کا یہ ہے، یعنی خواجہ محمد جلال الدین بن خواجہ محمود بن کریم الدین بن جیل الدین خواجہ عیسیٰ بن شرف الدین خواجہ محمود بن بدر الدین خواجہ ابابکر بن صدر الدین خواجہ علی بن شمس الدین خواجہ عثمان بن نجم الدین خواجہ عبداللہ بن شہاب الدین خواجہ عبدالرحمن ثانی بن زین الدین خواجہ عبدالعزیز السمری بن فخر الدین خواجہ خالد بن ضیاء الدین خواجہ ولید بن قطب الدین خواجہ عبدالعزیز البکیر بن رکن الدین خواجہ عبدالرحمن ساکن مدینہ جو گارون میں آگئے تھے بن علاؤ الدین خواجہ عبداللہ ثانی بن علیم الدین خواجہ عبدالعزیز بن حسام الدین خواجہ عبداللہ کبیر بن امام الدین خواجہ عمر بن امیر المومنین حضرت حبیب الرحمن عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت امرائے پانی پت سے تھے اور ولی مادر زاد عالم طفلی میں جمعیت اور جذبہ الہی گلوگیر ہو چکا تھا، اکثر جنگوں میں جا کر مشغول رہا کرتے تھے، آخر میں بہت استغراق ہو گیا تھا، سماع سنتے تھے اور اعراس میں شریک ہوتے، اور خود کرتے تھے اور علوم ظاہری اور باطنی سے آراستہ و پیراستہ تھے، کتاب زادالابرار آپ کی تصنیفات سے معتبر کتاب ہے۔ دوج کتے بہت سے مشارح کبار سے نعمتیں حاصل کیں، آپ کے کمالات کا قیاس کرنا چاہیے کہ شیخ احمد عبدالحق شاہبازہ مشائخان وقت سے کمند ولایت شیخ جلال الدین کے پھندے میں پھنسے اور اس کے دام تربیت میں پرورش پائی۔ آپ کے والد بہت بڑے امیر کبیر تھے، حضرت مخیر بھی تھے، کسی بھوکے کو کبھی دیکھ بھی نہ سکتے تھے۔ جو سائل آتا تھا محروم نہ جاتا تھا، اس وقت میں بھی ایسی عالی ہمتی سخاوت اور خوارق و عادات مثل اولیاء اللہ سابق حضرت مولانا خواجہ شام غلام فرید صاحب میں پائے جاتے ہیں، لکھا ہے کہ حضرت قلندر صاحب شیخ کو بچپن سے دوست رکھتے تھے اور واسطے دیکھنے کے ہر روزہ شیخ کے مکان پر تشریف لاتے تھے ایک بار شیخ اپنے خرمین سے اپنا حصہ لینے گئے تھے، قلندر صاحب آپ کے مکان پر تشریف لائے معلوم ہوا کہ خرمین پر گئے ہیں، حضرت قلندر بھی آپ کے شوق میں اسی خرمین پر پہنچے جب شیخ نے حضرت کو دیکھا، اپنے دامن میں غلہ بھر کر قلندر صاحب کے حضور لائے، حضرت نے



تسم کیا، اور فرمایا کہ اے پسر کیا لایا، شیخ نے کہا کہ گھوڑے کے واسطے دانہ حضرت نے فرمایا کہ اگر گھوڑا بھوکا ہے تو اس کو دے، شیخ نے منہ طرف گھوڑے کے کمرے کے کہا، کہ اگر اشتہا ہے تو کھالے قدرت خدا سے گھوڑا گویا ہوا، کہ میں شکم میری ہوں دانہ کی حاجت نہیں شیخ کو تحیر ہوا، اور غلہ لئے کھڑے رہے، حضرت نے پھر فرمایا کہ کیا لایا ہے، یہ غلہ میں نے تجھ کو بخشا اور خدا سے دعا کرتا ہوں۔ کہ جتنے دسے تیری گود میں ہیں اللہ تعالیٰ اتنی ہی اولاد تجھ کو عطا کرے، پس حضرت کی دعا سے شیخ کی بہت اولاد ہوئی، دوسری روایت یہ ہے، کہ حضرت شاہ ولایت ترک شمس الدین باصحاب درجہ پر تشریف فرما تھے، حضرت توحید فرما رہے تھے، ایک لڑکا صاحب جمال شیخ جلال نام امرائے پانی پت سے بااں فائزہ پنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا چلا جاتا تھا، حضرت کی نظر پڑی اور محبت پیدا ہوئی، کہ شیخ جلال حاضر ہوتے اور گھوڑے سے اتر کر بنظر اعتقاد قدموں پر سر رکھا، بعدہ ایک مدت سیاحت کی،

نقل ہے، کہ ایک بار بہم راہی چند درویشاں سیرکناں قصبہ ہالسی میں وارد ہوئے، ان دنوں میں حضرت قطب عالم شیخ جمال الدین ہالسی حیات تھے، ان کو غیب سے بشارت ہوئی، کہ شیخ جلال پانی پتی آتے ہیں جلدی اپنے دروازہ پر جا، کہ اس کی دعا کی برکت سے تیرا سلسلہ جاری ہوگا اسی وقت حضرت شیخ جمال نے اپنے خادم سے کہا کہ شرق کی جانب جا، چند درویش آتے ہیں، ان کو میرا سلام کہنا، اور یہاں لانا وہ خادم خانقاہ سے چل کر تھوڑی دور گیا تھا، آپ سے ملاقاتی ہوا۔ اور اپنے شیخ کا سلام کہا اور ہمراہ لئے ہوئے خانقاہ پہنچا، یہاں شیخ جمال منتظر دروازہ پر کھڑے تھے ان درویشوں سے کہا تم میں سے کوئی اور بھی باقی ہے، انہوں نے کہا کہ ایک لڑکا خور دس سال کہ وہ باہر آبادی سے یہاں اسباب رکھا ہے موجود ہے ہم سب بموجب خواہش آپ کی حاضر ہیں، شیخ نے کہا مجھ کو اسی طفل سے کام ہے اور ان کو کھانا دیا اور کہا تم میں سے ایک جا کر طفل کو لے آئے، پس ایک فقیر گیا، اور آپ کو بلا کر لایا، شیخ جمال حضرت کو دیکھتے ہی تعظیم و تکریم سے پیش آئے، نہایت تکریم سے کھانا کھلایا، بعدہ درویشوں سے کہا کہ آپ استراحت کریں اور حضرت شیخ جلال الدین کو اپنے پاس رکھا، اور وقت خلوت کے کہا کہ میں نے سید شیخ علی صابر کو چاک کیا تھا، جب یہ خبر بابا صاحب کو پہنچی تو آپ نے فرمایا تھا کہ بیشک سلسلہ جمال منقطع ہوا۔ مگر طریق شیخ علی احمد صابر میں پانی پت کا رہنے والا شیخ جلال ہوگا۔ اگر وہ دعا کرے گا، تو شیخ جمال صاحب کا سلسلہ

جاری ہوگا، پس مجھ کو بشارت ہوئی ہے، کہ وہ آپ ہی ہیں، میرا سلسلہ جاری کیجئے، شیخ جلال نے وضو کیا، اور دو گانہ ادا کر کے دعا کی، اور فاتحہ خیر پڑھ کر رخصت ہوئے اور ہمراہی درویشوں سے ملے اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی، اور صاحب زادہ شیخ برہان الدین تولد ہوئے، یہ چھ مہینے کے تھے، کہ قطب جمال قدس سرہ نے رحلت کی، اور حضرت سلطان المشائخ ان کو اپنے ہمراہ دہلی لے گئے تھے، اس وقت یہ چھ ماہ کے تھے، پرورش فرمایا، تعلیم کی اور پھر یہ حضرت سلطان المشائخ کے مرید ہوئے اس نقل کو صاحب اقتباس الانوار نے نہ معلوم کہاں سے پایہ ثبوت کو پہنچایا کیا معنی کہ حضرت شیخ جمال کی وفات ۶۵۹ھ میں ہوئی، اور آپ کے فرزند کی عمر اس وقت چھ ماہ کی لکھی ہے، اور حضرت شیخ جلال الدین محمود کبیر الاولیاء کی وفات ۶۷۵ھ میں ہوئی اس حساب سے حضرت شیخ جلال الدین کی عمر قریب سوا سو برس کے معلوم ہوتی ہے کیا عجیب ہے کہ یہی مستند ہو، کس واسطے کہ حضرت شاہ اکرم مصنف اقتباس کامل اور محقق گزرے ہیں۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت جمال نے خلوت میں آپ سے کہا کہ اگر سرگردان مت پھرو، ایک مردان خدا میں سے شمس الدین نام پانی پت میں آوے گا اس سے تمہارا کشود کار ہوگا، الغرض بموجب وصیت حضرت شیخ جمال کے ارادہ پانی پت کا کیا، جو درویش ہمراہ تھے، انہوں نے دیکھا، کہ یہ لڑکا ادھر میں سب کا اسباب لئے چلا جاتا ہے یہ کرامت دیکھ کر وہ معتقد ہوئے اور آپ کے ہی ہمراہ رہنا چاہا، مگر آپ نے ان کو رخصت کیا اور پانی پت میں آئے، حقیقت میں شاہ اکرم صاحب مؤلف اقتباس نہایت محقق ہیں، کہ خود لکھتے ہیں، کہ یہ حکایت خالی ضعف سے نہیں، صاحب مراۃ الاسرار نے لکھا ہے۔ کہ شیخ جلال صاحب مال و جاہ تھے، قبل از ارادت حضرت شیخ شمس الدین ترک پانی پتی عیش و عشرت سے اپنے وطن میں ایام گزارتے تھے، آخر مرید ہو کر کار فقر میں مشغول ہوئے، اور کاریہ تکمیل پہنچایا بعد چند سال کے خرقہ خلافت حاصل کیا اور بعد وفات اپنے مرشد کے مسند صابری پر متمکن ہوئے، اور گم گشتگان بادیہ گمراہی کو براہ حق ہدایت فرمائی ہزاروں آدمی اطراف و جوانب سے آکر ہدایت پانے لگے، اور خرچ باور چیخانہ بہت زیادہ تھا ہزاروں بھوکے مسافر و مقیم خانقاہ پرورش پلاتے تھے یہ کوئی نہ جانتا تھا کہ یہ ہزار ہا روپیہ جو روز خرچ ہوتا ہے کہاں سے آتا ہے۔

صاحب سیر الاقطاب نے لکھا ہے کہ جس برتن میں جو کھانا کھاتا وہ اسی کی ملک مقرر تھی

خلقت حیران تھی، کہ ہر روز اتنے برتن کہاں سے آتے ہیں، کبھی اگر آبادی سے دل گھبرانا تو دس دس روز جنگلوں میں رہتے، وہاں غیب سے کھانا موجود ہوتا، اور جس قدر کھانا ہوتا اس کے کھانے والے بھی خلا بھیج دیتا تھا، اہل تاریخ سبب اس فتوح کا یہ بیان کرتے تھے، کہ جب حضرت شاہ ولایت نے آپ کو خرقہ خلافت دیا، اس وقت فرمایا تھا، کہ بلال تجھ کو یہ بھی دیا وہ بھی دیا۔ اس روز سے یہ کیفیت تھی کہ علاوہ املاک جدی کے لوگ گھوڑے، ہاتھی، شتر، زرد خواہر برہمن کے اسباب و سامان لاکر لے کر آتے تھے، مگر حضرت غلبہ استغراق ذات احدیت میں کسی چیز کی طرف نظر بھی نہ فرماتے تھے، بطریق مشرب ہیران خود پروائے کون و مکان نہ رکھتے تھے اور مستجاب الدعوات تھے اصل نام آپ کا محمود تھا۔ جلال الدین کبیر الاولیاء، پیر روشن ضمیر نے خطاب دیا تھا، سیر الاقطاب سے نقل ہے، کہ احمد قلندر نے طلب مرشد میں ولایت سے چل کر سیر کنایں ہندوستان میں بھی جنگل میں آکر قیام کیا۔ اور اطراف و جوانب سے مشائخوں کو دعوت کر کے بلایا، کل اطراف کے درویش جمع ہو گئے، چنانچہ حضرت شیخ جلال الدین بھی موجود تھے۔ جب سب درویش کھانے پر بیٹھے اور کپڑا دسترخوان پر سے اٹھایا۔ تو تمام کھانا مشکوک نظر آیا۔ کہ ہر طباق میں کسی میں گربہ تھا۔ سب نے اس کو دیکھ کر تعجب کیا اور حضرت کی طرف متوجہ ہو کر کہا، کہ اب کیا کیا جاوے۔ آپ نے کہا کہ خدا سے کیوں نہیں عرض کرتے کہ الہی حکم دے، کہ جو کھانا بنا جائے وہ دسترخوان سے جدا ہو جاوے یہ فرماتے ہی ہر ایک جانور طباق میں سے کود کود کر میتھتھ اصل پر ہو کر روانہ ہوا، طباق خالی رہ گئے، یہ دیکھ احمد قلندر نے اپنا سر حضرت کے قدموں پر رکھا، اور عرض پروا نہ ہوا، کہ اس ضیافت سے میرا یہ مطلب تھا، کہ صاحب ولایت کو پا کر اس سے کمال باطنی حاصل کروں، اللہ تعالیٰ نے کمال مہربانی سے ذات بابر کات کو مجھ تک پہنچایا، بعد اس کے تمام مشائخوں کو باعزاز تمام رخصت کیا، اور خود حضرت کا مرید ہوا۔ حضرت نے چند روز اسی جگہ قیام فرما کر اس قلندر کو کمال بنا کر خرقہ خلافت عطا کر کے ملتان کی طرف رخصت فرمایا، اور خود بدولت پانی پت میں رونق افروز ہوئے انہیں دنوں میں شیخ عبدالحق روولوی حاضر ہو کر مرید ہوئے۔ مرآۃ الاسرار سے نقل ہے کہ شیخ عبد السمیع مفتی پانی پت رو برو حضرت کے حاضر تھے۔ ایک عورت ضعیف و نحیف ایک خالی کوزہ واسطے لانے پانی کے ہاتھ میں لے جاتی تھی، حضرت کی نظر حوائی پر پڑی اور راہ ترم فرمایا، کہ اور کوئی



ایسا نہ تھا، کہ تجھ کو ایک کوزہ پانی لادیتا، اس نے کہا کہ مجھ میں کچھ دے کر پانی منگنے کی توقع نہیں، مجبوراً آپ ہی پانی لینے جاتی ہوں، حضرت نے اس کے ہاتھ سے وہ برتن پانی کالے کر کنویں سے اس کو بھر کر دوش مبارک پر رکھ کر اس کے گھر پہنچایا، اور دعا کی، کہ الہی اس پانی میں برکت دے، اس روز سے وہ ضعیفہ کتنا ہی خرچ کرتی مگر پانی اس ظرت کالم نہ ہوتا تھا۔ نقل ہے کہ باوجود بسیار املاک و جائداد و فتوحات کے خاص آپ کے اہل خانہ پر فاقے گزرتے تھے، ایک شخص کیمیا گر آپ کے صاحبزادہ سے ملا، اور عرض کی، کہ اے مخدوم نادہ تمہاری صورت سے معلوم ہوتا ہے، کہ تم پر کئی دن کا فاقہ ہے تم مجھ سے کیمیا بتانی سیکھ لو تاکہ بفرغت ایام گزارا ہو کہیں حضرت بھی دیوار حجرہ کے قریب سے سن رہے تھے، فرزند کو بلایا، اور حجرہ میں لے جا کر فرمایا کہ دیکھ اس حجرہ کو جب انہوں نے آنکھ اٹھا کر دیکھا، تو معلوم ہوا کہ تمام حجرہ سونے کا ہے آپ نے فرمایا کہ اے فرزند یہ اسیر پیدا کرو کہ جس پر نظر ڈالو، وہ کندن ہو جائے، اور وہ کیمیا جو ہے وہ فقیر کے کام نہیں۔

سیر الاقطاب سے نقل ہے کہ حضرت نے کئی حج ظاہری طور پر ادا کئے اور ہمیشہ نماز جمعہ مکہ میں ادا کیا کرتے تھے، ایک بار آپ کے دل میں آیا کہ اگر اجازت رسول مقبول ہو کبھی پانی پت کبھی مکہ معظمہ میں نماز جمعہ ادا کیا کروں، اسی شب میں حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے جلال تیرا کعبہ تیرے پاس ہے یعنی میرے فرزند سید محمود کے پاس تیرے نماز پڑھنے کی جگہ ہے، اس روز سے حضرت سید محمود صاحب کے مزار پر انوار پر جا کر نماز جمعہ پڑھا کرتے تھے، مزار سید صاحب کا جانب شرق مائل بہ جنوب پانی پت کے واقع ہے اور لگھتے ہیں، کہ حضرت کو استغراق بہت تھا، آخر عمر میں اور بھی نیاہ ہو گیا تھا، کہ وقت نماز کے خدام دونوں شانے پکر پکر ہلاتے جب ہوشیار ہو کر نماز ادا کرتے، ایک روایت یہ ہے کہ خود ہوشیار ہو کر تجدید وضو کر کے نماز گزار کر پھر حالت استغراق میں ہو جاتے تھے ایک روز پیران حضرت حاضر تھے کہ خود بخود چشموں کو ادا کیا، اور فرزندوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ حکم خدا ہے کہ اپنی عمر سے کچھ مخدوم جانتیاں کو دوں، کہ ان کی عمر آخر ہو چکی ہے، تمہاری اس بارہ میں کیا لائے ہے، فرزندوں نے عرض کیا، کہ ہم کیونکر دوا رکھیں کہ عمر حضرت سے کچھ دوسرے کو نصیب ہو، اس پر کیونکر راضی ہوں۔ مگر خواجہ شبلی صاحب نے عرض کیا کہ اگر فرمان حق اسی طرح ہے تو

تائل نہ چاہیے کہ حکم دست کا رو نہ ہو، یہ سن کر حضرت بہت خوش ہوئے، سب کو رخصت فرما کر آپ حالت استغراق ہوئے، مگر فرزند کلال خواجہ عبدالقادر مودودی ہے کہ حضرت اسٹے اور صاحبزادہ سے فرمایا، کہ میرے پیر پر اپنے پیر رکھ اور آنکھیں بند کر لے، انہوں نے ویسا ہی کیا فرمایا آنکھیں کھول، جب انہوں نے کھولیں اپنے تئیں والد کے ہمراہ دہلی میں نزدیک مخدوم جہانیا کے پایا، ال وقت مخدوم جہانیاں حالت نزع میں تھے، حضرت ان کے سر ہانے کھڑے ہوئے اور سلام علیک کی، انہوں نے آنکھیں کھول کر حجاب سلام دیا، آپ نے ان کو گلے سے لگایا، اور فرمایا کہ اٹھو وہ فوراً اٹھ بیٹھے، فرمایا کہ وضو کرو جب وہ وضو سے فارغ ہوئے فرمایا کہ دو گانہ ادا کرو بعد ادا کے دو گانہ کے حضرت شیخ جلال الدین نے فرمایا کہ حکم خدا میں نے اپنی عمر سے چند سال تم کو دیتے یہ فرما کر وہاں سے باہر آئے اور جس طرح تشریف لے گئے تھے اسی طرح واپس پانی پت آئے مخدوم جہانیاں کو کل صحت ہوئی، سلطان اس ماجرا سے آگاہ ہو کر نزدیک اپنے پیر مخدوم جہانیا کے آیا اور حال دریافت کیا، مخدوم نے فرمایا کہ جلال الدین پانی پت سے آئے میرے حق میں دعا کی اور اپنی عمر سے دس سال بندہ کو بخشے کہ میں نے صحت پائی، پھر وہ اپنے وطن کو گئے سلطان نے عرض کیا کہ زبے میرے نصیب کہ میرے عہد میں ایسے اولیاء ہیں اور حسب اجازت مخدوم واریات حضرت کے پانی پت آیا، وقت ملا دمت عرض کی، کہ آپ نے خدا کو دیکھا حضرت نے فرمایا کہ دیکھنا خدا کا ان چشم ظاہری سے شریعت میں روا نہیں ہے، البتہ سایہ حق سبحانہ تعالیٰ دیکھ لے، یہ سن کر سلطان بہت خوش ہوا، اور بہت کچھ نند کیا، حضرت نے وہ نند قبول نہ فرمائی، مجبور آپ کے فرزندوں کے آگے لے گئے، انہوں نے بھی قبول نہ کی، پھر سلطان نے حکم دیا، کہ درخانقاہ پر عند اللہ تقسیم کر دو چنانچہ وہ اس قدر مال تھا، کہ موسم برشکال میں اب بھی اس سکہ کا روپیہ اشرفی بعض کے ہاتھ آجاتا ہے، بعدہ سلطان مرخص ہو کر دار السلطنت میں واپس آیا، سلطان فیروز شاہ اپنے ہم شیرزادہ فتح خاں کو بہت عزیز رکھتا تھا، ایک روز اثنائے مکالمت میں قدم مبارک سول مقبول کا کہ جس کو مخدوم جہانیاں عرب شریف سے لائے تھے ذکر آگیا کہ اس کو کہاں رکھیں، دونوں ماموں بھانجوں میں یہ بات قرار پائی کہ جو پہلے مرے اس کے سینہ پر قدم مبارک رہے، چنانچہ فتح خان گھوڑے پر سوار ہوا، اپنے دل میں راہ کیا، کہ پانی پت چل کر شیخ جلال الدین سے

استدعا کیجئے کہ یہ قدم مبارک میرے سینہ پر رہے، یہ خیال کر کے دواں دواں پانی پت آیا، قریب حجرہ کے گھوڑے سے اتر کر اندر حجرہ لے جانے لگا، شیخ زینا کہ خلیفہ حضرت کے تھے فرمانے لگے کہاں جاتے کھڑا رہ، جب فتح خاں نہ مانا اور اندر گیا تو شیخ زینا نے کہا تو سلامت بھی آوے گا، اس نے جواب دیا کہ سلامت جاتا ہوں اور سلامت ہی آتا ہوں شیخ نے کہا اگر تو سلامت آوے تو میرا پیراں چاک چاک کیجیو، ورنہ میں تیرا جامہ چاک کروں گا، فتح خاں پہلے ہی موت کا خواہاں تھا اسی مراد کو آیا تھا، دلیرانہ حجرہ میں در آیا، حضرت اس وقت استغراق میں تھے یہ دست بستہ کھڑا رہا کہ یکایک حضرت نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا برو فتح خاں بگیریہ سن کر فتح خاں خوش ہوا آداب بجالا کر حجرہ سے باہر لایا اور شیخ سے کہا کہ دیکھو کیونکر سلامت آیا شیخ زینا نے فرمایا بچہ تیرا نشانہ پر پہنچ چکے ہیں دہلی تک سلامت نہ پہنچے گا فتح خاں نے جواب دیا الحمد للہ میری آرزو یہی ہے اب میں نے بشارت پائی اور بہت خوشی سے گھوڑے پر سوار ہو کر راسی ہوا، جب نزدیک دہلی کے پہنچا اس کو نیند آئی۔ ایک درخت کے نیچے زین پوش بچھا کر لیٹا چادر اوڑھی کہ جان بحق تسلیم ہو جب اس کے مرنے کی خبر سلطان کو پہنچی اس نے بموجب وعدہ کے قدم مبارک اس کے سینہ پر رکھا کہ تا ایں وقت زیارت گاہ ہے۔

سیرالاقطاب سے نقل ہے کہ مخدوم جہانیاں نے حضرت کی دعا سے جب از سر نو زندگی پائی واسطے ملاقات حضرت کے پانی پت میں آئے اور بہت روز تک قیام کیا بلکہ ایک چلہ بھی کیا اور حضرت سے فیضان بھی حاصل کیا، حجرہ مخدوم جہانیاں متصل مقبرہ حضرت قلندر صاحب ہنوز مشہور ہے، مگر صاحب مرآۃ الاسرار نے اس کے خلاف لکھا ہے، مگر پہلی حکایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر شریف حضرت کی کیا عجب ہے کہ قریب سو سو برس کے ہوتی ہو یا یہ کہ عشرون فرمایا ہو، بعد میں عشرون کا عشرہ رہ گیا ہو کس واسطے کہ حضرت کی وفات سے بیس برس بعد مخدوم جہانیاں کی وفات ہوئی، یعنی ۶۵۰ھ میں حضرت کی وفات ہوئی اور ۷۱۵ھ میں مخدوم جہانیاں کی وفات ہوئی۔ واللہ اعلم

سیرالاقطاب سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت ملک مشرق میں مسافر تھے، ایک گاؤں میں پہنچے دیکھا تمام اہل دیہہ اپنے اپنے اسباب و سامان باندھ کر بھاگنے کی تیاری کر رہے ہیں، آپ نے دریافت فرمایا اپنے گھر چھوڑ کر کیوں بھاگتے ہو، انہوں نے عرض کی کہ حاکم خراج سخت مانگتا



ہے، اس دیر میں کئی سال سے پیداواری نہیں ہوئی اپنی جائیں بچا کر کسی طرف کو نکل جاویں گے، آپ نے ارشاد کیا اپنے چودھری کو ہمارے پاس لاؤ، وہ دوڑے گئے اور چودھری سے کہا کہ ایک درویش کامل آیا ہے وہ تجھے طلب کرتا ہے جب چودھری حاضر ہوا، آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس موضع کا بیعنامہ ہمارے نام لکھ دو اور تم ہی رہو۔ اس نے بیعنامہ لکھ دیا، اس وقت فرمایا کہ کل آلات آہنی لا کر ان کو انبار اپنے میں رکھ کر آگ دو صبح نکالنا، اس حیلہ سے سرکاری محاصل ادا ہو جائے گا، تم بھی متمول ہو جاؤ گے، انہوں نے بموجب ارشاد کے ایسا ہی کیا، حضرت شب کو خفیہ وہاں سے دوسری طرف روانہ ہوئے۔ صبح جب انہوں نے اپنے ہل پاتھے وغیرہ راہ میں سے نکالے تو سب سونے کے تھے بہت خوش ہوئے سرکاری دام ادھکے اور خود ہمیشہ کو متمول ہوئے۔

دیگر ایک وقت حضرت کو ہستان کی سیاحتی میں تھے ناگاہ ایک ہندو ہاڑ پر گزر ہوا، دیکھا کہ ایک ہندو فقیر آنکھیں بند کئے وہ بیان میں بیٹھا ہے، آپ اس کے سامنے ٹھوڑی دیر استادہ رہے اور اپنے قلب سے اس کے قلب کو حرکت دی تو نہ وہ بھی اپنے فن میں کامل تھا آنکھیں کھولیں رو برو آپ کو کھڑا پایا، سمجھا کہ یہ کامل درویش ہے۔ اپنی مھول سے ایک پتھر نکال کر حضرت کو دیا، اور کہا کہ یہ پارس ہے، لوہا اس پر لگنے سے سونا ہوتا ہے حضرت نے اس کو دیکھ کر تبسم کیا، اور اس پتھر کو ایک گہرے غار میں پھینک دیا، کہ جو برساق پانی سے طبیب تھا، وہ یہ دیکھ کر حیران ہوا اور کہا کہ اے شخص میں نے یہ نعمت عظمیٰ بڑی جانکاہی سے پیدا کی تھی، تیرے حال پر رحم کر کے تجھ کو دی، کہ تو کبھی فقر و فاقہ میں مبتلا نہ ہو، تھنہ ایسی بے قدری سے اس کو ضائع کیا، آپ نے فرمایا کہ تم نے مجھ کو دیا، وہ میری ملک تھی، میں نے جو چاہا کیا، اس نے جواب دیا کہ یہ سچ مگر تو نے میرے سامنے جو اس کو بر باد کیا، اس کا مجھ کو بہت درد ہے، یا تو اس کو موجود کر ورنہ یہاں سے میری دستگیری نہ ہوگی، آپ نے فرمایا، مردان خدا جس پتھر پر نظر ڈالتے ہیں، وہ پارس ہو جاتا ہے اس ذرا سے ٹکڑے کی کیا اصل ہے، اس نے کہا، میں نہ مانوں گا، میرا وہی پتھر پیدا کر، جب آپ نے دیکھا، کہ جوگی نہ ملنے گا اس وقت فرمایا کہ اس پانی میں آ اور اپنا پتھر پہچان کر لے، جب جوگی پانی میں گیا، کل پتھر اسی شکل کے پاتے، حیران ہوا کہ میرا کون سا ہے، پھر فرمایا کہ لوہا لگا کر دیکھ جب لوہا لگایا وہ سونا بن گیا، غرض جس پتھر کو لوہا لگایا وہ سونا ہو گیا، بڑی تلاش سے اس کا

وہ پتھر بھی ملا، اس نے طبع سے ایک اور اٹھا کر چھپالیا، حضرت نے نور باطن سے معلوم فرما کر کہا، کہ ایک زیادہ کیوں یہ کرامت دیکھ کر وہ معتقد ہوا، اور دونوں پتھر روبرو حضرت کے رکھے اور قدمبوسی کر کے عرض کی کہ نعمت معرفت سے کچھ بندہ کو بھی مرحمت ہو، آپ نے فرمایا کہ یہ نعمت بے اسلام کے حاصل نہیں ہوتی، وہ اسی وقت اسلام لا کر مرید ہوا، چند روز میں توجہ حضرت سے اولیا ہوا، لکھا ہے کہ چالیس سال برابر حضرت نے سیاحت کی، بڑے بڑے بزرگوں سے ملے، فیضان بھی حاصل کئے، لکھا ہے کہ جب عمر شریف حضرت کی آخر پہنچی، اتفاقاً حضرت شیخ عبدالحق راولوی قدس سرہ سیر کرتے ہوئے آگئے، اور پیر و مرشد کی قدمبوسی سے مشرف ہوئے چندے رہے کہ حضرت نے ان کو بیطرف ردولی رخصت فرمایا، اور کہا کہ ہمارے خواجگان کا طریق یہی ہے کہ بعد تربیت و تکمیل مرید صادق کو جدا کر دیتے ہیں، چنانچہ میں نے بھی تجھ کو طرف سنام کے روانہ کر دیا تھا، اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے وقت نقل حضرت مخدوم شیخ علی احمد صابرقدر سر حضرت شاہ ولایت موجود نہ تھے، تو بھی میری نقل کے وقت موجود نہ ہو، یہ فرما کر خرقہ خلافت اور اپنے پیروں کے تبرکات مرحمت فرمائے، اور عین وقت رخصت کے کمال مہربانی سے فرمایا کہ عبدالحق میں خدائے عزوجل سے چاہتا ہوں، کہ میرا سلسلہ تجھ سے جاری ہو، اور تمام عالم تیرے نور سے منور ہو، اور قیامت تک اس کا اثر باقی رہے اور میرے فرزندان کی دستگیری کرتے رہنا، اور وقت نقل کے فرزندان کو بلا کر وصیت فرمائی، کہ وقت حاجت تمہاری دستگیری کو عبدالحق کافی ہے، وفات حضرت کی ۱۳ ربيع الاول ۱۰۶۵ھ میں ہوئی، مزار پانی پت میں زیارت گاہ خاصہ عام ہے، بعد انتقال حضرت کے حضرت شیخ احمد عبدالحق ایک بار پانی پت میں آئے، صاحب سجادہ اور دیگر صاحبزادگان نے آپ سے بیعت کی، آپ نے فرمایا، کہ اگر میں نہ آیا تو میرے مخدوم زادہ یونہی رہتے۔ اس روز سے اولاد حضرت شیخ جلال الدین محمود کبیر الاولیا پانی پتی سلسلہ حضرت شیخ احمد عبدالحق سے بہرہ مند ہوتی ہے، اور وصیت حضرت کی پابند رہنے، حضرت کے چالیس خلیفہ تھے ان میں صاحب سلسلہ چشتیہ شیخ احمد عبدالحق ہوتے، کہ جن کا ذکر خیر آگے آوے گا، دوسرے حضرت شیخ بہرام چشتی بیڈولوی قدس سرہ خلیفہ حضرت شیخ جلال الدین پانی پتی ہوتے، لکھا ہے، کہ پہلے ان کو خرقہ خلافت عطا کر کے بمقام برتا وہ روانہ فرمایا تھا، وہاں آپ ہدایت خلق اللہ میں مصروف

تھے، ایک سال دریائے جمن نے بسمت بیڈولی کہ اب ضلع مظفر نگر میں ہے عبور کر کے قصبہ کے نزدیک پہنچی، ساکنان قصبہ مذکور نے کہ معتقد حضرت شیخ جلال الدین پانی پتی کے تھے حاضر خدمت ہو کر عرض کی کہ اگر حضور تشریف لے چلیں، تو ہم لوگ اس آفت سے بچیں، حضرت مخدوم نے ایک خط بدست خاص بنام شیخ بہرام لکھا اور سائلوں کو دیا کہ برتاؤہ جا کر شیخ بہرام کو دو وہ تمہارے ہمراہ اگر وہیں رہے گا اللہ تعالیٰ تم کو اس آفت سے نجات دے گا، الغرض یہ لوگ برتاؤہ آئے، آپ مکان کے اندر تھے، انہوں نے آواز دی آپ باہر آئے ان لوگوں نے مخدوم کا خط دیا آپ نے اس خط کو پہلے بوسہ دیا، پھر گھر میں گئے اسی وقت ان کے ہمراہ ہوئے جب بیڈولی پہنچے کنارہ دریا پر جا کر عصا اپنا زمین پر مارا اور فرمایا کہ باش دریں جا باش، آپ نے اسی جگہ قیام فرمایا، تمام اہل قصبہ معتقد اور مطیع رہے اور حضرت نے ۵۸ھ میں وفات پائی۔ مزار پیرا لوار قصبہ بیڈولی میں عبارت گاہ خلق ہے ہزاروں سحر آلود اور محنون آستانہ فیض نشانہ پر حاضر ہو کر اچھے ہوتے ہیں، جو بیمار لا علاج ہو کر چندے وہاں قیام کرتے ہیں اور چاہ آستانہ سے ہر روز غسل کرتے ہیں، شفا پاتے ہیں، چنانچہ اس کاتب الحروف نے بچشم خود دیکھا ہے، کہ ایسے ایسے دیوانے آتے ہیں جو چھکڑوں سے بندھے ہوتے ہیں، جہاں چھکڑا آستانہ میں آیا، اور غلام نے ڈوری ان کے پیر میں باندھی اور کہا کہ چھوڑ دو اب یہ قید ہو چکا، کہیں نہیں جاتے گا اس وقت وہ کھول دیا جاتا ہے، پھر نہ کسی کو مارتا ہے نہ گالیاں دیتا ہے، دیکھا ہے دیوانوں کو جب بول و براز کی حاجت ہوتی ہے تو خود آستانہ سے باہر جا کر بول و براز کرتے ہیں، خود مزار پر جا کر سر ہلاتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ مارے کوڑوں کے کھال گرا دی آگ لگادی، وقت دوپہر کے سب اکٹھے ہو کر باری باری سے جنت میں سے نکلتے ہیں، شور و مثر کچھ نہیں کرتے، خود مرنے کے درخت پر چڑھتے ہیں، اور اس کی ٹہنی پکڑ کر نیچے لٹکتے ہیں روتے ہیں اور کہتے ہیں، کہ ہمارے کوڑوں کے کھال اڑادی اور جو عورت خود مزار کے قریب جاتی ہے وہ کیسی ہی دیوانی ہو جائے پردہ نہیں ہوتی با ادب رہتی ہے آسیب زدہ یا سحر آلودہ تو فوراً اچھے ہو جاتے ہیں اور جن کو دماغی یا قلبی خلل ہوتا ہے وہ چندے وہاں قیام کرنے سے اچھے ہوتے ہیں جب تک اہل قصبہ معتقد اور ہم مذہب حضرت کے رہے کسی دریائے نہیں ستایا، کبھی ہیضہ کی بیماری اس قصبہ میں نہیں آئی کبھی روز سے وہ لوگ اثنا عشری ہوئے، بدلے عقیدت کے بغض ہوا اہل روز



سے دریا پھر ستانے لگا ہے ۱۸۹۱ء میں ویبا بھی آئی، صاحب سیر الاقطاب نے لکھا ہے کہ ۱۰۵۰ء میں بجانب بادشاہ دہلی ایک ہندو حاکم بیڑولی ہوا اور وہ معانی کہ جو واسطے خدام آستانہ کی تھی اس کو ضبط کیا وہ چھوٹے چھوٹے دو موضع ہیں اور وہ زمین کہ خاص قصبہ میں ہے اور واسطے اخراجات آستانہ شریف کے ہے اس کو بھی ضبط کرنا چاہا البالباں قصبہ نے حاکم کو منع کیا وہ نہ مانا اور گھوڑے پر سوار ہو کر پیمائش زمین کو آیا اور پیمائش کرنی شروع کی، خدام یہ کیفیت دیکھ کر مجبور ہوئے، ان میں سے ایک روضہ پر آیا، اور فریاد کی کہ یا حضرت اس کمبخت نے ہماری روٹی چھینی، زمین خاص آستانہ کو بھی پیمائش کر رہا ہے مدد کیجئے، مجاور کے کہتے ہی اندر آستانہ کے اس کو شور معلوم ہوا وہاں اس حاکم کا گھوڑا بگڑا وہ گھوڑے سے نیچے گرا، اور ہوا پر معلق ہوا، اسی خادم نے اس کو ہوا پر دیکھ کر عرض کی، کہ یا حضرت اس کو ہوا پر کیوں لٹکا رکھا ہے۔ زمین پر دے ماریتے فوراً وہ زمین پر گر کر بے ہوش ہوا، اس کے آدمی اس کو آستانہ میں لاتے وہ چلایا کہ مجھ کو جلد یہاں سے لے چلو کہ غیب سے میرے سر پر مار پڑتی ہے، اور کہتے ہیں کہ یہاں سے نکل، اس کے آدمیوں نے اس کو چار پائی پر ڈالا خود اس کی مشکیں بندھ گئیں، جب چار پائی پر ڈالتے تھے، وہ نیچے گر پڑتا تھا آخر مجبور ہو کر خدام سے عفو تقصیر چاہی، ان لوگوں نے آستانہ پر آکر اس دعا کی کہ یا حضرت یہ اپنی سزا پا چکا، اب خطا معاف ہو، اسی وقت مشکیں کھلیں، اور بعد چند روز کے اچھا ہوا، اور بہت کچھ نذر و نیاز کی، خدام کو بہت کچھ دیا، اس قسم کے حالات بہت سننے اور کچھ بخشم دیدیں اگر لکھوں، تو تیسری کتاب تیار ہو، تیسرے خلیفہ شیخ نظام الدین کہ تیس برس خدمت شیخ جلال الدین میں رہے، آخر خرقہ خلافت حاصل کر کے سلم میں سقر ہوئے چند روز وہاں رہا کہ حیات شیخ میں انتقال کیا، اور ایک مدت آپ کی قبر پر شعلہ مثل چراغ کے روشن معلوم ہوتا رہا، ایک بار حضرت شیخ جلال الدین وہاں پہنچے واسطے فاتحہ کے آپ کے مزار پر آئے، اس شعلہ کو دیکھ کر فرمایا کہ نظام الدین بہ نور جو تمہاری قبر پر ظاہر ہے بہتر یہ ہے کہ اندر ہے کہ کوئی نہ دیکھے کہ آداب شریعت متروک نہ ہو کس واسطے کہ اگر نور ہمیشہ ہو بیدار رہتا تو روضہ مقدسہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم پر رہتا۔ بحر و فرمانے شیخ کے وہ نور اندر ہو گیا، پھر ظاہر نہ ہوا،

چوتھے خلیفہ حضرت خواجہ عبدالقادر کہ فرزند اکبر بھی تھے، یہ بھی حضرت کی حیات میں فوت

ہوئے، پانی پت میں یہ محل رانیاں متصل سید محمود صاحب کے آسودہ ہیں،  
 پانچویں خلیفہ خواجہ شبلی کے فرزند دلیند بھی تھے کہ عالم علوم ظاہری و باطنی و تجرید و فقر  
 میں یگانہ روزگار تھے، اہل دنیا و دنیا سے نہایت متفرق تھے اور بسبب جسمی بیماری کے دونوں  
 پیر بیکار ہو گئے تھے، مگر حالت وجد میں کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ اہل طرح پر کہ جس طرح تندرست  
 کھڑے ہوتے ہیں ایک روز عین حالت وجد و سماع میں آپ کے چچا شیخ ادریس آگئے، آپ کو  
 بحالت وجد کھڑا ہوا دیکھ کر کہنے لگے کہ شبلی وجد کے وقت جو تو کھڑا ہو جاتا ہے لوگ کہتے ہیں کہ شبلی  
 اپنی کرامات دکھاتا ہے یہ سن کر بیٹھ گئے پھر تاحیات نہیں اٹھے اور حضرت اپنے مریدان افغانان پانی پت  
 پر کہ جن کی اولاد اب تک پانی پت میں آباد ہے بہت مہربانی فرماتے تھے، ان کو دعا دی تھی کہ تمہارا تیر  
 کبھی خطانہ کرے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوتا تھا، ایک روز ایک افغان نے جلسہ عام میں کہا کہ ہمارے  
 پیر کی دعا سے ہمارا تیر کبھی خطا نہیں کرتا، یہ کہہ کر آسمان کی طرف تیر چھوڑا، سب دیکھ رہے تھے کہ  
 کیا ہوتا ہے، جب تیر زمین پر گرا دیکھا کہ اہل میں پھلی بندی ہوئی تھی سب دیکھنے والے متحیر ہوئے  
 اور سمجھے کہ یہ مردان خدا کی دعا کا اثر ہے وفات حضرت کی سلسلہ میں ہوئی۔

چھٹے خلیفہ خواجہ کریم الدین تھے کہ متصل اپنے برادر کللال خواجہ عبدالقادر کے آسودہ ہیں۔  
 ساتویں خلیفہ خواجہ عبدالواحد کہ فرزند بھی تھے، مقبرہ سے باہر متصل دروازہ کے آسودہ ہیں۔  
 آٹھویں خلیفہ حضرت مخدوم شیخ لریا کہ ان کے دادا پر دادا حضرت کے جد کللال کے ہمراہ  
 گاڈرون سے آئے تھے قصبہ اندکی میں آسودہ ہیں،

نویں خلیفہ شیخ احمد قلندر کہ قلعہ پانی پت کی پشت پر آسودہ ہیں۔  
 دسویں خلیفہ شیخ شہاب الدین کو قصبہ جھنجانہ میں آسودہ ہیں، کیسی ہی ہوا چلے آپ کے مزار  
 پر جو چراغ رکھ دیا جاتا ہے گل نہیں ہوتا۔

گیارہویں سید موٹی کوہار میں آسودہ ہیں، بارہویں حضرت قاضی اولیاء کہ قصبہ سلطان پور  
 علاقہ کرنال میں آسودہ ہیں، تیرہویں شیخ سعید نبیرہ قاضی محمد اولیاء کہ قصبہ سونی پت میں آسودہ  
 ہیں، ان کی اولاد پہلے تو حضرت شیخ جمال الدین کے صاحب سجادوں سے بیعت کرتی تھی اب اللہ  
 جانے، چودہویں شیخ حسن کہ موضوع نبیرہ پر گنہ بیانہ میں آسودہ ہیں، پندرہویں شیخ عبدالصمد سنائی

کہ سنام میں آسودہ ہیں، ان کی اولاد میں سجادگی چلی آتی ہے ان حضرت نے ملفوظات شیخ کے جمع کئے تھے، سولہویں میر سید محمود کہ متصل روضہ قلندر صاحب کے سربراہ آسودہ ہیں، سترھویں میر سراج الدین کہ متصل دروازہ قدیم روضہ حضرت قلندر صاحب جانب شمال آسودہ ہیں اٹھارہویں شیخ سرکینا کہ متصل شہر کے آسودہ ہیں، جس کسی کو کچھ حاجت ہوتی، آپ کے مزار سے خشک لا کر باادب رکھتا، بعد پورے ہونے حاجت کے ال کے برابر شہر بنی تول کر تقسیم کرتے، انیسویں شیخ سماؤ الدین کہ کیرانہ میں آسودہ ہیں، آپ کا ذکر حضرت شیخ فتح محمد غیاث الدین کے ذکر کے ساتھ کیا جاوے گا، بیسویں شاہ دلایت نظام الدین کہ کیرانہ میں مسجد کلال دیار کے آگے آپ کا مزار زیارت گاہ ہے، اور بیس خلیفہ نظری ہیں، اس طرح چالیس خلیفہ ہوتے ہیں۔

## ذکر آل محو جذبات جلال بودہ نفحات جمال غرق شہود ذات مطلق قطب الابدال حضرت شیخ احمد عبدالحق نوشتہ ردو کو کی قدس اللہ سرہ

سر حلقہ خلفائے شیخ جلال الدین پانی پتی کہ محبوب ترین خلفاء سے تھے، شانِ عظیم حال مستقیم رکھتے تھے، قہر و لطف سے جو کچھ آپ کے خیال میں آتا اسی وقت اس کا ظہور ہوتا، ریاضت اور مجاہدہ ایسا کیا، کہ چھ ماہ ایک قبر میں پوشیدہ یاد حق میں رہے، آپ کو کبھی ہر وقت استغراق نہ ہوتا تھا کہ نماز جمعہ کو جماعتی خادم حق حق کتا ہوا آگے چلتا تھا تب آپ آگے قدم رکھتے تھے، اگر وہ کبھی چپ ہو جاتا آپ بھی کھڑے رہ جاتے تھے، یہ شیخ عبدالرحمن چشتی کہ مصنف مراۃ الاسرار اور اد چشتیہ میں نقل کرتے ہیں، کہ اسم حق میں ان حضرت مخدوم شیخ احمد عبدالحق و مریدان شیخ کی یہ کیفیت تھی کہ کوئی سانس بغیر ذکر حق کے خالی نہ آتا تھا، ہر موقع ہر محل ہر کاروبار میں حق کہتے تھے، چنانچہ اسم حق اور جمال حق میں مستغرق رہتے تھے، چنانچہ آج تک آپ کے سلسلہ میں ذکر حق جاری ہے جاننا چاہیے کہ جب روح عارف کی دریاے توحید میں غوطہ زن



ہوتی ہے تو انانیت گم ہو کر تنہا لفظ حق حق کہنے لگتا ہے اور حقیقت تو عید معائنہ کر کے حقیقت  
اشیاء ہمیزہ ہزار عالم کو ایک وجود جانتا ہے۔ اس سبب سے حق حقیقت پہنچ جاتا ہے  
الغرض سلسلہ نسب حضرت چند واسطوں سے امیر المومنین عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
منتہی ہوتا ہے، بیان کرتے ہیں کہ آپ کے دادا شیخ داؤد معہ چند مردمان قبیلہ کے حادثہ ہلاکت  
میں بلخ سے نکل کر وارد ہندوستان ہوئے، اور بعد سلطان علاؤ الدین خلجی اور دہلی اہل مدینہ  
اور قصبہ رودلی کی سکونت اختیار کی شیخ داؤد مرد عظیم القدر تھے اور مرید حضرت محمد مصطفیٰ  
دہلی چراغ دہلی کے تھے، اپنے حال و جمال باطنی کو کسوت اہل ظاہر میں پوشیدہ رکھتے تھے، مزار ان کا رودلی  
سے جنوب میں نہایت غریبانہ واقع ہے۔ بعد انتقال ایک پسر شیخ عمر کو چھوڑا کہ یہ بھی مشائخ سیرت  
اور متقی تھے، ان کا مزار بھی اپنے والد کے پاس ہے، شیخ عمر کے دو صاحبزادے تھے، ایک شیخ تقی الدین  
دوسرے حضرت شیخ احمد عبدالحق شیخ تقی دہلی میں آ رہے تھے۔ اور حضرت شیخ احمد عبدالحق رودولی بھی  
والدہ کے پاس تھے، صاحب انوار نور العیون تحریر فرماتے ہیں مگر شیخ احمد قدس سرہ سات برس کے  
تھے ہمیشہ اپنی والدہ کے ہمراہ نماز تہجد ادا کرتے، ایک روز آپ کی والدہ نے شفقت مادی سے  
کہا کہ عبدالحق ابھی تم پر نماز فرض نہیں، تم تقویٰ میں اپنی کوشش کرتے ہو، چونکہ آپ عاشق الہی تھے  
والدہ کی یہ بات خلاف معلوم ہوئی، اور کہا کہ یہ کیسی مادر ہریان ہے کہ اپنا کار نو کرتی ہے اور محمد کو امر حق  
سے باز رکھتی ہے نہایت شوق گھر سے بے سرو سامان نکل کر چل دیتے، مگر زبان پر لفظ حق جاری ہو  
گیا، اور بعد ڈیڑھ دو ماہ کے اپنے بھائی شیخ تقی الدین کے پاس دہلی میں آئے انہوں نے ان پر بہت  
شفقت کی اور ان کو ایک مولوی کے پاس لے گئے کہ تعلیم کریں، انہوں نے ان کو میزان الصرف شروع  
کرائی، جب سبق ضرب ضرباً آیا اس کے معنی پڑھے استاد سے کہنے لگے کہ راہ حق میں دون اور ذہن  
کا کیا کام مجھ کو ایسا علم پڑھاؤ جس سے معرفت حق حاصل ہو کہ سوائے اس کے میں اور کو دوست نہیں  
رکھتا، مولوی صاحب یہ سن کر متحیر ہوئے اور ان کی طلب صادق پر روئے اور عنذ کیا، ان کے بھائی  
سے کہا کہ اس عزیز کا مطلب دوسرا ہے ہم تم کو اس امر میں کچھ دخل نہیں پڑھاتے کہیں اسے پڑھنے  
بٹھاؤ کہ علم جو ہر انسان ہے، انہوں نے کہا کہ یہ کچھ اور ہی پڑھا ہوا ہے دیکھو میں تمہیں دکھائے دیتا  
ہوں ایک بٹوہ میں پانچ روپے ڈال کر ان کو دیتے اور کہا کہ ان کو حفاظت تمام رکھنا، آپ نے

وہ بٹوہ لے کر دروازہ کی دہلیز میں گاڑ دیا، تھوڑی دیر بعد آپ کی بھانج نے پوچھا کہ بھائی عبدالحق وہ بٹوہ روپیہ کا کہاں ہے یہ سن کر کہنے لگے کہ کیسا بٹوہ میں کیا جانتوں، انہوں نے کہا ابھی جو تمہارے بھائی نے دیا ہے رونے لگے کہ مجھے بہتان لگاتی ہو، مجھ کو بٹوہ نہیں دیا، انہوں نے وہ جگہ بتائی، جہاں آپ نے بٹوہ گاڑا تھا اس وقت یاد آیا اور فرمایا کہ میں بھول گیا تھا، آخر آپ کو صحبت دنیا داراں خوش نہ آئی دہلی سے نکل کر اوہڑگوں سے بھی ملے، آپ کے درد کو کسی نے نہ تسخیر کیا، ایک مدت جنگل میں عبادت مشغول رہے اور ریاضت اور مجاہدہ بحد کمال کو پہنچایا بعد الامام غیبی پانی پت میں وارد ہو کر شیخ جلال الدین نے آنا شیخ عبدالحق کا لوریاٹن سے معلوم کر کے چند گھوڑے باسازریں کسواکر درخانقاہ پر استادہ کرادیئے اور خادم کو حکم دیا کہ آج دسترخوان نہایت تکلف سے تیار ہو، اور خراب بھی کوئی ایسی چیز ہو کہ جس کا چھونا منع نہ ہو کھانا حرام ہو، بعض نے لکھا ہے کہ شراب وغیرہ مسکرات تھی، نعوذ باللہ جو ذات بابرکات ہو اور وہ اپنے مریدوں کو خراب و حرام چیز کے لگانے کا حکم دے، خوب ثابت ہے کہ شیخ کو نہایت اتفاقاً، الغرض جب شیخ عبدالحق دروازہ پر آئے گھوڑے اور آرائش مکان اور تزک احتشام دیکھ کر اپنے دل میں کہنے لگے کہ جو شخص ایسا باحشمت اور دنیا دار ہو محبت الہی سے ال کو کیا ذوق ہوگا، جب اندائے تودشخو کو دیکھ کر اور بھی حیران ہوئے اور اشیائے مسکرات دیکھ کر متنفّر ہوئے وہاں سے نکل کر چل دیئے تمام دن چلے شام کو قریب ایک آبادی کے پوچھا کہ اس مقام کا کیا نام ہے معلوم ہوا کہ یہ پانی پت ہے یہ سن کر بہت ہی حیران ہوئے وہ شب باہر بسر کر کے صبح پھر رہی ہوئے، تھوڑی دیر چلے تھے کہ راہ گم کر گئے، دیکھا کہ ایک خشک درخت پر ایک شخص کلاہ سرپردھے بیٹھا ہے، انہوں نے اس سے راستہ دریافت کیا، اس نے کہا کہ اے گمراہ اصلی راستہ دروازہ شیخ جلال الدین سے گم کر کے آیا ہے اگر یقین نہیں تو دو شخص اور آتے ہیں، ان سے پوچھ لے، جب یہ چند قدم اور آگے بڑھے دیکھا کہ دو شخص بشکل مشائخ آتے ہیں، ان کے نزدیک پہنچ کر راستہ دریافت کیا، انہوں نے بھی کہا تو دروازہ شیخ جلال الدین سے راہ گم کر کے آتا ہے، تیرا راستہ دروازہ شیخ پر ہے، اب تو ان کو یقین ہوا کہ یہ ہدایت غیبی ہے، پس باعتماد تمام وہاں سے واپس ہوئے اور دل میں کہا کہ اگر وہ اپنی کلاہ مڑا خواجہ شمس الدین سے مس کر کے میرے سرپردھیں اور حلواریں تو کیا خوب ہو، جب یہ قریب

خانقاہ کے پیچھے ان کے آنے کا حال نور باطن سے معلوم کر کے روضہ پیر و مرشد میں تشریف لے گئے خانقاہ پیران کو معلوم ہوا کہ شیخ روضہ خواجہ شمس الدین میں ہیں یہ بھی نہایت اشتیاق سے وہاں پہنچے اور اندر روضہ کے جا کر شیخ کی قدمبوسی کی، شیخ نے اپنی کلاہ روضہ شیخ سے مس کر کے ان کے سر پر رکھی، اسی وقت برائے تیار ایک شخص حلو لایا شیخ نے فاتحہ دے کر ان کو اور دیگر حاضرین کو تقسیم فرمایا، بعض نے لکھا ہے کہ وہ کل حلو ان کے حوالے فرما کر کہا کہ یہ تمہاری آرزو تھی یہ حلو لے کر خوش ہوئے اور تین بار دونوں نے حق حق کہا اور شیخ نے ان کو مرید فرمایا بعدہ جب کاریہ تکمیل پہنچا خرقة خلافت عطا فرمایا، اور یہ ارشاد کیا، کہ میں خلا سے چاہتا ہوں کہ میرا سلسلہ تجھ سے جاری ہو، چنانچہ ایسا ہی ہوا، کہ ہزاروں خلفائے نامداد توجہ حضرت سے مقدماتے روزگار اور مرتبہ ولایت کے پہنچے، کوئی جگہ ایسی نہیں ہے کہ جہاں یہ سلسلہ نہ ہو، بعض نے لکھا ہے کہ جب شیخ احمد دوبارہ آتے ہیں تو شیخ ان کے شوق میں درخانقاہ پر استادہ تھے اور صاحب اقتباس الانوار حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ نقل کرتے ہیں، کہ جب شیخ احمد عبدالحق آتے اور مرید ہوتے تو خدمت شیخ میں رہنے لگے مگر ان کے دل میں بوجہ اسباب معیشت کے تنفر تھا، کس واسطے کہ ان کو تجرید سے الفت تھی، ایک روز کسی مرید شیخ کے ہاں دعوت ہوئی، اس میں شیخ اور شیخ عبدالحق اور دیگر حضرات موجود تھے، دانستہ برائے مصلحت کوئی نشہ کی بھی چیز موجود کی گئی تھی وہ دیکھ کر ان کو نفرت ہوئی اور چلے گئے تھے بار دیگر پھر اگر مرید ہوتے، شیخ اپنی نہایت مہربانی فرماتے تھے، ایک روز خادم کو حکم دیا کہ آج ہر قسم کا کھانا اور کوئی نشہ کی بھی چیز ہو، جب دسترخوان آراستہ ہوا چندا و بھی بار حاضر تھے شیخ احمد عبدالحق کو بھی طلب کیا، اور ان کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ بابا عبدالحق جس برتن کو حق سے جدا جانے اور دور سمجھے، اس میں ہاتھ نہ ڈالنا یہ سنتے ہی انہوں نے جو شیخ کی طرف دیکھا انوار تجلیات اللہ نور السموات والارض کا شاہدہ ہوا۔ قَائِمًا لَوْ كُنَّا نَقْتُمُ دَجَّهَ اللَّهِ رَوْنًا هُوَ۔ نہایت تجلیات ظہور حق سے متحیر اور بے خود ہو کر زار لارہ وئے، اور ایک مدت تک ایک گوشہ میں محو جمال حق میں پڑے رہے، ایک روز حضرت شیخ نے کمال مہربانی سے ان کے پاس جا کر فرمایا کہ بابا عبدالحق ہوشیار ہو کچھ کھاؤ آپ نے یہ سن کر سراسر غرق سے اٹھا کر عرض کیا کہ شیخ میں نہیں جانتا، کیا کھاؤں یا کروں، کس لئے کھانے کی خواہش کروں، کس سے پرہیز کروں، اور پاک ناپاک میں کیونکر فرق کروں کسی بزرگ کا قول



کیا خوب ہے۔

غیر تش درجہاں نگہداشت لاجرم عین جملہ اشیا شد

سبحان اللہ وہ مقامات کہ جو بزرگوں کو بعد تکمیل کے حاصل ہوتے ہیں، ان کو اوائل میں حاصل ہوئے، الغرض جب شیخ نے بہت فرمایا تو عرض کیا، کہ سانویں کی روٹی بہتر ہے، مریدی سے پہلے بھی حضرت سانویں کی روٹی سے افطار فرمایا کرتے تھے، شیخ نے خادموں کو حکم دیا کہ سانویں کی روٹی لاؤ، انہوں نے بموجب حکم اس کے چانول کی روٹی تیار کر کے حاضر کی، آپ نے دیکھ کر فرمایا کہ یہ سانویں کی روٹی نہیں ہے بلکہ چانولوں کی روٹی ہے شیخ نے فرمایا، بابا اللہ پاک ہے پاک کو عنایت فرماتا ہے آخر تک پاک رہے، پس بعد ان ہدایات کے شکوک رفع ہوئے اور ثابت قدمی سے اپنے کار میں مشغول ہوتے، بعد تربیت کے خواجگان چشت کا طریقہ ہے کہ مرید صادق کو اپنے سے جدا کر کے سفر کراتے ہیں، پس بموجب اجازت شیخ کے سفر اختیار کیا، ایک شب آپ کا گزر ایک شہر میں ہوا، اور مسجد جامع میں ٹھہرے، بعد نماز عشا کے دیکھا، کہ تمام خلق شہر کی مسجد میں آکر ذاب کیوں کہتے ہو، ان لوگوں نے کہا، کہ اس شہر پر بلاناازل ہوتی ہے، اس کے دفع کرنے کو انہیں کہتے ہیں، ان لوگوں نے کہا تم بھی درویش ہو اذان کہو، آپ نے فرمایا، کہ مجھ سے ہرگز نہ ہو سکے گا، کہ اللہ کی طرف سے بلاناازل ہو، اور میں اس کے دفع کی کوشش کروں، حق کی طرف سے جو ہے وہ رحمت ہے اور زار روئے ہوتے اسی وقت وہاں سے اٹھ کر رہی ہوئے، آخر قصبہ سنام میں پہنچ کر ایک ضعیفہ کے مکان پر قیام پذیر ہوئے، اور ریاضت میں مشغول ہوئے، وہ بی بی بھی اس قدر ریاضت کرتی تھی کہ حضرت اس سے سبقت نہ لے جاتے تھے، نام اس ضعیفہ کا فاطمہ تھا، اور سنام میں ایک مجذوب تھے، ان سے حضرت کو کمال محبت ہو گئی تھی، ان کے واسطے کھانا لے کر جاتے وہ فرماتے کہ یہ رحمت حق ہے اور کھا لیتے، ایک روز اس ضعیفہ نے خواب میں دیکھا، کہ حوض میں سے مچھلیاں ماری جاتی ہیں، اور صبح حضرت سے بیان کیا اور تعبیر چاہی، آپ نے فرمایا میں نے بھی یہی خواب دیکھا ہے، تیرے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ سنام خراب ہو اور میرے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ دہلی خراب ہو، چنانچہ اسی عرصہ میں حضرت امیر تیمور صاحبقران وارد ہندوستان ہوئے، آپ نے اس مجذوب سے کہا کہ اب کیا دانتے ہے اس نے کہا کہ میں بھی یہاں سے جاتا ہوں، تم بھی چلے جاؤ، چنانچہ بعد آنے آپ کے سنام تالاج

ہوا، جب آپ بانی پت میں آئے، دیکھا کہ شیخ بھی تیاری سفر کی کر رہے ہیں، ان کو دیکھتے ہی ایک طباق چاولوں کا مرحمت فرما کر کہا کہ یہاں رہنا بہتر نہیں، شیخ تو کوہستان شمالی کی طرف روانہ ہوئے اور حضرت طرف بدایون کے آئے چندے قیام فرما کر عازم بنگالہ ہوئے، بمقام پٹنہ شیخ علاؤ الدین بنگالی سے ملے، وہاں سے چل کر بہار شریف میں آئے وہاں دو مجذوبوں سے ملے انہوں نے آپ کے حق میں دعائیں کیں، وہاں سے چل کر ایک قبرستان میں رہے عجائبات دیکھے، اہل قبور کی کرامات معائنہ فرماویں، آخر ایک اہل خیر کی نصیحت سے وطن میں آکر مسند ہدایت پر متمکن ہو کر تربیت مریدوں میں مشغول ہوئے، اور اہل برادری نے نکاح کر لیا، پہلے آپ کے ہاں شیخ عزیز پیدا ہوئے، انہوں نے پیدا ہوتے ہی حق کہا کہ تمام اہل خانہ نے سنا اسی طرح ان سے خوارق ظاہر ہونے، ایک دن غل مچا آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا غل ہے لوگوں نے کہا کہ چناں اور جنیں خوارق ظاہر ہوتے ہیں، آپ نے گھر جاکر فرمایا کہ میرے گھر میں ایسا غل نہ چاہیے، اور گھر سے نکل کر گور غریبا میں آئے اور فرمایا کہ اس جگہ قبر عزیز کی ہے اسی وقت وہ فوت ہوئے، بعدہ دوسرے صاحبزادہ تولد ہوئے، انہوں نے بھی حق کہا، اور خوارق ظاہر ہوئے، آپ نے ان کے واسطے بھی دعا کی وہ بھی فوت ہوئے آخر جب شیخ عارف پسر سوم تولد ہوئے وہ زندہ رہے اور عارف کامل اور صاحب سلسلہ ہوئے اس سلسلہ کو احمدیہ چشتیہ کہتے ہیں، لکھا ہے، کہ ایک روز حضرت دیوار حجرہ پر تشریف فرما تھے کہ شیخ جمال گو جبرہ گھوڑی پر جاتے تھے، حضرت کو دیوار پر بیٹھے دیکھ کر کہنے لگے کہ ممکن ہے کہ یہ دیوار چلنے لگے اور چلنے لگے، آپ نے فرمایا کہ کیا شکل ہے، اسی وقت حرکت میں آئی۔ آپ نے فرمایا بھائی جمال تمہاری گھوڑی کیسے چلتی ہے، انہوں نے ہر چند کھڑے مارے ال نے قدم بھی نہ ہلایا، اس وقت شیخ جمال شرمندہ ہوئے اور غدر چاہا، الغرض ردولی میں آپ کے دو جبرے تھے۔ جمالی نیچے جلالی بالائے مام تھا۔ ایک بار پیادہ حاکم ردولی کے خانقاہ حضرت سے ایک چارپائی اٹھالے گئے، خدام نے عرض کیا، آپ نے فرمایا صبر کرو، گھوڑی دیر بعد سنا کہ وہ حاکم مرگیا، ایک بار حضرت معہ چند یاران مسافر تھے، ایک جنگل میں پہنچے وہاں ایک درخت نہایت شاداب و سرسبز تھا، نیچے ال کے صاف تین تھی آپ وہاں ٹھہر کر مشغول ہوئے، یہاں تک کہ روح نے پروا کی خالی جسد رہ گیا، ہمراہی یہ حال دیکھ کر زاری میں آئے اور بہت لوگ جمع ہو گئے۔ جب بہت شور و غل مچا آپ نے چشم واک کی اور فرمایا کہ میرا

ارادہ اسی جگہ رہنے کا تھا، مگر تمہاری شورش سے پھر واپس آنا پڑا، یہ فرما کر ردولی شریف کو واپس آئے، وفات حضرت کی پندرہ جمادی الثانی ۸۳۳ھ میں ہوئی، مزار ردولی شریف میں زیارت گاہ خلق ہے، خلیفہ اول تہ حضرت شیخ غارت دوسرے شیخ مخلص، تیسرے شیخ بختیار و شیخ شمس الدین و شیخ بہرام کریمہ حضرت بھی کامل وقت گزرے ہیں اور نہایت پیر پرست تھے۔

## ذکر حضرت شیخ قوام الدین سارنگ چشتی سہروردی قدس سرہ

یہ حضرت پہلے امرائے اہل بنود سے تھے۔ جب مسلمان ہوئے تو ان کی ہمیشہ سے سلطان محمود بن فیروز شاہ نے نکاح کیا، یہ امرائے شاہی میں معزز ہوئے اور اپنے نام پر سارنگ پور آباد کیا، کہ دکن میں مشہور شہر ہے، اکثر بادشاہ مخدوم جلال الدین اوچی اور شیخ راجن قتال کی خدمت میں کھانا اہی کے ہمراہ کر کے بھیجا کرتا تھا، ایک روز شیخ راجن قتال نے کہا، کہ سارنگ اگر تو پانچوں وقت نماز پڑھا کرے، تو میں ادلش شیخ جلال کا تجھ کو دیا کروں، انہوں نے قبول کیا، اور اس تبرک سے مشرف ہوئے پھر فرمایا کہ اگر تو نماز چاشت اور اشراق اپنے اوپر لازم کرے تو میں اور تو دونوں ایک برتن میں کھاویں انہوں نے قبول کیا اور تینوں صاحبوں نے ایک جگہ کھانا کھایا، اسی وقت نور باطن ان کا منور ہوا، بعدہ شیخ قوام الدین خلیفہ شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے مرید ہوئے۔ شیخ نے ان کو اشغال پیران چشت میں مشغول کیا، بعد چند روز کے سلطان محمد نے قضا کی، انہوں نے تمام مال و منال جائیداد ترک کر کے اپنی اہلیہ وغیرہ کو ہمراہ لے کر پاپیادہ راہی طرف حرمین شریفین ہوئے، یہ کبھی کبھو پیروں چلے تھے، پاؤں میں چھالے پڑ گئے، ناچار قافلہ سے جدا ہو کر رہ گئے تیسرے روز فرمایا کہ تم لوگ تین قدم مجھ سے پیچھے آنکھیں بند کر کے آؤ، انہوں نے ایسا ہی کیا جب چشم کھولی اپنے کو قریب قافلہ کے پایا، اسی طرح زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہو کر پھر ہندوستان میں آکر شیخ یوسف بدھ کی خدمت میں رہے اور ان سے بھی خرقہ خلافت حاصل کیا، اور کبھی کبھو لکھنؤ میں آکر زیارت پیر روشن ضمیر شیخ قوام الدین سے بھی مشرف ہوتے تھے مگر وقت وفات پیر کی موجود نہ تھے، شیخ فرمایا کہ سارنگ اس وقت موجود نہیں ہے درنہ میں اپنا خرقہ اس کو دیتا، اور لباس اپنا حاضرین کے سپرد کیا کہ شیخ سارنگ کی امانت ہے، چنانچہ بعد انتقال شیخ کے جب لکھنؤ پہنچے



امانت پیر سے مشرت ہوئے اور لکھا ہے کہ شیخ لاہن قتال نہ بھی تبرکات اپنے پیروں کے  
شیخ سازنگ کے پاس بھیج دیتے تھے وفات شیخ سازنگ کی ۸۴۰ھ میں ہوئی،

## ذکر حضرت قاضی شہاب الدین دولت آبادی قدس سرہ

حضرت شاگرد قاضی عبدالقادر کے اور خلیفہ مولانا محمد خواجگی کے تھے اور سید محمد اشرف  
عل سمنانی سے بھی استفادہ تھا، آپ بڑے فاضل اور بالکمال تھے، چنانچہ شرح کافیہ اور کتاب  
الارشاد کہ علم نحو میں ہے اور علم بلاغت میں بدیع البیان لاثانی ہے اور بحر مواج تفسیر قرآن فارسی  
و تقسیم صنائع آپ کی تصنیفات سے موجود ہیں اور شعر بھی خوب فرماتے تھے اور اہل بیت کی شان  
میں آپ کا ایک رسالہ مناقب السادات ہے وفات حضرت کی ۸۴۵ھ میں ہوئی، ایک قطعہ آپ  
کا تبرکات درج ہے۔

ایں نفس خاکسار کہ آتش منزلتے اوست      برباد گشت لایق ہے آب کردن است  
شخصے چناں فرست کہ پابر سرم نہد      ریزد ہمہ معنی و تکبر کہ در من است

## ذکر حضرت میر سید یحییٰ اللہ نیرہ سید محمود کیسودراز قدس سرہ

حضرت نے عالم خوردی میں خرقہ خلافت حاصل کیا یعنی جد آپ کے وضو فرما رہے تھے، اور  
عمامہ لافرو تھا، آپ نے اٹھا کر اس کو اپنے سر پر رکھا، سید صاحب نے فرمایا، کہ یہ خلعت تجھ کو  
مبارک ہو، الحمد للہ کہ امانت اپنے اہل کو پہنچی، ال روز سید صاحب جس کو مرید فرماتے نیابت سید یحییٰ  
کرتے، ایک بار آپ ایک لڑکی کا تختہ پر عاشق ہوئے، آخر اس سے نکاح کیا، جب جلوہ پر بیٹھے  
اس کے جمال کو دیکھ کر شوق پیدا ہوا، ایک آہ سرد بھر کر جان عزیز کو معشوق حقیقی کے سہر دیا، بعد  
اس دلہن نے اسی محفل مستویات میں ان کو گود میں لیا اور فوت ہوئیں، آخر دونوں عاشق و معشوق کو  
ایک قبر میں رکھا، وفات حضرت کی ۸۴۵ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ نور الدین قطب عالم بنگالی قدس سرہ | آپ فرزند ولید  
و خلیفہ سار محمد

علاؤ الدین علاؤ الحق بنگالی تھے، صاحب عشق اور مشاہیر اولیائے ہند سے ہوئے ہیں، آپ کی کرامات مشہور ہیں، خدمات مرشد بجا لا کر قلب عالم سے مخاطب ہوئے، حضرت شیخ علاؤ الدین نے تمام خدمات خانقاہ آپ ہی کے سپرد کیں تھیں، اتفاقاً ایک درویش کے شکم میں وردہوا حاجت پانخانہ کی ہوئی، جب آپ اس کو اٹھانے لگے اس کا دست نکل گیا، آپ کے تمام کپڑے خراب ہوئے یہ حال ان کا شیخ علاؤ الدین دیکھ کر بہت خوش ہوئے، اور فرمایا کہ یہ خدمت تو نے خوب ادا کی اب دوسری خدمت میں مشغول ہو، چنانچہ کارفر کو بانٹھا پہنچایا، رفیق العارفین میں لکھا ہے، کہ ایک دن آپ برائے لنگر خانقاہ لکڑیوں کا بوجھ سر پر لے چلے آتے تھے، آپ کے برادر کلاں شیخ اعظم خاں کہ وزیر سلاطین تھے مل گئے دیکھ کر فرمانے لگے، نور الدین کب تک لکڑیاں ڈھونڈے گا، باپ کے پاس رہ کر دیکھ لیا کہ لکڑیاں ڈھونڈا ہے، میرے پاس آ کہ میں تجھ کو دولت و جاہ سے مستغنی کر دوں یہ سن کر جواب دیا کہ بندہ کو آپ کی دولت و شمت کہ فانی ہے کچھ حاجت نہیں، ہنرم کشی خانقاہ بہتر، منصب وزارت تیرے لئے ہے وفات حضرت کی ۸۵۰ھ میں ہوئی، مزار شریف پنڈا وہ میں ہے اور شیخ رفعت الدین اور شیخ انور دو صاحبزادہ تھے بعد وفات حضرت کے صاحب سجادہ ہوتے،

**ذکر حضرت شیخ علاؤ الدین قریشی قدس سرہ** | خلیفہ سید محمد گیسو دراز کہ علاؤ الدین قریشی گوالیار

مشہور ہیں، صاحب جامع علوم ظاہری و باطنی تھے، ہمیشہ گوشہ تنہائی میں یاد معبود کیا کرتے، بلکہ خادم کو حکم تھا، کہ کوئی اندر میرے پاس نہ آوے، وفات حضرت کی ۸۵۰ھ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت شیخ کبیر چشتی قدس سرہ** | آپ اولاد شیخ فرید بن عبد الحمید صوفی ناگوری

تھے، شرح ضور مصباح آپ کی تصنیف ہے، ناگور سے ہجرت کر کے گجرات میں قیام پذیر ہوئے اور وہیں ۸۹۰ھ میں وفات پائی۔

**ذکر حضرت شیخ ابوالفتح جونپوری قدس سرہ** | مرید و خلیفہ و شاگرد شیخ عبدالمقدر کے اور ان کے پوتے

بھی تھے، فاضل اور مشائخ وقت گزرے ہیں، مکام اخلاق سے نقل ہے کہ شیخ ابوالفتح جونپوری

چودہ مہینہ شکم مادر میں رہے، آپ کے جد نہایت فکر مند تھے ایک روز شیخ رکن ابوالفتح طہانی کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں، کہ قاضی کے گھر لوٹا ہوگا، اس کا نام میرے نام پر ہوگا، اہی روز ۱۲ محرم ۱۰۸۵ھ میں حضرت تولد ہوئے، اسی وقت شیخ جمال الدین مرید شیخ عثمان سیاح ان کے گھر آئے اور آپ کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ ابوالفتح ہے، قاضی الہی پچھ سے تیرا گھر پر نور ہوگا، آخر الامری شیخ عبدالحی والد شیخ ابوالفتح نے اپنے والد کی حیات میں قصاکی، اور آپ نے اپنے دادا سے تہمت پائی، اور خرقہ خلافت حاصل کیا، بعد انتقال قاضی عبدالمقصد کے مسند خلافت چشتیہ پر متمکن ہوئے، آمد امیر تیمور میں جو پور تشریف لائے اور زیر سایہ دیوار ایام گزاری کی، بعض اوقات بھوک سے بدن میں لرزہ آجاتا تھا، ایک روز ایک سوداگر مرید قاضی عبدالمقصد کا آیا، آپ کی یہ سورت دیکھ کر کہنے لگا۔ ایک مکان قریب مسجد نہایت عمدہ ہے خرید لیجئے اگر روپیہ نہ ہو، تو میرے پاس موجود ہے، اور قبلی آپ کے آگے رکھ دی آپ نے اس روپیہ سے وہ مکان خریدا اور بندہ رنج خانقاہ تیار کرائی، پھر یہ سوداگر آیا، اور کیفیت خانقاہ کی دیکھ کر دل میں خطرہ لایا کہ شیخ کے پاس بہت مال ہے، جو ایسا مکان بنایا، آپ نے اس کے خطرہ کو معلوم کر کے فرمایا کہ میرے پاس بہت مال ہے ایک حجرہ زرا و ایک نعرہ سے پر ہے، مگر چور کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا، جو چاہتا ہوں خرچ کرتا ہوں دوسروں کے مال کو چور لیتے ہیں، یہ سمجھا کہ یہ بد دعا میرے مال کے واسطے ہے شیخ نے پھر آگاہ ہو کر فرمایا کہ مجھ کو کچھ اختیار نہیں جو کہلوانا ہے میں کہتا ہوں پس ان ہی دنوں میں اس سوداگر کے ہاں چوری ہوئی، ایک بار آپ کے گھر میں بن برسی تھی اور شیخ محمد آکس دریا بادی اور شیخ فخر الدین بجنوری یہ دو صاحب آپ کے خلیفہ تھے، وفات حضرت کی بروز جمعہ ۱۳ ربیع الاول ۸۵۵ھ میں ہوئی، مزار جنینور میں ہے۔

## ذکر حضرت شیخ عارف قدس سرہ فرزند شیخ احمد عبدالحق ردونی

حضرت نے بعد انتقال پدر کے سجادہ مشیخت پر بیٹھ کر ہزاروں طالبان حق کو حق رسیدہ کیا، حضرت بندگی شیخ عبدالقدوس فرماتے ہیں، کہ خلق کی یہ کیفیت تھی کہ ہر ملے والہ جانتا تھا، کہ مجھ سے زیادہ محبت دوسرے سے نہیں فرماتے۔ میں نے اپنی عمر میں کسی سے یہ نہیں سنا، کہ مجھ سے



شیخ محبت نہیں کرتے تھے۔ وجود عالم کثرت نظر اقدس سے اٹھ گیا تھا مستغرق جمال و حدیث تھے۔ اس وجہ سے صبح کل تھے۔ جب آپ کو پڑھنے بٹھایا۔ حضرت کے والد نے معلم سے فرمایا کہ اپنے علم سے اس کو کچھ مت سیکھا، کہ علم حجاب اکبر ہے میں اس کو اپنا علم سکھاؤں گا، تمہارے پاس فقط ادب سیکھنے کے واسطے تمہارے پاس بٹھایا ہے، کہ نشست برخاست کا طریقہ معلوم ہو جاتے۔ جب آپ کسی قدر سیانے ہوئے، ایک روز آپ کے والد نے اہل خانہ سے کہا۔ کہ فیکر نہ بدرگاہ حق گستاخی کی ہے۔ چند مرتبہ فرستادہ حق مجھ کو لینے آئے۔ میں نے ہر بار یہی جواب دیا۔ کہ جب تک کار خیر اپنے فرزند سے فارغ نہیں ہوتا۔ نہیں آتا اے مادر لکھوری ہوشیار ہوا اور شادی کا بندوبست کر۔ شیخ عارف کو بچپن میں لکھوری کہتے تھے، ایک روز شیخ احمد عبدالحق قدس سرہ نے شیخ نور الدین سے جو خلیفہ سید موسیٰ کے تھے اور آپ کے محب اور معتقد تھے۔ کہا سید اپنی لڑکی کا عقد لکھوری سے کر دو انہوں نے اسی وقت قبول کیا۔ آپ نے مریدوں اور دلہا کو ہمراہ لے کر مکان شیخ نور الدین کا قصد کیا، اس دوران میں اور شرفائے قصبہ بھی آ گئے۔ جب شیخ نور الدین مکان پر جا بیٹھے اور یہ خبر قاضی شمس الدین کو ہوئی۔ انہوں نے آکر سید سے کہا کہ ہم کو فقیروں سے کیا نسبت اور ایسا فقیر کہ ایک کلمہ میں آتش ایک کلمہ میں پانی رکھتا ہے آپ نے نور باطن سے معلوم فرمایا کہ یہ سید کو منع کرتا ہے، نظر غضب سے اس کو دیکھا۔ معاً خون اس کے شکم سے جاری ہوا، آخر وہ بمنّت پیش آیا۔ آپ نے مہلت دی اور نکاح کے واسطے چھ ماہ کی مہلت دی۔ بعدہ حضرت خانقاہ کو واپس آئے۔ آخر بعد چھ ماہ کے نکاح ہوا اور قاضی کے شکم سے پھر خون جاری ہوا۔ اس کی صحت کے واسطے لوگوں نے پھر عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تیرا نشانہ پہنچ چکا ہے۔ اب چارہ نہیں۔ آخر قاضی نے قضا کی اور حضرت شیخ عارف کے ہاں شیخ محمد پیدا ہوئے۔ اور دو دختر ایک سید شریفی کہ وہ ایک سید سے بیاہی گئیں دوسرے ام کلثوم کو با شاہ روحانیت شیخ عبدالحق بندگی شیخ عبد القدوس سے بیاہی گئیں۔ حضرت شیخ عارف نے بعد کمال ریاضت اور مجاہدہ کے بدست حق پرست والد اپنے سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ اور وفات بعمر چالیس سال ۸۵۹ھ میں ہوئی۔

مرید سیدید  
اور تربیت یافتہ

ذکر حضرت شیخ ابوالفتح علانی قریشی کاپوری قدس سرہ

سید محمد کیسودراز کے تھے۔ جب یہ پہلے روز خدمت سید صاحب میں پہنچے۔ انہوں نے پوچھا کہ اے طالب اگر اس پہلے کہیں عاشق ہوا ہے تو کہہ دے انہوں نے کہا کہ میں تو عشق سیکھنے کو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ میں عشق کو کیا جانوں کہ کیا چیز ہے۔ سید صاحب نے فرمایا۔ کہ اس کے اظہار سے امتحان اور معلوم کرنا تیرے مشرب کا ہے واقعی کہہ دے اور پردہ نہ کر انہوں نے عرض کیا کہ ایک بار مجھ کو ایک ہندوئی کے دیکھنے کا شوق ہوا۔ جب کوئی صورت دیکھنے دیدار اس کے نہ نکلی۔ آخر زنا رگلے میں ڈال کر بت خانہ میں جا بیٹھا۔ جہاں وہ بے حجابانہ آتی تھی یہ سنتے ہی سید صاحب نے اس کو گلے سے لگایا اور فرمایا کہ تو باب عشق میں عجب عالی ہمت ہے۔ ایسا عالی ہمت کہاں پاؤں گا کہ اس کو طریقہ عشقی خدا سکھاؤں یہ کام عالی ہمتوں کا ہے عزیزوں کو ایمان کیا چیز ہے جو تو نے راہ محبت میں صرف کیا، اب آگے تجھے عشق حقیقی تعلیم کروں اور اس کو بیعت کیا۔ اور حجرہ بابا صاحب میں کہ اندر دوضنہ حضرت خواجہ قطب الدین کے ہے۔ عبادت حق میں مشغول کیا۔ تھوڑے دنوں میں مکمل ہوئے۔

## ذکر حضرت شیخ مینا پستی صاحب ولایت بکھنوا

یہ حضرت خلیفہ شیخ  
قوام الدین خلیفہ شیخ

نصیر الدین چراغ دہلی کے تھے اخبار الاخبار سے نقل ہے کہ شیخ مینا ولی ماورنا دتھے جب یہ پانچ برس کے ہوئے ان کو پڑھنے بٹھایا۔ استاد نے کہا الف کو آپ نے کہا الف۔ پھر استاد نے کہا ب کو آپ نے فرمایا کہ میں نے الف پڑھ لیا۔ اب (ب) کی کچھ حاجت نہیں۔ میری محبت صرف الف الہی سے ہے اور کئی معنی الف کے بیان فرماتے آپ ہمیشہ مجرد ہے دنیا اور اہل دنیا سے متفرق اور دیانت شاد کرتے تھے۔ یعنی دیوار پر بیٹھ کر عبادت فرماتے۔ جب نیند غلبہ کرتی، دیوار پر سے گر کر ہوشیار ہو کر پھر عبادت میں مشغول ہوتے۔ اور اپنے پیلوں کا نئے رکبتے تھے۔ کہ ان کی اذیت سے نیند نہ آوے اور موسم سرما میں کہ دے نر کر کے صحن خانقاہ میں بیٹھ کر عبادت کرتے۔ وجہ تسمیہ ان کے نام کی یوں بیان کرتے ہیں۔ کہ شیخ قوام الدین کے پسر نظام الدین محمد مینا نے ایام جوانی میں سلطان محمد بن فیروز شاہ کی نوکری کر کے بمرتبہ اعلیٰ پہنچے۔ اس وجہ سے کہ شیخ ان سے ناخوش تھے۔ شیخ نظام الدین نے بعد ازل کے نہایت کوشش کی۔ مگر شیخ ان سے خوش نہ ہوئے ایک بار یہ گھوڑے پر سوار خانقاہ میں گھس آئے۔ شیخ نے

دیکھ فرمایا کہ مجھ فقیر کے گھر پیاسی سے سوار ہو کر آیا۔ اے نابرخور دار تجھ کو شرم نہ آئی۔ یہ سمجھ کر انہوں نے گھوڑے کی باگ پھیری کہ گھوڑے کا قدم بگڑا اور یہ گھوڑے سے گر کر فوت ہوئے، شیخ نے اپنے مرید قطب الدین سے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ تجھ کو خدا فرزند دے۔ اور وہ موسوم باسم شیخ محمد مینا ہو۔ بجائے فرزند متوفی حکم نعم البدل رکھتا ہوا آخر وعائے حضرت سے آپ پیدا ہوئے اور شیخ کی مورد عنایات میں پرورش پا کر بعد تکمیل ترتیب صاحب سجادہ ہو کر لکھنؤ کے شاہ ولایت ہوئے۔ وفات حضرت کی سن ۸۷۷ھ میں ہوئی۔ مزار شریف لکھنؤ میں ہے:

## ذکر حضرت شیخ شمس الدین طاہر قدس سرہ

یہ حضرت خلیفہ شیخ نور الدین قطب عالم کے تھے، اور

روحانیت حضرت خواجہ بزرگ سے بہت کچھ فیضان حاصل کیا۔ اور بوجہ محبت مزار حضرت خواجہ کے اجمیر شریف میں رہے اور بعد ایک سو پچاس برس بمقام اجمیر ۸۸۱ھ میں وفات پائی۔

## ذکر حضرت شاہ جلال الدین گجراتی

گجرات کے باشندے تھے۔ پھر بنگال میں رہے اور نہایت عالی شان خانقاہ بنا کر اس میں ایک تخت شاہی بنایا۔ اس پر بیٹھ کر اجلاس فرماتے تھے اور مریدوں اور معتقدوں پر احکامات جاری فرمایا کرتے تھے۔ آخر کسی روسیہ حاکم نے یہ خیر باد شاہ وقت کو دی اور بہت کچھ شکایتیں کیں۔ یہ سن کر شاہ کو کمال تردد ہوا۔ اور فوج واسطے قتل شیخ اور ان کے معتقدوں کے روانہ کی۔ جب یہ فوج خانقاہ میں آئی۔ اور آپ کے مریدوں کو قتل کرنا شروع کیا۔ شیخ نے فرمایا۔ تمہارا قہار جب تلوار شیخ کے سر پر بلند کی۔ آپ نے فرمایا یا رحمان یا رحمان اسی کلمہ پر سترن سے قلم ہوا۔ اور زمین پر گر گئے۔ بار اللہ کہا اور چپ ہوئے۔ یہ واقعہ ۸۸۱ھ میں ہوا۔

## ذکر حضرت شاہ کا کو قدس سرہ

آپ خلیفہ شیخ نور الدین قطب عالم کے تھے اور اولاد سے بابا صاحب کی تھے۔ اور شیخ پیر محمد لاہوری سے بھی فیضان حاصل اور بعد تکمیل وعطائے ترقی خلافت خطہ لاہور میں مقرر ہوئے۔ اور آپ سے بہت سی کرامات ظاہر ہوئیں اور ہزاروں کو صلا سیدہ کیا۔ وفات حضرت کی سن ۸۸۲ھ



میں ہوئی۔

## ذکر حضرت شیخ حسام الدین بانک پوری قدس سرہ | یہ حضرت خلیفہ

قطب عالم کے تھے۔ علوم شریعت و طریقت میں یگانہ روزگار تھے۔ رفیق العارفین آپ کا ملفوظات ہے۔ جو آپ کے مرید نے جمع فرمایا۔ مرقوم ہے کہ حضرت فرماتے ہیں کہ بعد عطلے خرقہ خلافت سات برس میں نے فاقہ کسی کی۔ ایک روز میرا پسر گریہ کتاں میرے روبرو آیا۔ بوجہ فاقہ کے اس کا حال تنگ تھا۔ میری زبان سے یہ مصرعہ نکلا

ع اے عجباً چون توئی، پچھو منی لازم

پس اسی وقت ایک شخص کھانا لایا۔ اور چالیس من مائل بھیجے۔ پہلے سے اس نے کبھی کچھ نہیں بھیجا اس پر میں نے اپنے کو بہت نفیر کیا۔ کہ کیوں یہ کلمہ کہا اور جو کچھ میں نے پڑھا تھا۔ قدس سرہ سے مشرف ہوتے ہی سب بھول گیا۔ میرے والد ابتداء میں مجھ سے ناخوش ہو گئے تھے کہ تو نے کسب علم کیوں ترک کیا۔ جب یہ بات شیخ نے سنی فرمایا کہ درویش چاہتے ہیں کہ سر اپنی تیغ کے نیچے رکھیں علماء چاہتے ہیں کہ اپنی تیغ کے نیچے رکھیں۔ پس مرد وہ ہے۔ کہ دونوں کا کرے۔ اس روز سے مجھ کو پرہیز ہوا پھر یاد آگیا۔ اور جذبہ کی یہ صورت تھی۔ کہ اللہ کہنا ممکن نہ تھا۔ اگر کہتا تھا نہایت بیتاب ہو جاتا تھا۔ لوگ مجھ پر دیوانگی کا گمان رکھتے تھے۔ جب واسطے زیارت شیخ کے وطن سے نکلا۔ ہر شب خواب میں فرماتے تھے۔ کہ میں تیرے پاس ہوں تو مت گھبرا۔ ایک بار میں کشتی میں سوار ہوا۔ دیکھا کہ ایک درویش میرے پاس ہے۔ جب کشتی کنارہ پر پہنچی وہ درویش غائب ہو گیا۔ جب خدمت شیخ میں حاضر ہوا۔ شیخ کو اسی لباس سے پایا۔ جیسا کہ اس درویش کا تھا۔ وفات حضرت کی ۸۲۷ھ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت سید علم الحق والدین قدس سرہ | آپ خلیفہ حضرت خواجہ سراج الدین

کے تھے۔ علوم ظاہری و باطنی میں یگانہ روزگار اور مشارح وقت۔ خورد صالی سے آپ کو صحبت فقراء سے شوق تھا۔ اول اول نہایت ریاضت شاقہ اور مجاہدہ میں مشغول رہے ہیں۔ سترہ برس جنگلوں میں رہے۔ آبادی میں قدم نہیں رکھا۔ بعد اکر کالمین سے ملاقاتیں کیں۔ ایک روز ایک مجذوب آپ کی خدمت میں آیا اور

اپنی صحت کے واسطے دعا چاہی۔ اس کا بل حال دیکھ کر آپ کو رحم آیا۔ ایک مرید کی طرف اشارہ کیا۔ آپ کے وضو کی کچھڑ اٹھا کر اس کے بدن سے ملی جس وقت وہ کچھڑ خشک ہوئی۔ اس کو فرمایا کہ اس کو بدن سے مل کر جدا کر۔ جب اس نے اتارنا شروع کیا۔ اس کے ساتھ جلد بھی اترنے لگی اور نیچے سے اچھی جلد برآمد ہونے لگی۔ مگر کچھ زخم باقی تھے۔ آپ نے بجا ہوا پانی وضو کا بدھنی سے اس کو مرمت کیا کہ اس کو زخموں پر لگا۔ معالگہ کرنے سے وہ زخم بھی اچھے ہو گئے۔ حضرت کو روحانیت بابا صاحب سے نہایت الفت تھی اور فیضان بھی حاصل کرتے تھے۔ بمقام پیران پٹن ۲۶ صفر کو انتقال کیا۔ سن نہیں ملا۔

## ذکر حضرت شیخ محمود ابن قدس اللہ سرہ العزیز

موافق ہدایت حضرت خواجہ بزرگ آپ نے سید علم الحق سے بیعت کی۔ بعد پایادہ زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہو کر مصر میں بعض اولیاء اللہ سے ملے۔ وہاں سے شام آئے۔ بیت المقدس کی زیارت سے مشرف ہوئے اور روحانیت حضرت خواجہ ابراہیم بن ادہم بلخی سے فیضان حاصل کیا۔ وہاں سے روم گئے۔ پھر وہاں سے آکر زیارت مزار غوث پاک سے شرف حاصل کیا۔ وہاں سے فارس میں آئے۔ وہاں سے مشہد مقدس اور بخارا ہوتے ہوئے قندھار میں آئے چندے قیام فرمایا وہاں سے پیران پٹن میں آکر چندے مقیم رہے اور ۲ ربیع الاول کو وفات ہوئی۔

## حضرت شیخ جمال الدین عرف حمزہ ابن قدس سرہ

آپ خلیفہ شیخ محمود ابن قدس سرہ کے تھے حافظ کلام ربانی اور تفسیر آپ کو حفظ تھی۔ نہایت خوش آوازی سے قرآن پڑھتے تھے۔ آپ کو افطار کم تھا۔ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔ عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا کرتے اور خورد سالی سے دو رکعت نماز برائے صحت ایمان بھی ناغہ نہ ہوتی اور ہمیشہ ایک ہزار نفل ادا کیا کرتے تھے اور ہمیشہ ترک تجرید کے ساتھ بسر فرماتے دنیا احوال دنیا سے متنفر رہتے تھے۔ ایک روز آپ ایک مسجد میں مشغول تھے ناگاہ ایک شخص کو ضرورت غسل کی تھی وہ بہت رات سے آگیا۔ اس نے دیکھا کہ دست و پا آپ کے جدا ہوا پڑے ہیں وہ سمجھا کہ کوئی مار گیا۔ وہاں سے بھاگ کر اپنے گھر آیا۔ صبح جب نماز کو آیا

آپ کو صحیح پایا۔ اوروں سے اس نے بیان کیا۔ ایک دوسرے کو خیر ہوئی۔ اب خلقت کا اثر دہام ہونا شروع ہوا۔ آپ کو یہ بات ناگوار گزری فرمایا کہ جس منہ سے میرا باز جس نے فاش کیا وہ گونگا نہ ہو گیا۔ وہ شخص اسی وقت گونگا ہو گیا۔ اور چند مدت تک گونگا رہا۔ آخر حضرت کی خدمت میں آ کر اپنی حرکت سے توبہ کی۔ آپ نے ارادہ مرحمت اس کو چند دانہ موریر کے دیتے۔ وہ ان کو کھاتے ہی گویا ہوا۔ وفات حضرت کی ۲۲ ذی الحجہ ۸۸۵ھ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت شیخ سعد الدین خیر آبادی قدس سرہ | یہ حضرت ددوش خاندان نظامیہ کے اور خلیفہ شیخ

مینا شاہ ولایت لکنؤ کے ترک اور تحریذ میں پیر کے قدم بہ قدم تھے۔ اور مشتاق سماع اور وجد تھے اور صاحب تصانیف بھی تھے۔ شرح مصباح و کافیہ اور مجمع السلوک کہ جن میں حالات شیخ مینا کے مفصل درج کئے ہیں۔ اور علوم ظاہری مولانا اعظم سے بڑھا۔ آپ کے مریدوں میں بہت سے بالکمال ہوتے ہیں۔ چنانچہ شیخ مبارک اور شیخ صافی یہ دونوں بزرگ کمال گزرے ہیں۔ وفات شیخ سعد الدین کی ۸۸۲ھ میں ہوئی۔ مزار شریف خیر آباد میں ہے۔

## ذکر حضرت شاہ میاں جی بیگ | حضرت مرید سید احمد گیسو دراز کے تھے۔ کہ ان کے زمانہ میں دوسرا دوشل ان سے بہتر سمجھا

جاتا تھا۔ غرہ جب سے تابہ عاشورہ معتکف رہتے تھے۔ اور وہ حجرہ کو بند کر لیا کرتے تھے۔ اسی طرح چھ ماہ بے آب و دانہ بسر فرماتے تھے۔ اور جس روز باہر آتے۔ پہلے غل مچاتے۔ تاکہ لوگ دیر حجرہ سے جدا ہو جاویں۔ اگر کسی پر نظر پڑ بھی جاتی تھی۔ تو وہ دو روز بے ہوش رہتا تھا۔ اس شہر کا قاضی آپ سے منکر تھا۔ ایک روز اس پر بھی نظر پڑی۔ وہ بھی دو روز بے ہوش رہا۔ ایک روز قاضی برائے تنبیہ چوڑول میں سوار ہو کر آپ کے پاس آیا۔ آپ نے جو بارہ سے جانب قاضی دیکھا۔ معاکہ اوروں کے پیر گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے۔ قاضی بھی شریعت میں قدم راسخ رکھتا تھا۔ چوڑول سے اتر کر بالا خانہ پر شیخ کے پاس آنا چاہا۔ شیخ نے نیچے جا کر قاضی سے مصافحہ کیا اور اوپر لائے۔ قاضی نے دیکھا۔ کہ بوتل شراب کی رکھی ہے۔ پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ شیخ نے گلاس اس میں سے بھر کر قاضی کو دیا۔ فرمایا ہم شراب بخور شربت نبات است۔ جب قاضی نے پیا تو وہ شربت نبات تھا۔ ان کے پیتے ہی شکوک رفع



ہوئے اور شیخ سے محبت ہوئی۔ آپ نے پندرہ سو بیس سال سنسنیہ میں دنیا سے سفر پایا  
مزار شریف مندریں ہے۔

**ذکر حضرت شیخ ملاذہ قدس سرہ** | یہ حضرت پہلے مرید شیخ احمد دہلوی کے ہوئے  
اور ریاضت اور مجاہدہ شاقہ کر کے کامل ہوئے

بعد شیخ جلال الدین گجراتی کی صحبت میں رہ کر سبق عشق پڑھا۔ اور مصباح العاشقین کے نام سے  
مخاطب ہوئے۔ ایک روز مجلس سماع میں قوالوں نے مضمون فراق شروع کیا۔ اس وقت شیخ کو وجہ  
ہوا۔ یہاں تک نوبت پہنچی کہ سوختگی فراق سے قریب تھا کہ روح پرواز کر جائے۔ مگر ایک اور بزرگ  
نے قوالوں سے کہا۔ کہ دوسری چیز شروع کر دو۔ ورنہ اب شیخ کا انتقال ہوا۔ انہوں نے مضمون  
وصل شروع کیا۔ اس کے سننے سے تازگی آنے لگی۔ ایک بار آپ کے گھر آگ لگی۔ جو دہان کر بونے کے  
واسطے تھے۔ سب جل کر راکھ و کوئلہ ہو گئے تھے۔ جب وقت تخم ریزی کا آیا۔ آپ کو معلوم ہوا کہ دہان  
جل گئے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم خود جلے ہوئے ہیں۔ جلا ہوا تخم ریزی کافی ہوگا۔ دوسرا کیا کریں گے۔ اور  
دعا کی کہ الہی ہر یاد تو اپنی حکمت کاملہ سے کام کرتا ہے۔ اب کے میری التجا کے موافق کام کر۔ جو دہان  
میرے گھر میں تھے سب جل گئے۔ دوسرے لینے کی گنجائش نہیں۔ پس وہی جلے ہوئے دہان تیری  
رحمت کے بھروسہ پر ہوتا ہوں۔ تجھ کو اختیار ہے۔ آخر وہی بولے۔ قدرت خدا سے وہ پکے تو دیکھا۔ کہ  
ایک ایک دہان میں دو دو چاول تھے۔ آخر لوگوں نے وہ دہان سلطان سکندر کو دکھائے۔ میں نے  
دیکھ کر شکریہ ادا کیا۔ کہ میرے عہد میں ایسے اولیائے مستجاب الدعوات ہیں۔ کہ جو خدا سے مانگتے ہیں۔  
وہ پاتے ہیں۔ ایک روز آپ کی مجلس سماع میں ایک رئیس ہندو کہ اہل قنوج تھا آگیا۔ شیخ کے جمال  
کو دیکھ کر بے خود ہو گیا۔ اس وقت شیخ کو وجہ تھا۔ اس ہندو نے اپنے نوکر وں سے کہا۔ کہ مجھ کو بیکڑ  
ورنہ میں چلا۔ اور اپنے دین سے گزرا۔ اس کے ہمراہی اس کو لے کر آئے۔ جب اس کے ہوش درست  
ہوئے۔ تو اس سے پوچھا کہ کیا حال ہوا تھا۔ اس نے کہا۔ یہ مسلمان خدا کو بغل میں لے کر وجد کرنے  
ہیں۔ اگر تم مجھ کو وہاں سے نہ لاتے تو میں اسی وقت مسلمان ہو جاتا۔ وفات حضرت کی سنسنیہ  
میں ہوئی۔ مزار آپ کا قصبہ ملاوہ لواح قنوج میں ہے۔

## ذکر حضرت شیخ جنید حساری قدس سرہ | یہ حضرت اولاد گنج شکر سے

کی یہ کیفیت تھی۔ کہ تین روز میں قرآن مجید لکھ لیتے مع اعراب کے اور بھی آپ کی تصنیفات سے چند رسالے ہیں۔ جس میں عالم ولادت میں جو کچھ آپ نے دیکھا ہے۔ اس طرح لکھا ہے۔ کہ اس کا سمجھنا نہایت مشکل ہے۔ وفات حضرت کی ستلہ میں ہوئی مراد شریف آپ کا حصار میں ہے۔

## ذکر حضرت شیخ حسین ناگوری قدس سرہ | کہ خلیفہ شیخ کبیر کے تھے اور علوم

تمام اہل ہند ان کی ولایت اور عظمت پر متفق ہیں۔ آپ کو ذوق در عشق کمال درجہ کا تھا۔ زیادہ تقویٰ زیادہ تھا۔ ولایت گجرات میں بہت روز بیکے ہمراہ رہے اور بہت روز تک مجاور حضرت خواجہ بزرگ رہے۔ پھر حجرہ شریف میں قیام کیا۔ بعدہ بحکم خواجہ ناگوری اور دس تیس میں مشغول ہوئے۔ اور تفسیر مسی بہ نور البنی تحریر کی۔ کہ اس کے تیس جزو ہیں۔ نہایت عمدہ ترتیب دی ہے اور حل ترکیب معانی قرآن عمدگی اور سہولیت کے ساتھ بیان کئے اور دیگر کتب اور مکتوبات آپ کے بہت ہیں۔ اور شیخ احمد غزالی کی سوانح کی شرح کی۔ اور تمام املاک جاہ و مکانات کل محبت حضرت رسالت پناہ علیہ السلام وقف فرماتے۔ آپ کا قاعدہ تھا۔ کہ عرس جد بزرگوار میں بہت پخت کراتے تھے۔ کل حاضرین کو تقسیم کر کے قد سے اپنے افطار کے لئے رکھ لیا کرتے تھے ایک روز بعد تقسیم طعام چار شخص اور آگئے دیکھا کہ ان کے بدن سے خون اور پیپ ٹپکتی تھی یعنی جذامی تھے۔ آتے ہی کھانا مانگا۔ شیخ نے جو کچھ اپنے واسطے رکھا تھا حاضر کیا انہوں نے کھا کر کہا یہ باقیماندہ کھانا تو کھالے آپ نے مروت مہمان نوازی سے نہ کھانا معیوب سمجھ کر پس ماندہ کھانا ان کا کھالیا۔ وہ اسی وقت روانہ ہوئے اور آپ کو اسی روز فتح ظاہری اور باطنی حاصل ہوئی سمجھے کہ مردان غیب تھے۔ اور آپ کے ہاں ایک گاڑی تھی اس کے بیلوں کی خود خدمت کرتے تھے۔ لباس نہایت کھنہ اور پیلا پہنتے تھے۔ شیخ عبدالحق نے لکھا ہے۔ کہ ایک شخص عبدالقادر جو شہزادہ تھا مگر مناسبت درویشوں سے رکھتا تھا۔ اس کے پاں آپ کے پیراہن سے چند تبرکات تھے۔ جاہ دستار کرے، پا جامہ میں نے بھی دیکھے ہیں۔ ایک بار سماع سے حالت وجد میں شہر سے باہر

آئے وہ تالاب جو قریب ناگور بہت گہرا ہے۔ اس پر مثل زمین کے چلے پیچھے وہ شخص کہ جو حضرت کے ہاتھ پر مسلمان ہوا تھا۔ اسی طرح چلا اور جو قوال ہمراہ تھا نہ جاسکا۔

نقل ہے کہ سلطان غیاث الدین بادشاہ منڈو نے آپ کو کئی مرتبہ طلب کیا۔ آپ نہ گئے ایک بار موتے مبارک رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کہیں سے بادشاہ کے پاں آئے۔ امر نے عرض کی کہ اگر یہ خبر شیخ حسین کو ہو گئی۔ تو بے بلائے چلے آریں گے۔ بادشاہ نے آپ کو نغضیہ خبر کرائی۔ یہ سنتے ہی راہی طرف منڈو کے ہوئے، جب بادشاہ کو خبر ہوئی۔ کہ شیخ نزدیک آئے۔ بادشاہ استقبال کو باہر آیا۔ دیکھا کہ ایک شخص میلے پھٹے کپڑے پہنے ایک گاڑی پر سوار چلا آتا ہے۔ لوگوں نے کہا شیخ یہی ہیں۔ بادشاہ نے گھوڑے سے اتر کر مصافحہ کیا۔ آپ نے فرمایا کہ موتے مبارک کی زیارت کرا۔ بادشاہ آپ کے اپنے مکان پر آیا جب موتے مبارک آپ کے روبرو آئے آپ نے ان کو دیکھا اسی وقت وہ آپ کے ہاتھ پر پڑے۔ آپ نے بوسہ دیا۔ آنکھوں سے لگایا پھر واپس دے دیتے، بعدہ بادشاہ آپ کو اپنے والد کی قبر پر لے گیا۔ اس کے واسطے دعا چاہی۔ آپ نے دعا کی۔ بعد اس کے جو کچھ اس کی قبر سے معلوم ہوا۔ بیان فرمایا۔ بادشاہ نے بہت کچھ پیش کش کیا۔ آپ نے قبول نہ فرمایا مگر آپ کے صاحبزادہ کو اس کی طرف میل ہوا۔ آپ نے ازراہ کشف معلوم فرما کر ارشاد کیا کہ یہ سانپ ہے۔ کوئی سانپ کو اپنے پاس نہیں آنے دیتا۔ اگر کسی قدر اس میں سے لیتا ہے تو تعمیر روضہ خواجہ بزرگ اور حد خود میں صرف کرے تو اختیار ہے کس واسطے کہ میرے پر کا بھی ارشاد ہے کہ تیرے ہاتھ در آوے گا۔ اس کو تو تعمیر روضہ ملے مشائخ میں صرف کھیو۔ اس سے پہلے کبھی آپ نے کسی کی نذر قبول نہیں کی تھی بلکہ زر کو کبھی ہاتھ بھی نہ لگایا تھا۔ پس وہ لے کر خواجہ کے روضہ پر عمارت تعمیر کرائی۔ اور دروازہ روضہ خواجہ کسی اور بادشاہ منڈو نے بنوایا۔ دوسرا روضہ شیخ حمید الدین ناگوری کا تیار کرایا اس کی چار دیواری بنوائی۔ اپنے خرچ میں جب نہ لائے۔ وفات حضرت کی سن ۷۰۰ میں ہوئی۔ مزار ناگور میں ہے۔

**ذکر حضرت راجی حامد شاہ قدس سرہ** | یہ مرید حضرت شیخ حسام الدین مانک پوری کے تھے۔ یہ بزرگ بھی صاحب نسبت اور صاحب حال تھے۔ کہتے ہیں کہ دو برادر عہد سلطان شمس الدین التمش میں سادات کروہیہ وارد ہندوستان ہوئے۔ ایک سید شمس الدین نے میوات میں سکونت اختیار کی۔ دوسرے سید



شہاب الدین دہلی میں رہے اور راجی خطاب پایا۔ راجی حامد شاہ ان حضرت کے پوتے تھے پہلے یہ بھی پیشہ سپہ گری کرتے تھے، جب صحبت شیخ حسام الدین مانک پوری میں آئے۔ یا صنت اور مجاہدہ میں مشغول ہوئے صفائی باطن ہم پہنچا کر حضور وقت ان کے نصیب میں حاصل ہوا۔ علم آپ کو موافق حاجت کے تھا۔ مگر علماتے دیر آپ کے حلقہ امادت میں تھے جس کسی کو کمال بنانا چاہتے تھے۔ اپنی سرگزشت ال کے آگے بیان فرماتے اسی ضمن میں اس کے مقصود حاصل ہو جاتے تھے۔ وفات حضرت کی سال ۹۵۰ھ میں ہوئی۔ مزار شریف مانک پور میں ہے۔

**ذکر حضرت شیخ حسن طاہر قدس سرہ** | یہ حضرت خلیفہ راجی حامد شاہ کے تھے اور سید نور پسر راجی حامد شاہ سے فرقہ

خلافت حاصل کیا تھا۔ حضرت بطلب علم ملتان سے دہلی میں آکر تحصیل علم میں مصروف رہے بعدہ بہار میں جا کر شیخ بدر حقانی سے اکتساب علوم کیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ حضرت بہار میں تولد ہوئے آپ کے والد ملتان سے آئے تھے۔ عین شباب میں آپ کو طلب حق دامن گیر ہوئی اور فقیر ہوئے۔ اسی ایام میں کتاب فصوص الحکم ایک مشائخ سے شروع کی ان کے والد طریقہ فصوص کے منکر تھے۔ ایک روز ان سے مسئلہ توحید اور وجود دریافت کیا۔ انہوں نے نہایت فصاحت سے اس کی شرح کی۔ اسی روز سے آپ کے کمال کا شہرہ ہوا۔ آپ نے خدمت راجی حامد شاہ میں بیعت کی۔ چندے جو پور میں رہے۔ بعدہ باستدعائے علمائے دہلی، دہلی میں آئے۔ بعض نے لکھا ہے کہ دہلی آنے کا سبب یہ ہوا کہ عزیزان سلطان سکندر لودھی میں سے ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور دعا چاہی کہ سلطنت مجھ کو نصیب ہو۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے ایک کو ترقی دے کر سلطنت ال کے حوالہ فرمائی ہے تو ای کا فرمانبردار رہ، یہ خبر جب سلطان کو ہوئی آپ کو دہلی میں بلا کر کو شک نیکی منڈل کے ایک برج پر رکھا۔ آپ کی تصنیفات سے مفتاح الغیض اور گنجینہ اسرار و بحر المعانی وغیرہ چند رسالے ہیں۔ وفات حضرت کی ۸۴۲ھ یعنی الاولیٰ سنہ ۱۴۳۹ھ میں ہوئی۔ مزار شریف دہلی میں قریب بجے منڈل نہایت متبرک مقام ہے۔

**ذکر حضرت شیخ بختیار قدس سرہ** | آپ مصائب و مرید حضرت شیخ احمد عبد الحق کے تھے۔ پہلے یہ ایک جواہر فروش کے غلام

تھے۔ جب ان کا مالک ردولی میں آیا۔ ان کو شیخ کی تذکرہ کیا۔ یہ ہمیشہ خدمات مثلاً سند بجالاتے اور ہر وقت خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ شیخ ان کی طرف التفات بھی نہ فرماتے۔ بعد چھ ماہ کے شیخ مہربان ہوئے ان کو حالت مستی ہو گئی۔ اس مستی میں شیخ سے کہنے لگے کہ تو اس قدر نعمت رکھتا ہے اور بندگان خدا کو محروم رکھتا ہے۔ شیخ نے ہر چند ان کو منع کیا۔ مگر یہ نہ مانے۔ مجبور شیخ نے اپنے ہاتھ سے قدرے پانی ان کو پلایا۔ اسی وقت ہوشیار ہو گئے۔ تب شیخ نے فرمایا۔ کہ تو اپنے مالک کے پاس جا۔ اگر وہ رضادے تو ہمارے پاس آ۔ ورنہ وہیں رہ۔ آپ آدرا بجالا کر نصرت ہو کر جوہر میں اس جوہری کے پاس آتے۔ اس نے جب ان کو اور ہی حال سے دیکھا۔ ان کو آڑا دیکھا۔ یہ وہاں سے چل کر پھر خدمت میں آکر بہ تکمیل پہنچے۔ اور شب و روز خدمت شیخ میں حاضر رہے۔ ایک روز شیخ نے حکم دیا کہ گھر کے صحن میں چاہ کھود۔ انہوں نے چاہ کھود کر تیار کیا۔ بعد چندے حکم دیا کہ اس کو بند کر دے۔ انہوں نے بند کر دیا۔ اور کچھ نہ پوچھا کہ کیوں خدوایا کیوں بند کر لیا۔ ایک روز شیخ حجرہ میں تشریف فرما تھے۔ اور یہ بھی حاضر تھے۔ شیخ نے فرمایا کہ تختیار دیکھ آپ نے جو دیکھا۔ تو تمام حجرہ کو ذرے بھرا ہوا پایا۔ شیخ نے فرمایا جو تیرے کارآمد ہوئے آپ نے عرض کیا کہ سوائے اطاعت حضور کے بندہ کو دوسری چیز درکار نہیں۔ وفات حضرت کی سن ۱۱۹۰ میں ہوئی۔ عمر آپ کی دراز ہوئی۔ مزار ردولی شریف میں ہے۔

## ذکر حضرت شیخ محمد عیسیٰ جوہر پوری قدس سرہ

یہ حضرت خلیفہ شیخ  
فتح اللہ اودھی کے

تھے آپ کے والد اکابر دہلی سے تھے۔ آمد تیمور میں جوہر آ گئے تھے یہ جوہر میں پیدا ہوئے۔ ان کو خور دسالی سے مجالس فقراء میں جلنے کا شوق تھا۔ شیخ ابو الفتح کے مرید ہوئے۔ فاضل شہاب الدین سے علوم ظاہری کی تحصیل کی لکھا ہے کہ آپ کی مشغولی ایسی تھی کہ یہ نہیں جانتے تھے کہ میں کون ہوں اور کہاں ہوں۔ ٹھوڑی سیدہ سے لگ گئی تھی۔ گردن کے سرے اوپر برآمد ہو گئے تھے۔ حجرہ کے آگے جو درخت تھا۔ اس کی یہ خبر نہ تھی کہ کب پت جھڑھوتی ہے۔ کب پتے برآمد ہوتے ہیں۔ وفات حضرت کی سن ۱۱۹۰ میں ہوئی۔ مقبرہ عالی جوہر میں زیارت گاہ ہے۔

## ذکر حضرت شیخ عزیز اللہ متوکل قدس سرہ

کچھ ہوتا اس کو تقسیم فرماتے یہاں تک کہ پانی واسطے وضو تہجد کے موافق حاجت کے رکھتے۔ اپنی مجلس میں مالداروں کو نہ آنے دیتے تھے۔ ایک روز ایک امیر آیا۔ اس نے زیارت کے واسطے عرض کرایا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اگر آیا ہے تو جوتیوں میں بیٹھے اگر کچھ مال کا غور ہے تو یہاں آنے کی حاجت نہیں۔ پس شام کے وقت وہ آیا۔ دیکھا تو چراغ بھی نلایا ہے۔ اس نے آپ کے فرزند سے کہا کہ صبح بہت سائیل اور چراغ آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں گا۔ جب وہ ختم ہو چکے پھر حاضر کر دوں گا۔ عرض اس نے ایفائے وعدہ کیا۔ شب کو بڈنی دیکھ کر دریافت کیا مکہ۔ کہاں سے آیا۔ تمام کیفیت معلوم ہوئی۔ اس سامان کو اسی وقت مساکین کو دے دیا اور اسکو منہ کرا بھیجا کہ اب مجھ نہ بھیجے۔ وفات حضرت کی ۱۱۹۰ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت مولانا الہ داد قدس سرہ

یہ حضرت بھی عمدہ علمائے جو نہ پور سے تھے اور شاگرد قاضی شہاب الدین کے اور مرید راجہ حامد شاہ کے، مجاہد اور ریاضت شائقہ کو کچھ چند روز میں مکمل کرتے و قاضی کی ۱۱۹۰ میں ہوئی مزار جو پور میں ہے۔

## ذکر حضرت شیخ احمد مجدد شیبانی قدس سرہ

ذات جامع الکمال تھی سولہ برس کی عمر میں اس علوم کراتے تھے۔ لکھا ہے کہ نارسول میں پیدا ہوئے۔ پند آپ کے قاضی محمد الدین تھے۔ وہ بیٹے قاضی تلج الافضل بن شمس الدین شیبانی کے جو اولاد سے امام محمد شیبانی کی۔ شاگرد و مصاحب امام اعظم کے تھے آپ کے باپ کے سات بیٹے تھے۔ اور سب کے سب فاضل اور متقی ہوئے۔ شیخ احمد علم مناظرہ میں جانا روزگار تھے۔ عین شباب میں حضرت خواجہ حسین ناگوری کے مرید ہوئے اور علم طریقت حاصل کیا۔ بعد اجمہ میں اگر سات برس رجا اور خاندان نبوی سے نہایت اعتقاد تھا۔ عشرہ محرم میں بارہ روز تک اجلا کپڑا نہ پہنتے تھے۔ قبرستان سادات میں خاک پر پڑے رہتے تھے عشرہ کے روز دودھ اور شربت سادات کے گھر خود لے جایا کرتے ہر روز تیار کرتے۔ وفات شریفیت میں نہایت تکلف سے نیا کرتے۔ اصحابہ اوایل بیت رسول کے اعراس کرتے اور عشرہ میں اس قدر روتے تھے کہ ہمیشہ آنکھیں متورم اور سرخ رہتی تھیں۔ سماع کو بہت دوست رکھتے تھے اور جس وقت مجلس میں بیٹھے بہت بیت تمام گفتگو کرتے۔ مجذبولوں سے بہت محبت فرماتے تھے۔ اپنی تعظیم اور توقیر کو درست نہ رکھتے تھے۔ اگر کوئی بیان کرتا کہ میں نے رسول مقبول کو خواب میں دیکھا۔ اس کے روبرو باادب بیٹھ کر سنتے اس



کی آستین اپنے منہ سے ملتے۔ اس کے قدم اپنی آنکھوں سے لگاتے اگر وہ بیان کرتا کہ میں نے فلاں جگہ دیکھا ہے۔ اس جگہ جا کر وہاں کی خاک اپنے چہرہ سے ملتے اگر پتھر ہوتا اس کو پانی سے دھو کر وہ پانی اپنی پوشاک پر چھڑکتے۔ اور مثل اپنے پیر کے کپڑے پرانے اور میلے رکھتے۔ اگر کسی کو سید سے کچھ نصیحت ہوتی۔ تو اس کے پاس جا کر ہمت صفائی کراتے۔ اگر کوئی دلیل شرعی ہوتی۔ تو منع کرتے۔ کہ یہ اہل بیت رسول سے ہیں۔ ان کی خدمت میں تقریر کرنا بے ادبی ہے اور آدمی مات کو روضہ خواجہ بزرگ پر جا کر نماز تہجد ادا کر کے انشراق تک کسی سے بات نہ کرتے۔ دوپہر کو قیلولہ کر کے پھر تفسیر قرآن فرماتے۔ جب یہ شب کو روضہ خواجہ پر آتے۔ روضہ خود بخود کھل جاتا۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے چھپ کر دیکھا۔ اور ان کے پیچھے چلا شیخ خود تو نکل گئے۔ اس کو دونوں کو اڑوں نے پکڑ لیا۔ آخر وہ پکارا کہ یا شیخ تو یہ کرتا ہوں میرا قصور معاف ہو اسی وقت چھوٹ گیا۔ مولانا محمد ناز نولی کہتے ہیں۔ کہ میرے استاد مولانا عبد القادر کو جو خلیفہ شیخ کے تھے۔ انہوں نے یہ کیفیت فتح الباب میں اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے۔ ایک بار با اشارہ حضرت خواجہ بزرگ آپ اجمیر سے باہر آئے اور مسلمانوں کو آگاہ کیا۔ اس وقت اجمیر پر نظر جمال ہے یہاں سے نکلے۔ الغرض سات روز کے بعد اہل بنود نے آکر اجمیر کو تاراج کیا۔ جو مسلمان وہاں رہ گئے تھے سب برباد ہوئے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ ناز نول میں تھے۔ ایک مجذوب الہ دین نامی آئے اور کہا کہ شیخ احمد تہجد کو آسمان پر بلاتے ہیں اپنے پیر کے پاس جا۔ اسی وقت روانہ یہ ناگور ہوئے۔ وہاں جا کر بے ہوش ہوئے جب ہوش آیا۔ اللہ اکبر کہتے ہوئے جان بحق تسلیم کی۔ پانچویں صفر ۹۲۷ھ کو انتقال فرمایا مزار شریف حضرت کا سلطان التارکین پائنتی مزار مرشد کے ناگور میں زیارت گاہ ہے۔

## ذکر حضرت شاہ سید وقار مسرہ

یہ حضرت خلیفہ شیخ حسام الدین مانک پوری کے پہلے صحبت امراء میں رہے اور بہت دولت مند تھے۔ جب جذبہ عشق الہی گلوگیر ہوا۔ شیخ حسام الدین مانک پوری کی خدمت میں حاضر ہو کر کارِ فقری کی تکمیل کی۔ اور حرقہ خلافت حاصل کیا اور خاصانِ خدا سے ہوئے۔ شعر عاشقانہ فرماتے تھے۔ وفات حضرت کی ۹۲۳ھ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت شیخ محمد حسن قدس سرہ

آپ پسر بزرگ شیخ محمد حسن طاہر تھے۔ جو بنپور میں پیدا ہوئے اور سکونت اکبر آباد معروف

بہ آگرہ اختیار کی تھی۔ صاحب حال بلند مرتبہ تھے۔ ہندو ہو یا مسلمان، جس کی نظر چہرہ مبارک پر پڑتی تھی وہ معاً اللہ اکبر کہتا۔ اور آپ کی جامعیت پر متحیر رہتا۔ نسبت چشتیہ ان کو اپنے والد سے تھی۔ جب حرمین شریفین کی زیارت کو گئے۔ چند سال مدینہ طیبہ میں رہے۔ اور مین میں جاکر مشائخ قادریہ سے بھی اجازت یافتہ ہوئے۔ گویا مجمع البحرین ہو گئے۔ سبحان اللہ دونوں خاندان عالی شان ایسے ہی ہیں۔ اور بعد نماز عصر کے رات ہونے کے ایسے منتظر رہتے۔ جیسے کوئی اپنے محبوب کا منتظر ہوتا ہے۔ جب شام ہوئی حجرہ بند کر کے یاد حق میں مشغول ہوتے۔ علم تصوف میں آپ کی بہت کچھ تصنیفات ہیں۔ اور آپ کے مرید بھی بہت تھے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی بڑے چچا ان کے مرید تھے ان کا نام شیخ فضل اللہ تھا۔ وفات حضرت کی ۲۴ رجب یا ۲۰ صفر ۱۱۵۹ھ میں ہوئی مزار دہلی میں ہے۔

## ذکر حضرت شیخ محمد بن شیخ عارف چشتی صابری قدس سرہ

حضرت بے مشاہدہ جمال معشوق حقیقی ایک دم نہ آسودہ ہوتے تھے۔ مرتبہ حضرت کا ہر شخص قیاس کر سکتا ہے کہ شاہ عبدالقدوس گنگوہی سا شخص آپ کی مریدی میں آوے۔ اور زیرِ تربیت رہے کیا مرتبہ اعلیٰ ہو گا۔ جن کے مرید ایسے ہوتے وہ پیر کیسے ہوں گے شیخ رکن الدین بسر حضرت شیخ عبدالقدوس لطائف قدسی میں فرماتے ہیں کہ میرے پدھر شیخ عبدالقدوس کا ارادہ تھا۔ کہ دوسری جگہ بیعت کریں۔ کس واسطے کہ شیخ محمد صاحب سے رشتہ داری تھی۔ اس وجہ سے ان کی طرف توجہ کم تھی۔ جب خیال دوسری جگہ فرید ہونے کا اُٹا روحانیت شیخ عبدالحق کی میرے پدر کے روبرو آکر فرمائی۔ کہ تو میرا ہو کر دوسری جگہ کا ارادہ رکھتا ہے۔ یہ ہر بار سکوت کرتے۔ جب کئی بار یہ صورت پیش آئی۔ سمجھے کہ میں انسان ہوں۔ مجھ کو اگرچہ فیضانِ روح پاک شیخ عبدالحق سے ہے۔ مگر ظاہری بیعت کرنا بھی ضرور ہے۔ جب یہ خطرہ غالب ہوا۔ روحانیت حضرت کی محسوس ہو کر ظاہر ہوئی اور فرمایا کہ ابھی تجھے شبہ ہے۔ کہ مجھ کو مردہ تصور کرتا ہے۔ اگر یہ خیال بیعت ظاہری کا ہے۔ میرے پوتے شیخ محمد سے بیعت کر اس کے بعد میرے پدر نے میرے ماموں حضرت شیخ محمد صاحب سے بیعت کی۔ اگرچہ شیخ محمد پیر تھے مگر لوجہ میرے والد کے بڑے بہنوئی ہونے کے بہت تکریم فرماتے تھے

اور فرماتے ہیں کہ میرے پدر کا الادہ نکاح کا بھی نہ تھا۔ مگر مشیت ازلی اسی طرح تھی۔ اس کی کیفیت یہ ہے کہ حضرت شیخ عارف کے دو لڑکیاں تھیں۔ ایک کی شادی سید سے کی گئی تھی۔ دوسرے لڑکے کی نسبت ان کی والدہ کا یہ خیال تھا کہ ایسے سے شادی کروں کہ جو قطب عالم ہو۔ آخر بشارۃ روحانیت شیخ احمد عبدالحق سے نکاح ہوا۔ یعنی نکاح حضرت کا بعد انتقال شیخ عارف کے ہوا۔ اور جو بچہ شیخ محمد صاحب کے گھر پیدا ہوتا۔ حضرت شیخ عبد القدوس اس کے کان میں اذان فرمایا کرتے تھے۔ شیخ محمد بھی مثل اپنے والد اور جد کے ہمیشہ شکر اور استغراق میں رہتے تھے۔ وہ ہی خوارق اور کرامت حضرت سے ظاہر ہوئے۔ ہر جمعہ کو صبح کی نماز جامع مسجد میں ادا کر کے تمام دن جامع مسجد میں مشغول رہتے۔ کسی سے بات نہ کرتے۔ جب جمعہ کا وقت آتا۔ غار ادا کر کے پھر مشغول ہوتے اور پھر نماز مغرب ادا کر کے خانقاہ میں تشریف لائے اپنی تمام عمر یہی چاندی یا سونے کو ہاتھ نہ لگایا۔ جو فتوحات ہوتا خدام کو حکم تھا کہ شام تک کل خرچ ہو جاوے کل کے واسطے کچھ نہ رہے اور جو مسافر فقیر وارد خانقاہ ہوتا تھا۔ اس سے نہایت مہربانی سے پیش آتے۔ اور جو سائل آتا۔ جو کچھ سامنے موجود ہوتا۔ فرماتے کہ اس کو اٹھالے۔ ایک روز ایک ضعیف خانہ خدمت ہوتی اور عرض کیا کہ میرے اوپر کئی فلتے گزر چکے ہیں۔ ایسی فرصت نہیں کہ لمہار کے ہاں سے ایک کوزہ مٹی کالے کر پانی بھی پی لوں آپ مردان خدا اور سخی مشہور ہیں۔ میری دستگیری کیجئے۔ اس وقت آپ کے پاس کچھ نہ تھا۔ اسی وقت ایک زمیندار آیا۔ اور تھوڑا سا غلہ حضرت کے روپر ورکھ کے چلا گیا۔ حضرت نے دست حق پرست سے اس غلہ کو اپنے وضو کی بدینی میں اس کو بھر کر اس کو عطا کیا۔ جب تک وہ زندہ رہی۔ اس بدینی کا غلہ کم نہ ہوا۔ اور کتنا ہی خرچ کرتی بدینی بدستور بھری رہتی۔ صاحب لطائف قدسی فرماتے ہیں کہ آخر عمر میں جب شیخ محمد کو مرض موت لاحق ہوا۔ اس وقت اپنے فرزند کلاں شیخ الاولیاء عرف شیخ بدھ کو طلب کیا۔ حاضرین نے عرض کی کہ وہ بمقام شاد آباد شیخ عبد القدوس کے پاس اکتساب فضائل کرتے ہیں۔ اسی وقت روحانیت شیخ احمد عبدالحق نے عین معاملہ میں شیخ عبد القدوس سے فرمایا کہ شیخ بدھ کو لے کر مدولی جلد پہنچ۔ مگر میرے پدر یعنی شیخ عبد القدوس الادہ سفر کا کر کے رہی ہوئے جس وقت مدولی میں پہنچے تو وقت شیخ محمد صاحب کا قریب تھا اور حالت استغراق میں تھے۔ جب ہوشیار ہوئے فرمایا کہ سبحان اللہ سبحان اللہ فہم کردم فہم کردم



میرے پدر نے پوچھا کہ فہم کیا فرمایا کہ توحید مطلق کو فہم کیا۔ جب وقت انتقال قریب پہنچا استغراق کا غلبہ ہوا۔ میرے پدر نے عرض کیا۔ کہ وقت ہوشیاری مردان خدا کا ہے۔ جواب دیا کہ اس وقت سوائے ذات حق کے میرے سینہ میں کچھ نہیں سماتا۔ پھر ابھی طرح اٹھ بیٹھتے۔ اور خرقہ خلافت اور جملہ امانت پیران چشت مع اسم اعظم میرے پدر کو مرحمت فرمایا اور وصیت فرما کر اپنا جانشین کیا۔ پھر میرے پدر نے عرض کی کہ بندہ کو مفارقت حضور کی کب گواہا ہوگی۔ اس پر کمال مہربانی سے فرمایا۔ کہ بابا تجھ کو کیا اندیشہ ہے تو جملہ اولیائے حق سے ہے میری جگہ تیری جگہ ہے۔ جہاں چاہے رہ میں ہرگز تجھ سے جدا نہیں ہوں۔ اور اپنے فرزند کی تربیت تیرے حوالے کرتا ہوں۔ جب تو اپنے مقام کو جاوے اس کو اسرار باطنی سے آگاہ کر دے بحیثیت پیران چشت سے مشرف ہو کر میری جگہ چھوڑ دو۔ پس یہ وصیت تمام کر کے خوشی حق حق کہتے ہوئے انتقال کیا۔ سن وفات حضرت کا کسی کتاب میں نہیں دیکھا۔ میرے پدر شیخ عبدالقدوس نے مخدوم زادہ شیخ بدھ کو نعمت باطنی سپرد کر کے حضرت پیر اپنے کا صاحب سجادہ کیا۔ اور بعد چند روز کے بجانب گنگوہ شریف مراجعت کی۔ اور تربیت اولاد والیان صادق ہدایت حق میں مشغول ہوئے۔ بعض نے لکھا ہے کہ حالت صحت میں شیخ بدھ کو خود صاحب سجادہ فرمایا۔

## ذکر حضرت شیخ اولیاء عرف شیخ بدھ قدس سرہ [پسر کلال شیخ محمد حسن چشتی احمدی بعد

وفات پدر عالی قدر کے صاحب سجادہ ہوتے۔ اور کسب درویشی کو کمال پہنچایا۔ اور ترتیب مریدوں میں مشغول ہوئے۔ ایک روز آپ اپنے اہل خانہ کے ہمراہ سوتے تھے۔ ان کی جو آنکھ کھلی تو دیکھا کہ شیخ بدھ سوتے ہیں۔ اور ایک صورت شیخ بدھ کی جانماز پر نماز گزار ہے۔ یہ حال دیکھ کر مضطرب ہو کر شور کرنے لگیں۔ جب شیخ بیدار ہوئے۔ اسی وقت ایک صوت اُٹھ رہا تھا۔ آپ نے اپنی زوجہ کو منع کیا۔ کہ یہ راز فاش نہ کرنا۔ اہل کمال کو بعد کسب کے صورت مثالی حاصل ہوتی ہے۔ اس کو صوفیہ وجود مکتب کہتے ہیں۔ الغرض جب وقت حضرت کا قریب پہنچا تو اپنے فرزند کلال شیخ پیر کو امانت ہاتھ خواجگان چشت عطا فرماتے اور خرقہ خلافت پسر خورو شیخ منصور کو بھی عطا کیا۔ شیخ منصور نے بہت سیاحت کی اور بزرگان دین مثل حضرت شیخ جلال عتاتیسری سے

فیضانِ حاصل کئے اور بعد اپنے برادر شیخ اولیاء کے صاحبِ سجادہ ہوئے۔ اور شیخ عبدالرحمن کہ مرید شیخ بدھ کے تھے۔ خدمتِ شیخ منصور میں رہ کر خرقہ خلافت حاصل کیا۔ صاحبِ مرآۃ الاسرار فرماتے ہیں۔ کہ میں نے بھی شیخ عبدالرحمن کی خدمت میں رہ کر بہت فائدے حاصل کئے ہیں۔ عارفِ بابرکت تھے۔ ہمیشہ مشغولِ عبادت رہتے تھے۔ شیخ منصور کے بعد شیخ پیر صاحبِ سجادہ ہوئے۔ یہ ہمیشہ شکر الہی میں مست رہتے تھے۔ اور آنکھیں ان کی کثرتِ مشاہدہ سے سرخ رہتی تھیں۔ کہ ان کی طرف دیکھنا ممکن نہ تھا۔ اور بہت متواضع تھے۔ آخر عمر میں امانت پیرانِ چشت حوالہ قطب الدین پسر خود کر کے رحلت فرمائی۔ یہ بھی کامل وقت گزرے ہیں۔ بہت سے مقامات طے کئے اور زیارتِ حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ اکثر بلاد کی سیر کی۔ بزرگانِ وقت سے ملے۔ چندے پانی پت میں رہے۔ بعدہ زیارتِ حضرت مخدوم علاؤ الدین علی احمد ضابر پیرانِ کلیہ شریف میں حاضر ہوئے۔ معاملہ میں مخدوم صاحب نے ارشاد فرمایا۔ کہ تیری عمر آخر ہوئی اپنی ہڈیاں اپنے بزرگوں کے پہلو میں پہنچا۔ انہوں نے عرض کی کہ میرے بزرگوں نے بڑی بڑی عمریں پائیں ہیں نے کیا تصور کیا۔ کہ پچاس ساٹھ برس کا جاتا ہوں۔ حکم ہوا کہ تو نے بیس برس اپنی عمر میں سے رحمتِ خاں کو دے دیتے۔ اب جا اور امانت پیرانِ چشت کو بامانت دوسرے کے سپرد کر کے آپ وہاں سے رحمت ہو کر ردول شریف میں آئے اور امانت اپنے پسر شیخ حمید کے سپرد کی۔ کیفیت دینے عمر کی یہ ہے کہ رحمت خاں امرتے اکبر اعظم سے تھے۔ اس کو خدمتِ شیخ میں بہت عقیدت تھی۔ ایک بار وہ بہت سخت بیمار ہوا۔ حضرت اس کی عیادت کو گئے۔ دیکھا کہ سخت بیمار ہے۔ ازراہِ کرم فرمایا کہ میں نے اپنی عمر میں سے بیس برس تجھ کو دیتے۔ وہ اسی وقت اچھا ہوا۔ صاحبِ اقتباس الاولیاء نے لکھا ہے کہ سلسلہِ اِلادت شیخ عبدالرحمن مذکورہ بالا کا جو مصنف مرآۃ الاسرار کے ہیں۔ شیخ تمید الدین بن قطب الدین سے ہے۔

ذکر حضرت قطب عالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی بن شیخ اسماعیل قدس سرہ

یہ حضرت محتشان روزگار و عارفانِ صاحبِ اسرار سے تھے۔ ہمتِ عالی شان بزرگ اور فاکرِ کرامت رکھتے تھے۔ اور اہلِ عشق اور سماع میں ممتاز وقت تھے۔ اور ابتداء سے قیودات

کثرت سے منزہ تھے۔ اور بعض مقام یگرنگی میں دوست سے ہمزنگ تھے۔ اول خرقہ درویشی اپنے پیر شیخ محمد صاحب صابر سے حاصل کیا۔ بعدہ شیخ الاسلام شیخ درویش محمد بن قاسم اودھی سے خرقہ خلافت پہنچا اور سلسلہ ملاریہ۔ سہروردیہ اور نظامیہ میں اجازت یافتہ ہونے نظامیہ سلسلہ تین طرح پر عطا ہوا ایک تو وہ کر شیخ صدر الدین طیب سے مل کر حضرت سلطان سے ملتا ہے۔ دوسرے سید محمد گیسو دلاز سے مل کر شیخ نصیر الدین چراغ دہلی سے ملتا ہے۔ تیسرا مخدوم جہانیاں سے مل کر مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی سے ملتا ہے۔ یہ بھی مشہور ہے کہ جس وقت سید اجل بھڑائی کو نعت مخدوم جہانیاں سے ملی۔ اس وقت جس قدر سلاسل میں حضرت اجازت یافتہ تھے۔ کل کی اجازت سید اجل کو دی۔ انہوں نے کل کی اجازت سید بٹھن بھڑائی کو۔ انہوں نے کل کی اجازت شیخ درویش لودھی کو دی۔ شیخ درویش نے کل کی اجازت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کو دی۔ شیخ عبدالسلام اور سید ابراہیم سے بھی خرقہ خلافت پہنچا مشرح کیفیت ان کی ذکر آخر حضرت میں درج ہوگی۔ یعنی جو سلاسل کاتب الحروف بسلسلہ حضرت سید فتح علی شاہ قادری قدوسی سے حصے میں ان کا خلاصہ ذکر آخر میں ہدیہ ناظرین کروں گا۔

صاحب مرآۃ الاسرار فرماتے ہیں۔ کہ شیخ صفی الدین حنفی جد شیخ عبدالقدوس میر سید اشرف سمنانی کے مرید تھے۔ قیام ان کا اردولی میں تھا۔ ایک بار سید صاحب کچھ چھ تشریف لائے۔ اس زمانہ میں شیخ اسماعیل سواما کے تھے۔ شیخ سیف الدین ان کو خدمت سید صاحب میں لائے۔ آپ نے ان کو پیار کیا اور فرمایا کہ یہ بھی میرا مرید ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ فرد عطا کرے گا۔ جو قطب عالم ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ بعد انتقال شیخ احمد عبدالحق کے پیدا ہوئے۔ جب ذرا سیانے ہوئے جاوہر کشتی روضہ شیخ کا شوق پیدا ہوا ایک روز کتاب کافیہ لے روضہ کے اندر گئے۔ اندر سے حق حق کی آواز ہوئی۔ اور ایسی کیفیت پیش آئی کہ یہ بے ہوش ہو گئے۔ زیارت روضہ روحانیت حضرت سے مشرف ہوئے۔ فرمان ہوا کہ مطالعہ علم ظاہری حجاب اکبر ہے۔ اصل کار میں مشغول ہو۔ اور شغل ظاہری سے محروم فرمایا۔ اس روز سے پڑھنا لکھنا چھوڑ کر کار باطنی میں مشغول ہوئے۔ تمام شب اطاعت حق میں بسر کرتے اگر کبھی نیند آ بھی جاتی تو شیخ کھڑے ہوئے جگاتے معلوم ہوئے اور دن کو شیخ پیارہ سے صحبت رہتی۔ لطائف قدسی میں لکھا ہے کہ جب



قصہ اپنے دادا بھائی شیخ فخر الدین کا سنا۔ کہ پچاس برس انہوں نے پانی نہیں پیا۔ آپ نے بھی پانی پینا ترک کر دیا اور خورد سالی میں یہ کیفیت تھی۔ کہ اول وقت نماز کے مسجد میں جا کر اول صفت میں بیٹھتے جوں جوں نمازی آتے جلتے آپ پیچھے ہٹتے جاتے تھے یہاں تک کہ سب سے پیچھے ہو جاتے بعد فراغ نماز کے نمازیوں کی جوتیاں سیدھی کر کے رکھتے۔ سبحان اللہ کیا انکسارت تھا۔ لطافت قدسی سے نقل ہے کہ جب آپ نے پڑھنا ترک کیا تو آپ کے والد نے آپ کے ماموں قاضی دانیال سے کہا۔ کہ بھانجے کی خبر لے۔ اس نے پڑھنا بالکل چھوڑ دیا۔ انہوں نے ان کو بلا کر بہت تاکید کی اسی عرصہ میں ایک میراث دارہ لئے گا قی نکل۔ اس پر آپ کو وجہ ہوا۔ انہوں نے کیفیت دیکھ کر آپ کے والدین سے کہا کہ کچھ اندیشہ نہ کرو۔ یہ نیک ہوگا۔ اس کو معلم دوسری طرح کا چاہیے کہ جو علم باطن پڑھاوے۔ اس وقت میں مخدوم شیخ خواجگی کہ خلیفہ شیخ صیدھا کے تھے وہ خلیفہ شیخ شمس الدین اودھی کے وہ خلیفہ میر سید اشرف سمنانی کے تھے۔ کہ ساڈھوروں میں مقیم تھے۔ آپ ان کی خدمت میں ساڈھورہ آئے۔ اور کہا میں نے علم نہیں پڑھا۔ شیخ نے فرمایا کہ شغل باطن کر۔ جب علم اصول آگیا۔ فروعات کیا چیز ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جس قسم کا مسئلہ حضرت کے روبرو پیش ہوتا۔ کہ آپ اس کو حل فرماتے اور لطافت قدسی سے نقل ہے کہ حضرت کے مجاہدہ اور ریاضت کی نوبت یہاں تک پہنچی تھی۔ کہ اکل و شرب مطلق چھوٹ گیا تھا اور آتش روحانی میں ایسے افروختہ ہوئے تھے۔ کہ سانس کے ساتھ بوئے کباب آتی تھی۔ کبھی سانس میں سے عود عنبر کی خوشبو آتی تھی۔ یعنی عشق الہی میں اپنے کو سوختہ کر دیا تھا۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے

سے تانسوزہ در نیامد بڑے عود ورنہ اوہم خوب مثل دیگر است

اور سراود کا کل میں سے دھواں اٹھتا معلوم ہوتا تھا۔ جب شیخ محمد صاحب کو معلوم ہوا تو فرمایا۔ کہ یہ آتش عشق اور مجاہدہ میں جل چکا ہے۔ ایشاد فرمایا کہ اس کے سر پر باسی پانی روز ڈالا کریں اور کثرت درود شریف کے واسطے حکم دیا۔ کہ ترویج تلب ہو۔ اول اول آپ کو خلق سے نہایت نفور تھا مشرد کے گھر کے کاروبار تمام بجالاتے تھے۔ اور ہمیشہ پوشاک درویشی اختیار کیا۔ اور بعد نماز عشاء کے ذکر جہر شروع کرتے صبح کھڑے۔ اقتباس الانوار سے روایت ہے۔ کہ جس وقت حضرت گنگوہ میں آئے وہاں ایک سنیا سی کا مٹھ نہایت دلکش تھا۔ آپ کو پسند آیا۔ چاہا کہ اسی جگہ قیام ہو۔ اتنا اس کے جا کر درویشوں سے پوچھا کہ گرو جی کہاں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ایک برس گزرا۔ کہ گچھا میں ہیں فقط ایک روزن دیوار

ہوا کے واسطے رکھا ہے۔ کسی کی مجال نہیں کہ ان کے پاس جلسے۔ الغرض اس روزن کو معلوم فرما کر قریب اس کے بیٹھ کر مراقبہ فرمایا۔ صفت روحانیت نے جسد مبارک پر غلبہ پایا۔ اور طرف توجہ ذات کے کی بس جسد رنگ لطافت پر آیا۔ کہ اس روزن سے گزر کر گچھا کے اندائے دیکھا کہ فقیر جس دم کئے ہوئے اپنے کاڑی میں مشغول ہے۔ پھر مراقبہ فرما کر اپنی روح سے اس کی روح کو حرکت دی۔

معاہوشیار ہوا اور حضرت سے پوچھا کہ تو کون ہے۔ یہاں کیونکر آیا؟ آپ نے فرمایا کہ میں خدا کا بندہ ہوں اور اسی کی قدرت سے یہاں آگیا۔ مگر توجہ اپنا رکھ کر کہاں تک پہنچایا اس نے جواب دیا کہ دیکھو ابھی پانی ہو جاتا ہوں۔ اور پانی ہو گیا۔ حضرت نے اس پانی میں قدرے پارچہ تر کر لیا۔ جب وہ ہیئت اصلی پر ہوا آپ نے فرمایا کہ میں بھی پانی ہوتا ہوں۔ تو اس میں کپڑا تر کر لیجیو۔ چنانچہ جب حضرت پانی ہوئے۔ اس نے بھی کپڑا تر کیا۔ جب آپ ہیئت اصلی پر آئے اور فرمایا کہ اپنے پارچہ اور میرے پارچہ کو سونگھو۔ پہلے اس نے اپنے پانی کا پارچہ سونگھا۔ جس سے دماغ اس کا پریشان ہوا۔ پھر حضرت کے پانی کے پارچہ کو سونگھا دماغ مضطرب ہو گیا۔ اس وقت متعقد ہوا۔ اور کہا کہ میں تو اپنے فن میں کامل ہوں۔ مگر تم بھی کامل نکلے۔ ایسے بدبو اور خوشبو کا تفاوت رہا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ خوشبو اسلام کی ہے۔ اور وہ بدبو کفر کی تھی۔ اس فقیر نے کہا۔ کہ مجھ کو بھی اسلام سے مشرف کیجئے۔ آپ نے اس کو کلمہ پڑھایا۔ وہ بصدق دل مسلمان ہوا۔

اور حضرت سے بیعت کی اور اس جوگی کو بعد تکمیل کے مع اس کے چیلوں کے برائے ہدایت کسی جگہ مقرر فرمایا روضہ حضرت کا اور آبادی آپ کی اولاد کی اسی فقر کی جگہ ہے کہ اب سرائے شیخ مشہور ہے۔ لکھا ہے کہ شیخ حمید الدین صاحبزادہ کلاں مدولی میں تولد ہوئے۔ ان کی گیارہ برس کی عمر تھی۔ کہ شاہ آباد میں آئے۔ وہاں شیخ رکن الدین مصنف لطائف قدسی پیدا ہوئے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ایک بار میں نے برائے تعلیم عرض کیا۔ کچھ تلعین نہ فرمایا۔ میں نے بے حکم حضرت کے کتب خانہ سے ایک کتاب نکالی اور اس کی تحریر کے موافق نماز چاشت اور اشراق ادا کرنے لگا۔ جب میں حاضر خدمت ہوا۔ فرمایا کہ ابھی شغل اور ادب کر رہے ہیں جو کہوں۔ اسی طرح مشغول ہو۔ سبحان اللہ کیا کشف باطن تھا۔ ایک بار حضرت نے خود فرمایا۔ کہ میرا ارادہ خلق میں مخلوط ہونے کا نہ تھا۔ بلکہ یہ ارادہ تھا۔ کہ پہاڑوں میں عمر بسر کروں۔ مگر مجبور ہوں۔ کہ مشائخ وقت حیات میں بکوشش تمام فرقہ خلافت دے کہ مجھ فقیر کو سجادہ پر بٹھایا۔ خاص کر روح حضرت شیخ احمد عبدالحق وردعائیت حضرت سلطان المشائخ و حضرت گنج شکر دیگر مشائخ قافلہ اشراق

ہم نے بحجہ اس فقیہ کو سجادہ پر بٹھایا۔ خلق اللہ کو سبقت دینی پڑی لطائف قدسی سے نقل ہے۔ کہ انتقال سے تین برس پہلے آپ کو سکوت ہو گیا تھا۔ ہمیشہ احادیث میں مستغرق رہتے تھے کسی سے بات نہ کرتے تھے۔ شیخ احمد کو یہ بھی فرزند تھے۔ ایک روز انہوں نے عرض کیا سب کو کس وجہ سے ہے فرمایا۔ کہ وجود میرا دریا ذکر ہو گیا ہے۔ ہر وقت بحر فنا کی موجیں آتی ہیں۔ اور غرق کر کے شہود حق میں لے جاتی ہیں۔ اس طرف آنے نہیں دیتیں۔ لکھلکھ ہے کہ ۱۵ جمادی الآخر روز و شنبہ کو عرس مخدوم شیخ احمد عبدالحق تھا۔ اسی روز حضرت کو تپ لرزہ آیا۔ اور روز جمعہ کو پانچواں روز تھا۔ قدرے صحت ہوئی۔ نماز جمعہ ادا کی بعد نماز کے پھر تپ شروع ہوئی اور چار روز اور تپ آئی۔ بروز سہ شنبہ وقت نماز چاشت ۲۳ ماہ جمادی الآخر ۹۷۵ھ میں رحلت فرمائی۔ مزارہ گنگوہہ شریف میں فیض بخش عالم تھا۔ شیخ رکن الدین فرماتے ہیں۔ تادم مرگ عبادت میں فرق نہیں آیا۔ قبل از انتقال تجدید وضو کیا اور دو گنا ادا کر کے بے ہوش ہوئے اور حق حق کہتے ہوئے انتقال کیا۔ عمر شریف ۸۴ برس کی ہوئی جس میں ۳۵ برس ردولی میں مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول رہے۔ ۳۵ سال شاہ آباد میں قیام فرمایا اور ۱۴ سال گنگوہہ میں بسر فرمائے۔

شیخ رکن الدین کہتے ہیں جب کفن پہنا چکے۔ میں نے سینہ مبارک پر ہاتھ رکھا تو قلب کو حرکت تھی۔ ذکر جاری تھی۔ اور آپ کے سات پسر تھے۔ سب کے سب عالم اور عارف ہوئے۔ شیخ خمیدہ بندگی شیخ رکن الدین و بندگی شیخ عبدالبکیر شیخ احمد رکن الدین مرتبہ عالی رکھتے تھے۔ چنانچہ ایک روز روضہ حضرت پر مجلس سماع تھی۔ شیخ رکن الدین کو وجہ ہوا۔ اور نظر مردیاں سے ناپید ہوئے بعد دیر کے لوگوں نے دیکھا باقی آپ کے کمالات آپ کی تصنیفات سے ظاہر ہیں۔

کیفیت شیخ عبدالبکیر پیر متذکرہ بالا کی یہ ہے۔ کہ آپ مرید و فرزند شیخ عبدالقدوس کے تھے ذوق اور شوق سخاوت اور شجاعت خوارق و کرامت میں بے مثل تھے۔ ایک بار سلطان وقت آپ کی زیارت کو چلا۔ دو وزیر اس کے ہمراہ تھے۔ تینوں نے اپنے واسطے ایک ایک کھانا مقرر کیا کہ اگر ہم کو ہماری خواہش کے موافق شیخ نے کھانا دیا تو ضرور شیخ اہل کماں ہیں۔ جب بادشاہ نزدیک آیا۔ حضرت نے گوشت کے بھرے ہوئے سمو سے گوشت آہو سے سلطان کے روبرو رکھے۔ نان نخی میاں بڈھلکے آگے۔ ملک محمد کے آگے حلوہ رکھا۔ یہ کشف دیکھ کر تینوں صاحب حیران رہے۔ آپ نے فرمایا کہ بابا کیا



حیرت کی بات ہے۔ خداوند تعالیٰ اپنے دوستوں کو اہل دنیا کے روبرو شرمندہ نہیں کرتا۔ جو وہ چاہتے ہیں وہ مرحمت فرمادیتا ہے۔ بعد وفات والد نے دو برس زندہ رہے۔ سلسلہ میں وفات پائی۔ اور ایک کتاب کے حاشیہ پر لکھا دیکھا ہے کہ آپ کے پانچ سونے ہوئے۔ مگر جو صاحب ارشاد اور مشہور ہوتے ہیں۔ اول حضرت شیخ جلال الدین محمود الفاروق تھا تیسری کہ ان کا ذکر آوے گا۔ دوسرے شیخ عبدالغفور اعظم پوری کہ خلیفہ شیخ عبدالقدوس کے عالم اور کامل سیاح تھے۔ اور مرید اپنے جد مادی کے بھی تھے۔ ایک بار آپ کو جن اٹھا کر لے گئے۔ ایک مدت ان کے ملک میں رہے۔ ان کی زبان سے ماہر تھے ان کے ملک کی کیفیت بیان فرمایا کرتے تھے۔ مگر جو اختلاف آب و ہوا کے ہمت میں کسی قدر فرق آگیا تھا۔ ہندوستانی نہیں معلوم ہوتے تھے۔ مالو آپ کو اس وجہ سے کہتے ہیں۔ کہ مالو نام آپ کی ایک محبوبہ تھی۔ اگر اس کا نام ٹھیکری پر لکھ کر چاہ میں ڈالتے۔ آپ فوراً چاہ میں گرتے نہ معلوم وہ معشوقہ حضرت جن یا انسان تھی۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ شیخ ہمارے قبیلہ سے تھے۔ اکثر عورتوں نے سنا ہے کہ ایک عورت پیدا ہو کر آپ کے گھر کا کاروبار بجالا کر پھر غائب ہو جاتی ہے وفات حضرت کی سلسلہ میں ہوئی۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ رسول مقبول نے آپ کو بحالت خواب یہ درود تعلیم فرمایا تھا۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِہٖٖٓ وَسَلَّمَ اَعْدَاۤءُ سُبْحَانَکَ الْحَسَنٰی اور ان کے خلفا سے چند صاحب باکمال ہوئے ہیں۔ شیخ ابواسحاق فرزند شیخ عبدالغفور و بندگی شیخ احمد و میر سید علاؤ الدین ساکن کتانہ کہ جب ان کا انتقال ہوا ہے۔ تو مزار میں سے تین بار کلمہ حق کی آواز آئی۔ اور ایک شعلہ لود سر ہانے سے ایک پاشنی سے پیدا ہو کر دونوں باہم مل کر قبر میں سمٹ گئے۔ تیسرے خلیفہ شیخ عبدالقدوس کے شیخ بھولالور باف سہارنپوری کے درویش کامل گزرے ہیں۔ ایک بار ان کو جنوں ہو گیا تھا۔ اس حالت میں غیب کی باتیں کرتے تھے حضرت نے ان کے حال سے آگاہ ہو کر ایک تعویذ مرحمت فرمایا۔ اس کے باندھتے ہی اچھے ہوئے اور جو غیب کی باتیں کرتے تھے۔ ان کا مشاہدہ ہونے لگا۔ چوتھے شیخ پھورو کہ پہلے یہ دائم الخمر تھے۔ جب جذبہ الہی دامگیر ہوا۔ ایک روز حضرت سے ملے۔ روئے مبارک پر نظر پڑتے ہی توبہ کی اور مرید ہو کر کارِ فقر کو انجام پہنچا کر اولیا ہوئے۔ پانچویں خلیفہ حضرت کے شیخ بہاؤ الدین کہ اعلیٰ درجہ کے پیر پرست تھے۔ چھٹے خلیفہ شیخ عبدالستار سہارنپوری۔ ساتویں خلیفہ شیخ عبدالاحد پیر شیخ احمد مجدد الف ثانی سرہندی۔ آٹھویں خلیفہ میر سید رفیع الدین اکبر آبادی۔ نالویں خلیفہ شیخ عبدالرحمن اکثر مکتوب ان کے نام صادر ہوئے

ہیں۔ دسویں شیخ عبدالغنی اور اندرون تحریک تذکرۃ العارفین ہند کے ہمالیوں بادشاہ نے بعضے کہ ہیں۔ کہ سن جلوس دوسرے ہیں حضرت سے بیعت کی۔ گیارہویں بندگی شیخ جامن مسطور کہ مقرب بارگاہ مرشد تھے۔ اور آپ کو مقام فنا فی الرسول حاصل تھا۔ یہ ہمد شیخ عبدالقدوس قدس سرہ کے اور محرم اسرار تھے۔ حضرت کی اکثر روایات آپ سے سند ہوئی ہیں۔

سلسلہ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی بہ سلسلہ صابریہ حضرت شیخ مرید شیخ احمد کے وہ مرید شیخ عارف کے۔ وہ مرید شیخ احمد عبدالحق کے وہ مرید شیخ جلال الدین پانی پتی کے۔ وہ مرید شاہ ولایت شیخ شمس الدین پانی پتی کے وہ مرید حضرت مخدوم علاؤ الدین علی۔ احمد صابری کلیری کے۔

سلسلہ نظامیہ نصیریہ شیخ عبدالقدوس مرید شیخ درویش محمد بن قاسم اودھی کے وہ مرید بدھن بھڑاچی کے وہ مرید سید اجل بھڑاچی کے وہ مرید مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے وہ مرید مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی کے وہ خلیفہ اکمل حضرت سلطان المباح شیخ نظام الدین اولیاء کے۔

سلسلہ دوم نظامیہ شیخ عبدالقدوس مرید شیخ الاسلام شیخ درویش محمد کے۔ وہ مرید میاں شیخ بن حکیم اودھی کے وہ مرید سید صد الدین اودھی کے۔ وہ مرید پیر سید محمد گیسو دراز کے وہ مرید مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی کے۔

سلسلہ سوم نظامیہ یعنی شیخ مرید شیخ الاسلام درویش محمد کے۔ وہ مرید شیخ سعد اللہ کے وہ مرید شیخ فتح اللہ کے وہ مرید شیخ صدر الدین طبیب کے وہ مرید حضرت سلطان المباح شیخ کے۔ سلسلہ قادریہ شیخ عبدالقدوس مرید شیخ درویش محمد کے وہ مرید سید بدھن بھڑاچی کے وہ مرید سید اجل بھڑاچی کے وہ مرید مخدوم جہانیاں کے وہ مرید شیخ محمد عینی کے وہ مرید شیخ ابوالمکارم فاضل کے وہ مرید شیخ قطب الدین ابوالغیث کے وہ مرید شمس الدین ثانی کے۔ وہ مرید شمس الدین علی حداد کے وہ مرید حضرت محی الدین سید عبدالقادر جیلانی کے سلسلہ دوسرا قادریہ یعنی شیخ عبدالقدوس مرید سید ابراہیم حسنی کے وہ مرید شیخ احمد جلی کے۔ وہ مرید شاہ موٹی کے وہ مرید شاہ عبدالقادر کے۔ وہ مرید شیخ محمد حسن کے وہ مرید ابوصالح کے۔ وہ مرید اپنے پیر سید عبدالقادر جیلانی کے اور تیسرا سلسلہ اس طرح پر ہے۔ کہ شیخ محمد حسن ابوالنصر سے مل کر سید ابوصالح سے ملتے ہیں۔ یعنی پیر بھائی سے بھی خرقہ پہنچا تھا۔ سلسلہ چوتھا قادریہ شیخ عبدالقدوس مرید شیخ عبدالسلام علی شاہ کے وہ مرید شاہ محمد کے

وہ مرید قطب الدین بینا دل جو پوری کے وہ مرید سید نجم الدین قلندر کے وہ مرید حضرت سید بیران پیر دستگیر کے۔ اس سلسلہ کو قلندریہ بھی کہتے ہیں۔ تذکرۃ الفقراء میں یہ سلسلہ مسکئی بہ قلندر شاہ ہے۔  
 الٹا لکھا گیا ہے۔ سلسلہ کبیرہ شیخ عبدالقدوس مرید شیخ درویش محمد اودھی کے وہ مرید سید بڑھن بھڑائی کے وہ مرید سید اجمل بھڑائی کے۔ وہ مرید سید جلال الدین بخاری کے۔ وہ مرید شیخ شمس الدین ابو محمد بن محمود فرقانی کے وہ مرید شیخ قطابا الخالیدی کے وہ مرید شیخ احمد کے۔ وہ مرید بابا بجنڈ کے وہ مرید شیخ نجم الدین کبیر فردوسی کے سلسلہ درویشی شیخ عبدالقدوس مرید شیخ درویش اودھی کے وہ مرید سید بڑھن کے وہ مرید سید اجمل کے وہ مرید سید جلال الدین بخاری کے وہ مرید شیخ رکن الدین ملتانی کے وہ مرید شیخ صدر الدین ملتانی کے وہ مرید شیخ بہاؤ الدین ذکریا ملتانی کے وہ مرید شیخ شہاب الدین سہروردی کے اور بھی سلسلہ قادر ہے۔ یعنی شیخ شہاب الدین سہروردی کو کہ خلیفہ غوث پاک بھی تھے۔ سلسلہ دوسرا سہروردیہ شیخ عبدالقدوس مرید شیخ درویش محمد کے وہ مرید سید بڑھن کے وہ مرید مخدوم جہانیاں کے وہ مرید شیخ رکن الدین وہ مرید شیخ صدر الدین عارف کے۔ وہ مرید شیخ شیخ الاسلام بہاؤ الدین ذکریا ملتانی کے۔ وہ مرید شیخ شہاب الدین سہروردی کے۔ وہ مرید شیخ ضیاء الدین ابونجیب سہروردی کے۔ وہ مرید شیخ وجیہ الدین ابوالفضل کے وہ مرید شیخ محمد بن عبداللہ سہروردی کے۔ وہ مرید شیخ افی سراج کے۔ وہ مرید شیخ الہی عباس کے وہ مرید شیخ ابی عبداللہ خفیف کے وہ مرید شیخ محمد جعفر کے وہ مرید شیخ ابی عمر کے۔ وہ مرید شیخ عظیم ابی تراب کے۔ وہ مرید شیخ حاتم الاصم کے۔ وہ مرید شفیق بلخی کے۔ وہ مرید سلطان ابراہیم بن ادہم بلخی کے۔

سلسلہ مداریہ شیخ عبدالقدوس مرید شیخ درویش محمد کے۔ وہ مرید سید بڑھن کے وہ مرید سید اجمل کے وہ مرید حضرت بدیع الدین شاہ مدار کے۔ وہ مرید بایزید بسطامی کے وہ مرید خواجہ حبیب عجمی کے وہ مرید خواجہ حسن بصری کے دوسرا سلسلہ مداریہ ال طرح پر ہے۔ کہ طیفور شامی مرید عین الدین شامی کے وہ مرید عین الدین شامی کے وہ مرید عبداللہ علمبردار کے۔ وہ مرید حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے اور سلسلہ نقشبندیہ ال طرح ہے کہ سید اجمل بھڑائی مرید شاہ عبدالحق کے وہ مرید خواجہ عبداللہ احرار کے وہ مرید خواجہ یعقوب خرنی کے۔ وہ مرید خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی کے۔ لکھا ہے کہ شیخ رکن الدین بن شیخ عبدالقدوسی قاضی القضاۃ دہلی رہے ہیں۔ صاحب تصانیف



اور عالم بے مثل تھے۔

## ذکر حضرت شیخ بہاؤ الدین جونپوری قدس سرہ | یہ حضرت خلیفہ شیخ محمد عیسیٰ کے تھے جو

مشاہیر روزگار سے تھے ترک اور تجرید میں یگانہ عصر تھے کہتے ہیں کہ یہ طالب علمی کرتے تھے کہ شیخ حسین گجرات سے خدمت شیخ عیسیٰ میں جونپور میں آئے اور صاحبِ کیمیا تھے۔ شیخ بہاؤ الدین سے بہت اخلاص پیدا ہو گیا۔ ایک بار ان کو ہمراہ لے کر جنگل میں گئے اور کہا کہ تم کو کیمیا بتائے دیتا ہوں موافق حاجت کے بنالیا کرتا۔ پھر میں تم کو دوسرا عمل بتاؤں گا۔ شیخ بہاؤ الدین نے عرض کی کہ بندہ آپ سے دوسری کیمیا کا خواہاں ہے۔ یہ سن کر شیخ حسین ذولقہ بہت خوش ہوئے تربیت باطن فرمائی۔ شیخ حسین آخر خرقہ خلافت شیخ محمد عیسیٰ سے حاصل کر کے ذولقہ چلے گئے چلتے وقت شیخ بہاؤ الدین نے عرض کی کہ مجھے مرید کیجئے۔ فرمایا کہ تیرا پیر اسی شہر میں ہے۔ میری صحبت کا فیضان جو تیری قسمت میں تھا وہ ہوا۔ پس شیخ بہاؤ الدین شیخ عیسیٰ کے مرید ہوئے۔ اور مجاہدہ میں مشغول ہوئے ہنوز خلافت نہ ملی تھی کہ وقت شیخ محمد عیسیٰ کا قریب پہنچا۔ شیخ بہاؤ الدین نے فرمایا کہ تیری خلافت آگے سید کے ہے جو مانگ پور سے آوے گا۔ بعدہ سید راجی حامد شاہ مانگ پور سے وارد جونپور ہوئے پہلی ہی ملاقات میں شیخ بہاؤ الدین کو خرقہ خلافت دیا۔ وفات شیخ بہاؤ الدین کی ۹۴۷ھ میں ہوئی مزار جونپور میں ہے۔

## ذکر حضرت شیخ خانوگوالیاری قدس سرہ | یہ حضرت مرید خواجہ حسن ناگوری کے مشاہیر وقت ہوئے ہیں

اور خرقہ شیخ اسماعیل فرزند شیخ حسین سرمست بھی بمقام چندیری حاصل کیا۔ اور روحانیت حضرت خواجہ بزرگ سے بھی فیض یاب ہوا۔ وفات حضرت کی ۹۴۷ھ میں ہوئی مزار گوالیار میں ہے۔

## ذکر حضرت شیخ علاؤ الدین بن شیخ نور الدین ابودھنی قدس سرہ

یہ حضرت اولاد سے بابا صاحب کی اور وحید عصر تھے۔ اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ رکھتے تھے۔ دنیا اور اہل دنیا سے کچھ کام نہ رکھتے تھے۔ حظ نفس اور آرام و آسائش و آسائش اپنے اوپر روا رکھتے تھے۔

رکھتے تھے۔ اس وقت آپ فرید ٹانی مشہور تھے۔ اور روحانیت حضرت قطب الاقطاب سے  
بمبض یا بستے اور بہت عقیدت رکھتے تھے۔ آپ کے پاس ایک درویش آیا۔ اور اس نے تعریف  
کی۔ کہ میرے پاس تریاق اکبر ہے جس کے کھانے سے کیسا ہی زہر خوردہ یا مارگزیدہ ہو۔ اس کو فوراً  
شفا ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس بھی تریاق اعظم ہے۔ اور امتحان کے واسطے ایک چڑیا زندہ  
منگا کر اس کے منہ میں قدرے سنبل فارمیا۔ اسی وقت وہ مر گئی۔ بعدہ قدرے کاک لنگر خانہ جو خواجہ  
قطب الدین کا تھا۔ پانی میں حل کر کے قدرے پانی اس کے منہ میں ڈالا۔ وہ زندہ ہو کر اڑ گئی۔ ولایت  
آپ کی سلسلہ میں ہوتی اور وفات سلسلہ میں ہوتی۔

## ذکر حضرت سلطان جلال الدین قریشی قدس سرہ | یہ حضرت کاملان خاندان چشتیہ

سے ہوتے ہیں کہ باطن سالک بظاہر مجذوب صاحب حال اور مجرد تارک اور کپڑا فقط ایک تہ بند  
رکھتے تھے۔ اور عالم متبصر تھے۔ ہر ایک زبان میں کام کرتے جو کچھ بیان فرماتے نہایت صحت و فصاحت  
سے بیان فرماتے۔ کل علوم حفظ تھے۔ ایک بار وقت نماز صبح جامع مسجد میں آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے  
مگر قرأت ایسی لمبی شروع کی۔ کہ دن نکل آیا۔ یہ بات لوگوں کو ناگوار گزری۔ اور گفتگو شروع ہوئی۔ نہایت  
استحکام سے جواب دیتے۔ جب وہ لوگ گرم ہونے لگے موافق عادت معہود کے وہاں سے اٹھ کر جنگل میں  
چلے آئے۔ مرید نہ کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے۔ کہ ہشام نام میرا ایک مرید ہے جو جنگلوں میں پھرتا ہے۔ آپ کے  
معتقدوں سے ایک نے آپ کے ملفوظات جمع کر کے آپ کو ملاحظہ فرمائے آپ نے اس کتاب کو چاہ میں ڈال  
دیا اکثر وقت قلق کے یہ فرمایا کرتے تھے۔

حاصل عشقت سے سخن پیش و نیست سو ختم سو ختم سو ختم و خادم بودم بہ لختہ شام سو ختم  
اور پانچ برس تک کتاب علم حقیقت پڑھی۔ اس عرصہ میں کسی آدمی کا منہ نہیں دیکھا۔ درختوں کے پتے  
کھاتے۔ ایک روز فرمانے لگے مجھ کو عشق مجاری پیدا ہوا۔ اسی میں جذبہ الہی گلوگیر ہوا۔ میں صحرائے رحیم  
میں چلا گیا۔ ایک جوان نہایت خوبصورت دیکھا۔ میں اس کے پیچھے ہولیا۔ حاضرین میں سے ایک لبر لوچھا  
کہ وہ شخص خضر ہوں گے۔ فرمایا کہ علامت دیکھنے خضر کی یہ ہے کہ ان کے ظہور سے بارش ہوتی ہے۔ وہ  
ملا وہ مردان غیب سے تھا۔ اور فرماتے ہیں کہ جب میں مرید ہوا۔ تو میرے پیر نے فرمایا۔ کہ لو کرے کر

چنانچہ ایک شخص نے خود خواستگاری کر کے مجھ کو نوکر رکھا۔ میں نے بہت مال جمع کیا۔ پیر کا حکم ہوا کہ اس کو لٹا دے۔ میں نے لٹا دیا۔ تین بار مال جمع کیا اور لٹایا آخر پیر کے ہمراہ ایک جنگل میں گیا وہاں ایک حجرہ تھا۔ در حجرہ پر رہتا پیر اندر رہتے۔ سوائے صبح کی نماز کے وقت کے اور وقت ملازمت نصیب نہ ہوتی۔ پانچ برس اسی طرح گزرے اس عرصہ میں میرے پیر نے مجھ کو تین سو علم سکھائے۔ اور فرمایا کہ جا آگے تیرا حوصلہ نہیں ہے۔ اس روز سے پھر پیر سے ملاقات نہیں ہوئی۔ اور اپنے پیر کے فراق میں دیواروں سے ٹکرایا کرتے تھے۔ اور پڑھتے تھے

دریغاً مونس تنہائی ما؛ دریغاً سرمہ بینائی ما؛ من ہست دے عشقم ہوشیار نخواہم شد  
لکھا ہے کہ اگر مس پر پھونک مار دیتے تھے تو وہ سونا ہو جاتا تھا۔ دہلی آگرہ میں اکثر یہ وفات حضرت  
حضرت کی بمقام مندر ۹۲۸ھ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت سید سلطان بھڑاچی قدس سرہ** | یہ حضرت خلیفہ شیخ علاؤ الدین  
اجودھنی کے اور خاندان

سلطان سے بھی فیض یافتہ تھے۔ کپڑا موافق ڈھکنے ستر کے رکھتے تھے۔ سرتنگار ہوتا تھا۔ ذکر جہر کرتے  
تھے۔ ایک عورت آپ کی توجہ سے مسلمان ہوئی۔ اس کے اقریب نے کچری محمد زمان میں جو منجانب بادشاہ  
بابر حاکم تھا۔ اس کے مل جانے کا دعویٰ کیا۔ حاکم نے شیخ کو کھلا بھیجا۔ کہ اس عورت کو اپنے گھر سے نکال دیں  
آپ شمشیر ہاتھ میں لے کر نکلے۔ اور فرمایا کہ یہ نہ ہو گا۔ کہ مسلمان کو کافروں کے سپرد کیا جاوے اگر ارادہ  
جنگ کا ہے تو بندہ حاضر ہے دیکھو خدا کیا کرتا ہے۔ آخر حاکم پر شیخ کے کہنے سے رعب چھا گیا۔ اور بہت  
نادم ہوا۔ وفات حضرت کی ۹۲۹ھ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت سید علی قوام قدس سرہ** | صاحب جذب اور ذوق شوق تھے۔ کبھی  
لباس درویشی کبھی دنیا داروں کا سا مکلف

لباس رکھتے۔ آپ کو بہت فتوح تھا۔ مساکینوں کا روزانہ مقرر کر رکھا تھا۔ نہایت مخیر تھے خدام  
بہت تھے۔ مگر چالیس برس تک شب کو کسی کام کے واسطے کبھی خدمتگار کو نہیں جگایا۔ ایک بار  
شب کو تشنگی ہوئی۔ موافق عادت کے زیر پلنگ پانی دیکھا۔ اس روز خدمتگار پانی رکھنا بھول گیا تھا  
بہت ہی تشنگی نے جب غلبہ کیا۔ کئی بار زیر پلنگ پانی دیکھا آخر غیب سے کوزہ پانی ہاتھ میں آیا۔



اس کو نوش کیا اور شکر پروردگار بجالائے مگر خدا متکا کو نہ جگایا۔ اور فرماتے ہیں کہ ایک بار رسول مقبول کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ اے علی اپنے دروازہ پر نقارہ بجوانا ہے۔ مگر خلق کی خبر نہیں لیتا۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ نقارہ آپ ہی کی عنایت سے ہے۔ ورنہ علی کیا چیز ہے۔ پھر فرمایا کہ خلق کے واسطے دعائے خیر کر تو مستجاب الدعوات ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ مجھ کو تعجب ہوتا ہے کہ لوگ قوالوں کو فرمائش کرتے ہیں کہ فلاں غزل گاؤ۔ مجھ کو ہر شے اچھی معلوم ہوتی ہے۔ جو وہ گاتے ہیں۔ سب پر شوق ہوتا ہے وفات حضرت کی سن ۵۹۷ھ میں ہوئی۔ مزار جو پور میں ہے۔

## ذکر حضرت شیخ عبدالزاق جھنجھانہ قدس سرہ

یہ حضرت خلیفہ شیخ محمد حسن طاہر کے وہ مرید راجی حامد شاہ کے۔ وہ مرید شیخ حسام الدین مانک پوری کے وہ مرید نور قطب عالم کے وہ مرید علاؤ الدین بنگالی کے۔ وہ مرید شیخ سراج کے وہ خلیفہ حضرت سلطان المشارعہ کے تھے۔ حضرت کو روح پاک قلندر صاحب سے اول سے نسبت تھی بمقام بوڑھا کیٹری معتکف رہے ہیں اہل بیت پاک سے کمال عقیدت تھی اور حضرت غوث اعظم سے بھی نہایت اعتقاد تھا اور حضرت بھی ان پر بہت مہربان تھے ہر ایک کار میں امداد فرماتے تھے۔ اور شیخ امان پانی پتی سے مسئلہ توحید میں بہت گفتگو رہی ہے۔ بہت بڑے ذاکر اور متفکر تھے۔ آپ کے مریدوں میں سید علی ہشتی کہ مزار ان کا لودھیانہ میں ہے۔ شیخ وقت گزرے ہیں۔ وفات حضرت کی سن ۵۹۷ھ میں ہوئی۔ مزار قصبہ جھنجھانہ میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

## ذکر حضرت شیخ یوسف معروف بہ شاہ جوسی چشتی قدس سرہ

یہ حضرت اولاد سے ہذا صاحب کی تھے۔ اور ولایت موروٹی پر ثابت قدم رہے اور ہمیشہ اجودہ میں رہے۔ بعد مجاہدہ اور ریاضت کثیر کے موافق ندائے غیبی کے معینوں بھائیوں کے براۓ تشکی عازم حرمین شریفین ہوئے۔ جب واپس امیر میں آئے۔ عینا عادل شاہ خاندن کے بادشاہ نے قدم شیخ عنایت جانا۔ نہایت اعزاز سے چندے لکھا بعد وہاں سے رخصت ہو کر اجودہ میں آئے۔ اور عیال و اطفال کو ہمراہ لے کر برہانپور میں داخل ہو کر سکونت اختیار کی اور وہیں سن ۵۹۷ھ میں وفات پائی۔

## ذکر شیخ جلال الدین تھانیسری قدس سرہ | آپ خلیفہ اعظم عبدالقدوس

پیر قاضی محمود بلخ سے ہندوستان میں آئے۔ تو آپ کی عمر سات برس کی تھی۔ مگر قرآن حفظ کر چکے تھے۔ اور سترہ برس کی عمر میں تحصیل علوم ظاہری سے فارغ ہو کر شرعی فتویٰ دینے لگے تھے۔ آپ صائم الدہر قائم اللیل تھے۔ لکھا ہے کہ عبدالقدوس ایک بارسیرکناں وارد تھانیسر ہوئے۔ وہیں آپ نے بیعت کی بعض نے لکھا ہے کہ شیخ تھانیسری اس وجہ سے آئے تھے۔ کہ ایک باریشخ اپنے فعل میں مصروف تھے۔ کہ ہاتھ غیب نے ندادی۔ کہ جلال الدین تھانیسری کو ہم نے تجھ کو بخشا۔ اس کو اپنا مرید کر۔ اسی وقت حضرت شیخ راہی طرف تھانیسر کے ہوئے۔ اگر دیکھا کہ آپ اپنے مدرسہ میں طلباء کو پڑھا رہے ہیں۔ شیخ ایک گوشہ میں بیٹھ گئے۔ جب جلال الدین نے سبق طلباء سے فراغت پائی۔ حضرت سے پوچھا کہ اے درویش تم کون ہو اور کہاں سے آئے۔ شیخ نے زبان حق ترجمان سے بعد اپنے غجز و انکسار کے چند کلمات توحید آمیز ارشاد فرمائے۔ اور ان کے قلب کو اپنے نور باطن سے مجلا کیا۔ معاً کثافت ظاہری دور ہوتے ہی جو جمال بے مثال کو دیکھا۔ قدموں پر سر رکھا۔ حق منکشف ہوا۔ ظلمت کثرت لوح سینہ سے دور ہوئی نور وحدت چمکا اور مرید ہوئے۔ شیخ نے کلاہ چارتر کی اپنے سر سے اتار کر ان کے سر پر رکھی اور تعلقات قلبی و قابلہ و تفسیر و روحانیہ سے فراغ پایا۔ پہلے شغل نفی اثبات ارشاد فرمایا۔ بعد اس کے سلطان الاذکار تعلیم فرمایا۔ جب یہ کار بھی مکمل ہوا۔ شغل سرباہ تعلیم فرمایا۔ اور دیگر افکار و اشغال ہر ایک غاندان کے تعلیم فرمائے۔ آپ نے مدت کثیر اپنے کو آتش مجاہد میں جلایا۔ اور مقصود کلی حاصل کیا۔ یصاحب مرآۃ الاسرار ناقل ہیں کہ آپ کو مدام استغراق رہتا تھا وجود ہا وجود آپ کا محو ذوق سماع و عبادات و اوراد آداب شریعت و طریقت تھا۔ اسی برس تک بلاناغہ ایک قرآن روز ختم فرمایا۔ ایک روز ایک شخص ایک غزل خوش الحانی سے گارہا تھا۔ آپ بالآخر پرہے تھے۔ سنتے ہی بے ہوش ہو کر نیچے گر پڑے اور مثل مرغ نیم بسمل کے تڑپنے لگے۔ اور استغراق کی یہ کیفیت تھی۔ کہ وقت نماز کے خادم جب کان میں باؤار بلند اللہ اکبر کہتا۔ جب ہوشیار ہو کر نماز ادا کرتے اقبال نامہ رجاگیری سے روایت ہے۔ کہ جلال الدین محمد اکبر اعظم شاہنشاہ مکرّم نے جب بروز دوشنبہ دوسری محرم ۹۶۹ھ کو بچست دفع مزار محمد حکیم اپنے بیلد کے لشکر کشی جانب پنجاب کی۔ جب تھانیسیر

پہنچے برائے زیارت شیخ خانقاہ حضرت میں تشریف لائے۔ بعد سعادت ملازمت کی کلمات حقان  
درمیان میں لائے۔ چونکہ اس شاہنشاہ کو جملہ علوم میں جامعیت تھی۔ مسئلہ توحید پیش کیا۔ شیخ نے  
فرمایا۔ سراپا

آفتابے درہزاراں آبگینہ ناقتہ بس برنگے ہریکے تاب عنال انداختہ  
جملہ یک نور است امارنگہائے مختلف اختلافے درمیان ایں و آن انداختہ  
اور نہایت احسن طور سے بادشاہ کو سمجھایا۔ پھر شیخ ابو الفضل نے عرض کیا کہ کس طرح دریافت کریں۔ یہ  
سن کر آپ رونے لگے اور فرمایا کہ آہ

آہ نراستفتائے دلیر آہ آہ کمر تعظیم بستر بر کوہین را

یہ سن کر بادشاہ بھی رونے لگے اور کہا کہ بندہ کو غم کو فیر کیجئے۔ میں اس سلطنت سے گزرا آپ نے فرمایا۔ کہ  
پہلے اپنا جانشین کر دو۔ اس کے بعد یہ ارادہ کرو۔ کہ تمہاری ایک ساعت کی عدالت بہتر ہے۔ ہزار عبادت اور  
فقری سے تمہاری درویشی عدل اور انصاف کرنا خلق خدا کا نفع پہنچانا ہے۔ یاد خدا بھی کرو اور سلطنت  
بھی کرو۔ بادشاہ وہاں سے رخصت ہو کر خیمہ گاہ کو واپس آئے اور شیخ محافہ میں سوار ہو کر بقید زیارت  
مزار سالار اسحق نبیرہ نور علیہ السلام کہ مزار ان کا نواح تھا نیسر میں ہے۔ تشریف لئے جاتے تھے کہ فیضی  
حاضر ہوا۔ آپ اس کی خاطر سے واپس خانقاہ میں آئے۔ فیضی نے سوال کیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حیوانات  
کو برائے سواری انسان کے پیدا کیا ہے۔ افسوس ہے کہ آپ آدمیوں پر سوار ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا  
کہ نہایت تعجب ہے۔ کہ باوجود اس قدر علم و فضل کے اب تک یہ امر تیری سمجھ میں نہیں آیا۔ کہ بعض آدمی  
مثل چارپایوں کے ہیں۔ بلکہ حیوان ان سے بہتر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے آدمیوں کے حق میں فرمایا ہے  
اُولَئِكَ كَا لْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيلًا۔ فیضی یہ سن کر منفعیل ہوا۔ جب تک بیٹھا رہا۔ کچھ بات  
نہ کی۔ آخر رخصت ہو کر قیام گاہ پر آیا اور راجہ بیربر سے شیخ کی تعریف کی اسی وقت بیربر بھی خدمت  
شیخ میں حاضر ہوا۔ شیخ نے اس کی طرف التفات نہ فرمایا۔ آخر یہ اٹھ کر چلا آیا۔ جب یہ شیخ غوث محمد  
گوالیاری سے ملنے گیا تو شیخ نے اس کی بہت تعظیم کی۔ مکلف قرش پر بٹھایا۔ اس نے پوچھا کہ  
اولیاء اللہ سب مرتبہ میں مساوی ہیں آپ نے ایسی نوازش فرما کر معزز و ممتاز فرمایا۔ جب میں  
شیخ جلال الدین تھانیسری کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے میری طرف التفات بھی نہ



فرمایا۔ شیخ غوث محمد گوالیاری نے فرمایا۔ کہ برادر جلال الدین نے کمال شہود ذاتی بہم پہنچایا۔ دنیا اور اہل دنیا کی قدران کی نظر میں کچھ نہیں رہی ہے۔ وہ تم کو کیا غلام میں لاتے۔ کس واسطے کہ رادشاہ اور گدا ان کو یکساں ہیں اور محمد میں ہنوز بعض بعض تعلقات دنیا باقی ہیں۔ بیربر یہ سن کر خوش ہوا اور کہا کہ جو آپ نے فرمایا۔ منصفی سے فرمایا۔ لکھا ہے کہ شیخ کمال قادری کو حضرت سے بہت محبت تھی۔ طبقات حسابیہ سے نقل ہے کہ آپ کا ایک مرید تھا۔ کہ اس کو اشتیاق تجلی ذات نہایت تھا۔ اس شوق میں بہت مجاہدہ اور ریاضت برسوں کی۔ مگر وہ حال منکشف نہ ہوا۔ اس کے دل میں خطرہ گزرا کہ اس وقت میں شیخ نجم الدین کبریٰ سے بزرگ نہیں کہ ان کی نظر سے آدمی صاحب حال ہونا تھا۔ اسی وقت آپ کو اس کے خطرہ پر آگاہی ہوئی نظر عاشقانہ اس پر نظر ڈالی کہ وہ تجلی ذات اس پر منکشف ہوئی مگر اسی وقت مر گیا کس واسطے کہ حوصلہ اس تجلی کا نہ تھا اور اسی وجہ سے آپ نے توقف بھی فرمایا تھا۔ اور آپ کے بھی مکتوبات ہیں۔ ارشاد الطالبین کے نام سے مشہور اور کبھی پیر کے روبرو بے وضو نہیں آتے۔ شاہ آباد میں بھی بہت دنوں پیر کے پاس رہے ہیں اور اپنے پیرزادوں سے نہایت ادب سے پیش آتے تھے۔ لکھا ہے کہ وفات سے چند روز پہلے امانت خواجگان چشت اور خرقہ خلافت شیخ نظام الدین تھانیسری ثم بلخی کو مرحمت فرمائی۔ اور حودہ ذی الحجہ ۹۸۹ھ میں بمقام تھانیسرا انتقال فرمایا۔ چند خلفا حضرت کے جو مرتبہ تکمیل پہنچ چکے تھے۔ یہ ہیں شیخ نظام الدین بلخی۔ دوسرے شیخ عبدالشکور تیسرے خلیفہ قاضی محمد سالم کیرانوی۔ کہ ان کا مزار کیرانہ میں ہے۔ یہ رہنے والے کیرانہ کے تھے۔ اس وجہ سے ایک چاہ کہ جو کبھی منجانب بزرگان کاتب الحروف ان کی مدد معاش کو معاف تھا۔ سالم والا مشہور ہے چوتھے خلیفہ شیخ موسیٰ۔ پانچویں شیخ عیسیٰ کہ دونوں اسم باسملی تھے۔ چھٹے خلیفہ میر سید فاضل ساکن موہانہ ضلع میرٹھ۔

## ذکر حضرت شیخ نظام الدین بن عبدالشکور۔ بلخی قدس سرہ

خلیفہ شیخ جلال الدین تھانیسری کے مذہب حنفی اور مشارب علیہ صابریہ رکھتے تھے۔ احوال افعال حضرت کے مشائخ بن کبار کو حجت قاطع و برہان ساطع ہیں اور نیز داماد و برادر زادہ اپنے پیر کے تھے۔ آپ کے والد شیخ عبدالشکور بھی شیخ جلال الدین تھانیسری اپنے برادر خلیفہ کے تھے۔ معلوم

رسمی کہ سر بسریل وقال ہیں ان کی طرف رجوع نہ تھی۔ مگر شرح لمعات اور رسالہ بیان ہفت طبق مشہور ہیں۔ امیر اخص اقدس تفسیر قرآن مجید و معاون حقانی آپ کی تصنیفات سے ہیں باقی تمام علوم کیمیا و سمیاءات جامع الکمالات تھے۔ علم شریعت اور طریقت میں بے مثل تھے۔ لکھا ہے کہ شرح لمعات مکہ میں تصنیف کی اور دوسرے شرح کلام مجید کی مدینہ طیبہ میں تصنیف کی وہ تفسیر مدنی مشہور ہے۔ ان دونوں تفسیروں کی تحریر کے وقت کوئی آپ کے پاس نہ جاتا تھا۔ با وضو لکھا کرتے تھے۔ نقل کرتے ہیں کہ جب آپ صاحب سجادہ ہوئے۔ اور شہرہ کمالات آپ کا بلند ہوا۔ تو شاہزادہ سلیم آپ کے معتقد ہوئے آپ نے ان کو بشارت دی تھی۔ کہ تو بادشاہ ہوگا۔ آخر جب یہ بادشاہ ہوئے۔ اور بوجہ بہکالنے نو جہاں بیگم کے شہزادہ خسرو سے ناخوش ہوئے اور ان کو مقید کرنا چاہا۔ اس وقت یہ ناچار ہو کر اکبر آباد سے فرار ہوئے۔ جب تھانیسری پہنچے۔ شیخ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اور اپنے پدر و مادر کی شکایت کی۔ اور اپنے واسطے دعا چاہی۔ شیخ نے بہت کچھ نصائح مریدانہ بیان فرمائے۔ کہ ہر حال میں والد کی اطاعت چاہیے۔ یہ تو طرف بیاس کے چلے گئے اور دشمنان شیخ نے موقعہ پا کر بادشاہ سے عرض کیا۔ کہ شاہزادہ خسرو برائے حصول مطلب شیخ تھانیسری کے پاس گئے۔ اور انہوں نے ان کو بشارت سلطنت دی۔ یہ سن کر جہانگیر سخت برہم ہوئے۔ اور حکم دیا کہ شیخ ہندوستان سے چلے جاویں اور پھر نہ آویں۔ حضرت کا سفر کا پہلے ہی ارادہ تھا۔ مکہ معظمہ جالے کی تیاری کر ہی رہے تھے کہ حکم پہنچا۔ حضرت ہندوستان سے چل کر مکہ میں آئے اور حج کیا۔ بعد مدینہ منورہ میں کئی برس رہے۔ اور شرح المعانی تصنیف فرمائی۔ بعد حکم روحانیت پیغمبر خدا علیہ السلام بلخ میں آکر مقیم ہوئے۔ ایک کیفیت پہلے یہ گزری کہ قریب بلخ کے آپ چلے آتے تھے۔ تاکہ ایک شخص حکام بلخ سے گھوڑی پر سوار آتا تھا۔ اور شیخ ابوسعید فرزند حضرت کے گھوڑے پر سوار تھے۔ نرنے مادہ کی طرف میل کیا۔ اور گھوڑی پر جا پڑا۔ وہ شخص غرور حکومت میں تھا۔ غصہ ہو کر شیخ ابوسعید کی پشت پر تازبا بنے مارا۔ کہ اس کا نشان ہو گیا۔ انہوں نے اپنے پدر کو اپنی پیٹھ دکھائی۔ آپ نے از ماہ جلال فرمایا۔ کہ ابھی تک اس کی گردن نہیں ٹوٹی۔ یہ سنتے ہی وہ گھوڑی سے گرا۔ اور گردن اس کی ٹوٹی بعد اس کے بادشاہ امام قلی خان ازبک حضرت کا مرید ہوا۔ اس کے مرید ہوتے ہی ہزار ہا آدمی مرید ہوتے اور لکھا ہے۔ کہ سات سو ولی ہوئے۔ مگر علمائے شہر کو حسد ہوا اور بادشاہ سے کہا کہ شیخ

مسجد میں نہیں آتے۔ اپنی خانقاہ میں جدا نماز پڑھتے ہیں۔ ایک شہر میں دو جگہ نماز جمعہ ناجائز ہے۔ بادشاہ نے آپ سے عرض کیا کہ جامع مسجد میں آکر نماز جمعہ ادا کیا کریں تو بہتر ہے آپ نے فرمایا کہ امام جامع مسجد رافضی ہے۔ میں اس کے پیچھے نماز نہ پڑھوں گا۔ یہ خبر امام اور دیگر علماء کو ہوئی۔ انہوں نے تمام شہر کو براہِ نیگختہ خام کر دیا۔ آخر یہ راستے سب کی قرار پائی۔ کمریا تو شیخ امام کا فرض ثابت کریں ورنہ بادشاہ اور شیخ دونوں کو قتل کرو۔ یہ خبر بادشاہ کو بھی ہوئی۔ وہ شیخ کی خدمت میں آیا۔ کل حال مشورہ شہر کا عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ بچہ فکر نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ ابھی عقدہ کشائی کر دیتا ہے۔ چنانچہ اسی وقت دس بارہ ہزار آدمی مسلح خانقاہ میں گھس آئے۔ امام شمشیر برہنہ لئے شیخ کے پاس آیا۔ اور بان دلازی کرنے لگا اور کہا کہ تو نے مجھ پر تہمت فرض کی لگائی ہے۔ تیرا خون بہانا مجھ کو مباح ہے۔ شیخ نے بادشاہ سے کہا۔ کہ امام کا موزہ چیر کر دیکھو۔ اس کے تلے میں کیا ہے؟ الغرض جب موزہ چیر کر دیکھا۔ تو اس میں سے کاغذ نکلا۔ کہ جس میں شیخین کے نام لکھے ہوئے تھے۔ جب خلائق نے شیخ کی یہ کرامت دیکھی۔ پہلے اس امام کو قتل کیا۔ بعد سب نے اپنا عفو تقصیر چاہا۔ اور بصدق دل مرید ہوئے۔ صاحب اقتباس الانوار تحریر کرتے ہیں۔ کہ نام شاہ بلخ کا نظر محمد خان تھا۔ اور وہ ہر روز برائے زیارت شیخ حاضر ہوا کرتا تھا۔ ایک باآپ کو بہستان بلخ کی سیر فرماتے ہوئے ایسی جگہ پہنچے کہ جہاں پانی نہ تھا جب وقت ظہر کا آیا عصا مبارک ایک پتھر پر مارا۔ اسی وقت اس پتھر سے چشمہ شیریں جاری ہوا۔ اس کو وہ سے جو شہر قریب تھا۔ وہاں ایک حکیم رہا کرتا تھا۔ اس نے یہ کرامت شیخ کی سن کر لوگوں سے کہا کہ اس وقت ستارہ آبی برج سرطان میں تھا۔ اس وجہ سے پانی نکل آیا۔ یہ کچھ کرامت نہیں ہے۔ اتفاقاً وہ حکیم شیخ سے ملنے آیا۔ شیخ کو اس کے کہنے کا حال معلوم تھا اس کو لے کر وہاں آئے جہاں پانی کا نشان تک نہ تھا پہلے اس حکیم سے پوچھا۔ کہ ستارہ آبی برج سرطان میں ہے۔ اس نے غوطہ کر کے کہا۔ کہ اس وقت آتش میں ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ زمین سے پانی اس وقت برآمد ہو سکتا ہے۔ اس نے کہا۔ نا ممکن ہے۔ آپ نے عصا پتھر پر مارا۔ کہ چشمہ شیریں رواں ہوا۔ یہ کرامت دیکھ کر وہ حکیم ایمان لایا اور مرید ہوا۔ اقتباس الانوار میں لکھا ہے کہ اس وقت بلخ میں ایک عامل اور سخی مرد تھا۔ کہ اس کو دست خمیب تھا اور علم کیمیا کو خوب جانتا تھا۔ اور شیخ کو بھی کامل اور صالح درویش مانتا تھا۔ جب وقت رحلت اس کا قریب پہنچا۔ اپنے ملازم کے ہاتھ شیخ کے پاس کھلا بھیجا۔ کہ خداوند تعالیٰ



نے مجھ کو بڑے بڑے کمال اور علوم عطا کئے ہیں۔ میں اب دارقانی سے رخصت ہوا چاہتا ہوں سوائے آپ کے کسی کو لائق نہیں پاتا۔ آپ میرے پاس تشریف لائیں میں سب آپ کو بتا دوں گا۔ آپ نے اس ملازم سے کہا کہ اپنے اقامت سے کہہ کہ یہ جتنے علوم ہیں۔ مردان خدا ان کی طرف نظر بھی نہیں کرتے اگر علم توحید سے تجھ کو کچھ حاصل ہے۔ تو وہ کافی اور کام کا ہے۔ ورنہ خیر۔ خادم نے جا کر اقامت سے بیان کیا اس نے پھر عرض کیا کہ اہل سبے بہرہ ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اہل کو یہاں لے آؤ الغرض جب وہ خدمت شیخ میں آیا۔ آپ نے اہل کو علم توحید تعلیم فرمایا۔ کہ اہل کے دل سے پردہ دوری اٹھا اور اسی وقت کامل ہوا۔ اور اولیاء ہو کر مرا۔

اقتباس الانوار میں لکھا ہے کہ ایک بار شیخ صحرائے بلخ میں تشریف لے جاتے تھے کہ ایک مردہ پڑا ہوا دیکھا۔ اس کے قریب جا کر مراقبہ فرمایا۔ معلوم ہوا کہ چندے اس کی عمر باقی ہے۔ کھڑے ہو کر فرمایا۔ تم باذن اللہ وہ اسی وقت کھڑا ہو گیا۔ وفات شیخ نظام الدین عتائیسری ثم بلخی کی آٹھویں سے رجب بروز جمعہ ۳۱۰ھ میں ہوئی۔ مزار پر انفار بلخ میں زیارت گا ہے۔ صاحبزادے کئی چھوٹے تھے۔ جن میں سے شیخ محمد سعید پسر کلان کہ جن کا ذکر آگے آوے گا۔ انہوں نے عتائیسری میں سکونت اختیار کی۔ دوسرے صاحبزادہ عبدالحق کرناں میں رہے۔ ان کی اولاد کرناں میں ہے۔ اور بعض صاحبزادوں کی اولاد بلخ میں ہے۔ کہ جو روضہ متبرکہ کی خدمات بجالاتے ہیں اور خلفائے حضرت سے کہ جو صاحب ارشاد اور ہندوستان میں آسودہ ہیں یہ ہیں۔ اول صاحب سجادہ بندگی شیخ ابو سعید گنگوہی۔ دوسرے شیخ حسین بھورے کہ پہلے مرید شیخ جلال الدین عتائیسری کے تھے۔ بعد میں تکمیل اور خرقہ خلافت شیخ نظام الدین سے حاصل کیا۔ پھر ہے کہ ایک بار شیخ محمد صادق نے شیخ حسین بھورے سے پوچھا کہ تم کو فنا احدیت ذات کس وقت میسر ہوتی ہے۔ کہا کہ جس وقت نماز کی نیت باندھتا ہوں پھر انہوں نے شیخ محمد صادق سے پوچھا کہ تم کو فنا احدیت ذات میں کس وقت میسر ہوتی ہے۔ فرمایا کہ جب سماع سنتا ہوں میں نہیں رہتا اور شیخ حسین بھورے کے خلیفہ شیخ ولی محمد نازولی ہمیشہ اکبر آباد میں رہے۔ کامل درویش تھے۔ مزار شیخ حسین بھورے کا کور میں ہے۔

تیسرے خلیفہ شیخ پایندہ بخوری کہ نہایت صاحب کمال تھے۔ شب کے وقت جب ذکر جہر کرتے جو سننا وہ لا الہ الا اللہ کہتا ہوا مست و مدہوش ہوجاتا تھا۔ آخر اہل شہر نے آپ کے پیر سے

شکایت کی۔ کہ ان کے ذکر کی آواز سنتے ہی ہم لوگ بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ گھر کھلے پڑے رہتے ہیں۔ آپ کے پیر شیخ نظام الدین نے فرمایا کہ شیخ پابندہ تم شب کو جنگل میں جا کر ذکر کیا کرو۔ جنگل میں یہ کیفیت ہم پہنچی کہ جب لا الہ کہتے تمام درخت سرنگوں ہو جاتے۔ جب اللہ کہتے سیدھے ہو جاتے۔ چوتھے سیدالہ بخش لاہوری۔ یہ صائم الدہر تھے۔ ایک مٹھی کھلیں آٹھ روز میں آپ کے افطار کے خرچ میں آتی تھیں۔ ہمیشہ ترک اور تجرید کے ساتھ رہے۔ اکثر خلق لاہور آپ کو خدا ہیں اور بعضے خدا نما کہتے تھے۔ شیخ آدم بنوی خلیفہ شیخ احمد سرہندی نے لکھا کہ تم کو مردم جس طرح کہتے ہیں۔ وہ تمہاری مرضی سے کہتے ہیں یا بے مرضی۔ اگر تمہاری مرضی سے کہتے ہیں تو اس عقیدہ بد سے توبہ کرو جو معتقد روایت پروردگار دنیا میں ملحد و زندیقی ہیں۔ آپ نے خط پڑھ کر فرمایا۔ شیخ آدم نعمت رویت سے محروم ہیں۔ مگر تجھ کو مشرف کرانا ہوں۔ چنانچہ وہ شخص بے ہوش ہوا۔ اور دوپہر کے بعد اس کو ہوش آیا۔ سیدالہ بخش سے عرض کی۔ کہ اب میں امیدوار ہوں۔ کہ باقی زندگی خدمت حضور میں گزاروں آپ نے فرمایا۔ کہ اب کے تو شیخ کے پاس جا۔ میرا جواب دے اور حقیقت رویت سے آگاہ کر۔ اور بمرتبہ علم الیقین مشرف کرایا۔ مزاران کالاہور میں ہے۔ اور ان کے خلفاء سے شیخ محمد مرزا کہ سرہند میں آسودہ ہیں۔ کامل درویش گزرے ہیں خلیفہ پنجم۔ شیخ عبدالکریم لاہوری خلیفہ ششم شیخ الہ دلا لاہوری۔ انہوں نے اکثر کو صاحب ہدایت بنایا۔ چنانچہ دوست محمد صوفی ان ہی کے خلیفہ تھے خلیفہ ہفتم۔ شیخ مصطفیٰ خلیفہ ہشتم شیخ عبدالفتح خلیفہ نہم خلیفہ شاہ عبدالرحمن کشمیری خلیفہ دہم شیخ صادق برہان پوری خلیفہ یازدہم قاضی عبدالحی پسر قاضی سالم کیرانوی خلیفہ دوازدہم شیخ صادق برہان پوری خلیفہ سیزدہم شیخ فہمی بودہ تھے۔ کہ جنہوں نے خرقہ خلافت شیخ اسماعیل کو دیا۔ وہ رہنے والے اکبر آباد کے تھے۔

## ذکر حضرت شیخ امان پانی پتی کہ اصلی نام عبد الملک ملقب

### بہ امان اللہ

یہ حضرت مرید شیخ محمد حسن کے وہ مرید پیر خود شیخ طاہر کے اور شاگرد شیخ مورد دلاوری

کے کئی خاندان سے فیض یاب تھے۔ مشرب نعمت اللہ شاہی میں دو واسطہ سے ملتے تھے مسائل توحید میں دستگاہ رکھتے تھے۔ علم تصوف اور مسائل توحید میں صاحب تصنیف ہیں۔

نقل کرتے ہیں۔ کہ شیخ امان کی اکثر یہ کیفیت ہوتی کہ نماز میں جب ایتا کہ لَعْبُدُکَ اَیُّهَاکَ اَلَسَّعِبُدُ شروع کی اور اسی کو بار بار کہا۔ یہاں تک کہ بے ہوش ہو گئے۔ زمین پر گر گئے۔ حالت چہرہ کی تغیر ہو گئی۔ آخر جب ہوشیار ہوتے۔ نماز قضا ادا فرماتے۔ اخبار الاما لاخیار سے نقل ہے کہ آپ کو اہلبیت پاک سے ایسی محبت تھی۔ کہ اگر آپ دس فرماتے ہوتے اور کوئی بچہ سید کا آجاتا۔ تو کتاب بند کر کے تعظیم کو کھڑے ہو جاتے اور فرماتے تھے کہ میرے نزدیک فیری کی دو چیزیں ہیں۔ اول محبت اہلبیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ دوسرے تہذیب الاخلاق۔ اور فرمایا کہ علامت محبت کی یہ ہے کہ اس کے متعلقین کو محبوب سے زیادہ دوست جلنے جو عاشق خدا ہے وہ اس کے حبیب کو دوست ضرور رکھے گا اور جو رسول کو دوست رکھتا ہے وہ اس کے اہل بیت کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھے گا۔

نقل ہے کہ ایک روز آپ نے فرمایا کہ جلدی مجھ کو سفر درپیش ہے۔ شیخ اجود مہنی نے عرض کیا۔ کہ ہم کترین بھی پار کا بھوں گے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر سفر ظاہر ہے تو بایاران ہے۔ اگر سفر دوسرا ہے تو بیاروں کو میں نے خدا کے سپرد کیا۔ بعد ازاں گھر میں تشریف لے جا کر ہر ایک آدمی اور ہر ایک چیز سے وداع فرما کر کتابوں اور حجرہ سے وداع فرمائی۔ اسی عرصہ میں تپ ہوئی۔ فرمایا کہ گرم پانی کرو۔ کھڑے اور بد مہنی کو ری لاؤ۔ آج تمام عمر کا دسواں دور ہوتا ہے۔ چونکہ اس روز گیارہویں تھی اور عرس سالانہ حضرت غوث الاعظم کا تھا۔ اس واسطے کھانا تقسیم فرمایا۔ دوسرے روز سکرات موت غالب ہوئی بے ہوش ہوئے۔ اسی حالت میں فرمایا کہ چند مشائخ فتویٰ توحید طلب کرتے ہیں۔ چنانچہ مسائل توحید فرما کر بارہوی ربیع الثانی ۹۹۷ھ میں وفات ہوئی آپ کے خلفائے شیخ سیف الدین ولد شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور شیخ رکن الدین اجود مہنی و شیخ تاج الدین ذکر یا اجود مہنی تھے۔ یہ مصاحب بھی تھے۔

**ذکر حضرت شیخ حمزہ ہر سو قریشی قدس سرہ** کہ اولاد شیخ بہاؤ الدین نے ذکر کیا ہے تھے۔ اور مرید

خاندان میر سید گیسو دراز کے۔ آپ کی یہ کیفیت تھی۔ کہ ہر وقت عبادت میں رہتے تھے۔ مصاحب نعمت



اور کرامت تھے۔ پہلے سپاہیوں میں ملازم تھے۔ ایک روز محل سلطان کے پرہ پر تھے۔ شب کے وقت یہ خیال آیا پرہ دینا اور اطاعت اس کی چاہیے کہ جو خود میری حفاظت کرتا ہو نہ کہ میں اس کی اطاعت کروں کہ جس کی میں حفاظت کرتا ہوں۔ یہ خیال کر کے اسی وقت تارک ہو کر اجمیر شریف تشریف لے گئے۔ وہاں ایک مجذوب ہمزہ نام تھے۔ ان سے نعمت حاصل کی۔ بعد چترائے شیخ احمد مجدد ثنیبانی کی خدمت میں رہے بعد تکمیل قصہ ہر سو وطن مالوفہ اپنے میں کہ نارنول سے قریب ہے۔ سکونت اختیار کی اور جو شریف بے علم آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ برکت انفا میں حضرت سے با علم ہو جانا تھا اور آپ کو فتوحات بھی بہت ہوتا تھا۔ مگر کل اسی روز تقسیم فرمانے۔ اہل خانہ کو بھی مثل دوسروں کے دیتے آپ کے ایک مرید نقل کرتے ہیں۔ کہ شیخ نے بندہ کو برائے کار جانب ریگستان روانہ کیا۔ ایک ایسے جنگل میں پہنچا کہ جہاں پانی نہ تھا۔ اور تشنگی نے ایسا استیلا کہ میں نے مرنے پر کمر باندھی مگر دل میں میرے یہ خیال ہوا کہ پہلے مشائخ اگر مرید کو کہیں بھیجتے تھے۔ تو راستہ میں اس کو پانی کی جگہ دودھ ملتا تھا۔ اور میں اس جنگل میں مرا چاہتا ہوں۔ کہ یکایک ایک ریوڑ بکریوں کا آگیا۔ اس کے چرواہے کے پاس ایک مشک پر آب تھی۔ میں نے اس سے پانی طلب کیا۔ اس نے کہا۔ کہ اس جنگل میں پانی کہاں۔ اس مشک میں دودھ ہے اگر چاہے تو لے۔

میں نے اس سے تھوڑا سا دودھ پیا۔ بعد تھوڑی دیر کے پھر تشنگی ہوتی کہ میں نے دیکھا کہ چشمہ شیریں اور ٹھنڈا موجود ہے۔ میں نے شکر پروردگار ادا کیا اور خوب پانی پیا۔ اور توجہ خاص پر و مرشد سے دوبارہ زندگی پائی۔ وفات شیخ ہمزہ کی بقول صاحب اخبار الانبیاء ۲۵ ربیع الآخر وقت شام ۹۵۷ھ میں ہوئی۔ نماز مغرب کی تیسری رکعت کے سجدہ میں تھے۔ کہ انتقال فرمایا۔ مزار شریف قصہ ہر سو میں ہے۔

## ذکر حضرت شیخ حسام الدین متقی قدس سرہ

یہ اولیاء خاندان چشت سے گمراہ ہیں اور خاندان سہروردی

سے بھی فیضان حاصل کیا تھا۔ ایسے عاشق اللہ تھے۔ کہ ماسوائے اللہ کے کچھ کار نہ تھا۔ اور انقا ربان تھا کہ ایک روز ایک شخص کھانا لایا۔ آپ نے اس میں سے ایک لقمہ کھا کر کہا کہ ورت معلوم ہوتی ہے۔ شیخ علی نقی اس کا کیا سبب ہے شیخ علی نقی نے کہا۔ کہ کھانا وجہ حلال کا ہے مگر جس وقت ہمسایہ سے آگ

لی ہے تو چند تنکے پھونس کے بلا اجازت اس کے اٹھاتے تھے۔ ان سے آگ سلگانی تھی۔ یہ سن کر آپ اٹھے۔ اور جس کے گھر سے آگ لائے تھے اس کو کچھ دے کر معاف کر لیا۔ کہ تیرے گھر سے پھونس بے اجازت لے گیا تھا۔ بعدہ اس کھانے کو کھایا اول اول حضرت خراجی زمین سے کاشت کر کے ایام گزاری کرتے تھے آخر اس کو بھی چھوڑ کر فاقہ کشی اختیار کی آٹھ آٹھ روز بے کھانے گزر جاتے تھے۔ اگر کوئی کھانا لاتا تو وجہ شب کے نہ کھاتے۔ اس قدر فاقہ کشی کی کہ بھوک کے صدمہ سے مر گئے۔

نقل ہے کہ ایک روز آپ کے ہاں مجلس تھی۔ ایک شخص چلتے وقت نادانستہ آپ کی جوتی پہن کر چلا گیا۔ جب اس کو معلوم ہوا۔ آپ کی جوتی واپس لایا۔ آپ نے فرمایا کہ اب میں نہ لوں گا جب تک اس کی قیمت نہ دے دوں گا۔ کس واسطے کہ جو میری چیز ہے سب وقف ہے۔ کوئی میری چیز لے لے حرام نہ ہوگی۔ اور ایسے ہی بایزید نام آپ کے پسر تھے۔ کہ ہمیشہ گوشہ تنہائی میں بیٹھے رونا کرتے۔ دنیا اور دنیا داروں سے کچھ سروکار نہ رکھتے تھے۔ ایک روز ایک شخص نے ایک روپیہ نذر کیا۔ آپ نے کبھی روپیہ نہ دیکھا تھا پوچھا کہ یہ کیا ہے اور کس کام آتا ہے اس نے کہا۔ اس کو روپیہ کہتے ہیں۔ بازار میں اس کو دے کر جو چاہتے ہیں سولیتے ہیں۔ تب آپ کو معلوم ہوا وفات شیخ حسام الدین کی سلسلہ میں ہوتی۔

## ذکر حضرت میر سید عبدالاول بن سید علانی قدس سرہ | یہ حضرت مرید صابہ ادگان

میر سید محمد گیسو دراز سے تھے۔ علوم دینی اور دنیوی سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ اور شرح بخاری مسملی بہ فیض الباری مراجعی منظم اور سفر السعادت اور ایک رسالہ تحقیق نفس میں بعبارت فارسی و دیگر کتب آپ کی تصنیفات سے ہیں اور اکثر کتابوں کے حاشیے لکھے۔ عمر آپ کی دراز ہوتی ہے۔ صاحب معارج النبوت ناقل ہے کہ آپ کے بزرگ قصبہ زید پور علاقہ جو نپور کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد کن چلے گئے تھے آپ کن میں پیدا ہوئے اور وہیں تحصیل علم کیا۔ آخر گجرات میں آئے وہاں سے حرمین شریفین گئے۔ وہاں سے واپس آکر احمد آباد میں رہے۔ پھر راستہ ملتے لوہاں بہرام خان خاٹانان بعد اکبر اعظم دہلی میں تشریف لائے اور دہلی میں سلسلہ میں انتقال فرمایا۔

## ذکر حضرت شیخ قاضی خان ظفر آبادی قدس سرہ | یہ حضرت خلیفہ شیخ حسن طاہر کے اور صاحب

کرامت زہد و تقویٰ تھے۔ اور نفس کش اور تجرید و تفرید سے ایام گزاری کرتے تھے۔ ایک بار حضرت نصیر الدین محمد عمالوں بادشاہ جہ کلاں راقم نے کچھ تذکر کیا۔ اس کو قبول نہ کیا۔ بلکہ ایک بار سفید کاغذ پر اپنی مہر کر کے آپ کی خدمت میں ارسال کیا۔ کہ جس قدر روپے شیخ چاہیں۔ برائے خرچ خالقہ تحریر فرمایوں آپ نے فرمایا۔ کہ حضرت سلطان المشائخ نے کبھی کسی بادشاہ کا قبول نہیں کیا۔ میں نے بھی اپنے مرشد کے روبرو عہد کیل ہے۔ کہ کبھی سوائے خدا کے دوسرے سے طلب نہ کروں گا۔ وزیر نے آکر بادشاہ سے عرض کی۔ بادشاہ نے کہا۔ پھر جا۔ اور کہہ کہ آپ کے فرزندوں کے واسطے ہے آپ نے سن کر فرمایا۔ کہ فرزندوں کو اپنا اختیار ہے آخر فرزند نے بھی قبول نہ کیا۔ یعنی شیخ عبد اللہ پیر کلاں حضرت نے قبول نہ فرمایا۔ وفات حضرت قاضی خان کی بمقام ظفر آباد ۹۶۸ھ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت شیخ عبد العزیز بن شیخ حسن طاہر قدس سرہ

یہ خلیفہ حضرت قاضی خان مذکورہ الصدر کے تھے۔ مشہور درویش چشتیہ سے ہیں علم شریعت اور طریقت میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ ریاضت اور عبادت میں یگانہ حلیم اور نہایت متواضع اور شفیق اور مہذب اور خلیق تھے۔ جس کی نظر روئے مبارک پر پڑتی تھی۔ حالت طاری ہو جاتی تھی۔ ولادت آپ کی ۸۹۸ھ میں بمقام جوہنپور ہوئی۔ اور خاتمہ آپ کا بتاریخ ۶ جمادی الآخر ۹۷۵ھ میں باسماغ اہل بیت کرمہ فسمان الذی بیدہ ملکوت کل شیء والیہ ترجعون وقع میں آیا۔ یادگار اہل چشت آپ کی تاریخ وفات ہے۔

## ذکر حضرت شیخ علی متقی بن حسام الدین بن عبد الملک بن قاضی خان چشتی والقادری الشاذلی المدینی قدس سرہ

آپ کے بزرگوں کا وقت جوہنپور تھا۔ آپ برہانپور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کی یہ کیفیت تھی کہ شیخ حسام الدین آپ کے والد سات برس کی عمر میں بمقام برہانپور شاہ باجن چشتی کہ سلسلہ خواجہ بزرگ کے درویش تھے۔ مرید ہوئے۔ جب بڑے ہوئے بادشاہوں کی خدمت میں رہ کر بہت



کچھ مال دنیا جمع کیا۔ جب جذبہ حق گلوگیر ہوا۔ تمام مال و منال راہ خدا میں لٹا کر شیخ عبدالحکیم پسر شاہ باجن کی خدمت میں گنیمت درویشی کر کے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ بعدہ ملتان میں آکر شیخ حسام الدین متقی ملتانی کی خدمت میں رہ کر فوائد کثیر حاصل کئے۔ بعدہ زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہو کر شیخ ابوالحسن بکرمی قطب وقت کی خدمت میں رہے۔ بعدہ شیخ محمد بن محمد بن سخاوی سے طریقہ قادریہ میں خرقہ خلافت حاصل کیا۔ اور طریقہ شاذلیہ میں کہ شیخ ابوالحسن شاذلی سے بھی اجازت ہوئی۔ اور طریقہ مدینیہ میں کہ شیخ ابومدین شعیب مغربی سے ہے شیخ موصوف سے اجازت حاصل کی اور مکہ معظمہ میں سکونت اختیار کی۔ کہ شیخ ابوالحجرہ وغیرہ علمائے مکہ مرید ہوئے۔ اور آپ کی تصانیف سے قریب سو کتابوں کے ہیں۔ مگر جمع الجوامع و جامع عسیر و مجموعہ حکم کبیر و بین الفرق و سبل السبیل و مرادات النقریہ مشہور زیادہ ہیں۔ بعدہ ملک گجرات میں تشریف لائے سلطان بہاؤ الدین دہلوی نے گجرات کے نہایت التجا کی کر میں برائے قدوسی حاضر ہوں۔ آپ نے قبول نہ فرمایا۔ آخر سلطان نے قاضی عبداللہ سندھی کو سفارش کے واسطے بھیجا۔ مجبوراً آپ نے منظور کیا جب سلطان برائے زیارت آیا۔ اہل ایک کروڑ روپیہ سکھ گجراتی پیش کیا۔ آپ نے وہ روپیہ قاضی عبداللہ سندھی کو دے کر فرمایا کہ تمہارے سبب سے یہ فتوح ہوا۔ میں نے تم کو دیا۔ صاحب اخبار الاخیار فرماتے ہیں۔ کہ بادشاہ کے کسی وزیر نے بھمت برکت اپنے گھر کے شیخ کی دعوت کی چونکہ دعوت کا رد کرنا منع ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تین شرائط سے دعوت قبول کرتا ہوں۔ اوّل جہاں چاہوں بیٹھوں، دوئم جو چاہوں۔ کھاؤں۔ سوئم۔ جب چاہوں چلا آؤں۔ ان نے شرائط شیخ منظور کر لیں۔ جب آپ دعوت میں چلے۔ ٹکڑا خشک روٹی کا جیب میں ڈال لیا۔ جب ان کے مکان پہنچے۔ قریب صدر دالان کے زمین پر بیٹھ گئے۔ اس وزیر نے عرض کیا۔ کہ فرش پر تشریف رکھیے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میں موافق شرط کے حمان چاہا بیٹھ گیا۔ جب کھانا آیا آپ نے خشک روٹی جیب سے نکال کر کھائی شروع کی۔ اس نے کھانے پر بھی اصرار کیا۔ آپ نے فرمایا۔ موافق شرط کے جو جی چاہا کھانا ہوں۔ اور وہاں سے اٹھ کر اپنے مکان پر چلے آئے آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو چیز وجہ سلال سے حاصل ہوتی ہے۔ ضائع نہیں ہوتی۔ ایک روز فرمانے لگے کہ میں کشتی پر سوار تھا۔ اور سفر دریائے شور کا تھا۔ کہ ناگاہ طوفان آیا اور کشتی پھٹ گئی۔ ہم کئی فیر ایک تختہ پر رہ گئے۔ پانی کے ظالم سے جو کتب کہ میرے پاس تھیں۔ بھیک

گیتیں۔ جب وہ تختہ کنارہ پر لگا۔ میں نے ان کتابوں کو دھوپ دی۔ ان کے اوراق جدا ہو گئے۔ عنایت الہی سے ایک حرف بھی ضائع نہیں ہوا۔ وہاں سے ہم روانہ کعبہ کو ہوئے۔ راستہ میں تشنگی غالب ہوتی رہتی وہاں نہ تھا۔ ہم نے پروردگار کی بارگاہ میں عرض کی۔ اس نے اپنی رحیمی سے بارش کی، ہم سیراب ہوئے۔

نقل ہے کہ ولادت حضرت شیخ علی متقی کی ۸۸۵ھ میں ہوئی۔ وفات بوقت صبح دوسری جمادی الاول ۹۵۷ھ میں بمقام مکہ معظمہ ہوئی۔ لکھا ہے کہ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے۔ تو فرمایا کہ میری انگشت شہادت جب تک موافق ذکر کے حرکت کرتی رہے۔ سمجھ لینا کہ ابھی روح بدن میں باقی ہے۔ جب وہ ساکن ہو جائے تو معلوم کرنا انتقال کیا۔ چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا۔ اور شیخ عبدالوہاب خلیفہ آپ کے فرماتے ہیں کہ ایک بار بندہ واسطے زیارت مزار شیخ کے گیا۔ اور میں نے عرض کیا۔ کہ آپ کے خلیفہ کی خدمت میں ہوں۔ مگر آپ اپنے خلیفہ یعنی میرے پیر سے سفارش کیجئے کہ زیادہ تر عنایات میرے بندہ پر فرماویں۔ اسی شب کو میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ شیخ مصلیٰ خفی پر بیٹھے ہیں اور میں دست بستہ ایستادہ ہوں۔ شیخ نے فرمایا کہ تو نے جو عرض میری قبر پر کی۔ میں نے سب سنی مطمئن رہ۔ تیرے مقصود سب حاصل ہوں گے۔ اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ بعد انتقال شیخ کے بارہ برس پیچھے آپ کے برادر زادہ نے قضا کی۔ اعزائے چاہا کہ جیسے شیخ عبداللہ یافعی کو قبر فضیل بن عباس میں دفن کیا تھا۔ ان کو بھی کسی اولیاء کے مزار میں دفن کریں۔ آخر یہ قرار پایا ان کو ان کے چچا شیخ علی کی قبر میں رکھو۔ جب ان کی قبر کھولی کہ لعش مبارک مجلس موجود تھی کفن بھی میلانہ ہوا تھا۔ حالانکہ مکہ کی زمین کا خواص ہے کہ تین ماہ کے بعد مردہ بالکل خاکستر ہو جاتا ہے۔

**ذکر شیخ ابو دہن جونپوری قدس سرہ** | پسر شیخ بہاؤ الدین جونپوری کہ عمر شریف ان کی سو برس سے زیادہ ہوئی

صاحب عظمت اور مجاہدت شہرہ آفاق تھا۔ آخر میں حضرت ایسے ضعیف ہو گئے تھے کہ دواؤں اٹھاتے بٹھاتے تھے۔ اکثر کمالات حضرت کے مشہور ہیں۔ وفات حضرت کی ۸۷۷ھ میں بمقام جونپور ہوئی۔

## ذکر حضرت شیخ حسن محمد چشتی والقادری ثم سہروردی قدس سرہ

بن شاہ محمد جموین شیخ نصیر الدین بن شیخ امجد الدین بن شیخ سراج الدین بن شیخ کمال الدین علامہ کہ قطب الاقطاب وقت گزرے ہیں۔ مرید شیخ جمال الدین معروف شیخ محمود راجن کے اور عالم متبحر اور علم تصوف سے خوب واقف تھے۔ بترتیب مریدوں میں یگانہ عصر تھے۔ ترک اور تجرید پر طحا ہوا تھا۔ اور نہایت متقی تھے کہتے ہیں۔ کہ حضرت اکبر اعظم نے آپ کی خدمت میں بارہ گاؤں کا فرمان اور کچھ نقد اور کچھ کپڑا ارسال کیا۔ آپ نے قبول نہ فرمایا۔ اور زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا۔ کہ جب بارہ گاؤں کے زمیندار ہوتے۔ پھر فیری کہاں۔ ہمارے پیروں نے بھی ایسا منظور نہیں کیا ہے۔ تب اس امیر سلطانی نے کہ جو وہ لے کر گیا تھا۔ عرض کی۔ کہ یہ پارچہ وغیرہ اور نقد کو خانقاہ کے درویشوں اور مساکین کو تقسیم فرما دیجئے۔ آپ نے ارشاد کیا۔ کہ یہ سلطنت کا مال مشکوک ہے۔ پس جب میں اس کو مشکوک جانتا ہوں تو مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ مسلمانوں کو دوں۔ اور جس کو بادشاہ کا جی چاہے دے فقیر ہمیشہ بادشاہ اسلام اور کل مسلمانوں کے واسطے دعا کرتا ہے۔ لینے کی کچھ حاجت نہیں۔ فقیر کے نزدیک کل مسلمان بھائی برابر ہیں۔ وفات حضرت کی ۲۸ ذیقعدہ ۸۹۰ھ میں ہوئی۔ مزار شریف احمد آباد گجرات زیارت گاہ ہے۔

## ذکر حضرت شیخ محمد اعظم چشتی نظامی قدس اللہ سرہ العزیز

یہ حضرت خلفائے نامدار و فرزند کا مگار حضرت شیخ حسن محمد چشتی کے تھے۔ اٹھارہ برس کی عمر میں علوم ظاہری سے فراغ حاصل کیا۔ قرآن مجید قرأت سے پڑھتے تھے۔ عوارف شریف حفظ یاد تھے علم تصوف میں دستگاہ تھی۔ سات برس سخت مجاہدہ اور بیاضت میں مشغول رہ کر کار فقہ کمال کو پہنچا کر طریقہ چشتیہ اور قادریہ اور سہروردیہ نقشبندیہ میں خرقہ خلافت اپنے والد شیخ حسن محمد چشتی سے حاصل کیا۔ اور کاشت دقاتی اور حقائق و معارف تھے۔ آپ کو افطار کم تھا۔ تمام عمر کبھی سونے چاندی کو ہاتھ نہیں لگایا۔ جو فتوح ہوتا وہ شام تک قسمت مساکین ہو جاتا تھا۔ یہاں تک کہ صبح کو بھٹلار میں ٹکڑا روٹی کا بھی نہ رہتا تھا۔ دوسرے روز پھر خلافت دیتا۔ پھر اسی طرح خرچ ہو جاتا۔ آپ کے



تصنیفات سے بیالیس کتب ہیں۔ مثل آئینہ وجود اور طریق الصالحین آداب العارفين اور ہدایت المریدین مشہور کتب ہیں۔ میں نے اپنے جد حضرت ابو ظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ ثانی چشتی فخری سے سنا ہے۔ کہ فرماتے تھے۔ حضرت شاہجہان بادشاہ نے سن جلوس دوسرے میں تین لاکھ روپیہ نقد اور پانچ گاؤں کی سند اور ایک کلاہ چارتر کی کہ جو خاص بادشاہ کے ہاتھ کی سی ہوئی تھی اور ایک گڈری کہ جو تین ماہ میں سل کر تیار ہوتی۔ نواب اسلام خان بہادر کو ساتھ کر کے حضرت کی خدمت میں بھیجی جب نواب صاحب موصوف احمد آباد میں پہنچے تو صوبہ دار احمد آباد نے استقبال کیا اور دونوں صاحب خدمت شیخ میں آئے۔ اور بادشاہ کا خطا و رسد کہ جو خریطہ ریفی میں تھی۔ پیش کی آپ نے فرمایا کہ اس کو کھولو۔ دونوں کاغذ پیش کئے۔ آپ نے پہلے خط کو پڑھا۔ اس کا حال معلوم ہوا۔ پھر وہ کشتی کہ جس میں کلاہ وغیرہ تھی ملاحظہ کی اس وقت ایک سیاہ درویش حاضر تھا۔ وہ گڈری تو اس کو دی اور کلاہ کو دست مبارک میں لے کر سید احمد بغدادی کہ جو مریدان خاص سے تھا اس کے سر پر رکھی اور فرمایا۔ میں نے تجھ کو یہ خرقہ خلافت عطا کیا اور فرمایا کہ یہی میرا تبرک ہے۔ یہ وہ کلاہ ہے کہ جس کو اس بادشاہ نے روزہ رکھ رکھ کر سیاہ اور جس نے سن بلوغ سے آج تک آسمان کو بے وضو نہیں دیکھا۔ جس نے مال سلطنت کو اپنے اوپر حرام سمجھا۔ جو بوجہ حلال ایام گزاری کر تلہ ہے۔ اور یہی وقت ال بادشاہ کو ولایت کا شجر کا کر کے رخصت کیا چنانچہ مزار سید صاحب کا نواح کا شجر میں زیارت گاہ ہے۔ بعدہ نواب موصوف سے فرمایا کہ نقد جو تو لایا ہے در خانقاہ پر مساکین کو تقسیم کر دیا جائے فقیر اس قدر مال کے رکھنے کا متحمل نہیں ہے اور فرمان کی نسبت فرمایا۔ کہ یہ واپس بادشاہ کو دے دے کہ اس کے طالب اور بہت ہیں میں اگر اس کو منظور کرتا ہوں تو ہر روز قیامت اپنے پیروں کو کیا منہ دکھاؤں گا اور بادشاہ کے لئے ایک تسبیح سنگ موسیٰ کی عنایت کر کے رخصت کیا۔ چنانچہ وہ تسبیح ہنوز تبرکات میں میرے پاس موجود ہے۔ اور پھر فرمایا کہ حضرت خواجہ مودود چشتی سے تاحضرت مولانا فخر صاحب کل خواجگان چشت کے تبرکات موجود ہیں۔ جن کو میں اپنی اولاد اور جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتا ہوں۔ وفات حضرت شیخ محمد اعظم صاحب کی ۹ ربیع الاول ۱۰۴۲ھ میں ہوئی مزار پر انوار احمد آباد میں ہے۔

# ذکر حضرت شیخ سلیم چشتی بن بہاؤ الدین چشتی قدس سرہ

یہ حضرت اولاد سے بابا صاحب کی تھے ہندوستان میں آپ کو شیخ سلیم چشتی اور عرب میں شیخ المند کہتے تھے۔ اور آپ کی والدہ کا نام بی بی احد تھا۔ آپ کے آبائے کرام کسی زمانہ میں جو دہن سے آکر لودھیانہ میں مقیم ہوئے اور آپ بحکم الہی دہلی میں تشریف لاکر سرائے علاؤ الدین زندہ بیر میں کہ یہ اہل وقت ایک محلہ تھا، قیام پذیر ہوئے اور شیخ سلیم تولد ہوئے پیدا ہوتے پیشانی کے بل زمین پر گر پڑے کہ ایک وہاں سملے نورانی میں چبھ گیا۔ کہ نشان اس کا تمام عمر ہاں ایک روز خود فرمایا کہ جب وہ دانہ میری پیشانی پر چبھا۔ مجھ کو بہت تکلیف ہوئی۔ میں نے چاہا کہ اس کو نکالوں مگر یہ خیال ہوا کہ تمام عالم میں بدنام ہو جاؤں گا۔ ان عرض آپ کی عمر کئی ماہ کی تھی، کہ آپ کے والدین بی بی سے نقل کر کے قصبہ فتح پور میں متوطن ہوئے۔ وہاں آپ کے والدین نے انتقال کیا۔ اور شیخ مولیٰ بہادر کلاں حضرت نے پرورش کیا۔ بوجہ لاوردی کے آپ ہی کو بجاتے فرزند پرورش فرماتے تھے۔ جب آپ سن بلوغ کو پہنچے اور ارادہ سفر کا کیا بڑے بھائی نے روکا اور کہا میرے اولاد نہیں ہے۔ میں بجائے اولاد کے تم کو دیکھ کر صیتا ہوں، تمہاری مفارقت گوارا نہ ہوگی، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم کو فرزند دے گا آخر بعد اولاد کے ان کے گھر فرزند تولد ہوا۔ آپ فتح پور سے سرہند میں آئے، مولانا شیخ مجد الدین ملک ملک العلماء سرہندی سے علوم ظاہری حاصل کئے اور کبھی کبھی قصبہ بھدالی میں کہ متصل سرہند کے ہے شیخ بد الدین کے مزار پر جا کر مشغول رہا کرتے تھے اور سلسلہ میں مکہ معظمہ میں جا کر کئی حج اور کئے اور ایک مدت مجاور روضہ طیبہ رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام رہے، بعد عرب اور عجم اور خراسان اور شام وغیرہ اقالیم کی سیر کی، صحبت بزرگان سے فیضان حاصل کئے اسی سیر و سفر میں قلوب العارفین شیخ ابراہیم چشتی کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیے پھر عرب تشریف میں آئے، اور سید محمد مولیٰ و شیخ محمود شامی اور شیخ رجب علی کو خرقہ خلافت عطا فرمایا اور ہزاروں شرفیہ عرب مرید ہوئے، بعد پھر ہندوستان میں تشریف لاکر پٹائی سیکری پر عناصت اور مجاہدہ شام میں مشغول ہوئے اور نکاح کیا اولاد پیدا ہوئی اور عمارت اعلیٰ باغ و چاہ بنائے بعد ۹۶۱ھ میں بوجہ مفسدہ ہیموں بقال عازم حرمین شریفین ہوئے۔ جب بیت اللہ میں پہنچے یاروں سے فرمایا

کہ میں چاہتا ہوں کہ ترک طعام کروں یا سکوت دوام اختیار کروں یا روں نے عرض کی کہ سکوت سے دروازہ فیض بند ہو جائے گا، آخر آپ نے ترک طعام کیا، بعد ہفتہ عشرہ کے قدر سبے گوشت کے طعام سے افطار فرماتے۔ اس سفر میں اہل و عیال حضرت کے فتح پور میں تھے، آپ نوریاٹن سے ان کا حال معلوم فرما کر پیڑیوں کے ہاتھ ان کے خرچ کے لائق نقد بھیج دیا کرتے۔

نقل ہے کہ قاضی غیاث الدین جو قاضی ابراہیم آباد اور آپ کے خلیفہ تھے، انہوں نے ایک روز عرض کیا کہ سلطان محمد عادل شاہ اور بندہ سے ملاقات ہے۔ میں برائے ملازمت جاتا ہوں، امیدوار ہوں کہ اسپ عراقی جو طویلہ خاص میں ہے مرحمت ہو کہ میں اس بادشاہ کی نذر کروں، آپ نے فرمایا، کہ اس شرط پر دیتا ہوں کہ بادشاہ اس کو جانہ کرے، اگر کسی کو دے دیا تو موجب زوال دولت و اقبال کا ہو گا قاضی نے حکم وعدہ کیا اور گھوڑے کو لے کر بادشاہ کے پاس گیا اسے نذر کیا نیز وعدہ شیخ بیان کیا، بادشاہ نے قبول کیا، آخر ایک خاصان بارگاہ سلطان نے وہ گھوڑا ایک امیر کو دے دیا، آپ نے فرمایا کہ اس نے اپنی دولت کو برباد کر دیا، چنانچہ چند روز کے بعد اس کے تمام مالک میں فتنہ و فساد برپا ہوا، ابراہیم خان سور نے جو سالاد محمد عادل شاہ کا تھا، بادشاہ سے بغاوت کی، آخر بادشاہ تاب اقامت نہ لکر یمنجر کے قلعہ میں چلا گیا، بعد احمد خان سور کہ جو عدلی کا بہنوئی تھا، اس نے یورش کر کے ابراہیم کو سندھ نواح دہلی سے نکال کر گنگا تک تسلط کیا چاہتا تھا کہ آگے بڑھے سلطنت میں حضرت ہمایوں بادشاہ نے آکر بار دیگر عنان سلطنت ہند اپنے ہاتھ میں لی۔

معارض الولايت سے نقل ہے، کہ پہلے بننے محلات سلطانی کے تمام اہل فتح پور سے آپ نے فرمایا تھا، کہ پندرہ برس کے بعد یہاں عمارات عالی تیار ہوں گی، تم کو چاہیے کہ اپنے اپنے مکان کشادہ بنا لو اور نہ ہرگز پھر زمین کا ملنا بھی دشوار ہوگا۔ آخر حضرت اکبر اعظم کو ذات بابر کات سے اعتقاد ہوا آپ کی دعل سے شانزادہ سلیم یعنی جہانگیر بادشاہ تولد ہوئے، اور شانزادہ کو بادشاہ نے برائے تربیت و پرورش حوالہ شیخ کیا، اور تمام رعایائے فتح پور مورد عنایت سلطانی ہوئے، محلات شاہی اور دیگر عمارات عالی تیار ہوئیں اور عظیم الشان شہر تیار کیا گیا، لکھا ہے کہ ایک روز شیخ محل شاہی میں تشریف لے گئے اس محل کو دیکھ کر فرمایا کہ جو عمارت میں نے دیکھی ہے خلاف اس کے ہے۔ اسی وقت نقشہ نویس حاضر ہوئے اور حسب اہلئے نقشہ تیار ہوا بادشاہ نے بصرہ نذر کثیر مسجد اور خانقاہ برائے شیخ تیار کرائی۔ تاریخ



ثانی: سجدہ الحرام ہے، اور تاریخ خانقاہ خانقاہ اکبر ہے، سبحان اللہ دیکھنے سے تعلق ہے۔ ایسی خانقاہ دوسری روئے زمین پر نہیں ہے۔ شہزادہ سلیم کے پیدا ہونے کی کیفیت اس طرح بیان کرتے ہیں کہ شہنشاہ اکبر اعظم کو اولاد نہ رہنے کا بہت خیال تھا، ایک روز شیخ نے عرض کی کہ دعا کیجئے اللہ تعالیٰ مجھ کو بیٹا دے، آپ نے مراقبہ فرمایا، بعدہ سراٹھا کر فرمایا کہ تیری تقدیر میں بیٹا نہیں ہے عالم مجبوری ہے سلطان نے پھر عرض کیا، کہ حضرت اگر میری تقدیر میں ہوتا، تو میں آپ سے دعا کا کیوں خواہاں ہوتا۔ آپ نے غصہ سا سکوت فرمایا، بعدہ ارشاد کیا کہ اے ملک میں راجہ جوتوں کی بہت دنوں سلطنت رہی، مگر ہے کہ کل بادشاہ بیگم دختر راجہ پراڈال کچھو با فقیرنی سے ملنے آوے، بموجب ارشاد بادشاہ کے رانی موصوفہ دوسرے روز آپ کے زمانہ مکان میں آئیں، جب ان کے آنے کی خبر آپ کو ہوئی آپ بھی گھر میں تشریف لائے اور اپنی بی بی سے ارشاد فرمایا کہ رانی صاحبہ کی پشت سے پشت ملکر بیٹھو اور اوپر سے اپنی چادر مبارک دونوں صاحبوں پر ڈال کر اپنی بی بی سے ارشاد فرمایا کہ یہ بچہ اس کو دے دو وہ اہل وقت حاملہ تھیں بعد غصہ و زاری دیر کے رانی موصوفہ سوار ہو کر محل سرے میں داخل ہوئیں، قدرت خدا سے دوسرے روز آغاز حمل کے نمودار ہوئے بعد ازل کے بادشاہ جب آپ کی زیارت کو آئے، آپ نے فرمایا کہ مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے تجھ کو فرزند عطا کیا، مگر اس کا نام میرے نام پر رکھنا، چنانچہ شہزادہ میں شاہزادہ سلیم پیدا ہوئے بادشاہ نے بہت کچھ مساکین کو دیا یعنی تین کروڑ نقد اور تین لاکھ بگہ بختہ زمین اور تین سو گاؤں خیرات کئے۔ اور شاہزادہ کو ایک بار موتیوں اور ایک بار زرد، ایک بار میرے ایک بار سلیم، ایک بار فیروزہ، ایک بار لعل بدخشان کے ہمراہ تھل کر خیرات کئے، اور پاپیادہ متزیں کر کے حضرت خواجہ بزرگ کی زیارت کی اور وہاں بھی بہت کچھ چڑھایا، اور خیر و خیرات کی، وہاں سے اکبر شاہ کو شیخ کی خدمت میں رکھا، چنانچہ شہزادہ سلیم کے خوارق اور کرامات کہ جو بعض مواقع پر ظاہر ہوئے ہیں تواریخ دیکھنے سے ظاہر ہو سکتے ہیں۔

نقل کرتے ہیں کہ ایک بار شیخ حجرہ میں معتکف تھے، نماز کے واسطے مسجد میں جاتے تھے دیکھا کہ ایک فقیر سوتا ہے، آپ نے اس کے سر پر ہاتھ جاکر جگایا، اور فرمایا کہ فقیروں کو کسی سے لڑنا نہیں چاہیے وہ فقیر شرمندہ ہوا اور عرض کی کہ بے شک میں خواب میں لڑ رہا تھا، ایک روز ایک شخص نے آپ کے رو برو بیان کیا، کہ دختر نایک گویا لال نے جو ایک گویا مشہور ہے۔ بادشاہ دہلی سے عرض کی کہ اگر

حکم ہو تو بندی دکن جا کر اپنے پتا یعنی باپ کی ہڈیاں لے آوے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ تیرے باپ کی ہڈیاں کس طرح شناخت ہوں گی، اس نے عرض کیا کہ ہمارے خاندان میں ہڈی ہیں سوراخ ہوتا ہے یہ عمل راگ کا ہے۔ شیخ نے سن کر فرمایا کہ گویتے جو فقط آواز کرتے ہیں ایک سوراخ ہڈیوں میں رکھتے ہیں اور درویشوں کی ہڈیوں میں تمام سوراخ ہیں، یہ فرما کر لان کو چھیرا اور ہڈی دکھائی حاضرین نے دیکھا، کہ اس قدر چھید تھے کہ خانہ زنبور معلوم ہوتے تھے پھر فرمایا، کہ قدر سرود کی فیر جانتے ہیں گویوں کو کیا وقوف ہے۔

نقل معارج الولايت سے ہے، کہ آپ کے چھوٹے بیٹے کا نام تاج الدین تھا، جب ان کی عمر سال بھر کی ہوئی، آثار کرامت ظاہر ہونے لگے تھے۔ ایک روز نظر اہل خانہ سے غائب ہو گئے، جب تلاش کیا تو بالا خانہ پر شیخ کے پاس پایا، آخر ڈھائی برس کی عمر میں فوت ہوئے۔ اور وفات شیخ بروز پنجشنبہ ۲۹ رمضان ۹۹۷ھ میں ہوئی، مزار فتح پور میں ہے، آپ کے دو فرزند تھے۔ شیخ احمد و شیخ بدر الدین، آپ نے بروقت انتقال فرمایا کہ بابا صاحب نے بدر الدین کو صاحب سجادہ کیا تھا، میں بھی بدر الدین کو صاحب سجادہ کرتا ہوں، سب کو اس کی اطاعت چاہیئے اور خلیفہ حضرت کے دیگر ممالک میں بے شمار ہیں، مگر ہندوستان میں جو چند حضرات مشہور ہوتے ہیں یہ ہیں شیخ عبدالواحد متوطن اکبر آباد شیخ امام سرہندی شیخ سدھاری، شیخ جلال حافظ، امام سید حسین، شیخ حاجی حسین بکھاری، شیخ رکن الدین، شیخ یعقوب کشمیری، شیخ ولی ساکن قصبہ میوا، شیخ بدوانی، شیخ حماد گوالیاری، شیخ محمد غوری، شیخ کبیر سارنگ پوری شیخ محمد بخاری، شیخ پیارا ماندوی، شیخ تقی چابک، شیخ سید جیورد دہوی، شیخ محمد مردالی، شیخ کمال الدین شیخ فتح اللہ منجھلی وغیرہ قدس اللہ اسرارہما،

**ذکر حضرت شیخ تقی چابک قدس سرہ** | یہ حضرت قوم سے نور بان اور خلیفہ شیخ سلیم چشتی کے صاحب کرامت

و خوارق بابرکت گزرے ہیں اور برائے دفع زہر آپ کا نام مبارک نہایت مفید لکھا ہے کہ آپ مانکیپور کے پہاڑ میں بہت رہے ہیں۔ وفات حضرت کی ۹۸۲ھ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت شیخ محمد طاہر گجراتی قدس سرہ** | یہ حضرت خلیفہ شیخ علی متقی کے تھے اور قوم سے بوہرہ بننے والے قریہ

کے نواح گجرات سے ہیں مگر جب فضل حق شامل حال ہوا صاحب علم و فضل اور کرامت ہوئے زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے تمام علماء و فقہا سے ملے اور شیخ علی متقی کی خدمت میں بارہ کر خرقہ خلافت حاصل کر کے اپنے وطن میں اگر شرک اور بدعت قومی دور کیا، اور اپنی تصانیف سے خلق اللہ کو فیض پہنچایا، چنانچہ آپ کی جمع کی ہوئی کتب یہ ہیں شرح صحابہ مسئلے بہ مجمع البحار، رسالہ تصبیح اسما الرجال اور قاعدہ عطا کہ روشنائی خود گھونٹا کرتے تھے یہاں تک کہ طلباء کو سبق پڑھانے مگر اپنا کام کئے جاتے اور فرماتے دست با کار دل بایار زبان در گفتار اور اس علاقہ میں دور کرنے بدعت اور شرک میں نہایت مشغول تھے، کوئی دفعہ نہیں چھوڑتے تھے، آخر دشمنوں نے موقع پا کر ۱۸۹۱ء میں شہید کیا۔

## ذکر حضرت شیخ نظام الدین بکھاری قدس سرہ | یہ حضرت فرزند شیخ یوسف شاہ جو سی

کے تھے، لکھا ہے کہ بارہ سال مادر شکم میں جب باہر میں سال تولد ہوئے، بعد چلہ نہانے کے آپ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ پیارے میں لے تیرے واسطے بارہ برس کڑوی دوائیں کھائیں، یہ سن کر آپ نے آنکھیں کھولیں اور تبسم کر کے فرمایا کہ اماں وہ تمام ادویہ میں نے بھی کھائی ہیں۔ میں بارہ برس تک آپ کے شکم میں محکوم رہا، چالیس دن کے بچہ سے یہ باتیں سن کر آپ کی والدہ کو ہیبت معلوم ہوئی، اور اسی صدمہ سے جان بحق تسلیم ہوئیں، بی بی اللہ دی، آپ کی پھوپھی نے آپ کو پرورش کیا، جب سن تیز کو پہنچے مدرسہ اچودھن میں درس علوم کیا ایک شب باہا صاحب کو خواب میں دیکھا کہ کلاہ چارتر کی ان کے سر پر رکھی اور فرمایا کہ اسے قرند اللہ تعالیٰ نے تجھے کو فیری عطا کی پہلے جا کر زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہو صبح تمام کیفیت اپنے والد سے عرض کی اور حسب اجازت والد اپنے کے ہمراہی شیخ سونا اور شیخ محمود و شیخ بھگین اور شیخ حمید الدین طرہت مکہ کے آئے، ادھر آپ کے والد نے اچودھن سے چل کر قلعہ اسیر میں سکونت اختیار کی اور عینا عادل شاہ کو ان کی خدمت میں بہت اعتقاد ہوا جب عمر حضرت کی آخر پہنچی، مرتے وقت عادل شاہ کو وصیت کی، کہ میرا بیٹا شاہ بھکاری براہ خشکی برائے حج گیا تھا۔ وہ اس طرف سے آوے گا، اس کی خدمت سے مدد گزرنہ کرنا، اور تیرے کل مطالب اس سے حاصل ہوں گے اور شیخ حسین کو حرن کے بیٹے صاحبزادہ کے ہمراہ گئے تھے خرقہ خلافت اور سند عطا کی اور انتقال



فرمایا جب حضرت شیخ بھگین مکہ سے واپس پھرے موضع بگری متصل تالہ اوتاؤل کے پہنچے، عادل شاہ استقبال کو آیا، نذرانہ پیش کش کیا۔ آپ نے قبول نہ فرمایا کہتے ہیں۔ کہ شاہ بھگین نے پانچ ج کئے، نگر چلنے میں کبھی پشت کعبہ کی طرف نہیں کی اور نہ جوتی پتی۔ اور ایک کوزہ مین پھور کھا کرتے تھے۔ جب نیند کا غلبہ ہوتا آپ اس میں دست مبارک ڈالتے۔ کہ ان کے ڈنگ کی اذیت سے نیند نہ آوے، اور صائم الدہر اور قائم اللیل تھے، چھ ماہ کے بعد اپنے ہاتھ سے پکا کر افطار کرتے اور یاروں کو تقسیم فرماتے ایسا کہ تین سو آدمیوں کو پہنچتا تھا۔ ایک باریاروں نے عرض کی کہ حکم ہو تو ہم بھاکری کی روٹی پکاویں۔ آپ نے فرمایا، کہ تم نہ پکا سکو گے جب وہ لوگ بہت ملتی ہوتے، آپ نے فرمایا کہ تم کو اختیار ہے، الغرض جو بھاکر نے بیٹھا تھا، اگ سلگانے میں اس کی داڑھی جل گئی۔ آپ نے فرمایا کہ میں نہ کہتا تھا بھاکری کا پکانا کار پکھاری کا ہے۔ لکھا ہے کہ جب حضرت برہان پور میں ٹھہرے تو شیخ محمود کی یہ خدمت تھی کہ وضو کے واسطے پانی لایا کریں چنانچہ حضرت نے شیخ محمود کو پکارا معلوم ہوا کہ تپتی ندی سے پانی لینے گئے ہیں، آپ نے افسوس فرمایا اور ایک عصا زمین پر مارا کہ زمین سے بکثرت پانی جاری ہوا، جب آپ اس جگہ سے چلے تو پانی بھی پیچھے ہوا، آپ نے فرمایا اسے پانی تاول نہ کرتا تاول ہندی میں جلدی کو کہتے ہیں آہستہ چل، اسی وقت تمام پانی زمین میں غائب ہو کر مثلے پانی چشمہ کے جاری ہوا وہ چشمہ اتاؤل ہی مشہور ہے عینا عادل شاہ نے گرد اس چشمہ کے خالقانہ تعمیر کرائی۔ وفات شیخ کی ۹۸۵ھ میں بمقام برہان پور ہوئی، مزار شریف خانقاہ میں ہے۔

## ذکر حضرت شیخ پیارا چشتی قدس سرہ

یہ حضرت خلیفہ شیخ سلیم چشتی کے اپنے وقت میں مشائخین معززین سے تھے، اور شیخ ان کو بہت معتبر سمجھتے تھے چنانچہ جس وقت اکبر اعظم شہزادہ افراد کو لے کر برائے زیارت روضہ حضرت خواجہ ہندگ اجمیر شریف کو چلے، اس وقت حضرت شیخ سلیم چشتی نے برائے حفاظت شہزادہ آپ کو ہمراہ کر دیا تھا، اتفاقاً جب اجمیر شریف میں پہنچے، شہزادہ علیل ہو گیا، شہنشاہ اکبر نے آپ کو بلا کر کہا کہ شیخ نے تم کو برائے حفاظت شہزادہ کے ہمراہ کیا تھا، کچھ تملاک کرو، آپ نے کہا کہ بے اجازت شیخ کی میں کچھ نہیں کر سکتا، اسی وقت حکم شہنشاہ تین سو کوس کے دہانے کے ساندنی حاضر ہوئی، آپ نے عریضہ خدمت شیخ میں لکھا، اور ساندنی سوار کے حوالہ کیا اس نے

لے جا کر شیخ کی حضور میں پیش کیا، شیخ نے اس کے جواب میں لکھا۔ سلطان کی تسلی کر دو، اور تم خود اس کی بیماری جذب کرو چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا، شہزادہ کو اسی وقت آرام ہوا۔ اور آپ کئی ماہ بیمار رہے ایک بار آپ قلعہ سے آتے تھے، اور ہاتھی سلطان پانی پینے جلاتے تھے، ایک ان میں مست تھا، کئی آدمیوں پر چوٹ کر چکا تھا، آپ کے اوپر لپکا، جب وہ قریب آیا، آپ نماز کی نیت باندھ کر قبلہ رو کھڑے ہو گئے، ہاتھی فوراً ہٹ گیا، اور شہزادہ کو آپ سے اور آپ کو شہزادہ سے بہت الفت تھی، خورد سالی ہی میں کسب درویشی کر لیا کرتے تھے، اسی وجہ سے شہزادہ کو جذب ہو گیا تھا۔ جب شہزادہ سن بلوغ کو پہنچا، آپ ملک مالوہ میں تشریف لاکر کنارہ دریائے نرہ پر کہ جہاں گھاٹ جنوب اور شمال کے مسافروں کے آمد و رفت کا تھا، قیام فرمایا اور ۱۰۸۵ھ میں انتقال کر کے اسی جگہ دفن ہوئے۔

## ذکر حضرت شیخ رزق اللہ قدس سرہ | یہ حضرت خلیفہ مصباح العاشقین محمد ملا

میں مصباح العاشقین کی تذکرہ کر دیا کرتا تھا، انہوں نے فرمایا کہ یہ میرا مرید ہے، جب آپ کی عمر چار سال کی ہوئی، مصباح العاشقین نے وفات کی اور بعد سن بلوغ کے بوجہ تعلق روحانی پیر و مرشد سے عارف اور فاضل ہوئے اور عشق الہی میں یگانہ عرصہ ہوتے خوب سفر کئے، ہندی اور فارسی زبان میں خوب شعر کہتے تھے، چنانچہ رسالہ ہمایون اور جوت نرجن اور سار بجن کہ جو ہندی زبان میں علم معرفت میں تصنیف فرمائی، اور تجلیات قلوب کو جو ترتیب مریدوں میں ہے مشہور ہے، ہندی میں تخلص آپ کا راجن ہے اور فارسی میں تخلص مشاق ہے، حضرت بزرگان دہلی سے ہوئے ہیں، اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے والد سے پڑھے تھے، وفات حضرت کی ۲۰ ربیع الاول ۱۰۸۹ھ میں بمقام دہلی ہوئی۔

## ذکر حضرت شیخ اسحاق قدس سرہ | یہ حضرت بزرگان اہل چشت سے تھے، بہت

کئے ہوئے تھے، عمر بھی بڑی ہوئی، اوائل میں آپ کو شوق فرزند کا تھا، جب خدائے فرزند دیا گھر کو چھوڑ کر سیاحت اختیار کی، بعض نے لکھا ہے کہ آپ کو اولاد کی تمنائی، عمر ضعیفی میں حق تعالیٰ

نے آپ کو فرزند عطا کیا، تو روز جمعہ تھا، آپ نے خادمہ سے ارشاد فرمایا کہ جو کچھ میرے گھر میں ہے حاضر کر، اس نے عرض کیا، کہ گھر میں کیلے جو حاضر کروں، آپ نے فرمایا کہ جو کچھ ہے لے آ دو سیر غلہ اور دو پرانے کپڑے لائی، آپ نے خیرات کئے اور فرمایا کہ گویتے کو بیلا، اس نے کہا دینے کو کیلے جو گانے والا آوے، فرمایا کہ پگڑی اور چادر اپنی دوں گا اسی عرصہ میں پڑوس میں کہیں گانا ہو رہا تھا، اس کی آواز سن کر گریہ طاری ہوا جب بے اعتبار ہوئے اس کے گھراتے، ذرا ٹھہر کر کھڑے ہو کر فرمایا کہ آج جمعہ ہے میں نے غسل نہیں کیا حجام کو بلوا کر اصلاح بنوائی غسل کیا، یاروں سے رخصت ہوئے اور قرآن شریف پڑھنا شروع کیا۔ اور جاں بحق تسلیم ہوئے وفات حضرت کی ۹۹۵ھ میں ہوئی، مزار شریف دہلی میں ہے۔

## ذکر حضرت شیخ زندہ پیر پیر شیخ عبدالکبیر حشتی صابری پانی پتی قدس سرہ

یہ حضرت عمدہ مشائخ عصر سے تھے زہد اور تقویٰ اور علوم ظاہری اور باطن میں کامل اور مکمل تھے، اور آپ کے تین بھائی تھے، برادر بزرگ شیخ حسین اور شیخ برہان الدین اور شیخ محمود یہ دونوں برادر آپ سے چھوٹے تھے شیخ حسین نے دوبرو اپنے والد کے انتقال کیا، ان کے دو فرزند تھے، الغرض شیخ عبدالکبیر کے انتقال کے بعد سجادگی پر آپس میں مناقشہ ہوا سلطان نے دو فریق کر دیئے، بھٹوڑے ہی دونوں کے بعد عید تھی، برائے نماز عید شہر سے باہر دونوں فریقوں میں تلوار چلی، آخر سجادگی شیخ عثمان کے نام مقرر ہوئی۔

میرالاقطاب سے نقل ہے، کہ ایک بار دو شخص قوم جاٹ کہ ایک ان میں ہندو اور ایک مسلمان تھا۔ لڑتے لڑتے خدمت شیخ عثمان میں آئے، آپ نے دونوں کے بیان سن کر مقدمہ جانب مسلمان فیصل کر کے اس کو ڈگری دی، ہندو بہت چلایا، کہ آپ نے اپنی ملت کا پاس کیا، آپ نے یہ سن کر مراقبہ کیا۔ بعدہ سراٹھا کر فرمایا کہ تمہاری دونوں کی عورتیں حاملہ ہیں، جو سچا ہے۔ اس کے گھر لڑکا اور جو جھوٹا ہے اس کے گھر لڑکی پیدا ہوگی۔ دونوں نے منظور کیا، بعد بھٹوڑے دن کے ہندو کے گھر دختر اور مسلمان



کے گھر لڑکا تولد ہوئے اس وقت دونوں کا اتفاق موقوف ہوا، لکھنؤ، کہ آپ کے صاحبزادہ شیخ نظام الدین نے اپنے ملک میں نیا کنواں تیار کر کے آپ سے عرض کیا کہ فاتحہ پڑھیے، آپ نے فرمایا کہ ایک گائے اور کئی من اٹا پکا کر پہلے فقرا کو کھلا دیں فاتحہ پڑھوں گا، انہوں نے عرض کیا، کہ سوائے ایک بکری کے میرے پاس اور کچھ نہیں ہے، آپ نے فرمایا کہ جو میں نے کہا تیرا ہدف ہے، کنواں سمار ہو جائے گا، الغرض اسی شب کو وہ کنواں بیٹھ گیا۔ وفات حضرت کی سال ۱۹۹۹ء میں ہوئی مزار شریف پانی پت میں ہے۔

**ذکر حضرت شیخ دانیال قدس سرہ** | یہ خلیفہ حضرت راجے حامد شاہ کے اور فیض یافتہ روح پاک خواجہ بزرگ کے

اور عاشق رسول کے تھے، عجائب احوال غرائب اطوار جامع الکملات ہوتے ہیں اور ایک سو گیارہ برس کی عمر میں سال ۱۹۹۴ء میں وفات پائی۔

**ذکر حضرت شیخ فتح اللہ ترین سنہ صلی چشتی قدس سرہ** | یہ حضرت خلیفہ

چشتی کے تھے اور حسب الحکم پیر خود کو فتح پور پر مشغول رہا کرتے تھے اور بعض امی تھے، علامہ آپ کی بے علمی پر معترض ہونے لگے کہ بے علم ولی نہیں ہوتا، آپ کے مرید شیخ وحید الدین کو ناگوار خاطر گزرا، ایک وقت شیخ سے یہ ماجرا عرض کیا، فرمایا کہ جو معترض ہے اس کو میرے پاس لاؤ وہ ایک مولوی کو آپ کے پاس لائے، آپ نے فرمایا کہ مولانا جس کتاب کو آپ کیس میں پڑھوں، انہوں نے ہدایہ پیش کیا، آپ نے فرمایا اول سے پڑھوں یا آخر سے یا درمیان سے اور شیخ وحید الدین سے فرمایا کہ میں ربانی بے دیکھے کتاب کے ہدایہ پڑھتا ہوں تو لکھ، چنانچہ کئی صفحہ آپ نے لکھوائے اور اس عالم کو دیئے، اور فرمایا کہ کتاب سے مقابلہ کر اس کلامت کو دیکھنے سے علما معتقد ہوئے، لکھا ہے کہ بعد وفات شیخ سلیم کے فتح پور میں اساک باراں کے سبب سے نہایت تکلیف تھی، صاحبزادہ شیخ احمد صاحب نے ایک خط آپ کے نام لکھا، اور استدعا کی دعا کیجئے تاکہ باران رحمت ہو جب خط پہنچا، اس وقت آپ جامع مسجد میں تشریف رکھتے تھے خط کے پڑھتے ہی جنگل میں جا کر دھوپ میں بیٹھ گئے اور بارگاہ خلا میں التجا کی کہ جب تک فتح پور میں مینہ نہ برسے گا میں یہاں سے نہ اٹھوں گا، اور حاضرین جو ہمراہ گئے

تھے، ان سے فرمایا، کہ آسمان کی طرف دیکھو کہ ابر فتح پور کی طرف پیدا ہوا یا تیں، لوگوں نے دیکھی اور کہا، اہل طرف ابر محیط معلوم ہوتا ہے آپ وہاں سے اٹھے، اور جواب میں لکھا کہ اگر بروقت نماز جمعہ فتح پور میں بارش ہوئی ہے تو لکھو، پس اسی وقت فتح پور پر ایسی بارش ہوئی کہ پھر بارش کی حاجت نہ رہی، آپ کو روحانیت غوث پاک سے بھی فیض تھا، وفات حضرت کی ۹۹۹ھ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت شیخ نظام الدین نارنولی قدس سرہ | یہ حضرت خلیفہ شیخ خالو حشٹی کے تھے

اور مشائخ وقت گزرے ہیں، اور چالیس برس آپ نے طالبان حق کو تعلیم فرمایا، اور ہر سال پاپیادہ ننگے پیر بحالت ذوق شوق وہ وجد سماع نارنول سے برائے زیارت مزار حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی حاضر ہوتے، وہاں سے اجیر جا کر مزار پر انوار حضرت خواجہ بزرگ کی زیارت سے مشرف ہوتے، اور آپ کے برادر کلاں شیخ اسماعیل بھی شیخ خالو کے مرید تھے، اور شیخ خواجگی پیری اور شیخ منور کہ مزار ان کا اکبر آباد میں ہے، نہایت مشہور درویش ہوئے ہیں، مرید شیخ خالو کے تھے، وفات شیخ نظام الدین نارنولی کی ۹۹۹ھ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت شیخ طاہر حشٹی قدس سرہ | یہ حضرت خلیفہ شیخ سلیم کے تھے سفر بیت اللہ میں پیر کے ہمراہ تھے جب شیخ ہندوستان

میں آئے شیخ طاہر کو احمد آباد گجرات میں مقرر فرمایا، اور شیخ محمد شیروانی اور دیگر طالبان حق کو برائے تربیت آپ کی خدمت میں چھوڑا۔ بعد امتحان باطنی تمام مشائخ اس علاقہ کے معتقد اور فیض یاب ہوئے اور شیخ محمد عظیم صاحب اور شیخ طاہر صاحبان دونوں بزرگوں میں کمال اتحاد رہا، معارج الولاہیت سے نقل ہے کہ مظفر شاہ ہوائی کا جب گجرات پر تسلط ہوا، اہل نے شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، کہ آپ شمشیر میری کمر میں اپنے دست مبارک سے باندھیں کہ میں اکبر پر فتح یاب ہو کر تمام ہندوستان کو اپنے تصرف میں لاؤں، آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ملک اکبر کو عطا کیا ہے مجھ سے نہیں ہو سکتا کہ میں اس کے تغیر میں کوشش کروں، یہ سن کر مظفر نہایت غصہ ہوا، اور کہا کہ لشکر اکبر کے بدلے پہلے میں شمشیر اپنی آپ کے خون سے رنگین کرتا ہوں، شیخ نے جواب دیا کہ آٹھ روز کی مہلت ہے، بعد جو چاہے کرنا، پس وہ ہفتہ نہ گزرنے پایا تھا، کہ فوج فتح موج بادشاہی پہنچی، اور ملک

گجرات کو تاخت و تاراج کیا، مظفر قرار ہوا، بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم نے یہ معاملہ سن کر شیخ کی بہت خدمت کی اور تاحیات اعزاز شیخ ملحوظ رکھا، وفات حضرت کی سلسلہ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت شیخ مٹہ گارونی قدس سرہ** | یہ حضرت درویش کامل تھے، اور روحانیت حضرت شیخ خواجہ بزرگ

سے فیض یاب تھے، بیس برس کامل روضہ خواجہ پر رہے، ایک دن آکا زنی کہ اسے مٹہ تجھ کو بحق پہنچا، اور صاحب ولایت گاروں کا کیا وہاں کا تصرف تجھ کو بخشا، پس بحکم خواجہ گاروں میں آ کر مقیم ہوئے اور ہدایت خلق اور ارشاد مریدوں میں مشغول ہوئے، گاروں کا پتھر خلافت سرحد گاروں یہ تاثیر رکھتا ہے کہ اس کا گھس کر بلانا سمیت ہیضہ کو دفع کرتا ہے، اس میں یہ کیفیت ایسے ہی بزرگوں کی برکت سے پیدا ہوئی، وفات حضرت کی سلسلہ میں ہوئی۔ مزار گاروں میں ہے۔

**ذکر حضرت شیخ کبیر جولاہہ قدس سرہ** | یہ حضرت خلیفہ شیخ تقی سہروردی کے تھے، اور مشاہیر زمانہ سے ہوتے ہیں

اپنی ولایت کو طریق ملائیمہ میں چھپایا تھا، اور تمام موحدان وقت سے ممتاز تھے، چند روز زمانہ اند بیراگی کی خدمت میں رہ کر فن شاعری زبان ہندی میں حاصل کیا، زبان ہندی میں معرفت پہلے انہوں نے بیان کی، مگر کبیر صاحب کا وہ کلام ہے، کہ ہرگز دوسرے شاعر کو نصیب نہیں ہوا، آپ نے جو فرمایا معاملہ اور واردات کو ارشاد فرمایا، وہ باتیں فرماتیں کہ جو طالبان حق کے بکار آتے تھے، بعد اس کے حضرت نے شیخ بھیکا چشتی کی خدمت میں رہ کر خرقہ خلافت حاصل کیا، مزار شریف بھیکا کا نواح لکھنؤ میں ہے اور ہندو مسلمان دونوں گروہ آپ کے معتقد تھے ہر ایک آپ کو اپنے میں سے شمار کرتا تھا، خوارق اور کرامات آپ کے مشہور ہیں، اور حواہل ہنود آپ کے سلسلہ کے ہیں وہ کبیر پنتھی کہلاتے ہیں، طریق ان کا اذکار و اشغال بالکل اہل اسلام کے مطابق ہے مگر الفاظ کا فرق یہ ہے کہ مسلمان اللہ کہتے ہیں، وہ سوہم کہتے ہیں، اس کا تب الحروف کو عالم سیر و سفر میں فقرائے کبیر پنتھوں سے ملنے کا بہت اتفاق ہوا ہے۔ بعض وقت فیر اور وہ ایک مکان میں اپنے اپنے کاریں مشغول بھی رہے ہیں، حضرت دانا شکوہ قادری خلف شاہجہان بادشاہ حسنات العارفين میں تحریر فرماتے ہیں، کہ قیام حضرت کا کاشی یعنی بنارس میں تھا، وقت نزع حضرت کے ہندو مسلمانوں میں تقارر ہوئی، مسلمان کہتے تھے، کہ ہم اپنے



طریق پر تجہیز و تکفین کریں گے، ہندو کہتے تھے، کہ ہم ان کو جلاویں گے، آپ کو بے ہوشی تھی۔ قریب تھا، کہ تلوار چلے، آپ نے جسم واکی اور فرمایا کہ کیوں لڑتے ہو میں ابھی زندہ ہوں یہ فرما کر درجہ بند کر لیا، بعد تھوڑی دیر کے دروازہ کھول کر دیکھا تو حضرت کے بسترہ پر تھوڑی سی مٹی پڑی تھی اور کچھ نہ بٹھا یا لنگوٹی وغیرہ تھی یہ کرامت اور برکتی دیکھ کر سب کو حالت طاری ہوئی۔ یہ وقوعہ سلسلہ میں ہوا، آپ کا یہ پد مشہور ہے، مانی ترکی باب جولاہہ کبیرا سنت بھی تمہاری کل کس نے رام کہی، اس پد سے آپ کا اسلام صاف ظاہر ہے، آپ کے صاحبزادہ شیخ کمال تھے، ان کا مزار احمد آباد میں ہے، نقل ہے کہ ایک ہار شیخ کبیراں کر رہے تھے یعنی تانا سوت کا صاف کر رہے تھے، کوچہ سر پر رکھا تھا، ایک شخص نے پوچھا کبیر کیا کر رہا ہے، آپ نے جواب دیا کہ ٹوٹے کو جوڑ رہا ہوں پھر اس نے کہا تیرے سر پر کیا ہے، آپ نے فرمایا کہ کوچہ، آپ فرماتے ہیں،

اپنے میں تو کھوج لے مورکھا اسے نہ بھول  
دوپاٹن کے بیچ میں آتا بت گیا نہ کوئے  
اپنی کرنی پارا ترنی تم کیوں بھے ادا اس  
سوا سا سوہم ہو رہو نہیں اور سے کام  
من منسا استر کہتے جیا نہ پاوے چینے  
کہیں کبیر سنو بھی سادہ ہوجوت میں جوشمانی

یہی مڑی میت ہے یہی ہے کلا پھول  
چلتی چکی دیکھ کر دیا کبیرا روئے  
کبیرا بے چو باٹ میں گل کٹوں کے پاس  
کر سے مالانہ کہوں مکھ سے کہوں نہ رام  
جوگ کرے یا جب کرے مون دیر کنین  
پو تھی پستک دیر دوپاٹے ہو جانستاشانی

## ذکر حضرت شیخ ولی ہشتی قدس سرہ ابن شیخ یوسف ہشتی

آپ مرید شیخ اسلم کے تھے لکھا ہے کہ جس روز آپ خدمت شیخ سلیم میں حاضر ہوئے، اسی روز منظور نظر ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا، یہ حال دیکھ کر اور مریدوں نے شیخ سے عرض کی کہ ہم لوگ سالہا سال سے حاضر خدمت ہیں، ہنوز خرقہ خلافت سے مشرف نہیں ہوئے اسی پہلے ہی روز مشرف باسعادت ہوئے، اس میں کیا بھید ہے، آپ نے فرمایا یہ شخص بنا بنایا آیا ہے مثلاً ہانڈی تیار رو برو آتی فقط اس میں نمک نہ تھا، نمک کے ڈالتے ہی وہ تیار اور خوش مزہ ہو گئی، گویا میں نے ان کی تیار ہانڈی میں نمک ملا دیا وفات شیخ ولی کی سلسلہ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت مولانا عبد اللہ انصاری سلطان پوری قدس سرہ

یہ حضرت عالم بے بدل و مشاہیر فقرائے ہند سے ہیں، مرید خاندان چشت کے نہایت متقی تھے زمانہ شیر شاہ سوری سے تا عہد اکبر زندہ رہے دفع کفر و بدعت میں نہایت کوشش کرتے تھے امرائے اثنا عشری کو آپ سے نہایت عداوت تھی موقع پا کر بلو شاہ کو ان کی جانب سے برہم کر کے دیس بدر کر دیا آپ نے عرب میں جا کر کئی حج کئے چندے مدینہ طیبہ میں رہے اور لاٹھ میں واپس ہندوستان آئے دشمنوں نے زہر دے کر شہید کیا آپ کی تالیفات اور تصنیفات سے منہاج الدین و عقیقۃ الانبیاء و کشف القمہ مشہور کتب ہیں۔

## ذکر حضرت شیخ اختیار الدین مردانی قدس سرہ

یہ حضرت خلیفہ شیخ نظام الدین نارنولی کے قوم سے پٹمان تھے، جب محبت الہی پیدا ہوئی اجیر جا کر روضہ حضرت خواجہ پر محنت ہوتے حسب بشارت حضرت خواجہ بزرگ نارنولی میں آئے دیکھا کہ شیخ نظام الدین ٹوٹی چارپائی پر سرنگوں بیٹھے ہیں یہ دیکھ کر ان کے دل میں خطرہ فاسد گزرا شیخ نے نور باطن سے معلوم کر کے سراٹھا کر فرمایا کہ تو خواجہ کا بھیجا ہوا ان کے حکم کے موافق میرے پاس آیا ہے، اس میں شک کی کیا جگہ ہے یہ اس خطرہ سے شرمندہ اور پشیمان ہوئے اور مرید ہو کر تربیت اور تکمیل پائی، بعدہ غرقہ خلافت مرحمت فرما کر ان کے وطن کی طرف رخصت فرمایا، اور اختیار خان سے اختیار الدین مخاطب ہوئے پہلے وطن آپ کا نزدیک کالپی کے مقام۔ السلام میں انتقال کر کے وہیں مدفون ہوئے، بعدہ آپ کی اولاد شمس آباد میں آ بسی ہے۔

## ذکر حضرت شیخ جلال الدین کاسی چشتی قدس سرہ

پہلے نام ان کا جلال خان تھا قوم سے افغان تھے اور شیر شاہ سوری کے دربار میں تھے جب خاندان سوری سے دولت اقبال گیا یہ رنگ آمیزی دنیا کی دیکھ کر ان کا دل دنیا سے کراہیت کرنے کا ترک کلی کر کے شاہ محمد چشتی کہ بنکر سوس میں آسودہ ہیں ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، مرید ہو کر نہایت محنت کی مگر کثود باب نہ ہوا، شاہ محمد نے فرمایا کہ جلال تیرا کام آستانہ شیخ بدر الدین صاحب ولایت سے ہو گا وہاں جا کر آپ حکم پر و مرشد

روشنہ شیخ بدرالدین پر آکر جابوب کشتی میں مشغول ہوئے اور اکثر مزار پر قرآن پڑھا کرتے تھے اور مجاہدہ شاقہ میں مشغول تھے ایک روز مزار پر انار شیخ سے آواز آئی کہ جلال بدرالدین و بدرالدین جلال اس روز سے رجوع خلائق اور فتوح ہونے لگا، ہزاروں مرید ہوتے، ایک روز آپ کے دل میں یہ خطرہ گزرا کہ اگر فرزند معنوی لائق ملے تو میں اس کو اپنی جگہ چھوڑوں، اسی شب کو شاہ ولایت نے اس معاملہ میں فرمایا کہ تیرے واسطے فرزند بھی لاتا ہوں اس کو اچھی طرح تعلیم کرنا اتفاقاً اسی عرصہ پر گنہ آسوسر کار لکھنؤ میں ایک کابستہ نے اپنے لڑکے کو کہ جس کی عمر بارہ برس کی تھی، پڑھنے بٹھایا وہ نہایت خوبصورت تھا، اور گلستان جب شروع کی ایک روز اس کا سبق بلغ العلیٰ بحالہ، کشف الدجی بحالہ حسنتہ جمع خصالہ صلوا علیہ وآلہ کا تھا۔ اس لڑکے نے معلم سے پوچھا کہ اس مرتبہ کا کون شخص تھا، معلم نے لغت حضرت سرور عالم کئے، سنتے ہی بصدق دل مسلمان ہوا، یہ سن کر اس کے متعلقین نے بہت کچھ شور شرکیا۔ مگر وہ نہ مانا۔ وہاں سے نکل کر مسافرت اختیار کی، یہاں تک کہ بدایون میں شیخ کے دروازہ پر آیا، روحانیت شاہ ولایت نے شیخ کو آگاہ کیا، کہ فرزند تیرے دروازہ پر آہنچا، مخدوم عبدالمنان نام رکھنا، وہ تیرا جانشین ہوگا شیخ نے اس کو مرید فرما کر تربیت اور تکمیل فرمائی اور خرقہ خلافت عطا کیا اس کو بھی روحانیت شاہ ولایت سے حضوری حاصل ہوئی اور شیخ جلال کا قاعدہ تھا، کہ آدمی رات تک مزار شاہ ولایت پر قرآن شریف پڑھا کرتے تھے، بعدہ بدایون سے چندے فاصلہ پر ان کے اطفال تھے، وہاں جایا کرتے، ایک روز دہزلوں نے تیروں سے شہید کیا۔ یہ واقعہ سلسلہ میں ہوئی۔ بعد شیخ کے مخدوم عبداللہ صاحب سجادہ ہوئے ان کا قاعدہ تھا، کہ تمام شب بیدار رہتے تھے، ایک پاؤں سے کھڑے رہتے۔ آپ کی کرامتیں مشہور ہیں ہزاروں مرید ہوتے، چنانچہ شیخ طہ کہ اکابر رائے بریلی سے تھے، ترک دنیا کر کے آپ کے مرید ہوتے اور سلسلہ میں وفات پا کر مرشد کے قریب دفن ہوئے۔

**ذکر حضرت شیخ منزل چشتی قدس سرہ** | آپ مرید خاندان چشت سے تھے آپ کے والد حاجی عبدالوہاب

کہ سادات عظام سے تھے، پہلے یہ شیر شاہ کے امیروں میں رہے تھے، بعدہ ریاضت و عبادت شاقہ کر کے خرقہ خلافت پہنا اور اولیائے ہند سے ہوئے وفات حضرت کی سلسلہ میں ہوئی۔



## ذکر حضرت شیخ سید جیو قدس سرہ

آپ امرائے دہلی سے تھے ایک روز ایک شخص چاہتا ہوں جو ملتے ہی جذب کر کے مجھ کو مجھ سے جدا کر دے تو میں اس کا مرید ہوں، اہل درویش نے کہا کہ یہ صفت پر شیخ سلیم میں ہے جو فتح پور میں ہیں، یہ اہل درویش کو ہمراہ لے کر فتح پور چلے، ہر منزل میں یہ خیال تھا کہ شیخ میرے استقبال کو آویں گے یہاں تک درخانقاہ پر پہنچ کر کھڑے رہے، شیخ نہ آئے آخر غصہ ہو کر دہلی واپس پھرے، یہ تھوڑی دور گئے تھے کہ شیخ نے نور باطن سے معلوم کر کے ایک شخص ان کے پیچھے روانہ کیا کہ واپس پھر لاوے جب وہ فرستادہ رو برو شیخ جیو کے گیا، دیکھتے ہی گھوڑے سے اتر کر پیادہ خانقاہ شیخ میں آکر قدمبوس ہوئے اور جمال شیخ کو دیکھتے ہی روز بے ہوش پڑے رہے، چوتھے روز جب ہوشیار ہوئے مرید ہو کر کار فقیرہ تکمیل پہنچا کر خرقہ خلافت سے معزز ہو کر حسب اجازت پیر مرشد دہلی میں مقیم ہوئے، اور سالانہ میں وفات پائی،

## ذکر حضرت شاہ نعمان چشتی قدس سرہ

انتقال ان کا نزدیک پہنچا ان سے فرمایا کہ تو برہان پور میں شیخ نظام الدین بکھاری کے پاس جا کر اپنا حصہ لے پس بموجب حکم پیر و مرشد آپ خدمت شاہ بکھاری میں پہنچے، انہوں نے دیکھتے ہی فرمایا کہ تیرے آنے سے پہلے تیرے پیر کی سفارش میرے پاس آگئی ہے، اور اپنی تسبیح اور مصلے اور عصا عطا کیا، اور ایک نظر میں کامل بنایا، بعدہ بطرف قلعہ اسمیر رخصت فرمایا، اس وقت آپ نے عرض کیا، کہ وہاں کے شاہ ولایت محمود ہیں، اس میں کیا حکمت ہے، انہوں نے فرمایا کہ وہ حکم رسول مقبول دوسری جگہ جاویں گے، آپ برہان پور سے چل کر قلعہ اسمیر میں مقیم ہوئے اور ہمیشہ بزور کرامت مجلس پیر میں حاضر ہوتے اور بعد برخواست مجلس اپنے مقام پر واپس آتے، اور جو تحفہ چاہتے، دست دلا کر کے خدمت شاہ بکھاری میں پہنچاتے، وفات حضرت کی سالانہ میں ہوتی، مزار قلعہ اسمیر میں ہے،

## ذکر حضرت شیخ حاجی اویس و تیزی قدس سرہ

آپ اولاد سے پیر کبار کی کہ قوم افغنہ میں تیزی ایک مرد بالعمت و عظمت تھے، فیض روحانیت پیر کبار سے رکھتے تھے، اور حرمین

کی زیارت سے مشرف ہو کر قرن میں جا کر خواجہ اویس قرنی کے مزار کی زیارت سے مشرف ہو کر پھر ہندوستان میں آئے، صاحب معارج الولاہیت ناقل ہیں، کہ آپ کے گھر فرزند تولد ہوا اس کا نام داؤد رکھا، آپ نے اس کی شادی کرنی چاہی، آپ کے گھر سے یہ کہا کہ یہ بچہ شادی کرنے کے لائق نہیں، جب وہ لڑکا بڑا ہوا دیوانہ ہوا، اور ایک آپ کی دختر تھی۔ جب وہ بالغ ہوئی، آپ نے شیخ یوسف سے کہا میں اپنی لڑکی تم کو دیتا ہوں، انہوں نے جواب دیا کہ میں اپنی والدہ سے دریافت کر لوں، آپ نے فرمایا کہ خیر، اگر تم نے قبول نہ کیا تو تمام عمر چہرہ نہ دیکھو گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ شیخ یوسف نے بیس نکاح کئے ایک کے چہرہ نہ تھا یعنی کسی کے اندام نہانی نہ تھی، وفات شیخ حاجی کی ۱۰۰۰ سالہ میں بمقام قصور ہوئی کہ وطن اصلی شیخ کا تھا، صاحب اخبار الاولیاء پیر کبار صاحب کا ذکر اس طرح کرتے ہیں، کہ پیر کبار بن شور بن خویشلگی قوم افغان آپ کے جو فقیہ ہیں، بعضے چشتیہ شوریانی بعضے چشتیہ خویشلگی کہلاتے ہیں، ان میں بہت سے آپ کی اولاد سے بھی ہیں، لکھنؤ ہے کہ شورہ کے تین لڑکے ہیں، ایک پیر کبار، دوسرا حسین خویشلگی، تیسرے خویشلگی واز، یہ تینوں بزرگ وار کامل و صاحب ذوق و شوق ہوئے ہیں، تلاش پیر میں بہت دنوں پھرے، بہت سے مشائخ دیکھے ان کی صحبت میں رہے مگر تسلی کسی سے نہ ہوئی، آخر قصبہ چشت میں آکر خواجہ مودود چشتی کے مرید ہوئے اور آب کشی مطبخ کی کیا کرتے تھے، چالیس برس خدمات مرشد بخالاتے جب وفات خواجہ مودود چشتی کی نزدیک پہنچی۔ پیر کبار کو پاس بلا کر نعمت اور خرقہ خلافت سے ممتاز فرما کر طرف وطن کے رخصت کیا، مگر لوجہ محبت کے روضہ مرشد کی جاروب کشی میں مصروف رہے، آخر دوبارہ واقعہ میں خواجہ نے فرمایا، کہ تو اپنے وطن کو، ناچا آپ وطن میں آئے، تمام افغانان کوستان پشاور بدعقیدہ تھے۔ کرامات دیکھنی چاہتے تھے۔ کہ ہم کیوتر جنگلی لاکر شیخ کے گریبان میں چھوڑیں اگر وہ آستینوں سے نکل جاویں، تو ہم ولایت کے قائل ہوں۔ قدرت خلد سے اسی وقت دو کیوتر جنگلی غیب سے پیدا ہوئے، اور شیخ کے گریبان میں سے گھس کر ہر دو کیوتر آستینوں میں سے نکل گئے، یہ کرامت دیکھ کر اطراف و جوانب کے لوگ بالخصوص قبیلہ خویشلگی تمام و کمال مرید ہوئے، پیر کبار نے کیوتروں کے واسطے دعا کی اور کیوتر ذبح کرنے کی تمام مریدوں کو ممانعت کی، کہ جو کیوتر کو ستاوے گا، ال کے اولاد نہ ہوگی یا تنگ روز رہے گا، چنانچہ قبیلہ خویشلگی میں بالکل کیوتر کے ستانے کی ممانعت ہے پیر کبار کے بہت سے خلیفہ ہوئے مگر مشہور

تربین یہ ہیں، اول شیخ بنگ کہ عظمائے مشائخین سے تھے اور عتیجے ہیں آپ کے، بعض نے لکھا ہے کہ خواجہ مودود ہشتی کے پوتے تھے، ان کے حق میں دعا کی تھی کہ تیرے مرید اور تیری اولاد قیامت تک معرفت سے خالی نہ رہے گی، وفات شیخ کبیر کی ۷۵۵ھ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت آخوند سعید شوریانی قدس سرہ | یہ حضرت ثانی ابوالحسن خرقانی تھے

سلطان العارفین سے تربیت پائی تھی، انہوں نے روحانیت پر کبار سے تربیت پائی اور کار فقر کو بکمال پہنچایا، ظاہر کسی سے بیعت نہیں تھی اجرائے احکام شریعت میں نہایت مستعد اور مقید تھے شاہ و گلا کو ایک نظر سے دیکھتے تھے امر سے نفرت کرتے تھے، سماع کو بہت دوست رکھتے تھے مرید اور خادم نہ رکھتے تھے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے آپ کی کرامات بہت کھریان کی ہیں، چنانچہ کھانے میں نمک بہت ڈالتے تھے، مگر جب کھانا تیار ہوتا نمک موافق ذائقہ کے معلوم ہوا کرتا تھا ایک روز ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ میرا عزیز بہت روز سے گم ہے، ال کے مرنے جینے کی خبر نہیں، آپ نے چندے نال فرما کر ارشاد کیا کہ وہ مر گیا چنانچہ گجرات سے ال کے مرنے کی خبر آئی ایک روز ایک ٹھاکر آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ شہنشاہ اکبر بندو سے ناغوش ہے دعا کیجئے کہ میرا قصور معاف کرے جو آپ فرماؤں میں نذر کروں گا، آپ نے فرمایا کہ رو برو بادشاہ کے بے کھٹکے جائیں گے اس کی زبان بند کر دی، اس کی زبان کو تیرے دیکھتے ہی یہ حرکت ہوگی، کہ اس کو خلعت دو، جب خلعت حاصل ہوئے بادشاہ کے پاس سے ایک بکرا میرے واسطے لاتا، آخر بارچھوٹ ٹھا کر بادشاہ کے رو برو گیا اور خلعت حاصل کیا اور بکرا لے کر آنوے کے رو برو آیا، آپ نے فرمایا یہی ایک بکرا میرا دیدیہ ہے وفات حضرت کی ۸۲۷ھ میں بمقام قصور ہوئی۔

## ذکر حضرت شیخ نظام الدین بن شیخ عثمان زندہ پیریانی پتی

آپ خلیفہ اپنے پیر کے تھے، باوصاف حمیدہ موصوف تھے، قناعت اور ریاضت اور عبادت میں شہرہ آفاق دولوں جہاں سے بے پرواہ اور مستغرق بہ یادوں تھے، آپ دو بھائی تھے، بڑے بھائی آپ کے شیخ کمال کہ حقیقت میں اسم باسمی تھے بعد انتقال والد کے ان کو صاحب سجادہ کرنا



چاہا، مگر آپ نے قبول نہ کیا، اور اپنے چھوٹے بھائی شیخ نظام الدین کو صاحب سجادہ کیا، شیخ نظام نے صاحب سجادہ ہو کر ایک مدت ہدایت اور ارشاد میں مشغول رہ کر ۱۸۰۱ء میں رحلت فرمائی مزار پانی پت میں ہے اور عمر شریف ایک سو سینتالیس برس کی ہوئی۔

**ذکر حضرت شیخ رحمت شویانی جشی قدس سرہ** یہ حضرت اولاد سے پیر کبار کی تھے اور

روحانیت جداپنی سے تربیت پانی اور تمام حیوانات کی بولی سمجھتے تھے، ان سے کلام کرتے تھے۔ وفات حضرت کی ۱۰۲۵ھ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت شیخ محمد بن فضل اللہ قدس سرہ** نسب آپ کا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔

پہلے بزرگ آپ کے جوہور کے باشندے تھے پھر گجرات میں جبار ہے تھے آپ گجرات میں پیدا ہوئے، اور آپ کے والد نے آپ کی طفولیت میں قضا کی، جب جوان ہوئے پہلے شیخ صغی گجراتی کی خدمت میں رہ کر خرقہ خلافت پہن کر بعدہ مکہ معظمہ میں گئے، بارہ برس شیخ علی متقی کی خدمت میں بسر کئے وہاں سے احمد آباد میں آکر نکاح کیا۔ ایک مدت شیخ وجیمہ الدین سے اکتساب علوم ظاہری کیا، بعدہ بخمدت شیخ ماہ جوہوری کے گجرات میں تھے آئے انہوں نے ان کے والد سے سنا تھا کہ میرا بیٹا قلب وقت موگا اس واسطے بہت اعزاز سے رکھتے تھے۔ ایک بار شیخ ابو محمد خضابی کے کہ مرید ان کے والد کے تھے، شیخ وجیمہ الدین اور شیخ ماہ کو لکھا، کہ میرا شہباز پرورد کیوں نہیں کرتا، انہوں نے جواب میں لکھا، کہ پروازی تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اور شیخ محمد کو اسیر کی طرف رخصت کیا۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے وہ نعمت جو آپ کے والد شیخ ابو محمد اسیر کے سپرد کر گئے تھے حاصل کر کے برہان پور میں جا کر تدریس ظاہری اور باطنی میں مشغول ہوئے، آپ کو خدمت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں کمال محبت تھی۔ ہر سال واسطے زیارت رسول مقبول کی جاتے ہر چندے قیام کے بعد یا شاہ حضرت علیہ السلام واپس آتے۔ جو فتوح ہوتا۔ ایک ثلث عیال و اطفال کو ایک ثلث فقرائے خانقاہ کو دیتے اور ایک ثلث مریضہ طیبہ کو ارسال فرماتے وفات حضرت کی بمقام برہانپور شب دوشنبہ دوسری رمضان ۱۲۱۸ھ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت مولانا شیخ احمد شوریانی قدس سرہ | یہ حضرت اولاد سے پیر کیا کرتے تھے اور اخبارِ اولیا اور معارجِ اولیاء

کے مصنف خواجہ غلام محی الدین عبداللہ خوشگلی چشتی آپ کے دادا تھے۔ اور شاگرد اور مرید حضرت شیخ اسحق بن شاہ کاکو کی کہ وہ اولاد سے بابا صاحب کی تھے اور لاہور میں رہتے تھے۔ ہرناروں ان کے مرید تھے شیخ احمد ان کی خدمت میں قصور سے حاضر ہوئے تھے آپ کے زمانہ میں جو مسئلہ علمائے لاہور اور ملتان سے حل نہ ہوتا تھا۔ وہ آپ کے درویش پیش ہو کر حل ہوتا تھا۔ اور ہمیشہ ادعیہ مانڈہ و چہل اسم و دعائے سیفی و حزب البحر کا ورد رکھتے تھے۔ اور شیخ احمد فاروقی سرہندی کابلی مجددی و شیخ عبدالحق محدث دہلوی و شیخ عیسیٰ برہانپوری یہ تینوں صاحبان حضرت کی نہایت عزت کرتے تھے اور شیخ عبداللطیف برہانپوری فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی عمر میں دو شخصوں سے بہتر نہیں دیکھے۔ ایک شیخ عبدالوہاب دوسرے شیخ احمد شوریانی۔ بلکہ برہانپوری جو طالب قصور سے آپ کی خدمت میں جاتا۔ اس کو واپس قصور میں خدمتِ شیخ احمد میں بھیجتے۔ اور تالیف و تصنیف کی نسبت فرماتے۔ کہ متقدمین کی تالیفات کافی اور فانی ہیں۔ آپ نے کچھ تالیف نہیں فرمائی۔ مگر ایک کتاب سوالات احمدی ردِ ملاحد وغیرہ میں جو تالیف کی وہ کافی ہے۔ وفات حضرت کی سن ۱۳۱۷ھ میں ہوئی مزار شریف قصور میں ہے۔

## ذکر حضرت شیخ محمد سلیم چشتی صابری لاہوری | آپ خلیفہ شیخ محمد صدیق چشتی لاہوری کے تھے۔

آپ کو سماع سنتے ہی وہ حالت ہوتی تھی۔ کہ دم نکلنے میں کچھ ہی باقی رہ جایا کرتا تھا۔ تین تین چار چار دن بے ہوش پڑے رہتے تھے۔ مثل مردہ کے اور نہایت بابرکت اور صاحب کرامت تھے۔ وفات حضرت کی ۱۳۱۷ھ میں ہوئی۔ مزار لاہور میں متصل مزار شیخ محمد صدیق کے ہے۔

## ذکر حضرت میر سید محمد کاپوری قدس سرہ | حضرت نے پہلے سید ابوالاعلیٰ نقشبندی سے مرید ہو کر کسبِ نقشبندیہ کیا۔

بعد از زیارتِ روضہ خواجہ بزرگ اجمیر میں آئے اور عنایتِ خواجہ سے کئی سلسلوں میں فیض پائی۔ ایک بار آپ رو برو مزارِ خواجہ مشغول تھے۔ معلوم ہوا کہ حضرت نے پان عنایت کئے جب بحال خود آئے تفس پانوں کا ہاتھ میں پایا اور ہمیشہ درس میں مشغول رہتے فقرا سے بہت تواضع

اور تعظیم سے پیش آتے۔ امر سے کم تو جہی کرتے تھے۔ اور ہر ایک سلسلہ میں مرید فرمایا کرتے تھے۔  
اور تفسیر سورۃ فاتحہ بھی وفات حضرت کی سلسلہ میں ہوتی۔

## ذکر حضرت شاہ علی ہشتی پانی پتی قدس سرہ

شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء کی تھے خرقہ خلافت اپنے والد شیخ نظام الدین سے حاصل کیا۔ اور شیخ نظام الدین نارولی سے بھی خرقہ تبرک حاصل کیا۔ پہلے نام نامی عبدالسلام تھا، بعد شاہ علی مخاطب ہوئے پہلے آپ نوکری پیشہ تھے۔ فراخان کہ امرائے سلطان بابر بادشاہ سے تھا۔ اس کے نوکر رہے۔ تیر اندازی میں تمام فوج بامری ہیں مشہور تیر انداز تھے جب جذبہ الہی گلوگیر ہوا۔ دہلی سے پانی پت میں اپنے پدر کی خدمت میں حاضر ہو کر حسب اجازت ان کے ایک حجرہ میں متصل درگاہ حضرت شاہ ولایت چلہ میں بیٹھے اور ریاضت اور مجاہدہ میں بہت کوشش کی یہاں تک کہ درجہ مسدود کرایا تھا۔ اسی حالت میں شیخ نظام الدین نارولی کی خدمت میں پہنچ کر خرقہ خلافت و خطاب شاہ علی سے مشرف ہوئے مصنف سیر الاقطاب شیخ اللہ دیا کہ آپ کے مریدوں میں سے ہیں۔ تحریر کرتے ہیں کہ میں نے ایک امر کی روحانیت حضرت ابو علی قلندر سے استدعا کی۔ اور کچھ نذر قبول۔ جب میری مراد حاصل ہوئی۔ میں ہر کاب حضرت شاہ علی نیاز چڑھانے چلا دستہ میں بارش بہت ہوئی آپ نے ہر ایوں کو فرمایا کہ کچھ اندیشہ نہ کرو۔ بارش سے تم کو کچھ نقصان نہ ہوگا۔ ہم نے دیکھا کہ ہم سے دو قدم کے فاصلہ سے بارش ہوتی ہے۔ اور ہم نہیں بھینکتے۔ الغرض درگاہ میں پہنچے۔ نیاز چڑھائی تقسیم کی مگر ہم پر ایک بوند تک نہ پڑی۔ کھتے ہیں کہ میرا ایک پیر بھائی چند اشرفیاں اپنے مکان میں کہیں گاڑ کر بھول گیا۔ ہر چند تلاش کیا نہ پایا۔ ناچار حضرت مرشد سے عرض کیا۔ آپ اس کے مکان کی طرف متوجہ ہوئے جب قریب دروازہ مکان کہ شاہراہ پر تھا۔ پہنچے آپ نے ایک عصا زمین پر مارا اور فرمایا کہ یہاں کھودو۔ اس نے جو کھودا۔ برتن اپنا بھرا اشرفیوں سے پایا۔ یہ دیکھ کر حیران ہو کر عرض کی کہ میں نے یہ برتن اپنی کوٹھری میں گاڑا تھا۔ راہ میں کیونکر آگیا۔ اس میں کیا بھید تھا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ یہ میرا الہی ہے۔ اس کا ذکر کرنا منع ہے۔ شاہ علی نے اپنی خانقاہ میں چاہ تیار کرایا۔ مگر اس کا پانی کھاری نکلا جب خدام نے حضرت سے عرض کیا۔ تو اسی وقت ایک خادم درگاہ حضرت خواجہ قطب الدین نے چند گاک تبرکات لا کر دیئے آپ نے ان کو



توڑ کر اپنے ہاتھ سے اس چاہ میں ڈالے اور فاتحہ پڑھی اور فرمایا کہ اب اس چاہ کا پانی چکھ کر دیکھو۔ پس حاضرین نے بموجب ارشاد کے پانی جو چکھا تو شربت ہو گیا۔ آپ کے دو فرزند تھے۔ شاہ منصور اور شاہ نور۔ دونوں نے روبرو حضرت کے قضا کی۔ اور شاہ محمد ابن شاہ منصور صاحب سجادہ ہوئے تھے اور حضرت ۸۹۱ھ میں پیدا ہوئے۔ اور بعد ایک سو بیالیس سال ۱۰۲۲ھ میں بعد حضرت جہانگیر بادشاہ انتقال فرمایا۔ شیخ اللہ دیا نے تاریخ ولادت لفظ فیاض ۸۹۱ھ سے نکالی ہے اور تاریخ وفات ۱۰۲۲ھ شیخ اعلیٰ سے نکالی۔ بعد وفات کے کئی برس تک چھپے استانی جس نے آپ کے رونہ کی عمارت تیار کرائی۔ لکھا ہے کہ جبہ چوتراہ بن کر تیار ہوا۔ ایک شب میر عمارت سے بحالت خواب فرمایا کہ چوتراہ بننے سے میری نعش کا صندوق شکستہ ہو گیا۔ ایک اینٹ اٹھا کر صندوق درست کر کے پھرنے سے چوتراہ بنا۔ میر عمارت نے صبح اپنا خواب استانی سے بیان کیا۔ اس نے کہا کہ جیسا حضرت کا حکم ہے اسی طرح کرنا چاہیے الغرض تمام روستے شہر و ملازمان نواب مقرب خان احمدی نے سنا اسی طرح تمام خلائی پانی پت آپ کے مزار پر جمع ہوئی۔ چوتراہ مسمار کیا گیا۔ قبر کا پٹا دکھولا دیکھا۔ تو واقعی بائیں طرف کا تختہ ٹوٹا ہوا ہے سدا ہنا پیر پھیلا ہوا ہے۔ ہایاں سکڑا ہوا ہے۔ کہ جس طرف اینٹ جا پڑی تھی۔ باقی یہ معلوم ہوتا تھا کہ امام فرماتے ہیں۔ اور آنکھیں وغیرہ تمام عضو درست ہیں۔ تمام خلائی زیارت نعش مبارک سے مشرف ہوئی۔ بعدہ تختہ صندوق کا درست کر کے پھر چوتراہ بنا۔ ان استانی کی کیفیت کہ جو کاتب الحروف نے اپنے بزرگوں سے سنی ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت جہانگیر نور الدین جہانگیر بادشاہ نے اپنی کنیزوں میں سے ایک کنیز اپنے رضائی بھائی سے نواب مقرب خان کو جنہوں نے کسوٹی کے کھنبہ قلندر صاحب کی درگاہ چڑھاتے تھے۔ اور وہیں ان کا مقبرہ ہے اور اولاد سے شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء کی تھے۔ ان کو عنایت کی۔ وہ بی بی نہایت عقیفہ اور قرآن شریف کی حافظہ تھیں۔ نواب اور ان کا تمام خاندان عطیہ سلطانی سمجھ کر ان کی عزت کرتا تھا۔ یہ نہایت پرہیزگار اور نمازی تھیں۔ یہ امر ہے پانی پت کیرانہ کی لڑکیوں کی استانی تھیں۔ یعنی دختر نواب اور دختر دیوان عبدالرحیم اور دیگر لڑکیاں اس خاندان کی اور دیگر شرفا کی ان کے پال آکر قرآن پڑھتی تھیں۔ زیور ان کے پاس بہت تھا۔ انہوں نے اس کو فروخت کر کے شاہ اعلیٰ صاحب کی درگاہ بنوائی اور کیرانہ میں درمیان دونوں درباروں کے چاہ اور حوض

اور مسجد عالی شان تیار کرائی۔ اسی مسجد کے صحن میں ان کی قبر ہے۔ اس پر سنگ مرمر کا تعویذ ہے وہ مسجد بھی استانی کی مسجد مشہور ہے۔ جو انجان ہیں وہ دربار کی مسجد کہتے ہیں۔

## ذکر حضرت بایزید تبک زنی چشتی قدس سرہ | آپ مشائخ وقت تھے

اور تربیت روحانیت

شیخ بتک سے پائی۔ ایک روز سماع میں خوش وقت تھے۔ فرمایا کہ کوئی ہے کہ میرے روبرو آئے میں اس کو خدا سے ملاؤں۔ قبیلہ خوشگی سے شیر خان مجوزی و پاتندہ مجوزی و صدر الدین توی سن کر اٹھے اور آپ سے مصافحہ کیا۔ اسی وقت تینوں واصل حق ہوئے۔ کہتے ہیں کہ جب سماع سنتے تھے۔ یہی الفاظ فرماتے اسی طرح بہت سے واصل حق ہوئے، ایک بار آپ نے بموجب عادت کے یہی کلمہ فرمایا ایک شخص روبرو آیا۔ آپ نے فرمایا کہ تجھ کو قابلیت نہیں۔ ایک روایت ہے کہ جب وہ مصافحہ کرنے اٹھا شیخ کے اور اپنے درمیان آگ سے بھری ہوئی دیکھی مصافحہ نہ کر سکا۔ آپ کی زوجہ سے روایت ہے کہ بعد نماز صبح مصلے پر بیٹھے ہوتے میں نے شیخ کو کبھی بصورت پیر کبھی بصورت جوان کبھی بصورت شیر غراں دیکھا ہے۔ پہلے صورت شیر میں دیکھ کر میں ڈری، میرا دانا معلوم کر کے صورت اصلی میں ہو کر فرمایا کہ مت ڈر۔ شیر ان حق کے گھر شیر جنگلی نہیں آتا ایک بار آپ سفر میں تھے۔ قریب اکبر آباد کے آدمی کی کھوپری بڑی تھی۔ آپ اس سے باتیں کر لے لگے۔ اس کی سہ گزشت دریافت فرما کر اس کے واسطے دعا کی وفات حضرت کی ۳۵۰ھ میں ہوئی۔ مزار پر انوار قصور میں ہے۔ آپ کے تینوں خلفا کا ذکر حسب ذیل ہے۔

اول خلیفہ آپ کے شیر خان امجوزی تھے۔ ایک بار آپ چلے جاتے تھے کہ باقی مست آتا تھا فیلبان نے کئی بار پکا کر کہا۔ کہ راستہ سے ہٹ جاؤ۔ آپ نے فرمایا کہ مست کو مست سے کچھ اندیشہ نہیں۔ جب وہ فیل مست قریب آیا۔ آپ کے روبرو سر زمین کے اوپر رکھا۔ آپ نے ہاتھ سے سر اٹھایا اور فرمایا۔ کہ اگر میں اس کا سر نہ اٹھاتا تو یہ تمام عمر سرنگوں رہتا۔ ایک بار ایک پیر زال آپ کی خدمت میں آئی۔ اور عرض کیا کہ اس بوڑھی کا ایک ہی لڑکا ہے۔ وہ لب دم ہے۔ اس کی شفا کی دعا کیجئے۔ آپ نے چندے تال فرما کر ارشاد کیا۔ کہ اس کی عمر پوری ہو چکی۔ اب سوائے اس کے کچھ چارہ نہیں۔ کہ میں اپنی عمر اس کو دوں۔ یہ کہہ کر چادر اوڑھتے ہی لیٹ کر جان بحق تسلیم ہوئے ادھر اس پیر زال کے

لہر کے کوشفا ہوتی۔

مردان خدا خدا نیا شد لیکن خدا جدا نیا شد

دوسرے خلیفہ صدر الدین شیخ صدقہ کے مثل دیوانوں کے پھر کرتے تھے۔ بچے آپ کے ہمراہ بہت رہا کرتے تھے۔ اور روٹیاں مانگا کرتے تھے۔ آپ اپنی بغل میں سے نکال نکال کر دیا کرتے تھے۔ ایک بار آپ پاروں کے ہمراہ چلے جلتے تھے۔ کہ مینہ بشت آگیا۔ ہمراہی گھبراتے۔ آپ نے فرمایا کہ کچھ اندیشہ نہ کرو۔ چنانچہ ان کے گرد اگر دپانی برسا۔ وہ لوگ بچے رہے تیسرے خلیفہ شیخ پائندہ توی تھے۔ جو ان کے بچے ہوئے وضو کے پانی کو پیتا اولیا ہو جاتا۔

**ذکر حضرت شیخ جان اللہ لاہوری قدس سرہ** | آپ خلیفہ شیخ نظام الدین |  
یعنی صابری کے تھے۔ علوم

ظاہری اور باطنی سے آراستہ پیراستہ تھے۔ اوائل میں بمقام لاہور طلباء کو درس کرتے تھے۔ جب جذبہ حقیقی نے اپنی طرف کھینچا ترک تعلیم کر کے طلب حق میں نکل کر تھانویسر آکر شیخ نظام الدین کے مرید ہو کر کار درویشی تمام کر کے ہمراہ مرشد حج کر کے بلخ میں آکر خرقہ خلافت لے کر پھر لاہور میں آئے۔ اور آپ کا شہرہ کرامات بلند ہوا۔ اور ہزاروں مرید ہوئے وفات حضرت کی نویں جمادی الثانی ۷۳۳ھ میں ہوئی مزار لاہور میں ہے۔

**ذکر حضرت سید علی غواض ترمذی قدس سرہ** | آپ خلیفہ شیخ نظام الدین |  
یعنی کے تھے اور اس وقت

مرید ہوئے۔ جب شیخ ہند سے بلخ کو چلے ہیں۔ بہت دلوں خدمت مرشد میں رہ کر نعمتیں حاصل کر کے ملک یوسف زئی کی طرف رخصت ہوئے۔ وہاں ہزاروں آپ کے مرید ہوئے اور بہت سے خلائد سید ہوئے چنانچہ مولانا درویش پشاور اور ان کے فرزند شیخ عبدالکریم مرید ہوئے۔ صاحب مخزن الاسلام نے حضرت کی نہایت تعریف کی ہے کہ حضرت اپنے عم میں غوث اعظم تھے۔ اور بلا مزا میر کے سماع ملتے تھے۔ وفات حضرت کی ۷۳۳ھ میں ہوئی مزار ملک یوسف زئی میں ہے۔

**ذکر مولانا درویش پشاور حشری قدس سرہ** | آپ خلیفہ سید علی غواض |  
کے تھے علوم ظاہری و باطنی



سے آراستہ برائے پردہ ولایت آپ طلباء کو پرہایا کرتے تھے اور کفر اور شرک اور بدعت کو دور کرنے میں نہایت کوشاں تھے۔ آپ کی تالیفات سے محزن اسلام زبان افغانی ہیں۔ نہایت معتبر ہے۔ کسی قدر نا تمام رہ گئی تھی۔ سو آپ کے فرزند شیخ عبدالکریم نے پوری کی۔ اور صاحب معارج الولایت کی اس پر شرح چڑھی ہوئی ہے۔ اپنے وقت میں عالم متبحر تھے وفات حضرت کی ۱۰۲۸ھ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت سید محمد ہدی بن سید یوسف جو نیوری | آپ خلیفہ شیخ دانیال

کے صاحب سکر اور مغلوب الحال تھے حالت سکر میں مثل بعض حضرات کے کہ کسی نے انا للہ وانا الیہ راجعون فرمایا۔ آپ لفظ انا ہدی فرمایا کرتے تھے۔ اور حالت محویت میں جو دعویٰ ہدیت کرتے تھے جب ہوش میں آتے اس سے تائب ہوتے جو جاہل کہ حالت سکر میں یہ کلام سنتے تو بہ کو صحیح نہ جانتے تھے۔ آخر کو ایک گروہ ہدیہ کے نام سے مشہور ہو گیا تھا۔ آپ ان کو ہر چند منع فرماتے سمجھاتے کہ مجھ کو دعویٰ ہدیت نہیں۔ مگر بعض وقت جو زبان حضرت سے نکلتا تھا۔ وہ اس کے ہی پابند تھے۔ اور حضرت کی مراد یہ نہ تھی کہ میں ہدی ہوں۔ بلکہ انا ہدی کے معنی بادی ہدی ہیں۔ وفات حضرت کی ۱۰۲۸ھ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت شیخ حاجی لکن شوربانی قصوری قدس سرہ | یہ حضرت اولاد سے

پیر کبار کی تھے اوائل میں آپ کو تغیر اور تحریک اور تقویٰ بدرجہ کمال تھا۔ سات حج کئے اور نقاب ہمیشہ چہرہ پر ڈالے رہتے تھے۔ کہ نظر نا محرم پر نہ پڑ جائے۔ لیکن فتح یاب نہ ہوتا تھا۔ ہر چند کوشش کی بہت سے اولیاء سے ملتی ہوئے مگر ساتویں مرتبہ جو حج کو گئے، وہاں جا کر خانہ کعبہ کے روبرو بہت گریہ و زاری کی کہ ہاتھ غیب نے ندادی۔ فتح باب تیرا شیخ عیسیٰ مشوانی کے پاس ہے۔ پس ہندوستان میں آکر شیخ عیسیٰ مشوانی کی خدمت میں پہنچے۔ شیخ عیسیٰ مشرب ملاقیہ رکھتے تھے۔ اکثر شراب پیا کرتے تھے۔ یہ حال دیکھ کر بد اعتقاد ہوئے اور ان سے انکار لیا۔ شیخ عیسیٰ نے نورانی سے معلوم کر کے باواہر بلند کہا۔ تو جس کے پاس گیا۔ کشور نہ ہوا۔ آخر کعبہ سے معمور ہو کر میرے

پاس آیا اور ملاقات ہوئے سے پہلے ہی پھر گیا۔ یہ امر عقل کے خلاف ہے۔ یہ سلتے ہی بصدق اعتقاد سراپنا شیخ کے قدموں پر رکھا۔ اور بیٹھے شیخ نے بوتل شراب کی طرف اشارہ کیا۔ کہ اس کو اٹھا کر میرے پاس لا۔ انہوں نے کسی قدر تامل کیا۔ شیخ نے خود اٹھ کر بوتل اٹھا کر تمام شراب ان کے حلق میں ڈال دی۔ اسی وقت میرے خود ہو گئے۔ جب ہوش آیا۔ لباس اتار کر لباس محبت یعنی بقدر ستر عورت لباس اختیار کیا۔ اور دنیا اور اہل دنیا سے کم التفات کرتے تھے۔ سکر بہ وقت غالب رہتا تھا۔ سر اور داڑھی اور مونچھ اور ٹپکوں کے بال اکھاڑ ڈالتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ یہ نیت دنیا ہے اس کو دور کرنا چاہیے۔ حضور اور مجبور ہونا چاہیے۔ سماع سے بہت فوق رکھتے تھے۔ آگ سے بہت مشغول رہتے اور ہر وقت آگ روشن رہتی تھی۔ جو کچھ نفلانہ آتا۔ اس کو دھوتی میں ڈال دیتے۔ ایک افغان بے اولاد آیا اور دعا پڑھا ہی کہ میرے گھر اولاد ہو فرمایا کہ پہلا لڑکا مجھ کو دے تو تیرے بہت سی اولاد ہوگی۔ میں دعا کرتا ہوں اللہ قبول کرے گا۔ جب پہلا لڑکا پیدا ہوا۔ اس افغان نے اس لڑکے کو لا کر شیخ کی نذر کیا۔ آپ نے اس بچہ کو لے کر آگ میں ڈال دیا۔ یہ دیکھ کر وہ افغان بہت پشیمان ہوا۔ اور کہا کہ میں اس کو جلانے کے واسطے نہ لایا تھا۔ آگ میں سے نکال کر مجھ کو دے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے تیرے پسر کو جلایا نہیں۔ اپنے گھر جا اس کو اس کے گہوارے میں پاوے گا۔ جب وہ اپنے گھر گیا۔ اپنے بچہ کو گہوارہ میں پایا۔ لکھا ہے کہ بسبب غلبہ جلال کے آگ بھی مظہر جلال الہی ہے ہر وقت روشن رکھتے تھے۔ وفات حضرت کی ۸۳۰ھ میں ہوئی سزا شریف قصبہ قصور میں ہے۔ بعد وفات شیخ جس کی کچھ حاجت ہوتی ہے۔ وہ بصدق دل نیت کرتا ہے۔ کہ جب میری مراد پوری ہوگی۔ آگ روشن کروں گا۔ چنانچہ بعد حصول دعا شب جمعہ کو آگ روشن کرتے ہیں۔ پس آگ ہی حضرت کی نیاز مانی جاتی ہے۔

## ذکر حضرت شیخ حاجی عبدالجلیل حشمتی لکھنوی قدس سرہ

آپ کا طریق اویسی تھا۔ ظاہر کسی سے سبعت نہ کی تھی۔ روحانیت خواجہ بزرگ قدس سرہ سے تربیت پائی اور شجرہ جو اپنے مریدوں کو دیتے۔ بعد اتم مبارک خواجہ اپنا نام تحریر فرماتے اور اپنی تالیفات میں خود لکھتے۔ کہ وفات میری ۸۳۰ھ میں ہوگی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

## ذکر حضرت شیخ حاجی عبد الکریم چشتی لاہوری قدس سرہ | یہ حضرت شیخ مخدوم الملک

عبد اللہ انصاری کے فرزند اور مرید شیخ نظام الدین بلخی صابری کے تھے۔ لکھا ہے کہ حضرت بھی ہمراہ شیخ کے بلخ میں رہے۔ بعد انتقال اپنے والد کے لاہور میں آکر ہدایت خلق اللہ میں مشغول ہوئے نہایت بابرکت اور صاحب کرامت تھے۔ آپ نے دو حج کئے ایک ہمراہ والد کے دوسرا با پیادہ مع چند مریدوں کے راہِ خشکی سے۔ پس اہل سفر میں ایک بار راہ گم کر گئے۔ ایسی جگہ پہنچے کہ جہاں پانی نہ تھا۔ یاروں پر تشنگی غالب آئی۔ آپ نے آسمان کی طرف منہ کر کے دعا کی۔ کہ ایک تیترا آپ کے سر پر سے بولتا ہوا گزرا سمجھے ضرور کہیں پانی ہے۔ یہ سمجھ کر چند قدم چلے گئے کہ چشمہ پانی کا ملا۔ سب نے غسل کیا۔ اور فرمایا کہ آج سے جو ہمارا مرید ہو تیترا کو نہ مارے۔ اہل روز سے آپ کے سلسلہ میں تیترا کا گوشت منع ہے۔ ایک روز حاجی صاحب اپنی خانقاہ سے قریب یاغ زیب النساء بیگم دختر حضرت اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ کے تھی۔ برائے فائزہ مزار پر زہری پر جاتے تھے ایک شخص شہر نام رشیم باغ ملا۔ اور وہ دن بھی عرفہ عید الاضحیٰ کا تھا۔ شیرابولا۔ کہ آج دن حج کا ہے وہ لوگ بڑے طالع دریں۔ جو طواف کعبہ کا کرتے ہوں گے۔ افسوس ہے کہ ہم اہل دولت سے محروم ہیں یہ سنتے ہی فرمایا۔ کہ اگر تو بھی چاہتا ہو کہ میں حاجیوں کے ساتھ شریک ہوں تو اپنی آنکھیں بند کر کے میرے پیروں پر اپنے پیر رکھ۔ اس نے بموجب حکم آنکھیں بند کر کے اپنے پیر حضرت کے پیروں پر رکھے جب آنکھیں کھولیں تو اپنے گویا ہمراہ شیخ جبل عرفات پر پایا اور اچھی طرح رسومات حج ادا کئے اور اسی طریقہ سے پھر لاہور میں آیا۔ آپ کی تصنیفات سے اسرار عجیبہ جوازا کا روا شغال چشتیہ میں نہایت عمدہ کتاب ہے۔ اور شرح فصوص الحکم فارسی بھی مشہور کتاب ہے وفات حضرت کی تاریخ ۱۰۲۵ھ میں بتاریخ ۲۷ رجب بمقام لاہور ہوئی۔ اور اپنی خانقاہ میں دفن ہوئے۔ آپ کے چار فرزند تھے۔ شیخ یحییٰ اور اللہ نور اور عبد الحق اور علی حضور ان میں شیخ یحییٰ نہایت باکمال اور صاحب حال و قال ہوئے ہیں۔ ہزاروں آپ کے مرید تھے۔ ایک بار ایک چور کہ نام اہل کاغیہ و تھا۔ وہ ہزنی بھی کرتا تھا۔ موضع سیدوالہ سے بارادہ چوری لاہور میں آیا۔ اور بہت کوشش کی۔ کہیں موقع نہ لگا۔ آخر خانقاہ شیخ یحییٰ میں آکر نقب لگائی اور شیخ کے دو بیل کھول کر راہ نقب سے لے کر باہر آیا۔ اسی وقت اندھا ہو گیا۔ پھر اندر خانقاہ کے گھسا۔ بیٹا ہو گیا۔ جب یہ باہر آیا۔ نابینا ہوا۔ کئی بار ایسا ہوا۔ آخر مجبور ہو کر جہاں سے بیل



کھولنے تھے وہیں باندھے اور ایک کونہ میں بیٹھ رہا۔ جب صبح ہوئی۔ خادمان خانقاہ نے شب کا ماجرا عرض کیا۔ اور اس چور نابینا کو رو برو لے گئے۔ اس نے تمام کیفیت عرض کی۔ آپ نے فرمایا کہ اس نے سچ کہا۔ اس وجہ سے واجب الرجم ہے اور اپنا ہاتھ اس کی آنکھوں پر پھیرا۔ اسی وقت بینا ہوا اور چوری سے توبہ کر کے مرید ہو کر کمال کو پہنچا۔

**ذکر حضرت شیخ الہ داد پوری قدس سرہ** | آپ اولاد سے پیر کبار کی تھے۔ نہایت متوکل اور ہمیشہ حجرہ میں مشغول

رہا کرتے تھے۔ کسی کی شادی غمی میں شریک نہ ہوتے تھے۔ اور ہمیشہ حجرہ بند رہتا تھا اور خود سید شوریانی آپ کی بہت عزت کرتے تھے۔ ایک بار آپ نے دعا کی۔ الہی میری اولاد زیادہ ہوگئی۔ ان میں کوئی شقی کوئی مستحق ہوگا امیدوار ہوں کہ سب کو بخش دے آواز آئی کہ کمان ہاتھ میں لے کر تیر چھوڑ جتنے قدم پر تیر پڑے گا۔ اتنی پشت کو بخشا۔ آپ نے کمان سے جب تیر چھوڑا۔ چار قدم پر جاگرا۔ معلوم ہوا کہ چار پشت کی بخشش ہوئی۔ وفات حضرت کی سالانہ میں ہوئی۔ مزار قصور میں ہے۔

**ذکر حضرت ملک محمد جانی قدس سرہ** | آپ خلیفہ شیخ اللہ داد کے اور وہ خلیفہ محمد مدنی کے وہ خلیفہ شیخ دانیال کے

وہ خلیفہ سید راجی حامد شاہ کے وہ مرید شیخ حسام الدین مانک پوری کے کہ خاندان نظامیہ میں مشہور مشائخ گزرے ہیں۔ اور لقب آپ کا محقق ہندی تھا۔ آخر عمر میں آپ کبڑے ہو گئے تھے ایک بار حضور اکبر اعظم آئے۔ شہنشاہ نے ان کی منیت کو دیکھ کر تبسم فرمایا۔ آپ نے کہا کہ اے بادشاہ طرف پر تبسم کیا یا کھار پر۔ بادشاہ نے آپ کی فطانت پر آفریں کی۔ ہندی زبان میں آپ کی تالیفات بہت ہیں۔ مثل ہدایت۔ دعوتی نامہ دوستی نامہ وغیرہ۔ اور وفات حضرت کی سالانہ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت مخدوم شیخ عبدالرشید جونپوری قدس سرہ** | لقب آپ کا شمس الدین

فیاض تھا اور مرید اپنے والد شیخ معطف علی محمد عثمان کے اور وہ مرید شیخ محمد بن شیخ نظام الدین انبیسٹی کے وہ مرید شیخ معروف جونپوری کے وہ مرید شیخ اللہ داد شارح کافیہ و ہدایہ کے وہ مرید راجی حامد شاہ کے اور شیخ طیب سے دوسرے سلسلہ میں اجازت یافتہ تھے۔ پہلے درس تدریس

فرماتے تھے۔ بعدہ وہ چھوڑ کر کتب ہائے معرفت کا مطالعہ کرنے لگے۔ عربی زبان سے بہت شوق تھا۔ اور شیخ محی الدین کے اسرار مخلوقات پر عمدہ شرح تحریر کی۔ ذکر جہر بہت کرتے تھے۔ سماع میں بہت وجد ہوتا تھا۔ اور ایک کتاب رشیدیہ اور زیۃ السالکین و مقصود الطالبین اور ایک دروان آپ کی تصنیفات سے ہیں۔ شمسی تخلص کرتے تھے۔ وفات حضرت کی ۵۵۸ھ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت میر سید احمد گیسو دراز کا پوری قدس سرہ | آپ پسر و مرید سید محمد کے اور عاشق

نام پاک میر سید محمد گیسو دراز کے۔ ان کی متابعت میں آپ نے بھی گیسو دراز کئے۔ سماع کو بہت دوست رکھتے تھے۔ ہندی اور فارسی زبان میں شعر فرماتے تھے اور مسائل توحید و مقدمات شیخ محی الدین بن عربی کے اوپر علانیہ تقریر و لپیڑ کرتے۔ بعد اوائے فرض باواز بلند کلمہ توحید نوبار فرماتے شاہجہان پور کے لوگ جو سلسلہ نقشبندیہ کے تھے مقابلہ اور مناظرہ کیا کرتے تھے۔ مگر جو مناظرہ کو آتا اس کی تسکین فرمادیتے۔ آپ کی تصنیفات سے جوامع الکلم اور مشاہدات ہیں۔ وفات حضرت کے ۵۵۸ھ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت مولانا نقی الدین اودی | آپ مرید خاندان شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے تھے۔ نہایت متقی دن بھر جنگل میں عبادت

مشغول رہتے۔ شب کو تھوڑی دیر گھر میں ٹھہر کر پھر باہر آجاتے۔ ابدال آپ کے پاس آتے تھے۔ بلکہ انہوں نے ایک بار چاہا کہ آپ ہمارے ہمراہ رہیں۔ آپ نے اہل و عیال کا عذر کر کے منظور نہ کیا شیخ افق الدین پسر بزرگ شیخ نور قطب عالم کہ نہایت بزرگ و متواضع و صاحب حالت تھے۔ شیخ الوری برادر خورد شیخ نور کہ نہایت سخی اور دھماں نواز تھے۔ شیخ حسام الدین لکھتے ہیں۔ بندہ نے مخدوم زادہ سے پوچھا کہ عشق کیونکر ہوتا ہے فرمایا کہ جب آنکھ کھول کر دیکھے معلوم کرے کہ دوست آتا ہے یا ال کا پیام آتا ہے۔ ہر وقت اسی کے خیال میں رہے ورنہ کیوں آنکھیں کھولیں۔

# ذکر حضرت شیخ ابوسعید ہشتی صابری گنگوہی بن شیخ رکن الدین بن شیخ عبدالقدوس قدس سرہ

یہ حضرت نواسے شیخ بندگی جلال الدین تھانیسری کے تھے۔ چند مدت اپنے جمال حال کو کسوت سپہ گری میں پوشیدہ رکھا جب عشق کا غلبہ ہوا۔ تو اپنے نانا شیخ جلال کے مرید ہوئے۔ چونکہ کبر سن اور فنائے احادیث میں مستغرق رہتے تھے۔ کار مشیخت شیخ نظام الدین تھانیسری کے سپرد تھا۔ آپ کو بھی ان کے حوالہ کیا۔ کہ تم ان کو تربیت دو۔ پہلے آپ نے ذکر لفظی اثبات کا شروع کیا تھا۔ بعدہ ایک مدت کے جب ریاضت شافہ کی اور مجاہدہ کیا۔ الوار جبروتی و ملکوتی رونما ہوتے چونکہ ہمت عالی رکھتے تھے۔ ان کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ کہ طلب شہود و ذات رکھتے تھے اب جاننا ہوا ہیٹے کہ نور عین قسم پر ہے جو صفت جلال سے ظاہر ہوتا ہے۔ بنگ آفتاب یا ب رنگ طلا یا ب رنگ آتش دکھائی دیتا ہے۔ جو صفت جمال ظاہر ہوتا ہے۔ بنگ ماہ یا نقرہ یا پانی جلوہ گر ہوتا ہے۔ تیسرا نور ذات منور ہے۔ صفات سے اس کو سوائے اولیائے امہ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ حضرت کو توبہ اس نور کی طرف تھی۔ الغرض جب شیخ نظام الدین طرف عرب کے روانہ ہوئے اور حضرت گنگوہی صریح میں ریاضت اور عبادت میں مشغول رہے اور جنگلوں میں سراپہ پھرا کرتے تھے۔ ایک روز روضہ قطب عالم بندگی شیخ عبدالقدوس پر بیٹھے تھے اور مفارقت پیر میں رو رہے تھے۔ کہ قبر کے اندر سے آواز آئی۔ کہ ابوسعید اگر طالب خدا ہے۔ تو بلخ کو جا۔ آپ تین شب روضہ شیخ پر رہے تینوں شب یہی صدا سنی۔ اور ایک شخص انجان آیا۔ اس نے کہا۔ کہ اگر بلخ کا راستہ معلوم نہیں۔ تو میں چلتا ہوں۔ اور ان کو گھوڑے پر سوار کر کے لے چلا۔ جس منزل پر پہنچتے تھے۔ وہاں نہایت ملازمت ہوتی تھی۔ کہتے ہیں وہ شخص روحانیت شیخ تھی۔ جب بلخ سے تین کوس رہے۔ تو شیخ نظام الدین کو بشارت ہوئی کہ ابوسعید آتا ہے۔ میری امانت اس کے حوالہ کرنا۔ جب یہ خانقاہ شیخ میں پہنچے۔ تین روزا میرانہ دعوت اور ملازمت کی۔ چوتھے روز ان کو گوشہ میں لے جا کر نوازش ان کے جد کی اور کل کیفیت بیان کی۔ اور شغل سرپایہ تلقین فرمایا الغرض بارہ برس مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول رہے۔ ایک روز فرمایا۔ کہ تمہارے اعمال اور اشغال نے تم کو تعجب میں ڈال رکھا ہے۔ اب



چاہیے کہ کتوں کی خدمت کیا کر۔ آپ چند روز شکاری کتوں کی خدمت میں مصروف رہے۔ ایک روز کتوں کو ٹھلانے جلتے تھے۔ کہ بارش ہونے لگی۔ سامنے سے ایک اور کتا آگیا۔ اس پر ان شکاریوں نے حملہ کیا۔ آپ نے روکا۔ پھر پھسل کر کچڑ میں گر پڑے۔ اس وقت رو کر کہا۔ کہ الہی ایک بندہ تیرا شیخ نظام الدین ہے۔ کہ دنیا اس کے پیر دھودھو کر پیتی ہے۔ ایک میں ذلیل اور غوار ہوں اسی وقت عنایت الہی ہوئی کہ چودہ طبق روشن ہو گئے۔ بعد تربیت و تکمیل کے ہندوستان میں مقام گنگوہ شریف ہایت خلق میں مشغول ہوئے سواطع الانوار سے روایت ہے کہ ایک شخص منکر حال درویشاں آپ کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کی کہ میں قلب خدا میں آیا ہوں۔ مگر قوت ریاست و مجاہدہ نہیں رکھتا۔ چاہتا ہوں کہ نظر کیمیا اثر سے مجھ کو خدا تک پہنچا دیجئے۔ آپ نے عصا ہاتھ میں لے کر فرمایا۔ کہ میں طالب خدا کو تین ضرب میں خدا رسیدہ کرتا ہوں۔ اور اس کے سر پر عصا مالا کہ عالم ملکوت اس پر منکشف ہوا۔ دوسرا عصا مالا عالم جبروت کھل گیا۔ تیسرا عصا مالا عالم شہود سے بہرہ ور ہوا۔ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ تین روز مست اور بے خود رہا۔ جب ہوش آیا۔ مرید ہو کر صاحب کمال ہوا۔ اقتباس الانوار سے نقل ہے کہ ایک بار حضرت غسل فرما رہے تھے۔ اور شیخ محمد صادق سرمبارک پر پانی ڈال رہے تھے۔ ان کو ایسا معلوم ہوا کہ جو پانی کا قطرہ جسم مبارک سے نیچے زمین پر گرتا ہے۔ بصورت امر و صاحب جمال ہو کر آسمان کو اڑ جاتا ہے۔ پھر نہیں دکھائی دیتا۔ پس بعد ان فراغ غسل کے شیخ محمد صادق نے یہ کیفیت عرض کی۔ آپ نے فرمایا کہ تجھ کو اللہ تعالیٰ نے عالی مرتبہ فرمایا اور اس معاملہ کی احسن طور پر شرح فرمائی۔ عمر حضرت کی دلازہ ہوتی ہے۔ جب آخری وقت قریب ہوا۔ اس وقت تبرکات پیران اور سجادگی بندگی۔ شیخ محمد صادق کو مرحمت فرما کر اسم اعظم تعلیم فرمایا۔ وفات حضرت کی یکم یا دوسری ربیع الثانی ۱۰۵۹ھ میں ہوئی۔ بعض نے ۱۰۴۹ھ لکھا ہے۔ خلفا آپ کے بہت ہوئے۔ مگر جو مشہور ہیں یہ ہیں۔ بندگی شیخ محمد صادق کہ جن کا ذکر آ رہے گا۔ دوسرے شیخ ابراہیم رامپوری قدس سرہ کہ نہایت فقر اور فنا میں موصوف تھے۔ اور زہاد اور ریاضت میں قدم راسخ رکھتے تھے۔ ہمیشہ فناۓ احدیت میں مستغرق رہتے اور محبت اہل بیت میں بے اختیار تھے۔ جن دلوں میں حضرت بمقام سید پور علاقہ کرناں میں مقیم تھے۔ چارپائی پر نہ سوتے تھے لوگوں نے سبب دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ بعض سادات اس مقام کے ایسے ہیں کہ ان کو چارپائی میسر نہیں وہ زمین پر سوتے

میں چارپائی پر قدم رکھوں۔ نہایت ترک ادب ہے اور آپ ہمیشہ دن کو باغ سیدپور میں مشغول رہتے جب باغ میں پھل آتے۔ اطفال سادات ان پر پتھر مارتے مگر جھاڑتے اگر آپ کے جسم پر پتھر بھی لگ جاتا۔ تو اس کو سعادت سمجھتے۔ آخر جب بہت ہی تنگ ہوتے بچوں سے نہ کہا کہ نہ کھاؤ۔ مگر درختوں سے فرمایا۔ کہ مجھ کو ادب سادات ہے۔ ان سے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اس روز سے ان درختوں میں پھول تو آتے مگر خمر نہیں آتے اقتباس الانوار سے نقل ہے کہ اپنے روحانیت حضرت بوعلی قلندر سے تربیت پائی۔ اور نہایت خصوصیت اور حضوری تھی۔ آپ کے فضائل ظاہر ہیں۔ کہ شیخ محمد دہلوی شاہباز آپ کی تربیت میں رہے۔ مزار شریف رام پور میں ہے۔ تیسرے خلیفہ شیخ محب امیر صدیقی صدرپوری تھے۔ کہ علوم ظاہری کی تحصیل سے فارغ ہو کر طلب حق میں گھر سے نکل کر اکثر مشائخین وقت سے ملے۔ مگر مدعا حاصل نہ ہوا۔ آخر دہلی میں آکر روضہ مقدسہ حضرت خواجہ قطب الدین پر معتکف ہوئے۔ حضور نے معاملہ میں فرمایا۔ کہ سلسلہ شیخ صابر علی کاظم ہے۔ گنگوہ میں ابوسعید کے پاس جا۔ بحکم خدا گنگوہ میں آکر شیخ ابوسعید جی کے مرید ہوتے۔ شیخ نے اپنے خادم مجاہد کو فرمایا۔ کہ تجدید وضو کر کے دو گانہ ادا کر کے گوشہ میں بیٹھ کر استعداد محب اللہ کو دیکھ کر اس کے موافق تربیت کی جاوے۔ جب انہوں نے مراقبہ کر کے دیکھا۔ اور عرض کیا کہ مناسبت ولایت موسوی سے ہے۔ مراۃ الاسرار سے نقل ہے کہ شیخ محب اللہ ہر آٹے زیارت روضہ شیخ احمد عبدالحق کے ردولی آتے میرے مکان پر قیام کیا۔ میں بھی وہیں موجود تھا۔ وہاں سے شہر پٹنہ میں میر سید عبدالحق سے کسب فضائل کیا۔ بعدہ الہ آباد میں مسکن گزین ہوئے۔ پہلے فراقہ پیش آیا۔ آخر کشانش ہوئی اور ہزاروں مرید ہوئے۔ آپ بیس برس الہ آباد میں رہے۔ بہت سے آپ کے خلیفہ ہوئے وفات حضرت کی ۹ رجب بروز پنجشنبہ بوقت غروب آفتاب ۱۱۸۷ھ میں ہوئی۔ مزار الہ آباد میں ہے۔ آپ نے ایک پسر خورد سال تاج الدین چھوڑا تھا۔ تیسرے خلیفہ شیخ خواجہ پانی پتی اور چوتھے خلیفہ شیخ حبیب اللہ پانچویں خلیفہ شیخ ابراہیم سہارنپوری تھے۔

یہ حضرت خلیفہ اور برادر زادہ شیخ ابوسعید کے تھے اور سماع نہایت

زور شور سے سنتے تھے۔ اس وقت جس پر نظر پڑ جاتی تھی۔ تجلی ذات اس پر ہر تو فگن ہو جاتی تھی

اور حضرت نہایت خوبصورت تھے روحانیت حضرت رسول مقبول علیہ السلام سے نہایت عقیدت تھی۔ اور جو شخص آپ کے پاس آتا جب تک بیٹھا رہتا۔ ماسواہ دل برداشتہ رہتا تھا۔ ایک بار آپ عمدہ کپڑے پہن کر بروز عید برائے۔ آداب کو نش اپنے عم بزرگ شیخ ابوسعید کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت نے ان کا جمال دیکھ کر فرمایا۔ کہ میں اپنی ولایت کا نور اس پسر کی پیشانی میں چمکتا ہوا دیکھتا ہوں اور ان کے قلب کو کشش کیا۔ اور آخر ان کو شوق نام الہی ہوا۔ مرید ہو کر ریاضت اور مجاہدات میں مشغول ہوئے۔ اقتباس الانوار سے نقل ہے کہ ایک بار آپ بازار سہارنپور میں چلے جاتے تھے۔ ایک مہاجن پر نظر پڑی۔ اس نے جو پھر کر حضرت کو دیکھا۔ فریفتہ جمال ہو کر قدموں پر آ پڑا۔ اور مسلمان ہو کر مرید ہوا۔ آپ نے اس کا نام شیخ عبدالسلام رکھا کہ سماع میں ان کی عجیب کیفیت ہوتی تھی۔ ایک بار آپ سیر کرتے ہوئے بمقام جگن ناتھ پہنچے۔ بازار کی سیر کر رہے تھے کہ ایک بت سنگین کو دیکھا۔ کہ ہنود اس کی پوجا کر رہے ہیں شیخ بھی محو تماشا ہو گئے۔ کہ وہ بت آپ سے ہم کلام ہوا۔ اور آپ کی تعریف کی یہ کشف دیکھ کر بہت سے ہندو مسلمان ہوئے۔ بعض مرید ہوئے۔ بکھا ہے کہ شیخ عبدالحق آپ کا ایک مرید گاؤں میں رہتا تھا۔ اور ناکتخدا تھا۔ شیخ بھی اس کے مکان میں سیر کرنا تشریف لے گئے۔ اور اس سے فرمایا کہ چند دنے انہ لا۔ چونکہ فصل ہو چکی تھی وہ نہایت تلاش سے چھ دنے ثابت اور ایک کترا ہوا لایا۔ آپ نے ان کو نوش فرما کر ارشاد کیا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری منکوحہ سے تم کو چھ پسر سالم ایک ناقص عطا کرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ چھ پسر اچھے اور ایک گونا گوا پیدا ہوا۔ بعد چند روز کے شیخ پھر اس دیہ میں تشریف فرما ہوئے اہل دیہ شیرینی لے کر آئے۔ تمام بچے گاؤں کے جمع ہوئے شیرینی تقسیم کی۔ عبدالحق کے پھیوں سالم بچوں نے گونگے کی شیرینی پھین لی۔ اس نے غل و شور کیا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا غل ہے۔ حاضرین نے عرض کیا کہ عبدالحق کے اچھے بچوں نے گونگے کی شیرینی پھین لی فرمایا۔ اس کو ہمارے روہرولاؤ جب وہ پاس پہنچا۔ اپنا لب اس کے منہ سے لگایا۔ اسی وقت گویا ہوا۔ وفات حضرت کی ۱۸ محرم ۵۸۰ھ میں ہوئی مزار گنگوہ میں ہے آپ کے خلفا میں سے آٹھ مشہور ہیں۔ شیخ محمد داؤد کہ فرزند بزرگ تھے۔ دوسرے شیخ محمد گنگوہی کہ فرزند دوم تھے۔ بالکان اور صاحب سلسلہ گزرے تھے تیسرے شیخ ابراہیم مراد آبادی چوتھے شیخ عبدالسبحان سہارنپوری پنجم شیخ عبدالجلیل الہ آبادی۔



چھٹے شیخ جمال ساکن موضع کا پھو۔ ساتویں شیخ مبارک تربیت یافتہ۔ شیخ ابوسعید کے تھے انہوں نے بہت کچھ ریاضت اور مجاہدہ کئے تھے۔ تمام جہاں کی میری۔ مگر کشود کار نہ ہوا۔ آخر خدمت شیخ محمد صادق حاضر ہوئے اور چندے مشقت کر کے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ اور صاحب سلسلہ ہوئے۔ ان کے مزار کا کچھ پتہ نہ لگا۔ اٹھویں خلیفہ شیخ یوسف کہ ان کو بھی خرقہ خلافت پیش گاہ شیخ ابوسعید سے تھا۔ اور انہوں نے شیخ نظام الدین تھانیسری کو بھی دیکھا ہے۔ یہ وہ چالیس ہزار مرتبہ ذکر کرتے تھے اور بہت گراں طبع تھے۔ مگر کشود کار نہ تھے۔ آخر شیخ محمد صادق سے بیعت کی اور اولیائے روزگار ہو کر مقام سمانہ علاقہ کرنال میں سکونت پذیر ہوئے اور وہیں وفات پائی۔

## ذکر حضرت شیخ محمد داؤد بن شیخ محمد صادق گنگوہی

آپ خلیفہ اور صاحب سجادہ بھی تھے کہ حال قوی ہمت اور مجاہدہ میں بگائے روزگار تھے۔ سمراتہ الامرار حضرت کے عہد میں تالیف ہوئی۔ وہ لکھتے ہیں کہ حضرت کو اوائل عمر میں طلب حق و منگیر ہوئی اور آپ کے والد نے حسب الامر حضرت رسول مقبول آپ کی تربیت شروع کی۔ اور حضرت ریاضت و مجاہدہ شاقہ میں مشغول ہوئے اور جو تجلی کہ رونما ہوتی تھی۔ عالی ہمتی سے اس پر قناعت نہ کر کے مشاہدہ ذات رب الجلیل میں قدم آگے رکھتے۔ اور موجب تلقین پند خود اذکار و اشغال اور مجاہدہ میں مشغول رہتے پھر دن چڑھے تک ذکر اسم ذات جہر کے ساتھ کرتے۔ اقتباس سے نقل ہے کہ شیخ داؤد ہمیشہ گیارہویں ریح الاول کو عرس حضرت غوث الثقلین کا کیا کرتے تھے۔ ایک بار حضرت کے پاس کچھ خرچ نہ تھا۔ اپنے خلیفہ شیخ سوندھا سے فرمایا کہ کسی ماہجن سے کچھ قرض لو تاکہ عرس غوث پاک کیا جاوے۔ یہ فرما کر برائے قیلولہ گھر میں جا کر استراحت فرمائی بیدار ہو کر شیخ سوندھا صاحب کے حجرہ میں تشریف فرما ہوئے اور فرمایا کہ اب قرض نہ لینا۔ غوث پاک نے خود مجھ کو خرچ عرس عنایت کیا۔ شیخ سوندھا نے مفصل حال اس کا دریافت فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ میں سو گیا تھا۔ معلوم ہوا کہ غوث پاک تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ یہ پڑیا لے کہ عرس کراں میں گیارہ روپیہ اولیاء اشرفی ہے۔ جب میں بیدار ہوا۔ وہ پڑیا اپنے پاس رکھی ہوئی پائی۔ دیکھا تو اشرفی اور گیارہ روپیہ اس میں پائے۔ کہتے ہیں کہ اس سے پہلے آپ کے ہاں بہت تنگی رہتی تھی جس روز سے غوث پاک نے یہ عطیہ مرحمت فرمایا۔ نہایت کشائش

ہوتی اور فتوحات بدرجہ غایت ہونے لگا۔ نقل ہے کہ آپ نے ایک مرید کو چلہ میں بٹھایا جب چلہ پورا ہوا۔ اس نے عرض کیا کہ میں نے چالیس روز کچھ نہیں کھایا۔ حضرت نے فرمایا۔ کیوں جھوٹ بولتا ہے جو تولے کھانا میں جانتا ہوں جس درخت کے پتے تولے کھائے ہیں۔ میں اس سے گواہی دلاؤں کہ میں اس درخت کی طرف منہ کر کے فرمایا کہ گواہی دے اس درخت نے فصیح زبان سے گواہی دی۔ اور وہ مرید شرمندہ ہوا۔ اور اپنا قصور معاف کر لیا۔ آپ نے فرمایا کہ تجدید بیعت کر کہ بسبب دروغ کے تیری بیعت بھی کاذب ہوئی۔ شیخ سوندا خلیفہ آپ کے فرماتے ہیں کہ ایک درویش آیا اور حضرت سے سوال کیا کہ فقیر با خدا کب ہوتا ہے آپ نے ارشاد کیا کہ جب فقیر کا فقر تمام ہوئے اور حالت اداۃ الفقر فهو اللہ حلوہ نما ہو۔ پھر اس سے پوچھا کہ بندہ لائق اطلاق اسم خدا کے کس کسب سے ہوتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اللہ ایک ہے جب بہت اللہ اللہ کہتا ہے اور اپنے کو ذرا موش کرتا ہے بلکہ خود نہیں رہتا۔ نقل ہے کہ آپ کے ہاں ایک مور پلا ہوا تھا آپ اس کو بہت دوست رکھتے تھے۔ دانہ پانی اپنے ہاتھ سے دیتے تھے جب آپ کا انتقال ہوا اور جنازہ دروازہ سے باہر نکلا وہ مور دروازہ کے ایک درخت پر بیٹھا تھا فریاد کرنے لگا یہاں تک کہ مر گیا۔ نقل ہے کہ ایک روز لواب سعد اللہ خان وزیر حضرت صاحبقران ثانی شاہجہاں بادشاہ نے کہ عالم متبحر اور یگانہ روزگار تھے۔ بخدمت حضرت سلطان عرض کیا کہ شیخ داؤد گنگوہی۔ علم ظاہر چنڈاں نہیں رکھتے تھے اور علم باطن میں معلوم نہیں کہاں تک رسائی ہے اگر حکم ہو تو ان کی آزمائش کروں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ مجھ کو ان کے علم میں کچھ شک نہیں۔ مگر بہتر ہے تم بھی اپنا شک مثالو حضرت بتقریب عرس حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ حاضر تھے۔ لواب مذکور بھی بحیلہ زیارت مزار پر انوار خواجہ پر پہنچا حضرت سے مل کر بحث مقدمات علیہ شروع کی۔ آپ نے روحانیت حضرت خواجہ کی طرف توجہ کی معاً ارشاد ہوا۔ کہ بابا داؤد میں نے تجھ کو بحر مواج کیا۔ جو یہ سوال کرے جواب شافی دے پس سعد اللہ خان نے سولہ سوال کئے۔ حضرت نے سب کے جواب شافی دیتے رہے کرامت دیکھ کر حضرت کو خزینہ العلوم سمجھ کر یکمال عجز و نیاز پیش آیا۔ اور مرخص ہو کر خدمت شاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ شیخ بدرسہ الہی کا تعظیم یافتہ ہے ان کے سینہ میں جملہ علوم موجزن ہیں۔ بادشاہ نے فرمایا۔ الحمد للہ کہ میں تو بقدر اپنے حوصلہ کے ان کے کمال سے واقف ہوں مگر تم بھی واقف ہوئے اور لکھا ہے کہ شاہزادہ دلا شکوہ قادری قدس سرہ کو حضرت سے ہا کمال محبت تھی جب حضرت دہلی تشریف لے جاتے تھے۔ دولت سرائے شہزادہ پر قیام

پذیرہ ہوئے اور دونوں بزرگوار برابر دو مصلحتیں پھانک کر مشغول رہے۔

نقل ہے کہ حضرت اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ مسئلہ ۶۰ھ میں سربراہ آئے تخت شاہنشاہی ہوئے۔ بعض دشمنان خاندان چشتیہ نے شاہ سے شکایت کی کہ شیخ داؤد رات دن بدعت اور سماع میں مشغول رہتا ہے۔ متابعت شرع شریف سے بالکل منحرف ہے۔ دلا شکوہ کا ہم صحبت اور دوست ہے یہ سن کر بادشاہ نے حضرت کی طلبی میں فرمان جاری کرایا۔ حضرت حسب طلب شاہ دہلی پہنچے۔ شاہ نے ملا عبد القویٰ کو کہ دشمن فقراء بڑے بحث بھیجا اس نے حضرت کے پاس آکر مسئلہ سماع کا استفسار کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر از روئے ظاہری پوچھتا ہے تو السماع لابلہ مبارح یعنی جواہل ہے اس کو سماع مباح ہے۔ میں آپ لائق سننے سماع کے جانا ہوں اگر از روئے باطن دریافت کرتے ہو تو تم پر ظاہر ہو جائے گا پس جو قوال ہمراہ تھے ان سے ارشاد فرمایا کہ کچھ کہو۔ انہوں نے قوال شروع کی شیخ مست جام توحید ہوئے اور ملا سے فرمایا کہ اے جاہل میں خود صاحب شرع ہوں۔ مجھ سے دلیل اباحت سماع دریافت کرتا ہے۔ یہ فرماتے ہی ملا کو تمام علوم فراموش ہوئے۔ جاہل محض ہو گیا۔ گریہ و زاری شروع کی اور اپنا سر شیخ کے قدموں پر رکھا اور عفو و تقصیر چاہا۔ شیخ کو بھی اس پر رحم آگیا۔ اور فرمایا کہ تو ملک العلماء اور مفتی ہے فیروں کو کیوں تکلیف دیتا ہے پس جو بھول گیا یاد آگیا اور صدق دل سے مرید ہوا۔

صاحب اقتباس الانوار ناقل ہیں کہ جب وقت آخری قریب پہنچا تین روز پہلے اپنے چھوٹے بھائی شیخ محمد سے فرمایا۔ کہ تابوت میرے واسطے آراستہ کر تین شب سے رسول مقبول کو دیکھتا ہوں کہ فرماتے ہیں کہ داؤد جلد میرے پاس آ۔ پس حسب الامر شیخ کے تابوت تیار کیا۔ شب بدینجم ماہ رمضان شہود عالم الاطلاق نے حضرت پر غلبہ کیا۔ حالانکہ امراض جسمانی سے کوئی لاحق حال نہ تھا۔ قوالوں کو طلب کر کے قوالی شروع کرائی۔ بوقت صبح چھٹی رمضان کو تبرکات پیران چشت اپنے چھوٹے بھائی کے سپرد کئے اور فرمایا کہ یہ امانت شیخ سوندھا کی ہے۔ میرے بعد اس کے حوالے کرنا اور جان اطہر کو مشاہدہ جاناں میں تسلیم کر کے باد دست یک رنگ ہوئے۔ بعض نے سن وفات ۹۵۰ھ لکھے ہیں۔ خلیفہ آپ کے یہ ہیں۔ اقول شیخ سوندھا پسر شیخ عبد المؤمن قدس سرہ کہ اولاد سے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تھے۔ آپ کے والد بھی صاحب دستگاہ اور قصبہ سفیدوں کہ پانی پت سے چورہ قوس جانب غرب ہے۔ متوطن تھے۔ اور حکام بادشاہی سے تھے۔ شیخ سوندھا دو برابر تھے۔ آپ کے چھوٹے بھائی نے دو برو والد کے وفات



پانی اور حضرت زبیر تربیت اپنے والد کے رہے۔ جب سن تیز کو پہنچے۔ کار درویشی میں مشغول ہوئے چندے اپنے کمال کو کسوت سپہ گری میں پوشیدہ رکھا۔ اسی عرصہ میں پانی پت میں آپ کا نکاح ہوا بعد چند روز کے آپ کی منکوحہ کا انتقال ہوا۔ اس وقت کلیہ تعلقات صوری سے خلاصی حاصل ہوئی اور تمام علاقے سے مجروح ہو کر طلب مرشد حقیقی میں نکلے۔ پہلی منزل پانی پت میں ہوئی۔ اور جوار روضہ حضرت شیخ جلال کبیر الاولیاء میں اترے۔ نماز عشاء سے فارغ ہو کر آرام فرمایا۔ شیخ جلال الدین کو معاملہ میں دیکھا کہ تشریف لاکر ہاتھ پکڑا۔ اور شیخ محمد داؤد کی صورت دکھائی اور فرمایا کہ یہ تیرا پیر ہے۔ داؤد نام ہے۔ قصبہ گنگوہ ہی میں ال کا مکان ہے وہاں با اپنے مطلب کو پہنچے گا۔ جب حضرت پیدا ہوئے صورت شیخ داؤد کو لوح سینہ پر منقش دیکھا۔ صبح وہاں سے اٹھ کر گنگوہ کی راہ لی اور خدمت میں شیخ داؤد کی پہنچ کر مرید ہوئے بعض نے لکھا ہے کہ خرقہ خلافت پہلے شیخ محمد صادق ہی سے پہنچا تھا۔ الغرض چندے ریاضت اور مجاہدہ میں مشغول رہ کر بعد تکمیل کامل کے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ اور حسب الہدایت پیر دستگیر شیخ محمد داؤد برائے بیت خلق پانی پت میں آکر مقیم ہوئے کبھی روضہ کبیر الاولیاء میں۔ کبھی شاہ ولایت میں شب بسر فرماتے۔ تمام دن جنگل میں لعبادت مشغول رہتے۔ بعدہ حسب اجازت مرشد موضع بوہر میں چندے رہے۔ اور روحانیت سید مغر الدین صاحب ولایت سے استفادہ اٹھایا۔ شیخ بلاتی کہ جدم تھے۔ وہ آپ کے ہمراہ تھے۔ بعد مقام کیتھل کہ وطن شیخ بلاتی کا تھا۔ تشریف لائے اور چند روز رہے اور ریاضت کی یہ کیفیت تھی۔ کہ ایک ایک چلہ قدم حجرہ سے باہر نہ رکھتے تھے۔ ایک بار یہود سے بابر شاہ ولایت بھوہر کا غل تھا۔ آپ بھی شریک تھے کہ لوہر کے حاکم کا پسرفت ہوا۔ اس مردہ کو خدمت حضرت میں لائے اس کے باپ نے عرض کی کہ

مردان خدا خدا نباشند لیکن زخدا خدا نباشند

امیدوار ہوں کہ میرا پسر زندہ ہو۔ یہ سن کر اٹھے اور اس کے سر ہانے جا کر فرمایا کہ حکم ان حی القیوم اٹھ اس نے اسی وقت چشم واکین اور زندہ ہوا۔ لکھا ہے کہ ایک بار حالت مستی میں پرادہ کی آگ میں پھر بھرتک بیٹھے رہے۔ جامہ تک نہ جلا۔ اور ایک بار مقام کیتھل مجلس سماع میں تشریف رکھتے تھے۔ کہ ایک درویش نے حالت وجد میں کہا۔ کہ دیکھو حضرت خواجہ معین الدین چشتی بند الہی تشریف لائے بعض نے لکھا ہے کہ یہ کہانی تشریف لائے اس پر قاضی شہر بہم ہوا۔ کہ ولی کو قی کہنا کفر ہے اور اس

درویش کے درپے قتل ہوا۔ آپ نے قاضی سے فرمایا کہ العاشق والمجنون معاف رکھو درپے اس کے قتل کے نہ ہو قاضی باز نہ آیا۔ اس پر خفا ہو کر فرمایا کہ تو نے عاشقان الہی کے قتل پر کمر باندھی ہے سکتے کی بولی بول کر مرے گا۔ چنانچہ اسی وقت اس کو تپ اور کھانسی اور دمہ پیدا ہوا اور اسی مرض میں مر گیا۔ یعنی وہ عرس شیخ صوفی بدہنی کا تھا اور جس درویش نے بنی ہند کا تھا ال کا نام عبدالقادر تھا، جو شیخ بدہنی کے ناندان سے تھا۔

نقل ہے کہ ایک بار موضع براس میں بمقرب عرس شریف فرلٹے تھے، وہاں سادات کی ایک مسجد تھی۔ اس میں قبلہ رو بیٹھے تھے۔ اس مسجد کے روبرو ایک دالان تھا وہاں ایک خراباتی فقیر بھنگ، پیس رہا تھا آپ نے جو درویش کی آواز سنی فرمایا کہ کیا پیتا ہے۔ مریدوں نے کہا کہ ایک خراباتی بھنگ پی رہا ہے فرمایا اس کو منع کرو، جب وہ منع کرنے سے باز نہ آیا نوبت یہ بہشت مثبت پنچی آپ کو پاس شریعت جلال آیا، مالانکہ اس وقت عمر شریف نوے سے گزر چکی تھی، مگر مثل جوانان عدلے کراں کے رد ہو گئے وہ آپ کی ہیبت سے بھاگا آپ نے فرمایا کہ کہاں جاتا ہے، آخر نظر قہ اس پر پڑ چکی تھی، موضع یتنگ میں جا کر مر گیا۔

نقل ہے کہ بوجہ کبر سنی کے بیٹھنا اٹھنا محال تھا مگر جب سماع ہوتا خود کھڑے ہو کر وجد کرتے اور ایسی قوت ہو جاتی تھی کہ دس آدمیوں سے مشکل سمجھتے تھے۔ اقتباس سے نقل ہے کہ ایک بار عرس شیخ جلال الدین سے فارغ ہو کر بھوہر جاتے تھے، راستہ میں رمن ملے مگر بوجہ ہیبت حضرت کی۔ دست ملازی نہ کر سکے ایک فادم پیچھے رہ گیا تھا اس کو لوٹ لیا وہ روتا ہوا حضرت کے روبرو آیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس گاؤں میں آگ نہ لگی۔ یہ فرماتے ہی وہاں آگ لگی، زمیندار وہاں کے دوڑے، عاجزی سے پیش آئے جو لوٹا تھا حاضر کیا آپ نے درود شریف پڑھ کر اس طرت دم کیا فوراً آگ بجھ گئی لکھا ہے کہ ایک بار آپ وجد سماع میں تھے کہ پیر بھر تمام بدن نظر مردمان سے غائب ہو گیا، پیر بھر کے بعد پیر دکھائی دیا، بی فراغ مجلس کے ایک نے پوچھا، فرمایا کہ لور معشوق عاشق پر غالب آگیا، اس نے نور عاشق کو چھپا لیا تھا، لکھا ہے کہ جب وقت وفات نزدیک پہنچا قوالوں کو طلب کر کے فرمایا کہ یہ بیت حافظ صاحب کی کہو۔

صحبت غیر خواہم کہ بود عین قصور      باخیال تو چہ باد گراں پردازم

جب قوالوں نے اس کو شروع کیا تو آپ کو وحید ہوا اور اسی ذوق شوق میں بتاریخ ۲۴ ماہ جمادی  
جمادی الاول ۱۲۹ھ میں بمقام سفیدون انتقال فرمایا۔ خلیفہ آپ کے اول شیخ محمد اکرم بن محمد علی  
اکبر متوطن براموی مصنف اقتباس الالوار و سواطع الالوار قدس سرہ ہوئے۔ آپ کے کمالات آپ  
کی تصنیفات سے ظاہر ہو سکتے ہیں، مثل مشہور ہے کہ ہاتھ کنگن کو اڑسی کیا اور تاعمد حضرت اورنگزیب  
زندہ رہے۔

دوسرے خلیفہ شیخ محمد علی بن شیخ النخس ساکن برآں تیسرے خلیفہ شیخ پیر محمد ساکن بٹھانہ بھون  
جو تھے خلیفہ شیخ عثمان کرنالی، پانچویں خلیفہ شیخ محمد صدیق کیتھلی، چھٹے خلیفہ شیخ داؤد کے شیخ بلاق  
کہ محبوب مرشد تھے۔ اور خود پیر مرشد کے عاشق صادق تھے، ذکر جہر بہت کرتے تھے، جب شیخ داؤد  
جی کا انتقال ہوا۔ ہندوستان کو چھوڑ کر حج کیا۔ اور مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے، چندے وہاں رہ کر فوت  
ہوئے، ساتویں خلیفہ شیخ داؤد کے شیخ عبدالقادر متوطن قصبہ ستور و فات بھی حضرت کی سنتوں میں ہوئی  
آٹھویں خلیفہ شیخ داؤد کے شیخ ابوالعالی انبیٹھوی کہ جن کا ذکر آگے آئے گا، نویں خلیفہ شیخ داؤد کے  
سید غریب اللہ بن سید عبدالرسول کیرانوی کہ جہاں کاتب الحروف بوجہ تباہی خاندان کے مقیم ہے۔  
دوسری وجہ قیام اپنے ک آگے بیان کروں گا جاننا چاہیے کہ سید غریب اللہ اور صاحب سیرالاقطاب  
دونوں بزرگ خالہ زاد بھائی اور ہمیشہ بھی تھے، اور سید غریب اللہ کو آپ کے والد نے شاہ محمد پیرزادہ  
شیخ جلال پانی پتی کامر پیر کر دیا تھا، جب یہ سیانے ہوئے۔ تو پیر سے کچھ اعتقاد نہ تھا۔ جب سن بلوغ کو  
پہنچے اور طالب مولیٰ ہوئے تو گنگوہ میں جا کر شرف خدمت شیخ ابوسعید گنگوہی کا حاصل کیا۔ اور اذکار  
و اشغال میں مشغول رہے بعدہ مرید ہونا چاہا، حضرت نے فرمایا، اس سے پہلے کہیں بیعت کی انہوں نے  
شیخ سے ذکر کیا کہ خورد سالی میں شاہ محمد پیرزادہ کامرید ہوا تھا۔ اب آپ کامرید ہونا چاہتا ہوں، آپ  
نے فرمایا تو بہ کر مجھ کو اور میرے پیروں کی کیا مجال ہے کہ اس خاندان کے مرید ہو کر مرید کہیں ہم سب اس درگاہ  
کے غلام ہیں بہتر ہے کہ تو جا کر دضہ شیخ پر ملتی ہو اور اپنا قصور اپنے پیر سے معاف کر اسید غریب اللہ  
بحکم شیخ ابوسعید پانی پت میں آئے، اور مرشد سے تمام حال بیان کر کے قصور معاف کرایا، اور ایک  
مدت تک پانی پت میں مشغول رہے۔ جب شیخ ابوسعید کا انتقال ہوا، پھر خدمت شیخ محمد صادق میں  
حاضر ہو کر مرید ہونا چاہا۔ ان کے حکم سے شیخ محمد داؤد کے مرید ہو کر تکمیل کر کے خرقہ خلافت حاصل کیا



اور شاہ حسین بر بھوی سے بھی خرقہ خلافت پہنچا تھا۔

نقل ہے کہ بعد ازیں خرقہ خلافت ضلع کرتال جلنے کا ان کو حکم ہوا، انہوں نے عرض کی کہ غلام کو وطن شریف کی اجازت ہو، شیخ نے فرمایا کہ وہاں تجھ کو کوئی نہ پوچھے گا، وہاں لوگ کسی کے معتقد نہیں ہوتے۔ ٹٹک بتائیں گے آپ نے عرض کی کہ فقیر کو ایسی ہی جگہ رہنا چاہیئے، کہ جہاں اس کو کوئی نہ پوچھے، آخر کیرانہ میں آکر مکان آبائی تترہ محلہ میں مقیم ہوئے، چنانچہ اس فقیر نے بھی قیام اس قصبہ میں اس وجہ سے کیا ہے کہ کوئی پرسان حال اور تکلیف دہ نہیں ہے، اس قصبہ میں ایسی کچھ جامعیت ہے، کہ ہر شخص بچوں میں دیگرے نیست کے مضمون میں بہت خوش ہے، فقر کی طرف کبھی اس اہل قصبہ کو توجہ نہیں ہوتی، چنانچہ قاضی محمد سالم خلیفہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی کہ کامل وقت گزرے ہیں اور ان کی اولاد بھلی موجود ہے، مگر ان کے مزار کا نشان کسی کو معلوم نہیں، میان یار علی شاہ صابری کہ تمام اس نواح میں مشہور ہیں، مگر اہل قصبہ میں سے کسی کو ان کے مزار پر فاتحہ پڑھتے نہیں دیکھا، حضرت سید غریب اللہ شاہ کا مزار بھی ٹوٹا پھوٹا ہے، سیدوں کا حجرہ مشہور ہے۔ آپ سے بھی لوگ کم واقف ہیں جو شخص فقیہی کرنی چاہے، کیرانہ میں آکر رہے، ہندوستان میں واسطے رہنے فقیر کے سوائے کیرانہ کے دوسرا مقام مقصود نہیں ہوتا، کس واسطے کہ ہندو اور مسلمان اس قصبہ کے کبھی جو یا تے حال اہل تکلیف دہ فقیر کے نہیں ہوتے، اندم بر سر مطلب۔

نقل ہے، کہ سید غریب اللہ اکثر عرس حضرت خواجہ قطب الدین میں حاضر ہوا کرتے تھے، ایک بار عین مجلس میں ایک پیرزادہ طریقہ عالیہ نقشبندیہ معتسب شاہی کو ہمراہ لے کر آیا۔ اور قوالی کو منع کیا کہ تمام صوفی بے حظ ہوتے سید صاحب نے روحانیت حضرت خواجہ کی طرف توجہ کی۔ معاً معلوم ہوا کہ قبر شق ہوئی اور حضور لباس سرخ برآمد ہو کر قبر شریف پر بیٹھے فرماتے ہیں کہ

گلگوں لباس کرد سوار سمند شد یاران حذر کنید کہ آتش بلند شد

یہ سنتے ہی سید صاحب کو حالت ہوئی، یہاں تک کہ اس پیرزادہ کو بھی حالت ہوئی، بعد چند روز کے وہ پیرزادہ اسی ہیبت میں مر گیا، اس نواح میں یہ نقل مشہور ہے کہ بعد اس معاملہ کے حضرت اورنگزیب عالمگیر بادشاہ نے تمام مشائخ چشتیہ کو جودہلی سے شمال میں تھے طلب فرمایا، اس نواح کے پیرزادہ جب کیرانہ میں آئے اور تیر وارہ دروازہ سے باہر ہوئے، ان کی گاڑیوں کے جوہل تھے رہ گئے، بہتیرا

ہانکا مارا قدم نہ اٹھا، اس وقت سب کو خیال ہوا کہ سید غریب اللہ شاہ کا یہ تصرف ہے، سب صاحب آپ کے مکان پر آئے۔ اور چلنے کے واسطے کہا، چونکہ آپ کے نام بھی حاضری کا حکم ہو چکا تھا، آپ نے اپنی رعیت کے کماروں سے ڈولی تیار کر کران کے ہمراہ ہوئے۔ جب گاڑیوں سے ڈولی آگے بڑی کل بیل چلنے لگے۔ بعد تین منزل کے دہلی پہنچے یہاں محتسب نے ایک مکان میں فرش کر کر اس کے نیچے چھتری کٹاریاں تلواریں تیز لگا رکھیں، کسی فقیر دوست نے ان درویشوں کو مطلع کیا، کل کو فکر ہو گیا، کہ اللہ ہی شرم رکھے صبح سب صاحب اس مکان میں طالب ہوئے حکم ہوا کہ یہاں حالت ہو تو دیکھیں یہ حالت تمہاری ریا کے ساتھ ہے یا سچی ہے، سب نیچے گردن کئے چپ تھے سید غریب اللہ شاہ نے کہا کہ اگر سماع کی اجازت ہو تو ضرور عاشقان خدا کو حالت وجد ہو یہ کہہ کر ایک درویش سے فرمایا کہ کچھ کہ اس نے یہ غزل خواجہ قطب الدین کی شروع کی، جس کا مطلع یہ ہے۔

دل اگر دانا بود در ہر من اسرار ہست  
چشم گربینا بود یوسف بہ ہر بازار ہست

اس پر سید صاحب کو حالت ہوئی اور بے اختیار ہو کر لوٹنے اور وجد اور مستی کرنے لگے، پھر بھر کامل وجہ کیا مگر نہ فرش کہیں سے پھٹا نہ جسم مبارک پر زخم آیا، یہ کرامت دیکھ کر حضرت عالمگیر نے کل درویشوں کو باعزاد رخصت فرمایا، سید صاحب کو جاگیر دینی چاہی آپ نے قبول نہ کی اور فرمایا کہ چند بیگہ زمین آپ کے بزرگوں نے میرے بزرگوں کو دی تھی میری قوت لایوت کے واسطے وہی کافی ہے۔ نقل کرتے ہیں کہ جس شب آپ کی وفات ہوئی اس کی صبح کو معتقلان اور مریدان میں سے ایک بزرگ پانی پیت میں تھے، ان کو معلوم ہوا کہ سید صاحب نے انتقال کیا وہ روتے ہوئے بھاگے جب جٹا گھاٹ پر آئے سنا کہ سید صاحب نے شب کو قضا کی افناں و خیزاں با حال پریشان کیرانہ میں آئے تو لوگ حضرت کو قبر میں اتار کر پٹاؤ دے رہے تھے، ان حضرت نے حاضرین سے کہا ذرا تامل کرو اور کاغذ قلم دوات لاؤ، الغرض ایک پرچہ لکھا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ بعد مرنے کے ہم وہاں کی کیفیت تجھ کو بتائیں گے سو وہ وعدہ ایفا فرماتے۔ اور وہ کاغذ قلم دوات قبر میں رکھ دیتے۔ تھوڑی دیر بعد دست حق پرست کاغذ اور قلم دوات لئے پٹاؤ سے باہر آیا، ان درویش نے وہ لے لیا اور ہاتھ آپ کا پھر اندر ہو گیا۔ اس پرچہ کو جو دیکھا تو لکھا ہوا تھا کہ یہاں کے حالات بیان کرنے کا حکم نہیں ہے۔ مزار کیرانہ میں حجرہ مشہور ہے اندر آبادی کے دیکھا اور سنا کہ آپ کی اولاد سے ایک ہی شخص رہتا چلا آتا ہے، دوسرا

بیٹا زندہ نہیں رہتا ہے جو دہتا ہے وہ نیک بخت ہوتا ہے۔

## ذکر حضرت شاہ ابوالمعالی چشتی صابری

یہ حضرت خلیفہ شیخ داؤد گنگوہی کے تھے اور فرقہ

خلافت شیخ محمد صادق سے حاصل کر کے داؤد بیوسے تکمیل کی آپ کے والد سید محمد اشرف کہ قصبہ انبھٹ میں جو متصل، سہارنپور کے ہے متوطن تھے، جب ان کی وفات ہوئی تو شاہ ابوالمعالی خود سال تھے آپ کی والدہ نے آپ کو شیخ محمد صادق کے سپرد کیا اور شیخ شب و روز ان کی تہہ بیت میں رہتے تھے جب انہوں نے انتقال کیا تو شیخ داؤد کے سپرد کیا آخر یہ تکمیل پہنچ کر خلیفہ ہوئے۔

سواطع الانوار سے نقل ہے کہ حضرت اوسط حال میں شہود و ذات ہی میں محو ہو کر دنیا مافیہا کی خبر نہ رکھتے تھے ایک بار تین ماہ تک کچھ نہیں کھایا پیا مطلق رہتے جب وقت نماز آتا خادم بمشکل ہوشیار کرتا نماز ادا کر کے پھر محو ہو جاتے تھے، الغرض کمال بے ہوشی رہی، بعدہ امور دینی سے باخبر ہوئے مریدوں نے پوچھا کہ کیا حالت تھی، آپ نے فرمایا مجھ کو برائے نماز آگاہی ہو جاتی تھی منجانب اللہ تمہارے آگاہ کرنے کی کچھ حاجت نہیں تھی۔

اقتباس الانوار سے نقل ہے کہ ایک بار موسم نیشکر میں اپنی زمین پر گئے کہ جہاں زراعت نیشکر تھی اور جہاں گڑ تیار ہوتا تھا اس جھونپڑے میں شب کو قیام فرمایا، جو لوگ کو لہو چلا رہے تھے ہندی زبان میں گلنے لگے،

تو چلایا جا اکتالا تیری کھر کی ملا کی کالہ

آدھی رات اندھیری تیری جوگ کی سی پھیری

یہ سنتے ہی بے خود ہو گئے اور ہو کانرہ کیا اداس چوہے میں یعنی بھٹی میں گھر پڑے، لوگوں نے دھڑکے نکالا تو دیکھا کہ ایک بال بھی نہیں چلا، اس روز سے بہت ہی شہرت ہوئی ہزاروں مرید ہوئے۔

نقل ہے تھا نیشکر میں مجلس تھی، آپ کے پیر بھائی اور دیگر مشائخین جمع تھے کہ ذکر کلمہ طیبہ آیا آپ نے فرمایا کہ جس نے اس کلمہ کو دل سے پڑھا ہے وہ اگر لفظ لا کسی ذی جان کے کان میں کہے تو وہ مرجائے اور لا اللہ کہے تو پیر زندہ ہو جائے، یہ کہہ کر پھر کھڑے ہوئے وہاں ایک گائے بندھی تھی اس کے کان میں لاکھا وہ اسی وقت مر گئی لا اللہ کہا زندہ ہو گئی اور چرنے لگی نقل ہے کہ حضرت کے گھر میں



کمال تنگی تھی اکثر فاقہ سے گزرتی تھی کسی شخص نے یہ خبر سید میران بھیکہ کو دی، انہوں نے طرف غلہ گھر سے منگا کر اس میں اپنا ہاتھ ڈالا اور کہا کہ کبھی اس طرف میں سے غلہ کم نہ ہوگا، کیا ہی خرچ ہوگا۔ الغرض جب دو ماہ فراغت سے گزرے آپ نے استفسار حال فرمایا، لوگوں نے کل حال دست راست عرض کئے، پس جب اس طرف کو منگا کر تھوڑی دیر سرنگوں رہ کر فرمایا کہ میران بھیکہ میرے توکل میں خلل ڈالتا ہے اس طرف کو توڑ دو۔ نقل ہے کہ ایک بار کنبھ کا میلا تھا۔ پانسو فقراء ہندوؤں کی جماعت انبیٹھ میں آئی، حضرت کا نام سن کر آپ کے پاس آئے کہ ہم تم نام فیری میں ایک ہیں تم مقیم اور ہم مسافر ہیں ہمارے بھنڈارے کا فکر کرو، آپ نے فرمایا کہ بنیتے کی دوکان سے لے لو، اس وقت چند دوکانیں تھیں، جس دوکاندار کے ہاں سے اوچاپت اٹھتی اس کی دوکان پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ ان درویشوں کو سیدھا تول دے اس نے عرض کیا کہ میرے پاس دو چار سیر اٹھا ہوگا اتنا سیدھا کہاں سے لاؤں اور سہارنپور دور ہے کب وہاں سے آئے گا آپ نے فرمایا کہ ٹوکری آٹے دال وغیرہ کی اور گھی کا برتن ایک جگہ نکال کر رکھ جب اس نے سب چیزوں کے برتن ایک جگہ رکھ دیتے آپ نے اپنی چادر مبارک سے ڈھانک دیا اور فرمایا کہ اب تولنا شروع کر الغرض تصرفات حضرت سے سب کو سیدھا مل گیا۔ بعدہ جو دیکھا تو جس برتن میں جو چیز تھی جوں کی توں موجود تھی۔ یہ کرامت دیکھ کر وہ دوکاندار مسلمان ہو کر مرید ہوا۔ اور سلک اولیائیں ملا۔

نقل ہے کہ آپ کا ایک ہم سایہ تھا کہ ہر وقت امدہ ہر جگہ آپ کی شکایت کرتا اور بری طرح یاد کرتا تھا ہر وقت درپے آداب کے رہتا۔ مریدوں نے اس کی تادیب بھی چاہی مگر آپ نے منظور نہ کیا، جہاں تک ممکن ہوتا اس کے اہام و آسائش میں کوشش فرماتے، اتفاقاً وہ مر گیا۔ آپ نے اس کا بہت رنج کیا اور کئی دن تک روتے رہے آخر یاروں نے حال دریافت کیا، آپ نے فرمایا کہ عالم ناسوت میں اکثر انبیاء اولیاء کا دامن حال غیار دنیا سے ملوث ہو جاتا ہے، اس کا زائل ہونا بغیر بدگوئی اور غیبت اور ملامت ایسے اشخاص کے ممکن نہیں، سو یہ متوفی میرا بڑا دوست تھا، اس واسطے مجھ کو اس کے مرنے کا رنج ہوا۔ وفات حضرت کی در ذی الحج الاول ۱۱۶۷ھ میں ہوئی مزار انبیٹھ میں ہے، خلیفہ آپ کے میران سید بھیکہ تھے کہ ذکر ان کا بجائے خود آدے گا۔

## ذکر حضرت شیخ عبدالحق لاہوری چشتی صابری قدس سرہ

آپ خلیفہ شیخ جان اللہ لاہوری کے اعلیٰ درجہ کے درویش اور صاحب سماع تھے، حالت سماع میں جس پر نظر ڈالتے مست و بے ہوش کر دیتے تھے، جو آپ کے سلقہ ارادت میں آتا تھا کامل ہو جاتا تھا، وفات حضرت کی ۱۲ رجب ۱۰۸۷ھ میں ہوئی مزار لاہور میں ہے۔

## ذکر حضرت شیخ عارف لاہوری قدس سرہ

آپ مرید شیخ اسحق بن سنا، کاکہ انتظامی چشتی کے تھے اور میان عارف شہر تھے سہد حضرت شہب الدین صاحب قرآن ثانی شاہجہان غازی میں شہر لاہور میں شیخ وقت مشہور تھے، ہزاروں مرید تھے، ہر مہینہ کے آخر میں دس روز معکف رہتے تھے، پہلی تاریخ کو حجرہ سے باہر آتے، اس وقت جس پر نظر پڑتی وہ تین روز بے ہوش رہتا تھا، لہذا اس روز کوئی پاس حجرہ کے نہ آتا تھا، تمام دن تنہا در حجرہ پر بیٹھ رہتے تھے اور سماع میں وجد بہت کرتے تھے۔ کہ قریب المرگ ہو جاتے تھے، شہزادہ دارا شکوہ سے مسائل توحید میں گفتگو کر کے دونوں بزرگوار خطا اٹھاتے، آخر بمقام لاہور ۱۰۶۴ھ میں درمیان اعتکاف کے انتقال فرمایا۔

## ذکر حضرت شیخ اسماعیل چشتی اکبر آبادی قدس سرہ

آپ خاندان سے شیخ سلیم کے تھے علوم ظاہری اور باطنی میں یگانہ روزگار تھے، طالب دنیا یا دین جو خدمت میں آتا اس کو محروم نہ رکھتے اور فرماتے تھے کہ اگر طالب دنیا کا مطلب حاصل ہو گا تو اس کو اولیاء اور فقراء سے محبت ہوگی، آخر رفتہ رفتہ طالب حق ہو کر منزل مقصود اصلی کو پہنچ جاوے گا۔ خلق کا ہر وقت اثناء ہم رہا کرتا تھا اور سماع میں وجد بہت کرتے تھے، وفات حضرت کی ۱۰۶۶ھ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت سعید خان میانہ چشتی قدس سرہ

یہ حضرت مرید خاندان شیخ نظام الدین نازولی کے تھے۔ بعض نے لکھا ہے کہ جب حضرت کو سماع میں حالت ہوتی تھی وہ اثر جانوروں میں بھی ہوتا تھا کہ وہ مرغ نیم بسمل کی طرح تڑپتے، ایک روز آپ زیر درخت لاگ سن رہے تھے، جب آپ کو وجد ہوا

ایک فاختہ نیچے گر کر ٹرپنے لگی، ایک انجان نے اس کو ذبح کیا، آپ کو بہت رنج ہوا فرمایا اپنے بھائی کو ناحق قتل کیا، آخر پہلے وہ ذبح دیوانہ ہو گیا، پھر کسی نے اس کو قتل کیا، وفات حضرت کی سنہ ۱۰۶۷ھ میں برہان پور میں ہوئی۔

## ذکر حضرت شیخ پھوکی افغان عزیز زلیٰ قدس سرہ

پانی تھی نہایت بالکمال اور حاتم بہت غلو کرتے تھے، تمام شب سماع سنتے تھے، جب وفات حضرت کی نزدیک پہنچی، حاتم بن سے فرمایا کہ میرے پاس کوئی نہ رہے جب تک رسول پاک کی زیارت سے مشرف نہ ہوں گا جان نہ دوں گا، تم لوگ اب دیدار رسول پاک نہیں رکھتے، یہاں سے چلے جاؤ اور حجرہ بند کر دو، بعد وفات میری کے چھت حجرہ کو شکافتہ پاؤ گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، وفات حضرت کی بمقام قصور سنہ ۱۰۶۹ھ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت شیخ عارف صابری لاہوری

آپ خلیفہ شیخ عبدالخالق لاہوری کے تھے جو کچھ زبان سے فرماتے فوراً اس کا ظہور ہوتا۔ کامل وقت گزیرے ہیں، ایک بار آپ کی خانقاہ میں سماع ہو رہا تھا، جب قوال اس بیت پڑائے۔

آن میجائے کہ جان دردست دوست میدہد جان کنز بمیر چند بار  
شیخ کوال پر ذوق ہوا، وجد میں آئے کہ ایک شخص اپنے پسر کو لایا کہ وہ سخت بیمار تھا، دعا کی التجا کی  
حضرت نے اس کے منہ پر ہاتھ پیرا اسی وقت اس کو صحت ہوئی۔ وفات حضرت کی، رذی الحجۃ السنہ ۱۰۷۷ھ میں ہوئی مزار لاہور میں ہے۔

## ذکر حضرت مولانا عبدالمکریم پشاوری قدس سرہ

حضرت فرزند مولانا درویش کے تھے اور خلیفہ میر سید علی خواص کے اور علوم ظاہری اور باطنی کی تکمیل پدیر عالی قسداپنے سے کی علوم ظاہری اور باطنی میں یگانہ روزگار تھے، مخزن الاسلام کو پورا کیا، کہ جو آپ کے والد کی تصنیف تھی، ایک شخص نے دریافت کیا کہ غوث کی تعریف کیلئے آپ نے فرمایا کہ اگر بعد مرنے کے کوئی اس کے منہ کی طرف



دیکھے تو وہ ہنس دے، چنانچہ بعد انتقال حضرت کے ایک شخص نے برائے امتحان حضرت کے چہرہ کی طرف دیکھا آپ ہنس پڑے وفات حضرت کی ملک یوسف زنی میں ۱۰۴۲ھ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت شیخ پنجویشاوری قدس سرہ** | یہ حضرت قوم گوہر اور کاملین وقت سے ہوئے ہیں۔ فیضان مولانا

درویز سے تھا، آپ کے مرید اکثر صاحب کمال گزرے ہیں چنانچہ مولانا چالاک میانہ و شیخ شاہ شاہجہان پوری و شیخ علی وغیرہ مشہور ہیں۔ وفات حضرت کی ۱۰۴۳ھ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت شیخ پیر محمد ساون قدس سرہ** | یہ حضرت مرید شیخ عبدالکریم کے تھے اور وہ مرید خاندان نظامیہ

میں تھے، سلسلہ ان کا شیخ حسام الدین مانگ پوری سے ملتا ہے عالم باطن اور مرید بھی اکثر آپ کے با علم و فضل ہوئے ہیں صاحب اخیار الاولیاء نے آپ کی کرامت کا بہت کچھ ذکر کیا ہے یعنی آپ کی یہ کیفیت تھی کہ جیسی صورت چاہتے ویسے ہی ہو جایا کرتی اور ہندی اور فارسی میں شعر خوب کہتے تھے وفات حضرت کی ۱۰۴۴ھ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت شیخ یحییٰ گجراتی قدس سرہ** | آپ شیخ وقت اور مرد با عظمت و ہمت کہ سلسلہ ارادت و آبائی آپ کا حضرت

مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی سے ملحق ہوتا ہے، بہت کچھ ہمدرد ریاضت اور مجاہدہ کے بعد حج کر کے مدینہ طیبہ میں مقیم ہوئے، علماء و مشائخ مدینہ آپ کی کرامت کے معترف تھے۔ وفات حضرت کے ۱۰۴۵ھ میں بمقام مدینہ پاک ہوئی۔

**ذکر حضرت شیخ جنید موبانی حشری** | آپ ثانی جنید بغدادی تھے، شریعت اور طریقت اور معرفت اور حقیقت سے خوب

واقف ساکن قصبہ موبان تھے، بعدہ سندیل میں متوطن ہوئے۔ تمام شب یا د خلائ میں تہارت دین کو جنگل سے لکڑیاں لاتے ان کو فروخت کر کے خرچ مساکین و اہل خانہ میں لاتے، سماع میں بہت غلو کرتے ہندی، فارسی عربی میں خوب اشعار کہتے تھے، اور چند رسالے فقہ میں تصنیف کئے وفات حضرت کی ۱۰۴۶ھ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت شیخ حبیب خیر قری قدس سرہ** | یہ حضرت متوطن بنگالہ کے تھے۔  
حالیہ میں آکر شیخ محمد کے مرید ہو

کر چندے کسب درویشی میں مشغول رہ کر خیر میں آئے اور تیس برس بغیر ضرورت قوی کے حجرہ سے  
باہر قدم نہ رکھا اور صائم الدہر اور قائم اللیل تھے فتوحات جو ہوتا اس کو قبول نہ فرماتے، اسم ذات  
کا شغل رکھتے تھے نہایت باکمال اور صاحب کرامات تھے غیب کی خبریں دیتے تھے، وفات حضرت  
کی ۱۰۹۱ھ میں بمقام اورنگ آباد ہوئی۔

**ذکر حضرت شیخ پیر محمد لکھنوی قدس سرہ** | یہ حضرت شیخ کامل اور متوکل تھے اور  
حاجی بھی تھے متوطن جوہنور کے تھے

بعدہ دہلی میں تحصیل علم کیا اس کے بعد قنوج میں آئے وہاں بھی کچھ پڑھا وہاں سے لکھنؤ آکر قاضی  
شیخ عبدالقادر سے بقیہ تحصیل کر کے حضرت شاہ عبداللہ سیاح چشتی کے مرید ہو کر سلسلہ عالیہ  
چشتیہ و دیگر سلسلے میں اجازت حاصل کی اور کنارہ گوشتی پر قیام فرما کر ہدایت خلق میں مصروف  
ہوئے اور فتوح بھی بہت تھا مگر سوائے خرچ ایک روزہ کے اور زیادہ نہ رکھتے تھے مہمان نوازی  
بہت کرتے سماع سے بہت ذوق تھا اور جب چاہتے مع ہمراہیان پانی پر سے گزر جایا کرتے تھے  
کسی کا پیر تر نہ ہوتا تھا دونوں وقت قوال حاضر ہوا کرتے تھے۔

صاحب معارج الولاہیت لکھتے ہیں کہ جب میں بنگالہ سے لکھنؤ آیا شیخ پیر محمد کی خدمت  
میں حاضر ہوا نہایت شفقت سے پیش آئے اپنی تصنیفات سے بحر الفراست مخرج دیوان حافظ  
پیش کئے اس کو ملاحظہ فرما کر بہت خوش ہوئے اور بعض اشغال چشتیہ کی بندہ کو اجازت دی اور  
رضعت فرمایا، حضرت کی تصانیف سے شرح حکمت شرح ہدایۃ الحکمۃ و فتاویٰ فقہ میں اور مکتوبات  
تصوف میں اور اربع منازل سلوک میں ہیں وفات حضرت کی ۱۰۹۱ھ میں بمقام لکھنؤ ہوئی۔

**ذکر حضرت شیخ محمد صدیق چشتی صابری لاہوری** | آپ تمام دن طلباء کو  
علوم ظاہری پڑھاتے

اور شب کو طالبان حق کی تربیت فرماتے تھے اور حالت وجد و سماع میں جس پر نظر پڑتی وہ تارک  
الدنیا ہو جاتا تھا۔ آپ مرید شیخ محمد عارف لاہوری کے تھے۔ وفات حضرت کی بمقام لاہور ذی الحجہ

۸۲۰ء میں ہوئی۔

## ذکر حضرت شیخ محمد چشتی صابری دہلوی

یہ حضرت خلیفہ اعظم شیخ محمد ابراہیم رامپوری کے وہ خلیفہ شیخ ابوسعید

گنگوہی کے وہ خلیفہ شیخ نظام الدین بلخی کے وہ خلیفہ شیخ جلال الدین تھانیسری کے وہ خلیفہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے فقر میں شان عالی اور بلند رہتے تھے۔ مزار حضرت کا دہلی میں لب دریا ہے۔ وہ شیخ محمد کی باؤلی مشہور ہمدیہ حضرت بھی اپنے عہد میں قطب دہلی تھے تمام امراء دہلی معتقد تھے اکثر خوارق اور کرامات حضرت کے مشہور و معروف ہیں۔ بزرگان راقم کو بھی نہایت خلوص تھا۔ فتوحات آپ کو بدرجہ غایت تھا وفات حضرت کی ۱۲۲۰ھ میں ہوئی۔ آپ کے مزار پر عاشق برستی ہے۔ نہایت پُر فیض جگہ ہے۔

## ذکر حضرت شیخ عبدالرشید جالندھری

آپ سادات عظام جالندھر سے تھے۔ بعد تحصیل علوم ظاہری کے خوب سیاحت

کی شاہ ابوالعالی کے مرید ہوئے، جب عمر طبعی حضرت شاہ کی پہنچی، ان کو سید میراں بھیک کے سپرد کیا، ان کی خدمت میں انہوں نے تکمیل کر کے خرقہ خلافت حاصل کیا، وفات حضرت کی غور ماہ زیغ الاول بروز جمعہ ۱۱۱۱ھ میں عین حیات میراں بھیک میں ہوئی۔ فوت ہو کر جالندھر میں مدفون ہوئے۔

## ذکر حضرت سید محمد سعید الخاطب بہ سید میراں بھیکہ چشتی

### صابری قدس سرہ

یہ حضرت صاحب سجادہ شاہ ابوالعالی کے تھے، صاحب مقامات بلند درجات ارجمند عظمت اور مصیبت اور رجمانیت تھے، عشق اور محبت میں ثانی نہ رکھتے تھے۔ اکثر استغراق رہا کرتا تھا، سماع سے بہت خوش تھے، جس قدر کشائش ظاہری اور باطنی اور قبولیت صوری اور معنوی حضرت کو حاصل تھی اس وقت میں دوسرے کو نہ تھی، بہت کم آپ کے مرتبہ ابدالیت و قطبیت وغوثیت کے پہنچے ہیں، دوحہ ہندی زبان میں بیان تو حید میں خوب فرماتے تھے، مشہور ہیں اور سادات صحیح النسب سے تھے، یعنی



سید میراں بیک بن سید محمد یوسف سوانیہ بن سید قطب شاہ بن سید عبدالواحد بن سید احمد بن  
 سید امیر سعید بن سید نظام الدین بن سید عزیز الدین بن سید شاہ تاج الدین بن سید عز الدین نور بہار  
 بن سید عثمان بن سید شاہ سلیمان کفار کش بن سید زید سالار لشکر بن سید امیر احمد زاہد بن سید  
 امیر حمزہ بن سید ابابکر علی بن سید عمر علی بن سید محمد تختہ بن سید علی شاہ رہبر بن سید حسن ثانی ملقب  
 بحض بن سید محمد مدنی حمیص بن سید حسن شاہ ناصر ترمذی بن سید موسیٰ حمیص بن سید علی حسن حمیص بن  
 سید حسین علی اصغر بن حضرت امام زین العابدین سید الکونین حضرت امام حسین شہید دشت کربلا  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور سلسلہ مادری بھی سالار لشکر سے جا ملتا ہے، اور سید زید سالار لشکر  
 برائے جمہاد ہندوستان میں آکر سوانہ میں ٹھہرے، وہاں کے راجہ نے ان کو شہید کیا بعدہ ان کی اولاد  
 راجہ سے لڑی اور فتح یاب ہو کر سوانہ کی سکونت اختیار کی، سلطان شمس الدین التمش نے اس دودمان  
 کی بہت کچھ مدارات اور پردوش فرمائی۔ بعض نے لکھا ہے کہ سلطان موصوف نے اس خاندان میں اپنی دختر  
 کی شادی کی تھی، مگر سوائے سلطانہ رضیہ بیگم کے سلطان کی دوسری دختر نہ تھی، رضیہ بیگم بادشاہ ہوئی  
 پھر بسبب بد اعمالی کے معزول ہوئی مشہور ہے، صاحب ثمرۃ الفوائد لکھتے ہیں کہ حضرت میراں بھیکہ نوہر  
 کی عمر میں یتیم ہوئے۔ اور آخوند فرید سے تحصیل علوم ظاہری کے بعدہ بطلب حق خدمت شاہ ابوالمعالی  
 میں مرید ہو کر بعد ریاضت اور مجاہدہ شائقہ کے خرقہ خلافت حاصل کیا، نقل ہے کہ ایک ہندویر برنام  
 ساکن موضع بی بی پور کہ مسلمانوں کا جانی دشمن تھا۔ ایک بار ان نے کچھ مفسدہ پروازی کی، جس کی وجہ سے  
 گرفتاری کا حکم ہوا، وہ بمقابلہ پیش آیا۔ آخر گرفتار ہو کر سرحد میں آیا، صوبہ دار سرحد نے اس کے  
 قتل کا حکم دیا، اتفاقاً برقنداز کو توالی اس کو قتل گاہ پر لے جاتے تھے، کہ راستہ میں سواری حضرت  
 شاہ میراں بھیکہ کی ملی وہ دوڑ کر قدموں پر گرلا، اور عرض کی کہ اگر میں بچ گیا تو مسلمان ہوں گا میری مشکل کشا  
 کیجئے، آپ نے فرمایا، کچھ اندیشہ نہ کر اللہ کو یاد کر عافیت الیہ کو گھسیٹ کر لے چلے ابھی قتل گاہ پر نہیں  
 پہنچا تھا، کہ صوبہ دار کا حکم ہوا، کہ اس خون کو ہمارے درویش پیش کر دو، جب سامنے اس کے گیا، اس کا  
 قصور معاف کیا اور خلعت دے کر رخصت دی وہ خدمت حضرت میں آکر مسلمان ہو کر مرید ہوا،  
 آپ نے اس کا نام پیر شاہ رکھا۔ کہ وہ دواصلان الہی سے ہو کر داخل خلفاء ہوا لکھا ہے کہ ایک بار  
 امساک باران تھا تمام رعایا اور بادشاہ سب کو رنج اور فکر تھا اور وہ عہد محمد شاہ بادشاہ کا تھا

امراتے دہلی سے بعض نے عرض کیا کہ سید میراں بھیکہ کہ اس وقت شیخ وقت اور واصل تھا اور مجیب الدعوات ہیں اگر وہ دعا کریں تو عینہ بر سے بادشاہ نے صوبہ سرہند کے نام حکم جاری فرمایا کہ سید میراں بھیکہ صاحب کو باعزاز تمام زندہ باد دولت پہنچا دے، اور ایک خط کے نام مشتاقانہ لکھا۔ جب عالم سرہند خدمت سید صاحب میں حاضر ہوا۔ بادشاہ کا خط دیا، اور کلے حال عرض کیا، آپ نے اس خط کو پڑھا اور فرمایا کہ میری جانب سے بادشاہ کو لکھ دو کہ میں ایک ناچیز فقیہ ہوں، لائق حاضری دربار سلاطین نہیں ہوں نہ کسی کام کا ہوں بسوائے ال کے دعا کروں سو میں ہمیشہ برائے بادشاہ اسلام و دیگر مسلمانان دعائے خیر کیا کرتا ہوں، آپ کو کیا فکر ہے، اللہ رحیم اور کریم ہے، اپنے بندوں پر خود رحم فرماوے گا، فقیر کو معاف رکھیے قدرت خدا سے ادھر تو صوبہ سرہند کی عرضی پہنچی ادھر کثرت سے بارش ہوئی۔ بعد اس کے حضرت محمد شاہ نے ہچاس ہزار روپے نقد خدمت شاہ صاحب میں ارسال کئے، آپ نے بدقت قبول فرمائے۔

نقل ہے کہ ایک نوربات ساکن موضع نوند من حضرت کامرید تھا، اتفاقاً اس کا دل برس کا لڑکا فوت ہوا، قدرت خدا سے اسی وقت حضرت بھی ال کے مکان پر پہنچے۔ ال نوربات نے رونا بند کر کے اپنے لڑکے کو کوٹھری میں ڈال کر بند کر دیا، اور اپنی اہلیہ سے کہا کہ جب تک حضرت کھانا نہ کھاؤں انتقال پسر کا حال نہ کھلے، ال کی اہلیہ نے کھانا تیار کیا، جب کھانا حضرت کے روبرو آیا آپ نے فرمایا کہ اپنے پسر کو لا میں اس کے ساتھ کھانا کھاؤں گا۔ ال نے عرض کیا وہ کھیلنے گیا ہے، اس وقت ال کا آنا غیر ممکن ہے آپ نے فرمایا کہ میں بغیر ال کے ہرگز نہ دکھاؤں گا۔ جب وہ مجبور ہوا رو کر عرض کیا کہ وہ تو آدمی بات مٹی جو مر گیا۔ آپ نے فرمایا سوتا ہو گا جا کر دیکھ لے ال نے کوٹھری کے کوارے جو کھولے دیکھا کہ ال کا نفیری خواب بلند ہے یہ دیکھ کر خوش ہوا ال کو جگا کر ہاتھ پکڑ کر حضرت کے پاس لایا یہ کرامت دیکھ کر ہزاروں معتقد ہوئے لکھا ہے کہ ایک شخص بالادہ بیعت خدمت حضرت میں حاضر ہوا اور دل میں ال کے یہ خطرہ گزرا کہ اگر پیر کامل ہے تو آج مجھ کو بے موسم خرپڑہ دے گا۔ حضرت نے نورباطن سے ال کے خطرہ کو معلوم فرما کر ارشاد کیا کہ امشب نصف خرپڑہ موافق اس شخص کی آرزو کے میں نے طاق حجرہ میں رکھا تو ہے حاضر کرو، جب آیا ال کے حوالہ کیا وہ خرپڑہ لے کر صدق دل سے مرید ہوا۔

نقل ہے کہ ایک بار محمد شاہ بادشاہ نے معرفت نواب روشن الدولہ بہادر قلاتی کچھ حلوائے اور کچھ پوشاک برائے تقسیم فقراء اور کچھ نقد سید صاحب کو ارسال کیا اور دعا چاہی کہ ہمیشہ میری اولاد میں سلطنت رہے، نواب مذکور بعد قلع منازل خدمت سید میران بھیکہ میں حاضر ہوا اور تحفہ بادشاہ پیش کش کیا حضرت نے وہ کل سامان حاضرین خانقاہ کو تقسیم فرمایا اور سلطنت کے بارہ میں مراقبہ فرما کر ارشاد کیا کہ محمد شاہ کو جو سلطنت ملی حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء قدس سرہ کی سفارش سے ملی انہوں نے دو پشت سلطنت کی سفارش کی تھی، ہندہ کا کیا چارہ ہے، ہاں اس کی اولاد میں بادشاہ ملک معرفت پیدا ہوگا، فخر الدین ال کا نام ہوگا، وہ قطب وقت اور شاہ ولایت دہلی ہوگا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس خاندان میں سوائے شیخ کاتب الحروف کے اور کا نام فخر الدین نہیں ہوا نہ کوئی سوائے حضرت کے درویش ہوا۔

نقل ہے کہ حضرت ایک بار شاہجہان آباد میں تشریف لاکر نواب تہور خان کے مکان پر فروش تھے سہ پر بہت سے اہل شہر حاضر تھے۔ خانساں نواب کا گھوڑا لایا اور تھالی گھوڑوں کی حضرت کے روبرو رکھی آپ نے اپنے دست مبارک سے ایک ایک گھوڑی کل حاضرین کو تقسیم کی، مگر تہور خان کو نہ دی ان کے دل میں وسوسہ پیدا ہوا کہ اسی وقت ایک گھوڑی تھالی میں سے اٹکر نواب کے ہاتھ میں جا پڑی آپ نے تبسم فرما کر ارشاد فرمایا کہ تہور خان تمہاری مراد ملی۔ انہوں نے آداب بجا لاکر اس کو لوٹ لیا۔ نقل ہے کہ حضرت کو بہت فتوح ہوتا تھا موافق خریج اپنے خادمان کے تیر کھ پیتے اور کل اپنے پیر کی نذر کرنے باورچی خانہ کی یہ کیفیت تھی کہ سوائے یا ہزار اتنے سب کو بلا تخصیص قوم اور ملت کے کھانا پکا ہوا سیدھا ملتا تھا جیسا کوئی کھانا طلب کرتا ویسا ہی ملتا تھا، چنانچہ آج تک آپ کی خانقاہ آباد اور فیض ظاہری اور باطنی جاری ہے۔ آپ کے مرید ذکر اسم ذات جہر کے ساتھ بہت کرتے ہیں، چنانچہ ایک بار فرمایا تھا کہ فقیر کو چاہیے کہ ایک لاکھ ذکر اسم ذات کیا کرے۔ اگر چالیس ہزار روزہ کرے تو اس کو لقمہ درویشی ملتا ہے، اور اپنے مریدوں کو بعد آدمی بات کے سونا بھی منع فرمایا ہے۔

چنانچہ آپ کی خانقاہ میں بعد آدمی بات کے فقرائے خانقاہ اور مسافر درویش سب جگادیتے جاتے ہیں۔ ولادت حضرت کی ۹ رجب بروز دوشنبہ ۱۰۳۱ھ میں ہوئی اور چھوٹی برس کی عمر پانی پانچویں رمضان ۱۰۳۱ھ میں وفات پائی مزار قصبہ کھرام میں حاجت روا ہے۔ خلیفہ آپ کے یہ ہیں



شاہ محمد باقر پسر شاہ ابوالعالی و شاہ امام الدین خلف شاہ محمد باقر شاہ نظام الدین پسر دوم شاہ محمد و شاہ عابد کوئلہ والدہ و سید عبدالوہب کہ مرید شاہ ابوالعالی کے اور خلیفہ شاہ میران بھیکہ کے و شاہ نعمت اللہ مرید شاہ ابوالعالی و شاہ لونگ و خواجہ مظفر و نواب روشن الدولہ ظفر خان بہادر نواب بکھاری خاں پسر روشن الدولہ بانی مسجد طلانی لاہور و شیخ امان اللہ و سید محمد حواد کہ اولاد سے شاہ زید شہید کے اور حضرت کے تھے و میاں اللہ بندہ و سید نعیم مولوی سید تفسی گروہری و سید حافظ غلام اللہ و میاں محمد شاہ کہ منصب دار بزرگان کاتب تھے و شاہ سجاد و حاجی بیت اللہ جامع فضائل شاہ میران بھیکہ و میاں کرم علی کہ یار محمد سید صاحب کے تھے اور قصبہ کمر تھلہ میں مدفون ہیں و شیخ محمد حیات سارنگ پوری علاقہ انبالہ و خواجہ عبداللہ و پیر شاہ مذکور بالا ساکن بی بی پور و شاہ عبدالرحمن بھول پوری و شاہ عنایت بھول پوری و میاں غلام محمد صائم الدہر و قائم الیل کہ پچیس سال برابر معتکف رہے و موسیٰ خاں کہ گم تھلہ میں آسودہ ہیں و مولوی غلام حسین ساکن موضع مجتبیٰ متصل سہارن پور آسودہ ہیں و شیخ محمد و شیخ محمد افضل ساکن سمانہ جو سمانہ میں آسودہ ہیں دیا کوٹ مثل زمین کے عبور کرتے تھے اور پیر نہ نہ ہوتا تھا و میاں محمد اعظم کہ خدمت لنگر خانہ ان کے سپرد تھی اور غرباء کو وظائف تقسیم کرتے تھے۔ شیخ پھجو کہ نواح روضہ حضرت میں آسودہ ہیں و میاں محمد طاہر و محمد افضل خان کہ حجاز حضرت میں آسودہ ہیں و شیخ محمد میر شاہ آبادی۔ جعفر علی خان بن مرزا یار بیگ کہ امراء بزرگان کاتب سے تھے و میاں اللہ بخش و سید علیم اللہ جالندھری و صوفی محمد صدیقی و میاں محمد مراد و شیخ جیون و سید عتیق اللہ کہ صحیح النسب سادات سے گندے ہیں۔ کمالات ظاہری اور باطنی رکھتے تھے، مرید شاہ ابوالعالی کے اور خرقہ سید میران بھیکہ سے پہنچا۔ وفات حضرت کی بماء شعبان ۱۳۱۱ھ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت شاہ بھول برکی صابری قدس سرہ | یہ حضرت خلیفہ سید میران بھیکہ کے اور

قوم سے پٹان متوطن جالندھری اور عالم علوم ظاہری و باطنی تھے اعلم معقول و منقول سید عبدالرشید و سید عتیق اللہ جالندھری سے حاصل کیا اور وضع قلندرانہ رکھتے تھے، بعد انتقال مرشد کے لاہور میں آکر شاہ بلاق قادری لاہوری سے فیض کامل حاصل کیا اور آپ بہت بڑے صاحب تصانیف ہیں فوائد الاسرار و شرح دیوان حافظ آپ کی تالیفات سے ہیں، آپ کے کئی شاگرد بھی صاحب دیوان

ہوتے ہیں، عظمت خان تخلص برکی اور سبھا چند تخلص نادر اور سید علیم اللہ جالندھری بھی آپ کے شاگرد تھے، وفات حضرت کی سال ۱۱۸۶ھ میں ہوئی، مزار قریب عید گاہ جالندھر کے ہے۔

## ذکر حضرت شیخ شاہ لطف اللہ چشتی قدس سرہ | آپ خلیفہ شاہ بھیکہ کے

اول سے علوم ظاہری اور باطنی کی تکمیل شاہ بھیکہ سے کی اور ثمرۃ الفواد شاہ بھیکہ کی کرامات میں لکھی۔ سو فوات حضرت کی بروز شنبہ ۲۰ رذی القعدہ ۱۱۸۶ھ میں بمقام جالندھر ہوئی، مزار باہر شہر کے ہے۔

## ذکر حضرت شیخ محمد سلیم صابری لاہوری قدس سرہ | آپ علمائے مشائخ

خلیفہ شیخ محمد صدیق لاہوری کے اور سماع سے بہت خوش تھے، ہمیشہ سماع سنتے تھے، علمائے لاہور آپ سے دشمنی رکھتے مگر کچھ قابو نہ پاتے تھے جب صوبہ دار لاہور حضرت کا مرید ہوا، ان نے تمام دشمنان حضرت کو ہزمت دے دی، وفات حضرت کی ۳ رذی الحجہ ۱۱۸۶ھ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت شیخ یحییٰ مدنی قدس سرہ العزیز | یہ حضرت خلیفہ حضرت قطب عالم

کے تھے بعد حصول علوم ظاہری کے تکمیل علم الہی کی پیش گاہ پیر روشن ضمیر میں گئے کے غرقہ خلافت حاصل کیا، بعد پایادہ واسطے حج بیت اللہ شریف کے تشریف لے گئے، وہاں سے مدینہ منورہ میں حاضر ہو کر مقیم ہوئے ہزاروں اہل عرب و عجم و ہندو دیگر ممالک کے مرید ہوئے ان میں بہت سے خلفائے باکمال ہوئے آپ ہمیشہ ترتیب طالبان حق میں معروف رہتے، صائم الدہر اور قائم اللیل تھے، آپ کو افطار کم تھا، اور مزار پر انوار حضرت رسول مقبول سے بھی فیضان تھا، ہر وقت استغراق رہا کرتا تھا، ذات پاک رسول اور آل رسول سے نہایت محبت تھی اور ہر ایک سلسلہ میں مرید فوات تھے، چنانچہ حضرت شیخ فتح محمد قادری کیرانوی کہ خلیفہ اکمل سید طاہر اکوٹاوی کے تھے وہ جب حج کرنے مدینہ طیبہ میں پہنچے حضرت سے شرف حضوری حاصل کر کے سلسلہ قادری میں بیعت کی، اور آپ کے عشق و محبت میں ایسے محو ہوتے کہ متعلقان اور ہندوستان کو بھول گئے بلکہ تاحیات آپ کی خدمت میں رہتے

کا تہیہ کر لیا، مگر ایک بار حضرت نے فرمایا، کہ فتح محمد رسول مقبول کا حکم ہے کہ تو وہاں ہندوستان کو جاتے ہو تو سلسلہ جاری ہوگا، خلق اللہ فیض اٹھائے گی، اور اپنی گڑی اور دستار اود تعلیم حضرت غوث الثقلین مرحمت فرما کر ہندوستان کو روانہ کیا، آپ ہندوستان میں آکر کیرانہ میں مقیم ہوئے، جن کی کا حقہ کیفیت آئندہ بیان ہوگی، اگرچہ آپ کے کئی خلیفہ صاحب سلسلہ ہوئے ہیں مگر ہندوستان میں خاص سلسلہ چشتیہ حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی سے اور سلسلہ قادریہ شیخ فتح محمد غیاث الدین کیرانوی سے جاری ہے، اور وہ تبرکات شیخ بھلی مدنی ہنوز موجود ہیں، سالہاں دوبار ان کی زیارت ہوتی ہے، کمالات شیخ کے دیکھنے میرا اولیاء سے بخوبی مشکفت ہو سکتے ہیں، وفات شیخ مدنی کی تاریخ ۱۰۰۰ سن ۸۰۰ھ میں مقام مدینہ طیبہ ہوئی اور زرقہ رسول مقبول کے دفن ہوئے۔

## ذکر حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی قدس اللہ سرہ العزیز

آپ اعظم مشائخ ہندو بکرانے اولیاء خاندان چشتیہ نظامیہ تھے اور جہان آباد مخفف شاہ جہان آباد کا ہے۔ اول آپ نے شاہ جہان آباد میں تحصیل علوم ظاہری فرمایا اور درس تدریس میں مشغول ہوئے ہزاروں طالبان علم کو فیض ہوا۔ جب عشق الہی پیدا ہوا پیر طریقت کی تلاش ہوئی اور ریاضت اور مجاہدہ شروع کیا، بعد روحانیت حضرت سلطان المشائخ سے تربیت پائی، آخر اشارہ روحانیت حضرت سلطان المشائخ مع چند شاگردان با وفا عادم طرفہ بیت اللہ کے ہوئے۔ بعد ان فراغ حج مدینہ طیبہ میں آکر خدمت حضرت شیخ عینی مدنی میں حاضر ہو کر مرید ہوئے، چندے وہاں رہ کر تکمیل کر کے خرقہ خلافت حاصل کیا، بعد بحکم پیر روشن ضمیر شاہ جہان آباد میں تشریف لائے قلعہ شاہی اور جامع مسجد کے درمیان ایک مسجد میں ٹھہرے، حضرت اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ نے خانقاہ تیار کرائی اور محمد معظم بہادر شاہ سنی جو تھے جلوس میں مرید ہوئے اور پیروی مذہب طبع سے توبہ کی۔ بعد ان کے محمد شاہ تک جو بادشاہ ہوئے سب آستان بوسی کرتے رہے چند مدت تعلیم اور تلقین طالبان حق میں مصروف رہے، کچھ ہیں تمام شب حجرہ شریف میں محکوم لنگے رہ کر عبارت حق میں مشغول رہتے تھے آپ کی تصنیفات سے باقی کتب میں جس میں کشلول اور مرقہ شریعت اور سوار السبیل وغیرہ مشہور ہیں، یہاں کاتب نے بھی دیکھا ہے کہ جہد کاتب حضرت ابو ظفر ہمیشہ عرس میں حاضر ہو کر شریک فاتحہ ہوا کرتے



تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ حضرت شیخ کلیم اللہ صاحب ولایت شاہ جہان آباد ہیں اور آپ کی ولادت موسوی تھی۔ آپ کو اسی طریقہ پر روحانیت حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ علیہ سے فیضان تھا۔ وفات حضرت کی ۲۷ ربیع الاول ۱۰۰۰ھ میں ہوئی۔ مزار اپنی خانقاہ میں تھا، اب بعد غدر کے جو آبادی قلعہ اور جامع مسجد کے درمیان کی ویران کر کے سطح ہموار کیا گیا وہ خانقاہ وغیرہ سب منہدم ہو گئی فقط ایک چبوترہ ہے، اس پر مزار ہے اور گرد ابل کے کٹھن ہے۔ حضرت شاہ غلام فرید صاحب مرشد نواب بہاول پور نے تیاری چبوترہ اور کٹھن میں روپیہ سے بہت امداد کر کے فخر دارین حاصل کیا۔ خلیفہ آپ کے تمام ملک میں پہنچے اور سلسلہ جاری ہوا مگر خلیفہ اعظم شیخ نظام الدین ولی اورنگ آبادی ہوئے رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

## ذکر قدوة الاولیاء عمارین حضرت شیخ نظام الدین ولی اورنگ آبادی قدس اللہ سرہ الغزیز

یہ حضرت شیخ المشائخ متاخرین و خلیفہ راستین شیخ کلیم اللہ جہان آبادی کے تھے، حضرت کو فتوحات اور رجوعات اپنے عہد میں شیخ شہاب الدین سہروردی اپنے جد سے کم نہ تھے۔ اس وقت میں یہ کیفیت دوسرے مشائخ کی نہ تھی۔ ایک لاکھ تیر ہوا آپ کے دکنی تھے اور دیگر علاقہ جات کا کچھ شمار نہیں آپ کے خلفائے بہت با کمال اور صاحب عظمت ہوئے۔ حضرت کے کمالات و خوارق زیادہ حد تحریر سے ہیں اللہ تعالیٰ نے ذات فیض آیات کو ہمہ صفت موصوف کیا تھا۔ حسن صورت اور سیرت دولوں مرحمت فرماتے تھے۔ وطن اصل حضرت کا ملک پورب میں ایک قصبہ کہ اس کو قصبہ پورہ کہتے تھے۔ ہے والد آپ کے عالم اور متمول تھے۔ بعد انتقال پند ہند گوار کے بلوئے تحصیل علوم وارد شاہ جہان آباد ہوئے یہاں غمرہ علم و فضل کلیم کاں کر حاضر خانقاہ ہوئے۔ اس روز شیخ مجلس سماع میں حالت وجد میں تھے، اور دروازہ خانقاہ برائے اغیار لان بشرط سماع بند تھا، شیخ نظام الدین نے دروازہ بند دیکھ کر دستک دی۔ شیخ کے مریدوں میں سے ایک نے آکر دیکھا اور نام دریافت کر کے شیخ سے عرض کیا کہ نظام الدین نام غیر شخص نا آشنا ہے، شیخ نے ارشاد فرمایا کہ وہ بیگانہ نہیں ہے

جلد بلالو، لوگوں نے عرض کیا کہ خلاف قاعدہ مروتا آئنا کو اس مجلس میں بلانا نہ چلیے۔ شرائط سماع فوت ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر نظام الدین ہے تو نا آئنا نہیں ہے اپنا ہی ہے جلد ملاؤ الغرض جب حضرت کو دیوبند شیخ کے لئے تو آپ مراحت مرشدانہ سے پیش آئے۔ تمام شاگردوں سے ممتاز فرما کر انیس و جلیس صحبت اپنی کا کیا اور ہمیشہ ان کی تعلیم میں مشغول رہتے۔ شیخ نظام الدین سماع میں شورش و گریہ و نالہ آپ کے مریدوں کا دیکھ کر متعجب ہوا کرتے۔ اس عرصہ میں تحصیل علوم ظاہری سے انفرام ہوا۔ ایک بار ایک بزرگ مردانہ شیخ کبیر شیخ یحییٰ مدنی مدینہ منورہ سے آئے۔ شیخ کلیم اثر اس وقت کچھ حقائق و معرفت باری تعالیٰ بیان فرما رہے تھے۔ کل حاضرین سن رہے تھے کہ وہ بزرگ بھی پہنچے۔ شیخ کی نظر کیمیا اثر جو ان پر پڑی ہے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ یہ حال دیکھ کر شیخ نظام الدین نے شیخ کے مریدوں سے استفسار حال کیا ان صاحبوں نے تفصیل وار حالات فقر بیان کئے۔ سن کر فیری کی طرف اعتقاد ہوا۔ اور خیال بیعت آیا۔ ایک روز مجلس تھی جب وہ برخواست ہوئے۔ شیخ کلیم گھر میں تشریف لے جانے لگے۔ شیخ نظام الدین نے تعلیم شیخ بھارہ کر درست کر کے دیوبند لب و لب فرما دیں شیخ نے نظر عنایت سے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ نظام الدین تو واسطے کسب علوم ظاہری کے میرے پاس آیا، یا بلاتے حصول فوائد باطنی کے اولیٰ و نسب ہے۔ آپ نے عرض کیا ہے

سہرم بتو مایہ خویش را \* تو دانی حساب کم و بیش

یہ سنتے ہی شیخ کو فرمایا شیخ کبیر شیخ یحییٰ مدنی کا یاد آیا کہ مدینہ طیبہ میں وقت رخصت فرمایا تھا کہ کلیم اللہ ایک شخص نظام الدین نامی ال ہیئت و صورت کا آئے گا۔ اور بروقت دعوت الی اللہ کے یہ بیت زبان پر لائے گا۔ پس ملتے ہی اس بیت کے شناخت کر لیا کہ یہ وہی نظام الدین ہے جس کے واسطے شیخ نے ارشاد فرمایا تھا۔ اور اسی وقت ان کو مرید کر کے تعلیم اور تربیت باطنی میں مشغول ہوئے۔ چند روز مجاہدہ اور مشاغلہ معنوی میں رکھ کر کار بہ تکمیل پہنچا کہ خرقہ خلافت عطا کر کے طرف دکن کے رخصت فرما کر شاہ ولایت اورنگ آباد کا کیا۔ یہ حضرت دہلی سے رخصت ہو کر اورنگ آباد میں پہنچ کر طالبان حق کی تربیت میں مشغول ہوئے۔ نہایت مقبول خلائق ہوئے، لاکھوں مرید ہوئے۔ یہاں تک کہ نواب نظام الملک اصف جاہ بہادر جد نواب غازی الدین خاں مصنف مناقب فرید مرید ہوئے۔ اور حضرت کے حالات میں کتاب احسن الثماثل اور پرکت

صحبت حضرت سے باوجود امارت اور ریاست کے تصفیہ یا طنی میں کمال بہم پہنچایا، نقل کرتے ہیں۔ کہ ایک کا ایک مرید تھا، اس کی زوجہ کو عارضہ جذام لاحق ہوا اور اعضا ٹپکنے لگے پہلے اس لے اطباء سے رجوع کی، جب کچھ سود نہ ہوا۔ حضرت کی خدمت میں آیا۔ آپ اس وقت وضو فرما رہے تھے۔ اس نے دعا چاہی اور بہت رویا کہ میری زوجہ کی یہ کیفیت اور اب یہ نوبت پہنچی کہ تمام کنہ اس سے متنفر ہے، حضرت اس کی صحت کے واسطے دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں طیب نہیں کیا کروں، جب وہ بہت رویا آپ کو رحم آیا۔ اور وضو کا باقیماندہ پانی جو بدھنی میں تھا مرحمت فرمایا اور کہا کہ ہرگز قدرے اس میں سے پلایا کہ اور تھوڑی مٹی گیلی یہ لے جا اور اس کو زخموں پر لگایا کہ، اس نے ویسا ہی کیا درمیان ہفتہ کے اس کی زوجہ کو صحت ہوئی اور چھوٹے بیٹے اکثر مریض اور نگ آباد ہر صبح خدمت عالی میں حاضر ہوتے تھے۔ جس پر چند روز دم فرماتے اس کو صحت ہوتی۔ اور جو شکایت ضعف بسر کی لانا۔ اپنا لب اس کی آنکھ میں لگا دیتے۔ اس کی آنکھیں روشن اور مقوی ہو جاتی تھیں۔ ایک بار ایک سنیاسی حضرت کے پاس آیا اور دریافت کیا۔ کہ فیری میں آپ کو کیا معلومات ہے۔ آپ نے فرمایا کہ سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا بِكَ مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ، جب وہ بہت مصر ہوا، آپ کو جلال آگیا اور فرمایا کیا دیکھنا چاہتا ہے اول تو تو اپنی شکل کو دیکھ، ایک خادم کو حکم دیا، کہ اس کو آئینہ لادو، اس نے جو اپنی صورت دیکھی معلوم ہوا کہ نصف چہرہ بندر کا اور نصف خنزیر کا سا ہے یہ دیکھ کر وہ حیران ہوا اور کہا کہ میری صورت بدل جانے کی کیا وجہ ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو تیری آنکھوں سے دکھا دیا کہ جیسا بندروں اور سوروں کی پوجتے ہو، ایسے ہی تمہاری شکلیں ان کی شکلوں کی سی ہو کر تمہارا حشر ان کے ساتھ ہوگا، یہ کرامت دیکھ کر وہ مسلمان ہوا، اور عرض کی، کہ مجھ کو ایک کسب ایسا یاد ہے، کہ اگر آپ کو بتا دوں، تو عمر بھر جس قدر چاہیں خرچ کریں، اور آپ کا خزانہ کم نہ ہو، اور جہاں جو چاہو موجود ہو جائے، اس نے اپنی بھولی میں سے ایک نایل پیش کیا، کہ یہ بادن تولہ پاؤرتی، الغرض اس نے تھوڑا تانبہ چرخ دے کر قدرے اس میں سے ڈالا، تانبہ اسی وقت کندن ہو گیا، یہ ملاحظہ فرما کر آپ متبسم ہو کر فرمائے لگے کہ اس میں بہت بکیر ہے، ہم کو اللہ تعالیٰ نے بہت آسان طریقہ عنایت فرما دیا ہے، تھوڑا تانبہ اور چرخ دے، جب اس نے تانبہ نگیلا یا، آپ نے اس میں تھوک دیا، اسی وقت وہ کندن ہو گیا،



اس نے عرض کیا، کہ اہل میں کیا حکمت ہے، آپ نے فرمایا کہ ہر برکت نام الہی کی ہے، جو زبان سے لیا جاتا ہے، مگر وہ کام آتا ہے کہ جو اسلام کے ساتھ ہوتا ہے وہ از سر نو صدق دل سے مرید ہوا، اور عرض کی کہ کسب درویشی مجھ کو بھی تعلیم فرمائیے۔ آپ نے اہل کو مرید کیا۔ جب اہل کو کوئی برس ہو گئے محنت کرتے مگر عیب اصل نہ حال ہوا۔ ایک روز اس نے عرض کیا، کہ مقامات نہیں کھلتے، آپ نے فرمایا ایسا معلوم ہوتا ہے وہ بلا یعنی ناریل اکسیر کا تیرے پاس ہنوز موجود ہے، اہل نے اقرار کیا، آپ نے فرمایا، کہ اہل کو چاہ میں ڈال دے، فقیر کو متوکل رہنا چاہیے، الغرض بموجب حکم پیر روشن ضمیر اس نے اہل کو یعنی ناریل اکسیر کو چاہ میں ڈالا۔ اسی شب کو اہل کی مطلب برآری ہوئی اور اولیائے وقفہ سے ہوا۔ اہل نام اہل کا عبد الحق رکھ کر تیرہ کی طرف رخصت فرمایا، وفات شیخ نظام الدین صاحب کی ۱۲ ذیقعدہ ۷۲۲ھ میں ہوئی مزیدادنگ آباد میں زیارت گاہ خلایق ہے۔

آن مقتدرے اولیا و صاحب اسرار خفی و علی مستغرق ذکر کرنا  
 آن جہان عظمت و شہامت آن عالم فیض و کرامت آن باتفاق  
 صاحب ولایت قطب الافراد محبت نبی حضرت خجہ ابہ مولانا محمد  
 فخر الدین جہاں دہلوی چشتی نظامی قدس سرہ

آپ عالم العلماء ہر عظم مشائخ عصر بلکہ قطب ہند اور خلیفہ اپنے پندرنیز گوار شیخ نظام الدین ولی اورنگ آبادی کے تھے، علم شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت میں کامل دستگاہ رکھتے تھے نسب آبائے کرام حضرت کا شیخ شہاب الدین سہروردی سے ملتا ہے اور نسب مادری حضرت سید السادات بندہ نواز میر سید محمد گیسو دلازنگ پختا ہے حضرت مولانا کے پانچ بھائی تھے اور شیخ محمد عطاء الدین دوسرے شیخ غلام معین الدین تیسرے شیخ غلام بہاؤ الدین چوتھے غلام کلیم اللہ اور پانچویں حضرت مولانا فخر صاحب نواب نظام الملک غازی الدین خان بہادر والی حیدرآباد دکن

جامع مناقب فخریہ اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ ۱۲۶ھ میں حضرت مقام اورنگ آباد تولد ہوئے اس وقت حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی وہاں تشریف فرما تھے۔ جب مولانا پیدا ہوئے غسل دے کر ان کو ان کے والد شیخ نظام الدین خدمت شیخ میں لے گئے۔ شیخ آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور خرقة اپنے ملبوس خاص سے تیار کر کے پہنا دیا اور مولانا فخر الدین نام رکھا۔ یعنی اول لفظ مولانا شیخ نے فرمایا۔ الغرض جب عمر شریف سات برس کی ہوئی۔ حضرت سید عالم فخر اولاد صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ پانچ بن عطا فرماتے۔ جب بیدار ہوئے پانچوں بن ہاتھ میں پائے۔ صبح شیخ نظام الدین نے اپنے کشت سے معلوم کیا کہ حضرت کے پاس آکر فرمایا۔ کہ اے نور عین عطیہ رسول مقبول تنہا کھانا نہ چاہتے۔ روزی ہماں بہ کہ تنہا بخوری، پس حضرت مولانا نے دو دانہ تو نوش فرمائے تھے، باقی تین دانہ رو برو والد کے پیش کئے۔ پس جب عمر شریف سولہ برس کی ہوئی۔ شیخ نظام الدین آپ کے والد نے وفات پائی۔ بعدہ حضرت آٹھ برس زہد اور مجاہدہ ریاضت شاقہ میں مصروف رہے، کار فقر کی تکمیل کی، مگر تحصیل علوم ظاہری سے سولہ برس کی عمر میں فارغ ہو چکے تھے۔ جب سن شریف پچیس برس کا ہوا ۱۵۱ھ میں وارد دہلی ہو کر تعلیم اور تربیت طلبائے ظاہری اور باطنی میں مشغول رہے۔ بعدہ بارادہ زیارت مزارات خواجگان چشت اہل بہشت بہ ہمراہی کلو خواص اور شیخ نور محمد بھیل مہادری دارالخیرہ جمیر میں جا کر زیارت روضہ خواجہ سے مشرف ہو کر چندے وہاں رہ کر استفادہ حاصل کر کے طرف اجودھن کے چلے، مشہور ہے کہ حضرت کو پھکیتی اور نبوٹ میں کمال حاصل تھا۔ راستہ میں راہزنوں نے گھیرا، وہ بیس پچیس آدمی تھے آپ لے تن تنہا ان سب کا مقابلہ کر کے سب کو زیر کیا۔ یہاں تک کہ وہ سارا گاؤں مسلمان ہوا۔ وہاں سے اجودھن میں حاضر ہو کر زیارت روضہ بابا صاحب سے مشرف ہو کر وہاں چندے معتکف رہ کر فیضان روحانیت بابا صاحب سے حاصل کر کے لاہور میں آئے، سید محرم علی نقشبندی سے ملے اور چندے اوپر مزار گھر بار مخدوم علی گنج بخش، مجویر میرا داتے سنت پیران خود معتکف رہ کر افادہ حاصل کیا اور مزارت لاہور پر فاتحہ پڑھی تین روز مزار میاں میر لاہوری پر رہ کر مراجعت کی پانی پت میں آکر زیارت مزار حضرت قلندر صاحب و مخدوم صاحب و شاہ ولایت صاحب و دیگر اولیاء سے فارغ ہو کر واپس دہلی میں تشریف لائے کھتے ہیں۔ کہ جب حضرت دہلی میں

تشریف لائے کوشش عمل احاطہ شاہجہان آباد سے باہر تھا، بعدہ اجمیری دروازہ کے باہر خانقاہ تیار ہوئی تھی، مسجد خانقاہ کی تو کاتب نے بھی زیارت کی ہے اب جو وہاں سے نہر نکلی ہے وہ مسجد منہدم ہو گئی ہے۔ چند قبروں کے نشان باقی ہیں۔ آخر یہاں تک رجوعات ہوئے کہ حضرت ابو نصر معین الدین جد کلال راقم مرید ہوئے۔ ان کے مرید ہوتے ہی تمام روسائے شہر و شاہزادگان عالی قدر کل حلقہ ارادت میں آتے۔

نقل ہے کہ ایک بار مجلس سماع میں مریدان حضرت کو وجد تھا اور حضرت بھی بے ہوش اور جام وحدت سے مدہوش تھے۔ دو شخص بد معاش بھی ان وقت موجود تھے۔ ایک نے ایک سے کہا کہ میاں دیکھنا یہ بچہ بد حتی کس طرح ناچتا ہے۔ اتفاقاً یہ آواز حضرت کے گوش زد ہوئی۔ آپ نے ان کی طرف تیز نظر سے دیکھا اسی وقت وہ ناچنے لگے ادا اپنے ہتھیار اور کپڑے سب قالوں کو دے دیجئے۔ جب ہوش آیا حضرت کے قدموں میں سر رکھا اور بیعت کی آزدگی۔ آپ نے فرمایا ہم بچہ کہ رقص و سماع میں ہیں۔ تم ہم سے کیوں بیعت کرتے ہو انہوں نے عفو تقصیر چاہا اور مرید ہوئے۔ حضرت نے دس اشرفی اپنے پاس سے قالوں کو دے کر ان کے کپڑے اور ہتھیار دلا دیئے۔

نقل ہے کہ ایک شخص یار محمد نام صوفی کہ آستانہ حضرت سلطان المشائخ میں رہتے تھے وہ ایسے بیمار ہوئے کہ زندگی کی امید منقطع ہو گئی۔ ایک روز انہوں نے لوگوں سے کہا کہ اگر مجھ میں قوت چلنے کی ہوتی تو میں فخر صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر شفا کے واسطے دعا کرتا۔ اسی شب کو خواب میں دیکھا کہ حضرت مولانا فخر صاحب تشریف لائے اور فرمایا کہ مرزا یار محمد تم کو چلنے کی قوت نہ تھی میں خود تمہارے پاس آگیا۔ تسلی رکھو اچھے ہو جاؤ گے، جب سوتے سے اٹھے۔ اپنے کو صحیح اور سالم پایا اور مولانا کی خدمت میں شکریہ ادا کر کے کل کیفیت عرض کرنی چاہی۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ برناوا تشریف کے بیرزادوں میں سے ایک صاحب نے اپنے گھر میں کہا کہ اگر اب کے کسی کام کو دہلی جانا ہو تو مولانا فخر سے بیعت کروں یا مولانا خود یہاں آجائیں۔ تو اور بھی خوب ہو، تھوڑی دیر کے بعد یہ گھر سے کسی کام کو نکلے دیکھا کہ مولانا تشریف لائے دیکھتے ہی آپ کی قدمبوسی کی اور مرید ہوئے۔ عرصہ سے آج تک مولانا نے دہلی سے باہر قدم بھی نہ رکھا۔ پس تشریف لے جانا مولانا کا بزور کرامت تھا۔ مشہور ہے کہ قاضی الزما صوفی پتی کہ جو دہلی سے بیس کوس ہے تب دق میں مبتلا



تھے۔ کامل نو ماہ تب کو ہو چکے تھے۔ اتنا زبون اعضا ظاہر تھے۔ چہرہ کی نظارت جاتی رہی تھی۔ پیشانی پر چین نہیں پڑتی تھی۔ کان اور گلا دونوں چھوٹے پڑ گئے تھے۔ براز کے ساتھ ہڈیوں کا گودا آنے لگا تھا۔ بول میں دہنیت تھی۔ الغرض تیسرا درجہ تھا۔ آخر اپنی زندگی سے مایوس ہو کر پالکی میں پڑ کر خدمت مولانا میں حاضر ہوئے اور روئے مولانا نے ان پر رحم فرمایا۔ اور گلے لگایا اسی وقت ان کو شفا ہوئی۔

نقل ہے کہ امرائے شاہجہان آباد سے ایک صاحب حضرت کے مرید تھے۔ مگر بوجہ ہرکاتے دشمنان فوج سے ان کا اعتقاد فسخ ہو گیا تھا۔ وہ اکثر میاں بسید ظفر علی ابدال شاہ کہ پہاڑ گنج میں رہتے تھے۔ ان کی خدمت میں بھی آجایا کرتے تھے۔ ایک بار سماع سننے کے بارے میں حضرت مولانا کی شکایت کی۔ سید صاحب کو نہایت ناگوار معلوم ہوا۔ اور ان کو تیز نظر سے دیکھا کہ بے ہوش ہو کر تڑپنے لگے یہ حالت دیکھ کر جو ملازم ان کے ہمراہ تھے ان کو پالکی میں ڈال کر مکان پر لائے۔ بہت کچھ ہمارک کیا۔ مگر کوئی کارگر نہ ہوا۔ ناچار حضرت مولانا کی خدمت میں لا کر عرض کیا۔ کہ یہ آپ کے مرید ہیں۔ ان کے واسطے دعا کیجئے۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ وقوعہ سید ظفر علی شاہ کے مکان پر ہوا ہے اور وہ ہندوستان کے اس وقت شاہ ولایت میں وہیں لے جاؤ میں اس میں کچھ نہیں کر سکتا۔ الغرض ان کے لواحق وہاں سے ان کو سید صاحب کی خدمت میں لائے۔ سید صاحب نے ان کو جو نظر الطاف سے دیکھا۔ فوراً شفا ہوئی۔ وہ نواب صحت پا کر پہلے گئے۔ مقوڑی دیر بعد مولانا بھی تشریف لائے اور کیفیت اس کی دریافت کی۔ سید صاحب نے متبسم ہو کر فرمایا کہ کیا تم مجھ سے دریافت کرتے ہو یہ کہہ کر کہا کہ میرا وقت وصال قریب ہے تمہاری امانت جو عطیہ غوث الثقلین میرے پاس ہے وہ لو اور مجھ کو نصرت دو۔ دونوں بزرگوں نے مصافحہ کیا۔ مولانا تو میانہ میں سوار ہو کر اپنے مکان پر آئے۔ اور سید ظفر علی شاہ نے اسی شب کو انتقال کیا ایک بزرگ درویش کہ جن کی عمر چار سو برس کی تھی اور مرید حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی کے تھے۔ کہ جن کا ذکر دوسرے حصہ قادیہ میں آئے گا۔ سید حسن رسول نما کے قریب پہاڑ پر رہتے تھے۔ سید ظفر علی شاہ کو نعمت ان سے مل تھی۔ پہلے سید ظفر علی شاہ مرید خاندان چشتیہ کے تھے۔

نقل ہے کہ دس شخص افغان ولایتی کہ جو دہلی میں طالب علمی کرتے تھے اور حضرت مولانا کے

دشمن اور علانیہ ہزاروں میں برا کہا کرتے اور قتل پر آمادہ تھے۔ کسی نے یہ خبر مولانا کو بھی دی آپ نے سن کر کچھ خیال نہ کیا۔ چند روز اسی طرح گزر گئے۔ ایک روز عرس خواجہ قطب الدین بختیار کاکی میں مولانا بھی تشریف فرما تھے اور مجلس سماع گرم تھی۔ یعنی ملاں مجلس خانہ میں سماع ہو رہا تھا اور حضرت نزدیک مزار پر انوار مشغول تھے ان میں سے دو دشمن چھریاں لئے ہوئے منظر وقت مرنا قاضی حمید الدین پر بیٹھے تھے۔ ادباً وادباً بلند سے برا بھلا کہہ رہے تھے، آخر حمید الدین خادم آستانہ نے حضرت سے عرض کیا کہ اب تغافل نہیں ہو سکتا۔ کہاں تک ان کے سخن بد سنیں یہ تو ذوق سماع میں خلل آتا ہے۔ یہ سن کر حضرت نے ان کو تیز نگاہ سے دیکھا کہ دونوں بے ہوش ہو کر چوتھے ہر سے گر پڑے اور تا چنبٹے۔ آخر قدموں پر گر کر اپنا قصور معاف کر لیا اور مرید ہوئے چنانچہ صاحب مناقب الفخریہ فرماتے ہیں :-

نگاہت دشمنان لا دست کردہ اثر ہادرگ دور پوست کردہ

نقل ہے کہ ایک عالم دکن سے شہرہ علم و فضل حضرت مولانا کا سن کر دہلی آئے۔ قریب خانقاہ کے ایک مسجد میں ٹھہرے۔ حضرت نے نورباطن سے ان کا آقا معلوم فرما کر اپنا شعار کر لیا کہ دو نو وقت گھر سے کھانا لے جا کر ان کو کھلاتے اور باہر بیٹھنا بالکل چھوڑ دیا جب وہ مولوی خانقاہ میں آ کر حضرت کو دریافت کرتے معلوم ہوتا کہ اندر گھر میں تشریف رکھتے ہیں۔ اسی طرح ان کو ہفتہ گزر گیا۔ ایک باجو حضرت کھلانے گئے۔ ان مولوی نے کہا افسوس ہے۔ میں اتنی دور سے آیا اور مولانا صاحب کی زیارت سے مشرف نہ ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ کون مولانا، انہوں نے کہا مولانا فخر الدین صاحب۔ آپ نے فرمایا کہ وہ یہی عاجز ہے۔ یہ سن کر وہ روئے اور افسوس کرنے لگے کہ چودہ سو کوس کی محنت رائیگاں گئی، سنا کچھ تھا دیکھا کچھ اور اپنے خادم سے کہنا کہ جلدی دہلی سے چلو، آپ نے فرمایا کہ آج میری دعوت قبول کیجئے۔ کل اختیار ہے اور جو پہلے میں نے خدمت کی وہ حق مسجد تھا۔ عرض جوں توں کر کے وہ ٹھہرے آپ نے مکان پر اگر نقیب کو حکم دیا کہ صبح مجلس ہے ایک عالم دکن سے تشریف لاتے ہیں کل مشائخ دہلی جمع ہوں شب گزری صبح آپ لباس درویشی سے مسند حضرت خواجہ بزرگ پر اُسکے پیٹھے تمام مشائخ حاضر ہوئے قوال شروع ہوئی۔ آپ نے نقیب کو حکم دیا کہ فلاں مسجد میں ایک مولوی ٹھہرے ہوئے ہیں ان کو حاضر کر، نقیب موافق امر والا کے مولوی کو ہمراہ لایا، جب مولوی درخانقاہ

پر پہنچا۔ سماع کی آواز آئی۔ بہت ہی خفا ہو کر اپنے دلیں کہا کہ خیر چلو آج معاملہ صاف ہو جاتے گا۔ پس جس وقت روبرو حضرت کے آئے اور نظر فیض اثران پر پڑی فوراً بخود مست و مدہوش ہو کر وجد کرنے لگے۔ تمام کپڑے قوالوں کو دے دیئے۔ اہل قدر شورش کی کہ مثل مردہ ہو کر پڑ گئے۔ حضرت منبر پر رومال رکھ کر تبسم فرمایا کہتے۔ آخر آپ نے کوزہ پانی طلب فرما کر اہل ہر دم کو منبر پر پھینٹا دیا۔ چونکہ وہ برس نہ ہو گئے تھے۔ آپ نے لنگی ان کے اوپر ڈال دی۔ جب وہ ہوشیار ہوتے قدموں پر گرے اور عرض کی کہ جیسا سنا تھا۔ اس سے سو حصہ زیادہ پایا اور مدہوش ہو کر چندے زیر میں مشغول ہو کر اولیائے زمانہ سے ہوتے مولوی کو تنفر ال پر ہوا تھا۔ کہ رش مبارک خشخاشی رہتی تھی۔ اور انگشتان بعض میں انگشتی رہتی تھی۔ نقل ہے کہ ایک روز حضرت صحن خانقاہ جلوہ فرماتے تھے۔ اور تدریس علم میں مشغول تھے کہ ایک پٹھان چھری ہاتھ میں لے کر آیا۔ اور بعد سلام پوچھا کہ باوجود اہل علم فضیلت کے سماع سنتے ہو۔ اس کا کیا سبب کیا دلیل ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ میں قصور وار ہوں۔ تم دعا کرو یہ سنتے ہی اس نے حضرت پر چھری لگائی مگر زخم نہ آیا۔ چاہتا تھا کہ دوسری اور مارے کہ ایک خادم نے اس کا ہاتھ پکڑا۔ حضرت نے خادم کو نظر سے منع فرمایا کہ اس کا ہاتھ چھوڑ دے۔ اور اپنا سر اس کے آگے جھکا کر فرمایا کہ میں حاضر ہوں، اگر میرا کسی کے کام آجائے تو بہتر ہے۔ پس وہ بے رحم شرمندہ ہو کر چلا گیا۔ دوسرے روز وہ بند گھر اور ہمارا ہیوں کو لے کر آیا، حضرت وقت معینہ پر تشریف فرما تھے دروازہ بند تھا۔ اس نے آواز دی کہ دروازہ کھولو جب دروازہ کھلا وہ ٹیٹوں نہ آئے۔ حضرت نے معلوم فرمایا کہ آج ضروریہ بارادہ قتل آیا ہے۔ پتہ نظر سے ان کی طرف دیکھا۔ وہ اسی وقت زمین پر گرے اور مدہوش آئے۔ یہاں تک کہ سر پھوٹ گئے۔ کہنی گھٹنے ٹوٹ گئے۔ جب ہوش آیا قدموں پر گرے۔ عفو تقصیر چلا اور بیعت کی خواستگاری کی۔ آپ نے ان کو بیعت تو نہ فرمایا۔ مگر کچھ دے کر رخصت فرمایا۔ مشہور ہے کہ ایک بار کسی نے بیان کیا کہ اہل شہر میں حرام بہت ہونے لگے خصوصاً ٹکھائیوں کا جوالہ ہے اس سے اور بھی زیادہ خرابی ہے۔ جس کے پاس دو پیسہ بھی ہوں وہ جا کر اپنا منہ کالا کر آتے۔ یہ سن کر حضرت کو خیال ہوا کہ ایسا امر ہونا چاہیے کہ بندگان خدا حرام سے بچیں۔ آخر شام کے وقت سوار ہو کر ٹکھائیوں کے اڈہ میں آئے وہ دیکھتے ہی سب جمع ہوئے قدم بوی کرنے لگیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم سب اپنی جگہ پر جاؤ۔ جب وہ چلے گئیں۔ آپ الگ الگ ہر ایک کے مکان پر گئے۔ ان کی غریبی و بیافت کی جو



جس نے کہا وہ اس کو دے کر فرمایا کہ آج فقیر تمہارا مہمان ہے، عرصہ دراز تک ان کو ہر روز روپیہ تقسیم فرمایا۔ آخر ایک مرید کو حضرت کا وہاں جانا معلوم ہوا اس نے عرض کیا کہ وہاں جلنے میں کیا بھید ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو یہ خیال آیا کہ بڑھیا جو طواف میں ان کے پاس تو مالدار ہی جلتے گا اور یہ اڈہ ایسا ہے کہ دو بیسے کے واسطے وہ کم بخت بھی گنہگار ہوتی ہیں اور دوسروں کو بھی گنہگار کرتی ہیں، جو ان مخلوق خدا سے بچے بہتر ہے کہتے ہیں کہ وہ رنڈیاں سوا سو کے قریب تھیں۔ سب نے حرام سے توبہ کر کے نکاح کر لیا اور جس نے سب سے پہلے اٹھ کے قدموں کی تھی وہ فقیر ہو کر نبی کریم کے چوراہے پر جا بیٹھی اور سالک مجذوب ہوئی۔

نقل ہے کہ حاجی احمد خلیفہ مولانا صاحب کہ مدینہ طیبہ میں مسکن پذیر تھے ایک روز انہوں نے عالم رویا میں مولانا کو مجلس رسول مقبول میں دیکھا صبح مدینہ سے روانہ ہوئے دہلی میں پہنچ کر حضرت سے بیعت کی۔ اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ صاحب مناقب الغزویہ فرماتے ہیں کہ میرے گھر میں جو فرزند ہوتا حضرت نام رکھتے تھے۔ ایک بار فرزند تولد ہوا۔ میں نے عرضی لکھی، اس کے جواب میں مبارکباد تو لکھی مگر نام نہ لکھا۔ میں اسی وقت سمجھا کہ یہ فرزند جسے نہیں جانتا پچھلے ایک ماہ کا ہو کر مر گیا۔ اور میرا صاحب مناقب غزویہ فرماتے ہیں کہ میرا ایک لڑکا تین برس کی عمر میں سماع میں اس کو وجد ہوا۔ ایک بار وہ بیمار ہوا۔ میں نے عرضی لکھی۔ جواب لکھا کہ اب کے اچھا ہو جائے گا۔ دوسری بار جو بیمار ہوا جانبر نہ ہوا۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار اکبر بادشاہ کے سر میں شدت سے درد تھا۔ بادشاہ نے خواجہ سر کو خدمت مولانا میں بھیج کر عرض کر لیا۔ آپ نے سر مبارک پر سے کلاہ اتار کر خواجہ سر کو دی کہ یہ بادشاہ کو دے دینا اس نے لاکر حضور میں پیش کی۔ بادشاہ نے تعظیماً اس کو سر پر رکھا۔ معادد موقوف ہو گیا۔ اس کلاہ سے سو بار مرورید تول کر خدمت حضرت میں ارسال کئے۔ حضرت نے اسی وقت وہ طلبائے خانقاہ کو تقسیم کر دیئے۔ ایک بار حضرت کے ہاں تقریب کسی عرس کی تھی۔ تمام امرائے شہر اور شہزادے اور مشائخ سب حاضر تھے۔ عین قوالی میں قوالوں کو بند فرما کر حافظ عبدالقادر مخلص بہ قادری کہ حضرت کے مرید تھے۔ ارشاد فرمایا کہ قصیدہ بردہ سے کچھ پڑھو۔ انہوں نے چند بیت خوش الحانی سے پڑھیں۔ تمام مجلس کو جوش و خروش پیدا ہوا۔ اسی وقت ایک مہر وں آیا۔ اس پر جو نظر فیض اثر پڑی اسی وقت اچھا ہو گیا اور مولوی محمد روشن علی و سید محمد مرزا کہ قرابتی لو اب روشن الدولہ کے تھے اسی روز مرید ہوئے۔ نقل کرتے ہیں کہ حضرت مولانا

انتقال سے دو برس پہلے محل سلطانی میں روتی افروز ہوئے۔ چند بیگمات مرید ہوئیں۔ چنانچہ والدہ حضرت ابوظفر بھی حضرت کی مرید بنیں۔ انہوں نے حضرت بہادر شاہ کو پیش کر کے مرید کرایا۔ اس وقت ان کی عمر آٹھ برس کی تھی حضرت نے کچھ بڑھ کر بہادر شاہ پر دم کیا۔ اور بادشاہ اکبر سے فرمایا کہ اگر یہ بچہ بادشاہ کا نہ ہوتا تو میں اس کو لے کر اپنا کر لیتا۔ بادشاہ نے عرض کی اب بھی آپ ہی کا غلام ہے۔ فرمایا کہ یہ خود مالا ہو جلتے گا۔

نقل ہے کہ ایک بار حضرت مولانا مجلس سماع میں روئے حضرت سلطان المشائخ پر حاضر تھے۔ ایک نوجوان کو وجد ہوا۔ ناگاہ قوال کسی ضرورت کو اٹھ گئے کچھ چپ ہو رہے وہ نوجوان مردہ ہو گیا۔ تمام بدن سرد ہو گیا تمام اہل مجلس اس کی طرف نگران تھے۔ اس کا باپ یہ حال دیکھ کر روتا ہوا مولانا کے روبرو آیا اور عرض کی کہ یہی ایک پسر تھا۔ سو فوت ہوا۔ میں بھی جینا نہیں چاہتا حضرت نے ازراہ کرم فرمایا کہ یہ ابھی زندہ ہے تسلی رکھو اور قوالوں کو گانے کا حکم دیا کہ یہ غزل شروع کر دو۔

لب لعل تو صد جاں مے دہد جگر آس آب جیواں مے دہد

مردہ گم با شتم بے عالم باکست جاں وصل خویش جاناں محدد

جب قوالوں نے یہ غزل شروع کی۔ تمام مجلس جوش و خروش میں آئی۔ اس نوجوان کو بھی حرکت ہوئی پھر بحالت وجد زمین پر لوٹنے لگا۔ بعد عتوڑی دیر کے ہوشیار ہو گیا، نقل ہے مولوی مکرم کہ علمائے دہلی سے تھے۔ سماع کے بارے میں حضرت مولانا بہت پرہیز رکھتے تھے۔ ایک روز عین وقت مجلس کے بلادہ بحث آئے، مولانا نے نگاہ تیز سے دیکھا کہ گویا تیر سال کا، مولوی محرم بیٹھ گئے اور وجد ہوا۔ بعد مرید ہوئے۔ ترک تدریس کر کے سلوک طریقت میں مشغول ہوئے۔ کبھی روبرو حضرت کے نعرہ ہاتے عاشقانہ مارتے اور کہتے کہ اے مردان دیکھو رہزن دنیا اور قصاب عاشقان مولانا فخر الدین سے کہ ایک نگاہ تیز سے مولوی محتسب کو شہید کیا حضرت ان کی ایسی مستانہ وار باتیں سن کر تبسم فرمایا کرتے تھے۔ ایک بار مولانا نے ایک لڑکے کو بدلتے تعلیم مولوی مکرم کے سپرد کیا کہ اس کو میزان الصرف بڑھاؤ۔ اگرچہ مولوی بسبب عشق الہی و ولولہ طبیعت کے لائق درس تدریس نہ رہے تھے۔ مگر حکم مرشد کو جبراً قہراً منظور کیا دو روز تو اس کو پڑھا تا تیسرے روز ضرب زید عمر کا سبق آیا۔ لڑکے نے آپ سے پوچھا کہ زید کو عمر نے کیوں مارا۔ مولوی نے فرمایا بابا معشوقان دین عاشقان بے گناہ کو

ناحق مارتے ہیں، یہ کہہ کر کتاب چاہ میں ڈالی پگڑی پھینک دی وجد میں آکر بے ہوش ہوتے  
یہ خبر مولانا صاحب کو ہوئی۔ فرمایا کہ مولوی کو میرے پاس لاؤ۔ جب روبرو آکر ہوشیار ہوئے  
مولانا نے فرمایا کہ لفظ ضرب ریزہ عمر کی کیا کیفیت ہے عرض کی کہ حضرت بس بس دور دراز حکم عالی  
کے سبق دیا اب معاف فرمائیے اگر مار ڈالنا منظور ہے بہتر ہے ورنہ میرا داغ صرف پڑ جانے کے  
لائق نہیں ہے۔ چند روز خدمت مولانا میں رہ کر اولیائے روزگار سے ہوتے۔ وفات حضرت مولانا  
فخر صاحب کی بتاریخ ہفتم جمادی الثانی ۱۹۹۱ھ میں بمقام شاہجہان آباد ہوئی، مزار گھر بازیر مسجد  
آستانہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی حاجت روا تھے خلق ہے کہتے ہیں کہ جہاں مولانا کا مزار  
ہے یہ جگہ ہمت کوتاہ تھی۔ جب جسد مبارک کو اس جگہ دفن کرنا چاہا تو ہرگز کسی کو گمان نہ تھا کہ یہاں  
پورامزار ہو جلتے گا۔ مگر قدرت خدا سے مزار بھی بنا اور پاس آپ کے چھوٹے صاحبزادہ کا بھی مزار ہے  
اور اور بھی جگہ ہے۔ چچا فیروز شاہ قادری خلف شاہزادہ سلیم حن کا ذکر دوسرے حصہ میں ہو گا  
فرماتے ہیں کہ ایک بار بادشاہ ہمدرد شاہ خواجہ صاحب مقیم تھے۔ میں بھی وہیں تھا اور موسم نہایت  
گرم تھا شب و روز لو چلتی تھی۔ میرے ہم جیسوں کی باتے ہوئی کہ آج کا دن باغ محمد شاہی  
میں کہ باغ ناظر مشہور ہے تمام دن رہیں۔ میں اور میرے دوستوں نے باغ میں کھانا کھایا۔ جب دھیر  
ہوئی۔ تو میں اور مرزا عدوانگن بخت دونوں وہاں سے پاپیادہ چلے۔ خواصوں نے چھتریاں کھول  
لیں۔ جب قریب محل سلطانی کے آئے۔ حضور جنگلی دیوڑھی پر ایک کمرہ میں تشریف فرما تھے اور  
گردن تاسینہ کھڑکی سے باہر تھی اس کمرہ کے نیچے ہی راستہ تھا۔ جب ہم نے بادشاہ کو دیکھا۔ آکا  
بجالاتے۔ دیوڑھی پر حاضر ہو کر اپنے حاضر ہونے کی اجازت چاہی۔ پس حسب الحکم ہم دونوں کھڑکیاں  
ہوئی۔ پھر آداب بجالاتے اور حسب اجازت بیٹھے۔ بعد مزاج پرسی کے میں نے عرض کیا۔ کہ جناب عالی  
لو بہت سخت چلتی ہے۔ یہ کھڑکی بند ہونی چاہیے۔ ایسا نہ ہو نصیب اعدا لو لگ جائے بادشاہ  
نے ابدیدہ ہو کر فرمایا کہ چار روز ہوتے کہ میں نے میں بیٹھے کچھ ایسا دیکھا کہ ہر دوپہر کو میں اکڑ بیٹھتا  
ہوں۔ یہ لو مجھ کو ہوائے خس خاند سے بہتر معلوم ہوتی ہے میں نے عرض کیا کہ وہ ارشاد ہو فرمایا کہ  
ایک روز میں اسی جگہ پر بیٹھا تھا میں نے دیکھا کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ  
اور میرے حضرت صاحب یعنی مولانا فخر صاحب دونوں بزرگ ہاتھ بکڑے جھرنے کی طرف چلے آئے



ہیں، قریب تھا کہ میں جھروکوں کی طرف سے کودوں۔ مگر اشارے سے منع فرمایا میں سکتہ کے عالم میں ساکت رہ گیا۔ اس روز سے دوپہر اسی جگہ گزرتی ہے اور یہ معلومات اس کاتب کی ہے کہ حضرت ابوظفر کو مزارات حضرت خواجہ اور حضرت مولانا سے اس قدر محبت تھی کہ اکثر خواجہ میں بہا کرتے۔ آستانہ کی طرف پشت نہ کرتے تھے۔ جس امر میں مولانا صاحب کے قدموں کی قسم کھاتے تھے۔ وہ سچی ہوتی تھی، جب کبھی حضرت مولانا کا ذکر آتا روتے اور حالت طاری ہو جاتی تھی تصویر حضرت مولانا کی سر ہانے رستی تھی۔ بعد حضرت مولانا کے تعلیم حضرت مولانا قطب الدین فرزند اکبر حضرت مولانا سے پائی اور تمام پوتوں اور پڑوتوں کو مولانا سے بھی بہت محبت رہی۔ بہت ادب سے پیش آتے تھے۔ میں نے دیکھا ہے کہ جب میاں کالے صاحب مبارک با دچاند رات یا مزاج پُرسی کو تشریف لاتے تو مسند سے اُدھے کھڑے ہو کر تعظیم کرتے اور برابر مسند شاہی پر بیٹھتے۔ جب میاں کالے صاحب حج کو گئے ہیں تو معرفت ریڈیٹنٹ بنام رؤسائے ہندو حکام عالی قدر من جانب گورنر انگریزی فرمان جاری ہوا تھا کہ بادشاہ کے پیرزادے حج کو جاتے ہیں لازم ہے کہ ان کی تعظیم و تکریم میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ ہو۔ چنانچہ جہاں سے گزرے وہاں سے حاکم ضلع یا رئیس نے کو سوسے پیشوائی کی دعوت اور مزد و نیاز سے پیش آتے اور میاں نظام الدین صاحب و میاں غلام معین الدین صاحب کہ پڑوتے مولانا صاحب کے اور بادشاہ کے پوتوں سے بھی چھوٹے تھے۔ مگر کبھی ان صاحبان کے نام نہ لیتے تھے بڑے میاں اور چھوٹے میاں فرمایا کرتے تھے۔ جملہ مریدان مولانا صاحب سے کمال محبت رکھتے تھے۔ جو درویش خاندان خزیہ کا آتا۔ اس سے نہایت محبت سے ملتے۔ مصافحہ کر کے روتے جواں کی قسمت کا ہوتا۔ خدمت گزاری کرتے، مولانا کے اکثر فضائل بیان فرماتے اور اولاد مولانا بھی اولاد ہمارا شاہ پر کمال مہربانی رہی۔ چنانچہ میاں کالے صاحب اس کاتب پر نہایت شفقت فرماتے اور ارشاد کیا کرتے تھے کہ محبت خداداد ہے۔ جس قدر مجھ کو محبت غلام نظام الدین سے ہے۔ اسی قدر احمد اختر سے ہے بلکہ ایک بگھی اور اس کا یا بو کہ جو خورد سالی میں میاں نظام الدین کی سواری کا عطا حق کو مرحمت فرمایا تھا۔ ایک بار فقیر بیمار تھا۔ دو ماہ اپنے مکان پر رکھا اور جب صحت ہوئی اس وقت قلعہ میں بھیجا آخر کیفیت ارادت اور محبت حضرت ابوظفر کی یہ ہے۔ کہ جب بجائے تخت کے بوریہ بیٹھنے کو ملا اور رنگون میں بھیجے گئے وہاں سے بھی صدر کو ایک درخواست بھیجی تھی کہ میں اور کچھ نہیں چاہتا۔

یہ جو کچھ نقد اور سامان رنگون سے ملتا ہے۔ یہ بھی نہیں چاہیئے۔ امید ہے کہ مجھ کو بمقام مہرولی چھوڑ دیا جائے کہ وہاں میرے پیر کا مزار ہے چاہتا ہوں کہ جودن کی زندگی ہے اکل مزار کے جاروب کشی میں بسر کر کے اپنے پیر کے قدموں میں دفن ہوں مگر یہ آرزو بھی پوری نہ ہوتی ہے۔ وہ بھی ہوگا کوئی امید برائے جس کی اپنا مطلب تو نہ ایک چرخ کہن سے نکلا۔

اور خلفاء حضرت مولانا کے صد ہا ہوتے ہیں۔ مگر تبرکاً چند صاحب درج ہوتے ہیں۔ اول حضرت مولانا قطب الدین پسر سجادہ نشین حضرت کے پد بیڑ گوار سے کچھ کم نہ تھے۔ ۲۸ محرم الحرام ۷۲۳ھ میں وفات پائی۔ دوسرے اکل الخلفاء، مولانا نور محمد بھیل مہاوری و شاہ عبداللہ و شاہ ظہور اللہ مولوی روح اللہ و سید احمد و شیخ شمس الدین مولوی بدیع الدین، مولوی فرید الدین، شیخ محمد سلیم مولوی مکرم، مولوی فرید، مولوی روشن علی، مولوی حسن محمد شاہ محمد، فتح اللہ و صوفی یا محمد شاہ اودھا قادری و نواب نظام الملک غازی الدین خان مصنف مناقب فریہ و شاہ محمد بیداد و حاجی محمد واصل و مولانا سید محمد و مولانا سید ضیاء الدین، سید غفر الدین مست و شیخ گل محمد و حافظ سعد اللہ و شاہ مراد و شیخ محمد مراد و شیخ امان و مولوی علاؤ الدین و شیخ ضیاء الدین و مولوی محمد صالح و میاں عبد الوہاب بیکانیری و حاجی احمد و حاجی خدا بخش و محمد غوث کیرت پوری و محمد غوث فرید ثانی کہ حضرت والد کے پہلو میں آسودہ ہیں، و مولانا عماد الدین معروف سید میر محمد دہلوی، مولانا شاہ ثانی احمد و حضرت اکبر شاہ ثانی بادشاہ۔ ان کی کیفیت یہ ہے کہ آپ کی والدہ حضرت جناب عالیہ سادات عظام سے تھیں جب اکبر بادشاہ ان کے حمل میں آئے وہ جب قرآن پڑھتیں۔ متشابہ لگتا یا کوئی لفظ غلط صادر ہوتا آپ بتاتے ان کو اپنے شکم میں سے آوازیں آتی۔ ایک رونا نہوں نے شاہ عالم سے کہا کہ میرے شکم میں کوئی جن یا کوئی بلا ہے قرآن پڑھنے میں جہاں بھولتی ہوں۔ میرے شکم سے کوئی مجھ کو بتا رہا ہے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ کچھ اندیشہ نہ کرو۔ تمہارے شکم میں ولی خدا ہے۔ ان کا شمار تھا۔ کہ بہت کم بولتے تھے اکثر اشاروں سے کام لیتے۔ تمام دن درود شریف پڑھتے۔ تہجد کی نماز کو بیدار ہو کر صبح تک ادا کرتے نوافل میں مصروف رہتے اور مزید بھی کرتے تھے۔ شب چہار شنبہ ہر رمضان بمقام مکنہ پور ریاست ریوان میں پیدا ہوئے۔ اور بروز جمعہ ۲۸ جمادی الثانی بمقام درگاہ قطب الدین بختیار کاکی انتقال کیا۔ اور وہیں مدفون ہوئے۔ اور خلیفہ حضرت مولانا غفر صاحب ابو ظفر بہادر شاہ

ثانی کہ سلسلہ چشتیہ قادریہ و نقشبندیہ و سہروردیہ و کبرویہ میں صاحب اجازت تھے۔ چونکہ میرے جد تھے میں قلم سے حضرت کے خوارق و کرامت لکھنا مناسب نہیں سمجھتا۔ مگر ایام غدر کی ایک کیفیت یہ ہے کہ غدر ہوتے ہی ترک لباس کر دیا تھا۔ تخت کا بیٹھنا موقوف فرما دیا تھا۔ اکثر فریاد کرتے تھے کہ میں خاتم النسل تیمور ہوں اس کا خاتمہ میرے رویہ ہو گا۔ ایک بار میزان کے دالان میں جلوہ افروز تھے۔ حاضرین دربار سے فرمایا کہ گولاروکتے روکتے میرے ہاتھ جل گئے، جوامراتے مقربین سے تھے۔ ان سے فرمایا۔ میرے ہاتھ دیکھو اور سونگھو۔ بیشک ہاتھ سرخ ہو گئے تھے۔ بارود کی بو آتی تھی۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میرے پیر روشن منیر کے مریدوں میں سے کوئی سوائے اس بدنصیب کے ایسا نہیں کہ جو منزل مقصود کو پہنچا ہو۔ میں بھی امیدوار ہوں کہ میرا نمبر کس وقت آئے گا۔ اگر حواں بخت ہو شیار ہو جاوے۔ تو میرا مصمم ارادہ ہے کہ میں اس نام بادشاہی کو چھوڑ کر اپنی تکمیل کروں۔ چنانچہ چھ برس رنگون رہنے سے یہ مراد پوری ہوئی۔ رنگون میں یہ کیفیت رہی کہ حجرہ سے کم باہر آتے تھے تمام دن تلاوت کرتے تھے شب کو ادائے نوافل اور ذکر اتم ذات میں مشغول رہتے تھے۔ تشریح گلستان کہ جو تصوف میں لکھی ہے ایک بار طبع ہو چکی ہے۔ شاعری آپ کے دیوانوں سے ظاہر ہے۔ آپ کے نو دیوان تھے دو وہ کہ جن میں پٹہ۔ ٹھمری۔ ادھر پٹ، تروٹ، ترانہ، سہ گم، خیال، چوٹی چند، کبت وغیرہ تھے اور ہر ملک کی زبان میں تھے۔ غدر میں کتب خانہ کے ہمراہ غارت ہوئے خط طفرے میں بہت کچھ ایجاد کئے۔ نسق کے خوشنویس تھے۔ اکثر کلاہ دوزی کیا کرتے تھے۔ وفات حضرت کی مقام رنگون ۱۲۹۱ھ میں مشہور ہے کہ غدر سے چالیس برس پہلے غلہ کا کھانا ترک کر دیا تھا۔ آنہ اور رنگترہ سے رغبت تھی مگر ان کا بھی عرق چوس کر تھوڑی دیر بعد نمک کا پانی پی کر شکم کو صاف کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ نواب نجم الدولہ ویر الملک اسد اللہ خان نظام جنگ نے جو مہر نیم روز کے خطبہ میں نظم لکھی ہے۔ اس سے رتبہ عالی ظاہر ہے۔

### نظم

ایکہ از راز نہاں آگہ نہ	دم مزین ابراہ کہ مرد راہ نہ
در ہزاراں مرد مرد راہ یکے است	آدمی بسیار ما شاہ یکی است
در تو می پرسی کہ مرد راہ کیست	جو سراج الدین بہادر شاہ کیست



در خلافت پیشوائے خسروانے  
دفتر کون و مکان برہم زند  
نے شو و نخل کہ شبلی بردہد  
تخت چوں رفرت بر روانہ آیدش  
شاه ماہر تخت گوید باز عشق  
میر از شبلی و تخت از بادشاہ  
بعد ترک مسند جم یافت است  
خرقہ پیری و تاج خسروی  
بادشاہ عمد قطب عالم است  
تا خدا باشد بہادر شاہ باد

در طریقہ رہنمائے رہروان  
آنکہ چوں از لذت وحدت دم زند  
آنکہ جو دے نوار اسر دہد  
آنکہ بچوں شوق آسمان تازایش  
شبلی از بردہد آواز عشق  
عشق دارد پایہ ہر کس نگاہ  
آنچہ ابراہیم ادہم یافت است  
شاه ماہر دہم در رہروی  
شاہی و درویشی آنجا ہم است  
بر دے شاہ سخن کوتاہ باد

ایضاً

قر لوائی فلک خرگہ و ستارہ سپاہ  
دلیل ماہروان مرشد خط آگاہ  
بفر خسروی ارزش فزائے دولت و جاہ  
کہ مشاہدہ نیرو فزائے نور نگاہ  
بخلق بہر رساند جو آفتاب بہ ماہ

محیط بخشش و کف دریا و صحاب لوال  
رتبیں تا جوہر ان خسرو جہاں داور  
بغیض آگہی آیتن شناس سیر ملوک  
دم و اقبہ صورت نمائے جوہر عقل  
ز حق عطیہ نیریزد جو ماہتاب زہر

بعد انتقال حضرت کے بھی کسی نے کچھ لکھا جس کا ایک شعر مجھ کو بھی یاد ہے۔ شعر  
ظاہر آگوشاہ بود باطناً درویش بود مال و جان برویں ولوہ گوئے بستی در بود

ذکر حضرت مولوی مکرم خلیفہ مولانا فخر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ عالم بے بدل و درویش بے مثل تھے۔ ایک بار تشریف فرمائے الہ آباد ہو کر سید محمد خان داروغہ  
کے مکان پر قیام پذیر ہوئے۔ ایک روز مجلس سماع تھی اور آپ کو وجد تھا۔ ناگاہ قاضی الہ آباد بھی  
وہاں آگیا۔ مولوی مکرم کو وجد میں دیکھ کر ازراۃ تمسخر کہنے لگا۔ کہ اے مولوی کو کیا ہوا کہ اس طرح چوڑو

ہلاتا ہے، اسی شب کو وہ اپنے پلنگ پر سوتے تھے کہ صورت مثالی حضرت مولانا فخر کی وہاں پہنچی اور قاضی کے چوڑے پکڑ کر زمین پر دے مالا اور فرمایا کہ اسے قاضی نابکار میرے مریدوں کی نسبت ایسے کلمات بے ادبی کے زبان پر لایا۔ صبح کو جو قاضی میلہ ہوا۔ اس کے چوڑے پر ذیل سخت نمودار ہوا اور اس میں نہایت لمبے اور چپک تھی کہ چوڑے نہ ہلا سکتا تھا، بہت کچھ تدا بیر عمل میں لایا۔ مگر سودا نہ ہوا آخر مولوی مکرم کی خدمت میں حاضر ہو کر عفو جہاں چاہا۔ مولوی صاحب نے رحم دل سے ذیل پر ہاتھ لگایا اسی وقت درد موقوف ہوا آخر مولوی صاحب کی دعا سے اس کو صحت نصیب ہوئی۔

## ذکر حضرت مولانا نور محمد ذیل بہار دی قدس سرہ ایہ حضرت خلیفہ عظم

حضرت مولانا فخر الدین فخر جہاں کے تھے، فقر میں عالی شان اور بلند مرتبہ رکھتے تھے، اور جو مہربانی پیر روشن ضمیر کی خدمت پر تھی دوسرے کو نصیب نہیں ہوتی۔ ایک بار حضرت مولانا فخر صاحب نے ان کے حق میں فرمایا کہ نور محمد خلق کے تجھ سے بہت کام پڑیں گے، یہ سن کر آپ متعجب ہوئے اور دل میں خیال کیا کہ میں ایک ناچیز ہوں، حضرت ایسا فرماتے ہیں، آخر جیسا کہ مولانا نے فرمایا تھا۔ اسی طرح کا ظہور ہوا کہ ہزاروں طالبان خلد حضرت کی توجہ سے اولیاء اور صاحب ولایت ہوئے۔ کرامات آپ کی مشہور ہیں، جو شخص حضرت کے روبرو آتا اس کی کٹافی الضمیر فوراً بیان فرماتے۔ یہاں تک کہ مولوی غلام حسین کہ آپ کے مرید تھے آپ سے سو کوس پران کی وفات ہوئی لوگوں نے آپ کو ان کے جنازہ کے ہمراہ دیکھا۔ یہ غلام حسین چھیلا دہنی کہلاتے تھے شجرۃ الانوار میں لکھا ہے کہ خواجہ نور محمد نے پہلے قرآن حفظ کیا، بعد ازاں تحفہ علوم دہلی میں آئے اور مولانا کی حضوری میں شرف حاصل کیا علوم ظاہری سے فارغ ہو کر شاہدہ میں مرید ہوئے بعد تکمیل کار درویشی کے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ مشہور ہے کہ کئی بار لوگوں نے خدمت مولانا میں عرض کیا کہ نور محمد پنجابی اب تو تکیہ لگا کر بیٹھتا ہے گویا شیخ وقت ہو گیا ہے۔ آخر مولانا نے ان کی طلب فرما کر ارشاد کیا کہ نور محمد ابھی پنجاب چلے جاؤ۔ یہاں ایک دم نہ ٹھہرو آخر حسب الحکم پیر روشن ضمیر بمقام ہاران عرف تاج سرور ریاست بہاولپور میں آکر مقیم ہوئے۔ اور تعلیم و تلقین مریدان میں مصروف ہوئے۔ مزاران کا پاک پٹن شریف سے بجاتب غرب چالیس کوس کے فاصلہ پر ہے۔ اب جو صاحب سجادہ ہیں ان سے بھی ملا ہوں۔ کہتے ہیں کہ ایک بار بعد چلے آنے کے دہلی سے حضرت مولانا نے فرمایا تھا

کہ میرے پاس ایک روٹی تھی۔ سو اُدھی نور محمد پنجاب میں لے گیا۔ اُدھی میں تم سب مرید ہو  
میر محمدی یہ اپنے ماموں سید فتح علی شاہ صاحب کی دولت سے بھی غنی ہے۔ اور جواں کا حد  
میرے پاس تھا۔ لے چکا۔ وفات حضرت کی ۳۲ دی الحجہ ۱۲۸۷ھ میں ہوئی۔ وفات کی تاریخ یہ ہے  
حیف و اویلا جہاں بے نور شد

مزار تاج سرور مہاربان شریفیت میں ہے۔ خلیفہ آپ کے یہ ہیں حضرت قاضی محمد عاقل، حضرت خواجہ  
شاہ سلیمان تونسوی، حضرت خواجہ نور محمد نرنولی و حافظ جمال ملتانی و حافظ غلام حسین جیلانی  
و مولوی محمد مسعود جہانگی والے و حافظ غلام محمد کیری والے و حافظ غلام ناصر پیش امام و سید  
عارف شاہ پاک پٹنی و شیخ جمال محمد چشتی قدس سرہ العزیز۔

## ذکر حضرت مولانا ضیاء الدین جے پوری قدس سرہ | آپ خلیفہ مولانا فخر صاحب

کے تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک بار حضرت مولانا نے ان کو جے پور کی طرف نصرت کیا۔ آپ جے پور کے باہر  
مقیم ہوئے۔ بعد چند روز کے لوگ آپ کو شہر میں لے گئے۔ اس وقت وہاں سولے مسجد شاہی کے  
دوسری مسجد نہ تھی۔ اس میں راجہ کے گھوڑے بندھے، پکار کر اذان کہنے کی ممانعت ہو گئی تھی۔ بعد  
چندے قیام کے آپ کی کرامات کا شہرہ ہوا، راجہ بھی خدمت عالی میں حاضر ہوئے لگا۔ ایک بار اہل  
ہنود کا کوئی تہوار تھا۔ شاید جنم اشٹی تھی۔ راجہ برائے پوجا کے ٹھاکر دوارہ کے سوار ہوا۔ راستہ میں خیال  
آیا کہ فقیر سے بھی اہل چلو، آخر خدمت عالی میں حاضر ہوا۔ بعد تھوڑی دیر کے عرض کی کہ ٹھکڑا ہوتا  
ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اور بیٹھو۔ اس نے کہا کہ تمام شہر اوپا سا ہے۔ یعنی روہ سے ہے جب میں پوجا  
کر کے اوپا میں کھولوں گا۔ تب سارا شہر پوجا کر کے اوپا میں کھولے گا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم تمہارے ٹھاکر  
کو یہیں بلا دیں گے تم یہیں پوجا کر لو جب اس نے چشم بند کر کے بعد تھوڑی دیر کے جو دیکھا اپنے  
ٹھاکر کی مودتی کو حضرت کے روبرو حاضر پایا۔ راجہ نہایت متعجب ہوا اور اس کی پوجا کی، اوپری  
دل سے سمجھا کہ یہ کوئی شعبہ ہے اور اپنے گلے میں سے اپنی مالا اتار کر اس بت کے گلے میں ڈال دی  
حضرت نے راجہ سے کہا کہ پھر آنکھیں بند کر۔ الغرض پھر جب راجہ نے آنکھیں کھول کر دیکھا اس کو  
وہاں نہ پایا، آخر نصرت ہو کر مندر میں آیا، وہاں عجیب گما گہی دیکھی کہ تمام پجاری گھبراتے ہوئے



پھرتے ہیں، پوچھا کیا ہے پنڈتوں نے کہا۔ کہ ہمارا ج کی عمر دراز ہو۔ آج ٹھاکر جی بیکنیڈ کو گئے تھے بہت دیر سنگھاسن سے غائب رہے۔ وہاں کی نشانی بھی لائے، یعنی ایک مال گلے میں پڑی ہے راجہ نے جو دیکھا تو اپنی مالا مورت کے گلے میں پائی پجاریوں سے کہا کہ یہ مالا ہماری جوگ ہے۔ پس وہ اپنی ہالا ان کے گلے سے اتار کر اپنے گلے میں ڈالی اور معمولی طور پر بوجھ کر کے پھر حضرت کے خدمت میں لایا اور عرض کی کہ میں آپ کے حالات سے واقف نہ تھا۔ آپ کی خدمت کچھ بجانہ لایا۔ اب مجھ کو اپنا نیاز مند سمجھ کر کچھ خدمت فرمائیے آپ نے فرمایا کہ ہمارا راجہ تم کو خدا نے راجہ ہمارا راجہ بنا کر ملک و مال دولت و شہرت دی۔ تم کو چاہیے اپنی کل رعایا کو ایک نگاہ سے دیکھو، تمہاری مسلمان رعایا کو نہ ہونے مسجد اور بانگ سے بہت تکلیف ہے، اسی وقت راجہ نے اپنے ہمراہی اہلکار کو حکم دیا، کہ بیس ہزار کی تیاری سے ایک مسجد بنادی جاتے، اور اذان کی اجازت ہو آپ نے فرمایا، کہ بہتر یہ ہے، کہ بادشاہی مسجد کہ جس میں طویلہ ہے خالی کرادی جاتے، راجہ نے اس روپیہ سے طویلہ تیار ہو جانے کا حکم دیا، کہ ابھی وہاں سے گھوڑے نکال کر مرمت و انتہائی کرا دی جائے اپنے فرمایا، کہ اگر تمہارا پیشہ لگا تو پھر اس میں نماز نہ ہوگی، اللہ تعالیٰ اپنے کام خود کرالیتا ہے، الخضر وہ مسجد مسلمانوں کو ملی، اور اب حضرت کے طفیل سے بیس سے زیادہ مسجدیں ہیں، جن میں دھڑا دھڑ نمازیں ہوتی ہیں، ایک دوست فرماتے ہیں کہ میں اجیر سے آتا تھا، مجھے پور میں گاڑی بٹھرتی تھی، وقت دوپہر کا تھا، سخت گرمی تھی، ایک ہانگ گاڑی میں سوار ہو کر بھاگا بھاگ کر مولانا ضیاء الدین کے مزار پر آیا، جی چاہا کہ مزار کی قدمبوسی کروں، مگر جب چلا تو پتھر فرش کے ایسے گرم تھے، کہ پیر مجلس گئے غرض جوں جوں قریب پہنچا، جب اس سل پر پہرہ پڑا کہ جو زیر تعویذ تھی بالکل یخ تھی۔ میں نے بخوبی کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھی اور حضرت کے مرتبہ عالی پر عش عش کرتا ہوا، پھر اسٹیشن ریلوے پر آیا۔

## ذکر حضرت مولانا سید عباد الدین میر محمدی دہلوی قدس سرہ

آپ ہمیشہ زادہ سید فتح علی شاہ قادری کے اور خلیفہ اکمل حضرت مولانا فخر الدین فخر جہاں کے اور نہایت با عظمت و کرامت تھے، سادات عظام و روسائے عالی مقام دہلی سے تھے، علوم ظاہری کی تحصیل سے فارغ ہو کر پہلے تربیت درویشی کی اپنے ماموں سید فتح علی شاہ قادری سے

کر کے کئی سلسلوں میں اجازت حاصل ہوئی، آخر حضرت مولانا صاحب کے مرید ہو کر کار بہ تکمیل پہنچا کر خرقہ خلافت حاصل کر کے اوپر تربیت شہزادگان و دیہاتیان دہلی کہ جود بد حضرت مولانا کے تھے مقرر ہوئے، اور آپ کے بھی ہزاروں مرید تھے، فات بایرکات سے فیض عام جاری تھا، سماع کو بہت دوست رکھتے تھے، اوائل میں بہت سفر کئے، بزرگان وقت سے فوائد حاصل کئے، جب تک حضرت مولانا حیات رہے بغیر دیکھے ان کے نہ رہ سکتے تھے، عاشق پیر تھے، تمام اولاد حضرت ابو ظفر بہادر شاہ اور دیگر شاہزادہ و امراء آپ کے مرید تھے چنانچہ شاہزادہ سلیم خورد سال تھے، چھت کے اوپر پتنگ اڑا رہے تھے، حضرت نیچے والان میں تشریف فرما تھے، ان کے پتنگ پر اور کئی صاحبزادوں نے بیچ ڈال دیئے وہ رونے لگے، حضرت نے ان کے رونے کی آواز سن کر والان سے باہر آئے اور پوچھا کہ میاں روتے کیوں ہو، انہوں نے عرض کیا، کہ میرے ایک پتنگ پر کتنے ہی بیچ ڈال دیئے ہیں، آپ نے فرمایا، نہ رولو وہ کاٹا، معایہ فرماتے ہی جتنے بیچ پڑے تھے، سب کٹ گئے، میں نے دیکھا کہ تا ایام غدر حضرت ظل سبحانی ہمیشہ عرس شریف میں شامل ہوتے رہے، وفات حضرت کی ۱۱۷۷ھ میں ہوئی مزار شاہ جہان آباد میں متصل جتلی قبر کے اپنی خانقاہ میں ہے، خلیفہ آپ کے یہ ہیں، سید عنایت حسین ساکن کشمیری دروازہ، شاہ پیر محمد، شیخ فیض اللہ مرزا حجت بخت عم شاہ، شاہزادہ سلیم برادر شاہ مرزا محمد روشن بخت، شیخ کاتب محمد، دارا بخت میراں شاہ پندر کاتب، شیخ اللہ بخش متوطن ساگر، صاحبزادہ لطف اللہ کہ کسی اولیاء اللہ کی اولاد سے تھے، مولوی رحمت علی، مولوی نجیب اللہ۔

## ذکر حضرت مولانا سید شاہ نیاز احمد چشتی فخری نظامی خلف

### سید حاجی حکیم شاہ رحمت سرہندی قدس سرہ

آپ اعظم اولیائے متاخرین و کبرئے و خلفائے راستین مولانا فخر الدین فخر جہاں کے تھے کہ ہانا زونیاں ہمراز درد سوز و گداز و مساز و در عشق و محبت از علوم ظاہری اور باطنی میں یگانہ، رموز صوری و معنوی میں یککے روزگار تھے، طالبان خدا کو بخلا پہنچاتے تھے، بارگاہ حضرت کے معدن فیوضات ربانی اور خانقاہ مطلع انوار سبحانی تھے، مولد شریف حضرت کا سرہند تھا، جب

آپ کے والد کا انتقال ہوا، آپ خود دس سال تھے، آپ کی والدہ عقیقہ روزگار تھیں، آپ کی پرورش فرماتی تھیں، بعد ازاں تربیت ظاہری و باطنی حضرت فخر جہاں کے سپرد کیا۔ مولانا نے آپ کی تعلیم میں نہایت کوشش کی، کہ سترہ برس کی عمر میں علوم منقول اور معقول فرع اور اصول، حدیث اور تفسیر اور فقہ وغیرہ سے فارغ ہو کر دستار فضیلت حاصل کی اور بیعت ہوئے، پندرہ سال کی کوشش میں بکمال ولایت باطنی فائز ہوئے۔ بعد ازاں خرقہ خلافت پیش گاہ پیر مرشد سے بخط بانس بریلی مامور ہوئے، وہاں پہنچ کر ہدایت خلق اللہ میں مشغول ہوئے ہزار ہا آدمی سلسلہ ارادت میں آئے، اور مردمان کابل و قندھار و بدخشاں و شیراز و فارس و عرب و شام و روم و کوہ قاف، آ کر مستفیض ہوئے، اور خلفا حضرت کے ہر چہار سمت عالم میں مامور ہوئے مشہور ہے کہ حضرت سید شاہ عبید اللہ بغدادی قادگیلانی کہ اولاد سے حضرت غوث اعظم کی تھے، دہلی میں تشریف لاتے بمقام جامع مسجد جمع عام میں حضرت مولانا فخر الدین سے کہا، کہ چندے نیاز احمد کو مجھے دے دیجئے کہ ہندوستان میں اسی کے واسطے آیا ہوں، جو امانت اس کی ہے، اس کو دے دوں اور حسب الحکم حضرت غوث پاک کے اپنی لڑکی کی شادی اس سے کروں، دوسرا کام نہیں ہے، حضرت مولانا نے ان کا فرمان قبول کیا، آپ بمقام رامپور تشریف لے جا کر ان کے بھی مرید ہوئے، اور نعمتائے قادریہ سے مشرف ہوئے، خوارق اور کرامات حضرت کی بہت مشہور ہیں بالکل قائم بقدم حضرت مولانا کے تھے، دیوان نیاز آپ کی تصنیفات سے مرغوب طبع آصفیہ ہے، اردو فارسی دونوں زبانوں میں عمدہ اشعار حقائق اور معرفت میں فرماتے تھے۔ ولادت باسعادت بمقام سرہند ۱۳۰۳ھ میں ہوئی، اور وفات حضرت کی بائیس بریلی بتاریخ ۶ جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ میں ہوئی، مزار گھر بار بریلی میں حاجت روا ہے خلق ہے،

**ذکر حضرت مخدوم زادہ شیخ یار علی شاہ کیرانوی صابری چشتی**

**قدس سرہ**

یہ حضرت اولاد سے حضرت شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی کے تھے، بڑے صاحب عظمت و جلال اور باکمال گزرے ہیں، اور بہت سے خوارق آپ سے ظاہر ہوئے ہیں، البتہ آپ کے وقت میں



کچھ اہل کیرانہ آپ سے رجوع کر گئے تھے، بعد انتقال کے آپ پھر بتیت اُصلی پسا گئے، مزار آپ کا کیرانہ میں آپ کی ہی بیٹھک میں ہے، جو شاہ جی کی بیٹھک لواب دروازہ مشہور ہے۔

## ذکر حضرت سید عظیم الدین سید عتیق اللہ چشتی جالندھری قدس سرہ

آپ خلیفہ شاہ ابوالعالی کے اور عالم ظاہری و باطنی تھے، انہماک الاسرار و شرح بوستان سعدی و زیار السالکین، و شرح اخلاق نامری و زبدۃ الروایات و نشر الجواہر فارسی ترجمہ نظم الدرالمہاجن عربی مولفہ مرزاخان برکی محدث آپ کی تصنیفات سے ہیں، آپ خورد سالی میں شاہ ابوالعالی صابری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تکمیل سید میراں بھیکہ سے کی، اور خرقہ خلافت حاصل کیا، تمام عمر تلقین اور تعلیم میں بسر کی، نقل ہے کہ آدینہ بیگ خان فوجدارہ دواہر جالندھر نے صدیق بیگ کو قصبہ نور محل کا حاکم کیا۔ اس نے ایک سید کی ملک ضبط کر کے تیس روپے طلب کئے، وہ حضرت کی خدمت میں آیا، آپ نے ایک خط سفارشی صدیق بیگ کو لکھا، آپ نے سفارش نامنظور کی، اور کلمات ناشائستہ زبان پر آیا۔ قدرت خدا سے دوسرے ہی روز صدیق خان کو آدینہ بیگ خان نے بلا کر قید کیا، اور تیس ہزار روپیہ جرمانہ کیا آپ کے حالات اسرار العلم میں شرح دار لکھے ہیں، ولادت حضرت کی ۲۲ جمادی الآخر ۱۰۸۵ھ میں ہوئی وفات ۱۲ صفر ۱۱۸۵ھ میں بمقام جالندھر ہوئی، دروازہ پر آفتاب چشتیہ مادہ تاریخ وفات کندہ ہے۔

## ذکر حضرت سید علی شاہ چشتی جالندھری قدس سرہ آپ خلیفہ سید

تھے اور صاحب سجادہ بھی ہوئے، ہزاروں مرید ہوئے، وفات حضرت کی ۱۲۸۵ھ میں ہوئی، رضی اللہ عنہ آپ کا مادہ تاریخ ہے، کہ جو غلام رسول ساکن ٹانڈہ نے نکالا، کہ آپ کے مریدوں میں سے تھا۔

## ذکر حضرت شیخ محمد سعید چشتی جالندھری قدس سرہ آپ حضرت خلیفہ

تھے قصبہ راہون دواہر جالندھر میں رہتے تھے، ذات جامع الکملات تھے، علوم ظاہری اور باطنی سے خوب ماہر تھے، تمام عمر تعلیم و تلقین میں مصروف رہے، وفات حضرت کی ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت شیخ محمد سعید صابری شرقپوری لاہوری قدس سرہ

آپ قوم سے نو مسلم تھے اور خواصہ قوم کا جو مشہور ہے ہمیشہ آبائی کرتے تھے، بعض وقت غلام ایک جگہ سے لے جا کر دوسری جگہ فروخت کرتے تھے، کبھی کسی دبیہ سے غلام بیل پر لاد کر لاہور میں لاتے اور فروخت کر کے اس کے نفع میں گزر کرتے ایک بار غلام لے جاتے تھے دریلے راوی ان کے جب موضع نیاز بیگ پر قریب مدسہ کھنہ کے آتے بیل کا پیر الجھا وہ گرا پیر ٹوٹ گیا غلام کی گون گریڑی جو آپ کے ہمراہی تھے، ان سے ہر چند کہا کہ تم اس بار کو تقسیم کر کے اپنے بیلوں پر رکھو مگر وہ نہ مانے وہ سبب خوف سکھوں کے وہاں سے چلے گئے یہ وہیں رہے، الغرض جو دن باقی تھا وہ تمام ہوا۔ شب اندھیری تھی، آپ نے درگاہ پر وردگار عالم مستجاب الدعوات میں دعا کی کہ الہی کوئی سبب پیدا کر کہ یہ غلام سلامت لاہور میں پہنچ جاتے۔ جب نصف شب گزری ایک سوار دور سے پیدا ہوا، جب وہ نزدیک آیا، اس نے سخت آواز دی۔ کہ تو کون ہے، حوالہ دیرانہ میں کہ اندھیری رات ہے غلام لئے پڑا ہے میرے پاس آیا، یہ سمجھے کہ کوئی رہزن ہے، لوٹنے آیا ہے، نرمی سے جواب دیا کہ میں غریب مسافر مزدور ہوں۔ میرا نام سعید ہے میرے پاس سوائے اس غلام کے اور کچھ نہیں، ایک بیل تھا، سو وہ لنگڑا پڑا ہے۔ اس سوار نے فرمایا، کہ گون غلام کی میرے پاس لاؤ، انہوں نے جواب دیا، کہ بیل بے کار ہے، مجھ اکیلتے گون اٹھ نہیں سکتی، سوار نے فرمایا، کہ لنگڑا نہیں ہے، پھر انہوں نے کہا، کہ اس کے بیکار ہونے کی وجہ سے میں یہاں پڑا ہوں، اور ہمراہی چلے گئے، سوار نے فرمایا کہ اس کو کھڑا کر، فلا انہوں نے بیل کو سہارا دیا، وہ کھڑا ہو گیا، پھر بالکل درست تھا، اب انہوں نے جانا کہ یہ امداد غیبی ہے، اور یہ سوار رہزن نہیں ہے بلکہ رہنما ہے، پھر انہوں نے کہا، کہ گون بھاری ہے، میں تنہا نہیں اٹھا سکتا، وہ سوار نزدیک آیا، اور لوک بھالہ سے اٹھائی، انہوں نے یہ کرامت سوار کی دیکھ کر اس کے قدم پکڑ کر عرض کی، کہ میں آپ کی زیارت سے مشرف ہو ہوا، مگر اپنا اسم مبارک بھی فرمائیے، میرا خاص مطلب یہ ہے کہ دنیا سے بے پروا ہو جاؤں۔ سوار نے فرمایا، کہ میں غلی ہوں حکم پروردگار تیری امداد کو آیا ہوں، جا تجھ کو خدا رسیدہ کیا، یہ فرما کر نظر سے غائب ہوئے۔ سعید واپس شرقپور میں آئے۔ اور جو کچھ گھر میں تھا۔ راہ مولا میں دے کر ریاضت اور محنت میں مشغول ہوئے۔ اور سلسلہ صابریہ میں مرید ہو کر اولیائے روزگار سے ہوتے

یعنی شیخ محمد سعید بن محمد باقر شرقپوری مرید شاہ مراد ملتانی کے وہ مرید شیخ جیوہ شاہ گجراتی کے، وہ مرید شیخ زکریا دیوی کے وہ مرید حاجی قطب دوی کے وہ مرید شاہ درگاہی لاہوری کے وہ مرید شیخ ابوسعید گنگوہی کے، ایک بار آپ خرپڑہ لاہور یا نادر لاہور میں لا کر دوکان نیلگر پر فروخت کرنے لگے۔ نیلگر کے دل میں خطرہ گزرا کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی تخم وغیرہ کا مٹ نیل میں جا پڑے، اور وہ خراب ہو جائے اس سے بھترے میں ان کو یہاں سے اٹھا دوں۔ آپ نے نور باطن سے اس کا خطرہ معلوم کر کے کل خرپڑہ مایقماندہ اس کے مٹ میں ڈال کر فرمایا، کہ تیرے زندگی تک اب اس مٹ میں نیل ڈالنے کی حاجت نہ ہوگی، جتنا چاہے ننگ، چنانچہ بارہ برس تک وہ مٹ نگین رہا، کبھی نیل ڈالنے کی حاجت نہ ہوئی، اس قسم کی ہزاروں کلامات مشہور ہیں، وفات حضرت کی ۱۲۱۴ھ میں ہوئی۔ مزار شرقپور میں ہے، مادہ تاریخ لفظ دریغ مزار پر کندہ ہے۔

## ذکر حضرت شیخ خیر الدین خیر الشاہ چشتی لاہوری قدس سرہ

آپ مشہور شاعر پنجاب میں ہوتے، بارہا سہ آپ کا مشہور ہے اور مرید شیخ سلیم لاہوری کے تھے، سماع میں وجد بہت ہوتا تھا، اور ننگ جاری تھا، اس میں فقیر اور غنی کی خصوصیت نہ تھی وفات حضرت کی ۱۲۲۵ھ میں ہوئی، مزار لاہور میں ہے۔

## ذکر حضرت شیخ محمد سالم روپڑی قدس سرہ

آپ خلیفہ اکل بندگی شاہ کے تھے، سماع میں وجد بہت ہوتا تھا، اور ننگ جاری تھا، اس میں فقیر اور غنی کی خصوصیت نہ تھی وفات حضرت کی ۱۲۲۵ھ میں ہوئی، مزار لاہور میں ہے۔

## ذکر حضرت سید محمد اعظم روپڑی قدس سرہ

آپ خلیفہ و صاحب سجادہ امروہہ تھے، آپ کو ایسا جذب تھا، کہ نظر فیض اثر جس پر پڑتی وہ خدا رسیدہ ہو جاتا تھا، ایک بار حضرت گھوڑے پر سوار روپڑ سے دوسرے گاؤں میں جاتے تھے، کہ رہنلوں نے آگھیرا، اور گھوڑا



لینا چاہا، آپ کمالِ حلم سے پیش آتے اور فرمایا کہ یہ گھوڑی جس پر سوار ہوں دہلی اور کم قیمت ہے دوسری گھوڑی میرے مکان پر موجود ہے، وہ اس سے نہایت بہتر ہے، اگر اس وقت ٹھہرو، تو میں وہ گھوڑی لاکر تم کو دوں، یہ فرما کر مکان پر آئے، اور وہ بیش قیمت گھوڑی لاکر رہنہوں کو دے دی وہ لے کر اپنے مقام پر گئے، دوسرے روز تمام مرد و زن ان کے اکبر تائب ہوئے، اور حضرت کے گھوڑی اور ایک دوسری لاکر نکلیں، وفات حضرت کی ۱۹ ربیع الاول ۱۲۳۵ھ میں ہوئی۔ مزار آپ کا روڑ میں ہے۔

## ذکر حضرت شاہ نصیر کو کہ ذکر اللہ صابری چشتی قدس سرہ

آپ خلیفہ شیخ محمد دہلوی چشتی صابری کے تھے، زہد و تقویٰ سے آراستہ مجاہد باللہ شیر صورت با عظمت و معیت تھے، عاشقِ سماع و وجد تربیت یافتہ روحانیت حضرت قطب عالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی اور ذکر اسم ذات جہر کے ساتھ بہت کرتے تھے، دنیا اور اہل دنیا سے بہت متنفر تھے، نام پاک حضرت مخدوم علی احمد صابری چشتی کلیر کے عاشق تھے، تربیت مریدوں میں بگاہ روزگار تھے، وفات حضرت کی ۱۲ ربیع الاول ۱۲۳۵ھ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت سادات شاہ غلام چشتی صابری قدس سرہ

آپ خلیفہ شاہ نصیر کو کہ ذکر اللہ کے تھے، فقر میں شان عالی و مرتبہ بلند رکھتے تھے، علوم ظاہری اور باطنی سے آراستہ پیراستہ تھے، سماع کو بہت دوست رکھتے، آپ کے دو صاحبزادہ تھے، بڑے صاحبزادہ سید صابر علی شاہ اور دوسرے صاحبزادہ نے خود رسالی میں انتقال کیا آپ کی مجلس سماع میں کل حاضرین پر حالت طاری ہوتی تھی، حالت وجد میں جن پر نظر پڑتی وہ بھی وجد میں آجاتا تھا، حالت وجد میں قوالوں کو بہت داد و پیش فرماتے تھے، وفات حضرت کی ۱۱ رمضان المبارک ۱۲۳۵ھ میں ہوئی۔

# ذکر حضرت بندگی سید صابر علی شاہ معروف میاں صابر بخش

## چشتی دہلوی صابری قدس سرہ

آپ خلیفہ اکمل و صاحب سجادہ بندگی شاہ غلام سادات کے تھے، بیان کرامت حضرت کا احاطہ تحریر سے افزوں ہے۔ کل امرتے دہلی شاہ و شاہزادگان ذات بابرکات سے معتقد تھے، حضرت نہایت مخیر تھے، فتوحات کو کم قبول فرماتے تھے، غریبوں سے نہایت محبت تھی، ایک بار کیسا ہی آسیب زدہ رو برو حضرت کے جاتا، حضرت کی صورت دیکھتے ہی اس کا آسیب بھاگ جاتا تھا، آپ کے نفس پاک کو اللہ تعالیٰ نے وہ تاثیر بخشی تھی، کہ کیسا ہی سخت مریض ہوتا، جہاں حضرت سے دو چاندن دم کرایا۔ اس کو صحت ہوئی، ہزاروں گھر آپ کی رعایت تھے، ہر شخص کو رعایا سے مثل فرزندوں کے پرورش فرماتے وفات حضرت کی بتاریخ ۱۱ ربیع الاول ۱۲۳۷ء میں ہوئی، مزار دہلی میں اندرون شہر ہے۔

## ذکر حضرت سید میر عبد اللہ شاہ قدس سرہ آپ خلیفہ و پسر صاحب سجادہ

تھے، نہایت بابرکت اور صالح اور عابد تھے، حضرت کا دہا اور عبادت آپ کی زیارت سے اہل نظر کو معلوم ہو جاتی تھی، اوائل عمر سے عابد اور صالح تھے، چنانچہ بوجہ صلاحیت اور عبادت کے بادشاہ بھی اعزاز کرتے تھے، تمام شہر دہلی حضرت سے معتقد تھا حکام یورپین بھی اعزاز کرتے تھے، پیرزادگان میں یگانہ عصر تھے، اوائل سے تا آخر فقرائے بے سرفرازا اگر آخری وقت میں حضرت کو سراج دہلی، فخر دہلی، برکات دہلی جو کہیں بچا ہے، مجھ کو بچہ پن سے حضرت کی خدمت میں نیا اور حضرت کو مجھ پر شفقت تھی وفات حضرت کی بتاریخ ۲۳ شعبان ۱۲۳۷ء میں ہوئی، مزار دہلی میں قریب مزار والد کے اندرون خانقاہ ہے۔

# ذکر حضرت مولانا قاضی محمد عاقل چشتی فخری نظامی قدس سرہ

## سِرۃ العزیز

یہ حضرت خلیفہ کلاں مولانا نور محمد بھیل مہاروی کے تھے، کوٹ مٹھن میں پیدا ہوئے، اور سات آٹھ برس کی عمر میں حافظ کلام اللہ ہوئے اور چند سال محنت کر کے تحصیل علوم قاریہ سے فارغ ہو کر دستار فضیلت حاصل کی، بعد مولانا نور محمد سے بیعت کر کے ریاضت شاقہ اور زہد میں مشغول ہوئے چند روز میں کار دہشتی بہ تکمیل پہنچا کر خرقہ خلافت حاصل کیا، تمام دن تعلیم طلبائے علم دین میں مصروف رہتے، آدھی رات تک طالبان حق کو تعلیم فرماتے، بعد آدھی رات کے ذکر اسم ذات میں مشغول ہوتے حضرت کے مدرسہ سے شریعت اور طریقت میں ہزاروں کامل ہو کر نکلے، ان میں سے جو اولیا اور صاحب اجازت ہوئے وہ یہ ہیں اول مولانا قاضی خواجہ خدابخش پسر حضرت، دوم مولوی سلطان محمد، تیسرے مولوی عبداللہ، چوتھے شیخ شرف الدین، پانچویں شاہ محمد اعظم، کہ اولاد سے مخدوم جہانیاں کے تھے چھٹے حافظ جان محمد ساکن اوج شریف، ساتویں مولوی خواجہ تاج محمد صاحب، اٹھویں خواجہ محمود بمیرہ اکبر مولانا نور محمد صاحب سجادہ، نویں خواجہ گل محمد احمد پوری، دسویں حاجی نصرت، گیارھویں میاں نور محمد، ان کے علاوہ اور بھی بہت سے خلیفہ ہوئے وفات ال ذات جامع الحسنات حامی دین متین پیشوائے اہل یقین کی ۸ ماہ رجب المرجب ۱۲۲۹ھ میں ہوئی مزار گھر بار کوٹ مٹھن میں زیارت گاہ مریال ہے، مادہ تاریخ ال بادشاہ شریعت شاہنشاہ طریقت کا یہ ہے۔

روز ہشتم بود از ماہ رجب کز جہاں نور جہاں شد محاسب

# ذکر حضرت مولانا خواجہ قاضی خدابخش ابن قاضی محمد عاقل

## کوٹ مٹھن قدس سرہ

یہ حضرت خلیفہ اعظم و فرزند مکرم قاضی محمد عاقل کے تھے، یہ مادر زاد ولی تھے، خوارق اور کرامت



طفولیت سے ظاہر ہونے لگے تھے، علوم ظاہری اور باطنی میں یگانہ روزہ گار تھے اور تربیت مہدوں میں شہرہ آفاق تھے۔ نظر فیض اثر جس پر پرتی تھی، فوراً اس کے دل میں محبت الہی پیدا ہو جاتی تھی اور یاسخا اور عطا تھے، باوجود آمدنی الماک جدی اور فتوحات بغایت کے ترک اور تجرید کے ساتھ ایام گزار کر تے تھے، فتوحات اور آمدنی ذاتی کو لغتہ مساکن فرماتے، اور خرقة خلافت بہت کم عطا کیا تھا، چنانچہ فرمایا کرتے تھے، کہ سالک کو جب تک شہود ذات میسر نہ ہو، قابل عطائے خرقة خلافت کے نہیں ہوتا۔ چنانچہ چھ حضرات کو کہ جو اس مرتبہ عالیہ کو پہنچ گئے تھے، خرقة خلافت عطا فرمایا وہ یہ ہیں: مولانا شاہ غلام فخر الدین فخر جہاں اودھری، و خواجہ نصیر بخش مہاروی و خواجہ نور حسن بن خواجہ نور محمد ثانی و مخدوم کرم حیدر ساکن اورج و مولوی غلام کبریا، وفات حضرت کے ۸ رذی الحجہ شب جمعہ ۱۲۶۹ھ بمقام چاچٹاں شریف ریاست بہاولپور میں ہوئی، مزار پرانوار بمقام کوٹ مٹھن زیارت گاہ علاقہ حاجت روائے مریاں ہے۔

## ذکر حضرت مولانا خواجہ فخر الدین فخر جہاں قدس سرہ آپ خلیل اعظم و وزیر

معظم خواجہ خدا بخش کے تھے، اور علوم ظاہری اور باطنی سے آراستہ و پیراستہ فقر میں رتبہ بلند رکھتے تھے، تفریہ اور توحید میں یگانہ عصر تھے، جمال یوسفی کمال موسوی، خلق محمدی حاصل تھا، اپنے کمال ولایت کو تامقدور چھپاتے تھے، فتوحات بھی بہت تھا، عبادات اس طرح فرماتے کہ کسی کو آگاہی نہ ہو، شہرت کو کم پسند فرماتے، اور فرمایا کرتے تھے کہ دنیا پر لکھے خواہ بھلا کئے، اس کا کچھ خیال نہ کرنا چاہیئے، پروردگار عالم سے معاملہ سچا رہے، اول اول سلطان الاذکار فرماتے تھے، بعدہ شہود حق میں مستغرق ہو گئے تھے، حضرت بروز و شنبہ بمقام چاچٹاں شریف تولد ہوئے اور اور ماہ جمادی الاول ۱۲۸۵ھ میں وفات پائی، مزار پرانوار کوٹ مٹھن میں حاجت روائے خلق ہے، آپ کے بعد آپ کے بعد آپ کے برادر حقیقی حضرت مولانا خواجہ غلام فرید کہ بیشک اس وقت فرید عصر اور مقتداۓ مشائخ ہیں، تربیب مسند خواجگان چشت ہوئے، یہ حضرت بماء ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ میں تولد ہوئے، بیت

گوہر خاندان فسرید در سے یامی قدر و عزت مزید

اس بیت سے تاریخ ولادت نکلتی ہے۔ جب عمر شریف آٹھ سال کی ہوئی، آپ کے والد خدا بخش

قدس سرہ نے انتقال کیا آپ کے برادر کلل خواجہ مولانا فخر الدین فخر جہاں نے آپ کو مثل فرزند پرورش فرمایا، اور شب و روز آپ کی تربیت میں مشغول رہے، اول قرآن حفظ کیا، اور چند روز میں تحصیل علوم ظاہری کی تحصیل سے فارغ ہو کر اپنے برادر کلل سے بیعت کر کے ریاضت شاقہ اور مجاہدہ میں مشغول ہوئے، بعد تکمیل کار درویشی کے خرقہ خلافت پایا، آخر صاحب مجاہدہ ہوئے امیر تعالیٰ ذات مقدسہ صفات اموسد مت رکھے، کہ اس وقت میں حضرت یار دار سلطان المشائخ میں اور اخراجات حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء کا نمونہ ہے، اس وقت ہندوستان میں دوسرا فقیر امیر ایسا سخی نہیں ہے کہ آپ کے نزدیک اشرفی اور پیسہ، سونا چاندی سے اینٹ پتھر سب برابر ہے، اللہ تعالیٰ نے وہ سیر چشمی دی ہے کہ جو سال پہنچ جاتا ہے سینکڑوں ہزاروں دیتے ہیں، میں بھی زیارت سے مشرف ہوا ہوں، برخوردار محمود شاہ جامع سلاسل فخریہ کا غلام ہے میں نے دیکھا کہ ہر وقت حضرت کو استغراق رہتا ہے میں نے بہت سیاحت کی اکثر ویشوں کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں۔ حضرت شاہ غلام فرید صاحب کے مقالات وہ پلٹے کہ جن کا بیان کرنا اسرار الہی کا قاش کرنا ہے، مگر جی چاہتا ہے کہ بعد تحریر اس مجموعہ کے حضرت کے حالات ریاضت و مقالات کہ جو طے فرما چکے ہیں اور خوارق و کرامات اور کلمات طیبات جمع کر کے سعادت حاصل کروں گا خلفاء حضرت کے یہ ہیں۔ حضرت صاحبزادہ مولانا خواجہ محمد بخش صاحب کہ خورد سال سے عبادت کا شوق تھا مخدوم سید ولایت شاہ ساکن اوج، صاحبزادہ میاں فضل حق و میاں نصیر بخش صاحبان ہماروی ولواب والی ریاست ہماولپور سلمہ اللہ تعالیٰ۔

آپ خلیفہ نامدار و احباب باوقار خواجہ

## ذکر حضرت خواجہ محمد سلیمان ہشتی فخری نظامی

نور محمد ہشتی ہماروی کے تھے، کشف و کرامات زہد و ریاضت و عبادت و عشق و محبت الہی میں شرق سے غرب اور جنوب سے شمال تک مشہور تھے پہلے وطن آپ کا گرگوجی کہ ایک پہاڑی مقام ہے تھا۔ ہوشیار ہوئے کوٹ مٹھن میں مدرسہ قاضی محمد عاقل صاحب میں تحصیل علوم ظاہری فرمائی۔ اس عرصہ میں شیخ نور محمد معہ خلفاء اور دیگر مشائخ کوٹ مٹھن میں تشریف لائے، اور خانقاہ مخدوم میں ٹھہرے، خواجہ سلیمان مجذوب جاذب تبتی وہاں پہنچ کر بیعت سے مشرف ہوئے، کئی برس محضور

پیر مرشدہ کہ کار درویشی بہ تکمیل پہنچا کہ خرقہ خلافت حاصل کیا، اور حسب الامر پیر روشن ضمیر تونسہ شریف میں مقیم ہو کر ہدایت خلق میں مشغول ہوئے، آپ کے مرید لا تعداد اور خلیفہ بے اندازہ ہوئے ہر چہ ہر سمت عالم میں پہنچ کر فیضانِ فخریہ جاری کیا، اور ایک لاکھ کافروں کو مسلمان فرمایا، بعدہ برائے زیارات مزایہ جہان پست وارد ہندوستان ہو کر دہلی میں آکر میر سے جدا ہوئے۔ میر سے زیارات دہلی کی زیارت کی، بعدہ اجمیر شریف کی زیارت سے مشرف ہو کر تونسہ کو مراجعت فرمائی، مناقب المحبوبین وغیرہ کتاب دیکھنے سے آپ کے کمالات ظاہر ہو سکتے ہیں اور مشہور ہیں۔

نقل ہے کہ آپ کے وطن میں ایک مجذوب رہتے تھے، جب آپ محلِ مادر میں تھے، اور آپ کی والدہ گھر سے باہر آئیں، وہ مجذوب آپ کی والدہ کو دیکھ کر کھڑے ہو جاتے تھے، اہل دیہہ نے ان کی طرف لگان فاسد کر کے ان کو تکلیف دینا چاہا، اول ان سے سبب پوچھا، کہ اہل عورت کو دیکھ کر تم کیوں کھڑے ہوتے ہو، کیا اللہ ہے، انہوں نے فرمایا کہ اہل عورت سے مجھ کو کیا علاقہ ہے، اس کے شکم میں بادشاہ دین و دنیا ہے، میں اس کی تعظیم کو کھڑا ہوتا ہوں۔

نقل ہے کہ ایک بار بعد ازلے غازی پھر حجرہ شریف میں وظیفہ ادا کر رہے تھے، ایک عورت روتی ہوئی آئی اور عرض کیا، کہ میرا ایک ہی بیٹا تھا وہ مر گیا، اب میں کیا کروں، آپ نے فرمایا، کہ صبر کر، آپ کے خادم کو اس ضعیفہ کے رونے پر رحم آیا، اس نے عرض کیا، کہ حضرت ایک بیماری سے کی ہوئی ہے، اگر اللہ کرم حضور حل کر ملاحظہ فرمائیں تو تسلی ہو جائے، یہ سن کر حضرت اہل ضعیفہ کے مکان پر آئے، اس کا پسمرردہ پڑا تھا، اس کو دیکھ کر فرمایا، کہ یہ تو مردہ معلوم ہوتا ہے، خادم نے پھر عرض کی کہ شکستہ بھی مشابہ موت کے ہوتا ہے حضور نبض ملاحظہ فرمائیں آپ نے نبض پر ہاتھ رکھ کر فرمایا، کہ نالای بھی ہیں ہے، پھر خادم نے عرض کیا، کہ غور سے ملاحظہ کیجئے۔ آپ کی توجہ قلبی اس طرف ہوتے ہی قدرت خدا سے اس کی نبض کو حرکت ہوئی فرمایا کہ جلتی توبہ، اس خادم نے کہا، کہ پھر غور سے دیکھئے، دوسری بار توجہ اس طرف ہوئی۔ بخوبی نبض کو دے لگی، اور اٹھ کر بیٹھ گیا، اس عورت نے اس لڑکے کو لاکر حضرت کی نذر کیا، آپ نے پانی بھرنے کی خدمت اس کے سپرد کی وہ بہت جیا۔

نقل ہے کہ ایک ولایتی آپ کا معتقد اور سوداگر تھا۔ جب وہ ہندوستان سے مال فروخت کر کے واپس جانا حضور کی زیارت سے مشرف ہوتا، بہت کچھ پیش کش کرتا، ایک بار وہ بیٹھا تھا



اس کے سامنے بہت فتوح ہوا، اس کے دل میں خطرہ گزرا کہ یہ حضرت لنگر خانہ اور دادو دہش جو ہے ہم دنیا داروں کے باعث ہے اگر ہم کچھ نہ دیں تو سارا کارخانہ درہم برہم ہو جائے، آپ نے لوریاطن سے معلوم فرما کر حضرت سلطان المشائخ اور سلطان غیاث الدین کی وہ نقل بیان کی، جب سلطان نے ممانعت کی تھی، کہ کوئی ہمارا ملازم وہاں نہ جائے۔ نہ کچھ لے جائے، اس پر حضرت سلطان المشائخ نے خواجہ میمنہ کو حکم دیا تھا، کہ آج سے دونا خرچ کرو، جو درکار ہو طاق حجرہ میں سے لیا کرو، اور اس سوداگر سے فرمایا، کہ حجرہ میں سے ہمارا مسئلہ اٹھالو۔ وہ حسب الحکم حجرہ میں گیا جس وقت جا نماز اٹھائی، دیکھا کہ اس کے نیچے دریا کی تین دھاریں چلی جاتی ہیں، ایک اشرفی کی، ایک میں جواہرات بہتے چلے جاتے ہیں، یہ دیکھ کر اس کو مبیت ہوئی، جا نماز ہاتھ سے گر گئی، لرزتا ہوا آ کر قدموں پر گر کر غرقو تصور چاہا، آپ نے تبسم کر کے فرمایا، کہ جو مہر خان خدا ہیں وہ سوائے خدا کے کسی کے محتاج نہیں، یہ جو آئے ہے یہ اسباب ظاہری ہے، اور ال کو منع فرمایا، کہ اس کی شہرت نہ ہو، جب وہ سوداگر بار دیگر ہندوستان میں آیا، دہلی پہنچ کر برائے ملاحظہ شاہ اپنی اشیاء لایا، یہ کرامت حضرت کی پچشم خود دید بیان کی ہیں نے یہ نقل زبانی شاہ کے سنی، وفات حضرت کی، سفر بروز پنجشنبہ بعمر یکصد سال ۷۹۷ھ میں ہوئی۔ مزار پرانوار سنگم و شریف میں حاجت روائے خلق ہے، خلفاء اگرچہ حضرت کے ہزار درہزار تمام ملک میں ہیں، مگر چند صاحب تبرکات تحریر ہوتے ہیں، حضرت شاہ اللہ بخش سلمہ اللہ تعالیٰ کہ حضرت کے صاحب سجادہ اور جنید وقت اور شیخ المشائخ ہیں، میں نے بھی حضرت کی زیارت کی ہے دوسرے شیخ محیار و حافظ محمد علی خیر آبادی و مولوی محمد علی و میاں عبداللہ شاہ کہ ان کے مرید و اولاد سے حاجی احمد اللہ صاحب غنیمت ہیں۔

**ذکر حضرت مولانا غلام نصیر الدین معروف کالے صاحب**

**دہلوی خلیفہ مولانا قطب الدین خلیفہ اکبر حضرت مولانا صاحب**

آپ علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ و پیراستہ تھے، زہد و تقویٰ میں یگانہ عصر، اول اول کسوت غنا میں اپنے کمال کو پوشیدہ رکھا، بعد چندے تو نسب شریف میں حضرت شاہ سلیمان صاحب سے

صحبت رہے کم بولتے اور نہایت شہ زور تھے مرید اور خلیفہ اپنے والد کے تھے، وفات حضرت کی بہ ماہ صفر ۱۱۳۷ھ میں ہوئی، مزار قطب میں ہے، آپ کے بعد آپ کے فرزند کلاں مولانا نظام الدین صاحب سجادہ ہوئے، ۲۱ شوال ۱۱۹۶ھ میں وفات پائی، مزار قطب میں ہے آپ کے بعد آپ کے برادر خود میاں معین الدین صاحب سجادہ ہوئے، ۲ صفر ۱۱۹۷ھ میں وفات پائی۔ آپ کے برادر میاں کمال الدین سلمہ اللہ تعالیٰ صاحب سجادہ ہوئے، اورنگ آباد میں آسودہ ہیں،

## ذکر حضرت شیخ حاجی رمضان چشتی لاہوری قدس سرہ اعزت خلیفہ

خواجہ سلیمان چشتی کے تھے اور علم، اور صائم الدہر، عابد، زاہد، خلیق و مجرم از خلق و واسل بحق ہمیشہ مسجد میں مشغول رہتے، حالت فقر اور تجرید سے گزارتے تھے، سماع میں آپ کو بہت اضطراب ہوتا تھا، اور مستجاب الدعوات تھے، زیارت حرمین شریفین سے بھی مشرف ہوتے تھے، بہ ماہ رمضان ۱۲۸۲ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۳ رمضان ۱۳۸۲ھ میں وفات پائی، مزار شیخ محمد طاہر لاہوری کے مزار کے متصل ہے۔

## ذکر حضرت بندگی حافظ موسیٰ چشتی صابری مانک پوری قدس سرہ

یہ حضرت خلیفہ بندگی سید محمد اعظم روپڑی کے تھے، افاک میں آپ کی دوزوجہ تھیں، پہلے لوہے کو صیقل فرماتے تھے، آخر میں قلوب انسان کو صیقل کیا، سبحان اللہ کیا اسرار الہی تھا، پس جب جاذب حقیقی نے اپنی طرف کھینچا، دونوں اہلیوں کو طلاق دے کر تانک الدنیا ہو کر سید محمد اعظم روپڑی کی خدمت بیعت کر کے بحق مشغول ہوئے بعد تکمیل کے خرقہ خلافت حاصل کیا، اور ایک مدت روپڑا اور پھول پور میں مشغول رہے، آخر مانک پور میں مقیم ہوئے، اور خلق اللہ کی ہدایت میں مشغول ہوئے، حالت جذب میں جس کو نظر بھر کر دیکھ لیتے تھے۔ وہ مجذوب ہو جاتا تھا، چنانچہ کریم شاہ و محمد شاہ وغیرہ حضرت کی توجہ سے مجذوب ہوئے، وفات حضرت کی ۱۶ رمضان بروز یک شنبہ ۱۳۸۷ھ میں ہوئی، مزار قصبہ مانک پور میں زیارت گاہ خلائق ہے، خلیفہ آپ کے غلام معین الدین، حافظ محمد حسن عرف حافظ بانک مولوی امانت علی، خواجہ عبداللہ داموہری، و میر امانت علی و محمد بخش سہاگہ والے و پیر شاہ صاحب

صاحب سجادہ ہوئے۔

**ذکر حضرت مولوی امانت علی چشتی** | آپ خلیفہ موسیٰ مانک پوری کے تھے، مرد  
بزرگ صاحب عبادت کہ دنیا اور اہل دنیا  
سے کچھ مارے رکھتے تھے۔ بعد وفات صاحب کے کشمیر میں جا کر شیخ احمد کشمیری کی خدمت میں حاضر  
رہ کر فیض حاصل کیا، بعدہ امر وہیہ میں سکونت اختیار کی، وفات حضرت کی ۱۱ رذی قعدہ ۱۲۸۰ھ  
میں ہوئی۔

**ذکر حضرت محمد حسن عرف حافظ یانکے** | یہ حضرت خلیفہ موسیٰ مانک پوری کے  
تھے، مجرد باللہ صاحب ترک و تجرید  
اور فقر میں شان عالی رکھتے تھے علم توحید میں بے مثل تھے، سینکڑوں مرید رکھتے تھے، آزاد منش اور  
فارغ قیودات دنیوی سے تھے حضرت کے خلفاء سے مزاقاٹم الملک چشتی صابری اس وقت میں غنیمت  
اور صاحب سلسلہ ہیں، تمام ہندوستان میں ان کے خلفاء کے مرید ہیں اور معصوم صفت بھی ہیں۔  
سلمہ اللہ تعالیٰ۔

**ذکر حضرت بندگی سید غلام معین الدین شاہ خوا مویش**  
**حیدر آبادی**

یہ حضرت خلیفہ اکمل حافظ موسیٰ مانک پوری کے تھے، صاحب زہد و ریاضت و عشق و محبت و صاحب  
سماع و سخی وقت رجوعات و فتوحات بدرجہ غایت تھا، مسافروں اور درویشوں اور اہل عرب  
کو سینکڑوں بلکہ ہزاروں دیتے تھے، چنانچہ اب تک رجوعات آپ کی صاحب سخی کے پاس ایسی  
ہے، کہ کسی درویش حیدر آباد کو نہیں ہے، نہایت باکمال گندے ہیں، ہندوستان میں برائے زیارات مزارات  
خواجگان چشت جو آتے تھے۔ اس سفر میں ایک لاکھ روپیہ خرچ کیا اپنے سلسلہ کے ہر اہل چشت کے  
مزادات پر کھواب اور زریعت کے فلات چڑھاتے باوجود اہل فتوح کے خود فقر اور تجرید کے ساتھ  
ایام گزاری کرتے تھے۔ لباس صابریہ پہنتے تھے مزاج میں کچھ کسی قسم کا تکلف نہ تھا، عبادت میں



شہرہ آفاق تھے۔ اگرچہ یہ کاتب الحروف لبرارت سے مشہور نہیں ہوا لیکن جس وقت یہ فقیر حیدر آباد میں گیا بطور سیاحی تو حضرت ہندوستان میں تھے اور وہاں کے فقرا کو دیکھا زیادہ حیدر آباد میں ٹھہرنا نہ ہوا، کس واسطے کہ ارادہ سیاحت ملک ملاں و تلنگاں کا تھا، چھاؤنی میں ایک سنیاسی کے مکان پر ٹھہر گیا، چار منارہ کے قریب لالکالنگا پر شاہ لنگا پر شاہ کے مکان پر مدعو تھا، کران سے سو روٹ کی ملاقات تھی، وہ قانون گو سروتج کے ہمیشہ زادہ تھے، چونکہ وہاں سے آپ کا مکان بھی قریب تھا، آپ کے حالات سن کر گیا، سنا کہ ہندوستان گئے ہوئے ہیں ایک ہفتہ حیدر آباد میں ٹھہر کر بیراگیوں کی جماعت کے ہمراہ آگے چلا گیا، آخر سالہ میں حضرت سے روحی فیضان ہوا جس کا ذکر تذکرہ الفقرا میں ہو چکا ہے، وفات حضرت کی ۲۸ ربیع الثانی ۱۰۸۸ھ میں ہوئی، مزار حیدر آباد دکن میں ہے خلیفہ آپ کے یہ ہیں۔ سید محمد ہاشم حسینی چشتی صابری سجادہ و بلال شاہ و امان اللہ شاہ و بلاق شاہ۔

## ذکر میاں گھوڑا شاہ سروچی چشتی نظامی قدس سرہ | یہ حضرت سالک

مجنوب تھے سوائے ایک کمرہ کے اور کچھ نہیں رکھتے تھے، حالت جذب میں مثل گھوڑے کے کوڑے پھاندتے اگر چاہ یا نالہ آیا، جست کر جاتے تھے، ضعیفی میں بزور کراست وہی حالت رہی ایک گھوڑی سواری میں اور ایک نیل گلے کوئل رہا کرتی تھی، جس کو آپ کے بالکے کفر چٹ لے کر چلا کرتے تھے۔ ایک زمیندار بردہ کہا کہ علاقہ بھیلہ متصل شمس آباد ہے، بیان کرتے ہیں کہ حضرت ہمارے ہاں تشریف فرما تھے، کسی کے ہاتھ کا پکا ہوا نوش نہ فرماتے تھے، کفر چٹ کھانا تیار کر کے اپنے ہاتھ سے کھلاتے تھے، اور وہی طہارت بھی کرایا کرتے تھے، حضرت کے واسطے ایلچیر پانی سینک رہے تھے، کیا پر آیا، اور مہاٹھ کا پانی برسنے لگا، تو سر پر ہاتھ کھڑکھاری پولی پتی دروازہ میں آگئے اور باوازی بند کفر چٹ سے فرمایا کہ اگر میری دھوتی پر ایک بوند بھی پڑی، تو تاج تیری خیر نہ ہوگی، کفر چٹ اپنے کرتے کا دامن دھوتی پر روک کر کھڑے ہو گئے، گھوڑی در کے بعد پانی ختم گیا، دیکھا خوب پانی برسیا تھا، چہار طرف سے نکلا مگر حضرت کی دھوتی پر ایک بوند نہ پڑی۔

نقل ہے کہ ایک بار ٹونک کی طوت عام ہوئے بمقام ریاست اندر گریہ پہنچ کر در دولت راجہ

پر مقیم ہوئے اور اس وقت بسبب امساک باراں کے تمام مالوہ پریشان تھا، دوسرے روز کفرچٹ کا نکر یعنی باٹی سینگ رہے تھے، حضرت نے کفرچٹ سے فرمایا، کہ بچہ اتنے باٹی سینک میں گھوڑی کو تالاب میں سے پانی پلا لاؤں، لوگوں نے عرض کی کہ ہشتی آکر پانی پلا دے گا، تالاب خشک پڑا ہے، آپ نے نہ سنا گھوڑی لئے ہوئے تالاب کے بیچ میں گھوڑی پکڑ کر بیٹھ گئے۔ تمام شہر میں شہرہ ہوا، کہ فقیر تالاب میں بیٹھا ہوا ہے، لوگوں نے جا کر واپس لانا چاہا، آپ نے سب کو دھتکار بتائی، وہ دن تمام ہوا، دوسرے دن ایک ٹکڑا ابر کا آیا، اور ایسا پانی برساکہ تالاب بھر گیا۔ گھوڑی پھوڑ کر کنارہ پر آئی، حضرت غوطہ کھانے لگے، آخر راجہ معہ اپنے اراکین دولت پہنچا بدقت حضرت کو نکالا، جب بستر پر آئے راجہ نے برائے اولاد زمین دعا چاہی، آپ نے فرمایا، کہ آج سے نویں مہینہ بیٹا ہوگا، راجہ نے آپ کو محل میں باعزاز ٹھہرایا، خدمت میں معروف ہوا، جب نویں ماہ فرزند تولد ہوا، راجہ دست بستہ آکر کھڑا ہوا اور عرض کی کہ جو حکم ہو بجالاؤں، آپ نے فرمایا پانچ سو بکریاں دے اس نے اسی وقت حکم دیا، جب بکریاں آئیں، اور حضرت نے ان کو ملاحظہ فرمایا تو گھبرائے کہ میں کیا کروں گا میں تو پانچ سو گھوڑی سمجھا تھا، راجہ نے عرض کی، کہ اب یہ آپ کی ملک ہے جو چاہیے کیجئے، فرمایا اچھا اب تو میں وزیر خان کے پاس ٹونک جاتا ہوں، جب وہاں سے واپس آؤں گالے جاؤں گا، الغرض بعد قطع منازل قریب ٹونک کے ایک درخت بڑے نیچے ٹھہرے، چونکہ حضرت سے بہت لوگ واقف تھے، نواب سے خبر کی، کہ سرور منج سے میاں گھوڑا تشریف لے چا، سیر چنے ایک مشک پانی بھیج دی اور جمعدار دروازہ کو ہمراہ کیا، جب وہ سامان رو برو حضرت لے آیا، کفرچٹ سے فرمایا، کہ گھوڑی سے دہانہ لگا کر چھوڑ دے، اور آپ اہل کے پتھان پر مثل گھوڑی کے جا کھڑے ہوئے، کفرچٹ سے فرمایا کہ اگاڑی پچھاڑی لگا دے اور توبرا چڑھا دے۔ الغرض کئی یولے گھاس کے کھائے ایک مشک پانی مثل گھوڑی کے پیا، باوجودیکہ منہ میں ایک پانت ہی نہ تھا، مگر مثل گھوڑی کے کل دانہ چاب گئے اور گھوڑی کی سی لید کی، اور اسی رنگ کا پیشاب کیا، اور جمعدار سے فرمایا، کہ گھوڑا شاہ کا تبرک ہے، نواب کے پاس لے جا، جمعدار نے یہ کرامت نواب سے بیان کی، نواب آئے اور کہا، کہ یہ یوازہ مہ برائے اسپ جنور ارسال کیا تھا نہ کہ برائے حضور، اور پوچھا کہ یہاں کیونکر قدم رنجہ فرمایا، آپ نے فرمایا کہ راجہ اندر گریوٹ نے بکریاں دی ہیں، ان کے چرانے کو جنگل دے، نواب نے کہا کہ جو گاؤں

ص لائے ہیں چونکہ نواب وزیر الاول تھا نہایت پابند شریعت تھے برائے امتحان ایک گھوڑا لائے

علاقہ سرونج سے پسند ہوئے لیجئے، نواب نے ایسا گاؤں تجویز کیا کہ جو شہر سے قریب اور اس کی نشست چار یا پنج ہزار روپیہ کی تھی، آپ نے قبول نہ کیا فرمایا کہ وہ بستی راجپوتوں کی ہے، بکریاں جس کا اجالا کریں گی، وہ ہی میرا سر چھوڑ دے گا، آخر اگر وہ گاؤں کہ جو بہاڑی تھا منظور کیا، کہ جو میرے سامنے پندرہ روپیہ سال پر ٹھیکہ کا تھا، وہاں بکریاں چھوڑ دیں، انتقال حضرت کا غدر سے پہلے ہوا ہے مرید کسی کو نہیں فرمایا، اس وجہ سے سلسلہ گم ہوا۔

## ذکر مولوی غلام مصطفیٰ وزیر آبادی قدس سرہ | آپ مرید شیخ اللہ رحمۃ صابری کے تھے۔

وہ مرید شیخ کریم الدین کے وہ مرید شیخ محمد غوشہ کے، وہ مرید شیخ قادر بخش کے وہ مرید حامد شاہ کے وہ مرید شیخ محمد صدیق لاہوری کے وفات حضرت کی سال ۱۶۷۰ء میں ہوئی، مادہ تاریخ خدایہ دست ہے، آپ کے بعد سیر چراغ شاہ سیر داری لاہوری صاحب سجادہ ہوتے۔

## ذکر حضرت شیخ فیض بخش لاہوری قدس سرہ | یہ حضرت صاحب وجد و سماع تھے، تھریداور

تفرید کے ساتھ ایام گزاری کرتے تھے، اور مرید سید حید علی شاہ کے، وہ مرید شیخ غیر شاہ کے، سال بھر میں سترہ عرس کیا کرتے تھے، اور ریشم سازی سے ایام گزاری کرتے تھے، آپ کے مرید بھی بالکمال گذرے ہیں، اور حضرت کالملاں متاخرین صابریہ میں بالکمال گذرے ہیں، عاشق رسول تھے چنانچہ شب نہم رجب ۱۲۸۶ء میں کہ چند روز پہلے سے تپ محرق میں مبتلا تھے۔ حافظ قادر بخش سے فرمایا۔ کہ مناجات پڑھو، انہوں نے یہ مطلع شروع کیا۔

منم خاک در کوئے محمد      اسیر حلقہ موتے محمد

قتیل نوک شمشیر نگاہش      شہید تیغ ابروئے محمد

یہ سنتے ہی حالت وجد ہو کر عرق آیا، اور انتقال فرمایا۔



# ذکر حضرت سلطان مملکت عشق ہادینا و مرشد نامزار روشن بخت گورگانی چشتی والقادری و اسہروردی ثم نقشبندی قدس اللہ سرة العزیز

یہ حضرت اولاد سے احمد شاہ بادشاہ کی ہیں، آپ کے والد حضرت مولانا فخر الدین فخر جہاں دہلوی کے مرید تھے اول ان کے گھر کئی دختریں پیدا ہوئیں، ان کو فرزند نرینہ کی کمال آرزو تھی، جب حضرت حمل میں آئے، تو آپ کے والد ماجد نے اپنے پیر روشن ضمیر سے عرض کیا، کہ بیگم کو پھر حمل ہے اور کھانا بھی کم ہو گیا ہے، جس کی وجہ سے وہ بہت ضعیف و نحیف ہوتی جاتی ہیں، ان کے واسطے تعویذ مرحمت کیجئے، اور دعا کیجئے کہ اب اللہ تعالیٰ فرزند نرینہ عطا کرے، حضرت مولانا نے چندے تال فرما کر ارشاد کیا، کہ مرزا کچھ اندیشہ نہ کرو، اللہ تعالیٰ نے تم کو فرزند ولی مادر زاد عطا کیا، اور یہ جو تمہارے گھر میں کھانا کم ہو گیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہارا فرزند مال سلطنت کو کہ مشکوک ہے قبول نہیں نہیں کرتا، اور جس وقت وہ بچہ پیدا ہو۔ اس کا نام فخر الدین رکھنا اور اپنا پہنا ہوا کرتہ مرحمت کر کے فرمایا، کہ اس میں سے کرتہ بنا کر پہناؤ، مگر وہ میرا بیٹا ہوگا، جب حضرت تولد ہوئے، تو شیر نہ نوش کیا والدین حضرت کو نہایت فکر ہوا، سیانے ملنے آئے، انہوں نے دم کیا، تعویذ وغیرہ دیتے، آخر سب نے کہا، کہ آخری علاج یہ ہے، کہ خیرات کرو، آپ کے والد نے بہت کچھ خیرات کیا، اس وقت حضرت نے شیر نوش کیا، اور جب دیران کھلی پہلے لفظ اللہ کہا اور اوائل عمر سے تاحیات کھل کھلا کر کبھی نہیں ہلے جب کسی قدر ہوٹل آیا۔ حضرت مولانا قطب الدین خلیف حضرت مولانا فخر الدین کی خدمت میں جانے کا شوق ہوا اور مولانا موصوف بھی نہایت عنایت فرمانے لگے اور حضرت مولانا عابد اللہ میر سید محمد دہلوی کے مرید ہو کر ریاضت مجاہدہ میں مشغول ہوئے اور مولانا نیاز احمد سے بھی فیض حاصل کیا۔ بائیس برس کی عمر میں خرقہ خلافت حاصل کیا۔ اور غنا کو ترک کر کے فقر اختیار کیا۔ اور بحکم پیر روشن ضمیر جریدہ خوب سفیر و سفر فرمایا۔ علاقہ جودھپور میں ایک بزرگ کی خدمت میں

چند سے رہ کر فیضان حاصل کیا۔ جب واپس دہلی میں آئے۔ سکونت قلعہ معلے ترک کر کے باغ امیر خان میں کہ اس محل میں شہر ماتے شیخ نادگان رہتے تھے اور اکثر غریب بھی تھے اُ رہے تھے مگر حالت جذب کی تھی۔ بعد ازاں کے مرزا قادر بیگ گوالیاری دہلی میں تشریف لائے کہ حضرت نے اپنی ولایت کو کسوت سپاہ گری میں پوشیدہ رکھا تھا، مگر چند طالبان حق دہلی سے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایک صاحب نے حضرت پر و مرشد سے عرض کی کہ ایک درویش کامل صاحب ولایت تیری وارہ کے ٹھہرے ہوئے ہیں قابل طنز کے ہیں یہ سن کر حضرت ان کو مسافر اور مہمان شہر سمجھ کر معہ چند یاران با صفا کے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے معاد دیکھتے ہی وہ اٹھ کر حضرت سے ملے اور مصافحہ کیا اور فرمایا کہ تمہارے واسطے دہلی آنا پڑا۔ اپنی امانت لیجئے۔ حضرت نے عرض کیا کہ میں آپ کی تلاش میں سرگردان پھرا۔ الحمد للہ کہ آج منزل مقصود کو پہنچا۔ اسی وقت بیعت کر کے نعمت ولایت قادریہ سے مشرف ہوئے وہ حالت جذب اسی وقت موقوف ہو گئی اور سن بلوغ سے تا ایام غدر ہمیشہ نماز صبح اور عصر اور مغرب جامع مسجد میں گزاری کبھی ناغہ نہیں ہوتی۔ چالیس برس شب کو نہیں سوتے دوسرے کو بادائے سنت قبول فرمایا کرتے تھے۔ ہمیشہ پابندی سنت نبوی کے ساتھ ایام گزاری کرتے تھے۔ طریقہ رسول مقبول علیہ السلام کو فرو گذاشت نہ فرماتے تھے۔ ہر وقت با وضو اور با ادب رہتے تھے، غسل کے وضو سے نماز صبح ادا فرمایا کرتے تھے۔ اور نوافل تہیتہ الوضو اور آداب مسجد کبھی قضا نہیں ہوئے۔ ہر خورد و کلاں سے پہلے حضور سلام علیک کرتے۔ ال کاتب اور دیگر سینکڑوں اشخاص نے چاہا۔ کہ پہلے ہم سلام کریں۔ مگر یہ مطلب کبھی کسی کا پورا نہ ہوا۔ کئی بار کاتب نے راستہ میں دبے پیر جا کر پشت کے پیچھے سلام عرض کرنا چاہا۔ مگر جب چاہا کہ زبان کھولوں۔ اسی وقت حضرت نے پھر فرمایا السلام علیکم مرزا صاحب۔ ایک یہ کہ کسی کا ہاتھ حضور کے قدم تک نہیں پہنچا جب کوئی قدموں کو ہاتھ لگانا چاہتا۔ فوراً حضرت کے دست حق پرست اس کی بغلوں میں اچلتے اور آپ اس کو اپنے سینہ سے لگا لیتے اور ہمیشہ بیوگان عزائے محمد کا کام کیا کرتے یہاں تک کہ کوئی سوت کوئی نالہ کوئی مرغی کوئی بکری دیتا کہ اس کو چوک پر فروخت کر کے لادیتے آپ وہ سامان لے کر فروخت کر کے اس کے دام مالک کو لکر دیتے محلہ سے لے کر نکلنے تو اپنی محلہ دیکھتے مگر چوک پر کبھی کسی نے آپ کو فروخت کرتے نہیں دیکھا۔ ایک بار اس ذرہ بے قدر احمد خضر کاتب الحروف

نے عرض کیا کہ سماع کے بارے میں احقر کو کیا ارشاد ہو تا ہے۔ زبانِ حق سے فرمایا کہ بھائی صاحب کسی عالم سے دریافت کرو، جو وہ فرماتے اہل پر عمل کرو۔ پھر اہل غلام لے عرض کی۔ کہ حضرت علما تو منع فرماتے ہیں اور فقراء اہل کے اثبات میں کامل دلائل لاتے ہیں۔ فرمایا کہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا اگر علماء سے اعتقاد ہے ان سے دریافت کرو اگر فقراء سے محبت اور ارادت ہے ان سے پوچھو پھر میں نے عرض کیا کہ حضور شریک سماع کیوں نہیں ہوتے کیا اس سماع میں شریک ہونا تو ثابت ہے فرمایا مجھ میں وہ صفات ہرگز نہیں ہیں جو کیا میں تھیں اور جو شرائط کہ سماع سننے میں چاہئیں ان کا پورا ہونا مشکل ہے۔ غرض کہ میں انچاپ کو سماع سننے کے لائق نہیں پاتا۔ اہل وجہ سے نہیں سنتا۔ دوسرے کو اپنا اختیار ہے۔ پھر میں نے عرض کیا۔ سماع میں کسی کو وجہ ہوتا ہے۔ کوئی روتا ہے کوئی ہنستا ہے کوئی نحو ہو جاتا ہے کسی پر سکھ کا عالم ہو جاتا ہے، حضرت نے چشم مبارک پر نم کر کے ارشاد فرمایا کہ میں نے جو درویشوں سے سنا ہے وہ اس طرح ہے۔ کہ اہل صفا سماع کو معراج الروح کہتے ہیں اور حالت وجد کی سات قسمیں ہیں۔ اول یہ کہ مرد درد مند اور صالح اگرچہ شغل اور سلوک سے اس کو کچھ تعلق نہ ہو۔ مگر سماع سننے سے رونے لگتا ہے۔ آہ اور نالہ کرتا ہے۔ مگر وہ فقط نرمی دل خیال عذاب قبر یا خیال عذاب دوزخ وغیرہ سے رونے لگتا ہے نہ اس کو کچھ عشق نہ ذوق ہے۔ کس واسطے کہ آواز میں اللہ تعالیٰ نے ایسی طاقت عطا کی ہے۔ کہ ہر سننے والے کا دل متحرک ہو جاتا ہے۔

دوسری حالت یہ ہے کہ صوفی مبتدی ناسوتی کہ بسیار درد فراق محبوب اور کثرت اندوہ اور عدم یافتگی مطلب سے ذوق اور شوق اس کو جلاتا ہے۔ وہ روتا ہے شوکتا ہے۔ مگر اس کو جاننا نہیں کہ یہ کیا ہے اور کہاں سے ہے اہل کی کیفیت۔ مثل صاحبِ رشتہ کے ہو جاتی ہے۔ کہ بدن اس کا پتلا ہے۔ مگر صاحبِ حال اس کو معلوم نہیں کر سکتا کہ اس کو کون پلاتا ہے کیوں کا پتلا ہے نہ اس میں کچھ رنج و راحت ہوتی ہے پس صوفی مبتدی بجز درد عشق کے انوار و اسرارِ سبحانی کو نہیں اسی درد و عشق سے روتا اور شوکتا ہے تیسری حالت یہ ہے۔ کہ سالک اہل نظر کو ایک وقت پیش آتا ہے کہ جسم باطن اس کا حسن و جمال حقیقی کی طرف متوجہ ہو کر اس کی رعنائی اور زیبائی کو دیکھ کر بے خود و بے اختیار شیفہ و لطفہ جمال لا متناہی ہو کر جوش و خروش میں آکر بے ہوش و مدہوش ہو کر ماییت



محبت اور عشق سے اضطراب میں آکر لذت حضوری سے روتا اور آہ و نالہ کرتا ہے۔ پس املا  
عشق کہ عاشق و معشوق میں ظہور کرتے ہیں۔ عاشق کو کبھی ہنسالتے کبھی رلاتے ہیں۔ دوسرا اس  
لذت سے آگاہ نہیں ہوتا۔ یہ درجہ اعلیٰ ہے کہ یہ حالت محض فراق کی ہے۔ بلکہ فراق وصال  
ہے۔ اور فراق وصال کیا ہے۔ یعنی بود و نابود ہو جاتے۔ عاشق نہایت حرارت عشق و غلبہ  
محبت محبوب میں محبوب صفت ہو جاوے۔ وجود مجازی درمیان میں نہ رہے۔ کہ لذت و صل محبوب  
حقیقی بے تعین مجاز کے حامل کرے مگر حب تک سالک ذکر اللہ سے تزکیہ باطن نہیں کرتا۔ آفتاب  
اس دولت کا اس پر نہیں چمکتا۔ اس حلاوت میں عقل معاد باقی رہتی ہے۔ جو مطلق نہیں ہوتا چوتھی  
حالت وہ ہے۔ کہ سالک کو اللہ تعالیٰ وہ وقت نصیب کرے کہ اس وقت میں نزول انوار جمال  
و جلال محبوب حقیقی ہو اور اپنی بود نہ رہے اور اس حال سے خود رلود ہو کر محو ہو اور متلاشی بود  
کا ہو۔ مگر جب اس کا کچھ نشان نہ پاوے۔ پس اپنے گم ہونے سے روئے اور افسوس کرے۔ کہ اگر بود  
وجود میں رہتا اور جمال و کمال محبوب حقیقی میں معاینہ کر کے خطا ٹھا کر نہ پوری ہونے اپنی خواہش  
سے روتا ہے، مثل فلیدہ موم کے کہ وہ چاہتی ہے کہ میں ہتیت اصلی میں رہ کر نظارۂ جمال شمع  
کروں۔ مگر یہ آرزو اس کی پوری نہیں ہوتی۔ جس قدر شمع سے جلتی ہے۔ اپنے کو نابود پاتی ہے۔ آخر آتش  
کا قاعدہ ہے۔ کہ جواں کے پاس ہوگا۔ اس کو محو کر کے عین آتش کر لے گی۔ مگر یہ اس وقت تک  
ہے کہ جب تک صوفی کو اس کی لذت معلوم نہیں ہوتی اور جب لذت پالیتا ہے تو یہ لذت سب  
سے بہتر ہے کہ صفت آتش ہو کر عین آتش ہو جاوے۔ مثل شرابی کے کہ جب لذت شراب سے  
باہر ہو جاتا ہے اور اس پر نشہ چھا جاتا ہے۔ تو اس کو لا لگ جاتی ہے۔ کسی قدر شراب لول کرے سیر نہیں  
ہوتا۔ ایسے ہی عاشق کہ جب لذت فراق وصال سے آگاہ ہو جاتا ہے تو خود اپنے کو وصال فراق  
میں ڈالتا ہے۔ بیت

آرزوئے داشتہ گر تشنگی آئے بود . تشنگی تر گشتم چو گردیم بدر آشنا

اللہ تعالیٰ ہر عاشق کو یہ حالت عطا فرمادے۔ حالت پنجم وہ ہے کہ صوفی الٰہی معنی کو ایک حالت پیدا  
ہوتی ہے۔ کہ وہ اس کی لذت کو نہ بیان کر سکتا ہے نہ نشان دے سکتا ہے۔ اس وقت اس کے  
دل میں تمنا ہوتی ہے۔ کہ محو حدیث ہو کر وجود سے گزر کر محو اور متلاشی ہو کر تمام بالیتہائے

اپنے سے خود رفتہ ہو کر یکتائی اور یگانگی پیدا کرے۔ کہ ہستی اس کی سے کچھ اثر باقی نہ رہے  
محو مطلق ہو کر الان لکا کان ہو جائے۔ ہر چند عاشق جاننا چاہتا ہے کہ عو ہو کر خود مضمحل  
ہو کر لاشی محض ہو کر عین معشوق ہو جائے۔ مگر جب مدعا پورا نہیں ہوتا۔ تو کمال حسرت اور  
محبت حضوری سے بے اختیار ہو کر آہ و نالہ و گریہ و زاری کرنے لگتا ہے۔ چھٹی حالت وہ ہے  
کہ صوفی کو عین وجد و سماع میں بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ عالم مجاز سے انتقال کر کے عالم  
باطن میں سیر کرتا ہے اور اں جگہ خطا اٹھاتا ہے۔ تمام اعضاء کی لذت سے بے خبر ہوتے ہیں  
مگر دل آگاہ ہوتا ہے یا یہ کہ دل حقیقی اس سے مطلع ہوتا ہے۔ اس کا اثر تمام بدن میں ہوتا ہے  
مثل جمی کہ جمی قلب سے مشتعل ہوتی ہے اور اثر اں کا وسیلہ خرائن کے تمام بدن میں پہنچتا ہے  
بدن گرم معلوم ہونے لگتا ہے۔ مگر زبان کو یاد نہیں۔ کہ اں لذت کا شمع بھی بیان کر سکے۔ کس واسطے  
کہ دنیا میں کوئی چیز اس کے مقابلہ کی نہیں کہ جس پر تمثیل دے۔ حالت ہفتم یہ ہے کہ بعض وقت  
صوفی صاحب ذوق اور وجد کو عین حالت وجد و سماع میں اس کا شعور برقرار رہتا ہے  
مگر اپنی ہستی سے بے خبر ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ایک بابر میاں میر لاہوری قدس سرہ نے حالات  
ارباب ذوق و شوق اور اصحاب سکر اور فنا میں فرمایا۔ کہ اس عالم میں صاحب وجد کامل اور  
منتہی وہ ہیں۔ کہ عین حالت میں ان کا شعور برقرار رہے۔ اگر ان کے دامن میں کو دوں ڈالیں  
تو ایک دانہ نیچے نہ گرے۔ حاضرین سے ایک نے عرض کیا کہ حالت سماع و وجد شمر بے خودی  
اور محویت ہے اور شعور کا باقی رہنا اس کا منافی ہے۔ حضرت نے جواب دیا۔ کہ اں وقت کا  
علم ذات صوفی سے نہیں ہے کہ وہ اپنی صفات سے فانی اور اپنی ہستی اور تمام عظم سے  
فارغ ہے۔ بلکہ اں کو ایسی بے خودی ہوتی ہے کہ اں شعور کے ساتھ بھی شعور نہیں رہتا۔  
پس عالم اں وقت میں قائم ہو کر یہ حفاظت کرتا ہے۔ پس جو فعل کہ اں وقت صادر ہوتا  
ہے درحقیقت وہ منسوب بحق ہے۔ صوفی درمیان میں نہیں رہتا۔ ایک بار چند درویش  
خدمت عالی میں حاضر تھے اور چند رؤسا شہر و شہزادگان عالی قدر سے بھی موجود تھے۔ ایک صاحب  
نے عرض کیا۔ کہ سلاسل مشائخ کبار میں کون سا سلسلہ بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جتنے سلاسل  
ہیں۔ سب نور علی نور ہیں۔ یوں ہر شخص اپنے سلسلہ کو اعلیٰ و انساب سمجھتا ہے۔ اس کی مثال

ایسی ہے۔ جیسے تمام کرم شیخ کے عاشق ہیں و لیکن جان کے خوف سے جلنے کی تاب نہیں رکھتے۔ پروانہ اس کی محبت میں ایسا بے اختیار ہے کہ وہ اپنے وجود کو شیخ پر ڈال کر بجز دو شہود و شیخ ذات اپنی کو خدا کے بشارت اتحاد و یگانگی مشرف ہوتا ہے۔ بخلاف دوسرے کرم کے کہ بڑے یگانگت و اتحاد ان کے مشام جان میں نہیں پہنچتی۔ اسی طرح سالک جملہ طریق کے قید حفظ جان میں گرفتار ہیں۔ تجلیات صوری اور معنوی پر قناعت رکھتے ہیں۔ بخلاف عارفان چشتیہ اور قادریہ کے کہ یہ پروانہ مستی تعین روحی اپنے کو الشعہ الوار شیخ ذات بخت میں جلا کر عین نور ہو جاتی ہیں۔ جیسا کہ مولانا رومی نے فرمایا ہے

رفت از میاں ہمیں خدا ماند خدا فقر انا ثم ہو اللہ نیست

پس یہ سن کر تمام مجلس کو حالت طاری ہوئی اکثر اہل دل رونے لگے۔ مرزا فیروز شاہ خلع شاہزادہ سلیم ناقل ہیں کہ ایک بار ناظر قلعہ معلی نے بحضور شاہ عرض کیا کہ دریا نان دروازہ دہلی قلعہ معلی نے بیان کیا کہ جس وقت ہم دروازہ کھولتے ہیں مرزا روشن صاحب کو دروازہ کے باہر کھڑا پاتے ہیں احتیاطاً اطلاع کرتے ہیں جناب اقدس فدوی سمجھا کہ شب کو مرزا صاحب موصوف شہر میں رہا کرتے ہیں صبح قلعہ میں آجاتے ہیں۔ اس امر کا غلام کو خیال ہوا۔ دو خواجہ سرا برائے شخص حال پوشیدہ طور پر مرزا صاحب کے مکان پر تعین کئے۔ کہ دیکھیں کیا یہ ماجرا ہے۔ عرض مرزا صاحب کا شب کو باہر جانا ثابت نہ ہوا۔ بلکہ معلوم ہوا کہ بعد نماز عشا کے مرزا صاحب عورتی دیر قیلولہ فرماتے ہیں۔ بعدہ اول وقت نماز صبح تک بالاحسان پر عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ یہ معلوم قابل گزارش تھا۔ اس وجہ سے عرض کیا چچا صاحب معذور فرماتے ہیں کہ میں بھی اس وقت حاضر تھا۔ حضور نے ناظر سے ارشاد فرمایا۔ کہ ہرگز ان کی نگرانی نہ کی جائے۔ وہ شخص قطب وقت اور اہل خدمت ہے۔ اس کو بند اور کھلا دروازہ سب یکساں ہے۔ بلکہ ان کی نسبت شاہ سلیمان صاحب بھی مجھ کو کچھ فرماتے تھے عرض اس وقت تک حضرت کا لافاش نہ ہوا تھا۔ جب یہ خبر منتشر ہوئی۔ اور خلعت نے رجوع کی۔ اس وقت اپنے محل مسکونہ آبادی کہ جو قلعہ میں تھا۔ اس کی سکونت ترک کر کے باغ عظیم خان میں متصل دہلی دروازہ کے کہ وہاں شرفا اور غریب لوگ آباد تھے۔ جارہے تھے، اور آندنی میں سے قدر سے بڑا تختہ سدری رکھ لیا تھا۔ باقی کل جائداد منقولہ و



غیر منقولہ حوالہ صاحبزادگان اور ثنوم مکان کر دیا تھا۔ حضرت کے تین صاحبزادے تھے۔ بڑے صاحبزادہ فوت ہوتے۔ چھوٹے مجذوب تھے۔ منجھلے صاحبزادہ مرزا وحید الدین عرف مرزا بلاتی کہ علوم ظاہری اور باطنی سے آراستہ و پیراستہ ہیں۔ پہلے اپنی کرامات کو پردہ ملازمت میں پوشیدہ رکھا پچاس روپے ماہوار سے زیادہ کی نوکری قبول نہیں کی۔ اب دنیا اور اہل دنیا سے بے غرض ہو کر گوشہ عافیت میں ایام گزاری کرتے ہیں۔ ہفتہ میں برائے نماز جمعہ باہر آتے تھے ایک کرامت مرزا روشن صاحب کی یہ تھی کہ جتنے آپ کے مرید تھے سب کو کشف القبور تھا۔ چنانچہ اہل سحر کاتب الحروف کو کہ اس وقت لہو و لعب میں مشغول تھا۔ یکایک بزرگوں کے مزارات پر جلنے کا شوق ہوا۔ وہاں حانہ ہو کر مشغول ہوتا۔ چنانچہ پیر روشن ضمیر کے تصدق سے ان کی زیارت سے مشرف ہوتا جو میرا کام ہوتا اہل کے بارہ میں عرض کرتا۔ جو حکم ہوتا اسی کے موافق ظہور میں آتا تھا۔ چنانچہ دو روز حضرت شمس العارفین شاہ ترکان بیابانی قدس سرہ کے مزار پر انوار پر جا کر مشغول ہوا۔ تیسرے روز حضرت کی زیارت سے مشرف ہو کر عرض کیا۔ کہ اگر حکم ہو تو حاضر ہوا کرو یا فرمایا۔ کہ فقیہ کی بہت دوستی اچھی نہیں۔ اسی وقت وہاں سے نصرت ہو کر چلا آیا اور یہ کیفیت مرزا بہادر صاحب خلیفہ پیر روشن ضمیر اپنے کے بیان کی۔ تبسم کناں ہو کر فرمانے لگے۔ کہ میاں وہ عالی جناب پر جلال مزار ہے کہ بڑے بڑے وہاں کو شمش کر کے چلے گئے زیارت تو بڑی بات ہے۔ مگر وجہ جلال حضرت ٹھہر بھی نہ سکے اور تم ایسا کہتے ہو۔ میں نے مکر عرض کیا کہ خلافت نہیں ہے۔ جو میں نے عرض کیا۔ راستہ ہے۔ اہل پر فرمایا۔ اگر تم نے حضرت کو دیکھا ہے۔ حلیہ شریف بیان کرو۔ اہل وقت میں نے حلیہ شریف عرض کیا۔ حلیہ سن کر مجھ کو گلے سے لگایا اور فرمایا کہ رہے نصیب بھائی صاحب میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں آپ کو مبارک باد دینے آیا ہوں۔ بادشاہ نے فرمایا تم کو بھی مبارک ہو وہ کیا خوشی ہے انہوں نے عرض کی اچھا خیر دروز کی حاضری میں تیسرے روز زیارت حضرت شمس العارفین سے مشرف ہوا۔ بادشاہ نے متعجب ہو کر فرمایا۔ بھائی بہادر صاحب پرچ ہے یا دل لگی۔ انہوں نے فرمایا حلیہ شریف دریافت فرمائیجے۔ حضور نے بندہ سے فرمایا۔ کہ تجھ پر کیا کیفیت گزری اور حلیہ شریف حضرت کا کیا ہے۔ میں نے جو دیکھا عرض کیا۔ پس بندہ کو گلے لگا کر فرمایا۔ کہ اے نور عین جو کچھ تم کو تہ سے پیر نے بتایا ہے، اہل پر خوب محنت کرو دیکھی تو نے اپنے

پیر کی کرامات۔ اس کے بعد اور درویشوں کے حالات بیان ہوتے رہے۔ بعد ہم رخصت ہو کر اپنے مکان پر آئے۔ اب دو تین برس کا عرصہ گزرتا ہے۔ کہ میری ایک پیر بہن درد عرق النساء میں مبتلا تھیں۔ ناگاہ یہ فیر اور مرزا ولی بخت کہ خاندان اورنگ زیب عالمگیر میں ممبر اور میرے مہربان ہیں ان کے مکان پر جانے لگے۔ اس وقت ان کو نہایت تکلیف تھی۔ بہت بے چین تھیں میری طرف دیکھ کر فرمانے لگیں کہ مرزا روشن کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر کچھ نڈیر کرو۔ میں نے کہا کہ ڈاکٹر اس کا علاج خوب کرے گا کہنے لگیں کہ میں نے سب کا علاج کر لیا۔ مجھ کو مرزا روشن کی آنکھوں سے دیکھو یہ سن کر میں سمجھا کہ یہ حضرت ہی کی طرف سے ہدایت ہے۔ میں نے عرض کی کہ چشم مبارک تصور کر کے ان کو دیکھنا شروع کر دیا پاؤں گھڑی کے بعد ان کو صحت ہوئی۔ اس کے بعد دو برس زندہ رہیں۔ پھر اس درد کی شکایت نہ ہوئی۔

نقل ہے کہ ایک بار ارشاد فرمایا کہ اسباب دنیا جمع کرنا عبث ہے کیونکہ دنیا ناپیدار جگہ ہے اس میں مسافر نہ بسر کرنا چاہیے بلکہ جس قدر ممکن ہے اسباب موت جمع کرے ہر وقت اسی کی فکر میں رہے۔ کس واسطے کہ آخر یہ ہوتا ہے کہ قبر گھر اور خاک کا بچھونا اور کپڑے دوست ہوتے ہیں۔ اسباب دنیا سے اس وقت کچھ کام نہیں ہوتا پس موت کے فقر سے بہتر کوئی فکر نہیں۔ ایک صاحب نے عرض کیا۔ اسباب موت کیا ہیں۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ہر وقت اس کو یاد رکھنا اور نیک عمل کرنا پھر فرمایا کہ جو مردان خدا ہیں وہ ہمیشہ موت کے خواہاں رہتے ہیں کہ ایک وسیلہ ہے ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف جملے اور محبوب حقیقی سے ملنے کا۔ جیسا کہ کسی نے خواجہ جنید بغدادی سے پوچھا کہ ابو سعید خزاز کا مرتے وقت کیا حال تھا آپ نے فرمایا کہ ان کو ایسا شوق تھا کہ اگر ان کی روح ماہے شوق کے پر ہار کتی تو کچھ عجب نہ تھا۔ اور حضرت کا یہ شعار تھا کہ اکثر قبرستان میں جا کر کچھ پڑھ کر ثواب اس کا اہل قبور کی ارواحوں کو پہنچاتے اور رویا کرتے۔ بہت بہت دیر بیٹھے رہتے اور اکثر یہ فرماتے کہ صحبت اہل دنیا سے بلکہ زندان کی صحبت سے اہل قبور کی صحبت بہتر ہے۔ ایک تو ان کی صحبت آخرت کو یاد دلاتی ہے۔ پس جو آخرت کو یاد رکھے گا۔ آفات دنیوی سے بچے گا۔ دوسری خوبی ان کی صحبت میں یہ ہے کہ بعد چلے آنے کے یہ غیبت نہیں کرتے اور یہ قاعدہ تھا کہ آستانہ کسی بزرگ کے اندر تشریف نہیں لے جاتے تھے۔ باہر کھڑے ہو کر فاتحہ

ادا کیا کرتے تھے۔ ایک بار اس کا تباہی الحروف کے دل میں یہ خطرہ گزرا۔ کہ حضرت کو کسی وہابی نے بہکا دیا۔ جو مزارات اولیاء اللہ کی طرف سے اعتقاد کم ہو گیا۔ ہندو تک جاتے ہیں۔ زیارت کرتے ہیں اپنے ہاتھوں سے خوشبو لگاتے ہیں مزارات کی گرد اپنی آنکھوں پر ملتے ہیں۔ معاً نور باطن سے میرے خطرہ کو معلوم کر کے میرے سید و اجداد علی شاہ کی طرف متوجہ ہو کر اولیاء اللہ کی صفات بیان کیں۔ ان کے اقوال فرماتے رہے بعدہ کہنے لگے کہ میں کبھی کسی اولیاء اللہ کے مزار کے متصل نہیں جاتا۔ دور سے سلام اور فاتحہ عرض کر کے چلا آتا ہوں۔ بعض کا یہ خیال ہو گا۔ کہ کرامت اولیاء اللہ کے قائل نہیں یا متکبر ہیں۔ استغفر اللہ یہ ہرگز نہیں اولیاء اللہ خاصانے خدا بادشاہ دین و دنیا ہیں۔ میں ایک ناچیز ہوں۔ میری کیا مجال کہ نزدیک مقربان خدا کے جا بیٹھوں۔ اس وجہ سے دور رہتا ہوں۔ کس واسطے کہ دنیا کے امیر کہ جن کی امارت و حکومت برائے چندے اور فانی ہے۔ ان کے پاس ہر کہ دمہ کی مجال نہیں کہ جاسکے۔ ان کے پاس بے باکی سے جانا خلاف ادب اور موجب برائی کا ہے۔ جو نزدیک جلتے ہیں، وہ اس لائق ہوں گے۔ مگر میں اپنے کو اس لائق نہیں سمجھتا۔ کہ خاصان خدا کی صحبت کے لائق ہوں۔ تیسرے پر کو میں اپنے پیر بھائی مرزا بہادر مغفور کی خدمت میں حاضر ہوا کہ میرے حال پر نہایت مہربان اور باعث میری مدد کا بھی آپ ہی تھے۔ میں نے جو کہ خطرہ میرے دل میں گزرا اور حضرت نے حوالہ فرمایا ان کے روبرو بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ جو کچھ حضرت نے فرمایا ایمان کی کمر نفسی ہے۔ ورنہ کمالات حضرت کے تم بھی کس قدر جان گئے ہو دیکھو تم نے فقط ان کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیا۔ بغیر کسی محنت کے کشف القلوب ہو گیا۔ جانتے ہو کہ جتنے تمہارے پیر بھائی ہیں، سب کو کشف القلوب ہے، جو کچھ مجاہدہ اور ریاضت کرتے ہوں گے۔ ان کی کیا کیفیت ہوتی ہوگی۔ سمجھ لو کہ جس کے ہاتھ پکڑنے میں یہ برکت ہے۔ اس کے رتبہ کو کون معلوم کر سکتا ہے اور اکثر فرمایا کرتے تھے۔ کہ فقراء سے محبت رکھو ان کے پاس جایا کرو۔ ان کے کلام سنا کرو۔ مگر جب جاؤ خالی ہاتھ نہ جاؤ کس واسطے کہ فقراء سے افضل کوئی نہیں ہے۔ یعنی قیامت کے روز فرشتوں سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ میرے بندوں سے برگزیدہ لوگ کہاں ہیں۔ فرشتے عرض کریں گے کہ الہی وہ کون ہیں فرمان ہو گا کہ وہ فقیر کہ جو قانع اور صابر اور میری رضا پر راضی ہیں۔ ان کو جنت



میں داخل کرو۔ پس چاہیے کہ آداب فقر المحظور رکھے۔ فقیر کو برا نہ جانے۔ چنانچہ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ”الفقر فخری“ ایک بار مرزا بہادر صاحب و میر واجد علی وغیرہ بارگاہ حضرت حاضر تھے ایک شخص نے ذکر کیا کہ کل حضرت سلطان خلد اللہ ملکہ نے ملا حسین کشمیری کو کہ جو مسجد فتح پوری میں رہتے ہیں اور اکثر طلباء کو درس کرتے ہیں۔ خرقہ خلافت عطا کر کے حکم دیا۔ کہ چند سے آستانہ صحت خواجہ صاحب پر معتکف رہ کر وطن کو چاؤ۔ ملا اچھے شخص ہیں۔ نہ معلوم بادشاہ سے جو خرقہ خلافت جائل کیا۔ ان میں کیا بھید ہے۔ وہ کچھ طامع بھی نہیں ہیں یا حضرت یہ تو ارشاد فرماتے کہ یہ خرقہ خلافت کیا چیز ہے۔ حضرت نے زبان حق سے ارشاد فرمایا۔ خلافت مشائخ جو اس وقت لایج ہے۔ اس کی آٹھ قسمیں ہیں۔ ان میں بعض مقبول بعض مجہول۔

اول خلافت الہی۔ دوم اصالت۔ سوم اجازت چہارم اجتماع۔ پنجم وراثت۔ ششم حکم ہفتم تکلیف۔ ہشتم اویسیا۔ پس خلافت الہی تو وہ ہے کہ جیسے حضرت سلطان المشائخ کو حق جیسا کہ سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ ایک بار حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے چاہا کہ اپنے مریدوں میں سے ایک کو خلافت دے کہ صاحب ولایت ہندوستان کریں۔ کہ ہاتھ غیبی کی آواز سنی کہ نظام بدروانی آئندہ سراسر میں ہے اس خلافت کے لائق وہ ہے۔ پس جب حضرت سلطان المشائخ پہنچے۔ بابا صاحب بامر حق ان کو اپنا خلیفہ کیا۔ اور بہت رحمتیں فرمائیں۔ اکثر اوقات فرماتے تھے کہ میں نے بابا نظام الدین کو ظاہر میں اپنا خلیفہ کیا۔ مگر باطن میں وہ خلیفہ باری تعالیٰ ہے اور نائب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ایسی خلافت کو صوفیائے کبار خلافت الہی کہتے ہیں اور خلافت اصالتا وہ ہے کہ مرشد اپنے مرید میں لیاقت اس بارگاہ کے اٹھانے کی خود دیکھ کر اس کو خرقہ خلافت عطا کر کے کسی جگہ برائے ارشاد و ہدایات خلق کے مقرر کرے اور خلافت اجازتاً وہ ہے کہ مرشد اپنے مرید کو قابل دیکھ کر مرید کرنے کی اجازت دے۔ جیسا کہ رسم ہے۔ ایسی خلافت کو رضائی بھی کہتے ہیں۔ اور اجتماعاً اسے کہتے ہیں کہ مثلاً کسی بزرگ نے انتقال کیا۔ اب نئے زندگی میں کسی مرید یا ولایت کو خلیفہ نہ کیا۔ قوم اور قبیلہ نے وارث یا مرید کو خلافت اس کی میں تجویز کر کے اس کا صاحب سجادہ کیا اور ولایتاً وہ ہے۔ کہ مثلاً کسی بزرگ نے وفات کی

اور اس کا کوئی خلیفہ نہ تھا۔ اس کی اولاد سے لائق شخص سجادہ پر بیٹھا۔ ایسی خلافت نزدیک اصفیاء کے جائز نہیں۔ ہاں اگر مورث اس امر کی اجازت دے تو جائز ہے اور حکماً وہ ہے۔ کہ ایک بزرگ تھا اس نے وفات پائی اور اس کا کوئی خلیفہ نہ تھا اور اس کے وارثوں میں بھی اختلاف ہوا۔ حاکم وقت نے کسی وارث یا رشتہ دار لائق کو ممتاز بخلافت کیا تو یہ جائز ہے اور تکلیفاً یہ ہے کہ مرید نے پیر سے بار بار عرض کی۔ کہ بندہ کو خلافت عطا ہو یا دوسرے شخص کی سفارش یا حمایت سے خلافت حاصل کی یہ بھی جائز نہیں ہے نہ اس میں بر خور داری ہے۔ ایسے خلیفہ اس وقت میں بہت ہیں۔ پڑھے نہ لکھے نام محمد فاضل۔ رنگین کپڑے کر لے۔ بال بڑھائے۔ موٹے دانوں کی تسبیح ہاتھ میں لی۔ الی اللہ یا اللہ کا دم بھرنے لگے۔ آنکھیں بند کر کے دبی دبی آواز سے باتیں کرنے لگے قطب ہو گئے۔ نعوذ باللہ۔ اللہ ہر مسلمان کو ریاضت اور ایسا وہ ہے۔ کہ روح پاک کسی بزرگ سے تربیت اور تلقین پاتے یا نعمت حاصل کرے۔ مگر متاخرین کے نزدیک ایسی خلافت ناجائز ہے کس واسطے کہ جب تک تکمیل کا درویشی نہیں کر لیتا اس لائق نہیں ہوتا۔ جو حضرات اویسی ہوتے ہیں ان کو مجاہدہ اور ریاضت اور ان کے مراتب کو خیال کر لینا چاہیے فرمایا کہ جب سالک مقام جبروت و فنا فی الرسول حاصل کر لے اس وقت پر جائز ہے کہ اس کو خلافت عطا کرے۔ اور اگر نہ دینا منظور ہو تو اس وجہ سے کہ ایسا نہ ہو یہ اسی جگہ رہ جائے معاملات شیعہ میں رہ جائے تو پیر کو اختیار ہے دے یا نہ دے اور جب طالب شہود ذات پر پہنچے شیخ پر واجب بلکہ فرض ہے کہ خلافت عطا کرے۔ بعض حضرات واصلان ملکوت کو خلافت دیتے ہیں وہ اچھا نہیں کرتے۔ بعض کے نزدیک جب مرید خطرات رحمانی اور شیطانی سے آگاہ ہونے لگتا ہے لائق خلافت ہو جاتا ہے۔ مگر ہمارے پیروں کے نزدیک جب تک شہود ذات پر نہیں پہنچتا لائق خلافت نہیں ہوتا اور خلافت جو دیتے ہیں وہ بھی دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک مستقل کہ وہ اہلاً خلق اللہ کو ہدایت کرے اور سلسلہ اپنے نام کا دے دوم بطریق نیابت یا سفارت کہ شیخ مرید کو فرمادے کہ تو میری جانب سے مرید کر۔ پس جعید ہو گا وہ شیخ کا ہو گا اور سلسلہ بھی شیخ کے نام تک ہو گا۔ یہ بالکل سفیر ہے اور بعض نے خلافت کبریٰ اور خلافت صغریٰ فرمایا ہے۔ کبریٰ وہ ہے کہ پیر کو متواتر الہام برائے عطاۃ خلافت خاص ایک کے لئے ہو۔ یہ خلافت کبریٰ ہے

کہ شیخ خرقہ دینی میں حق کی طرف سے مامور ہے اور خلافت صغریٰ وہ ہے کہ شیخ سالک کو لائق دیکھ کر یعنی سمجھ لے کہ اس کو شہود ذات بنم پہنچا۔ اس وقت اس کو خرقہ خلافت اور اجازت نامہ دے کر ہراتی ہدایت جس جگہ مناسب جانے مقرر فرماتے۔ ۱۲۵۰ھ میں حضرت جہرا غدہلی میں تشریف لے گئے وہاں تپ عارض حال ہوئی۔ خدام درگاہ حضرت نصیر الدین جہرا غدہلی سے فرمایا کہ میرا وقت قریب ہے ایک سردار دے کی جگہ آستانہ میں چاہیے چونکہ اقبال اس خاندان کا جا چکا تھا۔ ہوا بگڑ گئی تھی انہوں نے کہا کہ اندر جگہ نہیں ہے باہر موجود ہے۔ آپ نے فرمایا کہ خصوصیت اندر کی تھی باہر کی کچھ ضرورت نہیں یہاں نہ رہیں گے اور کہیں جہاں رہیں گے۔ اسی وقت ایسے ہو گئے کہ گویا بیمار ہی نہ تھے۔ وہاں سے فرید آباد میں آکر ٹھہرے بعد کئی روز کے بچلے صابزادہ سے فرمایا کہ تم سال سے چلے جاؤ۔ میں جہاں تم ہو گے۔ تمہارے ساتھ رہوں گا۔ چنانچہ اسی ہی بھٹکے بارہ برس تک ان کو ہر وقت ہمراہ معلوم ہوتے اور وہیں فرید آباد میں انتقال کیا۔ اور اہل ولے تکیہ میں دفن ہوئے۔ کاتب و دیگر غلامان حضرت نے مزار شریف کا حال دریافت کیا۔ مگر وہ جگہ سب کے دل میں سے محو ہو گئی۔ سبحان اللہ تمام عمر میں حضرت سے کبھی کوئی امر خلافت شرع شریف وقوع میں نہیں آیا۔ پروردگار عالم نے آپ کے مزار کو پرستش سے بچانے کو سب کے دل سے اس کا نشان محو کر دیا۔ دوسرا امر یہ ہے کہ آپ کو ترک تجرید زیادہ نہ تھا بعد انتقال کے بھی وہی صورت پیش آئی۔

خلیفہ آپ کے مزار بہادر صاحب شہید تھے۔ ان حضرت نے میاں قادر شاہ قاری سے بھی تربیت پائی تھی اور صاحب اجازت تھے۔ اول طریقہ زہد اور ذکر پاس انفاس اہل عاجز کو حضرت نے تعلیم فرمایا تھا۔ ایک روز آپ نے مجھ سے فرمایا کہ چلو کل جو شیرنی پکڑی آئی ہے۔ اس کو دیکھیں۔ میں حضرت کے ہمراہ ہوا لیا جب پتھر شیرنی کے قریب پہنچے نگہبانوں نے قریب جانے سے منع کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم سے یہ کچھ نہ کہے گی۔ میں نے دیکھا کہ وہ حضرت سے آنکھ نہ ملاتی تھی۔ یہاں تک کہ آپ نے غصہ سے اس کے کئی ہودے مارے مگر وہ کچھ نہ بولی اور دوسرا جو کوئی ذرا پاس ہوتا۔ اس پر بھپکتی غراتی۔

غدر میں جب شہر خالی ہوا۔ آپ کے لواحقین نے ہر چند چاہا کہ آپ بھی شہر سے نکلیں آپ



نے فرمایا۔ کہ مزار روشن کے طفیل مقامات مائل ہو گئے۔ شہادت باقی تھی سو وہ خود میرے پاس آ گئی ہے۔ اور ہر وقت شہداء مجھ کو اپنی طرف بلاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت سید الشہداء فرماتے ہیں۔ کہ بہادر جلد آئیں اب یہاں سے نہ جاؤں گا۔ آخر شہید ہوئے۔

نقل ہے کہ آپ کے صاحبزادہ مزارحمید الدین عت مرزا بلاتی صاحب نے پندرہ سپارہ اول کے حفظ فرماتے تھے۔ پندرہ آخر کے باقی تھے اور ماہ رمضان المبارک قریب تھا۔ آپ نے ہر چند <sup>فقط</sup> سے کہا۔ کہ ایسی ترکیب کرو کہ میرا پسر اب کے قرآن سنائے۔ جو کہ فی یہ کام کرے گا۔ وہ جو مانگے گا۔ میں دوں گا کسی سے یہ نہ ہو سکا۔ ایک روز حافظ کالے کہ حضرت کے مہر اور یار ہمدم مزار روشن کے تھے بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ حافظ صاحب بارہ تیرہ روز رمضان کے رہ گئے۔ دعا کرو کہ بلاتی قرآن سنائے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں بھی دعا کرتا ہوں۔ حضرت بھی دعا کریں۔ یہ سن کر حضرت مزار روشن قدس اللہ سرہ نے صاحبزادہ کو بلایا۔ کہ قرآن لے کر آؤ۔ جب وہ آئے کہا قرآن کھولو اور اپنا سبق نکالو اور فرمایا کہ میاں کچھ دکھائی بھی دیتا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ اباجان۔ نور کے حرف معلوم ہوتے ہیں، چنانچہ صاحبزادہ موصوف نے قرآن سنایا اور آج تک حضرت صاحبزادہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ حیات ہیں۔ آخر کے پندرہ سپاروں میں متشابہ تک نہیں لگتا۔

## ذکر حضرت مولانا ظہیر الدین کیرانوی قدس سرہ | آپ خلیفہ میر

اور وہ خلیفہ مولوی بدیع الدین کے۔ وہ خلیفہ حضرت مولانا فخر الدین جہاں دہلوی کے۔ بڑے صاحب نسبت اور عالم باعمل تھے۔ روضہ عالیہ حضرت سلطان المشائخ کے عاشق تھے۔ کبھی روضہ عالیہ کی طرف پشت نہیں کرتے تھے۔ نفلیں بہت پڑھتے تھے۔ جو آمدنی موروثی سے آتا وہ راۃ مولانا میں صرف فرماتے۔ ہر روز بعد نماز مغرب خواجگان چشت کا ختم ہوتا۔ نمازیوں کو وہ تقسیم فرماتے خود فقراؤ فاقہ سے بسر فرماتے جو مسافر وارد مسجد ہوتا۔ آل کو کھانا دیتے جس مسجد میں حضرت مشغول رہا کرتے تھے۔ اس کے صحن میں جامن کا درخت تھا۔ ایک روز ترشح ہو رہی تھی جامن خوب پک رہی تھی چتر اس کے نیچے ادا سے نفل میں تھے کہ ایک ارباب کے لڑکے نے جامن جھاڑنے کو پتھر مارا وہ سر مبارک میں لگا کہ جس کے صدمہ سے سر پھٹ گیا۔ خون جاری ہو گیا آپ نے اس جان کی طرف دیکھ کر فرمایا

کہ اگر ہی جا میں رہیں تو ظہیر الدین کا سر کیوں بچے گا۔ اس روز سے تاحیات حضرت کے اس میں پھل نہیں آیا۔ بعد انتقال کے وہ اپنے موسم بہار پر بارور ہوئی۔ میری عمر دس برس کی تھی میں نے بھی آپ کے ہمراہ کھایا ہے۔ اسی روز سے کچھ عشق پیدا ہو گیا۔ اور مولانا فخر الدین زردادی کے رسالہ اصول السماع کا فارسی میں ترجمہ فرمایا کہ طبع بھی ہو گیا ہے۔ ایک روز ایک صاحب نے دریافت کیا کہ مولانا شریعت اور طریقت میں کیا فرق ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کی ایسی مثال ہے، جیسے کھانا عمدہ طرف اچھے مگر جب کھانا کھایا گیا تو لذت نہ آتی۔ معلوم ہوا کہ اس میں نمک کم ہے۔ پس جب تک نمک طریقت میں ملتا لطف نہیں آتا۔ وفات آپ کی سن ۷۸۵ھ میں ہوئی۔ مزار شریف قصبہ منبیت میں ہے۔

## ذکر مرزا دلیر شاہ قدس سرہ

آپ خلیفہ مرزا روشن بخت کے تھے۔ سوائے قرآن شریعت کے اور کچھ پڑھنا نہ تھا۔ پہلے مولوی محمد حیات صاحب کے مرید ہوئے آخر حسب اہانت ان کی مرزا روشن سے بیعت کر کے کار بہ تکمیل پہنچا کر فرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ کی یہ کیفیت تھی۔ کہ حافظ شیرازی کی غزل پر غزل فرماتے۔ جس قسم کا مسئلہ آپ سے دریافت کیا جاتا اس کو احسن طور سے حل فرماتے تھے۔ چند رامپور میں تشریف فرما تھے۔ نواب رامپور نے ہر چند ملنا چاہا آپ نے قبول نہیں کیا۔ تیسرے خلیفہ حضرت حافظ کالے دہلوی۔ چوتھے مولوی فتح محمد پنجابی۔ پانچویں شاہ محمد حسین۔ چھٹے مرزا دولت شاہ۔ ساتویں سید واجد علی کہ عاشق پیر اور صاحب اکسیر تھے۔ اور تاحیات ان کو پیر سے حقوری رہی۔

## ذکر قدوة العلماء زبدۃ الاتقیاء ہاجر فی سبیل اللہ مولوی

### رحمت اللہ آفیدی ہندی قدس سرہ

اگرچہ اوصاف اس برگزیدہ آفاق خارج احاطہ تقریر و تحریر سے ہیں۔ لیکن مضمون بالا بدرک کلمہ لائبرک کا کچھ تحریر کرتے ہیں۔

جاننا چاہیے کہ مولد و منشا اس برگزیدہ اصفیا کا قصبہ کیرانہ محلہ دربار کلال ضلع مظفرنگر

کا ہے۔ اور یہ قصبہ قدیم سے مردم خیز ہے اور اولاد حضرت امیر المومنین جامع قرآن عثمان بن عفان خلیفہ ثالث رسول حبیب الرحمان سے ہیں۔ جیسا کہ نسب نامہ حضرت ذی النون موجود ہے۔ بہر صورت جد اعلیٰ ان کا شیخ عبدالرحمان گارزدن تھا۔ کہ ہمراہ سلطان محمود غزنوی کے ہندوستان میں آ کے قصبہ پانی پت میں۔ وفات پا کے زیر قلعہ مدفون ہوئے۔ اس روز سے اولاد ان کی جو ہمراہ تھی۔ سکونت پذیر پانی پت ہوئی۔ اور ان کی اولاد سے بعد چند پشت کے حضرت مخدوم جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی قدس سرہ کہ ذکر کرامات ان کا ادب خلفائے ان کے کا کتاب روضۃ الاقطاب اور خزینۃ الاصفیاء وغیرہ میں مندرج ہے بعد اس کے اولاد خلف جلال حضرت جلال الدین سے حکیم عبدالکریم عرف شیخ ہنگا کہ کتاب خلاصہ تنافی ان کی تالیف سے ہے مقرب درگاہ جلال الدین اکبر بادشاہ مخاطب بہ خطاب شیخ الزبان۔ مقبرہ ان کا مقبرہ حضرت ابو علی قلندر جانب شمال مائل بہ شرق پانی پت میں نالاں موجود ہے۔ اور فرزند کلال مخاطب بہ خطاب مقرب خان عہد نور الدین جہانگیر بادشاہ میں صوبہ سورت بمبئی کے ہوئے اور انہوں نے اپنی حکمت علی سے سات جہاز غرق سالہا سال کے برآمد کئے۔ منجملہ اور چیزوں کے ستون کسوٹی بھی انہیں میں تھے اور بادشاہ جہانگیر کو برآمد جہازاں سے اطلاع دی۔ بادشاہ نے کل اسباب انہیں کو عطا کیا۔ بعد اس کے آب و ہوا کیرانہ کی پسند کر کے مکان سکونت اور دو آب پختہ اندروں وسط تالاب کے ایک بنگلہ بالائے چبوترہ بنوا کر ستون کسوٹی پر پا کئے۔ اور ایک گڑھی بنوائی۔ اور پانچ باغ تخم ان کا دھن سے منگل کے لگائے۔ اور سال سولہویں جلوس میں بادشاہ جہانگیر کیرانہ میں آئے۔ جیسا کہ عبارت جہانگیری سے ظاہر ہے۔ وہ یہ ہے کہ عرصہ کثیر سے زیدہ مخلصان یا اخلاص و عمدہ محبان با اختصاص یار وفادار مقرب خان ملتی تھے۔ کہ کلبہ احزان کو قدوم میمنت لزوم سے رشک فرماتے۔ فردوس بریں کرے چونکہ حضور کے تئیں خاطر اس کی بغایت منظور تھی۔ اس واسطے عنان عزیمت اس طرف منعطف فرمائی اس خیر خواہ قدیمی نے اسباب و جواہر قیمتی تین لاکھ روپیہ کا باغ اور دو تالاب مع بنگلہ نذر حضور کیا۔ لینا تالاب اور بنگلہ کا اقتضار فتوت شاہنشاہی سے بعید سمجھ کر اسباب و جواہر اور پانچ باغ قبول فرمائے جیسا کہ یا غبار مذکورہ تا عہد بہادر شاہ قبضہ ابالیان شاہی میں رہے۔ اگرچہ ہر دو تالاب بخرض ضبطی سرکار انگریزی نیلام ہو گئے۔ خریداران نیلام کے



کے قبضہ میں رہے۔ اگرچہ ہر دو تالاب و چبوترہ و گڑھی موجود ہیں۔ مگر حویلی کا دروازہ قائم نہیں۔ جیسا کہ وہ محلہ بنام لواب دروازہ مشہور ہے۔ اور خطوط اسی پتہ سے آتے جاتے ہیں۔ روایت معتبر ہے کہ ایک روز دربار جہانگیر بادشاہ میں کسی شخص نے ذکر کیا۔ کہ مقرب خان کے ہاں ایک ایسی شے ہے کہ حضور کے ہاں نہیں ہے پوچھا۔ وہ کیا چیز ہے۔ عرض کیا۔ ستون کسوٹی کے حکم ہوا۔ کہ لکھ بھیجو۔ حضور میں بھیج دے۔ آپ کے وکیل نے اسی وقت اطلاع دی مقرب خان نے ستون مذکورہ بنگلہ مسطور سے اکھڑا کر شباشت پانی پت خانقاہ میں بھیج دیتے۔ تیسرے روز فرمان بادشاہ بمضمون مذکورہ الصدد آیا۔ انہوں نے عرضی رکھی۔ کہ پہلے درود فرمان والا شان سے نذر خانقاہ کر چکا اگر حکم ہوئے وہاں سے اکھڑا کر ارسال حضور کو حکم آیا کچھ ضرورت نہیں۔ جو کہ جلدی میں نصب کر دیتے تھے۔ اس واسطے رزق اللہ خان خلع مقرب نے دوبارہ مراتب کرایا جیسا کہ اس کے کتبہ سے تاحال موجود ہے۔ ہو رہا ہے۔ اور وہ ابیات یہ ہیں۔

## ابیات

مظہر نور جمال است و جلال	ہمچو علیسی مردہ لا بخشد روالے
بو علی چون بو علی سینا ش کرد	نال سبب کیست آل اسطوتہ نال
ثانیا فرمودہ ایوان جو خلد	ہر ستون سنگ تک درذیراں
از خرد چشم غبار سال او	چو طلائ کیسبیا کردم عیال
سال و تاریخ انبایشں بجا	شد بوالا جاہ رزق اللہ خانے

اور مسجد سنگ سرخ اندرون خانقاہ تعمیر ساختہ رزق اللہ خان ہے۔ اور کہتے ہیں۔ کہ ایک تاجر انگلوٹھی دربار جہانگیری میں لایا کہ وہ میرے کی بے ہوڑ ہے۔ بادشاہ نے سب امیران حاضرین دربار کو دکھائی۔ کسی کی شناخت میں نہ آئی۔ مقرب خان نے دیکھ کر عرض کیا کہ پانی میں ڈالی جاوے اس وقت رنگ اریزہ کا متغیر ہو گیا۔ ثابت ہوا کہ وہ مصری سفید سے تراشی ہوئی تھی۔ اگرچہ قصہ اور بھی مشہور ہے کہ تحریر کرنا اس کا فوت مطلب کا باعث ہوتا ہے اور مقبرہ مقرب خاں

اندروں خالقہ مشہور و قائم ہے۔ اب مطلب اصلی پر آتا ہوں۔ برادر دوم یعنی پسر نامی شیخ سادیوان عبدالرحیم نے کہ مکان ان کا مجلہ نواب دروازہ تا حال مشہور و قائم ہے۔ اور کرایہ مع مال پچاس برس طرف شاہجہان بادشاہ سے ان کی جاگیر میں رہا۔ اور دیوان خانہ ان کا کہ نامزد عدل گرہ تھا۔ اور عوام اس کو بادل گرہ کہتے ہیں۔ مکان سکونت اور عدل گرہ میں حیات اپنی میں شیخ حسینی اور شیخ اللہ دیا کووے کہ مکان دوسرا بنا فرمایا اور نام اس کا دربار معزز پایا۔ مع شیخ فضل پسر سوئی اپنے کے سکونت اختیار کی اور شیخ فضل صاحبان درگاہ شاہجہان بادشاہ سے رہے۔ اور جمع ہر یہ تھا۔ ع

### فضل شہید و جان غلام شاہجہان

بعد اس کے فیما بین شیخ قطب الدین اور شیخ بدر الدین ہر دو برادران حقیقی کے تقسیم مکانات ظہور میں آئے۔ تبام دربار کلاں مکان شیخ قطب الدین و دربار خورد مکان شیخ بدر الدین مشہور ہے جیسا کہ تا ہذا البوم دربار کلاں اور دربار خورد مشہور ہیں۔ بعد اس کے فرزند سوئی شیخ قطب الدین کہ موصوف بہ عبدالرحیم تھے۔ ان کے پسر حبیب اللہ اور ان کے والد نجیب اللہ اور پسر سوئی نجیب اللہ مولوی جلیل الرحمان علیہ الرحمۃ والغفران کہ دیانت اور صلاحیت میں مشہور ہیں۔ الافران والا مثلاً تھے۔ بعد اس کے مضمون حدیث شریف السعید من سعد فی بطن امہ ۲۳۳ھ ماہ جمادی الاول میں مولوی رحمت اللہ پیدا ہوئے۔ اور والدہ شریفہ مولوی مدوح بیان کیا کرتی تھیں۔ کہ میں نے حمل میں بکثرت دیکھا ہے کہ بیان ان کا خالی دروازہ نفسی سے نہیں۔ لیکن ایک خواب بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ وزیر النصار یعنی ہمیشہ خورد مولوی صاحب یہ کہتی ہیں۔ کہ بیڈولی والی تیرے نام پر کیا چاند روشن نہیں ہوا ہے کہ روشنی اس کی تمام جہان کو محیط ہے۔ ہندو طفل میں آثار صلاحیت عیان تھی۔ اور عمر دس بارہ برس میں کتب درسیہ مروجہ فارسی سے فراغت پائی۔ اور تحریر خطوط فارسی اچھا کرتے تھے۔ انہیں ایام میں بقبائش شیخ فرید الدین ساکن قصبہ بڈل ضلع مظفرنگر خالو حقیقی اپنے کے ہمراہ مولوی علی احمد ساکن قصبہ مذکور کہ قرابت قریبہ رکھتے تھے۔ واسطے تحصیل علوم روانہ شاہجہان آباد ہوئے مدرسہ مولوی محمد حیات ققام پذیر ہوئے معروف بہ تحصیل علوم ہوئے اور چونکہ طبع سلیم اور ذہن خداداد مستقیم تھا۔ ایام طالب علمی قصہ سبق

رہے۔ بعد ازل کے سنہ ایک ہزار دوصد و پنجاہ ہجری میں والد ان کے کہ بعد منشی گری راجہ ہندوراؤ، مادر مرہٹہ کے عرصہ چند سال سے ملازم تھے۔ ہمراہ آتے نامدار اپنے کے فائز شاہجہاں آباد ہوئے۔ ہمراہ ملازمین لشکر ظفر بیکہ سرکار کے مقام ترو لین گنج بیرون لاہوری دروازہ جانب غرب متصل پھاڑی دسیرج قیام پذیر ہوئے۔ مولوی صاحب بھی بخد مت والد ماجد رہنے لگے۔ اور تنخواہ بھی اہل کو بصیغہ تاریخ سناتے وقت شب کے اپنی سرکار سے مقرر ہو گئی۔ اہل وقت میں ہر روز ترو لین گنج سے واسطے سبق کے آمد و رفت مدرسہ مسبوق الذکر میں رکھتے تھے۔ اور شب کو حسب الطلب سرکار کے منعمون کتاب اکبر نامہ تالیف شیخ ابوالفضل کا گوش گزار کرتے تھے۔ اور کار تحریر خطوط والد اپنے کا بخوبی انجام دیتے رہے۔ بعد ازل کے سنہ یک ہزار دوصد و پنجاہ و سہ ہجری برطرف والد ان کے کی اس سرکار سے ظہور میں آئی۔ والد ان کے وطن میں خانہ کشین ہوتے، اور بیرجاتے والد کے کار تحریر خطوط کا دیتے رہے۔ بعد چند ماہ کے موقوفی ان کی بھی ظہور میں آئی۔ پھر فانی اہل ہو کے مدرسہ مسطور میں مصروف بدرجہ تدریس ہوئے۔ پھر جو سبق موافق خواہش اپنی کے نہ پایا ہمراہ چند طلباء سپاہیادہ روانہ لکھنؤ ہوئے۔ وہاں کے مفتی محمد سعد اللہ سے مسلم الثبوت اور میرزاہد امور عامہ پڑھا۔ اور لکھنؤ میں مرجع طلاب ہے۔ پھر سنہ یک ہزار دوصد و پنجاہ و شش ہجری میں وارد وطن ہوئے۔ اور دختر اوسط خال حقیقی کہ مدت سے منسوب بنام ان کے تھی۔ شادی کے بعد سنہ یک ہزار دوصد و پنجاہ و ہفت ہجری راجہ ہندوراؤ نے ان کو مع والد طلب کہ کے والد کو ان کے ہمراہ غلام غوث خان مختار کار اپنے کے یہ تنخواہ قدری ملازم کر کے واسطے ہندو بست املاک اپنی کے روانہ کال چکل ضلع دھاڑ واڑ کیا۔ اور ان کو اپنے ہمراہ لے کر روانہ بجانب کوہ بھبت شکار ہوا۔

بعد ازل کے وقت فائزگی شاہجہان آباد بمقام ترو لین گنج ہنگامہ تعلیم طلباء گرم اور کار تحریر خطوط سرکار کرتے رہے۔ پھر سنہ یک ہزار دوصد و شصت ہجری میں لڑکے ان کے نے جو کم از کم یک سالہ تھا۔ انتقال کیا۔ اور زوجہ ان کی نے مرض جی دق مبتلا ہو کے سنہ یک ہزار دوصد و شصت و یک ہجری میں انتقال کیا۔ پھر نسبت ان کی اگرچہ اقربا میں ہو گئی تھی۔ چند سال نکاح نہ کیا۔ بلکہ اپنی طرف سے انکار کیا بعد ازل کے سنہ یک ہزار دوصد و شصت و دو ہجری



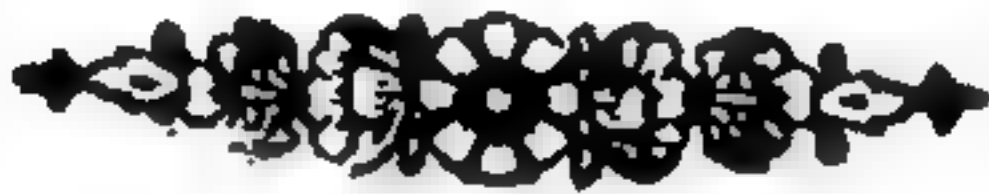
میں انتقال والد ان کے کا بمقام کامل ظہور میں آیا۔ بعد اس کے تعلق ملازمی ترک کر کے اپنے چھوٹے بھائی منشی محمد خلیل کو سرکار ہندوستان میں مقرر کر کے کوئی دن مدرسہ مولوی محمد حیات میں پڑھا بعد اس کے مسجد اکبر آبادی میں کہ جانب جنوب مشہور تھی قیام پذیر ہو کے بتدریس طلباء مصروف ہوئے، بعد اس کے ۱۳۶۲ھ میں کہ انہیں ایام میں مولوی محمد حیات نے انتقال کیا تھا۔ وارد وطن مالوفہ ہو کر ہنگامہ وعظ و تلقین و تدریس طلباء میں مصروف ہوئے۔ اور آبادی مسجد محلہ بخوبی ظہور میں آئی۔ اور جو کہ تحریر یہ کتاب اراد الادہام بغفرانہ شہ عبدالغنی ساکن خانقاہ غلام علی شاہ فارسی میں لکھی تھی۔ اب تک بعض مآک کی ظہور میں نہ آئی تھی، کہ آپ بعارضہ تپ و لرزہ بیمار ہوئے، باوجود مصلحت و مسہلات ازالہ مرض کا ظہور میں نہ آیا۔ اور اکثر طبیبوں کی رائے میں جی دق تجویز ہو گئی لیکن برادر اوسط ان کا کہ معالج تھا بر خلاف اور طبیبوں کے تھا۔ غرضیکہ بیماری مولوی صاحب سے تمام خاندان بے سرو سامان تھا، جیسا کہ عم کلال اور ہر دو عم خورد اور دیگرہ اعزاء نے ان کی والدہ کے پاس آن کر بیان کیا۔ کہ جو ہمارے دو دمان میں ذات مولوی صاحب کو فخر خاندان پیدا کیا ہے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ طبیب اور ہی آپ کے علاج کے واسطے لادیں۔ اور کوشش و رباب استعلاج بہم پہنچاویں۔ والدہ مخدومہ ان کی نے کہ از بسکہ صالحہ اور متدین تھیں، کہا کہ تدبیر وابستہ تقدیر ہے کہ میں رائے مختلف اوسط اپنے کے بہ نسبت اور طبیبوں کے واثق سمجھتی ہوں، غرضیکہ شدت بیماری سے زوال طاقت ایسا ہوا کہ بیٹھنے سے معذور ہوئے۔ اور لیٹے ہوئے چار پائی پر نماز ادا کرتے تھے، ایک روز یہ کہا دیکھو میں نماز ظہر پڑھتا ہوں کوئی آگے کو نہ نکلے، بعد تھوڑی دیر کے گریاں ہو کر ہوش میں آئے۔ بھائی اوسط ان کے نے جانا کہ اوپر مالوئی حیات اپنی کے گریاں ہیں۔ یہ کہا بھائی قسم بخدا میرے نزدیک قواعد طب سے کوئی علامت رویہ نہیں انشاء اللہ صحت ہو جلتے گی، فرمایا کہ میں اس لئے نہیں روتا ہوں اور مجھ کو بھی صحت اور بقا، حیات اپنی کی امید ہے۔ مگر اس واسطے کہ میں نے اس وقت خواب میں دیکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع شیخین رضی اللہ عنہما تشریف لاتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا یتیس المجاہدین یار یتیس العالمین اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا یتیس النبی لیک رسول اللہ قال کذا وکذا یعنی اے جوان خوشخبری ہو، جو بیچ حق تیرے کے رسول نے کہا ایسا، اگر چہ تالیف اراد الادہام جہاد مرض ہوا ہے۔ یقین ہے

کہ جہاد شافی یہی ہو گا بعد اس کے حالت اہل صحت پر آ کے اراد الادہام کہ منتشر ہوا تھا  
 بعرصہ سات ماہ کے صاف کیا۔ بعد اس کے بتقریب بعض اتفاق تشریفہری شاہجہان آباد  
 ہوا۔ اور صورت پھینے کتاب مذکورہ میں حاشیہ پر استفسار مولوی آل حسن مصنف ظہور میں  
 آیا۔ اور انہیں ایام میں ڈاکٹر وزیر خان ساکن محلہ کاغذیاں سے ملاقات ہوئی اور ڈاکٹر مذکور  
 مستدعی تشریف بری اکبر آباد کا ہوا۔ وہاں پہنچ کر بسرئے بہلی بہت مقیم ہوئے جو کہ ان دنوں  
 میں محکمہ صدر اکبر آباد میں تھا اور وکلاء صدور میں رہتے تھے اور پادری فنڈر صاحب بھی وہیں  
 مقیم تھے اور ہر کسی سے بروقت ملاقات یہ کہتے تھے کہ کوئی ہماری میزان حق کا جواب لکھے اور  
 طعن ہماری کا جو محمدیوں پر ہے جواب دے۔ نو کہ اکثر اہل امر پر سکوت کر کے جواب نہیں دیتے تھے  
 یہ سبب بھی باعث خود پسندی پادری صاحب موصوف کا ہوتا تھا۔ اس وقت میں اکثر وکلاء و  
 روساء اکبر آباد ملتی اس بات کے ہوتے کہ ہم یہ چاہتے ہیں۔ کہ مقابلہ پادری صاحب سے ہو۔ ہر  
 چندہ مولوی صاحب نے ذیہ ذیہ الوطنی کا کیا لیکن پذیرا نہ ہوا۔ آخر الامر وکلاء مذکور الصدر  
 سلسلہ جنابان مباحثہ فیما بین ہوئے۔ پادری صاحب نے اس امر کو فوز عظیم سمجھ کر زیادہ تر معزز  
 جیسا کہ رسالہ مباحثہ کا کہ خطوط فیما بین مولوی صاحب و پادری صاحب کے قریب دس گیارہ جزو  
 کے فخر المباح میں شائع ہوا تھا۔ اور اس کے اشتہار میں تاریخ یوم تقریر مباحثہ کا دیا گیا تھا۔ اگرچہ  
 اس زمانہ میں ریل نہ تھی مگر پھر اکثر سامعین سواری گھوڑا گاڑی پر آکر داخل مجمع مباحثہ  
 ہوئے۔ اور حدودہ مسئلوں میں مباحثہ تقریر فرمایا تھا، اور شرط یہ تھی، کہ جب تک ایک مسئلہ  
 طے نہ ہو جائے گفتگو دوسرے مسئلہ میں نہ کی جائے۔ غرضیکہ روزناقل پادری صاحب گفتگو میں  
 زیرے پیش رہے، اور دوسرے روز مغلوب رہے۔ اور تیسرے روز نہایت عاجز ہوئے اور یہ امر  
 باعث بدنامی پادری صاحب کا ہوا۔ بعد اس کے اگر بغاوت قدیم بازار میں کھڑے ہوئے۔ تو ہر  
 ایک دوست سے کہتے تھے کہ تیری زبان کہاں گئی تھی جو بولا نہ گیا۔ بعد اس کے سال ۱۳۸۷ میں  
 سولہویں رمضان کو غدر واقع ہوا۔ اور مولوی صاحب اس حادثہ ناگہانی میں اشتہاری ہو  
 گئے عازم مکہ معظمہ ہوئے اور جو کچھ جائداد جو وطن میں تھی، ضبط ہو کر نیلام  
 ہو گئی، بعد اس سال ۱۳۸۸ میں پادری فنڈر صاحب واسطے حصول ملاقات استنبول روانہ

ہوئے۔ اور وہاں پہنچ کر ایک امیر سلطان سے مل کر مستدعی جواب کے ہوئے۔ اس امیر نے علماء سے مشورہ کیا، جو کہ محمود خاں رتیس نجیب آباد کہ ایام عذر سے داخل زمرہ مصاحبت امیر موصوف تھا۔ منظر ہوا کہ ہندوستان میں ایک فاضل جلیل الشان کی گفتگو مذہبی پادری بلند مکان سے ہوئی تھی اور اس فاضل نے کتاب در جواب اعتراضات اس پادری کے لکھی ہے۔ اور وہ کتاب چھپ گئی ہے۔ جو کہ قافلہ حجاج ہند ہر سال آتا تھا دستیاب ہونا ممکن ہے، جیسا کہ یہی مضمون بنام شریف مکہ آیا۔ اتفاقاً خلف شریف مولوی صاحب سے پڑھتا تھا۔ جواب میں لکھا گیا کہ وہ کتاب اور اس کا مصنف یہاں موجود ہے بعد اہل کے موافق حکم، شریف نے سامان زاد راہ کر کے مولوی صاحب کو روانہ استنبول کیا، اور انہوں نے وہاں پہنچ کر جوابات اعتراضات بحضور علماء پڑھا، پسند خاطر ہوا۔ اس کے بعد پادری سائل کو طلب کیا۔ بوقت آنے کے فیما بین ظہور میں آئی۔ پادری صاحب سوائے اس بات کے کہ میں نے جوابات سوالات اپنے کا کچھ پایا، زبان پر نہ لائے، بعد اس کے واپس ہوئے اور اشنا ماراہ میں فوت ہوئے اور بحسب درخواست اس کتاب کا ترجمہ فارسی سے عربی اور ترکی میں لکھا۔ اور کتاب عربی موسوم بمظاہر الحق کیا، ہر دو نسخہ چھاپہ خانہ بکرات قالب طبع میں آئے، آپ عرصہ تین سال تک استنبول میں قیام پذیر ہو کر مکہ میں آئے اور مجدد بیگم صولت النساء رئیسہ بنگالہ بنام مدرسہ کی محلہ چندریسہ میں ڈالے۔ چنانچہ مدرسہ صولتیہ مشہور ہے اور کوشش بیگم مذکور اور روسا ہند سے آبادی مدرسہ مذکور کی بخوبی ظہور میں آئی اور جو کہ ترجمہ ترکی چھپ کر داخل کتب خانہ شاہی میں ہوا تھا، ایک روز اتفاق سے ملاحظہ سلطان سے گزرا، اور استفسار حال مصنف ہوا، جانب حضرت سلطان سے طلب مولوی صاحب ظہور میں آئی، مولوی صاحب مع حضرت مولوی نور فائز استنبول ہوئے بوقت پہنچنے بندر کے سلطان کی طرف سے چند امیر مع توپ و خلعت کے آئے اور بر وقت پہنچنے کے مراتب تعظیم ظہور میں آئے۔ اور بزبان ترکی فرمایا کہ ہم تمہاری کتاب اور ذکر خیر سن کر مشتاق ملاقات ہوئے اور بعد چند روز کے ارشاد ہوا کہ تا تقرری ملازمت پانچ سو روپیہ ماہواری تم کو ملا کریں گے یہاں قیام پذیر رہیں، انہوں نے التماس کیا کہ میں حالت پیری میں مسکن و مدفن مکہ چاہتا ہوں چنانچہ تین سو روپیہ ماہواری مقرر ہو گئے، مبلغ مذکور باسم مدرسہ ولواحقین اپنے کے دفتر شاہی



میں لکھوادیتے اور بروقت رخصت عرض کیا کہ بشرط مرضی برادر یا داماد اپنے کو گریبان امن میں روانہ خدمت خدام والا مقام کر دیں گا اور رخصت ہو کر روانہ مکہ ہوئے، اور عند الذکر سامعین نے کہا کہ ایفا وعدہ مزدور ہے بعد تحریر واستر ضا برادر خورد اپنے یعنی قاضی بدرالاسلام برادر زادہ اپنے کو روانہ استنبول کیا وہ وہاں جا کر بمشاہرہ پانسو قرص کہ جس کے ایک سو پچیس روپیہ کے قریب یہاں کے رائج الوقت ہوئے ہیں، ماہواری ملازم ہو گیا، اور خدمت داروغگی کتب خانہ شاہی کی بنام ال کے تقریر پائی، اور بعد انتقال مولوی صاحب کے پھر تقرری خدمت انتظام مدرسہ صولتئیہ کی بنام قاضی بدرالاسلام ہوئی۔ چنانچہ تا حال مقیم مکہ معظمہ منتظم مدرسہ مذکور یہ ننخواہ بدستور مامور ہے۔ اور مولوی صاحب ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۰۸ھ بمطابق ۱۵ سال انتقال فرمایا اور مکہ میں مدفون ہوئے۔ ان اللہ وانا الیہ راجعون۔



# تذکرہ اولیائے برصغیر

(پاک و ہند)

پاک و ہند کے چھ سو کے قریب اولیائے کرام کا حیات تذکرہ

سوم

مرزا محمد اختر دہلوی

ملک امین کھٹک، رحمان مارکیٹ

غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور

marfat.com

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب..... تذکرہ اولیائے بر صغیر

مصنف..... مرزا محمد اختر دہلوی

تعداد.....

طبع..... اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

ناشر..... ملک اینڈ کمپنی لاہور

قیمت.....

واحد تقسیم کار

شعبہ برادرز 40 فی اردو بازار لاہور



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# در بیان حضرات خواجگان چشت قادریہ

رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْہِم اَجْمَعِیْنَ

اول ذکر غوث الثقلین حضرت محبوب کبریا سیدی الدین سلطان  
عالم اولیائے اعظم شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز

کنیت آپ کی ابو محمد و لقب محی الدین ہے اور غوث الثقلین اس وجہ سے کہتے ہیں کہ  
تصرف حضرت کا اور پرچم و انس کے تھا اور اسم شریف سید عبد القادر خلف سید ابی صالح بن سید  
موسیٰ بن سید عبد اللہ الجلی بن سید یحییٰ الزاہد بن سید محمد بن سید داؤد بن سید موسیٰ ثانی بن  
سید عبد اللہ موسیٰ الجون بن سید عبد اللہ محض یا محسن بن سید حسن المثنیٰ بن حضرت امیر المؤمنین  
امام حسن بن حضرت امیر المؤمنین امام التتین اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ  
عنہ اور آپ کی والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ اور کنیت ان کی ام النخیر اور لقب امہ البیار دختر  
نیک اختر شیخ عبد اللہ سومعی کی ہیں کہ وہ مشائخ کبار جیلان سے اور اولیائے زمانہ مستجاب  
الدعوات تھے۔ نسب ان تاج المستورات کا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے  
مطابق ہے کہ فاطمہ ام النخیر بنت شیخ الاسلام سید عبد اللہ سومعی بن سید ابو جمال محمد بن سید  
ابوطاہر بن سید ابو عطا عبد اللہ بن سید ابو جمال عیسیٰ بن سید ابو علاء الدین محمد بن سید علی العزیزی  
بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امیر المؤمنین امام حسین رضی اللہ تعالیٰ  
عنہ اور جلی حضرت کو اس وجہ سے کہتے ہیں کہ ولادت حضرت کی جیل میں ہوئی کہ اس کو جیلان  
اور کیلان اور کیل بھی کہتے ہیں۔ صاحب تاسیخ یا فعی تحریر فرماتے ہیں کہ نام اس قصبہ کا جیل

تھا۔ وہ جگہ نہایت پُر فزا اور آب و ہوا معتدل کہ نیچے کوہِ جودی کے واقع ہوا ہے۔ کوہِ جودی وہ ہے کہ کشتی نوح علیہ السلام کی اس جگہ ٹھہری تھی۔ چنانچہ قرآن مجید میں بھی ذکر ہے۔ اور بغداد سے سات روز کا فاصلہ ہے۔ اور محی الدین لقب ہونے کی یہ وجہ ہے کہ خود فرماتے ہیں کہ میں بروز جمعہ بغداد سے باہر آیا۔ راستہ میں مقابل ایک بیمار ضعیف اور نحیف کے پہنچا۔ اس نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا۔ السلام علیک یا عبدالقادر! میں نے کہا۔ وعلیکم السلام یا عبداللہ! اس نے کہا کہ میرے پاس آ جب میں نزدیک گیا، کہا کہ مجھ کو بٹھا۔ میں نے اس کو بٹھایا، اسی وقت وہ حالت اس کی جاتی رہی، رنگ چمکنے لگا اور مجھ سے کہا کہ مجھ کو پہچانتا ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں، کہنے لگا کہ تیرے وجودِ مسعود کی برکت سے بار دیگر زندہ ہوا۔ میں تیرے دادا کا دین ہوں کہ تجھ سے پہلے ضعیف ہو گیا تھا اللہ تعالیٰ محی الدین ہے۔ زمین پر نام نامی محی الدین اور آسمان پر باز شہب ہے۔

نقل ہے کہ نسبتِ اہلادت و تربیت حضرت نوبلا واسطہ روحانیت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور پیر خرقہ شیخ الاسلام شیخ ابوسعید مبارک مخزومی تھے کہ سلسلہ بالآخر ذکر حضرت میں صرح ہوگا۔ صاحب مخزنِ قادریہ تحریر فرماتے ہیں کہ اس سلسلہ کو جو خواجہ جنید سے ملحق ہے سلسلہ امامیہ قادریہ و سلسلہ انذہب کہتے ہیں اور پیر صحبت حضرت کے شیخ حمادویاس تھے۔

نقل ہے کہ جب حضرت نے صلبِ پدر سے انتقال کیا تو عمر شریف آپ کی والدہ کی ساٹھ برس کی تھی۔ یہ بھی کرامت ہے کہ ساٹھ برس کی عمر میں کہ وقت ناامیدی حمل کا ہے، ولادت بشرف وجود حضرت تبارق اور عادت کا ظہور ہوا اور بعد تولد حضرت کے سید ابی عبداللہ برادرِ خورد پیدا ہوئے کہ مین جوانی میں ان کا انتقال ہوا اور آپ کی ہمشیرہ کا نام بی بی نعیمہ تھا۔ تحفۃ الراغبین میں مذکور ہے کہ والدہ حضرت ایک بار موعظہ چنڈا صاحب و کنیز ان اپنے بارغ میں تفریح طبع فرما رہی تھیں۔ ایک درخت سیب پھیلا ہوا تھا۔ اس میں سے ایک سیب خوشنما معلوم ہوا، اس کو ٹوٹنا چاہا۔ چونکہ وہ بلند تھا ہاتھ نہ پہنچا۔ خدمتگار سے فرمایا کہ چوکی لا، جب چوکی آئی، اس پر چڑھ کر دست دراز کیا کہ اسی وقت دروِ بگڑاٹھا، بیتاب ہو کر چوکی پر

گر پڑیں کنیزوں اور مصاحبوں نے شور کیا کہ اتنے میں ایک ماریاہ اوپر سے گرا اس کو کچھ  
 کمرخت ہوئی کہ حکمت الہی تھی اگر وہاں ہاتھ جا پہنچتا تو ضرور سانپ کا لٹا۔ جب حضرت تولد  
 ہوئے اور آغوشِ مادر میں کھیل رہے تھے کہ آپ کی والدہ نے آپ کے منہ پر طمانچہ مارا، آپ  
 نے والدہ سے کہا کہ یا والدہ آج اس کی تلافی ہوئی کہ جو ناخن میں نے تمہارے گلہ میں مارا  
 تھا بسبب سانپ کے۔ وہ گستاخی معاف کیجئے۔ سبحان اللہ! مادرِ رحم میں یہ کرامت تھی جو  
 ظاہر ہے۔ صاحبِ انیس القادریہ شاہ بہار الحق بن حقائق و معارف آگاہ شدہ رحمت اللہ  
 کرنامی زبانی حضرت کی والدہ کی نقل کرتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا، ایک بار فقط میں ہی گھر  
 موجود تھی کہ ایک سائل نے آکر سوال کیا۔ میں نے اس خیال سے کہ یہ محروم نہ جلے، خود  
 برقعہ اوڑھ کر کھانا لے کر دروازہ کے قریب جا کر کہا کہ لے۔ اس بدبخت نے یہ معلوم کیا کہ  
 گھر خالی ہے۔ وہ اندر چلا آیا۔ اسی وقت ایک شیر پیدا ہوا اور اس کے پارچہ کر کر ہوا پر لے  
 گیا۔ دونوں کا نشان عرہا۔ اس وقت عبدالقادر حمل میں تھے۔ اس قصہ کو میں نے کسی سے  
 نہ کہا۔ جب عبدالقادر پیدا ہوا اور مکتب میں آیا جایا کرتا تھا۔ ایک بار لڑکوں کے ہمراہ کھیل  
 میں لگا رہا۔ بہت دیر بعد آیا۔ میں نے براہِ چشم نمائی دھمکایا، تو مجھ سے کہا کہ اے مادر! میرا  
 تیرے پر حق ہے بھول گئی؟ میں نے کہا وہ کیا؟ بیان کیا کہ فلاں تاریخ فلاں وقت کہ میں  
 تیرے شکم میں تھا۔ ایک سال بے ادبائے تیرے معین مکان میں شیر پیدا ہوا تھا وہ میں ہی  
 تھا۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں اس روز سے نہایت ادب کرنے لگی تھی۔ صاحبِ مناقبِ غوثیہ  
 سے نقل ہے کہ جس روز حضرت تولد ہوئے، ایک ہزار طفل پیدا ہوئے، لڑکی ایک نہیں  
 ہوئی۔ تمام وہ لڑکے ادیاء ہوئے، سب نے حضرت سے فیض حاصل کیا۔ ولادت باسعادت  
 مقام جیلان اول شبِ رمضان ۸۴۸ھ میں ہوئی ہے

در حسن جمال ماہِ جیلے      بر ویدہ کہ دید گفت عاشق

تاریخ ولادتش ز عارف      ہر کس کہ شنید گفت عاشق

رمضان میں تمام دن شیر نوش نہ فرماتے تھے جب حضرت تولد ہوئے تو آپ کی والدہ نے معاملہ  
 میں رسول مقبول کو مہم اصحاب دیکھا کہ تشریف لائے اور مبارکباد دے کر فرمایا، یا ابا صالح!



اعطاک اللہ ابنا و مولدی و محبوبی و محبوب اللہ تعالیٰ سبحانہ و سکیون لہ شان فی الاولیاء  
والا قطاب کشانی بین الانبیاء والرسل۔

روایت ہے کہ اس قدر مجاہدہ توکل اور تجرید فرمائی کہ دوسرے سے ممکن نہیں، چنانچہ  
حضرت سر حلقہ اولیاء تھے۔ تمام مقامات غوثی و قطبی و قطب الاقطاب سے ترقی کر کے  
مقام محبوبی پر پہنچے۔ سید محمد کی مکالماتی میں لکھتے ہیں کہ سید عبدالقادر رضی اللہ عنہ  
محبوبیت میں مشہور ہیں۔ مناقب غوثیہ سے روایت ہے کہ جب حضرت سرور عالم فخر اولاد  
آدم شب معراج عرش پر تشریف لے گئے، راہ میں روح پاک محبوب سبحانی کو اپنے قدم  
کے پاس دیکھا اور نہایت شفقت سے اپنا قدم دوش مبارک غوث الثقلین پر رکھ کر فرمایا  
قدمی علی رقتک و قدمک علی رقاب اولیاء امتی۔

روایت ہے کہ حضرت پیدا ہوئے، نشان قدم مبارک رسول کا آپ کے دوش پر موجود  
تھا۔ بعد میں تمام ادیبائے امت نے اس کو مان لیا۔ شیخ شریف بن حفر حسینی موصل کہتے ہیں  
کہ میں نے اپنے والد سے سنا ہے کہ وہ تیرہ برس حضرت کی خدمت میں رہے تھے کہتے ہیں  
کہ میں نے کبھی بیٹھتی کبھی جسم مبارک پر نہیں دیکھی۔ حضرت سید عبدالجبار پیر حضرت سے  
روایت ہے کہ میں نے ایک بار عرض کیا کہ جہاں آپ کا بول و براز پڑتا ہے وہاں کی گھاس  
میں سے خوشبو آتی ہے اور کبھی جسم مبارک پر نہیں بیٹھتی۔ یہ تمام صفات جسم مبارک رسول  
مقبول میں تھیں، آپ نے فرمایا کہ عبدالقادر غانی اور باقی ہونے سے وجود باوجود صلوٰۃ اللہ  
علیہ وسلم باللہ ہذا وجود جدی لا وجود عبدالقادر پھر میں نے عرض کیا کہ اسی طرح ابرو سایہ فلک  
رہتا تھا، فرمایا کہ بندگان خدا شبہ میں پڑتے اور مجھ پر گان نبوت کرتے، اس وجہ سے میں  
نے یہ ترک کیا۔ ایک بار حضرت نے فرمایا کہ اور ولی انبیاء کے قدم بقدم ہیں۔ میں اپنے  
جد کے قدم بقدم ہوں۔ مولانا جامی تاریخ امام عبداللہ باغی سے نقل فرماتے ہیں کہ جو  
کرامات و خوارق عادات حضرت سے صادر ہوئے کسی ادیب سے ایسے نہیں ہوئے۔  
شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے چند ابیات حضرت کی شان میں لکھے ہیں جو یہ ہیں، لہذا  
غوث اعظم دلیل راہ یقین، یقین رہبر اکابر دیں، اوستہ جملہ ادیب شہبازہ چو پیغمبر و انبیاء ممتاز

اولیاء بندہ اش از دل و جان : قدم او برگردن ایشان : وصف تعریف او ز من  
 نہ نکوست : خود کرامت او معروف اوست : مجمع القضاۃ سے نقل ہے کہ آپ کے پیدا  
 ہونے کی خبر جناب سرور انبیاء نے جناب امام حسین علیہ السلام کو دی تھی کہ تیری اولاد میں  
 فلاں صدی میں غوث اعظم عبدالقادر پیدا ہوگا۔ علیہ مبارک حضرت غوث اعظم نجیف البدن  
 قوای سیلہ، میانہ قد، گندم گون، پیوستہ ابرو، کشادہ پیشانی، ریش کلاں، آواز بلند اور  
 روئے مبارک ایسا چمکتا تھا کہ برائے دیدار جوتا طاقت مشاہدہ حال نہیں رکھتا تھا، جو  
 ہدیہ آتا وہ حاضرین کو تقسیم فرما دیتے۔ غریب اور فقرا سے نہایت نرمی اور تواضع کے  
 ساتھ پیش آتے، اہل دنیا کی تعظیم کو نہ کھڑے ہوتے بلکہ ہم نشینوں کی بہت عزت  
 کرتے۔ مہربانی ایسی تھی کہ ہر شخص اپنے دل میں تصور کرتا تھا کہ میری سی محبت دوسرے  
 سے نہیں اور جو بیمار عاجز آپ کی خدمت میں آتا اس پر ہاتھ پھیرتے ہی اس کو شفا ہوتی  
 تھی، کبھی کسی امیر یا خلفاء کے گھر نہیں گئے، ایک خلیفہ بغداد ابوالمظفر دس توڑہ اشرفیوں  
 کے لے کر آیا، آپ نے قبول نہ فرمائے۔ اور آپ صائم الدہر تھے اور قیدہ رو بیٹھتے تھے  
 مجاہدہ کی کیفیت یہ رہی کہ برابر چار سال ایک خلوت میں گزارے اور مہینوں برسوں جنگلوں  
 میں رہے۔ چالیس برس عشا کے وضو سے صبح کی نماز گزاری۔ بغداد شریف میں پندرہ  
 برس بعد عشا کے تمام شب ایک پیر سے کھڑے ہو کر عبادت کی۔ یعنی ایک قرآن ختم فرماتے  
 اور باسِ فاخرہ پہنتے تھے۔ حضرت خود ارشاد فرماتے ہیں کہ اوائل جوانی میں اگر میری آنکھ جھپکتی  
 تو میں آواز سنتا کہ اے عبدالقادر! تجھ کو سونے کے واسطے نہیں پیدا کیا۔

نقل ہے کہ آپ کی عمر سولہ برس کی تھی کہ بغداد میں آکر بقرات قرآن حفظ کیا۔ بعدہ  
 چند روز میں تمام علوم حاصل کر کے علمائے وقت سے ممتاز ہوئے، یعنی سات برس میں  
 تحصیلِ علوم سے فارغ ہوئے، آٹھ برس تجرید میں رہ کر بعدہ دعوت الی الحق میں مشغول  
 ہوئے اور ساڑھے چھ سو طلباء کو روز سبق پڑھاتے تھے۔ جس طالب علم کے پاس  
 کتاب نہ ہوتی، اپنی قلم سے لکھ کر عطا فرماتے۔ جس کو مرید فرماتے سلسلہ پیران اپنی  
 قلم سے لکھ کر دیتے اور نماز نوافل میں ہر رکعت میں بعد سورۃ فاتحہ کے سورۃ مزمل، یا

سورۃ الرحمن پڑھتے، یا سورۃ اخلاص سو بار پڑھتے اور شب کو قریب تہجد کے قرآن ختم فرماتے اور مجموعہ چہل چھ سائے دفعہ پڑھتے۔ شب اور دن کو وعائے سیفی و حرز ایمان و عزیمت کبیر و درود کبیر و نود نہ نام خدا ہزار بار پڑھتے اور شجرہ جنیدی برائے استدار ایک بار بلاناغہ پڑھتے۔ شیخ ابوسعید عبداللہ بن احمد بغدادی سے نقل ہے کہ غافلہ نام میری سولہ برس کی لڑکی کو شے پر سے غائب ہوئی۔ میں حضرت کی خدمت میں گیا اور تمام ماجرا عرض کیا فرمایا کہ آج کی شب جنگل کرخ میں نہ بغداد کا ایک محلہ ہے۔ وہاں جاکر زمین پر اپنے گروہ دائرہ کر اور کہہ بسم اللہ علی بنت عبدالقادر، اور جب بیٹھے تو کہو یا شیخ عبدالقادر شیخ! اللہ جب خوب اندھیرا ہوگا، جوق در جوق جن بصورت مختلفہ آویں گے، ان سے ہرگز نہ ڈرنا۔ صبح ہوتے ان کا بادشاہ آوے گا اس سے مطلب بیان کرنا۔ چنانچہ میں نے جاکر موافق حکم کے عمل کیا، دیکھا کہ مختلف صورتوں کے گروہ در گروہ جن آنے لگے۔ میرے دائرہ میں کوئی نہیں آیا۔ صبح ہوتے بادشاہ آیا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ تمہارا کیا کار ہے؟ میں نے کل حال بیان کیا۔ اس نے تمام جنوں کو بلا کر دریافت کیا، میرا چور بھی حاضر ہوا اور میری لڑکی کو لادیا۔ میں نے اس بادشاہ سے کہا کہ تم بہت مطیع غوث پاک ہو، اس نے کہا کہ کیونکر نہ ہوں۔ سید عبدالقادر غوث الثقلین ہیں۔ جن اور انیس نسب ان کے فرمان پذیر ہیں۔ جو ان سے پھرا ہے وہ مردود ہے۔ ایک شخص کی عورت کو مرگی آتی تھی اس نے حضرت کے روبرو شکایت کی، آپ نے فرمایا اس کے کان میں کہہ دے، اے جانس! اس جگہ شیخ عبدالقادر مقیم ہیں، اگر پھر دوبارہ ہو تو مجھ کو خبر دینا۔ الغرض پھر مرگی تاجہات اس کو نہ آئی۔ امام عبداللہ یا فنی تاریخ یا فنی میں لکھتے ہیں کہ حضرت چالیس برس بغداد میں رہے کبھی کسی کو مرگی نہ آئی۔ شیخ ابوالقاسم عمر بن مسعود فرماتے ہیں کہ میں ایک روز مدرسہ میں تھا۔ حضرت وضو کر رہے تھے۔ ایک چڑیا نے بالائے جامہ پنجال کر دی۔ چاہتی تھی کہ اڑے۔ اسی وقت گر پڑی اور مر گئی۔ جب وضو سے فارغ ہوئے اس جگہ کو پاک کیا اور جامہ بدن سے اتار کر بندہ کو دیا اور فرمایا اس کو فروخت کر کے مساکین کو دے۔ گلزار معانی میں نقل ہے، عہد دوست میں یہ کیفیت تھی کہ اگر کوئی بے وضو نام آپ کا لیتا، مرتن سے جدا ہو جاتا تھا، آخر سید عالم نے بشارت



دی کہ یا ولدی! وجود مختار سیف اللہ ہوا، اب سیفی کی کیا حاجت ہے۔ ترک جلال کرو آگے ایسا وقت آئے گا کہ ہر ایک تیرا نام لے گا۔ اس دور سے حضرت نے ترک جلال کیا۔ یعنی حرز یافی کا وظیفہ ترک کیا۔ کہتے ہیں کہ بخوف جان کوئی بے وضو حضرت کا نام نہیں لیتا تھا، یہ اب بھی ہے کہ جو بے وضو نام نامی لیتا ہے تنگی رزق کی ضرور ہوتی ہے اور جو ہمیشہ شیرینی پر نیاز کرتے ہیں تنگ نہیں رہتے اور آپ کی گیارہویں کرنا برائے کشائشِ رزق مجرب عمل ہے۔ تمام بزرگوں کا اتفاق ہے۔ اور ترکیب ختم یہ ہے کہ گیارہ یا سات یا تین شخص باطہارت گیارہویں شب ہر راہ کو ایک جگہ بیٹھ کر اول گیارہ بار الحمد للہ بالتسمیہ پڑھ کر سو بار درود شریف اور گیارہ بار کلمہ تمجید اور ایک سو گیارہ بار یا شیخ عبدالقادر شینا لہ، اور سورہ ناسین ایک بار اور ایک سو اکتالیس بار الم نشرح بالتسمیہ اور ایک سو گیارہ بار درود شریف پھر گیارہ بار الحمد پڑھ کر شیرینی پر فاتحہ حضرت کی دے کر تقسیم کرے یہ ختم برائے ہر کار مجرب ہے اور ہر ایک جلسہ میں سو اٹھ مرتبہ پڑھنا یا شیخ عبدالقادر شینا لہ برائے ہر مہم مفید ہے۔ اپنے تخلص میں شیخ ابوالقاسم عمر بزاز کہتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا کہ جس کسی کو کچھ مشکل کا سامنا ہو وہ میری طرف رجوع کرے تو اس کی مشکل حل ہو اور جو مجھ سے توسل کرے اس کی حاجت براری ہو۔ ترکیب ادائے صلوٰۃ الاسرار و صلوٰۃ الحاجت و صلوٰۃ الہدیہ الی حضرت قادریہ کہ درمیان مغرب اور عشاء کے ادا کرتے ہیں۔ حضرت رسول مقبول سے استفادہ اٹھاتے ہیں۔ چنانچہ شیخ یوسف بکاوندی فرماتے ہیں میں نے حضرت رسالت پناہ علیہ السلام کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ! جس کی موت قریب ہو اس کا علاج کیا ہے کہ نہ مرے۔ فرمایا کہ اگر دو گانہ ولدی عبدالقادر باعقاد ادا کرے عمر اس کی دراز ہو، اور جس مدعا کے لیے متواتر چالیس روز ادا کرے وہ پورا ہوا اور توشہ حضرت کا قبول برائے ہر مطلب مفید ہے۔ بعدہ دو توشہ باطہارت تیار کر کے مسلمانوں کو تقسیم کرے۔ بہتر یہ ہے کہ ایک توشہ پہلے ادا کرے۔ وزن توشہ: میدہ گندم آدھ سیر روغن زرد، شکر سفید ہر ایک سو اسیر، مغز بادام، پستہ، کشمش، مغز خربا ہر ایک ساڑھے سات تولہ بدستور حلوہ بنا کر حضرت کی نیاز دے کر تقسیم کرے۔

حقیقۃ الحقائق سے نقل ہے کہ ایک بیوہ پیرزال کا پسوردیا میں ڈوب گیا۔ وہ خدمت حضرت میں آکر رہنے لگی کہ ایک پسرتھا سودریا میں ڈوب گیا۔ میں حضرت کی معتقد ہوں، آپ کو خدا نے سب طرح کی قوت دی ہے۔ میرا پسر مجھ کو دیکھئے، آپ نے فرمایا: وہ تیرے گھر آگیا اس نے گھر جا کر دیکھا، پسرنہ پایا۔ پھر دوڑی آئی اور روئے، آپ نے فرمایا وہ تو گھر آگیا۔ پھر اس نے جا کر دیکھا، پسرنہ پایا، پھر جا کر رونے لگی، آپ نے مراقبہ فرمایا کہ جاوہ تیرے گھر آگیا۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ حکم خدا جمعہ کے روز حضرت کی نظر جس مسلمان پر پڑتی تھی وہ اولیاء ہو جاتا تھا۔ اسرارِ اسالکین سے نقل ہے کہ حضرت ایک بار چلے جاتے تھے کہ ایک عیسائی اور ایک محمدی مباحثہ کرتے چلے آتے تھے۔ عیسائی محمدی سے کہتا تھا کہ میرے نبی تیرے نبی سے بہتر ہیں اور تو اپنے نبی کو بہتر جانتا ہے۔ حضرت نے عیسائی سے فرمایا کہ تیرے نبی کو فضیلت کس دلیل سے ہے۔ اس نے کہا کہ وہ مردہ کو زندہ کر دیتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ گروہ مسطفائی سے میں ایک ناچیز ہوں، اگر میرے رو برو مردہ آئے تو میں تم کہہ کہ اس کو زندہ کر دوں بلکہ مردہ زندہ ہو کر قبر سے باہر آجائے۔ میرے ہمراہ کسی مردہ کی قبر پر چل فضیلت احمدی تجھ کو دکھا دوں۔ عیسائی ہمراہ آیا اور ایک پرانی قبر پر پہنچ کر کہا کہ اس کو زندہ کرو، آپ نے فرمایا کہ تیرے پیغمبر کیا کہہ کر زندہ کرتے تھے، اس نے کہا تم باذن اللہ کہہ کر زندہ کیا کرتے تھے۔ آپ نے اپنا منہ قبر کی طرف کر کے فرمایا تم باذن اللہ، اسی وقت قبر پھٹی اور قوال خوش الحان گاتا ہوا باہر آیا۔ عیسائی نے یہ معائنہ کر کے فضیلت محمدی کا اقرار کیا اور مسلمان ہوا۔ نقل ہے کہ ایک فقیر خدمت عالی میں آیا اور کہنے لگا، ہر روز آپ کی درگاہ سے فیض دیکھا ہے اور آج آثارِ سخاوت نہ دیکھے، آپ نے خدام کو ارشاد فرمایا کہ ایک سو چالیس فاسق اور فاجر لاؤ۔ جب وہ آئے دائیں بائیں سطر سطر کھڑے کر کے بنظر الطاف ان کی طرف دیکھا، اسی وقت ان کو بمقام وصول الہی پہنچایا اور اس فقیر سے فرمایا کہ آج یہ سخاوت تھی۔

جزاں محبوب خدا کیست کہ ایں کار کند      کہ چنین مخلص را لائق دیدار کند  
کیست عیسائی نفسے بعد محمد جزمے      کہ بیک نظر وہ مددہ بیدار کند

نقل ہے کہ سید احمد رفعی بن ابوالحسن رفعی دختر سادات حسینیہ سے تھے اس وجہ سے خواہر زادہ حضرت کے مشہور تھے۔ مگر حضرت کے خلیفہ تھے مناقبِ غوثیہ سے نقل ہے کہ ایک بار حضرت نے اپنے خادم کی معرفت سید احمد رفعی کو کہلا بھیجا "مارا عشق" سید اس کلمہ کے سنتے ہی جوشِ عشق میں آکر العشق نارا شری کہنے لگے "نہا ہو العشق" آپ کے روبرو درخت تھا مٹا جلنے لگا اور وہ بھی جل کر خاکستر ہو گئے۔ پھر مثل پانی کے ہو گئے۔ خادم نے یہ کیفیت جاکر حضور سے عرض کی۔ ارشاد فرمایا کہ اس پانی کو لا۔ جب خادم واپس آیا دیکھا کہ سید صاحب نے لہجہ حقیقت سے رجوع بسا اعلیٰ وجود عنصر انسانی کہہ کے سراٹھایا۔ خادم نے پھر جاکر حضرت سے عرض کیا، آپ نے فرمایا کہ یہ مرتبہ ایک ان کو، اور ایک اور بزرگ کو ہوا سوائے دو کے تیسرے کو نصیب نہیں ہوا۔

یافتند دریائے حُسنش بے کنار

شہسوار نے کہ داند حسن یار

نے خیر از بحر داند و از کنار

جد گشت غرق بحر حسن دوست

نقل ہے کہ ایک روز ایک عورت حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ میرے بیس لڑکیاں پیدا ہوئیں، لڑکا نہیں ہوتا، میرا شوہر مجھ کو طلاق دے کہ دوسرا نکاح کرتا ہے۔ میرے واسطے دعا کیجیے، آپ نے فرمایا جا لڑکا ہوگا۔ اس کے دل میں خطرہ آیا کہ میرے واسطے دعا نہیں کی، میری تسکین کو ویسے ہی کہہ دیا۔ آپ نے خطرہ معلوم کر کے ارشاد فرمایا کہ تیری کل لڑکیاں مرد ہو گئیں۔ جب وہ گھر آئی سب کو مرد پایا۔ مناقبِ غوثیہ سے نقل ہے کہ شیخ علی عربی کے گھر لڑکا بے تناسل کا پیدا ہوا۔ ایک مجذوب نے حضرت کا پتہ دیا کہ وہ دعا کریں تو کام چلے، وہ حضرت کی خدمت میں آئے اور فرزند کے واسطے دعا چاہی۔ حضرت نے ارشاد کیا کہ تمھاری تقدیر میں نہیں، انھوں نے کہا اگر تقدیر میں ہوتا تو حضرت کے پاس کیوں آتا؟ آپ نے فرمایا کہ میری پشت سے پشت ملا۔ میری تقدیر میں ایک فرزند اور باقی تھا۔ سو تجھ کو دیا۔ اس کا نام محمد ہوگا۔ میرے نام پر لقب کرنا۔ جب شیخ محمد اکبر پیدا ہوئے، محی الدین لقب ہوا۔ توحید میں بہت کچھ آپ کی تصنیفات ہیں۔ قطبِ وقت اور بہت مشہور ہوئے۔ حضرت غوثِ پاک نے ان کو دیکھ کر فرمایا تھا کہ سبحان اللہ کیا لڑکا پیدا ہوا کہ جو اپنے وقت میں



میری زبان ہوگا۔ سرخنی کو آشکارا کرے گا۔ شیخ محی الدین بن عربی کو جو کچھ پہنچا ہے واسطے دوسرے کے حضرت سے پہنچا۔ مگر حضرت داراشکوہ کے نزدیک شیخ محی الدین بن عربی مرید شیخ یونس القصار کے وہ خلیفہ محبوب سبحانی کے اور شیخ ابوالحسن علی بن عبداللہ سے خرقہ خلافت پایا اور خضر علیہ السلام سے بھی فیض ہوا۔ اور شیخ ابومدین مغربی کی صحبت میں بھی رہے۔ شب جمعہ ۲۲ ربیع الآخر کو انتقال کیا۔ مزار بیرون دمشق ہے۔ لکھا ہے کہ شیخ شہاب الدین سہروردی بھی غوث پاک کی دعا سے پیدا ہوئے۔ فضائل حضرت کے حدیث سے باہر ہیں۔ کوئی کتب صوفیہ سے ایسی کتاب نہ ہوگی کہ جس میں حضرت کا ذکر غیر نہ ہوگا اس وجہ سے چند نقول پر تمام کیا۔ وفات حضرت شب یازدہم ربیع الآخر ۵۹۱ھ میں ہوئی مزار پر انوار حاجت روائے خلق مدرسہ باب الازج میں واقع ہے کہ حضرت کو مدرسہ شیخ الاسلام شیخ ابوسعید مبارک محزومی نے دیا تھا۔ امام عبداللہ یافعی فرماتے ہیں کہ جو شخص بغداد میں جا کر روضہ محبوب سبحانی کی زیارت سے مشرف نہ ہوا، کرامات اس کی سلب ہو جاتی ہیں۔

## ذکر فرزندان حضرت غوث پاک

ذکر سید سیف الدین عبدالوہاب قدس سرہ | آپ کاوشعبان ۵۱۲ھ میں پیدا ہوئے اور بعد والد کے صاحب

سجادہ ہوئے۔ وفات حضرت کی ۲۵ شوال ۵۹۲ھ میں ہوئی۔ مزار بغداد میں ہے۔ ابوالمنصور عبدالسلام و شیخ ابوالفتح سلیمان یہ دو آپ کے صاحبزادے تھے۔

ذکر حضرت شیخ شرف الدین عیسیٰ قدس سرہ | آپ فرزند دوم حضرت غوث

ابو عبدالرحمن عیسیٰ ہے کہ فیض دینی و دنیوی اپنے والد سے ماحصل کیا۔ ہمیشہ درس میں رہتے تھے اور فتوح الغیب آپ ہی کے واسطے تالیف ہوئی تھی۔ وفات حضرت کی ۵۹۲ھ میں ہوئی مزار مصر میں ہے۔

**ذکر حضرت شیخ شمس الدین ابوبکر عبدالحزیز قدس سرہ** | آپ فرزند سوم غوث پاک کے تھے۔ وفات حضرت

کی بمقام قصبہ سنجاہ ۵۸۹ھ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت شیخ سراج الدین عبدالحیاء عبد الرحمن الباقری قدس سرہ** | آپ فرزند چہارم غوث

پاک کے تھے۔ تمام علوم اپنے والد سے حاصل کیے اور دیگر بزرگوں سے فیض اٹھایا اور چند عراق کے مفتی بھی رہے۔ وفات حضرت کی ۵۸۹ھ میں ہوئی، مزار بغداد میں ہے۔

**ذکر حضرت شیخ تاج الدین ابوبکر عبد الرزاق قدس سرہ** | آپ فرزند پنجم غوث پاک کے تھے تحصیل

علوم ظاہری و باطنی اپنے والد سے کی اور صاحب سلسلہ و صاحب گروہ ہوئے۔ ہزار ہا فقیر آپ کے سلسلہ میں موجود ہیں۔ رزاق شاہی کہلاتے ہیں۔ تاج ترک سر پہر رکھتے ہیں۔ اور کتاب جلال الخواطر آپ نے جمع فرمائی۔ نقل ہے کہ ایک بار آپ نے اپنے والد کے پاس ہوا پر سے مروان کو آتے دیکھا، آپ کو دہشت معلوم ہوئی۔ حضرت غوث پاک نے فرمایا کہ مقام خوف نہیں ہے۔ یہ مروان غیب میں اور تو بھی ان میں سے ہے۔ صاحب انیس القادریہ نے آپ کے پانچ فرزند لکھے ہیں: شیخ ابوصالح و شیخ ابوالقاسم عبد الرحیم و شیخ ابو محمد اسماعیل و شیخ ابوالحسن فضل اللہ و شیخ جمال اللہ کہ مشہد غوث پاک کے تھے۔ وفات حضرت شیخ عبد الرزاق کی ۶۲۳ھ شوال ۶۲۳ھ میں ہوئی۔ مزار بغداد میں بمقام حرب ہے۔

**ذکر فرزند ششم شیخ ابواسحاق ابراہیم قدس سرہ** | آپ ۵۲۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۶۲۳ھ شوال ۵۹۲ھ میں وفات

پائی۔ مزار نزدیک مزار والد کے ہے۔

**ذکر فرزند ہفتم شیخ ابوالفضل محمد قدس سرہ** | آپ عالم حدیث تھے۔ وفات حضرت کی ۶۲۵ھ ذیقعدہ ۵۹۵ھ

میں ہوئی۔ مزار آپ کا مقبرہ حلبیہ میں ہے۔

**آٹھویں فرزند شیخ عبدالرحمن قدس سرہ** آپ ۱۰۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۲۰ صفر ۱۰۵۸ھ میں وفات پائی۔

مزار بغداد میں ہے۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے۔ شیخ ابو محمد عبدالرحمن و شیخ ابو محمد عبدالرزاق یہ دونوں صاحب عالم متبحر ہوئے ہیں۔

**نویں فرزند شیخ ابو زکریا یحییٰ قدس سرہ** آپ ۲ ربیع الاول ۱۰۵۵ھ میں پیدا ہوئے۔ ۱۵ شعبان ۱۱۰۰ھ

میں بمقام بغداد سفر آخرت فرمایا۔ مزار برابر شیخ عبدالوہاب کے ہے۔

**دسویں فرزند شیخ ابو نصر موسیٰ قدس سرہ** سلخ ربیع الاول ۱۰۵۲۹ھ میں پیدا ہوئے اور شب غرہ جمادی

الآخر ۱۱۰۰ھ میں فوت ہوئے۔ مزار دمشق میں ہے۔

## ذکر و نقشبہ خلفائے حضرت غوث الثقلین

نمبر شمار	نام بزرگوار	تاریخ وفات مع سنہ	جائے مزار	کیفیت
۱	شاہ ابو عمر قریشی بن مرزوق	۱۰۶۲ھ	مصرزود امام شامی	آپ کی عمر بڑی ہوئی ہے ایک بار آپ کی دماغ سے دیائے نیل کا پانی کم ہو گیا دوسرے سال اس میں اور عتوڑا پانی ڈالنے سے مذبادہ ہو گیا
۲	شیخ قصبیب البان موسلی	۱۰۷۰ھ	موسل	قاضی موصل کو آپ سے انکار تھا ایک بار راستہ میں ملا۔ پکڑ کر حاکم کے پاس لے جانا چاہا عتوڑی دیر کے بعد آپ کی تین صورتیں دکھیں، آخر تائب ہوا۔



نمبر شمار	نام بزرگوار	تاریخ وصال مع سنہ	مقام مزار	کیفیت
۳	شیخ احمد بن مبارک	۵۵۷۲ھ	بغداد	وعظ میں حضرت کے پاس رہتے تھے۔
۴	شیخ ابوسعید قیلوی	۵۵۵۷ھ	قیلورہ	عراق میں مشہور مشائخ گزرے ہیں۔
۵	شیخ صدقہ بغدادی	۵۵۷۲ھ	بغداد	کراماتیں آپ کی مشہور ہیں۔
۶	شیخ عمر صیرفی	۵۵۷۵ھ	عرب	صاحب ولایت ہوئے ہیں کہ زمین پر بیٹھے ہوئے آسمانوں کی میر کرتے۔
۷	شیخ محمد الاوانی	۵۵۷۶ھ	-	مفردین سے تھے یعنی ان لوگوں میں سے جو دائرہ قطب سے خارج ہیں۔
۸	شیخ ابوسعید بن شبلی	۵۵۷۹ھ	-	بہت بڑے کامل گزرے ہیں کہ ایک سوداگر کا جہاز آپ کی نذر بولنے سے ڈوبتے ڈوبتے بچ گیا۔
۹	شیخ حیات	سلخ جمادی الثانی ۵۵۸۲ھ	-	مشہور بزرگ گزرے ہیں۔
۱۰	شیخ ابو موید مغربی شعیب	۵۵۹۰ھ	-	کسی کا گدھاشیر نے مار ڈالا وہ رو رہا تھا آپ نے اس شیر کو پکڑ کر گدھے والے کو دیا کہ اس سے گدھے کا کام لیا کر چنانچہ تمام عمر شیر اس کی جگہ نہ رہا۔
۱۱	شیخ موفق الدین المقدسی	۵۶۲۲ھ	-	آپ صاحب کثیر التصانیف ہیں۔
۱۲	شیخ صدر الدین قدینوی ابو المعالی	۵۶۳۰ھ	-	عالم متبحر نہایت متقی اور صاحب تصانیف گزرے ہیں۔
۱۳	شہاب الدین سہروردی	۵۶۳۲ھ	بغداد	ان کا ذکر آگے ہو گا ان کے پیر بھی حضرت کے مرید تھے۔
۱۴	سید احمد فاعی	۲۲ جمادی الثانی ۵۵۷۲ھ	-	محبوب ترین خلفاء سے تھے کہ آپ کی والدہ کو

نمبر شمار	نام بزرگوار	تاریخ وفات مع سنہ	جلت مزار	کیفیت
				حضرت ہمیشہ فرمایا کرتے تھے۔
۱۵	شیخ شمس الدین علی داؤد بن عمر بغدادی	۱۹ رجب سنہ ہجری ۷۸۰		مشہور قطب وقت اور صاحب سلسلہ گزرے ہیں، کئی گروہ آپ سے ملتے ہیں۔ آپ کے تین خلیفہ تھے۔ شمس الدین علی بن فتح یمنی، قطب الدین ابوالفیث حیل یمنی، شیخ ابی حفص۔

## ذکر نبیرہ گان حضرت غوث الثقلین

اول امام ابوالمصور عبدالسلام حسن قدس سرہ بن سید عبدالوہاب، شب بستم ذی الحجہ ۵۲۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۶۱۳ھ میں وفات پائی۔ مزار مقبرہ حلبیہ میں ہے۔

دوم۔ شیخ ابوالفتح سلمان بن سید عبدالوہاب قدس سرہ، ماہ رمضان ۶۳۶ھ میں وفات پائی۔ مزار بغداد میں ہے۔

سوم۔ شیخ ابوالقاسم عبدالرحیم قدس سرہ بن سید عبدالرزاق، وفات حضرت کی ۶۰۶ھ میں ہوئی۔ مزار باب حرب میں ہے۔

چہارم۔ شیخ ابواسماعیل بن سید عبدالرزاق قدس سرہ، کہ زینت اہل عراق تھے وفات حضرت ۶۳۲ھ میں ہوئی۔ مزار بغداد میں ہے۔

پنجم۔ سید ابو عبد اللہ محمد قدس سرہ بن سید عبدالعزیز، کہ عالم تصوف اور بہرہ ریز گار تھے وفات حضرت کی ۶۳۲ھ میں ہوئی۔

ششم۔ شیخ ابوالفتح داؤد قدس سرہ بن سید ابوالفتح سلیمان بن سید عبدالوہاب ہمیشہ وعظ و نصیحت میں رہتے تھے۔ اور صاحب سلسلہ تھے۔ وفات حضرت کی ۸۱۸ھ ربيع الاول ۶۴۸ھ میں ہوئی۔ مزار نزد جلد خود۔

ہفتم۔ شیخ سید محی الدین ابو عبد اللہ چراغ علما بن شیخ ابوصالح قدس سرہ۔ وفات حضرت کی ۶۵۶ھ میں ہوئی۔

ہشتم۔ سید سیف الدین ابوبکر یحییٰ بن سید ابوصالح قدس سرہ کہ قدوہ علماء تھے ۶۵۶ھ میں وفات پائی۔ مزار اطراف بغداد میں ہے۔

نہم۔ سید محی الدین ابو عبد اللہ محمد بن علی بن حامد بغدادی کہ نواسے سید عبدالرزاق کے تھے شہادت آپ کی ۶۵۹ھ میں ہوئی۔ مزار بغداد میں ہے۔

دہم۔ سید ابوالاحمد عبد اللہ کہ برادر حضرت محبوب سبحانی کے تھے۔ صاحب علم و ولایت تھے۔ سنہ وفات نہیں ملا۔

## ذکر دوستانِ محبوبان و معتقدان حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابورضا محمد بن احمد بغدادی، وفات حضرت کی ۶۵۵ھ میں ہوئی۔  
شیخ عدی بن مسافر۔ سفینۃ الاولیاء میں آپ کا تذکرہ ہے۔ وفات آپ کی ۶۵۸ھ میں ہوئی۔ مزار جبل بیکاریہ میں ہے۔

شیخ موسیٰ بن مامین رولی، ۶۵۷ھ میں وفات پائی۔  
سید عبدالرحمن طفیسیونجی کہ قبیلہ اسد سے تھے بہت بڑی عمر کے مشائخ گذرے ہیں مزار طفیسیونج میں ہے۔

شیخ ابو محمد قاسم بن عبد اللہ بصری کہ وفات حضرت کی ۶۵۸ھ میں ہوئی۔  
شیخ مظہر یازاری کہ وفات حضرت کی ۶۵۵ھ میں ہوئی۔ مزار عراق میں ہے۔  
شیخ تاجہ کردی کہ آپ کے اقوال نہایت زبردست اور پرمعنی ہیں، وفات آپ کی ۶۶۱ھ میں ہوئی۔ مزار جبل خرمین میں ہے۔

شیخ جاگیر اکردی کہ وفات حضرت کی ۶۵۹ھ میں ہوئی۔  
شیخ علی بن وہب البخاری، آپ بڑے احباب سے ہیں۔ وفات حضرت کی ۶۶۱ھ میں ہوئی۔



شیخ عمر بن عثمان مرزوق کہ ۵۱۲ھ میں آپ کی وفات ہوئی، مزار امام یافعی کے مزار سے شرق میں کہ منظر میں ہے۔

شیخ سوید سنجاری کہ وفات حضرت کی ۵۱۲ھ میں ہوئی، مزار سنجاری میں ہے۔  
شیخ ارسلان دمشقی کہ جب آپ کا انتقال ہوا، لوگوں نے جنازہ کے ساتھ آپ کے گروہ سبز پوش کو دیکھا۔

شیخ عبدالرحیم مغربی کہ وفات حضرت کی ۵۱۹ھ میں ہوئی، مزار موضع قینی توابع مصر میں ہے۔  
شیخ بلخ مکارم نہر۔

## سلسلہ پیران حضرت محبوب سبحانی

اس طرح یہ ہے کہ حضرت مرید سلطان الاولیاء شیخ ابوسعید مبارک مخزومی بن علی بن حسین مخزومی قدس سرہ کے پیر طریقت و حقیقت اور عالم علوم ظاہری اور باطنی تھے۔ وفات حضرت کی ۲۵ محرم ۵۱۲ھ میں ہوئی، مزار بغداد میں مدرسہ باب الازج میں ہے۔

حضرت شیخ ابوالحسن الہنکاری بن یوسف بن جعفر قریشی الہنکاری قدس سرہ، آپ مرشد شیخ ابوسعید مبارک مخزومی کے تھے، تین روز بعد افطار کرتے، بعد نماز عشاء کے نماز تہجد تک قرآن شریف ختم کرتے تھے وفات حضرت کی ۲ محرم ۵۱۶ھ میں ہوئی۔

شیخ ابوالفرح طرطوسی کہ نام یوسف تھا، بن شیخ محمد بن عبداللہ کہ پیر شیخ ابوالحسن کے اور مرید شیخ عبدالعزیز یمنی کے اور شیخ ابوالفضل سے بھی خرقہ خلافت پہنچا تھا۔ وفات حضرت کی ۱۵ ربیع الاول ۵۲۸ھ میں ہوئی۔

شیخ ابوالفضل تہمی بن شیخ عبدالعزیز طرطوسی بن حرث بن اسد کی کہ اصل نام عبدالواحد تہمی اور کنیت ابوالفضل تہمی تھی اور مرید اپنے والد کے تھے۔ وفات ۱۵ جمادی الآخر ۵۲۸ھ میں ہوئی مزار بمقام بغداد مقبرہ امام حنبل میں ہے۔

شیخ عبدالعزیز طوسی بن حرث یہ مرید شیخ شبلی کے تھے ۲ یا ۳ سوں ذیقعدہ ۵۲۸ھ عہد خلیفہ عبدالکریم میں آپ کی وفات ہوئی، مزار یمن میں ہے اس وجہ سے یمنی بھی کہتے ہیں۔

## خانوادہ

شیخ ابوبکر شبلی کہ مرشد شیخ ابوالفرح طوسی کے مرید خواجہ جنید بغدادی کے، کمالات حضرت کے اظہار من الشمس ہیں، عیاں راجہ بیاں۔ وفات حضرت کی، ۲۳۳ھ میں ہوئی۔ کہ شب جمعہ تھی، آپ کے خلیفہ یہ ہیں شیخ ابوالقاسم فصیل بن مقتدر شاہ عبدالمؤمن، شیخ ابوبکر طستانی و ابوالقاسم نصر آبادی و ابوالحسن حضرماد و ابوالحسن بندار بن حسین بن محمد بن مہلب بن شیرازی، مرشد ابوعبداللہ خفیف، مزار شیخ شبلی کا بغداد میں ہے۔

سید الطائف طاؤس العلماء و داریری و زجاجی خواجہ ابوالقاسم جنید بغدادی کہ شیخ مرشد ابوبکر شبلی کے تھے اور مرید سری سقطی کے آپ بھی صاحب خانوادہ ہیں، آپ کے سلسلہ سے کئی گروہ جاری ہیں کمالات مشہور ہیں، وفات حضرت کی، ۲۴۲ھ میں ہوئی۔ مزار بغداد میں ہے خلیفہ آپ کے یہ ہیں۔

خواجہ ابوبکر شبلی کہ سلسلہ قادریہ میں و خواجہ ابو محمد روم کہ سلسلہ کارزونیہ و نابدیہ میں، و خواجہ ممشاد علودینوری کہ سلسلہ چشتیہ و نقشبندیہ و قادریہ و طوسیہ و سہروردیہ و فرووسیہ و صوفیہ میں و خواجہ ابوعلی رودبائغی کہ سلسلہ نقشبندیہ و بسویہ و عبدروسیہ میں و خواجہ ابو محمد حریری کہ سلسلہ انصاریہ و سلطانیہ میں و خواجہ ابوبکر واسطی و خواجہ عثمان مکی پیر مرشد شیخ منصور علاج و خواجہ احمد بسوی سلسلہ بسویہ و خواجہ ابوالعباس بن عطاء و خواجہ ابوبکر کتابی و جعفر خلائی و شیخ ابوبکر محمد بن علی عطوفی و خواجہ ابو محمد تمیش کہ صاحب سلسلہ چشتیہ امامیہ میں اور یہ صاحب بے سلسلہ ہے شاہ محمود شاہ عثمان مغربی شاہ و قاق و شاہ رومی۔

حضرت سری سقطی بن مغلس مرشد خواجہ جنید اور مرید خواجہ معروف کرخی کے، وفات حضرت کی بروز شنبہ وقت صبح بتاریخ سوم رمضان ۲۵۳ھ میں بعد خلیفہ ابوالعباس احمد ہوئی۔ ۹۸ سال کی عمر میں ہوئی اور پانچ خلیفہ تھے۔ خواجہ جنید بغدادی و خواجہ خیر التاج ابوالحسن محمد بن اسماعیل و خواجہ ابوالعباس احمد بن محمد مسروق و خواجہ ابوالحسن نوری، صاحب

گروہ نور یہ و شاہ محمود بے سلسلہ حضرت خواجہ معروف کرخی مرشد سری سقلی اور مرید داؤد طائی کی کنیت ابو محفوظ بن فیروز، بعضے معروف بن علی کہتے ہیں کہ سات خانوادوں کے پیشوا تھے اور شاگرد امام اعظم کے۔ لکھا ہے کہ داؤد طائی مرید حبیب عجمی کے اور وہ مرید خواجہ حسن بصری کے اور وہ مرید حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے، دوسرا سلسلہ خواجہ معروف کرخی کا اس طرح ہے کہ خواجہ مرید امام موئی رضا کے، وہ مرید حضرت امام محمد کاظم کے، وہ مرید حضرت امام جعفر صادق کے، وہ مرید حضرت امام باقر کے، وہ مرید حضرت امام رضا کے وہ مرید حضرت امام محمد قاسم کے، وہ مرید حضرت امام زین العابدین کے، وہ صحابہ امیر المؤمنین حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے۔ جاننا چاہیے کہ حضرت امام جعفر صادق کو حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خرقہ خلافت پہنچا تھا اس وجہ سے خواجہ معروف کرخی مقتلے خاندان نقشبند بھی ہیں، سوائے خاندان جنید یہ اور طیفوریہ کے کل خاندان فقراء کے آپس پیشوا ہیں۔ وفات حضرت کی ۲۴۴ھ میں ہوئی، مزار پُرانوار بغداد میں ہے۔

## ذکر حضرت شاہ نعمت اللہ ولی قدس سرہ

ابن سید جعفر بن سید محمد بن سید بہاؤ الدین بن سید داؤد بن سید ابوالعباس احمد بن سید حسن بن سعید موئی بن سید علی بن سید محمد بن سید متقی بن سید صالح بن سید ابی صالح بن سید عبدالرزاق بن حضرت غوث الثقلین قدس اللہ اسرارہما، شاہ نعمت اللہ غلامے مشائخ میں سے گزرے ہیں۔ خوارق اعدکرامات بہت سے حضرت سے ظہور میں آئے اور سلسلہ اربوت آپ کا اپنے بزرگوں سے دست بدمست چلا آیا ہے۔

تاسیخ فرشتہ سے نقل ہے کہ ایک بار فرزند شاہ پادشاہ نے احمد خاں خانخاناں کی آنکھ میں سلائی پھیر کر اندھا کرنا چاہا اور وہ سپاہ لے کر بادشاہ کے مقابل ہوا، ایک شب خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ تاج ترکی سر پہ رکھے ہوئے ہیں اور خوشخبری سلطنت دکن کی دیتے ہیں انھیں دنوں میں بادشاہ مغلوب ہوا اور احمد خاں کو سلطنت نصیب ہوئی، شاہ نعمت اللہ ولی جو ہندوستان میں وارد تھے، بعد چند روز کے شہر کرامات آپ کا جب بلند ہوا تو احمد خاں



نے کچھ تائف ہمراہ شیخ حبیب اللہ جنیدی کے خدمت میں سید صاحب کی بھیجی اور دعا چاہی کہ اللہ تعالیٰ محمد کو فرزند عطا کرے۔ حضرت نے وہ ہدیہ شاہ قبول فرمایا اور بسبب مشورہ شیخ قطب الدین خلیفہ اور شاہ نور اللہ بن خلیل اللہ اپنے پوتے کے تاج ترکی سبز رنگ احمد خاں کو بھیجا۔ احمد خاں اس تاج کو دیکھتے ہی پہچان گیا کہ یہ وہی تاج ہے جو خواب میں میرے سر پر رکھا تھا اور شاہ نور اللہ صاحب کا بہت اعزاز کیا اور اپنی دختر سے ان کا نکاح کیا۔

مشہور ہے کہ جب وقت حضرت کا آخر آیا اور انتقال فرمایا تو مریدان مالدار اور فقراء میں تکرار ہوئی۔ ہر فریق کا یہ خیال تھا کہ ہم اپنی طرح پر میت کو اٹھا دیں گے، قریب تھا کہ تلوار چلے، آپ نے جلدی سے اٹھ کر فرمایا کہ تم مت لڑو، ہم یہاں نہیں مرتے اور کہیں جا میں گئے۔ ۸۲۲ھ میں وفات ہوئی، وہاں سے چل کر کوہ حکلی میں انتقال کیا۔ وہیں مزار ہے۔ حضرت صاحب گروہ گزرے ہیں، آپ کو فقراء تاج ترکی کہتے ہیں اور نعمت اللہ شاہی کہلاتے ہیں۔

**ذکر حضرت شیخ بہاؤ الدین جنیدی قدس سرہ** | آپ صاحب کمال اور واصل حق گزرے ہیں۔

سلسلہ شکاریہ اور قادریہ رکھتے تھے۔ خوشبو سے بہت شوق تھا اور خوشبو پہنچنے سے آپ کو نہایت ذوق ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ حالت ذوق میں انتقال فرمایا۔ ۸۲۱ھ میں وفات ہوئی شیخ احمد نقی آپ کے خلیفہ تھے، سلسلہ قادریہ میں یہ صاحب سلسلہ گزرے ہیں۔ مزار شیخ بہاؤ الدین کا سرہند میں ہے۔

**ذکر حضرت سید غوث گیلانی قدس سرہ** | بن سید شمس الدین گیلانی بغدادی جلی بن سید شاہ میر بن سید

ابوالحسن علی بن سید ابو علی بن سید مسعود بن سید ابو العباس احمد بن سید صنفی الدین صوفی بن سید سیف الدین عبدالوہاب بن حضرت محبوب سبحانی قدس سرہ العزیز۔

آپ عالم علما و واقف اسرار نیروان کے نہایت سخی اور بہادر تھے، آپ کے والد طب

میں آکر مقیم ہوئے اور سید محمد غوث حلب میں پیدا ہوئے اور عین شباب میں نکل کر کئی جگہ کیے، تمام ربیع مسکن کی سیر کی۔ چندے ناگوار میں رہے وہاں مسجد بنائی، چندے لاہور میں رہے، بعدہ برائے زیارت پدر حلب میں پہنچے، اپنے والد سے ایک روز عرض کی کہ میں ہندوستان میں رہنا چاہتا ہوں، انھوں نے فرمایا کہ چندے تاخیر کر۔ آخر بعد وفات پدر کے بمقام اوچ آکر مقیم ہوئے اور ہدایت خلق میں مشغول ہوئے اور سلطان سکندر لودھی آپ کا مرید ہوا اور ذات بابرکات سے فیضان قادیہ ہندوستان میں جاری ہوا، ہزاروں مرید ہوئے، شعر خوب فرماتے تھے۔ قادری تخلص تھا، ایک بار قطب الدین لنگاہ حاکم ملتان نے خواب میں دیکھا کہ حضرت غوث الثقلین فرماتے ہیں کہ تو اپنی دختر بی بی ویس کا نکاح میرے فرزند سید محمد سے کر دے۔ چنانچہ حکم غوثیہ کی اس نے تعمیل کی۔ مگر اس بی بی سے کوئی فرزند پیدا نہ ہوا، بعدہ سید ابوالفتح حسینی کی دختر سے کہ اولاد سے سید صفی الدین بانی کے تھے اور اوچ میں مقیم تھے اور بھانجے سید اسحاق گارزونی میران بادشاہ لاہوری کے کہ وہ مسجد نواب وزیر مغل میں آسمدہ میں نکاح ہوا۔ ان بی بی کا نام فاطمہ تھا اور ان کے شکم سے عبدالقادر ثمانی و سید عبدالشہ ربانی و سید مبارک حقانی و سید محمد نورانی اور ایک دختر پیدا ہوئی، سید محمد نورانی لا ولد رہے۔ باقی چاروں صاحبزادوں کی اولاد قدیم آبادی اوچ سے جدا آباد ہے۔ وہ آبادی گیلانیاں مشہور ہے۔ وفات حضرت شاہ محمد غوث کی ۷۲۳ھ میں بمقام اوچ ہوئی۔

**ذکر حضرت میر سید شاہ فیروز قدس سرہ** | پہلے آپ کے دادا بطریق سیر بغداد سے دہلی میں آئے۔ اور

ہندوستان کی سیر کر کے لاہور میں جا کر سکونت پذیر ہوئے۔ جب سید فیروز مسند ارشاد پر متمکن ہوئے، تمام دن علم حدیث اور فقہ پڑھاتے، رات کو طالبان حق کی تعلیم میں مصروف رہتے۔ بعد نماز جمعہ کے شام تک وعظ فرماتے، آپ مرید اپنے دادا شاہ عالم کے وہ مرید شاہ نور الدین کے وہ مرید شیخ احمد علی کے وہ مرید شیخ حامد کے، وہ مرید سید مسعود کے وہ مرید سید علی کے، وہ مرید سید صوفی کے، وہ مرید سید عبدالنواب بن غوث الثقلین کے

تھے۔ وفات حضرت کی ۹۲۲ھ میں بمقام لاہور ہوئی۔ مزار ترکیہ ڈنڈی گراں میں ہے۔

ذکر حضرت سید عبدالقادر ثانی قدس سرہ  
ابن سید محمد غوث حسنی حلی اویچی

آپ صاحب کرامات ظاہری و  
باطنی و عاشق اللہ، محبوب رسول اللہ  
جس پر آپ کی نظر پڑتی کیسا ہی

متعصب کافر ہوتا مسلمان ہو جاتا تھا اگر فاسق ہوتا تھا تائب ہو جاتا تھا۔ ولایت حضرت  
کی ولایت غوثیہ تھی۔ اسی وجہ سے عبدالقادر ثانی مشہور ہوئے۔ اوائل عمر میں عیش طلب اور  
صاحب نعمت تھے۔ جب صاحب سجادہ ہوئے سب چھوڑ دیا، سماع سے بھی پرہیز کیا بلکہ  
اپنے مریدوں کو بھی منع فرمایا، اگر کہیں سے آواز سماع گوش زد ہوتی تو بہت روتے آہ سرد  
بھرتے بلکہ مرنے کے قریب ہو جایا کرتے تھے۔ روحانیت حضرت غوث اعظم سے تربیت  
پائی۔ جب بعد انتقال اپنے والد کے صاحب سجادہ ہوئے، دنیا اور اہل دنیا سے دل برداشتہ  
ہو کر حق سے مشغول رہتے تھے اور دیگر برادر آپ کے امرائے شاہی سے تھے انھوں نے  
تدبیر کی کہ حمایت بادشاہ سے ہم سجادگی لیں، آپ نے نور باطن سے معلوم فرما کر تمام استاد  
جاگیر و ملاک و وظائف بادشاہ کے پاس ارسال کر کے لکھا کہ میں یہ نہیں چاہتا جو طالب  
ہوں ان کو دیجئے، بعد سالہا سال متوکل رہے اور خلق کی جفا اٹھائی۔ ایک بار بادشاہ زادہ نے  
آپ کو بلایا، آپ نے جواب میں تحریر فرمایا:۔۔۔

بیچ باب ازیں باب رونے گشتن نیست ہر آنچہ بر سر امیر و مبارک باد !

کیکہ خلعت سلطان عشق پوشیدہ است بجلد ملے بہشتی کجا شود دل شاد

نقل ہے کہ ایک بار ملتان میں بیماری طاعون بہت پھیل رہی تھی، تمام خلق تنگ آگئی تھی۔  
مگر جو آپ کے وضو کے جگہ کی گھاس گھونٹ کر پیتا تھا اس کو شفا ہوتی تھی، اسی طرح ایک باسنواری  
ملتان اورچ میں فات الجنب پھیلا اس میں بہت لوگ مرتے تھے۔ ایک روز بہت خلق برائے  
دعا آپ کی خدمت میں آئی، اسی شب کو آپ کے مرید غیاث الدین نے خواب میں سید عالم کو  
دیکھا کہ مجھ کو لکڑی دی اور فرمایا کہ یہ لکڑی میرے فرزند عبدالقادر کو دے اور کہہ دے کہ جو مہینہ  
تیرے پاس آوے اس لکڑی کو دے کی جگہ چھوڑ دے اور سورہ اخلاص دم کر۔ صبح جب



غیاث الدین بیدار ہوئے وہ چوب اپنے پاس پائی، اس کو لا کر پیر کی تذر کی اور خواب کی کیفیت عرض کی، الغرض اس بعد سے ہزاروں کو صحت ہوئی، ایک روز آپ برائے لولے نماز صبح بیدار ہوئے اور تمام اہل خانہ کو پکارا کہ بیدار ہو اور سادت و ارین حاصل کرو، کوئی نہ اٹھا، صبح لوگوں نے پوچھا کہ آپ کیوں جگاتے تھے۔ فرمایا میں ظاہر رسول مقبول صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا چاہتا تھا کہ تم لوگ بھی یہ سادت حاصل کرو مگر تم نہ اٹھے۔ آپ کے مرید بہت سے کامل گزے ہیں، ولادت آپ کی ۸۶۲ھ میں ہوئی اور وفات ۸۷۱ھ ربيع الاول ۸۶۲ھ۔ مزار اوچ میں ہے۔

ذکر حضرت سید محمود حضوری لاہوری قدس سرہ  
سید شرف الدین شمس العارفین غوری موسوی

آپ اولاد سے امام سنی کاظم کہتے تھے، سید محمد غوث سے میرکناں بہارستان میں آکر شہر لاہور میں محلہ حاجی سوانی میں کذاب وہ دیران ہے مقیم ہوئے تھے، آپ کے ہزاروں مرید ہوئے، آپ صاحب گردہ ہوئے ہیں آپ کے فقیر سید شاہی کہلاتے ہیں، آپ مرید اپنے پدر سید شمس الدین کے، وہ مرید اپنے پدر سید یعقوب کے، وہ خلیفہ سید عبداللہ شاہ قادری کے، وہ خلیفہ سید علی کے، وہ خلیفہ سید احمد کے، وہ خلیفہ سید اصغر کے، وہ خلیفہ سید شاہ ابوالفرح کے، وہ خلیفہ سید السادات سید عبدالوہاب کے تھے، وفات حضرت کی ۸۹۲ھ میں ہوئی، مزار بمقام لاہور مقبرہ سید جان محمد حضوری میں ہے اور حضوری اس وجہ سے کہتے ہیں کہ زیارت نبی کریم سے مشرف ہوئے۔

ذکر حضرت سید عبدالقادر گیلانی لاہوری قدس سرہ  
آپ مرید اپنے پدر سید جمال الدین کے تھے، بغداد

سے آکر لاہور میں مقیم ہوئے، آپ کے چار صاحبزادے تھے، سید حاجی سید سلطان اکبر و سید غیاث الدین دولت شہاد، وفات حضرت کی ۸۷۱ھ ربيع الاول ۸۶۲ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت سید عبدالرزاق گیلانی بن عبدالقادر ثانی اچمی قدس سرہ  
نہایت بزرگ کامل و عظیم الشان تھے

جب آپ کے والد کا انتقال ہوا، آپ ناگور میں تھے، بزور کشت اپنے پدر کا انتقال معلوم فرما کر اوچ میں آکر صاحب سجادہ ہوئے۔ وفات حضرت کی ۵ جمادی الآخر ۱۲۹۴ھ میں ہوئی۔

**ذکر میراں سید مبارک حقانی اوچی قدس سرہ** | آپ فرزند سید محمد غوث کے تھے صاحب تقوٰے و

عبادت و ترک تجرید کر کے خرقہ خلافت اپنے پدر سے حاصل کیا۔ جب آپ کو استغراق بڑھا، حالت سکر میں اوچ سے نکل کر ایسے جنگل میں جا پہنچے کہ جہاں دوسرے آدمی کا گزر نہ ہوتا تھا۔ صحبت خلق سے نہایت متنفر تھے۔ مجردی کے ساتھ یاد مولیٰ میں مصروف رہے۔ تذکرہ نوشاہی سے روایت ہے کہ حالت تجرید میں کسی کی مجال نہ تھی کہ حضرت کے روبرو جاسکے۔ اگر کوئی جاتا بے ہوش ہو جاتا تھا یا مست ہو جاتا تھا، آپ سے بارہ بارہ کوس گرد آدمی نہ جاسکتا تھا۔ مگر شیخ معروف چشتی کہ اولاد سے شیخ فرید الدین گنج شکر کی تھے۔ صحرائی مکھی میں حضرت کے پاس پہنچے اور ایک ہی نظر میں ادیاد ہوئے آپ نے خرقہ خلافت ان کو مرحمت فرما کر ارشاد کیا کہ معروف! تجھ سے نیا خاندان جاری ہوگا۔ چنانچہ شیخ معروف سے گردہ نوشاہی جاری ہوا۔ بعد اس کے سید مبارک لاہور میں آئے اور ۱۲۹۶ھ میں انتقال فرمایا۔ شیخ معروف نے ان کے جسد مبارک کو لاہور سے لا کر اوچ میں ان کے والد کے پاس دفن کیا۔

**ذکر حضرت سید محمد غوث بالا پیر بن سید زین العابدین بن سید**

**عبدالقادر ثانی قدس سرہ**

حضرت فقیر میں شان عالی و مرتبہ بلند رکھتے تھے۔ سید زین العابدین نے روبرو اپنے والد کے راستہ ناگور میں رہنوں کے باعث سے شہادت پائی اور سید محمد غوث نے اپنے دادا کے سایہ عاطفت میں پرورش پائی۔ بعد انتقال اپنے دادا کے بوجہ تکرار سجادگی سید حامد گنج بخش اپنے چچا زاد بھائی کے اوچ سے نکل کر قصہ مست گھر ملک پنجاب میں مقیم ہو کر ہدایت خلق میں مشغول ہوئے اور ۱۲۹۵ھ میں بعد اسلام شاہ بن شیر شاہ وفات پائی۔

## ذکر حضرت سید بہاؤ الدین گیلانی معروف بہاول شیر قلندر قدس برہ

فرزند سید محمود سید علاؤ الدین معروف بن زین العابدین بن سید مسیح الدین بن سید صدر الدین ابن سید ظہیر الدین بن سید شمس العارفین شمس الدین بن سید مومن بن سید مشتاق بن سید علی بن سید صالح بن سید عبدالرزاق بن حضرت پیران پیر کشمکش کبراء سے تھے۔ علوم ظاہری و باطنی سے ماہر اور صاحب عشق و محبت، ذوق و شوق اکثر آپ کو استغراق رہا کرتا تھا۔ حضرت کے والد بغداد سے ہندوستان میں آکر بدایون میں مسکن گزین ہوئے۔ اس وقت حضرت خورد سال تھے، بعدہ آپ کے والد نے انتقال کیا اور بدایون میں دفن ہوئے۔ چونکہ حضرت مرید اپنے پدر کے تھے، ان کے انتقال کے بعد اپنے چچا سے تکمیل کی اور عبادت حق میں مشغول ہوئے۔ عبادت کی یہ کیفیت تھی کہ بارہ بارہ برس کا ایک چلہ کیا کرتے تھے۔ ایک بار ایک غار میں حالت استغراق میں ایک پتھر سے پشت لگائی، شربس بیٹھے رہے۔ جب بامرب و ہاں سے باہر آئے، کھال چکی ہوئی پتھر سے وہیں رہ گئی، لباس قلندرانہ رکھتے تھے۔ بہت باہمیبت تھے۔ عمر شریف ڈھائی سو برس کے قریب تھی۔ خوب تحقیق ہے کہ جب حضرت کی عمر سو برس کی ہوئی اس وقت آغاز ریش مبارک کا ہوا، سواری میں اکثر شیر رہا کرتا تھا۔ بجائے تازیانہ کے مارسیاہ رکھتے تھے۔

نقل ہے کہ حضرت غار سے باہر آئے تو وہاں سے چل کر اس جگہ آئے جہاں آپ کا حجرہ ہے۔ پہلے یہاں دریا تھا۔ آپ کتابے دیہ کے آئیے، بوجہ ہیبت اور غفلت کے ہر کسی کا بہاؤ نہ پڑتا تھا کہ حضرت کے مدبر و اسکے اور متصل جو آبادی تھی اس میں قوم دہول آباد تھی، ان کی مستورات جو پانی بھرنے آئیں حضرت کو دیکھ کر خوفناک ہوئیں اور اپنے مردوں سے شکایت کی۔ انہوں نے آکر حضرت کو دوسری جگہ بٹھایا، آخر کسی وجہ سے وہاں سے بھی بار دیکر اٹھایا، آپ کو جو جلال آیا اپنا عصا زمین پر مارا اور فرمایا کہ اے دریا مجھ کو جگہ دے۔ فوراً وہاں سے دریا ہٹ گیا، کسی قدر زمین نکل آئی، آپ نے وہاں تین میخیں گاڑیں۔ ایک چوب نیب کی، دوسری چوب بڑ کی، تیسری کسی پہاڑی درخت کی۔



تینوں اسی وقت ہری ہوئیں، جن میں دو درخت ہنوز باقی ہیں، ایک خشک ہو گیا۔ اور شیخ داؤد چوہی دال کہ آپ کے برادر زادہ تھے، ان کے گھر آپ لی دعا سے بہت اولاد ہوئی۔ حضرت صاحب سلسلہ ہیں۔ وفات حضرت کی ۱۵ ارشوال ۹۷۳ھ میں بعہد اکبر اعظم ہوئی۔ مزار حجرہ شریف میں ہے۔

**ذکر حضرت مخدوم جی قادری قدس سرہ** | آپ متوطن بدایون اور بالکل تارک دنیا تھے۔ شیخ عبدالوہاب سے

نقل ہے کہ بوجہ کبریا کے اٹھنا بیٹھنا دشوار تھا مگر بعد نماز تہجد کے صبح تک کھڑے رہ کر ایک قرآن ختم کرتے۔ وفات حضرت کی ۹۷۳ھ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت سید عبداللہ ربانی بن سید محمد غوث گیلانی علیہ و آلہ و سلم**

آپ علم معقول و منقول فرع واصل سے ماہر اور عالم باعمل و متوکل و مرتبہ ولایت رکھتے تھے دنیا و اہل دنیا سے بے پروا، اور اوچ ہی میں مقیم تھے، آپ کی توجہ سے بہت سے باکمال ہوئے۔ وفات حضرت کی ۹۷۳ھ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت سید اسماعیل گیلانی بن سید عبداللہ ربانی قدس سرہ**

حضرت اولیائے عہد اور مرید اپنے والد کے تھے۔ جب حضرت کے کمال کا شہرہ ہوا، اکبر اعظم نے برائے زیارت آپ کو لاہور میں طلب کیا اور ایک ہزار بیگمہ نچستہ زمین زرعی علاقہ فیروز پور میں آپ کی زندگی سبجان الشہادۃ بادشاہ دہلی تو حضرت سے رجوع تھے اور حضرت حق سبحانہ تعالیٰ سے ہر وقت رجوع کیے ہوئے تھے، دنیا یا اہل دنیا کو اپنے دل میں جگہ نہیں دیتے تھے۔ وفات حضرت کی ۹۷۳ھ میں بمقام لاہور ہوئی۔ مزار کھنڈی محلہ میں کہ جواب دیران ہے مقبرہ میراں شاہ محمد موج مدیا بخاری اندرون احاطہ بی بی کلاں روجہ محمد شاہ موج کے ہے اور حضرت کے تین پسر کامل وقت ہوئے۔ سید حاجی بہاؤ الدین و سید بدر الدین و سید قطب الدین۔

ذکر حضرت سید حامد مشہور عالم گنج بخش قدس سرہ سید

عبدالرزاق بن عبدالقادر ثانی اویچی قدس اللہ اسرارہما

آپ مرید و صاحبِ سجادہ اپنے والد کے تھے اور نیز صاحبِ ولایت کہ فقر میں رتبہ بلند رکھتے تھے۔ اپنے وقت کے شیخِ رحمن کہلاتے تھے اور حضرت کے ہزاروں مرید تھے بادشاہ آپ کے در پر آتے تھے، تمام عمر یاد خدا میں صرف کی اور خود سید جمال الدین ابوالحسن موسیٰ کو اپنا جانشین کیا اور ۷۹۷ھ میں بمقامِ ادبِ استقال کیا، آپ کے خلفاء میں سے سید جمال الدین ابوالحسن موسیٰ و شیخِ صغیر علیشاہ کہ طمان سے سات کو س جانبِ غرب ان کا مزار ہے، مشہور ہیں۔

تیسرے شیخ داؤد کرمانی چونی دال قدس سرہ صاحب حال و قال و کشف کرامات کہ مجاہد شاقہ دریا منت عظیم کے ہوئے تھے اور بہت نفس کش تھے، ختم سے صبح تک کھڑے ہو کر یادِ معبود کہتے۔ کبھی تمام شب رکوع میں رہتے، کبھی تمام شب سجدہ میں پڑے رہتے جب کئی برس اس طرح پر گزرے تو دل ماسواۃ اللہ سے متنفر ہوا اور تفرقہ دودہ ہوا۔ اس وقت بارگاہ الہی میں رجوع کی کہ طریقہ بیعت کہ نسبت نبی علیہ السلام ہے، کس خاندان میں اور کس سے کروں، بشارت ہوئی کہ خاندان عالیہ قادریہ میں حامد گیلانی سے بیعت کر۔ چنانچہ حضرت حسب بشارت الہی خدمت سید حامد میں شرف اندوز ہوئے اور مرید ہو کر طریقہ سلوک قادریہ کی تکمیل کی، آخر فرقہ خلافت پایا۔ اور صاحب ارشاد ہوئے، صاحب شجرۃ الانوار تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ داؤد کرمانی بن سید فتح اللہ کرمانی بن سید مبارک بن سید فیض اللہ باقی بن سید صفی الدین آوم بن سید غنی الدین احمد بن سید عبد المجید بن سید عبد الحفیظ بن سید عبد الرشید بن سید ابوالقاسم بن سید ابوالکلام بن سید ابوالحسن بن سید ابوالفیض بن سید ابوالفضل بن سید عبد الباقی بن سید ابوالحسن بن سید ابوالواہب بن سید ابوالکلام بن سید محمد بن سید محمد ماہ بن سید شاہ محمد بن سید محمد بن سید محمود بن سید ابوالاحد بن سید داؤد بن سید ابوالبرکات بن سید اسماعیل بن سید محمد بن سید قمر بن حضرت امام مولانا

رضی اللہ عنہ۔

حضرت دارا شکوہ قادری تحریر فرماتے ہیں کہ سید فتح اللہ عرب سے وارد ہند ہوئے اور بلیب پور میں ٹھہرے، بعدہ قصبہ چوینیاں کہ لاہور سے چالیس کوس ہے طرف جنوب کے واپس آکر متوطن ہوئے۔ وہیں شیخ داؤد پیدا ہوئے، یعنی بعد انتقال والد سے چھ ماہ پہلے پیدا ہوئے۔ جب سن بلوغ کو پہنچے مولانا اسماعیل شاگرد مولانا عبدالرحمن جامی سے علوم ظاہری حاصل کیے۔ جب عشق الہی پیدا ہوا، روحانیت حضرت غوث پاک سے تربیت پائی اور حضرت غوث پاک کے اشارہ سے سید حامد سے سماعت کر کے کامل ہوئے۔ اپنی مجلس میں ایسے حیران اور پریشان گھبرائے ہوئے بیٹھے تھے کہ گویا ان کی کوئی چیز گم ہو گئی ہے یا معشوق کا انتظار ہے۔ کبھی یکایک حالت طاری ہوتی، جنگل میں نکل جاتے، کلمات حقائق با آواز بلند فرماتے، کبھی ارشاد کرتے کہ عراق کی طرف سے جو ہوا آتی ہے نفخہ نفحات الہی سے اس کے ہمراہ ہوتے ہیں۔ اکثر عراق کی طرف بوجہ عشق حضرت غوث اعظم کے منتظر رہتے اور نہایت پابند سنت تھے، کوئی امر خلاف حدیث شریف کے زبان سے سرزد نہ ہوتا تھا۔ وفات حضرت کی ۹۱۲ھ میں ہوئی، مزار پر انوار شیر گڑھ میں کہ متصل چونی کے ہے۔ ہزاروں کرامتیں تاحال ظاہر ہوتی ہیں۔ چنانچہ ہر سال عرس شریف میں دو روز سے خلائق جمع ہوتی ہے۔ پہر بھرات رہے روشنی روضہ عالیہ کی گل ہو جاتی ہے اور تجلی نورانی ظاہر ہوتی ہے جس کو تمام خلائق دیکھتی ہے کہتے ہیں کہ پہلے روئے مبارک کی زیارت ہو کر قیامتی۔

## ذکر حضرت شیخ بہلول دریائی قدس سرہ

آپ ادبیائے پنجاب سے ہیں۔ صاحب تقویٰ و ریاضت و عبادت و خوارق کہ تمام عمر ستیاحی میں بسر فرمائی اور صاحب گروہ بھی ہیں آپ کے فقیر بہلول شاہی کہلاتے ہیں۔ بعض فقیر بہلول شاہی سہروردی مشہور ہیں۔ وہ اپنا سلسلہ اس طرح ملتے ہیں کہ بہلول دریائی



مرید شاہ لطیف اللہ کے، وہ مرید شیخ نصیر الدین قریشی سہروردی کے اور جو فقیر خاندان قادریہ سے نسبت کرتے ہیں وہ اپنا سلسلہ اس طرح ملا تے ہیں کہ شاہ بہلول مرید شاہ لطیف اللہ برکی کے، وہ مرید شیخ جمال اللہ حیات الیرزندہ جاوید کے، وہ مرید حضرت غوث اعظم کے، اور شاہ بہلول دریائی نے خرقة تبرک حیات الیرزندہ جاوید سے بھی حاصل کیا تھا، عمر آپ کی وارز ہوئی ہے حقیقۃ الفقراء میں کہا ہے کہ آپ نے ستیا جی میں بہت بزرگوں سے فیض حاصل کیا۔ اور بعد انتقال مرشد کے برائے حل بعض مقامات ولایت نجف اشرف میں حاضر ہو کر روضہ متبرکہ حضرت شیر خدا پر دو سال معتکف رہے اور جاوید کشتی سے شرف ہے۔ جب مطلب بر آری ہو گئی وہاں سے کر بلائے معلیٰ میں حاضر ہو کر تین ماہ روضہ سید الشہداء علیہ السلام پر معتکف رہ کر نعمت ہائے گوناگوں سے مشرف ہو کر کعبہ میں آکر حج کیا، بعدہ مدینہ طیبہ کی زیارت سے مشرف ہو کر پھر بغداد میں آئے، روضہ عالیہ غوثیہ پر ایک سال معتکف رہے، بعدہ برائے حصول افادہ مشرف ہو کر روضہ حضرت امام موسیٰ رضا پر حاضر ہوئے، ایک شب معاملہ میں امام برحق نے فرمایا کہ فلاں جگہ فلاں غار میں ایک مجذوب ہے اس کی خدمت میں جا کر اپنا حصہ قادریہ لے۔ آپ وہاں سے بخوشی تمام اس غار پر آئے، دیکھا کہ اکیلے وہ بزرگ مراقبہ میں ہیں اور چند خادم جدا ایک جگہ پر ہیں، انہوں نے خدام سے استفسار حال کیا، انہوں نے بیان کیا کہ ایک بار ہر روز مراقبہ سے سراسر اٹھتے ہیں، ایک روز حالت جلال ہوتی ہے۔ جو رو بہ آتا ہے جل جاتا ہے وہ آج کا دن ہے۔ ایک روز نظر جمال ہوتی ہے۔ جو برو آتا ہے قطب وقت ہو جاتا ہے، آپ نے اس روز قدر تامل کیا، دوسرے روز جب شیخ نے مراقبہ سے سراسر اٹھایا اور ان پر نظر پڑی اسی وقت ان کو مقامات قطبیت کھل گئے، ان درویش کو لوگ مرد حق کہتے تھے۔ وفات شاہ بہلول دریائی کی ۱۰۵۳ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شیخ ابوالحسن قادری لاہوری قدس سرہ | آپ خلیفہ شیخ داؤد کرمانی چونی وال کے

تھے۔ علوم ظاہری اور باطنی میں یگانہ عصر ریاضت افند مجاہد، تقویٰ اور سخاوت میں شہرہ آفاق، صائم الدہر اور قائم اللیل تھے۔ صاحب کرامت و خوارق کہ بادشاہ ابوالمعالی علی کرمانی

آپ کا مرید تھا، آخر وقت میں لاہور آکر محلہ مغلاں میں کہ محلہ پیر عزیز نیرنگ مشہور ہے، سکونت پذیر ہوئے اور ہایت طالبانِ حق میں مشغول رہ کر ۵ محرم ۱۰۸۵ھ میں وفات پائی اور اپنے مکان میں دفن ہوئے، وہیں آپ کے صاحبزادگان کے مزار بھی ہیں، آپ کا مقبرہ نیرنگ سے جانبِ شرق کے ہے۔

**ذکر حضرت سید میراں بن سید مبارک حقانی گیلانی** | آپ مرد صالح و بزرگ عالم اور سخی، اور

صاحبِ کرامات و ولایت تھے۔ مرید اپنے والد کے، آخر اوچ سے آکر لاہور میں ہدایت خلق میں مشغول ہوئے، آپ کی ذات بابرکات سے فیضانِ ظاہری و باطنی جاری رہا ہزاروں مرید ہوئے اور ۱۰۸۶ھ میں انتقال کر کے گورستان لاہور میں دفن ہوئے۔

**ذکر حضرت شاہ معروف چشتی قادری قدس سرہ** | آپ اولاد سے شیخ فرید الدین گنج شکر کے تھے۔ اول

اپنے پدر سے طریقہ عالیہ چشتیہ میں مقاماتِ سلوک طے کیے، بعدہ سید مبارک گیلانی بن سید محمد غوث جلی کی خدمت بابرکت میں بمقامِ لکھی جنگل میں پہنچے، لوگوں نے پاس جانے کو منع کیا کہ آدمی کی تاب نہیں جو ان کے پاس جاسکے، یہ نہ مانے اور ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ مراقبہ میں تھے مگر نور باطن سے ان کا آنا معلوم فرما کر سراٹھایا اور متبسم ہو کر ان کو دیکھا، انھوں نے قدموں پر سر رکھا۔ تین روز بے ہوش رہے۔ جب ہوش آیا مرید ہوئے۔ بعد تکمیل کارِ خوشیہ کے خرقہ سے مشرف ہو کر شاہ معروف سے مخاطب ہوئے اور طریقہ نوشاہی کے امام ہوئے۔ وفات حضرت کی ۱۰۸۶ھ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت سید محمد نور بن سید بہاؤ الدین شیر گیلانی قدس سرہ**

آپ صاحبِ بجاہ اپنے پدر عالی قدس کے تھے۔ علومِ ظاہری و باطنی میں فرد، فقر میں شانِ عالی رکھتے تھے اور نواسے شاہ کمال بخاری کے تھے۔ جس وقت حضرت کے والد نے رحلت فرمائی آپ وہاں موجود نہ تھے، بعد چند روز کے جب آپ آئے تو دیدارِ والد سے مشرف ہوئے

تمام اقرباء وغیرہ کو حکم دیا کہ کوئی پاس نہ آوے۔ مگر وہ مہاراجہ جس نے قبر مبارک کھولی تھی چھپ رہا تھا۔ جب آپ نے کفن چہرہ مبارک پر سے اٹھایا اور زیارت کی، مہاراجہ کی نظر جو پڑی اسی وقت نابینا ہو گیا۔ بعد چند روز کے جب آپ نے مقبرہ بنوانا چاہا تو عمدہ مہار کی تلاش ہوئی۔ وہی نابینا مہار حاضر ہوا اور عرض کی کہ اگر میں بینا ہو جاؤں تو اچھی طرح کام بناؤں، آپ نے فرمایا کہ اس شرط پر کہ جب تک تو کام کرے گا بینا رہے گا۔ بعدہ اندھا ہو جایا کر گیا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ دن کو بینا اور رات کو نابینا ہو جاتا تھا۔ جب کام ختم ہوا، پھر کچھ نہ دکھائی دیا۔ وفات حضرت کی ششہ میں ہوئی، مزار قصبہ چوٹی میں ہے۔

## ذکر حضرت شاہ قمیص قدس اللہ سرہ العزیز

حضرت فرزند سید  
ابن الحیات گیلانی بن

سید تاج الدین محمود بن سید جمال الدین احمد بن سید شاہ داؤد بن سید جمال الدین علی بن ابی صالح نصر بن سید عبدالرزاق بن حضرت غوث پاک۔ یہ حضرت صاحب سلسلہ اودہ گروہ ہوئے ہیں کہ ان کے فقیر قمیص کہلاتے ہیں، پہلے سکونت حضرت کی ملک بنگالہ میں بمقام قصبہ ساوہ خضر آباد میں تھی اور تجربہ اور تفریق کے ساتھ بسر فرماتے تھے۔ بعدہ نظر اللہ نام ایک بزرگ تھے انھوں نے اپنی لڑکی سے حضرت کا نکاح کیا، بعدہ شہر کمال آپکا بلند ہوا، ہزاروں مرید ہوئے، بہت سے خلیفہ ہو کر اطراف عالم میں پھیلے۔ وفات حضرت کی ۲ ذیقعدہ ۹۹۲ء میں ہوئی۔ مزار ساوہ میں ہے۔ بعد آپ کے سید عبدالرزاق خلیفہ آپ کے سجادہ ہوئے۔

## ذکر حضرت سید اسماعیل بن سید ابدال قدس سرہ

آپ صاحب حال و قال و  
باکمال گزرے ہیں۔ قلعہ  
ریٹھور میں رہتے تھے۔ اولاد سے حضرت غوث پاک کی ہیں اور لاؤ غوث پاک سے پہلے  
حضرت ہی کے دادا ہندوستان میں تشریف لائے، ذات بابرکات سے فیض عام جاری ہوا۔  
اور بعض کاظمین ہند نے آپ سے سیت کر کے خرقہ خلافت ماصل کیا بشیخ عبدالرزاق  
جھنجھاری چشتی نظامی شیخ محمد حسن مشیخ امان پانی پتی چشتی، یعنی تینوں خلیفہ آپ کے شیخ البحر بن



مشہور میں سلسلہ آپ کا اس طرح پر ہے، سید انخیل بن سید ابدال بن سید نصیر بن سید محمد ابن سید موسیٰ بن سید عبدالجبار بن ابی صالح نصیر بن سید عبدالرزاق بن حضرت غوث اعظم اور سلسلہ درویشی بھی آپ کے خاندان میں دست بدست چلا آیا ہے۔ وفات حضرت کی ۹۹۴ھ میں ہوئی۔ مزار ریتھور کے قلعہ میں ہے۔

**ذکر حضرت سیدالہ بخش گیلانی قدس سرہ** | آپ اولاد سے سید عبدالقادر ثانی آکر مقیم ہوئے۔ مقتدائے شریعت کہلاتے تھے۔ ہزاروں کو ہدایت فرمائی اور ۹۹۴ھ میں وفات ہوئی۔ ملک بنگالہ کے کسی دیہہ میں آپ کا مزار ہے۔

**ذکر حضرت شیخ خضر سیوستانی قادری قدس سرہ** | آپ شیخ وقت اور صاحب تجربہ اور تفرید

اور ثارک الدنیا اور اہل دنیا سے بے پروا اور ہمیشہ قبرستان میں تنہا سا کرتے تھے وقت اشتہاء کے سوکھے پتے درختوں کے کھا کر ایام گزاری کرتے اور کپڑا فقط ایک تہ بند رکھتے تھے، ایک تنور بنا رکھا تھا اس کو گرم کر کے اس کے اندر بیٹھ کر عبادت کرتے۔ شہر اور گاؤں میں قدم نہ رکھتے تھے۔ جانوران صحرائی آپ کے ہم جلس رہتے تھے۔ موسم گرما میں گرم پتھر پر بیٹھ کر بحق مستغرق رہا کرتے تھے۔ حضرت داراشکوہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک بار حاکم سیستان بلائے زیارت حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وقت دہرہ کا اور موسم بھی گرم تھا آپ ایک سیل پر مراقبہ میں تھے اس نے اپنا سایہ حضرت پر ڈالا، آپ نے معلوم فرما کر چشم واک کی اور فرمایا کہ تو کون ہے، اس ویرانہ میں کیوں آیا ہے؟ اس نے عرض کی کہ زیارت کو آیا ہوں جو ارشاد ہو خدمت بجالاؤں، آپ نے فرمایا کہ اپنا سایہ مجھ پر سے دور کر اور جہاں سے آیا ہے چلا جا۔ جس کے سر پر خدا کا سایہ ہے اس کو دوسرے کے سایہ کی حاجت نہیں۔ اس نے پھر منت کی کہ کچھ تو کار فرما دیجیے، ارشاد ہوا کہ اگر کچھ کار ہوگا تو دیکھا جائے گا۔ اس نے پھر عرض کیا کہ وقت عبادت کے میرے واسطے دعا کیجیے گا، فرمایا کہ خدا نہ کرے کہ میں اس وقت تجھے یاد کروں، سوائے اللہ تعالیٰ کے مجھ کو دوسرے کا خیال ہو۔ یہ حضرت

مرید شاہ سکندر کے وہ مرید شیرالادین خواجہ حاقی کے، وہ مرید سید علی قادری کے وہ مرید شاہ جمال مجروح کے وہ مرید سید لعل شہباز کے، وہ مرید شیخ ابوالفتح ابراہیم کے، وہ مرید شیخ مرتضیٰ سبحانی کے، وہ مرید شیخ احمد بن مبارک کے، وہ مرید حضرت غوث الثقلین کے وفات حضرت کی ۱۹۹۲ء میں ہوئی۔

## ذکر حضرت سید شاہ نور حضوری لاہوری بن سید محمود حضوری غوری قدس سرہ

حضرت فاضل روزگار و دلش بلند اقتدار مرید اپنے والد کے امدان کے ہم پلہ تھے جو کوئی آپ کا مرید ہوتا، اول ہی شب کو دیدار نبوی سے مشرف ہوتا۔ وفات حضرت کی ۱۹۹۶ء میں ہوئی۔ مزار لاہور میں ہے۔

ذکر حضرت مولیٰ پاک شہید قدس سرہ | بن سید حامد گنج بخش گیلانی کہ دلش عالی مقام و عالی ذوی الاحترام و ہدایت میں یگانہ روزگار تھے، اپنے عہد میں شیخ پنجاب تھے اور زیارت رسول مقبول و حضرت غوث پاک سے مشرف ہوتے تھے روحانیت غوث پاک سے فیضان حاصل تھا۔ اور روحانیت سید عبدالقادر ثانی سے بطریقہ اولیٰ فیض حاصل کیا۔ وفات حضرت کی ۱۹۹۸ء میں ہوئی۔ یعنی راہ ملتان میں گولی سے شہید ہوئے۔

ذکر حضرت سید حسین قدس سرہ | آپ درویش کامل اور صحبت یافتہ بزرگان اور سفر کردہ کہ طوس سے آکر دہلی میں فوت ہوئے۔ قلعہ چتوار میں زیر مسجد قوت الاسلام قریب دروازہ جنوبی آپ کا مقبرہ ہے، اب وہ امام خامن کی درگاہ مشہور ہے۔ یہ حضرت کھیتی کرتے تھے۔ اپنے عضو تناسل کو کاٹ کر پھینک دیا تھا۔ وفات حضرت کی ۱۹۹۸ء میں ہوئی۔ دہلی کہنے میں زیر مسجد قوت الاسلام مقبرہ عالی ہے۔

## ذکر حضرت شیخ عبدالوہاب متقی قادری شاہی اکیلمدنی قدس سرہ

آپ مرید شیخ علی بن حسام الدین مفتی کے تھے مگر مجمع البحرین تھے کہ خاندان چشتیہ و قادریہ میں اجازت یافتہ تھے۔ آپ بمقام مندوی خانہ شیخ ولی اللہ کہ کامل روزگار تھے پیدا ہوئے۔ بعدہ آپ کے والد برہان پور میں تشریف لائے، یہ صغیر سن تھے کہ ان کے والد نے انتقال کیا ان میں خوردی میں عشق الہی پیدا ہوا کہ ملک گجرات و سرندپ کی سیر کرتے ہوئے بیس برس کی عمر میں کعبہ میں پہنچ کر شیخ علی متقی کے مرید ہو کر مقامات سلوک طے کیے اور شیخ کے کمالات میں ایک کتاب لکھی جس کو شیخ بہت عزیز رکھتے تھے اور بارہ برس مکہ معظمہ میں خدمت مرشد میں رہے۔ باقی اٹھائیس برس مکہ میں گزار کر حج کیے۔ بعد انتقال پیر کے گجرات میں آکر بواحقوں سے ملے پھر کعبہ کی طرف مراجعت کی اور حج کیا۔ بعدہ پچاس برس کی عمر میں متاہل ہوئے اور فتوحات بدرجہ غایت ہونے لگا، جو آتا سب کو لقمہ مساکن کرتے۔ اہل خانہ کو برائے سدرتی دیتے۔ اخبار الاخیار سے نقل ہے کہ آپ فرماتے ہیں، ایک بار میں ہمراہ اپنے والد کے سفر میں تھا، راستہ بھول کر ایسے جنگل میں پہنچے کہ جہاں کچھ نہ تھا۔ مجھ پر بھوک اور پیاس غالب ہوئی۔ میں اس وجہ سے رونے لگا، والد نے میری تسلی کی کہ اب ہانی اور کھانا آتا ہے۔ اس میں شام ہو گئی۔ بوجہ خوف جانوران صحرائی کے ہم دونوں درخت پر چڑھ گئے، تمام رات گزری، صبح ہم نے دیکھا کہ چشمہ شیریں ہے اس پر ایک پیر مرد کھڑا ہے۔ اس نے مجھ کو دیکھ کر دو روٹی گرم بغل میں سے نکال کر دیں۔ ہم نے ان کو کھایا یا پیا۔ اس پیر مرد نے فرمایا کہ قریب گاؤں ہے وہاں جا کر آسودہ ہو۔ ہم اس گاؤں میں گئے۔ مگر عجیب کو اس پیر مرد کے دیکھنے کا پھر شوق ہوا۔ جب میں اس درخت کے نیچے گیا جہاں شب کو رہا تھا وہاں چشمہ دیکھا نہ وہ پیر مرد ملا۔ میں حیران ہوا شاید وہ خضر علیہ السلام تھے۔ چنانچہ ایک بار کاتب المحروف اور ایک بزرگ دونوں ہم سفر تھے۔ اتفاق سے دو شبانہ روز کھائے ہوئے گزر گئے تھے، تیسری شب کو ایک جنگل میں زیر کوہ مجوس کا ایک معبد دیکھا وہاں چاہ بھی تھا یہ موقع دیکھ کر ہم اس چاہ پر ٹھہرے کھانا تو وہاں کہاں تھا



مگر پانی پینے کو جی چاہا۔ پانی بہت سرد تھا۔ برف پڑتی تھی۔ جب ڈوہچی چاہ میں ڈالی تو پانی بہت دور تھا۔ رسی چھوٹی تھی۔ میں نے ہجاری سے کہا کہ اگر رسی دو تو ہم پانی پی لیں۔ اس نے کہا تپ چڑھ رہی ہے رسی میرے زیر پلنگ ہے۔ میں اٹھ نہیں سکتا۔ مجبوراً تمام شب اس چاہ پر پیاسے پڑے رہے۔ جب پھر بھرات رسی دیاں سے چل دیے کہ اتنے میں روز روشن ہوا۔ بوجہ سردی کے چلا مشکل سے جاتا تھا۔ ادھر بھوک کی اذیت تھی۔ تیمم کر کے ہم دونوں نے ناز صبح ادا کی اور چلے تو راستہ بہت تنگ تھا۔ دونوں طرف جھاڑی تھی میں آگے تھا میں نے دیکھا کہ ایک جھاڑی پر تین روٹیاں رکھی ہیں۔ ان کو دیکھ کر جی چاہا کہ ان کو اٹھا لوں مگر دل میں خیال آیا کہ نہ معلوم یہ کس قوم کی ہیں اور یہ بزرگ کہیں گئے کہ ذرا سے امتحان میں یہ صبر نہ کر سکا۔ یہ سوچ کر آگے بڑھا اور وہ بزرگ اس جگہ پر آئے ان کی نظر بھی ان روٹیوں کی طرف پڑی انھوں نے مجھے بلایا اور کہا یہ اٹھا لو، میں نے ان سے کہا کہ نہ معلوم کس کی ہیں یا کتا اٹھا لایا ہے انھوں نے وہ اٹھا کر مجھ سے کہا کہ یہ رحمت خدا ہے۔ دیکھو گھی سے چھڑی ہوئی ہیں۔ ابھی گھی ان کا جا بھی نہیں ہے اور یہاں دور دور آبادی کا نشان بھی نہیں معلوم ہوتا۔ نہ راہ میں کوئی مسافر ملا۔ میں نے جو دیکھا کہ بیشک گھی ان کا جانہ تھا۔ اٹھاتے ہی سردی سے جم گیا۔ جب اور تھوڑی دور گئے۔ ایک نالہ ملا اس کو ہم دیکھ کر بہت خوش ہوئے میں اس میں نہانے لگا وہ بزرگ برائے رفع حاجت گئے ویاں سے جو آئے ایک درخت مرچا کالے کر آئے اس میں پانچ مرچیں تھیں ہم دونوں نے شکر پروردگار ادا کیا اور ڈیڑھ ڈیڑھ روٹی کھائی۔ تو وہ روٹیاں چنے کے آٹے کی تھیں بیشک اللہ تعالیٰ بعد امتحان کے اپنے بندوں کی ضرورت ادا فرماتا ہے۔ سیر و سفر میں ایسے ایسے مقام پر خبر لی کہ اگر ان کو لکھوں تو ایک بڑی کتاب تیار ہو۔ آدم برسر مطلب شیخ عبدالوہاب متقی فرماتے ہیں کہ ایک بار میں مسافر تھا۔ میرا گزر شہر یبار میں ہوا۔ ویاں قاضی عبدالوہاب شافعی عند متکزار فقراء تھا، مجھ کو بھی فقیر شکل دیکھ کر میرے پاس آیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ اگر اس شہر میں کوئی صالح درویش ہو تو میں اس سے ملوں۔ قاضی نے کہا کہ یہاں ایک بزرگ صاحب کرامات خوارق ہیں، مگر شراب پیتے ہیں۔ میں اس وجہ سے ان سے نہیں ملتا۔ پس دوسرے روز میں

ان بزرگ کے پاس گیا۔ دیکھا کہ اونچے ٹیلہ پر ان کا مکان ہے۔ دو تین آدمی اور بھی رہتے تھے۔ جب قریب گیا دیکھا کہ بہت مرد و عورت ان کے پاس بیٹھے ہیں۔ مجھ کو دیکھ کر مرجھا کہا اور خوش ہوئے، تھوڑی دیر بعد در شراب شروع ہوا، مجھ کو بھی اشارہ کیا کہ پی۔ میں نے کہا یہ حرام ہے اس کا پینا ناجائز ہے، بہت کچھ اٹھوں نے کہا۔ جب میں پیتے پر راضی نہ ہوا تو کہا کہ خیر دیکھ تجھ کو کیا پیش آتا ہے۔ میں وہاں سے رنجیدہ ہو کر اٹھا، اسی شب کو خواب میں دیکھا کہ ایک باغ نمونہ بہشت ہے۔ میں نے اس میں جانا چاہا دیکھا کہ وہی مرد شرابی کھڑا ہے۔ پیالہ شراب کا اس کے ہاتھ میں ہے مجھ سے کہنے لگا کہ اگر شراب پی تو باغ میں جاوے ممکن نہیں۔ صبح جب میں بیدار ہوا، لاجول پڑھی۔ پھر جب سویا وہی صورت پیش آئی۔ میں نے توجہ جناب سرور عالم کی طرف کی اور پھر جو میں سویا جناب سرور عالم کو دیکھا کہ تشریف لائے اور عصا ہاتھ میں ہے۔ روبرو حاضر ہوا، وہ مرد شرابی بھی آیا۔ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے عصا اس مرد کی طرف ڈالا، فرمایا کہ کتاب ہو جائے نابکار، اسی وقت وہ کتاب ہو گیا اور وہاں سے بھاگا، پھر میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں نے اس کو نکال دیا کہ وہ اس شہر میں بھی نہ رہے گا۔ صبح جب میں بیدار ہوا اس کے مکان پر جا کر دیکھا کہ وہ اسی شب کو بھاگ گیا تھا۔ میں نے شکر پروردگار ادا کیا۔ وفات شیخ عبدالوہاب متقی کی سنہ ۱۰۰۰ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت سید عبدالوہاب بھاکری قدس سرہ** | فرزند سید عبدالرزاق بھاکری  
ماہر علوم دینی و دنیوی،

جامع کمالات صوفی و معنوی اور مرید اپنے والد کے تھے تمام عمر ہدایت خلق میں مصروف رہ کر  
سنہ ۱۰۹۹ میں وفات پائی۔

**ذکر حضرت سید میرا بزم حسین اوجی قدس سرہ** | آپ مرید شیخ بہاؤ الدین قادری  
کے، صاحب علم و تصرفات  
ظاہری و باطنی رکھتے تھے۔ آپ کے بہت سے شاگرد ہوئے ہیں۔ وفات حضرت کی  
سنہ ۱۰۰۰ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت شیخ محمد حسن قادری جوہپوری

آپ صاحب ولایت جوہپور  
میں خاندان چشتیہ میں

مرید اپنے والد شیخ حسن کے تھے اور بزرگان چشتیہ سے بھی فیض تھا۔ جب آپ حج کو گئے وہاں خاندان قادریہ میں شیخ عبدالوہاب کے مرید ہوئے اور کئی برس کعبہ میں رہے۔ پھر دہلی میں آئے۔ ۲۷ رجب ۱۲۲۷ء میں وفات پائی۔ مزار متصل بمقبرہ اپنے والد کے مزار کے پاس ہے۔

## ذکر حضرت سید صوفی بن سید بدر الدین بن سید محمد اسماعیل گیلانی قدس سرہ

یہ حضرت صاحب شریعت و معرفت تھے جو آپ کا مرید ہوا تھا کامل ہو جاتا تھا لاہور میں کوس شریعت آپ کا چند روزہ خوب بجا، آخر ۱۲۲۷ء میں وفات پائی۔

## ذکر حضرت سید کامل شاہ لاہوری قدس سرہ

آپ ولی مطلق و شیخ محقق  
تھے۔ مرید شیخ الہ دادمداری

کے ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا اور جہودت... اکبر اعظم حسب طلب بادشاہ لاہور میں آکر موضع بابو سالو کے جنگل میں ٹھہرے۔ ہزاروں آپ کے مرید ہوئے۔ وفات حضرت کی، صفر ۱۲۲۷ء میں ہوئی اور بجائے اقامت دفن ہوئے، بعدہ نواب عبدالرحیم خان جرنیل سلطانی نے آپ کا مقبرہ بنانا چاہا، شب کو خواب میں اس سے فرمایا کہ میرا مزار خام رہے گنبد نہ بنانا۔

## ذکر حضرت شیخ حسین لاہوری قدس سرہ

یہ حضرت خلیفہ شیخ بہلول درہانی  
کے تھے۔ صاحب ذوق و شوق

وجد و سماع اور اپنا طریقہ ملا تینہ رکھتے تھے۔ ان کی کیفیت یہ ہے کہ کلس رائے کا ساتھ نہ لے کہ باشندہ لاہور کے تھے۔ جہد فیروز شاہ میں مسلمان ہو کر شیخ عثمان نام پایا اور کار بافتگی کا کر کے ایام گزاری کرتے تھے۔ ان کے متعلقان عثمان ڈیڑا کہلاتے ہیں اور کاروبار بننے کا کرتے ہیں۔ شیخ حسین ۱۲۲۵ء میں شیخ عثمان نو مسلم کے گھر پیدا ہوئے۔ جب سات برس کے



ہوئے۔ حافظ ابوبکر لاہوری سے قرآن شریف پڑھنا شروع کیا، تین برس میں حافظ ہوئے  
 انھیں دنوں میں شیخ بہلول دریائی لاہور میں آکر مسجد حافظ ابوبکر میں ٹھہرے اور شیخ حسین کو  
 دریا سے پانی لینے بھیجا کہ پانی قریب مسجد مذکور کے ٹکسالی دروازہ کے باہر بہتا تھا جب  
 شیخ حسین پانی لائے شاہ بہلول نے وضو کر کے دو رکعت تحیۃ الوضوء ادا کر کے شیخ حسین  
 کے واسطے دعا کی کہ الہی اس بچہ کو عارف اور اپنا عاشق کر پس اس وقت عمر ان کی دس  
 برس کی تھی شاہ بہلول سے بیعت کی چونکہ رمضان تھا شاہ بہلول نے شیخ حسین کو  
 امام کیا اور ان سے قرآن سنا۔ اور چند سال کی کوشش میں ان کو بالکمال کر کے قصبہ  
 جند یوٹ کہ لاہور سے سات کوس اور شاہ لی سکونت کی جگہ تھی چلے آئے۔ شیخ حسین  
 نے ۲۶ برس ریاضت اور مجاہدے میں گزارے۔ دن کو کنارے دریا راوی پر جنگل میں،  
 شب کو روضہ شیخ علی مخدوم گنج بخش بجوری پر بسر کرتے تھے، ایک روز بوقت شب  
 مزار پر انوار پر یہ تنہا تھے کہ مخدوم ظاہر ہوئے اور ہر بانی شیخ کے حال پر فرمائی، اسی وقت  
 یہ روشن ضمیر ہو گئے، تمام مقامات کھل گئے۔ نقل ہے کہ ایک روز شیخ حسین تفسیر مدارک کا  
 سبق شیخ سعد اللہ لاہوری سے پڑھ رہے تھے۔ دما الحیوۃ الدنیا کے معنی دریافت کیے  
 استاد نے احسن طور پر تفسیر بیان کی، شیخ نے کہا کہ مجھ کو قال سے کچھ مطلب نہیں میں طلبگار  
 حال کا ہوں، یہ کہہ کر مست جام حال ہوئے اور مسجد سے اٹھ کر کودنے لگے اور گانے  
 لگے۔ کتاب چاہ میں ڈال دی، اس حرکت سے اور درویش ان کو ملامت کرتے لگے آپ  
 چاہ پر آئے اور فرمایا کہ اسے بانی کتاب ڈالنے کی وجہ سے درویش مجھ کو برا کہتے ہیں۔  
 میری کتاب مجھ کو واپس دے۔ اسی وقت وہ کتاب پانی کے اوپر آگئی، آپ نے اس کو  
 لے کر درویشوں کو دی۔ وہ کتاب بھیگی تک نہیں تھی، اس روز سے آپ نے اپنا طریقہ ملائیہ  
 کر لیا۔ ڈاڑھی مونچھ منڈا کر جام ہاتھ میں لے کر ملامت کو پسند کیا اور دیوانہ وار کبھی مسجد  
 میں کبھی مینانہ میں کبھی کوچہ و بازار میں کبھی ہنستے کبھی روتے پھر کرتے تھے۔ ایک بار  
 آپ نے اپنے یاروں سے فرمایا کہ آج دریا راوی کی سیر کریں گے، انھوں نے کہا کہ مرغی  
 کھانا کھلاؤ تو چلیں، آپ نے منظور کیا اور سب مل کر موضع منڈیاں والہ میں آئے کہ جو دریا کا

قریب تھا۔ بہار خان سردار موضع نے آپ کے یاروں کو پکڑ کر پابہ جولاں کیا اور ان سے کہا کہ اساک باراں ہے۔ جب تک پانی نہ برے گا، میں ان کو نہ چھوڑوں گا اگرچہ بہار خان خادم الفقرا تھا۔ مگر یہ حیلہ برائے بارش اس نے کیا تھا آپ اپنے یاروں کے پاس گئے اور فرمایا کہ معاملہ برعکس ہوا کہ کھانے کے بدلے قید ہوئی۔ بعدہ بہار خان کے پاس آئے اور فرمایا کہ اس حیلہ سے باقی برسنا ممکن نہیں بلکہ آگ برے گی۔ مگر ہاں جو کھانا مرغین شیر و شکر میرے یاروں کے آگے لا کر دعوت کرے تو کیا عجب ہے کہ پانی برے سے یہ سن کر بہار خان بہت محبت سے پیش آیا اور انواع و اقسام کے کھانے لا کر ان کے یاروں کے رو برو رکھے اور بہت مدارات سے پیش آیا۔ جب آپ نے اپنے یاروں کو خوش دیکھا نہ طرف آسمان کے کر کے کہا کہ الہی حسین اپنے یاروں سمیت خوش ہے اس وقت لازم ہے کہ یاران رحمت بھیج کہ ان کے دل خوش ہوں، اسی وقت پانی برسنا شروع ہوا، ایسا برساکہ تمام جنگل بھر گئے۔ نقل ہے کہ آپ کے کسی دشمن نے شہنشاہ اکبر اعظم سے شکایت کی کہ حسین نامی فقیر لاہور میں ہے۔ ڈاڑھی مونچھ منڈاتا ہے۔ سرخ لباس پہنتا ہے اور ایک لڑکا مادھونام ہے اس سے محبت رکھتا ہے اس کا ہاتھ پکڑ کر ڈھول پرنا چتا ہے۔ ایسی حرکات کر کے دعویٰ ولایت رکھتا ہے۔ شہنشاہ نے یہ سن کر ملک علی کو توال کے نام فرمان نافذ فرمایا کہ حسین کو پابہ جولاں کر کے حاضر حضور کرے۔ فرمان کے پہنچتے ہی کو توال نے اپنے پیادوں کو حکم دیا کہ شیخ حسین کو گرفتار کر کے لاؤ۔ حضرت لاہور میں موجود تھے۔ بدستور پھر کرتے تھے مگر کو توال کے پیادے نہ پاسکے۔ ایک روز کو توال شہر عبداللہ بن کو کہ قوم بھیڑی سے تھا، حسب الحکم بادشاہ قتل گاہ میں لے جاتا تھا۔ خلق کا بہت ہجوم تھا اسی ہجوم میں شیخ بھی ملے۔ کو توال نے ان کو گرفتار کیا اور جیل خانہ میں بھیج کر پابہ جولاں کیا اسی وقت بیڑی شکستہ ہوئی، یہ کرامات دیکھ کر کو توال نے کہا اے حسین! جادو کے زور سے تو نے زنجیر توڑی اگر میں چاہوں تو دونوں بیروں میں بیڑیاں ڈال کر بادشاہ کے پاس بھیج دوں، آپ نے فرمایا کہ میں خدا سے چاہتا ہوں ابھی تیرے بدن میں آہنی میخیں ٹھک جائیں اور تو اسی صدمہ سے مرنے اتفاقاً

جو فرمان عبداللہ کا تھا اس میں لکھا تھا کہ وقت قتل جو عید اللہ کہے وہ لکھ کر ہمارے پاس ارسال کرے۔ چنانچہ عبداللہ نے خوب گالیاں دی تھیں۔ پس کو تو ال نے من و عن وہ گالیاں تحریر کر کے ارسال حضور کیں۔ حضور بملاحظہ ان الفاظ سے سخت رنجیدہ ہوئے اور ناظم لاہور کے نام حکم ہوا کہ کو تو ال کی مقعد میں لوجہ کی میخ ٹھونک کر ماریں۔ کل مال قرق کریں، عیال و اطفال کو قید کریں۔ چنانچہ ناظم نے تعمیل حکم کی۔ فرمانا شیخ کا درست آیا، بعد کو تو ال کے بادشاہ نے شاہ حسین کو اپنے طور پر اپنے پاس بلایا۔ جب آپ روبرو بادشاہ کے گئے، ایک ہاتھ میں صراحی ایک میں جام شراب تھا۔ بادشاہ نے یہ کیفیت دیکھ کر کہا کہ تم مرید خاندان قادریہ کے ہو اور یہ حال ہے۔ حسین نے صراحی میں سے ایک جام بھر کر بادشاہ کے ہاتھ میں دیا۔ بادشاہ نے جو دیکھا تو اس میں سرد پانی تھا، دوسرا جام دیا تو وہ شربت سے بھرا ہوا تھا، تیسرا جام جو دیکھا تو وہ دودھ سے بھر پڑا تھا۔ بادشاہ نے دوسری صراحی شراب کی منگا کر حسین کے ہاتھ میں دی انھوں نے بدستور جام بھر کر دیا تو وہ سرد پانی تھا۔ دوسرے میں شربت، تیسرے میں دودھ، پھر بادشاہ نے برائے امتحان ان کو قید خانہ میں بھیجا کہ اگر یہ کامل ہے تو قید اس کو مانع نہیں۔ پس ان کو قید خانہ میں روانہ کر کے بادشاہ داخل محل ہوئے، دیکھا کہ حسین بادشاہ بیگم کے پاس کھڑا ہے۔ یہ دیکھ کر قید خانہ میں دریا کرایا وہاں ان کو نہ پایا پس اپنے کیے سے بادشاہ تائب ہوا اور چندے ان کو اپنے پاس رکھ کر خدمات بجالاکر فیض قادریہ حاصل کیا اور آپ کی صحبت کی وجہ سے اصلاح ظاہری سے بے پروا ہو کر اصلاح باطنی میں کوشاں رہے اور قیودات ظاہری کو بالکل چھوڑ دیا تھا قاعدہ ہے کہ شیخ کامل جس طریق پر ہو گا اس کا طالب بھی وہی طریقہ اختیار کرے گا۔

نقل ہے کہ حاجی یعقوب متوطن مدینہ تھے، انھوں نے شیخ حسین کو مدینہ میں معتکف دیکھا اور دوستی پیدا کی۔ جب وہ بطریق سیر ہندوستان میں آئے اور جب لاہور میں پہنچے۔ شیخ حسین کو بازار چوک میں مست اور متوالا دیکھ کر متعجب ہوئے، ایک سے دریافت کیا اس نے کہا کہ اس کو حسین کہتے ہیں یہ لاہور ہی کا رہنے والا ہے یہ سن کر حسین کے پاس گئے اور کہا کہ تو وہی ہے جو مدینہ میں معتکف تھا۔ یہ کیا حال ہے آپ نے فرمایا کہ آنکھیں بند کر



جب انھوں نے آنکھیں بند کیں۔ حضرت کو اسی لباس سے مینہ میں معکف پایا۔ یہ کرامت دیکھ کر حاجی یعقوب مرید ہوئے۔

نقل ہے کہ مخدوم الملک قاضی لاہور میں چلا جاتا تھا آپ کو دیکھا، ڈھول پر ناچ سبے ہیں، یہ دیکھ کر وہ برہم ہوا اور آپ کو تکلیف دینی چاہی، آپ نے جھپٹ کر اس کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر فرمایا کہ قاضی ارکان اسلام کے پانچ ہیں، اول کلمہ توحید و اقرار رسالت احمد مجتبیٰ علیہ السلام اس میں ہم تم دونوں شریک ہیں۔ نماز اور روزہ کو میں نے ترک کیا اور حج و زکوٰۃ کو تو نے ترک کیا، تقریر صرف حسین کے واسطے کیوں ہے۔ یہ سن کر قاضی ہنسنا اور چلا گیا۔

لکھا ہے کہ آپ کے خادم قریب نو ہزار کے تھے۔ بعض ایک لاکھ کہتے ہیں مگر سب ولی ہوئے اور آپ کے سولہ خلفاء گزرے ہیں جن میں چار غریب کہلاتے ہیں جو یہ ہیں:-  
شاہ غریب بمقام اقی ٹھٹھ وزیر آباد سے تین کوس، دوسرے شاہ غریب موضع ٹنگوی والا ضلع وزیر آباد میں ہیں، تیسرے شاہ غریب اچیل پور دکن میں، چوتھے شاہ غریب لاہور میں متصل مزار حضرت کے۔ اور چار دیوان کہلاتے ہیں۔ اول مادیو دیوان لاہور میں، گورکھ دیوان لاہور میں، بخش دیوان بیجا پور میں، الہ دیوان لاہور میں، مگر مادیو محبوب ترین خلفاء سے تھے۔ تین خاکی کہلاتے ہیں۔ اول مولانا بخش خاکی لاہور میں، دوم خاکی شاہ وزیر آباد میں، سوم حیدر بخش خاکی دکن میں۔ چارہ بلاول کہتے ہیں۔ اول شاہ رنگ بلاول، دوم بدھو، سوم شاہ بلاول کہ یہ تینوں گرو روئے حضرت میں آسودہ ہیں۔ چہارم شاہ بلاول دکن میں۔ وفات حسین کی سلخ جمادی الثانی ۱۰۰۰ھ میں ہوئی۔ مزار لاہور میں مرجع خلائق ہے۔

آپ مرید شیخ عبدالوہاب کے تھے۔ خاندان چشتیہ

**ذکر حضرت شیخ حسین قادری قدس سرہ**

سے بھی فیض یافتہ تھے۔ اخبار الاخیار سے نقل ہے کہ کنارہ دریا نے نربدا کے اکثر جگہ جنگل اور پہاڑ ہے۔ ایک مقام پر سرباہ پر شہر آگیا تھا۔ اس نے راستہ بند کر رکھا تھا، آپ کا بھی ماں گزر رہا، خیر کا سال سن کر ایک مائتہ میں چاندی لپیٹی، ایک میں کارو لیا۔ اوماں

جھاڑی میں کہ جہاں شیر تھا، گھس کر شیر کو پکڑ کر مار دے ہلاک کیا۔ وفات حضرت کی ۱۱۳ھ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت شیخ نعمت اللہ سرہندی قدس سرہ

آپ مرید اول میر بالا میر لاہوری کے تھے۔ نقل ہے

کہ ایک سوداگر مع اپنے فرزند کے خدمت شیخ میں آیا اور عرض کی کہ راہ میں چور میرے پیسے لے گیا۔ آپ نے نور باطن سے معلوم کر کے سوداگر بچہ سے کہا کہ فلاں گنبد میں تو نے پیسے رکھے ہیں۔ جلد لا کر اپنے باپ کو دے۔ وہ یہ سن کر قدموں پر گرا اور مبلغان لا کر باپ کے حوالے کیے۔ ایک بار ایک شخص نے عرض کیا کہ میری ایک باندی تھی خوبصورت، میں اس کا عاشق ہوں۔ وہ گم ہو گئی۔ کچھ تجویز بتائیے جو وہ مل جائے، آپ نے فرمایا کہ سر راہ فلاں جگہ جا بیٹھ، ایک گاڑی آوے گی، اس کے پردہ کے پاس جا کر کہنا کہ اے کنیز باہر آ۔ وہ مل جائے گی۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور اس کی کنیز مل گئی۔ وفات حضرت کی بعد نور الدین جہانگیر بادشاہ ۱۱۳ھ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت شاہ بدر گیلانی قدس سرہ

حضرت شاہ بدر گیلانی بن سید شرف الدین بن سید یحییٰ بن

سید علاؤ الدین علی بن شمس الدین محمد بن سید شہاب الدین احمد بن علاؤ الدین علی ثانی بن سید قاسم بن سید یحییٰ تاتاری بن سید احمد متقی بن سید ابی صالح بن سید ابی نصر بن سید عبدالرزاق بن حضرت غوث پاک کہ مرد صاحب ولایت اور پیر طریقت کہ عہد سلطان اکبر اعظم لاہور میں آئے۔ ساکنان پنجاب سے ہزاروں مرید ہوئے۔ خوارق و کرامات آپ سے بہت ظاہر ہوئے۔ وفات حضرت کی ۱۲ ربیع الاول ۱۱۳۷ھ میں ہوئی۔ مزار موضع مستانہ علاقہ پٹیالہ میں ہے۔

## ذکر حضرت شاہ شمس الدین قادری لاہوری

یہ حضرت خلیفہ شیخ ابواسحاق قادری کے

تھے اور عالم باعمل و عارف مکمل اپنے عہد میں یگانہ روزگار تھے۔ لاہور میں آپ کو بہت فخر

تھا۔ یہاں تک کہ حضرت جہانگیر بادشاہ بھی معتقد ہوئے۔ جس کے بارے میں جو بادشاہ کو تحریر فرماتے بادشاہ اسی طرح کرتے تھے۔ اس خدیوہ سے ہزاروں کی کار برآری ہوئی۔

## ذکر حضرت سید حیو عبدالقادر ثالث قدس سرہ

مرید اپنے والد سید محمد غوث بالا پیر صاحب ست گھرہ کے کہ بعد انتقال پیر تمام ہندوستان کی سیر کر کے بزرگان وقت سے افادہ حاصل کیا۔ بعدہ لاہور میں آکر شہر سے باہر محلہ رسول پور آباد فرما کر ہایت خلق میں مشغول ہوئے، اور وہیں سلسلہ میں وفات پائی۔ مزار آپ کا مشہور ہے آپ کی دو صاحبزادیاں تھیں، بڑی بی بی کلاں کہ میراں محمد شاہ موح بخاری سے بیاہی گئی تھیں اور بی بی دولت کا نکاح سید نظام الدین بن سید میر میراں بن سید مبارک ابن سید محمد غوث سے ہوا۔

## ذکر حضرت سید خیر الدین ابوالمعالی قادری کرمانی قدس سرہ

فرزند سید رحمت اللہ بن سید فتح اللہ کہ دل کامل امد صحیح النسب سادات کرمان سے تھے۔ صاحب کرامات و خوارق و زہد و تقویٰ بعد تکمیل کسب قادریہ کے خرقہ خلافت حاصل کیا، مرید اپنے بادرزادہ اور شیخ داؤد شیر گڑھی کے تھے، بعدہ لاہور میں آکر راستہ میں جہاں ٹھہرے، باغ چاہ، تالاب تیار کرایا وہ عمارت ہنوز موجود ہیں اور لاہور میں ہزاروں مرید ہوئے ایک یہ کرامات تھی کہ جو آپ سے بیعت کرتا اسی شب کو زیارت رسول مقبول سے مشرف ہوتا یا زیارت غوث پاک سے مشرف ہوتا۔ حضرت دارا شکوہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ملا شاہ نقل کرتے ہیں کہ ایک بار میں ہمراہ اپنے اخوند ملا نعمت اللہ کہ عالم عامل و فقیر کامل تھے۔ حضرت کی زیارت کو آئے۔ ہم بیٹھے ہوئے ہیں کہ حضرت کے ایک مرید نے تسبیح نذر کی، میرے دل میں آیا کہ اگر مجھ کو دیں تو خوب ہو جب ہم چلنے لگے۔ مجھ کو اپنے روبرو بلا کر فرمایا کہ یہ تسبیح اپنی خواہش کے موافق لے، اگر ہو سکے تو اس پر سو بار ورد پڑھا کر مجھے تجھے اور مالک تسبیح کو بہت ثواب ہوگا، اخوند نعمت اللہ سے



روایت ہے یعنی آنوند کہتے ہیں کہ میرے دل میں خیال آیا کہ مجھ کو غوث پاک سے نہایت محبت اور ارادت ہے، آیا غوث پاک کو بھی میری ارادت کی خبر ہوگی یا نہ ہوگی، اسی شب کو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک جنگل میں سر برہنہ کھڑا ہوں اور حضرت غوث پاک نے دستار سفید مجھ کو عطا کی اور فرمایا کہ میں تیرے حالات سے واقف ہوں۔ صبح جب میں بیدار ہوا، شاہ ابوالمعالی نے مجھ کو طلب کر کے دستار سفید عنایت کی اور کہا کہ یہ وہی دستار ہے جو شب کو غوث پاک نے مجھ کو دی تھی اور شاہ ابوالمعالی صاحب دیوان اور صاحب تصانیف بھی ہیں۔ چنانچہ بوجہ عشق حضرت محبوب سبحانی کے تحفۃ القادر یہ تحریر کی کہ مشہور کتاب ہے۔ ولادت حضرت کی بروز دوشنبہ دسویں ذی الحجہ ۹۶۲ھ میں ہوئی اور وفات ۱۶ ربیع الاول ۱۰۲۲ھ میں ہوئی۔ مزار لاہور میں موقی دروازہ کے باہر ہے عیدین کو ہزاروں آدمی زیارت کرتے ہیں۔

## ذکر حضرت میاں نتھاشاہ قادری قدس سرہ

آپ خلیفہ میاں  
بالا پیر لاہوری کے

تھے۔ تمام عمر خدمت مرشد میں رہے اور حالت استغراق میں بھی پاس رہتے تھے، ایک روز ایک درویش جو نیپور سے آپ کے پاس آئے، آپ نے پوچھا کہ تو کون ہے، اور کس کام کو آیا ہے، اس درویش نے کہا کہ آپ کی زیارت کو آیا ہوں، فرمایا مجھ کو دیکھ، اس درویش نے کہا کہ آپ کے نام اور حال وغیرہ سے بھی خبردار ہونا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ نام میرا نتھا اور قوم تیل نکلانے والا اور میاں میر صاحب کا ادنیٰ خادم ہوں اور حال میرا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کنجیاں عالم جبروت و ملکوت و لاہوت کی میرے ہاتھ میں دی ہیں۔ میں جب چاہتا ہوں، در ملکوت کھول کر داخل ہوتا ہوں، اسی طرح جبروت اور لاہوت میں جاتا ہوں۔ حضرت دارا شکوہ جذرا قم سکنینۃ الاولیاء میں تحریر فرماتے ہیں کہ درخت اور پتھر وغیرہ نباتات و جمادات سب حضرت سے گریا ہوتے تھے اور اپنے اپنے فوائد و خواص بیان کیا کرتے تھے۔ آپ کچھ جواب نہ دیتے تھے، ایک روز گنبد میں تشریف فرما تھے۔ باہر آنا چاہتے تھے کہ آواز سنی کہ ایک ساعت ٹھہر، آپ نے کہا کہ تو

کون ہے اور منع کرنے کا کیا باعث ہے۔ پھر آواز ہوئی کہ میں گنبد ہوں اور منع اس واسطے کرتا ہوں کہ بارہاں بکثرت آؤ گی، باہر جانے سے تم کو تکلیف ہوگی، یہی گفتگو تھی کہ بارش ہوئی ایک روز یہ چلے جاتے تھے۔ راستہ میں دیکھا کہ ایک چوہا مرا پڑا ہے آپ نے اس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا تو اس مال سے راستہ میں پڑا ہے، اٹھ اور اپنی جگہ جا۔ وہ اسی وقت زندہ ہو کر روانہ ہوا۔ ایک بار میاں میر صاحب نے آپ سے پوچھا کہ تنہا اب کہاں مشغول رہتے ہو؟ آپ نے فرمایا کہ موضع چہرہ کے باغ میں مشغول رہتا تھا اور وہاں جو بہت سے درخت تھے اور تسبیح سبحان اللہ والحمد للہ کہتے تھے ان کے شور سے خلل آتا تھا، اب خلیفہ جنید کے محلہ میں ایک کونہ میں مشغول رہتا ہوں، یہ سن کر میاں میر نے تبسم کر کے فرمایا کہ دیکھو یہ تیلی کا بچہ کہاں تک پہنچا ہے، کیا کہتا ہے۔ ایک روز میاں میر وہاں تھا وہاں سے ایک کوئی سایہ دار حجرہ میں بیٹھے تھے کہ ہوائے تند چلی اور بارش آئی۔ میاں میر نے فرمایا کہ اب ناچار یہاں سے اٹھنا پڑا۔ میاں میر نے کہا کہ اگر حکم ہو تو میں بارش اور ہوا کو آپس میں ٹکرا دوں تا مطلع صاف ہو جائے۔ یہ بات میاں میر صاحب کو ناگوار گزری اور فرمایا تو اظہار کرامات اور خود فروشی کرتا ہے۔ یہاں سے اٹھ کر حجرہ میں چلے جانے سے کیا نقصان ہے۔ کارا لہی میں ہم دخل دیں بے ادبی ہے کہ فعل المحمود محمود ہے۔

لکھا ہے کہ آپ ناخواندہ تھے مگر جو سامنے آتا اس کو بخوبی پڑھ لیتے تھے وفات حضرت کی ۱۰۲۷ء میں ہوئی۔ مزار قرب مزار میاں میر کے، جب آپ کا انتقال ہوا تو میاں میر صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ رونق فقیر خانہ میاں منتھالے گئے اور خادمان کو وصیت فرمائی کہ بعد مرنے کے مجھ کو بھی میاں منتھالے کے پاس دفن کرنا۔

آپ صاحب زید اور تقویٰ اور قانع و قانع نفس

ذکر حضرت حاجی مصطفیٰ سرہندی قدس سرہ

میاں میر صاحب کے مرید تھے۔ ہر وقت سکر اور استغراق رہتا تھا، ایک بار آپ جماعت کے نماز پڑھ رہے تھے۔ جب رکوع میں تھکے استغراق غالب ہوا کہ رکوع میں رہ گئے۔ جو معتدی تھے وہ دوسری بار اپنی نماز ادا کر کے چلے گئے، آپ سات روز رکوع میں رہے۔ وفات

حضرت کی ۱۲ صفر ۱۰۳۹ء بروز چار شنبہ ہوئی۔

**ذکر حضرت سید عبدالوہاب گیلانی قدس سرہ** | آپ تعلیم یافتہ عبدالقادر گیلانی ثالث کے تھے

لاہور میں رہتے تھے، شیخ وقت کہلاتے تھے، ہزاروں مرید تھے۔ ۱۰۳۹ء میں انتقال ہوا۔

**ذکر حضرت سید شیخ عبداللہ قدس سرہ** | آپ اولاد سے غوث پاک کی تھے اور مرید اپنے والد سید عمر

کے تھے اور پابند طریقہ غوثیہ اور قدسیہ کے تھے۔ پندرہ برس کی عمر سے شوقِ درویشی ہوا۔ بغداد سے نکل کر ہندوستان میں آکر تحصیلِ علوم کبر کے موضعِ ٹھٹھ نواحِ دہلی میں مقیم ہو کر ہدایتِ خلق میں مشغول ہوئے۔ ہزاروں مرید ہوئے جب تک آپ زندہ رہے کبھی اس موضع میں چوری یا اور کوئی ظلم نہ ہوا۔ وفات حضرت کی ۱۰۳۹ء میں ہوئی۔

**ذکر حضرت ملا حامد قادری قدس سرہ** | آپ قرآن پڑھنے میں لاثانی تھے۔ علومِ طاہری اور باطنی

اور رموزِ طریقت اور حقیقت سے خوب باہر تھے۔ پہلے یہ میاں میر صاحب کے منکر تھے بعدہ مرید ہو کر کمال معتقد ہوئے۔ بعدہ ترکِ درس فرما کر عبادتِ معبود میں مشغول ہوئے۔ محفوطے ہی دنوں میں کمال ولایت پہنچے، آخر ۱۰۴۲ء میں بتاریخ ۱۰ ار رمضان وفات پائی۔ مزارِ روضہ میاں میر میں ہے۔

**ذکر حضرت شیخ محمد میر شہور بہ میاں میر بالہ بیر قادری لاہوری قدس سرہ**

آپ مشائخِ نظامِ قادریہ، عاشقِ غوثیہ اور خلیفہ شیخ حضرت سیوتانی قادری کے تھے آپ کے والد کا نام قاضی سامیرہ بن قاضی قلندر فاروقی اور آپ کی والدہ بی بی فاطمہ بنت قاضی قارن اور نسب والا حسب حضرت امیر المؤمنین عمر بن الخطاب سے منتہی ہوتا ہے آپ شہرِ سیوتان میں ۱۱۵۰ء میں پیدا ہوئے۔ ناز و نعمت سے پرورش پائی۔ آپ کی سات برس کی عمر تھی جو یتیم ہوئے۔ پانچ برس میں تحصیلِ علومِ طاہری سے فارغ ہوئے۔



پہلے ان کے والد نے ان کو بطریقہ قادریہ تلقین و تعلیم فرمائی، بعد ازاں سیوستان پر جا کر شاہ  
 خضر سیوستانی کے مرید ہو کر کار بہ تکمیل پہنچا کر خرقہ خلافت حاصل کیا اور حسب اجازت  
 پیر روشن ضمیر لاہور میں آئے اور حضوری روحانیت حضرت غوث پاک سے مشرف ہوئے۔  
 پھر تمام عمر جب چاہتے تھے حضوری سے مشرف ہوتے تھے، شب کو نہ سوتے، دن کو نہ  
 کھاتے۔ سالم رہتے، تیسرے روز افطار کرتے، بعد ایک ماہ کے بعد افطار کرنے لگے  
 تھے۔ حضرت داراشکوہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک بار آپ کے بھائی سیوستان سے لاہور  
 میں آئے اس وقت ان کے پاس کچھ نہ تھا، ان کو اپنے حجرہ میں بٹھایا، آپ نے باغ میں  
 جا کر وضو کر کے دو رکعت نفل ادا کر کے دعا کی کہ الہی! میں بے کس بے دیار و یار ہوں۔  
 سوا تیرے میرا کون ہے۔ جہاں آیا اور میرے پاس کچھ نہیں جو اس کی خدمت کروں آپ  
 دعا میں تھے کہ ایک شخص نے آکر خبر دی کہ ایک شخص کھانے کا خوان لیے تیرے در پر  
 منتظر ہے۔ آپ اپنے حجرہ پہلے، دیکھا تو خوان کھانے کا موجود ہے، آزدہ خوان نے  
 وہ آپ کے روبرو رکھا، دیکھا تو اس میں کھانا اور کچھ نقد ہے، اس نے کہا اس وقت  
 جو تم نے چاہا تھا کھانا اور نقد موجود ہے، اگر اور حاجت ہو تو ارشاد کیجیے کہ اور آجاؤ  
 آپ نے شکریہ روزگار ادا کیا اور بلاد کے ہمراہ کھانا نوش فرمایا۔ نقل ہے کہ نور جہاں بیگم  
 زوجہ جہانگیر بادشاہ کہ مذہب اثنا عشری تھیں، ایک بار بمقام اکبر آباد بادشاہ سے کہا  
 کہ آپ مجھ پر بہت ہی مہربان ہیں، میرا مذہب کہ جو حق ہے اس کو کیوں قبول نہیں فرماتے  
 بادشاہ نے فرمایا کہ جانناں جان وادوم نہ کہ ایمان۔ نور جہاں نے کہا کہ آپ نے ہم کو بے ایمان  
 سمجھا۔ میں جو بایں مذہب کی ہوں تو اس وجہ سے کہ یہ مذہب حق ہے۔ باقی اور  
 مذہب میں افراط و تفریط ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ اس کی سند کیا ہے، نور جہاں نے  
 کہا اس کو تحقیق کیجیے، حق اور ناحق کھل جائیگا۔ یعنی مشہد مقدس سے ہمارے مذہب کے  
 امام کو طلب فرما کر اپنے مذہب کے علماء سے مباحثہ کرا لیجیے، جو حق ہو اس کی پیروی کیجیے  
 الغرض ایک امیر اثنا عشری مشہد مقدس کو گیا۔ وہاں سے ایک عالم کہ جو وقت اور یگانہ  
 روزگار تھا اور مذہب اثنا عشری کا امام مانا جاتا تھا۔ باعزاز تمام لے کر روانہ ہندوستان ہوا

ادھر نور جہاں کے کہنے سے بادشاہ نے تمام صوبہ داروں کے نام فرمان جاری کر دیے تھے کہ فلاں مجتہد مشہد سے آتے ہیں، جہاں پہنچیں ان کی تعظیم و تکریم میں اور ضیافت اور مہمانداری میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا جاوے اور ہر صوبہ دار اُسے شہر و علمائے شہر و فقراء سمیت استقبال کرے اور جو خدمات مجتہد صاحب کی بجا لاوے اس سے حضور کو مطلع کرے۔ الغرض جب مجتہد قریب لاہور کے آئے کہ صبح لاہور میں داخل ہوں گے صوبہ دار لاہور نے میاں میر کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ صبح مجتہد صاحب لاہور میں داخل ہوں گے۔ پیشوائی میں آپ کو بھی چلنا ہوگا، آپ نے فرمایا کہ فقیر کو معاف رکھیے، صوبہ دار نے کہا میں مجبور ہوں، بادشاہ کا حکم اسی طرح ہے، اگر آپ نہ گئے اور خبر بیگم صاحبہ کو ہوئی تو خوف ہے کہ کچھ فساد اٹھے۔ مصلحت یہی ہے کہ حضرت بھی تشریف لے چلیں۔ حضرت نے مصلحتاً قبول فرمایا۔ صبح تمام اہالیان لاہور نے مجتہد کا استقبال کیا۔ جب مجتہد کی نظر روئے منور میاں میر پر پڑی، صوبہ دار لاہور سے کہا کہ ان حضرت کی تعریف کیجیے صوبہ دار نے کہا کہ آپ عالم اور درویش ہیں۔ مجتہد نے آپ سے مصافحہ کیا اور صوبہ دار سے کہا کہ میرے اترنے کے واسطے مکان حضرت کی خانقاہ کے قریب درست ہونا چاہیئے۔ الغرض قریب خانقاہ ایک مکان آراستہ کیا گیا۔ اس میں مجتہد فروکش ہوئے، دوسرے روز صبح تمام خلائق کہ مجتہد کی مشتاق تھی، میاں میر کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا کہ ہم مجتہد کا وعظ سنا چاہتے ہیں مگر یہ آپ کے ذریعہ سے میسر ہوگا۔ حضرت نے ہر چند عذر کیے مگر جب وہ لوگ نہ مانے آپ ان کے ہمراہ قیام گاؤ مجتہد پر آئے۔ مجتہد نہایت تعظیم سے پیش آئے۔ آپ نے مجتہد سے فرمایا کہ مخلوق لاہور آپ کی زبان و بیان سے کچھ سنا چاہتی ہے اور یہ فقیر بھی مشتاق ہے۔ مجتہد نے کہا میں آپ کا مشتاق ہوں، آپ نے فرمایا کہ ہمیشہ غلبہ کثرت رائے پر ہوا کرتا ہے، الغرض چوکی کچھی اور مجتہد صاحب نے اس پر جلوہ افروز ہو کر موافق معمول اپنے مذہب کے اہل بیت رسول مقبول کی ثنا شروع کی۔ جب ذکر کر بلائے معنی کا آیا اس کی تعریف میں فرمایا کہ اے مؤمنین! اللہ تعالیٰ نے زمین کو بلا کو وہ عظمت دی ہے کہ اس کے گرد بارہ بارہ کوس تک دوزخ کی آگ حرام ہے۔ اس پر میاں میر صاحب نے

سراٹھا کر آواز بلند فرمایا کہ اے حاضرین والا تمکین یہ زندگی کر بلا کی اس وجہ سے ہے کہ وہاں نواسے رسول مقبول لیٹے ہوئے ہیں، سبحان اللہ! جائے غور ہے کہ جہاں خود وہ سرور عالم مع اپنے تینوں ستون دین کے آسودہ ہیں اس جگہ کے واسطے اگر کہا جائے کہ اس کے گرد سو سو کوس دوزخ کی آبخ حرام ہے تو بجاس ہے۔ یہ سن کر مجتہد صاحب چپ ہو گئے اور سبب کسل راہ کے درد سر کا حیلہ کر کے چوکی سے اتر آئے۔ جلسہ برخاست ہوا، صوبہ دار لاہور سے کہا کہ بادشاہ کو لکھ دو کہ مجھ کو آب و ہوا ہندوستان کی موافق نہیں۔ میں واپس جاتا ہوں۔ اس پر مہراہی امیر نے کہ جو ان کے مذہب کا تھا قطعی اس کا سبب اپنے طور پر پوچھا۔ مجتہد نے فرمایا کہ میاں میر جو فقیر آدمی ہے جس کو اپنے کار سے فرصت نہیں اس کی یہ کیفیت تم نے مشاہدہ کی چہ جائیکہ علماء ہند کہ جو میرے آنے کی خبر سن کر جہینوں اور برسوں سے محنت کر کے واسطے مباحثہ کے تیار ہیں ان سے گلو گزاری مشکل ہوگی، آخر مجتہد صاحب لاہور سے واپس پھر گئے۔ نقل ہے کہ میاں میر صاحب باغ زمین خان میں مشغول عبادت تھے۔ ایک فاختہ درخت پر بیٹھی تھی سر ہا کہہ رہی تھی۔ ایک شکاری آیا اور اس کے ایک ایسا غلہ مارا کہ وہ مر گئی میچے گری، شکاری نے اس کو اٹھانا چاہا، دیکھا تو وہ مر چکی تھی۔ اس کو چھوڑ کر چلا گیا۔ حضرت نے اپنے خادم سے فرمایا کہ اس مردہ فاختہ کو لا۔ جب وہ پاس لائے، آپ نے اپنا دست حق پرست اس پر لگایا وہ اسی وقت ارٹ گئی اور اپنی جگہ جا بیٹھی اور بونے لگی۔ شکاری نے جو پھر آواز سنی اور قریب اس کے آکر غلہ مارنا چاہا۔ حضرت نے منع فرمایا۔ وہ نہ مانا اور غلہ چھوڑا، اسی وقت اس کے ہاتھ میں سخت درد اٹھا کہ وہ زمین پر گر پڑا اور لوٹنے لگا۔ آپ نے اس کے پاس جا کر فرمایا کہ اے بے درد، یہ درو تیری بے دردی کا ثمرہ ہے۔ میں نے منع کیا، تو نہ مانا۔ وہ شخص بہت رویا۔ قدم بوسی کی اور شکار سے توبہ کی حضرت نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا وہ اچھا ہوا اور درد بالکل جاتا رہا۔ یہ کرامت دیکھ کر وہ مرید ہوا اور مرتبہ اعلیٰ پہنچا۔ حضرت میاں میر صاحب کے انفاس پاک کو اللہ نے وہ تاثیر بخشی تھی کہ آپ کا دم کیا ہوا پانی کیسے ہی سخت بیمار کو پلاتے اسی وقت اس کو شفا ہوتی، گونگا گویا ہوتا۔ جس کو



شکایتِ ضعفِ بصر ہوتی اس پانی کے لگائے سے چشم روشن ہوتی، ایک شخص اپنے  
پسر گنگ کو لے کر خدمتِ عالی میں آیا اور عرض کی یہ بولتا نہیں، آپ نے اس بچہ کی  
طرف توجہ فرما کر ارشاد کیا کہہ بسم اللہ الرحمن الرحیم، اسی وقت اس نے بسم اللہ پڑھی۔  
اور گویا ہوا اور حقوڑے دنوں میں قرآن حفظ کیا۔ نقل ہے کہ ایک بار آپ نے مہربان  
ہو کر رومال مستعمل اپنے خدمتگار کو دے کر فرمایا کہ تیرا جو بیمار ہوا آسیب زدہ ہو اس کے  
سر پر رومال لپیٹ دیا کر۔ چنانچہ اس روز سے خادم کے ہاتھ سے ہزاروں کو شفا ہوئی۔  
خوب اس کی دکان گرم رہی، جو بیمار اس کے پاس آتا، وہ رومال عطیہ میاں میر اس کے  
سر پر لپیٹتا اس کو صحت ہوتی۔ ایک روز آپ ایک باغ میں تشریف فرما تھے۔ درختِ سرو  
سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اسم باری تعالیٰ سے تھو کو نسا نام لیتا ہے۔ وہ درخت گویا ہوا کہ  
اسم یا نافع کی تسبیح کرتا ہوں۔ ایک روز حضرت صحنِ خانقاہ میں جلوہ افروز تھے اور بہت  
سے لوگ حاضر تھے کہ ایک مغل فقط تہ بند باندھے آکر حضرت کے روبرو بیٹھ گیا، اتنے میں  
ایک اور شخص آیا اور کچھ نقد پیش کش کیا۔ آپ نے نذر اس کی قبول فرما کر اس مغل کو دیکر  
فرمایا کہ گھوڑا خرید کر فلاں شاہزادہ کے پاس جا، نوکر ہو جائے گا۔ ایک درویش بہت  
دنوں سے بطع زر خانقاہ میں پڑا تھا کہنے لگا کہ آپ کبھی کسی کی نذر قبول نہیں فرماتے  
آج قبول کی تو ایک نئے آدمی کو اتنا مال دیدیا۔ ہم جو مدت سے امیدوار پڑے ہیں  
محروم رہے۔ ایسے گستاخانہ کلام کر کے وہ تو چلا گیا، آپ نے فرمایا کہ یہ دروغ گو ہے  
ایک سو سارٹھے بانئیں درہم اس کے پاس ہیں وہ اس کے پاس سے گم ہوں گے۔  
اور یہ ان کے غم میں مرے گا۔ اور تین جانیں اور جائیں گی۔ چنانچہ دوسرے روز اس کو  
حاجتِ غسل ہوئی۔ وہ غسل خانہ میں نہایا، کپڑے پہنے۔ ہمیانی وہیں چھوڑی۔ اور  
خدمتِ میاں میر میں آیا، آپ نے تبسم فرما کر ارشاد کیا کہ کمر کھول کر بیٹھ، اس نے جو کمر  
کھول کر دیکھا خالی پایا۔ وہاں سے گھبرا کر چلا، آپ نے فرمایا کہاں چلا، اس نے کہا  
غسل خانہ میں کچھ بھول آیا ہوں۔ جب غسل خانہ میں دیکھا ہمیانی نہ پائی۔ روتا ہوا حضرت  
کی خدمت میں آیا، اسی وقت شکم میں مروڑ اٹھا، خون کا دست آیا، پھر حضرت کے روبرو

گر یہ وزاری کرنے لگا، آپ نے فرمایا کہ وہ یا پر جاواں ایک کشتی میں ایک درویش ہے اس سے اپنی ہمیانی لے لے، وہ جب دریا پہنچا۔ کشتی اور درویش کو دیکھا۔ دل میں کہنے لگا۔ یہ مزدور معلوم ہوتا ہے۔ اس کے پاس ہمیانی کہاں۔ اس فقیر نے سراٹھا کر کہا کہ اپنی ہمیانی لے اور بہت سی ہمیانی اس کے رہ بسو ڈال دیں۔ وہ اپنی ہمیانی لے کر آیا مگر دست جاری تھے۔ آخر مر گیا۔ دو شخصوں نے وہ ہمیانی لی، تیسرے کو جو خبر ہوئی اس نے ان دونوں کو زبرد کیر مارا۔ آخر وہ بھی بجرم قتل نہ ہر خورانی حکم صوبہ دار لاہور مار گیا۔ جیسا ارشاد فرمایا تھا پورا ہوا، نقل ہے کہ حضرت شاہ جہاں بادشاہ لاہور میں تشریف فرما ہوئے۔ بروز جمعہ وقت صبح میاں میر صاحب کی زیارت کو آئے اور پچاس ہزار روپیہ پیش کش کیا۔ میاں میر صاحب نے قبول نہ فرمایا بادشاہ نے کہا کہ اہل خانقاہ کو تقسیم فرما دیجیے، آپ نے فرمایا کہ مال سلطنت مشکوک ہوتا ہے جس کو میں اپنے واسطے منظور نہیں کرتا، اس کو دوسرے بھائی مسلمانوں کے واسطے کس طرح منظور کروں۔ مجبوراً بادشاہ وہاں سے رخصت ہو کر ایک اور بزرگ لاہور میں تھے ان کے پاس گئے اور وہ روپیہ نذر کیا۔ ان بزرگ نے خدام سے فرمایا کہ رکھ لو۔ جب دوسرے جمعہ کو پھر بادشاہ میاں میر صاحب کے پاس آئے استفسار کیا کہ وہ روپیہ آپ نے قبول نہ فرمایا اور فلاں حضرت نے قبول کر لیا، آپ نے فرمایا کہ وہ درویش مثل دریا کے ہیں اور میں مثل کوزہ کے ہوں کہ ناخن ڈوبے سے اس کا پانی نکروہ ہو جاتا ہے۔ الغرض یہاں سے رخصت ہو کر بادشاہ پھر ان درویش کے پاس گئے اور پوچھا کہ میری نذر آپ نے قبول کی اور میاں میر صاحب نے نہ قبول کی۔ اس میں کیا اسرار ہے، انھوں نے فرمایا کہ میاں میر صاحب کا اتقا بڑھا ہوا ہے۔

نور محمد خادم میاں میر سے ذرا بیت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت ایک بار بالائے حجرہ تشریف فرما تھے۔ مجھ سے فرمایا کہ نعلین اور کوزہ پانی کا میرے پاس رکھ کر جا سورو، میں نے نعلین تڑاؤ پر رکھ دی، کوزہ پانی کا رکھنا بھول گیا۔ جب پہر رات رہے میں بیدار ہوا مجھ کو یاد آیا کہ پانی برائے وضو نہیں رکھا۔ پس پانی لے کر اوپر گیا، دیکھا کہ حضرت نہیں ہیں۔ سمجھا کہ بیت الخلاء گئے ہوں گے۔ وہاں جا کر آواز دی، کچھ اشارہ نہ معلوم ہوا۔ ناچار چراغ روشن

کر کے تمام حجرے میں دیکھا کہیں نہ پایا۔ متحیر ہوا کہ اس وقت کہاں گئے ہوں گے کہ اتنے میں صبح ہوئی، حجرہ پہلے مجھ کو آواز دی کہ وضو کو پانی لا۔ میں پانی لے گیا اور بے اختیار ہو کر استفسار حال کیا۔ فرمایا کہ آج کی رات میں غارِ حرا میں تھا۔ وہاں عبادت کا بہت ثواب ہے۔ مگر یہ میرا رازِ تاحیات کسی سے نہ کہنا۔ نقل ہے کہ جن دلوں میں جہانگیر بادشاہ رونق افروز کشمیر تھے کسی بدگو نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور مرزا حسام الدین خلیفہ شاہ باقی باللہ کی شکایت کی۔ بادشاہ نے ان دونوں بزرگوں کو کشمیر طلب فرمایا۔ جب یہ صاحب لاہور میں وارد ہوئے شیخ عبدالحق پریشان حال خدمت میاں میر میں آئے اور اپنا تمام حال عرض کیا۔ میاں میر نے فرمایا کہ تم کشمیر نہ جاؤ گے نہ تمہارا فرزند نورالحق کابل جائے گا اور نہ مرزا دہلی سے جدا ہوگا۔ چوتھے روز لاہور میں بمبشتہر ہوئی کہ بادشاہ نے انتقال کیا اور نعش بادشاہ لاہور میں لاکر دفن کی گئی۔ یہ واقعہ ماہ صفر ۱۰۲۲ھ کا ہے۔ نقل ہے کہ امرائے لاہور سے ایک نے اپنے مکان میں کتواں کھدوایا۔ پانی اس کا شوز نکلا اس نے ایک کوزہ پانی اپنے چاہ کا حضرت کی خدمت میں ارسال کر کے تمام کیفیت عرض کر بھیجی۔ حضرت نے سورہ فاتحہ پڑھ کر اس پانی پر دم کر کے قدر سے اس میں سے نوش فرما کر ارشاد کیا کہ یہ پانی اسی چاہ میں ڈال دیا جائے۔ وہ پانی پڑتے ہی پانی اس چاہ کا جو بے چاہت تھا، شیریں اور قابلِ نوش ہوا۔ ایک بار آپ کے مرید محمد فاضل کا پسر مر گیا اس کو بہت غم ہوا۔ جب حضرت کے پاس گیا۔ آپ نے فرمایا غم مت کر، تیری عورت حاملہ ہے، اس نے اپنے گھر آ کر دیانت کیا، معلوم ہوا کہ حمل ہے۔ جب وہ بچہ پیدا ہوا، آپ نے اس کا نام محمد افضل رکھا اور فاضل سے فرمایا کہ تیری تقدیر بڑی تھی۔ میں نے تین بار خدا سے دعا کی، اس نے قبول فرما کر تجھ کو لڑکا مرحمت فرمایا، لکھا ہے کہ حضرت کے تین برادر اور دو ہمیشہ تھیں، ایک میاں قاضی، دوسرے قاضی عثمان، تیسرے قاضی طاہر، ایک بی بی بادی، دوسری بی بی جمال خاتون کہ عارفہ وقت تھیں۔ نقل ہے کہ ایک بار حضرت مع ملا شاہ اپنے خلیفہ کے سرہانے ایک قبر کے پیچھے مشغول تھے۔ ملا صاحب نے کشف القبور سے عرض کیا کہ حضرت صاحب قبر کہتا ہے کہ میں جوانی میں مرا اور اپنے کردار کی وجہ سے عذاب میں گرفتار ہوں، تم عزیز میرے



سرمانے آئے۔ تعجب ہے کہ میں عذاب میں رہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ صاحبِ قبر سے پوچھ کہ تیرا عذاب کس طرح رفع ہو۔ ملا شاہ نے توجہ کی۔ پھر عرض کیا کہ وہ کہتا ہے، ستر ہزار کلمہ طیبہ کا ثواب اگر مجھ کو بخشا جائے تو میرا عذاب رفع ہو۔ حضرت نے تمام مریدوں اور یادوں کو طلب فرما کر باتفاق رائے سب سے کلمہ پڑھوا دیا۔ جب وہ پورا ہوا۔ ملا شاہ صاحب نے توجہ کر کے عرض کیا کہ صاحبِ قبر کہتا ہے کہ وہ عذاب اٹھ گیا۔ سبحان اللہ کیا حمیتِ اسلام تھی۔ نقل ہے کہ ایک فاضل ملا سنگی نام حضرت کے خادم تھے ایک بار حضرت نے ان سے فرمایا کہ ایک بار تم کو دوستاق اپنے وطن میں ضرور جانا چاہیے اور متعلقوں کی خبر لینی چاہیے اگرچہ ان کا دل نہ چاہتا تھا مگر یہ تعمیل حکم جلد بندھنشاں میں پہنچے، بعدہ بعد مغرب داخل دوستاق ہوئے۔ جب گھر کے قریب پہنچے اور دیکھا کہ بہت لوگ جمع ہیں بمشعل روشن ہیں۔ دیکھیں پکی ہوئی تیار ہیں۔ آپ نے ایک سے پوچھا کہ یہ ہنگامہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ ملا سنگی ایک شخص تھا۔ بائیس برس ہوئے کہ ہندوستان میں چلا گیا۔ اب اس کے مرنے کی خبر آئی۔ بعد عدت کے اس کی اہلیہ کا دوسرا نکاح ہے۔ اتنے میں بعض اقرباء نے اسے پہچانا سب ملے۔ وہ معاملہ درہم برہم ہوا، ملا ایک مدت گھر میں رہے۔ فرزند تولد ہوا اور پھر خدمت میاں میر میں آئے۔ آتے ہی حضرت نے ارشاد کیا کہ ملا اگر ایک ساعت کی بھی دیر کہتے تو بہت مشکل ہوتی۔ ملا نے اپنا سر حضرت کے قدموں پر رکھا اور شکریہ ادا کیا۔ واہ واہ کیا کرنا کیا ولایت تھی۔ نقل ہے کہ کسی شخص کی باندی کچھ مال لے کر فرار ہوئی۔ وہ مال بیگانہ تھا اس نے بہت تلاش کی۔ جب نہ ملی تو حضرت سے التجا کی، آپ نے فرمایا وہ تیرے گھر میں ہے۔ اس نے جو گھر جا کر دیکھا، باندی کو اپنے گھر میں پایا۔ اس نے سارا حال پوچھا، اس نے کہا میں بہت دور چلی گئی تھی۔ ابھی کسی نے میرا بازو پکڑ کر یہاں پہنچا دیا۔ میں حیران ہوں کہ اتنی دور کیونکر آ گئی۔ چنانچہ قلعہ کانگرہ مدت سے فتح نہ ہوتا تھا، ایک افسر فوج آپ کا مرید تھا اس نے عرضی دی۔ آپ نے عرضی کی بغت پر تحریر فرمایا کہ فلاں وقت تیرے ہاتھ سے فتح ہوگا۔ چنانچہ ولیا ہی ہوا۔ وفات حضرت کی ۸ برس کی عمر میں بتاریخ، ربيع الاول ۱۰۳۵ھ عہد حضرت شاہ جہان میں ہوئی۔ نواب وزیرخان اس وقت صوبہ دار لاہور تھے۔ مزار پر انوار

لاہور میں مشہور حاجت روائے خلق ہے۔ چونکہ حضرت داراشکوہ خلیفہ شاہ جہان بادشاہ کو آپ کی خدمت میں ارادت تھی اس وجہ سے انھوں نے مقبرہ بنوایا۔ مشہور ہے کہ جب رنجیت سنگھ لاہور کا مالک ہوا، اس نے برائے تیاری گردوارہ امرتسر کے تمام مکانات شاہی اور مساجد اور مقابر سے پتھر اتار کر امرتسر کو روانہ کیے جن کے ذریعہ گردوارہ تیار ہوا۔ اس کا قاعدہ تھا خود ہر مقام پر جا کر اپنے سامنے مسمار کرتا تھا۔ ایک روز مدد لے کر میاں میر صاحب کے مقبرہ پر گیا۔ حکم دیا معاروں کو کہ توڑو، قدرت خدا سے اس کا گھوڑا بگڑا اور یہ گرا، اٹھ کر ہنسا اور کہا کہ یہ بادشاہوں کے پیر کا مقبرہ ہے، اس کو نہ چھیڑو اور چھ سو روپیہ سالانہ برائے عرس حضرت اپنے خزانہ سے مقرر کر دیے تھے۔ چنانچہ گورنمنٹ انگریزی بھی بدستور وہ روپیہ ہر سال دیتی تھی۔ خلفاء آپ کے بہت ہوئے ہیں، ان میں سے چند صاحبان کا ذکر تو ہو چکا ہے اور چند اصحاب کا ذکر آگے ہوگا۔ جو دیگر مالک میں ہیں وہ معلوم نہیں، جو ہندوستان میں مشہور ہوئے وہ تحریر ہیں۔

## ذکر حضرت سید غلام غوث و شاہ حاکم قدس سرہما

یہ دونوں بزرگ کابل کے تھے اور صاحب کرامات گزرے ہیں، ان کے دادا سید ظہور الدین بخارا سے آکر ادرچ میں متوطن ہوئے۔ اور سادگھاسی بن علی راؤ کہ امیر کبیر کبری تھا سید صاحب کا مرید ہوا اور بمقام علی کنارہ راوی پر کہ لاہور سے چار کوس ہے سید صاحب کو لا کر رکھا۔ وہاں بہت قبولیت ہوئی ان حضرت کی دعا سے بہتوں کے اولاد پیدا ہوئی۔ امیر نظام الدین شاہ جہانی نے اولاد کے لیے استدعا کی آپ کی دعا سے اس کے اولاد ہوئی۔ وفات سید غلام غوث کی ۱۰۴۵ھ میں اور شاہ حاکم کی ۱۰۴۵ھ میں ہوئی۔ مزار دونوں بزرگوں کے موضع مذکور میں ہیں، آج تک کسی کی مجال نہیں کہ سر درختی خانقاہ سے مسواک تو توڑے۔ چنانچہ عہد حکومت رنجیت سنگھ میں وہ موضع راجہ دھیان سنگھ کی جاگیر میں تھا اس کے ملازمان سے کسی نے ان درختوں سے مسواک توڑی، اسی وقت درخت میں سے خون جاری ہوا اور مسواک لینے والا تپ میں مبتلا ہوا۔ بعد دو روز کے وہ شخص مزار پر آکر جہ سائی کرنے لگا اور نذر قبولی۔ جب اچھا ہوا، تھوڑا زمانہ گزرتا تھا کہ

دریلے رادی مزار سے قریب آگیا تھا، آپ کی اولاد نے نعش ہائے سید غلام غوث و شاہ حاکم و سید عوض علی نبیرہ حضرت و سید صدیق الدین پسر حضرت قبر سے نکالیں، تازہ پائیں، کفن بھی میلانہ ہوا تھا۔

## ذکر حضرت شاہ بلاول بن سید عثمان بن سید علی لاہوری قدس

آپ مشائخ پنجاب و لوہیا، عہد و متشرع و مائت الدہر و قائم البیل تھے۔ خرقہ درویشی سید شمس الدین قاضی لاہوری سے حاصل کیا تھا کہ وہ خلیفہ شیخ ابوالاسحق لاہوری کے تھے۔ صاحب محبوب الواصلین تحریر فرماتے ہیں کہ بزرگان شاہ بلاول ہرات سے ہمراہ ہمایوں بادشاہ ہندوستان میں آئے اور شیخ پورہ کہ لاہور سے بیس کوس ہے اس کی جاگیر میں دیا گیا تھا۔ شاہ بلاول اسی موضع میں تولد ہوئے۔ ولی ماحد زاد تھے۔ آپ کی سات برس کی عمر تھی کہ آپ کا بھولی ایک رٹ کا مر گیا، آپ اس کے سر ہانے گئے اور فرمایا کہ یاربے وقت سونا نہ چاہیئے، اٹھ کر ہم تم کھیلیں۔ اس رٹ کے نے آنکھیں کھول دیں اور اٹھ کر ہمراہ حضرت کے چلا گیا۔ یہ سن کر آپ کے دادا سید علی نے آپ کو برائے تحصیل علوم لاہور میں بھیجا کہ آپ نے شیخ فتح محمد عالم کے زیر تعلیم رہ کر تھوڑے دنوں میں کمال حاصل کیا۔ بعد شوق الہی پیدا ہوا، کنارہ دریا پر شیخ شمس الدین سے ملے۔ شیخ نے بہ محبت ان کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو برائے اپنی معرفت کے پیدا کیا ہے۔ تم کو لازم ہے کہ میری صحبت میں رہو۔ تمہارے حصہ کو جو امانتا میرے پاس ہے اس کو لو، یہ اسی وقت مرید ہوئے، کسب درویشی میں مشغول ہوئے، ایک بار شیخ شمس الدین کنارہ دریا پر ایک درخت کے نیچے سوتے تھے۔ شاہ بلاول خدمت میں ایستادہ تھے۔ ایک دم بیدار آیا اور درخت پر چڑھ کر سوکھی لکڑیاں توڑنے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ ذرا توقف کر۔ جب پیر بیدار ہوں اس وقت لکڑیاں توڑنا۔ وہ نہ مانا۔ آپ نے اس کو تیز نظر سے دیکھا۔ فوراً وہ درخت سے گر کر مر گیا جب شیخ بیدار ہوئے اس کا حال دریافت کیا۔ آپ نے بے کم و کاست عرض کیا۔ اس پر شیخ نے فرمایا کہ ہم فقیروں کو غصہ نہ چاہیئے۔ جب تک تمہارا جلال فرو نہ ہو تم محلہ شاہ ابوالاسحق میں



حجرہ میں رہ کر قرآن پڑھا کرو۔ چنانچہ کئی سال آپ حجرہ میں رہے۔ اتفاق سے اس محلہ میں کسی کے ہاں بڑا کاپیدا ہوا۔ نقال بدھائی لینے آئے، ناچنے گانے لگے۔ صاحب خانہ کے پاس اس وقت کچھ نہ تھا۔ وہ بہت متفکر تھا، آپ نے اپنے حجرہ میں نوریاطن سے اس کا حال دریافت فرما کر اپنی بدہنی لے کر حجرہ سے باہر آ کر اس کے گھر میں پھینک دی کہ وہ ٹوٹ گئی۔ صاحب خانہ نے جو دیکھا تو وہ ٹکڑے سب سونے کے تھے۔ اس میں سے کچھ نقالوں کو دیا۔ باقی آسودہ ہوا۔ لکھا ہے کہ آپ کا لنگر خانہ دونوں وقت عام تھا۔ آپ لباس مکلف پہنتے تھے اور باورچی خانہ میں ہر قسم کے برتن تھے، ایک چور نے اسباب باورچی خانہ لینا چاہا اندھا ہو گیا، آخر ایک کونہ میں چھپ گیا۔ جب صبح ہوئی آپ نے داروغہ باورچی خانہ کو بلا کر فرمایا کہ ایک نابینا فلاں گوشہ میں بیٹھا ہے اس کو لا اور دونا حصہ اس کو دے کہ رات کا بھوکا ہے۔ داروغہ نے اس کو تلاش کر کے کھانا دیا اس نے منت کی کہ مجھ کو حضرت کے روپ روئے چلو۔ جب روپ رو آیا تو التجا کرنے لگا۔ قدموں پر سر رکھا اور مزید ہو کر بیٹا ہوا۔ اور اوقات آپ کے اس طرح تقسیم تھے کہ صبح سے تا بہ چاشت مراقبہ میں رہتے بعد اس کے کھانا تقسیم کراتے، بعد دوپہر قدرے قیلولہ فرماتے، بعد نماز ظہر باجماعت ادا کر کے حلقہ مریدوں کو توجہ دیتے۔ اس وقت خلعت کوزہ پانی کا لیے حاضر رہتی۔ بعد توجہ ان پر دم کرتے، اس پانی سے بیماروں کو شفا ہوتی، بعد حاجت منڈاتے جن کے واسطے سفارش نامہ بنام بادشاہ لکھے جاتے اور نقد داد و دہش فرماتے، بعد تا مغرب عبادت میں مشغول رہتے۔ بعد مغرب روزہ کھولتے، نماز مغرب سے فارغ ہو کر اولے نوافل کرتے۔ بعد روٹی کے ٹکڑے سے ساگ چولائی نوش فرماتے اور پھر تقسیم طعام فرماتے، بعد نماز عشاء خلوت میں تشریف لے جا کر تا وقت تہجد میں ختم قرآن کرتے۔ ایک بار شیخ ابوطالب دس ہزاری کہ حضرت کا مرید تھا آیا اور عرض کی کہ اساک باران کی وجہ سے میرے دیہات جاگیر میں نہایت تخرابی واقع ہے۔ حضور توجہ فرمائیں۔ حضرت نے سین کر آسمان کی طرف دیکھا کہ ابراہیم اور اس کی جاگیر کے دیہات پر خوب پانی برسا۔ وفات حضرت کی سن ۶۲۷ بتاریخ ۲۶ شعبان میں ہوئی۔ عمر حضرت کی ستر برس کی ہوئی۔

## ذکر حضرت سید عبدالقادر بخاری اکبر آبادی قادری قدس سرہ

شیخ صاحب حال و قال و عالم با عمل و زاہد بے بدل اور تقویٰ میں یگانہ روزگار تھے نصف شب تعلیم مریاں اور نصف شب عبادت پروردگار میں بسر فرماتے، سوائے قیل و نصف النہار کے نہ سوتے تھے۔ سن بلوغ سے تا حیات کبھی دن کو نہیں کھایا۔ وفات حضرت کی شہداء میں ہوئی۔ مزار شریف اکبر آبادی ہے۔

## ذکر حضرت مولانا شیخ عبدالحی محدث دہلوی قدس سرہ

آپ علماء عباد و فضلاء فاضل الاقصاد و عالم با عمل و مشارع بے مثل کہ زہد اور ریاضت میں ثانی نہ رکھتے تھے۔ حضرت غوث پاک سے نہایت اعتقاد تھا۔ پہلے سید جمال الدین ابو حسن مولوی پاک شہید گیلانی خلیفہ شیخ حامد گیلانی کے مرید ہو کر افادہ حاصل کیا اور خرقہ خلافت پایا اور شریعت و طریقت میں معتدائے سفدگار ہوئے۔ علم تفسیر اور حدیث کی قاضی عنایت سے تکمیل کی۔ عہد جاگیر بادشاہ میں مقبول خواص و عوام ہوئے۔ بادشاہ بھی حضرت کو مانتے تھے اور بہت اعزاز فرماتے تھے آپ منجانب فقراء و غریبار و علماء بادشاہ سے جو کہتے اسی طرح بادشاہ عل میں لاتے، نقد یا جاگیر جو کہتے مرحمت فرماتے اور شیخ احمد مجدد الف ثانی اور حضرت سے مابت تحریر مکتوبات شیخ احمد کے مباحثہ رہتا تھا آخر دونوں بزرگوں میں صفائی ہوئی اور بہت اخلاص بڑھا۔ وفات حضرت کی بعد سبھا، بیہان شاہ میں ہوئی۔ مزار پیرانوار دہلی میں کنارہ حوض شمسی کے مقبرہ عالی پر زیارت گاہ ہے۔ تھوڑا وقت گزرا ہے کہ ایک ولایتی بزرگ آپ کے مقبرہ میں رہتے تھے۔ ایک شخص نے ان سے کہا کہ میاں مولوی کے مقبرہ پر کیوں پڑے ہو۔ اس سے بہتر اور جگہ بتادیں۔ ان ولایتی نے کہا کہ وہیں دل لگ گیا ہے، اس وجہ سے پڑا ہوں، جب اس شخص نے بہت ہی اصرار کیا تو ایک روز ولایتی نے ان کو لے جا کر مقبرہ کے باہر ٹھہرایا اور کہا کہ چپ بیٹھے رہنا اس نے سنا کہ کوئی اندر مقبرہ کے باواز بہتہ قدرت سے عمدہ لہجے کے ساتھ صحت

الفاظی سے قرآن پڑھ رہا ہے۔ جب وہ آواز آتی بند ہوئی ولایتی اس کا ہاتھ پکڑ کر اندر مقبرہ کے لئے گئے، دیکھا تو وہاں آدمی کوئی نہ تھا۔ اس شخص سے ولایتی نے کہا کہ مولوی روز اس وقت تلاوت قرآن کی کرتے ہیں۔ میں ان کے قرآن پڑھنے کا عاشق ہوں اس وجہ سے یہاں پڑا ہوں۔ وہ شخص تائب ہوا اور دل سے روحانیت اور مزار حضرت کا معتقد ہوا۔ آپ کی تصنیفات سے بہت کتب ہیں۔ مگر تبرکاً چند تحریر ہوتی ہیں۔ شرح مشکوٰۃ عربی و فارسی، صراط المستقیم و اخبار الاخیار و شرح فتوح الغیب و جذب القلوب الی ديار المحبوب کہ جس میں مدینہ منورہ وغیرہ کا مفصل حال درج ہے۔ اور علم تصوف میں بھی کئی رسالہ ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

## ذکر حضرت سید مقیم محکم الدین قدس سرہ | سید محمد مقیم محکم الدین بن شاہ ابوالمعالی بن سید محمد

نور بن سید بہاؤ الدین بہاول شیر گیلانی، آپ مرید حیات المیر جمال الشرف ندادی کے کمالات ظاہری و باطنی سے آراستہ و پیراستہ اور شیخ وقت اور پیر طریقت تھے، آپ دو بھائی تھے شاہ مقیم و شاہ زندہ پیر، دونوں صاحب خور و سال تھے کہ ان کے والد نے انتقال کیا ان حضرات نے تھوڑے عرصہ میں تحصیل علوم ظاہری سے فراغت پائی۔ محمد مقیم کو جب شوق الہی پیدا ہوا۔ ہر سب برائے کشائش باطنی مزار اپنے دادا آنحضرت بہاول شیر پر جا کر اس کے گلے لگ کر سوتے، ایک روز خواب میں دیکھا کہ سید بہاول شیر مزار سے باہر آئے۔ اور آپ کے اوپر جہربانی کر کے فلایا اے فرزند تیرا حصہ میرے پاس نہیں۔ سید جمال حیات المیر کے پاس ہے۔ لاہور میں جاؤ، وہاں وہ ملیں گے، اسی وقت لاہور کو روانہ ہوئے۔ جب قبرستان لاہور میں پہنچے سید حیات کا حجرہ معلوم کر کے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے اور اسی وقت صاحب کمال ہوئے۔ ایک روز شاہ مقیم مع یاراں زیر درخت کے بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا اور بیان کرنے لگا کہ فلاں عابد کی اتنی عورتیں ہیں ہر شب سب کے پاس رہتا ہے، ادھر اپنے حجرہ میں عبادت کیا کرتا ہے۔ دوسرے فقیر نے یہ سن کر اپنے دل میں انکار کیا۔ آپ نے نور باطن سے معلوم فرما کر ارشاد کیا کہ اولیاء اللہ



کی کرامت سے انکار نہ چاہیئے۔ اس درخت کے پتوں کو دیکھ تسلی ہو جائے گی۔ اس درویش نے سراٹھا کر جو پتوں کو دیکھا ہر شاخ اور پتے پر شاہ مقیم کو موجود پایا اور جہاں بیٹھے تھے وہاں بیٹھے پایا۔ آپ صاحب سلسلہ اور صاحب گروہ ہیں اور موضع حجرہ میں رہتے تھے۔ ایک زمیندار نے قریب موضع حجرہ کے گاجروں کی کاشت کی اس میں کھاد ڈالا، آپ کو جو ہد ہو آئی۔ خدام سے فرمایا کہ ان کو اکھیر کر میرے گھوڑوں کے آگے ڈال دو خدام حکم بحال لئے مگر دل میں کہتے تھے کہ حضرت نے بے اجازت مالک کے بیگانے مال میں تصرف کیا۔ صبح کو مالک کھیت پر آیا اور اپنا کھیت تباہ دیکھا اور حضرت سے عرض کی کہ میں نے یہ گاجریں اس وجہ سے کاشت کی تھیں کہ آپ کی نذر کروں گا مگر آج کی رات کوئی لے گیا آپ نے تبسم فرما کر ارشاد کیا کہ خوب ہوا، حق بقتدار سید وفات حضرت کی ۵۵۰ھ میں ہوئی۔ مزار موضع حجرہ میں ہے۔

## ذکر حضرت شیخ مادھو قادری لاہوری قدس سرہ | آپ اکمل خلفاء شیخ حسین لاہوری

کے تھے اور کل مریدوں سے محبوب تھے، گروہ بھلل شاہی میں شیخ وقت اور عارف باللہ گزرے ہیں، لکھا ہے کہ آپ کے والد ربیع بن تھے اور شاہد رملہ لاہور کے رہنے والے تھے نہایت پاک صورت میرت تھے۔ شیخ مادھو ایک روز سوار ہوئے چلے جا رہے تھے۔ شیخ حسین کی نظر ان پر جو پڑی، ہزار جان سے عاشق ہوئے۔ اور خود شاہدہ میں جا رہے اور تمام شب ان کے گھر کا طواف کیا کرتے تھے، دن کو جہاں مادھو بیٹھے یہ بھی ان کے روبرو جا بیٹھتے مگر مادھو کو ان کی طرف کچھ خیال نہ تھا لیکن شب کو جو مادھو اپنے اہل خانہ سے باتیں کرتے شیخ حسین صبح اس کو سب سے کہہ دیتے اسی طرح کئی برس گزر گئے۔ اور شہر عشق شیخ حسین کا تمام لاہور میں پھیل گیا۔ چونکہ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے آخر مادھو کو بھی شیخ حسین کا خیال پیدا ہوا کبھی کبھی ان کی خدمت میں آنے لگے آخر یہ نوبت پہنچی کہ رات دن شیخ حسین کی خدمت میں حاضر رہنے لگے۔ یہ حال دیکھ کر والد مادھو رنجیدہ ہوئے ان کو منع کیا مگر یہ نہ مانے۔ ناچار ہو کر مادھو سے کہا کہ گنگا کا نہان ہے

میں نہانے جاتا ہوں، تم بھی میرے ہمراہ چلو یہ سن کر مادھو خدمت شیخ میں آئے اور رخصت طلب کی، آپ نے فرمایا مادھو تو اپنے والد سے کہہ دے کہ وہ جاویں، انشاء اللہ میں تجھ کو وقت نہان کے وہیں پہنچا دوں گا۔ یہ سن کر مادھو نے باپ سے کہا کہ تم جاؤ میں آ جاؤں گا شیخ نے وعدہ کیا ہے کہ میں پہنچا دوں گا اس میں ان کا امتحان ہو جائے گا۔ ان کے والد تو ہر دو رگٹے یہ شیخ کے پاس رہے جس دن غسل گنگا کا آیا مادھو نے شیخ سے التجا کی کہ وعدہ پورا کیجیے۔ شیخ ان کو لے کر شہر کے باہر آئے اور فرمایا کہ قدم اپنے میرے قدموں پر رکھ کر آنکھیں بند کر، انھوں نے ایسا ہی کیا۔ جب آنکھ کھولی اپنے کو کنارے گنگا کے پایا۔ غسل کیا اور والدین سے ملے۔ بعد پھر شیخ کی خدمت میں آئے جس طرح پر گئے تھے اسی طور شاہدرہ میں آگئے۔ اسی روز مسلمان ہوئے۔ بعد چند روز کے ہولی آئی، تمام ہندو عیش میں مشغول ہوئے۔ شیخ حسین نے بھی برائے مادھو مجلس سماع مقرر کی اور خوب رنگ اور گلال ہوا۔ خوب ناچ رنگ ہے۔ اسی مجلس میں حضرت مادھو مرید ہوئے اور اسی وقت نظر فیض اثر پڑے ہی کامل ہوئے، آپ کے سلسلہ کے بہت فقیر ہیں اور کئی خلیفہ ہوئے ہیں، وہ صاحب جمع ہو کر بروز بسنت مجلس سماع اور رنگ گلال گرم کرتے ہیں اور خلیفہ آپ کے یہ ہیں شیخ نسین و شیخ صالح و شیخ کا کو و شیخ شہاب الدین و شیخ عبدالسلام و بابا حاجی و قاضی شاہ و شیخ یعقوب و بہار خان قوم منڈا و میاں ابراہیم و میاں محمود و میاں شعبان و میاں شعبان ثانی۔ بسنت کے روز حضرت کے مزار پر بہت ہجوم ہوتا ہے الغرض شیخ مادھو یہ کمال ولایت جب فائز ہو چکے شیخ حسین نے ان سے فرمایا کہ تجھ کو چاہیے کہ لاہور سے راجہ مان سنگھ کا نوکر ہو کر اس کے ہمراہ ہم دکن پر جا۔ یسن کر ان کو بہت رنج ہوا۔ مفارقت ہیر روشن ضمیر کی اگرچہ گوارا نہ تھی مگر بہ تعمیل حکم ہمراہ راجہ جان سنگھ روانہ ملک دکن ہوئے۔ جب غنیم سے جنگ شروع ہوئی بعد بہت کوشش کے ایک بار فوج مان سنگھ بددل ہوئی۔ مان سنگھ کچھوا باڑ میں جے پور یہ حال فوج کا دیکھ کر حضرت جی سے ملتجی ہوا۔ آپ نے قبول فرما کر ہیر روشن ضمیر کی طرف توجہ کی۔ معاً شیخ حسین بنوریہ کرامات شیخ مادھو کے پاس پہنچے اور فرمایا کہ راجہ سے کہہ دے کہ ابھی برائے مقابلہ دشمن سوار ہو۔

انشاء اللہ فتح پائے گا مان سنگھ حسب الامر جنگ میں مشغول ہوا اور دیکھا کہ فوج کشی و قیام پوٹوں کی آسمان سے اترتی ہے اور میرے دشمنوں سے لڑتی ہے۔ آخر اسی روز فتح پائی۔ بعدہ ہردو بنگوار ہمراہ لاہور میں تشریف لائے۔ نقل ہے کہ ایام وفات شیخ حسین کے جب نزدیک پہنچے قرب لاہور کے چاہ اور باغ تیار کرایا اور فرمایا کہ برائے چندے میرا مرقداں جگہ ہوگا۔ میرے مرنے کے سال بھر بعد بالو پورہ میں دفن ہوگی۔ چنانچہ بعد سال بھر کے شیخ مادھو نے موافق وصیت کے نعش شیخ حسین کو بالو پورہ میں لا کر دفن کیا۔ شیخ مادھو ۹۸۴ھ میں پیدا ہوئے اور بعد انتقال شیخ حسین کے جب سال تمام ہوا بارہ برس مان سنگھ کے پاس رہے تیرہویں سال لاہور میں آکر بجلائے میر صاحب سجادہ ہو کر ۲۵ سال اس خدمت پر مامور رہے اور بتاریخ ۲۲ رزی الحجہ ۱۰۵۶ھ میں وفات پائی۔

## ذکر حضرت خواجہ بہاری قدس سرہ العزیز

آپ خلیفہ میاں میر  
لاہوری کے تھے۔

بہت بڑے عالم اور فقیہ اور محدث اور عارف تھے۔ حاجی پورہ میں رہتے تھے پہلے قصبہ کوہ پور میں شیخ جمال اولیاء سے تحصیل علوم کیا۔ بعدہ لاہور میں آکر ملا محمد فاضل سے حدیث صحیح کی اومان ہی کے مکان پر قیام کیا۔ بعدہ میاں میر صاحب کے مرید ہوئے۔ بعد انتقال میاں میر کے آپ سے غلامی بہت رجوع ہوئی اور ہزاروں مرید ہوئے۔ ایک روز غازی خان کے ہاں عرس تھا۔ بہت مشائخ اور دیگر قسم کے حضرات جمع تھے اور موسم بھی گرمی کا تھا ذکر توحید کے بارہ میں آگیا۔ شیخ بہاری نے کچھ جواب نہ دیا۔ سامنے آگ روشن تھی۔ اٹھ کر اس میں جا بیٹھے اور فرمایا کہ قال وقیل کی کچھ حاجت نہیں ہے۔ حال توحید یہ ہے اور صحیح و سالم آگ سے باہر آگئے، کہتے ہیں کہ اکثر آپ کے دست دیا ہوا جاکرتے تھے اور مستجاب الدعوات تھے۔ ایک بار حضرت دارا شکوہ قادری نے عرض کیا کہ مرزا آصفی بیگ والی خطہ ایران قندھار پر قبضہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کی کیا مجال ہے کہ تمھارے ملک پر ہاتھ دما کر سے انشاء اللہ مارا جائیگا۔ بعد ایک ماہ کے معلوم ہوا کہ ۱۰۵۸ھ میں مرزا آصفی بیگ کو کسی نے زہر دیکر مار دیا۔ وفات حضرت کی ۱۰۵۸ھ میں ہوئی، مزار لاہور میں ہے۔



## ذکر حضرت شاہ سلیمان قادری قدس سرہ | آپ صاحب سجادہ شاہ معروف چشتی قادری کے

تھے۔ سکر اور عشق اور محبت میں شانِ عالی رکھتے تھے۔ صاحب کرامات اور خوارق تھے، چار سال کی عمر میں منظور نظر شاہ معروف ہوئے۔ ہر وقت حالتِ سکر میں رہتے تھے۔ ایک بار شاہ معروف موضع بھیلوال میں تشریف لے جا کر میاں منگو کے مکان پر شب باش ہوئے میان منگو حاضر خدمت رہے۔ کہیں شاہ سلیمان بھی کھیل رہے تھے ان کو دیکھتے ہی اٹھے ان کے چہرہ پر ہاتھ پھیرا پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ منگو یہ میری امانت ہے، یہ بچہ شیخ وقت ہوگا۔ ہزاروں کو اس سے فیض پہنچے گا۔ شاہ معروف تودواں سے چلے آئے اور میاں منگو والد شاہ سلیمان ان کی تربیت میں مصروف ہوئے، ان کو لڑکپن میں بھی وجد ہو جاتا تھا۔ جب بالغ ہوئے خدمت شاہ معروف میں حاضر ہو کر کسبِ قادریہ کی تکمیل کر کے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ کو سماع میں بہت وجد ہوتا تھا، یہ چاشنی عشق چشتیہ کی تھی، آپ کے دو خلیفہ مشہور ہوئے ہیں۔ اول حاجی محمد نور شاہ گنج بخش دوسرے مولوی کریم الدین قادری، لکھا ہے کہ جب شاہ سلیمان موضع منجر میں رہتے تھے۔ ایک موچی کے ہاں قیام پذیر تھے۔ ہر وقت مراقبہ میں رہتے تھے۔ اس موچی کا جو ہمسایہ تھا۔ وہ مسخرہ پن آپ کی نقلیں کیا کرتا تھا، ایک بار آپ چلے جاتے تھے اور وہ مسخرہ پن سے گردن جھکائے مراقبہ حضرت کی نقل کر رہا تھا۔ آپ نے دیکھا اور اس سے کہا فقروں کے حال کی نقل کرنا پھر مسخرہ پن کرنا اچھا نہیں ہوتا۔ اس حرکت سے بانس اور نہ مزا پائے گا اس نے گستاخی سے کہا کہ تجھ سے مکا رفیق میں نے بہت دیکھے ہیں۔ جا اپنا کام کر، آپ نے فرمایا کہ جس طرح میرے پیچھے نقل کرتا ہے میرے روبرو بھی کر کہ میں دیکھوں۔ اس نے بیباکی سے آپ کے مراقبہ کی نقل کی پھر جو گردن اٹھائی نہ اٹھی، تاحیات گردن کج رہی۔ کہتے ہیں کہ موضع چک کا جو سردار تھا اس کے چار بیٹے تھے۔ چھوٹا بیٹا اس کا ہنسپال تھا، اس نے جو شہر کرامت شاہ سلیمان منا، آپ کی خدمت میں آیا۔ اور چالیس روپے نذر کیے۔ اس کے باپ چودھری کو خبر ہوئی۔ اس نے بیٹے سے کہا کہ تو ایسے کے پاس جاتا ہے جو موچی کا

لڑکا ہے اس کو چالیس روپے کیوں دیے۔ چار روپے دینے تھے، اگر شاہ سلیمان چندر کو دیتا تو وہ شریف تو تھے۔ پھر جو وہ خدمت عالی میں آیا آپ نے چار روپے رکھ لیے باقی واپس کر دیے اور فرمایا کہ تیرے باپ کی اجازت چار روپے کی ہے اور فرمایا کہ خدا کرے کہ اس کا سر کابوت موچوں سے سکستہ ہو، آخر ایسا ہی ہوا کہ چودھری نے اپنی زوجہ کو گایاں دیں اور کہا کہ کل تجھ کو جان سے ماروں گا، اس نے اپنے ہمسایہ علین دوزوں سے کہا، انھوں نے اسی شب کو اپنی اس مٹری سے کہ جس سے جوتی بناتے تھے اس کا کام تمام کیا۔ وفات حضرت سلیمان شاہ کی ۱۰۶۵ھ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت سید جان محمد حضوی بن شاہ نور بن سید محمود حضوی لاہوری قدس سرہ

آپ مشائخ عظام قادسیہ سے تھے اور اولاد حضرت امام موسیٰ کاظم کی تھے مرید اپنے والد کے جو شخص آپ کا مرید ہوتا اسی شب کو زیارت رسول مقبول سے مشرف ہوتا صاحب عظمت و ہیبت اور مرجع خلافت تھے۔ وفات حضرت کی ۱۰۶۵ھ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت محمد صالح اکبر آبادی قدس سرہ

آپ شیخ الشیوخ اور عالم علوم ظاہری و باطنی اور واقف رموز صوری و معنوی تھے، نہایت صابر و قانع اور ہزاروں مرید رکھتے تھے مریدوں سے کچھ نہیں لیتے تھے۔ وفات حضرت کی ۱۳ ذیقعدہ بروز جمعہ ۱۰۶۵ھ میں ہوئی مزار اکبر آباد میں ہے۔

## ذکر حضرت سید عبدالرزاق شاہ چراغ لاہوری قدس سرہ

فرزند سید عبدالوہاب بن سید عبدالقادر ثالث بن سید محمد غوث بالا پیر بن زین العابدین ابن سید عبدالقادر ثانی بن سید محمد غوث اوجی گیلانی قدس سرہ کہ اعظم اولیائے قادریہ اور علوم ظاہری اور باطنی میں جامع تھے مرید اپنے والد کے آپ اپنے دادا کے رو بہ پیدا ہوئے انھوں نے اس وقت فرمایا تھا کہ ہمارے گھر چراغ پیدا ہوا، اس روز سے شاہ چراغ

مخاطب ہوئے۔ بہت بڑے سیاح تھے۔ مشائخ حرمین سے بہت ہم صحبت رہ کر استفادہ اٹھایا۔ حضرت شاہ جہان آپ کے بہت معتقد تھے۔ وفات حضرت کی ۲۲ ذیقعدہ ۱۰۶۹ھ میں ہوئی۔ مزار لاہور میں متصل مزار اپنے والد کے ہے جس پر مقبرہ شاہ جہان بادشاہ نے تیار کرایا۔ آپ کے سات صاحبزادے تھے جن میں سید مصطفیٰ کامل و مشہور تھے وہی صاحب سجادہ ہوئے تھے۔ ۱۶ برس بعد والد کے زندہ رہ کر ۱۳ شعبان ۱۰۸۲ھ میں انتقال کیا اور روضہ الدین میں مدفون ہوئے۔

## ذکر حضرت شیخ شاہ محمد ملا شاہ قادری قدس سرہ | آپ خلیفہ اعظم میاں میر لاہوری کے

تھے۔ صاحبِ حال و قال و خوارق و عادات۔ کنیت آپ کی اخوند اور لقب لسان اللہ آپ کے والد ملا عبد متوطن موضع ارکسان علاقہ روستاق اقلیم بدخشاں تھے۔ آپ بھی وہیں پیدا ہوئے اور صغیر سنی میں آپ کو طلب حق دامگیر ہوئی۔ اسی عشق میں آکر کشمیر میں تین سال رہے وہاں سے لاہور میں آئے، بہت کم قیام کر کے اکبر آباد میں آئے۔ وہاں میاں میر کے فضائل سن کر لاہور میں آکر میاں میر سے بیعت کی اور ریاضت اور مجاہدہ میں مشغول ہو کر بالکل دنیا سے دل اٹھایا، یہاں تک کہ تمام مریدان میاں میر سے ممتاز ہوئے۔ غلام یا خدمت گار بہراہ نہ رکھتے تھے۔ آپ کے ہاں کبھی ہانڈی نہ چڑھتی تھی نہ کبھی چراغ روشن ہوتا تھا۔ سات برس تک تمام شب بلاناغہ حبس دم کے ساتھ ذکر خفی کیا اور سلطان الاذکار بھی کرتے تھے آپ کے خاندان کے سب لوگ درویش سلطان الاذکار کرتے ہیں اور بہت جلد کامیاب ہوتے ہیں۔ سیاحی میں ایک درویش آپ کے خاندان کے ملے۔ یہ کاتب اور وہ چند روز ایک مسجد میدانہ میں مقیم رہے، بہت کم میں نے اس کو کیا مگر بہت جلدی اس میں فتحیاب ہوئے لگا اور ملا شاہ صاحب عشاء کے دھڑ سے صبح کی نماز ادا کرتے سن بلوغ سے تاحیات کبھی آنکھ میں نیند نہیں آئی۔ زمین سے پشت نہ لگائی۔ کبھی غسل کی حاجت نہ ہوتی تھی ایک روز ایک درویش کے دل میں خطرہ آیا کہ یہ کبھی نہیں نہاتے، آپ نے نور باطن سے معلوم کر کے ارشاد کیا کہ غسل احتلام حالت نیند میں ہوتا ہے اور غسل جنابت قربت زن سے ہوتا،



میں نہ سوتا ہوں نہ عورت رکھتا ہوں۔ اس وجہ سے دونوں غسلوں سے پاک ہوں اور بعد عطار خرقہ خلافت کے کشمیر میں حوٹن ہوئے شہرہ کرامت آپ کا تمام عالم میں بلند ہوا اور رجوع خلافت ہوئی۔ مگر جو شیوہ کشمیری تھے وہ دشمن تھے۔ وہ آمادہ بحث پر ہوئے مگر ان میں سے جو رو بروائے وہ تائب ہوئے۔ آپ کی برکت سے ہزاروں بددین دیندار ہوئے جس کو چاہتے تھے چشم ظاہر سے دیدار رسول مقبول و صحابہ کبار و غوث پاک کو دکھا کر مشرف کر دیتے تھے۔ کشمیر میں آپ کے بہت مرید ہیں۔ حضرت داراشکوہ جدِ راقم تحریر فرماتے ہیں کہ مسئلہ توحید میں مجھ کو سخت مشکل کا سامنا تھا مگر بغوث حضرت سے عرض نہ کر سکتا تھا۔ کہ ایک بار میں نے توجہ روح پر فتوح سید عالم کی طرف کی۔ اسی وقت روحانیت پاکسٹن خلفائے راشدین ظاہر ہوئی اور ارشاد کیا کہ اللہ جل شانہ قادر ہے جس طرح چاہے قدرت اس کی متقاضی ہوتی ہے۔ بندگانِ مومنین کو دیدار دکھاتا ہے۔ اس جواب سے میری مشکل حل ہوئی۔ جب میں بار دیگر خدمت مولانا میں حاضر ہوا تبسم فرما کر ارشاد کیا کہ اپنے مسئلہ کا جواب پایا۔ جس شخص نے جواب دیا میں نے ان کو اطلاع کی تھی سبحان اللہ کیا مرتبہ تھا اور حضرت کو خود رفتگی فنا کے احدیت ذات و ظہور ذات و وحدت الوجود میں زیادہ تھی۔ اسی وجہ سے مریدان باوقار اس سلسلہ کے حال و قال و حدیث الوجد رکھتے ہیں۔ مثل حضرت شیخ ولی کے کہ یہ پہلے کا ایستہ تھے اور منصب امیر الامرا رکھتے تھے۔ حضرت داراشکوہ ان سے بہت مانوس اور ہم جلس تھے۔ جب جذبہ عشق الہی ان کو دامن گیر ہوا، اور صحبت داراشکوہ نے ان میں اثر کیا، ترک جاہ و مال کر کے مولانا شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو کر بیعت کی، منجملہ اولیاء سے ہوئے، ان کی ثنوی ان کے حال کی شاہد ہے۔ اب آخر وقت میں قیصر شاہ بھی اس سلسلہ میں کامل تھے جب ۱۲۸۱ھ میں انتقال کیا ہے۔ حضرت ملا شاہ صاحب دیوان تھے اور تمام دیوان معرفت احد و وحدت الوجود کے مسائل سے بھرا ہوا ہے۔ وفات مولانا شاہ کی ۱۰۶۹ھ میں ہوئی۔ مزار روضہ میاں میر لاہوری میں زیارت گاہ ہے۔

## ذکر حضرت داراشکوہ قادری خلیف اکبر شاہجہان بادشاہ قدس سرہ

خرقہ خلافت شیخ محمد ملا شاہ سے پہنچا اور میاں میر لاہوری سے بھی تربیت پائی اور شاہ سرد دہلوی سے بھی خرقہ خلافت حاصل کیا۔ فقیر میں شاہ عالی اور تہہ بلند رکھتے تھے، زہد اور ریاضت میں یگانہ روزگار، علوم ظاہری اور باطنی سے خوب ماہر تھے۔ مسائل توحید سے خوب واقف تھے اور نہایت خوبصورت تھے، اگرچہ علم سنسکرت پڑھے نہ تھے مگر بزور ولایت چاروں ویدوں کے ترجمہ کیے اور انپیشد کا ترجمہ سر اکبر مشہور ہے، جوگ بشسٹ کا جو ترجمہ کیا ہے وہ برائے فقراء اکبر اعظم ہے جو طالب خدا چھ ماہ آپ کی خدمت میں رہا، کامل ہو گیا بلکہ بعض کو ہر روزہ مقامات درویشی کھل گئے۔ آپ کی تصنیفات دیکھ کر بہت سے اولیاء ہوئے آپ کے بعد جو بزرگ گزرے سب نے آپ کی تصنیفات سے فیض اٹھایا اور اٹھارے میں آپ کی تصنیفات سے چھبیس کتب خورد و کلاں سفینۃ الاولیاء، سکینۃ الاولیاء، رسالہ حق نما، مجمع البحرین، دیوان قادری، سر اکبر، جوگ بشسٹ، رسالہ معارف حسنات العارفین اور رسالہ شاہراہ محمدی و اسرار احمدی و اسرار العاشقین و مقامات الصادقین و اکسیر الطالبین وغیرہ ہیں۔ باقی فقر کی نظر سے نہیں گزریں۔

## ذکر حضرت سید کردیر قدس سرہ

آپ سادات صحیح النسب اور جامع کمال صمدی و معنوی تھے۔ بعد انتقال حضرت کی قبر سے دست حق پرست باہر آکر بیعت کرتا تھا، آخر شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی نے ایک بار مزار پر حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ کی کرامات میں کسی کو شک نہیں مگر آپ کے جد کی شریعت میں رخنہ پڑتا ہے، آگے آپ مالک ہیں۔ اس روز سے وہ ہاتھ نکلنا بند ہو گیا۔ مزار حضرت کا نواح ملتان میں ہے۔

## ذکر حضرت سید مولہ قدس سرہ

آپ صحیح النسب سادات عظام سے تھے اور مرید اپنے جدی خاندان کے بغیاث الدین بلبن کے عہد میں دہلی میں رہتے تھے، سخاوت بہت بڑی تھی، کوئی کمیہ گزر، کوئی شعیبہ باز، کوئی

جادوگر کوئی باکمال جانتا تھا۔ آخر عہد سلطان جلال الدین خلجی میں قلندر ان شیخ ابو بکر طوسی نے شہید کر دیا۔ اس روز ایسا گرد و غبار اٹھا تھا کہ گویا قیامت نمودار ہونے والی ہے۔

**ذکر حضرت شیخ وجیہ الدین قدس سرہ** | آپ عالم تصوف اور باکمال تھے طلباء کو پڑھاتے تھے۔ اور

صاحب تصنیف تھے بہت سی کتب کے حاشیہ لکھے۔ مرید شیخ محمد غوث کے تھے۔ وفات حضرت کی سنہ نو سو کئی ہجری میں ہوئی اور اپنی خانقاہ میں دفن ہوئے۔ بعد ان کے فرزند شیخ عبداللہ صاحب سجادہ ہوئے

**ذکر حضرت شاہ عبداللہ قریشی قدس سرہ** | یہ حضرت مشرب قادریہ کہتے تھے، زمانہ بھول لودھی میں

دہلی آئے، تمام سلوک طے کیے ہوئے تھے۔ ہر روز ہزار نفل پڑھتے تھے اور تین ختم روز کرتے تھے

**ذکر حضرت سید رفیع الدین صوفی قدس سرہ** | آپ اولاد سے مرعین الدین صاحب تفسیر معنی کے

تھے اپنے عہد کے محدث تھے اور بہت سخی اور خلیق تھے، سلطان سکندر ان کا معتقد تھا اس وجہ سے آگرہ میں رہتے تھے۔ وفات حضرت کی آگرہ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت مخدوم جیو قادری دکنی** | نہایت متبرک اور عظیم الشان درویش تھے، خلق سے مستغنی اور بہت مس تھے

بسیب ضعف کے اٹھانے جاتا تھا مگر کربانہ کر تمام شب کھڑے ہو کر عبادت کرتے تھے۔

**ذکر حضرت شاہ صفی اللہ سیف الرحمن قدس سرہ**

آپ پسر و خلیفہ شاہ مقیم حکم الدین کے تھے، نہایت کریم اور خلیق اور عالم با عمل، صوفی بے بدل حقائق و معارف آگاہ اور مرید اپنے والد کے اور صاحب سجادہ بھی تھے۔ مستجاب الدعوات اور سیف زبان تھے۔ لکھا ہے کہ آپ نے مقبرہ والد اپنے کا بنانا چاہا، مگر سے دریافت کیا کہ اس قسم کے گنبد بنانے کا تخمینہ کر، کیا لاگت لگے گی اور فرد تیار کر کے دے



ساکہ کل روپیہ پیشگی دے دیا جائے۔ معمار نے تخمینہ کر کے فرو پیش کی۔ آپ نے فرمایا کہ میرے مصلے کے نیچے سے لے لے۔ اس نے جو مصلے اٹھایا، دیکھا کہ اشرفیوں کی تھیلی رکھی ہے اس نے اٹھا کر جو شمار کیا تو موافق فرد کے اس میں نکلا، نہ کم تھا نہ زیادہ، بعد چند روز کے معمار نے پھر عرض کیا کہ خرچ سفیدی گنبد فرد میں تحریر نہیں ہوا وہ عنایت ہو۔ فرمایا کہ اس روز تیری تحریر کے بموجب میں نے طلب کیا۔ غیب سے امداد ہوئی، اب شرم آتی ہے کہ ملائکانِ قدس کو کیا بار بار تکلیف دوں۔ یہ خرچ اور عجب سے ہو جائے گا۔ وفات حضرت کی ۹ ربیع الاول ۱۰۸۲ھ میں ہوئی۔ مزار بمقام حجرہ کہ مشہور ہے وہیں آپ مقیم تھے۔

**ذکر حاجی عبد الجلیل قدس سیرۃ** | آپ خلیفہ شیخ رنگ بلاول کے، وہ مرید شیخ مادھو کے، اور مرید شیخ حسین

لاہوری کے، کامل وقت گزرے ہیں اور درگاہ قدم رسول دہلی دروازہ کے باہر بمقام لاہور آپ ہی نے تیار کرائی تھی اور بہت بڑے سیاح تھے۔ ساتھ ساتھ حج کیے۔ وفات حضرت کی ۱۰۸۲ھ میں ہوئی۔ مزار لاہور میں ہے۔

**ذکر حضرت حاجی محمد ہاشم گیلانی قدس سیرۃ** | آپ اولاد سے سید محمد غوث اوچی کی تھے

ایک سو بیس برس کی عمر ہوئی۔ بارہ برس سیاحتِ مملکت کی اور بہت سے مشائخوں سے فیض حاصل کیا آخر لاہور میں آکر مقیم ہوئے۔ وہاں بہت رجوعِ خلاق ہوئی، آخر بروز جمعہ ۱۲۸۶ھ میں وفات پائی۔ مزار لاہور میں ہے۔

**ذکر حضرت قطب ابدال میر سید ظہر قطب الدین کوتاوی قادری قدس سیرۃ**

آپ کی کنیت ابوالحسن واسم ظہر لقب قطب الدین، فقر اور تجرید میں شانِ عالی و مرتبہ بلند رکھتے تھے۔ اہل بصیرت آپ کو مخدوم جہانیاں کہتے تھے۔ خلیفہ و صاحبِ سجادہ پدیر خود میر سید محمود بخاری شہید کوتاوی کے اور اپنے چچا سید عبدالوہاب اور جد خود میر سید حسین سے بھی استفادہ اٹھایا تھا۔ اور نعمت ہائے دو جہانی بلا واسطہ روحانیت حضرت امیر المؤمنین علی مرتضیٰ

کرم اللہ وجہہ سے حاصل کیں، شاہ محمد خلیل اپنے رسالہ طریقت میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز سید ظہ نے فرمایا کہ تفسیر سورہ منزل کی میں نے خود نہیں لکھی، منجانب حق تعالیٰ سے جیسا ارشاد ہوا اس کے موافق لکھا ہے یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دیکھا کہ فرماتے ہیں، اے ولدی! تفسیر سورہ منزل کی لکھ تاکہ خلق کو ہدایت ہو۔ اس فقیر نے عرض کیا کہ فقیر نے ترک کتابت کیا، کچھ نہیں لکھتا ہوں۔ فرمایا کہ اس سورت کی تفسیر ضرور لکھنی چاہیے اور فقیر سے فرمایا کہ کرتے اپنا آگے سے اٹھا۔ میں نے بموجب حکم کے اپنے شکم پر سے کرتہ اٹھایا اور حضرت نے بھی اپنے حکم پر سے پیرا بن اٹھا کر دست حق پرست اپنا اپنی ناف پر رکھا اور اشارہ کیا ایک شے سفید مثل شیر قد سے ناف مبارک میں سے نکلی اور اچھل کر فقیر کی ناف میں آگئی چونکہ میں سوتا تھا اسی وقت آنکھ کھلی، اپنی طبیعت پر سرور اور انکشاف پا کر بے اختیار اٹھ کر چند کلمے تحریر کیے۔ پس جو اس کو دیکھے گا انشاء اللہ اسرار غیب و عجائبات روزگار ہونگے یہ تفسیر مرشد کامل ہے اور فرمایا کہ میرے مریدوں سے جو اس کا مطالعہ کرے یا اپنے پاس رکھے مجھ کو اپنے پاس حاضر جانے، بیٹھک وہ تفسیر ایسی ہی ہے۔ اس کاتب نے بھی مطالعہ کیا ہے، نفع اسرار ہے۔ حضرت شیخ نفع محمد خیاث الدین سے روایت ہے کہ حضرت سید ظہ نے کل پاؤں سپارہ اپنے عم سید حسین سے پڑھا تھا۔ مگر فضل الہی سے تمام علوم دینی و دنیوی کھل گئے تھے۔ جو کتاب رو برو آئی اس کو پڑھ کر اس کی شرح فرمائی جو مسند لاطل ہوتا اس کو احسن طرح پر حل فرماتے یہ علوم ہوتا تھا کہ علوم دینی و دنیوی ازبر (حفظ یاد) میں ایک بار اوائل حال میں آپ طرف نارنول کے تشریف لے گئے اور حضرت شیخ عاشق بن فرخ شاہ ابن قطب شاہ بن شیخ نظام الدین نارنول سے کہ خلیفہ خواجہ خانو علی چشتی نظامی کے تھے، ملے۔ انھوں نے نہایت تکلف سے ان کی دعوت کی، کھانے اقسام اقسام کے رو برو رکھے اور فرمایا خوب سیر ہو کر کھاؤ۔ سید صاحب نے کہا کہ مجھ کو دوسرا کھانا اور کار ہے تب شیخ نے جانا کہ یہ طالب خدا ہے اور فرمایا کہ یہ کھانا کھا، خدا وہ بھی عطا کرے گا، بعد تناول طعام شیخ نے فرمایا کہ میرے ہمراہ تالاب پر چل، سید صاحب نے کہا کہ مجھ کو تالاب (افتنالہ) سے کیا کام ہے۔ مجھ کو تو حرف وحدت چاہیے۔ یہ سن کر شیخ عاشق نے فرمایا کہ تمہارا کام تمام

ہوا، کتانہ جاؤ، تمھاری ذات سے بہت سے عارف اولیاء ہوں گے۔ پس وہاں سے خصلت ہو کر کتانہ آئے اور گوشہ عزلت میں بیٹھ کر فقر اور فاقہ اختیار کیا اور ہدایتِ خلق میں مشغول ہوئے اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ نازل کا حق میرے ذمہ ہے شیخ محمد نصیر ساکن گڑھی، کہ مرد بزرگ گزریے میں فرماتے ہیں کہ جب آپ کے وصال کی خبر شیخ ابراہیم رام پوری کو پہنچی بہت رو کر فرمایا کہ سبحان اللہ! کیا عارفِ خدا صاحبِ ارشاد پیدا ہوا تھا، اگر چند روز دنیا میں اور رہتا، تمام ہندوستان عاشقِ خدا ہو جاتا اور سید صاحب بھی اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میرے وقت میں شیخ محمد صادق گنگوہی و شیخ ابراہیم رامپوری و شیخ معصوم سرہندی و شیخ پیر محمد ساکن نبود، شیخ علاؤ الدین ساکن بزادہ عارفانِ خدا و صاحبِ ارشاد ہیں، اکثر ان صاحبوں سے جو خط و کتابت کرتے تھے اس کا یہ طریق تھا، مجاہد الہیہ اشتیاق اگرچہ بتقریب مدعا ضروری ست اما طریقت اہل دل محض کفر است، چوں جاؤ بہ شوق شرارہ آتش است پنہ راجہ یار کہ در خود بہنہا نواند ساخت ناچار شدہ دودہ بر سر من زند اللہ ما سوا ہوس۔ لکھا ہے کہ حضرت نہایت متوکل اور غرباء دوست تھے، امرار اور اہلِ دول سے متفر فرماتے تھے۔ نواب جعفر خان آپ کا معتقد تھا، ہمیشہ کتانہ حاضر ہوتا مگر آپ نے کبھی اس کی تندر قبول نہیں کی۔ حضرت اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ نے آپ کو طلب کیا تھا، آپ نے جواب تحریر کیا کہ فقیر یہیں بیٹھا بادشاہ کے واسطے دعا کرتا ہے غیبت کی دعا میں بڑا اثر ہے۔ شاہ نے پھر خود کتانہ حاضر ہونا چاہا۔ آپ نے قبول نہ فرمایا، کچھ نقد ارسال کیا اس کو بھی نہ یا برائے خرچ خانقاہ کچھ دیہہ دینے چاہے، آپ نے منظور نہ فرمائے اور ایسے پابند سنت تھے کہ کبھی طریقہ رسول کو فروگزاشت نہ فرماتے تھے، نماز فجر اول وقت باجماعت ادا کرتے، تا اشراق کسی سے متکلم نہ ہوتے۔ تا بہ چاشت باشوق تلاوت کرتے، بعد نماز چاشت کے بغیر بولے قیلوہ فرماتے، بعد نماز ظہر و ظائف ادا کرتے۔ قبل از عصر حاضرین سے ہم کلام ہوتے، بعد نماز عصر کے پھر درود شریف پڑھتے۔ تا بہ مغرب بات نہ کرتے، بعد از مغرب بعد اوائے نوافل آدمی رات تک تلاوت کرتے، بعد اوائے تہجد ذکر میں مشغول رہتے نماز جمعہ کے واسطے منب سے پہلے جامع مسجد میں جلتے اور صائم الدہر بھی رہتے پیش از جمعہ



سودہ کہتے پڑھتے، ایک جمعہ درمیان دے کر اصلاح بنواتے۔ غسل کر کے کفنی پہنتے۔ کلاہ چار ترکہ کی کو دست رکھتے۔ جو حاضر خدمت ہوتا اس کو جلدی رخصت فرماتے، اگر ہجوم خلایق ہو جاتا تو آپ فرماتے۔ بے کہ یا مرتضیٰ علی بلاین، یہ فرماتے ہی حاضرین کے دل چاٹ ہو جایا کرتے تھے۔ اور مریدوں کو بھی ارشاد فرماتے کہ طالب کو تنہا شب بسر کرنا چاہیئے۔ کہ کشائش اسرا یہ پروردگار میسر ہو۔ آپ خود فرماتے ہیں۔

زطہ شنوایں سخن اکتفاست • تنفر خلایق تقریر خداست

اور فرمایا کرتے تھے کہ میں خدا سے چاہتا ہوں کہ کوئی مجھ کو نہ جانے نہ میں کسی کو جانوں، خدا مجھ کو جانے اور میں خدا کو۔ نظر فیضی اشکی یہ کیفیت تھی کہ مومن پر نظر پڑتے ہی اس کا دل ڈاکر ہو جایا کرتا تھا ہر روز دو تین کرامات ظاہر ہوتی تھیں، ایک روز ساڈھو سے ایک شخص آیا اور عرض کی کہ تمام شہر نے آپ کو سلام عرض کیا اور شکرانہ ادا کرتے ہیں، کشتی دریا میں غرق ہوتی تھی، آپ کا نام لینے سے نصف ڈوبی ہوئی تیرائی اور تمام مردم سلامت رہے آپ نے فرمایا دریا کچھ چیز نہیں ہے اِنَّ اللّٰهَ یَفْعَلُ مَا یُرِیدُ۔ می کند بہانہ بر غیر می نهد۔ نقل ہے کہ سال بھر پہلے اپنے وصال سے اپنے خلیفہ محب اللہ کو فرمایا کہ میرا سفر قریب ہے اور سات روز پہلے خرّمہ اور سند خلافت شیخ فتح محمد غیاث الدین کو مرحمت فرمایا اور ایک خط لکھا تھا۔ وہ یہ ہے۔

”اے گلستاںِ گلستانِ ولایت احمدی واسے شجرہ بستانِ بایتِ محمدی اے طوبی علم و کرامت واسے شجرہ سدرہ علم واستقامت اے آفتاب آسمانِ دین واسے ماہتاب برج یقین، اے انسان، انسانِ مین واسے منظور و مقبول حضرت غوث الثقلین، اے شیخ الاسلام و المسلمین واسے نور چشم فقیر طہ قطب الدین۔“

ہوشیار مجلس خرامدہ بیدار کہ عمر من سرآمدہ قانونِ جہاں ست چوں کف بجز یک نقتہ و گیرے در آمدہ قول پیر عبدالبکیر ست مرید چراغ پیرست ہر چند کہ سر بر آوندن پذیراست۔ ہر سال بتاریخ یازدہم عرس حضرت غوث اعظم فرمائی جگہ، بچوں فرض واجب تراست خلافت من توار دست ہوشیار باش بیدار باش سنگ تراشی بہ تراش ابادی مردم محراش محراش محراش اللہ بس باقی ہوں

## رقعہ دیگر منظوم

اے واصل اصل نور دیدہ	دے صاحب دل خدا رسیدہ	دے شیخ مشائخ زمانی	دے جانِ جہان جسم جانی
اے اختر رُج استقامت	دے درخشاں صفا کرامت	دے نازک کہ تو نور قلب بینی	دے سرمایہ سعادت و یقینی
از وصال خدا اشارت باد	اینحال توئی مبارکت باد	از لطف علی ولی ولایت	سجادہ بنی بنو عنایت
تو خاطر خویش جمع میدار	من یتیم از تو دور زہار	تو تن صفتی من چو جام	در جان تو جان صفت نیام
آنکس کس تر نہ دوستدار	کردن کسے ذوالفقار	تو آئینہ من جسمالم	با آئینہ خویش در خیالم
فرض ست ترا ہایت عام	بر وقت رہے شیوخ عظام	نفس تو ریاد قیامت	ہر سلسلہ را سبب اقامت
مردانہ دریں رہے قدم زن	مستانہ در یکہ عدم زن	در خاتم دل تو حق نگین باد	ظہ مع مصطفیٰ قرین باد

اللہ بس ما سوا اللہ ہوس

عمر شریف ۶۳ سال کی ہوئی۔ وفات اس جامع الکملات کی بتاریخ ۱۱ ربیع الآخر بروز چار شنبہ ۱۰۸۴ھ ہوئی۔ سبحان اللہ وقت وصال حضرت کا مابین عصر اور مغرب لکھا ہے مزار بمقام کُتّانہ تحصیل باغپت ضلع میرٹھ میں زیارت گاہ ہے۔ مشہور ہے کہ جب نعش مبارک کو قبر میں رکھا، رسم ہے کہ چہرہ سے کفن اٹھا کر قبر میں دکھاتے ہیں۔ جب حضرت کا چہرہ کھولا، ہاتھ اٹھا کر انگلی سے منع فرمایا۔ یہ کرامت دیکھ کر خلعت میں شورا اٹھا۔ حضرت کے دو صاحبزادے تھے سید محمد عاشق و سید محمد صادق کہ دونوں حضرات صاحب ارشاد ہوئے اور خلفاء حضرت کے یہ ہیں:- حاجی حسین شیخ فتح محمد غیاث الدین صاحب سجادہ کہ جن کا ذکر آخر میں ہوگا، و سید فتح محمد جمال الدین قادری اکبر آبادی کہ یہ اپنے والد کے ہمراہ کھر کھودہ سے اکبر آباد میں مقیم ہوئے تھے۔ عین جوانی میں آپ کو شوق الہی پیدا ہوا، اکثر بزرگوں سے ملے، آخر کُتّانہ میں آکر سید ظہ کے مرید ہوئے اور ۷۲ سال سوائے نماز عیدین و جمعہ کے حجرہ سے قدم باہر نہیں رکھا۔ اغنیاء سے بہت متنفر تھے، پیر پرست ہو کر پھر فنا فی اللہ ہو گئے تھے آخر میں بمر ۹۶ سال بروز پنجشنبہ ۲۵ ربیع الاول کو وفات پائی، مزار کھر کھودہ میں ہے، فتح محمد بادی بذات ظہ بود سید ظہ کے تیسرے خلیفہ شاہ محبوب اللہ ساکن چکولہ کہ ریاضت اور مجاہدہ کو بحد کمال پہنچا دیا تھا۔ چھ چھ ماہ بے آب و طعام رہتے تھے، کیسا ہی دریا چڑھا ہو

شوق دیدار پیر میں مصطفیٰ دریا پر ڈال کر پار ہو جاتے تھے۔ جب یہ خبر سید ظہ کو ہوئی، آپ نے ان کو منع فرمایا کہ اظہارِ سرشکایت محبوب ہے امدان کے حق میں سید ظہ نے ایک بار فرمایا کہ جو میرے مریدوں میں محب اللہ کی قدم بوسی کرے وہ جنتی ہوگا۔ وفات شاہ محب اللہ ۸ رجب کو ہوئی۔ اول چکولہ میں کنارہ مدیاٹے جنا کے مدفون ہوئے بعدہ بوجہ طغیانی مدیا کے، آپ کی اولاد نے نعش مبارک موضع نیمری متصل سرائے روح اللہ خان نواح دہلی میں لا کر دفن کی۔ جب نعش نکلی تو کفن تک میلانہ ہوا تھا۔ چوتھے خلیفہ شاہ عبدالعزیز خیر آبادی کہ اولاد سے مخدوم شیخ اللہ دیا کی تھے۔ ہلکے کے رہنے والے تھے اور صاحب تصانیف بھی تھے۔ مزار ان کا ہلکے میں ہے، پانچویں شاہ الہ بخش ساکن مکہ معظمہ کہ وہیں کراتے تھے، چھٹے خلیفہ فتح شاہ قندھاری کہ صاحب خانقاہ تھے ساتویں خلیفہ شاہ عبدالواحد مدنی، آٹھویں سید کمال شگوفہ میں، نویں حضرت شاہ استنبول میں، دسویں شاہ الہ بخش ثانی بغداد میں، گیارہویں شاہ فاضل شہر دو بھر میں، بارہویں شاہ پیر محمد سورتی، تیرھویں شاہ محمد صالح دو بھر میں، چودھویں شاہ عبداللہ صالح ملتان میں پندرہویں شاہ عبدالواحد ثانی کہ بلاتی، سولھویں شاہ میرزا، ان کا مزار معلوم نہیں، سترھویں شاہ کمال الدین لدانخی، اٹھارہویں شاہ نوکل شگوفہ میں، انیسویں شاہ سلیمان بھری بیسویں شاہ عبدالواحد کلاں صف آبادی، اکیسویں شاہ بلاقی جدہ میں، بائیسویں شاہ سدید، تیسویں شاہ تقویٰ مدنی کہ خانقاہ یعنی صفہ عبداللہ شاہ میں رہتے تھے۔

## ذکر ان حضرات کا جو فیضانِ صحبت سید ظہ سے ہا کمال ہوئے

شیخ جیون ساکن نافوہ کہ ۱۲ ربیع الاول کو انتقال کیا اور سید صاحب کے مزار کے پاس دفن ہوئے، شیخ محمد ساکن اتبالہ و شاہ ہدایت اللہ کہ سالک و مجذوب تھے، سید فتح محمد طسانی و شیخ محمد ثانی و شیخ جلال الدین جالندھری و شاہ خلیل و شاہ الہ بخش و شاہ الہ بندہ و شاہ غلام محمد و شیخ حسن علی، کہتے ہیں کہ بعد انتقال سید ظہ صاحب کے نواب جعفر خان عالمگیری نے آپ کی خانقاہ اور درگاہ تیار کرائی کہ جواب عکستہ پڑی ہے



میں امیدوار ہوں کہ اس کی مرمت کرا کر سعادت حاصل کروں۔ اور یہ چند وہ بے سید ظہ کے جو ہندی زبان میں ہیں، ہدیہ ناظرین ہیں:-

دو

موبے چنتارین دن جو کڑی گھن کھائے  
ظہ سندرز بھجن کو کبھی نہ چھوڑا جائے  
مہاراں دکھ ہوت ہے تن من جھگڑے نابنہ  
کو کر در در پھرت ہے در در در رموئے  
ظہ پی کے سوانگ درس دیکھ مکھ کے مھوئے  
ظہ سونا عجب ہے جو کوئی جانے سو  
ظہ جو کربل میں تل ہے جون ہرے میں پی  
ظہ کوٹھے پر کی دوڑ ہے دوڑا جائے تو دوڑ  
ظہ جس ہرے پی نہیں لگیو اس ہرے آگ  
ظہ یہ سوتن نندرا بری پی پاس نہ جان دے  
ظہ مرتک ہو رہو اور دھ پریم کی سوڑھ  
اوگن کی زنجیر میں مورکھ باندھے جان  
جاون سے پی نیرن بوتامون سکھ پاویو جیو  
ظہ تن کا دیو اکروں باقیے گردن سو جیو  
ظہ تو مر جائیں گے کچھ ہم میں رہے نہ ہم  
ظہ ہم تو مارے پریم کے ہم سے ڈرتے نابنہ  
ظہ دنیا گھر ہے پھونس کا مٹالا گے آگ  
رہنے اوپر چت نہیں چلنے اوپر چاؤ  
ظہ جو جی دیجے پر کر دیت نہ لاگے بار  
ظہ پہلے ایک بھی چھوں دس پی پی ہوئے

ظہ پی کے بھجن بن جسم اکارت جائے  
ایسا مورکھ کون ہے پاں چھوڑ کھل کھائے  
ظہ وہ ڈگ جائیں گے جن کی تھانکی نابنہ  
ظہ ایک درگہ رہو در در کرے نہ کوئے  
آج دین ہے رنگ کی کال نہ ایسے ہوئے  
من کی لکٹی لائے کرتن کو ڈالے کہو  
جو دیکھا چاہو پیو کہ دل بل ڈاوری جی  
پھر پا چھے پھٹلے گا جب گھر جائے گا چھوڑ  
جس کے ہرے پی بسے اس کو سدا سہاگ  
پی کے اتی پر تاپ سے اس سوتن مکھ کہے  
کدھی تو پی پہنچیں گے ہی کون مو اس مٹور  
ظہ بندے چھوڑ بن بند ہوئے چھو میں نان  
دسودسا درین بھٹی جت دیکھوں اتہ پیو  
لو ہو تیل جلائے کے تو مکھ دیکھوں پیو  
اب ہم سے جم بھاگیو جم پر بھی ہم جم  
جم بیچارہ کیا کرے جو جوت ہے مر جانہ  
پی کا ہرگ بوجھ کر بھاگا جائے تو بھاگ  
ظہ پی سے یوں ملے جوں نہ یاں دریاؤ  
ایک جیو کیا ہوت ہے دیجے لاکھ ہزار  
ناجانو چھن ایک میں کون سہاگن ہوئے

ظہ اب تک تو بھلی بھئی اور ایک ہی من بانہ  
 ظہ پی ڈھونڈ یا دم، شام، خسرا سان  
 ظہ سنگے جیو کا جگ میں ناہیں کوئے  
 ظہ جم آیا جے من کو ڈھونڈھے سگرے وہم  
 ظہ سن مکھ جو جو چک ویکھ مت بھاگ  
 ظہ دہرا نہیں دھیرا جہان جے گر کی بان  
 ظہ ایسی پریت کر جوں کر سان کی ریت  
 ظہ کوٹ سرانے کا چوٹ رہا چھوں اور  
 ظہ صورت مڑ کی چڑھی رہے نت چیت  
 ظہ جگ چلتا بات بے جگ میں لانا تانہ  
 ظہ ٹاٹی لاج کی روک رہی سب ٹھانو  
 ظہ تن کی متنی من بھیو اور من کی متنی جیو  
 ظہ جگ میں آن کے کہیں نہ پایو چین  
 ظہ جگ میں آن کے چھوڑ دھکری اینٹھ  
 ظہ کنکری پتھری ٹھیکری رہے آری بوئے  
 ظہ بیل سو بیل ہے ابکی ٹھانہ کٹا نہہ  
 ظہ بہتے دریاؤ میں پڑے سو غوطہ کھائے

جب جی جم کے بس پڑے تب پت ہی نہانہ  
 گزری تیریا نکسو جان پھپھان  
 اور سنگ سب جھاڑے پی سنگ ہو سو ہوئے  
 جب جی پی کے پاس ہو تو جم کہاں سے لہ  
 جاگن کو جاگ نہیں چھوں دس لاگے آگ  
 مسلمان بھاگ پیارے بسیں کافر بوجن جان  
 دام گھنے دکھ چوگنا تو دکھیت سے ریت  
 مت سوئے سکھ نندا آن لگے نا چور  
 کھاؤ پیو سکھ کر دیا دیکھو یہ نت  
 جو چین پی کے سنگ رہو سو ہی لا جان  
 من کی ٹاٹی دور کر سو جہر پرے وہ گانو  
 جی کی متنی پی بھیو وہی پیر وہی جیو  
 سانس نقارہ کوچ کا باجت ہے دن رین  
 لینا ہے سولے پلے اچڑی بات ہے پٹھ  
 جب دیکھوں من بھر سب میں پاؤں دیے  
 ہم سے تم کو بہت ہیں تم سا ہم کو ناہنہ  
 بہتی ڈوبے ناتری کہیں نہ پائے تھائے

یہ چند دوسے اس کاتب الحروف احمد اختر کے ہیں۔

اس گیارہ سار میں بھانت بھانت کا پھول  
 انڈج جیر سرج جراج میں جیو بس میں ایک  
 جوگ کر و کی جگ کر و جیت رہو پی تام  
 احمد دنیا باوری کرے کاج بے ہون  
 دور کبھے سے دور ہے پاس کہے سو پاس

مالی سب کا ایک ہے مور کھاسے نہ بھول  
 گپت نہیں پر گھٹ ہے نین کھول کے دیکھ  
 بن من استھر کیے بنے نہ یک سو کام  
 کھنے مارا کھ گیا تو میٹن مارا کون  
 اپنی سمجھ کا پھیر ہے پیارے تو پاس

جگ جگ سب چھوڑ کر وڑھ کر پالی پریت | ہر دم و کھو آپ میں یہی گرو دن کی ریت  
لوگ کہیں ورشن کی مٹی ہے من کی آگ | یہاں تو ورشن دیکھ کر دنی بڑھ گئی لاگ  
ورشن کے میں واریاں واری سو سو بار | کا گا سے ہنسا کئے کرت نہ لاگی بار  
دوہا

روشن کے بل جاؤں میں روشن سا بچا پیر | وقت پڑے پر آئے کرت توت بندھاوے دھیر  
نام بیا جن سب کا جوگ جگ آچار | بنا لیے پی نام کے نبے نہ اکیھو کار  
ذکر پیران سلسلہ سید ظہ کتاوی قدس سرہ | سید محمود شہید جو  
سید بخاری کتاوی

ظہ کے پیر امروالد تھے۔ فقر میں شان عالی ورتبہ بند رکھتے تھے اور اوائل سے صاحب  
حال و قال تھے۔ زیارت حرمین سے مشرف ہو کر حسن ابدال کی طرف تشریف لائے، اتفاقاً  
وہاں کفاروں سے جنگ شروع ہوئی، آپ بھی برائے جہاد وادائے سنت جد خود شریک  
جہاد ہوئے۔ ہزاروں کو قتل کیا آخر مبارک تن سے جدا ہوا، ایک ہاتھ میں سر لیا  
ایک میں تلوار لے کر غنیم پر گرے، یہاں تک قتل کیا کہ فوج کفار فرار ہوئی۔ اس وقت  
حضرت زمین پر گرے۔ شہادت حضرت کی یوم دوشنبہ ربیع الآخر میں ہوئی، مزار اسی  
نواح میں کنارہ دریائے اٹک کے واقع ہے۔

ذکر حضرت میر سید حسین بخاری قدس سرہ | آپ مرید سید علاؤ الدین  
قادی کے اور فرزند

بھی تھے، ان کی والدہ کا نام بی بی راج باس بنت مخدوم شیخ عبدالغفور اعظم پوری تھا۔  
حضرت جامع الکمالات و منبع الحسنات تھے۔ علوم ظاہری اور باطنی میں مکمل تھے، نقل  
ہے کہ ایک شتر پُراند جواہر سرکار جہانگیر بادشاہ سے گم ہوا۔ ہر چند تلاش کی نہ ملا۔ آخر  
داروغہ جواہر خانے نے حضرت سے رجوع کیا، آپ نے ایک نقش تحریر فرما کر غایت کیا  
اور فرمایا کہ دروازہ ڈیرہ جواہر خانہ پر چسپاں کر دو۔ اونٹوں کی قطار آوگی اپنا شناخت  
کے لے لینا، چنانچہ بموجب ارشاد کے اسی طرح شتر ملا۔ عمر حضرت کی ایک سو دو برس کی



تھی، بتاریخ ۱۶ جمادی الآخر کو وفات پا کر اکبر آباد میں دفن ہوئے۔

**ذکر حضرت میر سید علاؤ الدین** | ابن سید جلال الدین بن سید فتح الدین  
ابن سید شمس الدین بن سید ظہیر الدین بن

سید خان بن سید عبدالرزاق بن سید ناصر الدین محمود بن مخدوم جہانیاں سید جلال الدین  
بخاری، مرید شیخ عبدالغفور اعظم پوری کے اور مرشد میر سید حسین کتانوی کے صاحبِ یاضت  
مجاہد و ترک تجرید اور فقر میں شانِ عالی رکھتے تھے۔ وفات حضرت کی بروز دوشنبہ  
دسویں جمادی الآخر ۸۹۱ھ میں ہوئی۔ مزار کتانہ میں ہے۔

**ذکر حضرت شیخ عبدالغفور اعظم پوری قدس سرہ** | فرزند شیخ عبداللہ  
ساکن بڈھانہ کہ قریب

سے تھے اور خلیفہ میر سید عبدالکبیر کے جو متوطن ہستنا پور کے تھے اور خرقہ خلافت شیخ  
عبدالعزیز سنہلی سے بھی پہنچا اور خاندانِ ہشتیہ میں شیخ عبدالقدوس گنگوہی سے نعمت پائی۔  
اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ کی کرامات مشہور ہیں۔ آپ نے فرمایا ہے کہ درویش کو کار  
خدمت سے ہے۔ اس کو ریافت اور نایافت سے کام نہیں رہے اختیار ہے۔ طلبِ بد  
اور درویشی ذکر میں اپنے کو ایسا مشغول کرے کہ اگر بادشاہ با بخل آوے اور سلام کرے تو  
جواب نہ دے سکے، کس واسطے کہ اباں کو بادشاہ سے کیا کام، کام تو بادشاہوں کے بادشا  
ہ سے ہے، پہلے حضرت نے بیعت سید عبدالکبیر ہستنا پوری سے کی، بعد ازاں جگہ بیعت  
ہوئی۔ وفات حضرت کی ۸ شعبان ۹۵۰ھ میں ہوئی۔ مزار اعظم پور میں ہے۔ آپ کے تین  
ماجرادے تھے۔ شیخ ابواسحاق و شیخ احمد و شیخ بندہ جو نوپوری تینوں صاحبِ اعظم پور میں  
آسودہ ہیں۔

**ذکر حضرت میر سید عبدالکبیر قدس سرہ** | آپ شانِ عالی و کرامات بلند  
رکھتے تھے اور مرید میر سید

عبداللہ قطب شکار پوری کے تھے اور بیٹے سید محمد کے وہ سید عمر کے وہ سید شہاب الدین کے  
وہ ناصر الدین محمود کے وہ مخدوم جہانیاں کے۔ اور سید عبدالکبیر راندزاوولی تھے۔ عالمِ طفلی میں جو

زبان سے نکلتا تھا اسی طرح ظہور ہوتا تھا اور پیر کے عاشق کے بہت باادب تھے۔ وفات حضرت کی ۲۰ رجب میں ہوئی۔ مزار ہستنا پور میں ہے۔

## ذکر حضرت سید عبداللہ قطب شکار پوری قدس سرہ

آپ فرزند سید قطب  
ابن سید اسماعیل بن

سید ناصر الدین محمود بن مخدوم جہانیاں کہ عرقہ ارادت سید ناصر الدین بخاری سے حاصل کیا پیر مریدوں میں ہم جد تھے۔ یعنی سید ناصر الدین پیر آپ کے چچرے بھائی کے بیٹے تھے۔ آخر بعد تکمیل کے عرقہ خلافت حاصل کیا اور اودھ سے دہلی میں آئے سلطان سکندر لودھی آپ کا معتقد ہوا، بہت آپ کو شہر میں لاکر رکھا۔ رجوعات اور فتوحات بدرجہ غایت تھی مگر خود فقر سے اور فاقے سے بسر فرماتے تھے، ہزاروں مرید تھے۔ ایک روز آپ حجرے میں تشریف فرما تھے۔ خیال آیا کہ کوئی آجائے تو گھر سے قرآن منگالوں۔ پس پشت حجرہ گھڑتا آپ کے فرزند سید جلال نے کہ گھر میں تھے۔ والد کے خطرہ کو معلوم فرما کر دیوار میں سے ہاتھ بڑھا کر قرآن شریف والد کے سامنے پیش کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ دروازہ سے کیوں نہ آیا، اتنی جلدی نہ چاہیے، پوشیدگی باطن فرمیں ہے۔ وفات حضرت کی دسویں ذی الحجہ ایک سو سال میں ہوئی۔ مزار شکار پور میں ہے۔ آپ کے پانچ فرزند تھے۔

## ذکر حضرت سید صدر الدین سلطان

بن سید زین العابدین سید حسین  
بن سید کبیر بن سید اسماعیل بن

سید ناصر الدین محمود بن مخدوم جہانیاں کہ مرید سید فضل اللہ کے تھے اور سید محمد بن سید فضل اللہ کے بھی خلافت پائی تھی کشف و کرامات و نہاد عبادت میں شہرہ آفاق تھے۔ عالم شریعت، پیشوائے طریقت، ماہر حقیقت و معرفت تھے اور دو خلیفہ رکھتے تھے۔ ایک سید عبداللہ شکار پوری، دوسرے حاجی عبدالوہاب بخاری۔ وفات حضرت کی ۲۷ شعبان میں ہوئی۔

## ذکر حضرت سید فضل اللہ قدس سرہ

آپ مرید اپنے برادر سید حامد  
قطب کے تھے۔ علم تصوف کے

محقق اور محدث۔ عاشق اللہ کہ تمام مقامات فقر طے کر کے فنا فی الذات میں مستغرق ہو گئے تھے۔ آپ کے دو خلیفہ تھے۔ ایک سید محمد پیر حضرت دوسرے سید فضل اللہ مزار حضرت کا اویچ میں ہے۔

**ذکر حضرت سید حامد قطب نو بہار قدس سرہ** | آپ خلیفہ اپنے پدر ناصر الدین محمود کے

اور کامل وقت اور واصلان حق سے ہوئے ہیں۔ جو حضرت کا مرید ہوا کامل اویا ہوا اور آپ کو فیض اپنے پدر سے بھی تھا۔ سلسلہ آپ کا ہنوز بھی جاری ہے۔ آپ کی اولاد اویچ میں گدی نشین ہوتی چلی آتی ہے۔ مزار آپ کا اویچ میں ہے۔

**ذکر حضرت ناصر الدین محمود نوشہ قدس سرہ** | یہ حضرت محبوب ترین فرزندان

مخدوم جہانیاں سے تھے علم وافر اور نفس قاطع تصرفات صوری و معنوی رکھتے تھے۔ لباس اچھا پہنتے تھے۔ معشوق صفت بسر فرماتے تھے اور مرید اپنے والد مخدوم جہانیاں کے تھے۔ نقل ہے کہ جب مخدوم جہانیاں دہلی میں تشریف لائے اور سلطان فیروز شاہ آپ کا مرید ہوا۔ یہ کیفیت تھی کہ دعوت میں بھی موجود ہوتے تھے اور اپنی فرود گاہ پر عبادت میں مشغول دکھائی دیتے تھے۔ ایسی کرامات دیکھ کر تمام دہلی معتقد ہوئی تھی۔ ایک بار ستر عورتیں گرفتار شدہ کینز ہو کر آئی تھیں سلطان نے سب کو مخدوم کی تذکر کیا۔ مخدوم نے سید ناصر الدین محمود کو عنایت کیں۔ جب یہ خبر سلطان کو ہوئی، متعجب ہوا کہ ان کے ادائے حقوق کیونکر ہوں گے، سلطان نے دوری عورتوں کو اس معاملہ کی خبر کے واسطے مقرر کیا۔ معلوم ہوا کہ ہر روز غسل میں موجود ہوتے ہیں کھانے کے وقت سب کے ہاں کھانا کھاتے ہیں۔ غسل کے وقت سب کے ہاں غسل کرتے ہیں۔ یہ سنکر بادشاہ اور بھی متعجب اور معتقد ہوا۔ ان رانیوں کے شکم سے ۲۵ فرزند قطب ہوئے۔ بی بی تنکنی دختر والی لنگاہ کے شکم سے سید حامد قطب و سید فضل اللہ سید اسماعیل و سید شہاب الدین و سید عظیم الدین یہ پانچ قطب ہوئے اور بی بی رحمت خاتون کے شکم سے سید برہان الدین و میاں سادات عالم دو قطب ہوئے کہ ولایت گجرات



میں آسودہ ہیں۔ اس قبیلہ میں اکثر بزرگ صاحبِ حال و قال ہوتے آتے ہیں اور ایک فرزند سید ناصر الدین کے شاہ جلال تھے کہ قنوج میں انتقال کیا۔ وفات سید ناصر الدین محمود کی ۲۲ رمضان ۱۱۳۴ھ میں ہوئی۔ مزار شریف اوچ میں ہے اور ذکر مخدوم جہانیاں کا دوسری جگہ آویگا کس واسطے کہ اول خرقہ ان کو خاندانِ سہروردیہ سے ملا تھا۔

## ذکر حضرت سید سرور دین لاہوری قدس سرہ

نسبت ارادت سید  
جان محمد حضوری سے

رکھتے تھے کہ وہ آپ کے والد اور مرشد بھی تھے اور سید محمد حضوری سے یا سید سرور دین چار پشت صاحب ولایت و ارشاد ہو کر ہدایتِ خلق میں مشغول رہے اور زیارتِ رسول سے مشرف ہوتے رہے۔ وفات سرور دین کی بتاریخ ۲۱ شوال بروز جمعہ ۱۱۳۴ھ میں ہوئی مزار لاہور میں نزد مزارِ پیر زیارت گاہ ہے۔

## ذکر حضرت سید امیر قدس سرہ

آپ اولاد سے سید بہاؤ الدین بہاول شیر  
کی اور مرید سید سیف الرحمن بن شاہ

مقیم حکم الدین کہ عارفِ کامل اور ہادی دین گزرے ہیں۔ جس وقت دہلی میں مقیم تھے حضرت اورنگ زیب عالمگیر نے زیارت کا ارادہ کیا۔ آپ نورِ باطن سے معلوم کر کے غائب ہوئے جب بادشاہ آپ کے مکان پر آئے، آپ کو ہر چند تلاش کیا نہ پایا۔ فقط سید نور محمد آپ کے پسر سے مل کر چلے آئے۔ بعد تلاش کے معلوم ہوا کہ قطب صاحب کی لالچہ پر کھڑے ہیں۔ نور محمد نے قوالوں کو حکم دیا کہ کچھ ہو، ان کی آواز سن کر نیچے آئے لکھا ہے کہ بادشاہ جن اکثر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ وفات حضرت کی ۱۱۳۴ھ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت حاجی محمد قادری بنو شاہ گنج بخش قدس سرہ

آپ خلیفہ شاہ سلیمان قادری کے تھے۔ صاحبِ سکرو جذب و شوقِ فرہد و ریاضت اور نہایت متقی تھے اور صاحبِ ولایت اور امامِ فرقہ نوشاہی کے آپ نے پاپیادہ سات حج کیے لکھا ہے کہ آپ کی نور برس کی عمر تھی آپ سوتے تھے اور والدہ آپ کی آٹا گوندھ رہی تھیں

ایک بی بی جو کہ ہمسایہ کی تھیں وہ آئیں اور آپ کا منہ کھول کر بغل میں تکیہ رکھنا چاہا۔ دیکھا کہ ماریسا دلپٹا ہوا ہے۔ وہ دیکھ کر شور کرنے لگیں کہ آپ کی والدہ بی بی جو شور سن کر دوڑی آئیں تو دیکھا کچھ نہ تھا۔ متعجب ہوئیں کہ گھر میں سے آواز آئی کہ یہ عورت ناپاک تھی، ہم کو منظور نہ ہوا کہ چارے دوست کو ہاتھ لگا دے۔ کچھ تعجب کی جگہ نہیں ہے۔ جب عمر آپ کی پانچ برس کی ہوئی تو آپ کے والد بیت اللہ سے آئے اور قرآن پڑھنے بٹھایا، کئی ماہ میں قرآن حفظ کیا اور سال بھر کے بعد آپ کے برادر شیخ اسماعیل پیدا ہوئے۔ جب عمر نواسہ گنج بخش کی نو برس کی ہوئی، ترک دنیا کی اور جنگل میں جا کر مشغول ہوئے۔ بعد بہت جستجو کے آپ کے والدین آپ کے پاس پہنچے اور بدقت نوشہرہ لاکر ایک بزرگ کی رٹکی سے آپ کا عقد کیا چھ برس تمام شب کنارہ دریا پر کھڑے رہ کر عبادت کرتے اور تمام دن مسجد نوشہرہ میں تلاوت فرماتے۔ ایک بار کسی نے کہا کہ ملا کریم الدین ایک کامل درویش کی خدمت میں پہنچے، کہ مومن بھیلوال پرگنہ بھیرو میں رہتے ہیں، ان کی توجہ سے بہترے مقبول بارگاہ کبریا ہوئے اگر تم بھی وہاں جاؤ تو خالی نہ رہو گے۔ پس نکر بھیلوال پہنچ کر خدمت شاہ سلیمان میں مشرف ہوئے، مرید ہو کر کار و درویشی تکمیل پہنچا کر محبوب مرشد ہوئے کہ انھوں نے اپنے فسرزدان تاج محمد و رحیم داد و دیگر اشخاص کو آپ کی تربیت میں سپرد کیا اور نوشہرہ گنج بخش خطاب دیا آپ قوم سے کھکھول سکتے کہ ایک اقوام پنجاب سے ہے۔ آپ کے اکثر بزرگ یا برکت ہوئے ہیں۔ ایک روز ایک شخص اپنی زوجہ نابینا کو روبرو حضرت کے لایا اور بٹھایا اور بینا ہونے کی استدعا کی۔ حضرت نے فرمایا کہ آنکھ کھول کر میری طرف دیکھ، اسی وقت بینا ہوئی حافظ معموری آپ کے خلیفہ کہتے ہیں کہ میرے دل میں خیال آیا کہ یہ جو مشہد ہے کہ قیامت کو گروہ ہا گروہ اپنے اپنے سرگروہوں کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے، آیا یہ سچ ہے یا کیا ماجر ہے اسی شب کو میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت برپا ہے اور بیت خلق جمع ہے اور بہت سے جھنڈے معلوم ہوتے ہیں، ان میں ایک بہت بڑا جھنڈا حضرت غوث اعظم کا ہے جس نے جھنڈا انشا ہی تلاش کیا۔ دیکھا کہ حضرت مع یاروں کے موجود ہیں، مجھ کو دیکھ کر فرمایا کہ آئیری یہ جگہ ہے۔ صبح جب میں حاضر خدمت ہوا۔ معاف فرمایا کہ حافظ مسئلہ قیامت برحق ہے

جیسا کہ تو نے خواب میں دیکھا ایسا ہی انشاء اللہ ہوگا۔ تذکرہ نوشاہی میں لکھا ہے کہ جیون حجام آپ کا مرید تھا موضع ماہو کی کارہنہ والا تھا۔ اس نے عرض کیا کہ حضرت اگر میری کھیتی پر تشریف لے چلیں تو موجب برکت ہو۔ آپ قبول فرما کر چلے کہ وہ موضع نوشہرہ سے دو کوس تھا مریدوں نے عرض کیا کہ وقت عصر آگیا ہے۔ فرمایا کہ جیون کی کھیتی سے آکر ادا کروں گا۔ سب چپ رہے اور سمجھے کہ ضرور شام ہو جائے گی، دو کوس کا جانا ادا آتا ہے۔ آپ دہاں گئے، بدیر ٹھہرے رہے، نماز کا خیال نہ رہا مگر آفتاب اس جگہ سے نہ ہٹا اور آپ نے دہاں سے آکر نماز عصر ادا کی۔ بھٹوڑی ہی دیر بعد آفتاب غروب ہوا آپ مستجاب الدعوات اور سیف زبان تھے۔ جو مرید غائبانہ وقت مصیبت کے آپ کو پکارتا، بندہ رولایت ہر طرح سے اس کی امداد فرماتے۔ جیسا کہ تذکرہ نوشاہی میں مفصل درج ہے۔ اور حافظ معمری آپ کے داماد بھی تھے اور خلیفہ بھی تھے۔ یہ قاعدہ تھا کہ جو مسافر آتا اس کو اپنے گھر بٹھراتے، اس کی خدمت کرتے، اگر مسافر زیادہ ہوتے تو گاؤں میں سے خود مانگ کر انکو کھلاتے وفات حضرت کی بعد عالمگیر بادشاہ غازی علیہ السلام میں ہوئی۔

**ذکر حضرت میاں غیاث قدس سرہ** | آپ گجرات میں مشہد اولیاء ہوئے ہیں، اپنے عہد کے شیخ وقت

اور افضل العلماء تھے۔ بہت مخیر اور متواضع اور رحیم، کریم، سلیم تھے۔ مرید میاں منجک کے وہ مرید میاں محمد طاہر کے۔

**ذکر حضرت شیخ عبداللہ و شیخ رحمت اللہ قدس سرہما**

آپ ساکن مدینہ تھے۔ مدینہ سے وارد ہندوستان ہو کر طالبان دین کو نہایت نفع پہنچایا۔ احمد آباد میں مقیم رہے اور وہیں وفات پائی۔

**ذکر حضرت سید جعفر بن ہاشم بن صوفی علی گیلانی قدس سرہ**

آپ مرید اپنے والد کے اور نہایت بابرکت تھے۔ وفات حضرت کی دو شنبہ ۹ رجب



سلسلہ میں ہوئی مزار لاہور اعلیٰ والا تکیہ میں ہے۔

## ذکر حضرت سید عبدالحکیم گیلانی بن سید یاریز قدس سرہ

آپ کے بزرگ سلسلہ میں ایران سے ہندوستان میں آئے اور بعد حضرت بابر بادشاہ ۹۲۲ھ میں سید نجم الدین دہلی میں آئے، ان کے دادا نظام الدین لاہور میں آ رہے تھے حضرت لاہور میں پیدا ہوئے۔ بعد تحصیل علوم ظاہری کے شیخ عبداللہ کے مرید ہوئے وہ مرید شاہ فیروز کے، وہ مرید شاہ عالم کے، وہ مرید شیخ نور الدین کے، وہ مرید شیخ احمد کے، وہ مرید سید صوفی کے، وہ مرید سید عبدالوہاب کے، وہ مرید و فرزند حضرت غوث اعظم کے، نہایت صابر و شاکر تھے، لہذا نذر دنیا کو ترک کر دیا تھا، نمک اور شکر کو برابر سمجھتے تھے وفات حضرت کی عمر ۹۰ سال سلسلہ میں ہوئی، مزار لاہور میں ہے۔

## ذکر حضرت سید محمد قاضی متوکل بن سید ہاشم گیلانی قدس سرہ

آپ صاحب توکل و عبادت و ریاضت تھے، ترک اور تجرید میں شہرہ آفاق، دنیا اور اہل دنیا سے نہایت متنفر، صائم الدہر، قائم اللیل عالم اور عامل بوجہ اتقی کے حضرت عالمگیر بادشاہ آپ سے بہت خوش تھے، فتوح کو قبول نہ کرتے تھے، سن بلوغ سے تاحیات سوائے اپنے حجرہ یا جامع مسجد کے دوسری جگہ نہیں گئے، وفات حضرت کی دوسری ذی الحجہ ۱۱۱۲ھ میں ہوئی۔ مزار لاہور کے متصل خانقاہ سید اسماعیل محدث کے ہے اور مسجد اور دیگر عمارات آپ کے مزار کی حضرت اورنگ زیب عالمگیر نے تیار کرائی تھیں۔ رنجیت سنگھ کے زمانہ میں ہمراہ دیگر مقبروں کے اس کے بھی پتھر اکٹرا گئے، بعد پڑا وہ گروں نے اینٹیں بھی اکٹرا کر فروخت کیں۔

## ذکر حضرت خواجہ محمد فصیل قادری توشاہی قدس سرہ

پہلے ہندوستان میں آکر ملازم سلطانی ہوئے، بعد ترک کر کے بخدمت حاجی محمد نور شاہ

حاضر ہو کر مرید ہوئے، بعد تکمیل کا رد و لشی کے خرقہ خلافت پاکر پھر کابل میں جا کر ہدایت خلق میں مشغول ہوئے۔ کیسا ہی فاسق آپ کے رو برو آتا، تائب ہوتا، کیسا ہی مریض رو برو آتا اس کو شفا ہوتی کابل میں آپ وحی مشہور ہیں، ایک بار چند اہل دیہہ کابلی ایک زندہ شخص کو چار پائی پر ڈال کر مردہ بنا کر برائے امتحان کرامت حضرت کے رو برو سے نکلے آپ برائے اداے نماز جنازہ اس کے ساتھ ہوئے۔ جب موقع نماز پر آئے آپ کو پیش امام کیا حضرت نے تکبیر فرمائی، اسی وقت اس مسخرہ کی روح قبض ہوئی، اس کے ساتھی منتظر تھے کہ اب یہ اٹھ کر کہے گا کہ میں آپ کی کرامت سے زندہ ہوا۔ ہم مسخرہ بن کریں گے۔ جب وہ نہ اٹھا تو سب حیران ہوئے اور آپ کے قدموں پر پڑے اور اظہار حال کیا اور ملتی ہوئے کہ معاف کیجیے، آپ نے فرمایا کہ جفت القلوب باہو کاٹن۔ ایک باریخ سرکاری میں ستر آدمی پہاڑ پر سے ایک سل کو نیچے لاتے تھے مگر نہ لاسکے۔ باغبان نے حضرت سے آکر عرض کی، آپ باغ میں گئے اور لا الہ الا اللہ کا نعرہ مارا۔ اس کے ستر ٹکڑے ہو کر جدا جدا جا پڑے۔ یہ کرامت دیکھ کر حاکم کابل نے وہ باغ نذر کیا، آپ کو ہمیشہ سکھ رہتا تھا۔ گا ہے فریق فوت ہو جاتے تھے۔ اس وجہ سے علمائے کابل نے آپ کو تکلیف دینی چاہی اور فتویٰ پر تمام علماء کے دستخط کرا کر آپ کو طلب کیا اور کہا کہ تم پر نواز فریق ہے اگر نہ پڑھے گا تو حد شرعی جاری ہوگی۔ آپ نے فرمایا کہ ناز بے وضو کی روا نہیں ہے پس علماء پانی لائے، آپ وضو کرنے بیٹھے۔ جب ہاتھ پر پانی ڈالا ہاتھ پر رواں نہ ہوا۔ یہ کیفیت تھی کہ پانی ہاتھ پر ڈالا اور وہ خشک ہوا تب آپ نے فرمایا کہ جب تک پانی عضاء پر نہ بہے وضو درست نہیں ہوتا اس وجہ سے میں مجبور ہوں۔ آخر سب نے معافی چاہی اور معتقد ہوئے۔ وفات حضرت کی ۱۱۱۲ھ میں ہوئی۔ مزار کابل میں ہے۔

آپ پسر بزرگ اور  
ہاشمین شاہ سلیمان

ذکر حضرت شیخ رحیم داد قادری قدس سرہ

قادری کے تھے۔ صاحب علم و عمل و متوکل کہ بعد وفات اپنے پیارے شاہ نوشاہ سے تعلیم پائی تھی۔ آپ کو نہایت استغراق رہتا تھا۔ مگر وجہ حلال سے روزی پیدا کرتے، ایک بار

آپ نے خربوزہ بوڑھے تھے اور آپ کے صاحبزادے رکھوالی پر تھے کہ ایک سپاہی آیا اس نے خربوزے توڑنے چاہے۔ صاحبزادے نے منع فرمایا، اس بد بخت نے ان کے منہ پر طمانچہ مارا، وہ روتے ہوئے والد کے پاس آئے، آپ نے فرمایا کہ صبر کرو، وہ اپنا کیا پائے گا، رات کو وہ سپاہی دیوانہ ہوا، ہر کسی کے پاس جا کر کہتا کہ برائے خدا میرے سر پر دو چار جوتیاں مار دو۔ کئی روز کے بعد اس کے متعلقین حضرت کی خدمت میں لائے، عفو قصور چاہا، آپ نے معاف فرما کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا اسی وقت اس کو صحت ہوئی۔ وفات حضرت کی ۱۱۱۵ھ میں ہوئی مزار بھیلوال میں متصل والد کے ہے۔

## ذکر حضرت سید عمر گیلانی قدس سرہ بن سید ہاشم گیلانی

آپ کو ارادت اپنے والد سے تھی، نہایت باکمال اور بزرگ گزرے ہیں اور صاحب تصنیف بھی ہیں۔ وفات حضرت کی بروز یکشنبہ ۱۶ شعبان ۱۱۱۵ھ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت سید حسن پشاور کی گیلانی قدس سرہ | آپ مرید اپنے پدر سید عبداللہ

گیلانی کے ہیں۔ مہر سید محمود وارد ہندوستان ہو کر ٹھٹھہ میں مقیم ہوئے تھے۔ آپ پشاور میں آکر بہایت خلق میں مشغول ہوئے، نہایت بزرگ اور صاحب عظمت تھے۔ وفات حضرت کی ۱۱۱۵ھ میں ہوئی مزار پشاور میں ہے، سید محمد غوث لاہوری آپ کے فرزند تھے۔

## ذکر حضرت شاہ رضا قادری شطاری لاہوری قدس سرہ

آپ عالم علوم ظاہری و باطنی و صاحب تقویٰ بہت بڑے عالم گزرے ہیں فتوحات بدرجہ غایت تھیں۔ سلسلہ آپ کا اس طرح یہ ہے کہ شاہ رضا مرید قاضی شیخ محمد فضل لاہوری کے وہ مرید شیخ الہ داد کے وہ مرید محمد حلال کے وہ مرید سید نور کے وہ مرید سید زمین العابدین کے کہ چشتی مشہور تھے، وہ مرید شیخ عبدالغفور کے وہ مرید شیخ وجیہ الدین کے وہ مرید شاہ محمد غوث گوالیاری کے۔ وفات حضرت کی بتاریخ ۱۲ جمادی الاول



۱۱۹ھ میں ہوئی۔ مزار لاہور میں ہے۔

## ذکر حضرت سید محمد صالح قادری نوشاہی قدس سرہ

آپ ساداتِ عظام  
و شرفائے کرام

یارانِ کبار و محبانِ غنوار و خلفائے باوقار و خدام نامدار حضرت حاجی محمد نوشاہ سے ہیں۔  
اور ان پر عالیجاہ حضرت شاہ کی ازمد عنایت تھی۔ وفات حضرت کی ۱۱۷۷ھ میں ہوئی  
اور ان کا مزار پُرانوار چک سادہ میں جو کہ : : گجرات سے دو کوس کے فاصلہ پر واقع  
ہے، زیارت گاہ حرام ہے۔

## ذکر حضرت شیخ صدر الدین قادری نوشاہی قدس سرہ

حضرت نوشاہ عالیجاہ کے مریدان عالیشان و خدام بلند مقام میں سے ہیں، آنحضرت  
اول میں لوہاری کا پیشہ کرتے تھے۔ مرشد کی نظر پڑتے ہی کامل ہو گئے۔ وفات حضرت  
کی ۱۱۷۲ھ میں واقع ہوئی۔

## ذکر حضرت شاہ درگاہی قادری لاہوری قدس سرہ

یہ حضرت عبدالرزاق  
شاہ چراغ گیلانی

کے خلیفہ تھے۔ نہایت متقی اور خاندان صابریہ میں بھی اجازت یافتہ تھے، نقل ہے کہ آپ کی  
خانقاہ کے نزدیک ایک زمیندار کا چاہ تھا، ایک روز اس نے عرض کیا کہ میرا لڑکا پھنسیوں  
کی بیماری میں مبتلا ہے۔ اگر آپ مہربانی کریں تو وہ اچھا ہو جائے۔ چونکہ آپ اس وقت  
خوشی میں تھے، فرمایا کہ کنویں کے پانی میں نہلاؤ، شفا پائے گا اور اس کنویں کے  
واسطے دعا کی کہ جو کوئی بیمار پھنسیوں میں مبتلا ہو، اس میں غسل کرنے اچھا ہو جاوے گا  
چنانچہ وہ فیض جاری ہے۔ وفات حضرت کی ۱۱۷۲ھ میں ہوئی اور آنحضرت کا مزار چاہ  
پاتیاں والا کے متصل لاہور میں ہے۔

## ذکر حضرت شیخ تاج محمد قادری قدس سرہ

آپ شاہ سلیمان  
قادری کے چھوٹے

پسرتھے۔ اور تربیت اقدسہ کامل حاجی محمد نوشاہ سے کی، بعد وفات پدر موضع لکھیا نوالہ میں آئے، ایک دفعہ امساک باراں تھا۔ لوگوں نے آپ سے دعا چاہی۔ آپ نکل کر میدان میں کھڑے ہو گئے۔ اسی وقت اس قدر بارش ہوئی کہ آپ کے کپڑے بھیگ گئے اور جنگل سیراب ہو گیا۔ نقل ہے کہ مستجاب الدعوات تھے، جو زبان سے نکلتا تھا فوراً اس کا ظہور ہوتا تھا وفات آنحضرت کی ۱۱۲۳ھ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت شیخ عبد الحمید قادری نوشاہی قدس سرہ** | آپ خلیفہ حاجی محمد نوشاہ کے تھے۔

اولیائے وقت گزرے ہیں۔ وفات حضرت کی ۱۱۲۵ھ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت سید نور محمد بن سید محمد امیر گیلانی قدس سرہ** | آپ مادر زاد دل تھے جب

پڑھنے بھلایا تو استاد کے آگے قرآن پڑھنا شروع کیا اور اس کا ترجمہ سنایا اور خوب روئے۔ وفات حضرت کی ۱۱۲۶ھ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت شیخ خوش محمد قادری نوشاہی قدس سرہ** | آپ حاجی محمد نوشاہ کے خلیفہ تھے

اور اشعار فارسی و ہندی میں کہتے تھے، مرجع خلافت ہوئے ہیں وفات حضرت کی ۱۱۲۷ھ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت حافظ برخوردار نوشاہی قدس سرہ** | آپ فرزند اور خلیفہ حاجی محمد نوشاہ کے

تھے، شبانہ روز عبادت الہی میں مصروف رہتے تھے، نہایت خلیق و بابرکت تھے، اکثر کرامات آپکی مشہور ہیں۔ وفات حضرت کی ۱۱۲۸ھ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت سید عبدالوہاب بن سید ویرین بن جان محمد حضوی لاہوری قدس سرہ**

یہ حضرت مرید اپنے والد کے نہایت متقی و صاحب عظمت اور صاحب فیض گزرے ہیں۔

وفات حضرت کی ۱۱۳۱ھ میں ہوئی۔ مزار لاہور میں ہے۔

## ذکر حضرت شیخ محمد تقی نوشاہی قدس سرہ

حضرت نوشاہ مالی جاہ کے مرید تھے، مجاہد نفس

اس قدر کہ ہمیشہ محبت الہی میں مست و مدہوش تھے۔ ایک بار عید الفطر کو قربانی ہو رہی تھی ایک سے پوچھا یہ کیا ہوتا ہے، اس نے کہا کہ اللہ کے واسطے بکری قربانی کرتے ہیں۔ یہ سنکر آپ کو جوش آیا اور چھری لے کر اپنے گلے پر پھیری کہ میں بھی اللہ کے نام پر قربان ہوتا ہوں تھوڑا سا گلا کٹنے پایا تھا کہ لوگوں نے چھری پکڑ لی۔ وفات حضرت کی ۱۱۳۳ھ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت خواجہ ہاشم دریادل نوشاہی قادری قدس سرہ

آپ فرزند ثانی حضرت حاجی نوشاہ کے تھے۔ نہایت سخی اور متقی اور مہمان نواز تھے، اور شاگرد مولوی عبدالحکیم سیالکوٹی و مولوی عبداللہ لاہوری کے تھے، ایک شخص نے ایک روز آپ کو برا بھلا کہا، اسی روز اس کا فرزند مر گیا۔ ایک دفعہ آپ خانقاہ نوشاہ میں بیٹھے تھے۔ ایک بیمار کہ جس کے ہاتھ اور پاؤں رہ گئے تھے چار پائی پر ڈال کر آپ کے پاس لایا گیا آپ نے فرمایا کہ سورہ ملک پڑھ، اس نے پڑھی اور صحت پائی۔ وفات حضرت کی ۱۱۳۵ھ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت سید احمد شیخ الہند گیلانی قدس سرہ

آپ پہلے عرب سے تشریف لائے، کوٹلہ

میں متصل وزیر آباد کے سکونت اختیار کی، اولاد غوث پاک سے تھے نہایت خوش صورت و خوش سیرت باکرامت تھے، وفات حضرت کی ۱۱۳۶ھ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت سید بدر الدین گیلانی لاہوری قدس سرہ بن سید علی

ہمیشہ طلباء دین کو درس کراتے اور محمد معزالدین جہاندار شاہ بادشاہ آپ کے معتقد تھے وفات حضرت کی ۱۱۳۶ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار پیر الود لاہور میں ہے۔



## ذکر حضرت شیخ عصمت اللہ شاہی قدس سرہ | یہ حضرت پیر پنجم حافظ بر خروار

کے ہیں۔ نہایت بزرگ متقی عابد و عالم گزریے ہیں اور تکمیل درویشی کی شیخ عبدالرحمن سے کی نہایت بابرکت و با عظمت گزریے ہیں۔ آپ کی ادنیٰ توجہ سے کئی آدمی کامل ہوئے وفات حضرت کی ۱۱۴۰ھ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت شیخ فتح محمد غیاث الدین قادری کیرانوی قدس سرہ

آپ فرزند عہد اللہ کے تھے، کرامات بلند و مقامات ارجمند رکھتے تھے۔ خلیفہ قلب الانبال سید ظہ قادری کیرانوی کے تھے اور روحانیت غوث پاک سے بھی فیض پاتے تھے وطن اصلی آپ کا انبالہ ہے۔ نقل ہے کہ آپ کی چودہ برس کی عمر تھی کہ شیخ محمد قلندر ساکن انبالہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان کے ساتھ ذکر و شغل کیا کرتے، بعد ایک مدت کے ان قلندر نے اپنے سر پر سے کلاہ اتار کر ان کے سر پر رکھی۔ اس روز سے ان کو اور بھی محبت بڑھی۔ یہاں تک کہ ذکر حق میں اپنے کو فراموش کر دیتے، یہ کیفیت ان کی دیکھ کر ان بزرگ نے فرمایا، تو جا کر کوتاہ میں سید ظہ صاحب کا مرید ہو، آپ بموجب ارشاد ان کے کوتاہ میں آئے اور سید صاحب کے مرید ہوئے۔ امداد ذکر و شغل میں چندے معروف ہے بعد تکمیل کار و درویشی کے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ بعداً حسب اجازت مرشد عازم بیت اللہ ہوئے مگر بہ کشش شاہ بدایین قادری کہ مہرائے مصر میں برقعہ اوڑھے رہتے تھے ان کی خدمت میں پہنچ کر نعمت لائے بے شمار سے مشرف ہوئے اور مکہ معظمہ میں لائے بعد ازلے حج مرید شریف میں آکر حضرت شیخ کبریائیکی مدنی کی خدمت میں مشرف ہو کر بیعت کی اور نعمت لائے گونا گوں سے مشرف ہو کر سلسلہ قادریہ چشتیہ سہروردیہ اور نقشبندیہ میں صاحب اجازت ہوئے۔ چاہتے تھے کہ باقی زندگی مدینہ میں بسر کریں ایک روز شیخ یحییٰ مدنی نے فرمایا کہ فتح محمد رسول قوت ہے میں کہ تو ہندوستان کو جا، تجھ سے بہت لوگ ہدایت پائیں گے اور آخر خرقہ خلافت حاصل کرنا کہ کوتاہ میں آئے اور مشلتہ میں حسب الحکم

شیخ یحییٰ منی قصبہ کیرانہ میں آکر حویلی و خانقاہ و چاہ تعمیر کیے۔

نقل ہے کہ حضرت بطریق سیر وارہ دہلی ہو کر زیارت مزار خواجہ قطب الدین پر حاضر ہوئے۔ وہاں بیٹھ کر مراقبہ کیا۔ قوال یہ بیت گارہے تھے۔

اے دلبر ہندو منم تجھ بن مسلمان نہیں، کفر ست بے تہذیبی یہ بات نہ پاتی نہیں  
یہ بات سن کر آپ کو جوش آیا اور سر مراقبہ سے اٹھا کر بے اختیار رونے لگے، حاضرین پر حالت طاری ہوئی۔ مولوی عبداللہ کہ جو مرید خاص تھے، ہمراہ تھے، بعد اقامت کے انھوں نے پوچھا کہ یا شیخ کبھی آپ کی یہ حالت نہیں ہوئی۔ جیسی کہ آج حالت ہوئی، اس میں کیا بعید ہے۔ آپ نے فرمایا کہ افشائے واقعات منع ہے مگر تم دریافت کرتے ہو۔ میں نے مراقبہ میں یہ دیکھا کہ حضرت قطب الاقطاب تشریف فرما ہیں اور تمام اولیاء دہلی حاضر ہیں، آپ بشوق تمام سن رہے ہیں۔ یہ کیفیت دیکھ کر میں بھی بے قرار ہو گیا، اس روز سے ہمیشہ دہلی جایا کرتے تھے۔ ایک روز آپ شاہ ترکان بیا بانی کے مزار پر جا کر مشغول ہوئے ایسی تجلی ہوئی کہ جس قدر آدمی روضہ مالیہ میں تھے، کسی کو تاب نہ رہی کہ وہاں ٹھیر سکے، جس وقت آپ کیرانہ میں تشریف لائے ہیں اول بھورا شاہ فقیر کہ صاحب خانقاہ تھا اور آپ کا منکر تھا، آخر مرید ہوا اور آپ کی خانقاہ کی جاوید کشی پر مامور رہا۔ دوسرا امر یہ ہوا کہ سڑک شاملی پر شیخ سارا الدین خلیفہ کبیر الاولیاء پانی پتی کا مزار ہے اس سڑک پر کیرانہ اور شاملی کے درمیان کوئی چاہ نہ تھا۔ مسافروں کو نہایت تکلیف تھی، زمینداران کیرانہ نے متصل مزار مذکور کے ایک کنواں بنانا چاہا۔ دن بھر معمار اس پر کام کرتے جب دوسرے روز جا کر دیکھتے تو کنواں ڈھایا ہوا ملتا۔ جب کئی روز اسی طرح گزر گئے، اہل کیرانہ حضرت کی خدمت میں آئے۔ امداد چاہی۔ آپ انرا ورحم اس مزار پر تشریف لے گئے۔ چند زمیندار بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ جب رات ہوئی وہ لوگ تو اوپر درختوں کے چڑھے، آپ چاہ پر بیٹھ گئے۔ جب آدھی رات گئی، ایک بزرگ پھاؤڑا ہاتھ میں لیے پیدا ہوئے۔ چاہتے تھے کہ کنوئیں پر پھاؤڑا ماریں۔ آپ مانع آئے، انھوں نے کہا میں اس مقام پر کنواں نہیں بننے دوں گا، کنوئیں کی وجہ سے یہ مقام ناپاک رہے گا۔ ہر چند

آپ نے سمجھایا، وہ بزرگ نہ مانے، اس روز تو وہ چلے گئے، دوسرے روز اسی وقت پھر وہ پیدا ہوئے۔ وہ زمیندار درختوں پر بیٹھے تھے، انھوں نے دیکھا کہ آسمان پر سے ایک تخت اتر آیا، اس پر دو بزرگ تھے۔ یہ دونوں صاحب ان کو دیکھ کر کھڑے ہوئے اور تعظیم بجالائے۔ ان دونوں بزرگوں نے جن کامزار تھا ان سے فرمایا کہ ہم کو فتح محمد کی خاطر منظور ہے، لہذا چاہ بننے دو۔ انھوں نے منظور کیا اور وہ تخت جس طرح سے آیا تھا اسی طرح چلا گیا۔ ان زمینداروں نے حضرت سے پوچھا کہ تخت پر یہ دونوں بزرگ کون تھے۔ فرمایا کہ جو دہنی طرف تھے وہ غوث اعظم تھے اور جو بائیں طرف باادب بیٹھے تھے وہ ان کے پیر فتح جلال الدین پانی پتی تھے۔ یہ کرامت حضرت کی دیکھ کر تمام کیرانہ مستعد ہوا۔ نقل ہے کہ آپ نے دوبرس اپنے انتقال سے پہلے مریدوں کو خبر دیدی تھی کہ وقت وصال میرا نزدیک ہے۔ چنانچہ تاریخ ۲۹ ربیع الاول ۸۱۳ھ شب چہارشنبہ بعد نماز عشاء تین بار اسم فات فرما کر جان بحق تسلیم کی۔ عمر آپ کی ترسیٹ برس کی ہوئی۔ اس دن تمام روز تیرہ و تار یک را۔ چنانچہ مادہ تاریخ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا سَہ۔ خلیفہ آپ کے یہ ہیں:- حاجی محمد، نضر محمد قادری، حافظ عبداللہ قادری دہلوی و سید بلال و شاہ عثمان و شاہ محمد شریف و شاہ محمد طاہر و شاہ محمد خلیل و شاہ عبدالرشید صاحب سجادہ حضرت۔ وفات ان کی پانچویں محرم ۱۱۱۳ھ میں ہوئی، ان کے بعد شیخ جلال الدین شاہ چرک صاحب سجادہ ہوئے ۱۱۹۶ھ میں وفات پائی، ان کے بعد شیخ محمد یوسف قادری سجادہ نشین ہوئے ۱۲۲۲ھ میں وفات پائی ان کے بعد شیخ نجف علی صاحب سجادہ ہوئے۔ ۱۲۸۰ھ میں وفات پائی، ان کے بعد شاہ امین الدین صاحب سجادہ نشین ہوئے۔ یہ بزرگ بھی اپنے وقت کے صاحب تقوٰے و عامل گزیرے ہیں، نہایت خلیق و متقی تھے، انھوں نے ۱۲۸۲ھ میں وفات پائی، ان کے بعد شاہ جمال الدین سجادہ نشین ہوئے۔

**ذکر حضرت شیخ احمد بیگ نوشاہی قدس سرہ** | مرید شاگرد حضرت نوشاہ کے تھے۔

اور دلی مادر زاد تھے اور تمام معاملات دینی و دنیوی کا انکشاف تھا بہت سے آپ کے



مرید بھی باکمال گزرے ہیں۔ وفات حضرت کی ۱۱۴۷ھ میں ہوئی مزار سیالکوٹ میں ہے۔

**ذکر حضرت شاہ عنایت قادری شطاری قدس سرہ** | آپ مرید شاہ رضا لاہوری کے تھے

بعد عطائے خرقہ خلافت لاہور میں آکر ہدایت خلق میں مصروف رہ کر ۱۱۴۸ھ میں وفات پائی۔ مزار لاہور میں ہے۔

**ذکر سید حاجی عبداللہ گیلانی قدس سرہ بن سید اسماعیل** | تمام عمر کسی دنیا دار کے گھر پر نہیں

گئے۔ تعلیم طلبائے حق میں مصروف رہتے تھے۔ ناظم لاہور آپ کا مرید تھا، خوارق آپ کے بھی مشہور ہیں۔ وفات حضرت کی ۱۱۴۸ھ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت شیخ جمال اللہ نوشاہی قادری قدس سرہ** | آپ فرزند ششم خواجہ برخوردار

کے تھے۔ صاحب ذوق و شوق، اور ذکر کی یہ کیفیت تھی کہ سوتے جاگتے آپ کا قلب ذکر رہتا تھا جس کی آواز لوگ سنتے تھے۔ وفات حضرت کی ۱۱۴۸ھ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت حافظ معموری نوشاہی قادری قدس سرہ** | یہ حضرت صاحب جمال و کمال و ذوق

شوق تھے۔ مرید خاندان نوشاہی کے تھے۔ وفات حضرت کی ۱۱۴۵ھ میں ہوئی۔

**ذکر شاہ محمد غوث لاہوری گیلانی قادری قدس سرہ** | فرزند سید حسن پشاور، مرید

اپنے والد کے، علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ و پیراستہ اور صاحب اجازت سلسلہ چشتیہ اور قادریہ اور نقشبندیہ کے تھے۔ روحانیت میں میاں میر لاہوری سے بھی تربیت پائی تھی اپنے عہد میں شیخ دقت مقتدائے روزگار مرجع خلائق تھے۔ ایک بار نونہال سنگھ نے آپ کی خانقاہ کے چند درخت کٹوا دیے تھے جو باعث ہلاکت اس کے ہوئے۔ وفات حضرت کی ۱۱۵۲ھ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت شیخ پیر محمد المشہور بہ بیچارہ قدس سرہ** | آپ حاجی نور محمد شاہ کے خلیفہ تھے۔ بعد

انتقال پیر کے کجرات میں آن کر ۱۱۵۲ھ میں انتقال فرمایا۔

**ذکر حضرت شیخ عبدالرحمن المشہور بہ پاک حمان نوشاہی قدس سرہ**

یہ حضرت بھی حاجی محمد نوشاہ کے خلیفہ تھے کہ اکثر خلفاء اولاد حضرت نوشاہ نے ان سے تکمیل کی۔ جب سے مرتبہ مہمانیت کو پہنچے، کھانا باسکل ترک کر دیا تھا۔ نقل ہے کہ ایک روز خادم سعدی اپنے سے فرمایا کہ میں خدا سے چاہتا ہوں کہ جس مرید پر تو نظر ڈالے اس کو شفا ہو۔ اور جس فاسق پر تیری نظر پڑے وہ دل ہو جائے۔ چنانچہ اس روز سے جو مرید شیخ سعدی کے سامنے آتا تھا اس کو شفا ہوتی تھی۔ وفات شیخ عبدالرحمن کی ۱۱۵۳ھ میں ہوئی اور مزار بھٹری عبدالرحمن میں مشہور ہے اور شیخ الہ داد کہ صاحب ذوق و شوق تھے آپ کے مرید تھے۔

**ذکر حضرت سید عبدالقادر شاہ گداگیلانی بن سید عمر بن حاجی محمد ہاشم قدس سرہ**

آپ جامع طریقت و شریعت و محرم اسرار حقیقت و معرفت تھے کہ تاجیات زہد و ریاضت میں مشغول رہے۔ آپ صاحب ملفوظات بھی ہیں اور سیف زبان بھی۔ خود سالی میں سید عبداللہ کی سے تکمیل کی۔ بعد اس کے سید عبدالرحمن کی خدمت میں رہے۔ بعد اس کے سید محمد لاہوری سے فیض حاصل کیا اور صاحب تالیف بھی ہیں وفات حضرت کی ۱۱۵۴ھ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت شاہ فرید نوشاہی لاہوری قدس سرہ** | آپ خلیفہ پیر محمد بیچارہ کے تھے۔ آپ کو

ہذب اور استغراق رہتا تھا۔ پہلے ملازم بزرگان راقم کے تھے۔ جب جذبہ الہی و امن گیر ہوا ترک لباس کر کے شیخ پیر محمد کے مرید ہو کر تکمیل کر کے ادبیاء ہوئے آپ اولاد سے جھاکری

حسینی کے تھے۔ بعد عطاءے خرقہ خلافت لاہور میں آئے کوئٹہ آباد کیا جو کوئٹہ شاہ فرید آباد مشہور ہے اور ہدایت خلق میں معروف رہے۔ وفات حضرت کی ۱۱۵۸ھ میں ہوئی مزار لاہور میں ہے۔

**ذکر حضرت شیخ فتح محمد نوشاہی قدس سرہ** | آپ نوشاہ عالیجاہ کے مرید تھے ملک پوٹھوار میں تمام خلقت

آپ کی مرید تھی۔ وفات حضرت کی ۱۱۵۸ھ میں ہوئی اور مزار پوٹھوار میں ہے۔

**ذکر حضرت شیخ عنایت قدس سرہ بن حافظ برخودار** | یہ حضرت مرید شیخ عبدالرحمن کے تھے

گیارہ برس تک حالت استغراق میں رہے کچھ نہیں کھایا، اکثر شب کو دست و پا جدا ہو جایا کرتے تھے۔ وفات ۱۱۵۸ھ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت شیخ محمد سلطان لاہوری مرگ نیتی قدس سرہ** | آپ سالک مجذوب اور صاحب سکر

اور عشق و محبت تھے۔ مرید شیخ سندی شاہ کے تھے۔ وفات حضرت کی ۱۱۵۸ھ میں ہوئی، اور مزار لاہور میں ہے۔

**ذکر حضرت سید شاہ حسین بن سید نور محمد سجادہ نشین حجرہ قدس سرہ**

مشہور مشائخ و مرجع غلائق تھے۔ بہت سی کمالات و خوارق آپ سے ظاہر ہوئے ہیں۔ وفات حضرت کی ۱۱۶۳ھ میں ہوئی اور مزار حجرہ میں ہے۔

**ذکر حضرت میاں رحمت اللہ قدس سرہ بن حافظ برخودار نوشاہی**

آپ نہایت متقی و سخی تھے۔ ایک بار حاکم علاقہ نے تقاضا برائے جمع سرکار آپ کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے ارشاد کیا کہ اس سے کہہ دو کہ ہم نے تجھے مسند حکومت سے جدا کیا اس قلعے میں ہماری توہین تھی۔ چنانچہ اسی روز وہ معزول کیا گیا جس امر میں پابنتے تھے۔ غیب سے



مداد ہوتی تھی۔ وفات حضرت کی ۱۱۶۷ھ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت شاہ نصرت اللہ نوشاہی بن حافظ بن خوردار قدس سرہ

آپ بہت بڑے عالم باعمل اور باخدا گزرے ہیں۔ مرید اپنے والد کے تھے اور فیض احمد بیگ سے بھی پایا تھا۔ وفات حضرت کی ۱۱۷۷ھ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت میر علی شاہ قصوری قدس سرہ | آپ خلیفہ شاہ عنایت کے تھے اور سماع میں بہت

حالت ہوتی تھی۔ وفات حضرت کی ۱۱۷۷ھ میں ہوئی ہزار پرانہ پنہا کے مشہور شہر قصور میں ہے۔

## ذکر حضرت شیخ سعد اللہ نوشاہی بن حافظ بن خوردار قدس سرہ

آپ طبابت بھی کرتے تھے جو مرین آپ کے زیر علاج رہتا تھا اس کو شفا ہوتی تھی گویا جامع الشفا تھے ایک شمع آپ کا منکرتھا اور ہمیشہ تکلیف دیا کرتا تھا آخر اس کا ثمرہ یہ ہوا کہ اس کا مال و اسباب چورے گئے اور ہر دوپہر فوت ہوئے اور خود تائبنا ہو کر مر گیا۔ وفات حضرت کی ۱۱۷۷ھ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت شیخ محمد عظیم قادری قدس سرہ | آپ منظر کرامات و خوارق تھے اولاد سے شاہ مقیم حکم الدین

صاحب حجرہ کے تھے۔ مرید اپنے جدی سلسلہ کے تھے، اگرچہ افغانان لاہور کوٹ مار کرتے تھے۔ مگر نیم کوٹ تک نہ جانے سکونت حضرت کی تھی نہ آسکتے تھے، وفات حضرت کی ۱۱۷۷ھ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت عظیم شاہ سردار قادری قدس سرہ | آپ مرید مصاحب خان قادری کے تھے۔ وہ

مرید حضرت شاہ میاں صاحب سجادہ حجرہ کے تھے، بعد عطاء نے خرقة خلافت بمقام بابکوال کہلا ہوئے سے دس کو سس ہے، تشریف لائے اور تلقین ظاہری و باطنی میں مشغول ہوئے بہت بڑے

صاحب کرامات گزرے ہیں۔ احمد شاہ ابدالی وراثی کو بھی آپ سے عقیدت تھی۔ وفات حضرت کی ۱۱۴۲ھ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت سید محمد شاہ رزاق گیلانی بن شاہ محمد ہاشم قدس سرہ**

آپ تجرید و تفرید میں یگانہ روزگار، تقویٰ اور صلاحیت میں شہرہ آفاق تھے۔ وفات حضرت کی ۱۱۴۲ھ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت شیخ مصاحب خاں ثور دلاہوری قدس سرہ** | یہ حضرت خلیفہ سید سردار شاہ کے تھے۔

علوم ظاہری و باطنی میں کامل، اکثر ہدایت خلق اور درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے۔ وفات حضرت کی ۱۱۹۰ھ میں ہوئی اور مزار قصبہ بابک وال میں کہ لاہور سے دس کوس کے فاصلہ پر واقع ہے۔

**ذکر حضرت شاہ صدر الدین بن سید میر عبد الرزاق قدس سرہ**

آپ صاحب شوق اور سخاوت و شجاعت تھے۔ دلیع کفر میں بہت کوشاں رہتے تھے۔ وفات حضرت کی ۱۱۹۰ھ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت سید سعد الدین بن سید عبد الرزاق صاحب حجرہ قدس سرہ**

نہایت بابرکت بزرگ گزرے ہیں، بہت خلق آپ سے فیض یاب ہوئی ہے۔ وفات حضرت کی ۱۱۹۵ھ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت شیخ جان محمد لاہوری قدس سرہ** | آپ خلیفہ مصاحب خان کے تھے۔ وفات حضرت کی

۱۲۰۶ھ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت شیخ عبداللہ شاہ بلوچ لاہوری قدس سرہ** | مرید شیخ خرف الدین پانی پتی کے تھے۔

وہ مرید خاندان میاں میر لاہوری کے تھے۔ اکثر لوگوں نے آپ کی کرامات کے امتحان کیے آخر وہ لوگ خجل ہوئے۔ اکثر کرامتیں آپ کی لاہوری مشہور ہیں آپ کے خلیفہ یہ ہیں:- امام غلام محمد گامووشیخ الہ یار پشاور، شیخ فیض بخش قریشی۔ وفات حضرت کی ۱۲۱۲ھ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت شیخ محمود قدس سرہ** | آپ مرید سید صدر الدین کے تھے۔ صاحب حال و قال گزرے ہیں۔ وفات حضرت کی ۱۲۱۶ھ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت سید عادل شاہ گیلانی بن سید فاضل قدس سرہ** | صاحب تقویٰ اور بافیض تھے۔ وفات حضرت کی ۱۲۲۳ھ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت سید شادی شاہ قادری لاہوری قدس سرہ** | آپ لاہور میں مخدوم گنج بخش مجوری کے مقیم ہوئے۔ بہت خلق نے آپ سے جوع کی۔ وفات ۱۲۳۱ھ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت شاہ سردار قادری قدس سرہ** | آپ خلیفہ جان محمد قادری کے تھے، اپنے وقت میں ہاکمال و با برکت گزرے ہیں۔ وفات ۱۲۲۵ھ میں ہوئی۔

**ذکر سید علی شاہ قادری قدس سرہ** | یہ حضرت احمد آباد سے لاہور میں تشریف لاکر ہدایت خلق میں مصروف

ہوئے۔ آپ سے بہت سی کرامات کا ظہور ہوا، آپ مرید سید غازی کے، وہ شاہ اعظم کے، وہ شاہ اکرام کے، وہ شاہ خلیل کے، وہ شاہ میاں کے، وہ شاہ مصطفیٰ کے، وہ شاہ میاں جی کے، وہ سید بیرو کے، وہ شاہ کرم علی کے، وہ شاہ مسعود کے، وہ شیخ نور محمد کے، وہ شیخ احمد کے، وہ شیخ صوفی کے، وہ شیخ رحمت اللہ کے، وہ شیخ فضل اللہ کے، وہ سید عبدالوہاب کے، وہ



حضرت غوث اعظم کے، وفات ان کی ۱۲۲۷ھ میں ہوئی۔ مزار لاہور میں بمقام جھنگی چراغ شاہ واقع ہے۔

**ذکر حضرت شیخ سید سردار علی شہیدیم شاہی قدس سرہ** | آپ کی کرامات خوارق طویل ہیں اور ۱۲۲۸ھ میں شہادت پائی۔

**ذکر حضرت شاہ غلام نبی قدس سرہ** | آپ اپنے پدر بزرگوار کے مرید اور خلیفہ تھے، نہایت بزرگ بابرکت

باکرامت تھے اور روح پاک مخدوم گنج بخش بجوری لاہوری سے بھی فیضان حاصل کیا تھا۔ بغیر کشتی کے دریا سے گزر جاتے تھے اور قدم ترنہ ہوتا تھا۔ وفات ان کی ۱۲۳۷ھ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت سید قطب الدین گیلانی قدس سرہ** | خلیفہ اپنے والد کے تھے مرجع خلافت بابرکت، صاحب

کرامت، عالم باعمل، وفات آپ کی ۱۲۵۰ھ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت شیخ مسلم خان قدس سرہ** | آپ خلیفہ سردار شام کے ہیں، آپ امیر زادہ تھے ترک مال و منال

کمر کے فقیر ہوئے۔ بعد تکمیل سجادہ شیعیت پر بیٹھ کر ہدایت خلق میں مصروف رہے۔ وفات آپ کی ۱۲۵۲ھ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت شاہ ٹٹے صاحب دہلوی قدس سرہ** | آپ صحیح النسب سادات عظام اور

اولیائے کرام اور سلسلہ قادریہ میں مشہور درویش صاحب کرامت و خوارق گزرے ہیں۔ عہد حضرت محمد شاہ بادشاہ میں وارد دہلی ہوئے، اس زمانہ میں برائے امتحان فقرار حکم بادشاہ فقیر گرفتار کر کے بندی خانہ میں رکھے جاتے تھے، ان حضرت کو کوتوالی کے پیادوں نے کہا کہ یہاں سے بھاگ جاؤ، ورنہ پکڑے جاؤ گے، آپ نے فرمایا کہ میں نے کیا جرم کیا ہے؟ اس بحث میں اور پیادے بھی آگئے، آپ کو بندی خانہ میں لے گئے، داروغہ بندی خانہ نے کہا

کہ یہ چکی موجود ہے تم بھی دانہ دلو، آپ نے چکی کی طرف دیکھا، مٹاوا چلنے لگی، یہ کرامت دیکھ کر کل فقیر بجز تمام مستعدی ہوئے کہ یا بندہ خدا ہماری بندی چھڑائیے، آپ نے حکم دیا کہ اے چکیو! بحکم خدا دانہ دلو۔ فقراء کو تکلیف نہ دو، اسی وقت سب چکیاں چلنے لگیں، دانہ ان میں پڑنے لگا، یہ کیفیت دیکھ کر زار و غمر نے بادشاہ سے عرض کیا کہ حضور کا مطلب حاصل ہوا اور کل ماجرا عرض کیا۔ بادشاہ ہوا دار پر سوار ہو کر خان سامانی میں آئے، جہاں فقیر قید تھے اور حضرت کی قدم بوسی کی اور عرض کیا کہ تکلیف دینے کا باعث صرف یہی تھا، کہ کامل درویش ملے۔ خدا نے میری مراد پوری کی۔ حضرت کو اپنے ہمراہ لاکر ایک عمدہ مکان میں باعزاز رکھا اور دیگر فقراء کو نقد اور جاگیریں دے کر رخصت کیا۔ ایک روز حضرت نے رخصت جا ہی بادشاہ نے عرض کیا کہ میری التجا یہ ہے کہ آپ میرے ہی پاس رہیں، جہاں حکم ہو خالق تیار ہو جائے، آپ نے فرمایا چار کوڑی خشت منگا اور ہم تم دونوں دریا کی سیر کریں۔ الغرض دونوں کشتی پر سوار ہوئے۔ جب کشتی زیچ دریا کے پہنچی، حضرت نے وہ خشت دریا میں چھوڑ کر فرمایا کہ جہاں یہ ٹھہریں وہاں تکلیف فقیر کا ہوگا۔ بحکم بادشاہ ان اینٹوں کی تلاش ہوئی، آخر دیکھا کہ پانی ہٹ گیا۔ چاروں اینٹیں کچھ کچھ فاصلہ سے رکھی ہیں۔ جب کشتی قریب پہنچی، حضرت کشتی سے اتر کر وہاں جا بیٹھے، بعد اس کے یہ کیفیت ہوئی کہ ہر وقت ہزاروں آدمی اہل شہر اور امراء بادشاہ حاضر خدمت رہا کرتے تھے، ہزاروں کرامت اور خوارق حضرت سے ظہور میں آئے اور ہنوز مزار پر انوار سے فیضان جاری ہے، ایک ادنیٰ کرامت یہ ہے کہ اس وقت سے آج تک کسی سی دریائے جمنانے طغیانی کی۔ مگر آپ کے تکیہ پر پانی نہیں چڑھا۔ وہ تکیہ دریا کے نیچے میں نگم بودہ کے سامنے موجود ہے اور وہیں مزار ہے آپ کے دوسرے صاحب سجادہ میاں قادر بخش مجذوب ہوئے، دن کو تمام شہر میں پھرتے جس کے گھر میں چاہتے گھس جاتے۔ جوشے جس کو چاہتے اٹھا کر دے دیتے، کوئی مانع نہ ہوتا تھا۔ ایک روز ایک جوہری کا صندوقچہ اٹھا لائے اور اس کو اپنی جھونپڑی میں رکھ کر گوجروں کو بلا کر لائے، اتنے میں وہ جوہری شیرینی لے کر آئے اور مستعدی ہوئے۔ گو جرم متقامنی ہوئے کہ وہ صندوقچہ ہم کو دیجیے، آپ نے فرمایا کہ جھونپڑی میں گدڑی کے نیچے ہے

لے لو، اگر مل جائے، گوجروں نے خوب ڈھونڈا ان کو نہ ملا، بعدہ مالک صندوقچہ سے فرمایا کہ جلدی اندر جا کر اپنا صندوقچہ لے لے۔ جوہری اندر گیا اور اپنا صندوقچہ لایا، یہ کرامت دیکھ کر سب حیران ہو گئے، گوجروں کو شیرینی دے کر فرمایا کہ تمہاری قسمت میں نہ تھا، چلے جاؤ۔ ایک بار ناظر قلعہ کا دو شالہ اتار لائے۔ قلعہ سے باہر لا کر اس میں پتھر رکھے اور شرو کی بیگم کے باغ میں سے مارسیاہ پکڑ لائے، اس سے اس گٹھڑی کو باندھا اس کا پھن منہ میں لے کر گانٹھ دی اور اس کو سڑک پر رکھ دیا اور راہ گیروں سے فرمایا کہ جو چاہے لے لے مگر سانپ کو نہ مارے، اس کی دہشت سے کوئی پاس نہ گیا، آخر وہ گٹھڑی اپنے سر پر رکھ کر پرانے کوٹلہ کو چلے۔ طامع لوگ پیچھے ہوئے، آپ نے کوٹلہ پہنچ کر وہ گٹھڑی پھینک دی اور اپنے تکیہ کی راہ لی۔ وہ گٹھڑی پھینکتے ہی نظر مردمان سے غائب ہو گئی۔ لوگوں نے دوڑ کر آپ سے پوچھا کہ وہ گٹھڑی کسے دے آئے، فرمایا کہ وہ پتھر سونے کے تھے۔ جب کسی نے نہ لیے میں نے ان کو جنوں کو دے دیا، وہ اٹھائے گئے۔ بعض وقت دریا سے اس طرح گزر جاتے تھے کہ پیر کا تلوا بھی تر نہیں ہوتا تھا، ان کے بعد میاں مہدی علی شاہ صاحب سجادہ ہوئے، نہایت متواضع بزرگ اور مزاج خلّاق تھے، بادشاہ بھی حضرت کی خدمت میں گاہے گاہے حاضر ہوتے تھے۔ ایام خشکی میں جوزمیندار اُپلے لے کر اس طرف گزرتے تھے۔ فی بار چار کوڑی اور پانچ اُپلے حق تکیہ عالیہ کے مقرر تھے۔ ایک روز حضرت ظل سبحانی خلیفۃ الرحمٰنی ابو ظفر بہادر شاہ حضرت کے پاس بیٹھے تھے۔ تمام جلوس سواری زیر تکیہ حاضر تھا کہ چند کھاسیں اپلوں کی آئیں۔ حضرت نے دیکھ کر باواز بلند فرمایا کہ بھلا ہے بابا اور دباں سے اٹھ کر کوڑیاں اور اُپلے لے کر پھر بادشاہ کے پاس آکر گفتگو میں مصروف ہوئے۔ حضرت بالکل بیباک اور پاک تھے، ہر کہ وہ کو ایک نظر دیکھتے تھے، برادر خورد کا تب المحروف مرزا گوہر سلطان حضرت کا مرید اور نہایت پیارا تھا آپ اس کو مرد فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ قبل از وقت نکلنے ریش بروکے اس کے چہرہ پر دایرہ نکل آئی تھی جو زبان فیض ترجمان سے نکلتا تھا۔ فوراً اس کا ظہور ہوتا تھا۔ ایک بار سائیں کسل پوش اور دو تین اسی قسم کے آدمی جمع ہو کر شاہ بڑے صاحب کے تکیہ کی طرف



چلے، راہ میں مشورہ ہوا کہ اگر مہدی علی شاہ صاحب کرامات ہے تو ہم کو حسبِ درخواست ہر ایک کے کھانا کھلائے گا اور ہر ایک نے ایک ایک چیز کھانی مقرر کر لی۔ جب تک یہ میں حضرت کے لباس پہنچے، آپ نہایت مہربانی سے پیش آئے کہ اسی وقت چوبدار بادشاہی دو خوان کھانے کے لوا کر لایا اور عرض کی کہ حضور نے یہ کھانا آپ کے واسطے بھیجا ہے، آپ نے ان صاحبوں سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ تمہاری دعوت عنایت کی ہے، کھاؤ۔ ان صاحبوں نے عذر پیش کیا۔ آپ نے تبسم کر کے فرمایا کہ کبیل پوشی راستہ میں مہدی علی شاہ کے پاس بیسی روٹیاں کھانا چاہتے تھے، لہذا کھاؤ۔ عرض موافق ضمیر ہر شخص کے اپنے دستِ حق پرست سے ہر کو دیا اور فرمایا کہ خوب کھاؤ، کبیل پوشی کہتے تھے کہ اظہار اس کرامت سے ہم متعجب ہوئے اور غورِ قصور چاہا۔ وفات حضرت کی قدر سے کئی سال پہلے ہوئی۔ مزار اسی تکیہ میں ہے۔

## ذکر حضرت حافظ مولینا شاہ عبدالعزیز دہلوی المعروف حضرت

### آخوند صاحب قدس برتر

آپ فرشتہ کی کھڑکی کے سامنے اپنی مسجد میں ہدایت خلق اور نفع رسانی شہر میں معروف رہتے تھے۔ عاشقِ رسول، عاملِ وقت گزرے ہیں۔ کاتب کو بھی حضرت کی خدمت میں نیاز حاصل تھا، ہزاروں مریض و سحر آلودہ و دیگر حاجت مند ہر صبح حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے بفضلِ خدا ان سب کی مطلب برآی ہوئی۔ حضرت کی کرامات و خوارقِ احاطہ تحریر سے باہر ہیں مگر کسی قدر تبرکاً درج کرتا ہوں۔

ایک روز میرے پیر بھائی مرزا بہادر صاحب کہ جو فرید عصر تھے، مجھ کو ہمراہ لے کر حضرت کی خدمت میں آئے۔ اس وقت حضرت مریضوں اور حاجت مندوں کی طرف متوجہ تھے، کامل دس بجے جب فارغ ہوئے۔ مرزا صاحب مذکور سے فرمایا کہ آج خلافِ عادت اتنی دیر بٹھرنے کا کیا باعث ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں آج ایک کارِ ضروری کو آیا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ میں مقروض ہو گیا ہوں، میرا قرض ادا کیجیے۔ آپ نے فرمایا کہ میں فقیر متوکل ہوں۔ میرے

پاس کیا ہے، تم کو اللہ نے شہزادہ کیا، تم ہی کچھ اس کی سبیل نکالو۔ مرزا صاحب موصوف نے کہا کہ ہماری آپ کی پرانی دوستی ہے کبھی کوئی کام نہیں پڑا، آج ذرا سا کام پڑا ہے سو ہی آپ گریز کرتے ہیں، اگر آج میرا کام نہ ہوا تو پھر میں کبھی نہ ملوں گا۔ یہ سن کر مرزا صاحب موصوف کا ماتھے پکڑ کر حجرہ کے بالا خانہ پر جو مقام عبادت گاہ ہے، لے گئے، بعد مٹھوڑی دیر کے دونوں بزرگ نیچے تشریف لائے۔ مرزا صاحب موصوف اور یہ کاتب مرخص ہو کر سوار ہوئے۔ میں نے راستہ میں مرزا صاحب موصوف سے دریافت کیا کہ آپ دونوں صاحب اور پر گئے تھے، آپ کو آخوند صاحب نے کچھ دیا کچھ بتایا۔ مرزا صاحب موصوف نے فرمایا کہ بھائی اپنے حجرہ میں مجھ کو لے جا کر حلال میں آکر مجھ سے فرمایا کہ کیا کہتا ہے میں نے کہا کچھ دلو لٹھے۔ یہ سن کر ایک دو ہنر چھت پر ماری۔ میں نے دیکھا کہ چاروں طرف چھت گیری میں سے روپیہ کی دھاریں بندھ گئیں، وہ روپیہ اس قدر تھا کہ اگر چھت مکان کی بیٹھ جاتی تو کچھ عجب نہ تھا اور مجھ سے فرمایا کہ اپنا روپیہ بھرنے جا۔ مگر یہ یاد رہے کہ تیری فقیری بگڑ جائے گی۔ میں نے ہنس کر قدم پکڑے اور عرض کی کہ مال مفلوک میں بھی نہیں پاتا فقط ہنسی کی بات تھی۔ نقل ہے کہ کسی مگر طلباء کی دعوت تھی وہ طلباء کہ حضرت کے ہاں سے پرورش پاتے تھے۔ سب گئے، ایک نہ گیا۔ ہر چند اس کو لوگوں نے کہا، وہ نہ گیا۔ چنانچہ حضرت نے بھی فرمایا، اور تو چلے گئے وہ حضرت کے پاس بیٹھا رہا اس وقت میرے ایک دوست بھی حضرت کے پاس موجود تھے، وہ کہتے ہیں کہ حضرت نے صاحب دعوت کے مکان کی طرف منہ کر کے زور سے سانس لیا اور فرمایا کہ بریانی کی بو آتی ہے۔ اس طرح پر سانس لے لے کے کئی کھانوں کے نام لیے اور فرمایا کہ وہاں تو اتنے کھانے ہیں اور تو یہاں بیٹھا ہے وہاں کیوں نہ گیا، اس عرصہ میں وہ طلباء بھی آگئے میں نے ان سے دریافت کیا کہ تم نے کیا کیا کھایا۔ جن کھانوں کے نام حضرت نے لیے تھے، وہی کھانے انھوں نے کھائے تھے۔ اور سلسلہ ارادت آپ کا اس طرح پر ہے۔ یعنی حافظ صاحب مرید شاہ محمد غوث کے، وہ مرید شاہ آل احمد کے، وہ مرید سید شاہ حمزہ کے، وہ مرید شاہ آل محمد کے، وہ مرید شاہ برکت اللہ کے، وہ مرید شاہ فضل اللہ کے، وہ مرید سید احمد کے،

وہ مرید سید محمد کے، وہ مرید شیخ مخدوم جمال اولیاء کے، وہ مرید شیخ ضیاء الدین قاضی حیا کے، وہ مرید حضرت شاہ محمد بھکاری کے، وہ مرید سید ابراہیم کے، وہ مرید شیخ بہار الدین کے، وہ مرید سید احمد جیلانی کے، وہ مرید میر سید موسیٰ کے، وہ مرید میر سید علی کے، وہ مرید سید علی محی الدین ابی نصر کے، وہ مرید سید ابو صالح کے، وہ مرید سید عبدالرزاق کے، وہ مرید حضرت غوث اعظم کے۔ وفات حضرت کی ۱۲۹۶ھ میں ہوئی۔ مزار دہلی میں درگاہ حضرت خواجہ باقی باللہ میں زیارت گاہ ہے۔ آپ کے صاحب سجادہ مولانا حافظ مولوی محمد عمر صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ جو ان صالح باعظمت صاحب زہد و تقویٰ تھے، آپ کی ذات بابرکات سے فیض عام جاری ہے۔ مثل اپنے مرشد برحق کے عاشق رسول اور صاحب سلسلہ ہیں۔

## ذکر حضرت مولانا سید غوث علی شاہ قادری قدس برہ | یہ حضرت فی زمانہ نواح دہلی میں

قطب وقت اور شیخ زمانہ گزرے ہیں، جن کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ و کرامات بے غایات سے کتاب میں بھری ہوئی ہیں اور زبان زد خاص و عام ہیں۔ تذکرہ غوثیہ سے حضرت کے فضائل بخوبی معلوم ہو سکتے ہیں۔ حضرت مرید سید اعظم علی شاہ مابری کے، وہ مرید سید عبداللطیف تبری کے، وہ مرید سید امیر بالا پیر کے، وہ مرید سید مقیم محکم الدین کے، وہ مرید سید ابوالمغالی کے، وہ مرید بہاول شیر قلند کے، وہ مرید شیخ عبدالجلال کے، وہ مرید سید شاہ محمود کے، وہ مرید سید نور محمد کے، وہ مرید سید جلال الدین کے، وہ مرید سید شمس الدین کے، وہ مرید سید شہاب الدین کے، وہ مرید سید احمد اولیٰ کے، وہ مرید سید ابوصالح کے، وہ مرید سید عبدالرزاق کے۔ وہ مرید حضرت پیران پیر کے۔ اور مولانا کو خاندان سہروردیہ میں شاہ فدا حسین شاہ صاحب رسول شاہی سے خرقہ خلافت پہنچا تھا۔ اور خاندان نقشبندیہ میں میاں غلام علی شاہ صاحب دہلوی سے خلافت پائی تھی۔ وفات حضرت کی شب ووشنبہ ۲۶ ربیع الاول ۱۲۹۵ھ میں ہوئی۔ مزار شریف باقی پت میں حاجت روائے خلق ہے۔ حضرت کے مریدوں میں سے کئی حضرات باکمال ہیں۔ چنانچہ مولانا مولوی امروہا صاحب دہلوی ساکن محلہ روڈ گراں عجیب بالسمت، صاحب مذاق



مستغرق بمقام فنا فی الشیخ باتصرف صاحب ذوق و شوق کہ فقر میں شان عالی رکھتے ہیں۔  
اس احقر پر نہایت مہربان ہیں اور انکشاف کرامت سے محترز کہ اپنے کمال کو کسوت  
ملازمت میں پوشیدہ کر رکھا ہے۔

## ذکر حضرت خواجہ محمد یاقی باللہ دہلوی قدس سرہ

آپ مقتدرائے روزگار امام زمانہ، قطب عہد، کمالات ظاہری اور باطنی سے آراستہ  
پیراستہ اور وابستہ محبت الہی۔ صاحب تقویٰ، غرق بحر معرفت کہ خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی  
سے آپ کو نسبت تھی اور روحانیت خواجہ احرار سے بھی فیضان حاصل کیا تھا۔ کابل  
سے سمرقند میں تشریف لے جا کر تحصیل علوم ظاہری کیا۔ بعدہ خواجہ ملکگی کے مرید ہو کر  
چندے ریاضت شاقہ میں مصروف رہ کر کارروائی بہ تکمیل پہنچا کہ خرقہ خلافت حاصل کیا  
آپ کم سوتے، کم کھاتے، کم بولتے اور عشاء کے بعد سے تا نماز تہجد دو ختم کرتے، بعد  
نماز تہجد ایک سو بیس بار سورہ یسین پڑھتے۔ بعد اس کے ذکر اسم ذات میں مصروف  
ہوتے۔ جب آغاز صبح کا ہوتا۔ عرض کرتے کہ الہی! رات کو کیا ہوا جو جلدی سے گزر گئی  
تھوڑی دیر نہ کی، بعدہ تہجد و منور کے دو رکعت تحیۃ الوضوء ادا کر کے درمیان سنت  
اور نفل صبح کے اکتالیس بار سورہ مزمل پڑھ کر نماز صبح باجماعت ادا کر کے تا وقت  
اشراق و طائف میں مشغول رہتے۔ بعد اشراق کے ڈیڑھ پہر دن چڑھے تک تلاوت  
قرآن میں مصروف رہتے۔ بعد حاجت مندوں کی کار بر آری فرما کر بوقت دو پہر بعد نماز  
چاشت قدرے قیلولہ فرما کر نماز ظہر ادا کر کے تا بہ عصر ادائے نوافل میں مشغول رہتے  
عصر سے تھوڑی دیر پہلے حاضرین سے ہم کلام ہوتے۔ بعد عصر کے تا بہ مغرب درود  
شریف پڑھتے، بعد ادائے نماز مغرب و نوافل ہمیشہ تا بہ عشاء طایبان خدا کی تربیت  
فرماتے۔ اکثر روضہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی پر حاضر ہوا کرتے تھے۔ آخر  
روحانیت خواجہ سے فیضان حاصل کیا جس کی شدہ آگے آویگی۔

نقل ہے کہ ایک روز آپ کے پسر خواجہ محمد عبداللہ حاضر ہوئے، ان کے ہاتھ میں  
 آرسی تھی۔ فرمایا اس کو دیکھ۔ جب انھوں نے آئینہ پر نظر کی۔ خواجہ کی ریش مبارک کو  
 سفید دیکھا۔ حالانکہ آپ کی وارثی سیاہ تھی۔ یہ دیکھ کر پسر متعجب ہوئے، آپ نے فرمایا کہ  
 چلے تعجب نہیں کہ یہ نور الہی ہے کہ میری ریش پر نمودار ہوا۔ ایک روز حضرت امام کے  
 پیچھے نماز جنازہ پڑھ رہے تھے۔ جب آپ نے الحمد للہ طہنی شروع کی، روحانیت امام ابوحنیفہ  
 کو فی آپ کے آگے ظاہر ہوئی اور فرمایا کہ شیخ میرے مذہب میں بہت اولیاء اور علماء ہیں  
 سب نے بالاتفاق امام کے پیچھے الحمد کا پڑھنا موقوف کیا ہے۔ تم بھی ترک کرو۔ مولینا  
 بدرالدین سرہندی کہ خلیفہ امام ربانی محمد و الف ثانی کے تھے اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں  
 کہ میں ایک بار دہلی آکر مزار حضرت خواجہ باقی باللہ پر حاضر ہو کر روبرو مزار کے بیٹھ کر متوجہ  
 ہوا۔ حضرت نے نہایت عنایت سے اپنی نسبت خاص سے کچھ بندہ کو عطا کیا۔ وہاں سے  
 چل کر مزار حضرت خواجہ قطب الدین کی زیارت سے مشرف ہوا۔ مجھ کو حکم ہوا کہ آج جو  
 نسبت خواجہ باقی باللہ نے مجھ کو عطا کی ہے۔ وہ نسبت میری ہے۔ وہاں سے چل کر میں  
 حضرت سلطان المشائخ کے روضہ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ وہاں سے مجھ کو ارشاد ہوا  
 کہ جو نسبت تجھ کو خواجہ باقی باللہ نے عطا کی ہے وہ عاشقی اور نیاز بندی سے مشق ہے  
 اور میری نسبت میں محبوبیت غالب ہے۔ تجھ کو وہی نسبت کافی ہے۔ وہی سے چل کر میں  
 اجیر شریف آیا۔ جب روضہ حضرت خواجہ بزرگ کی زیارت سے مشرف ہوا اور میں متوجہ ہوا  
 فرمایا کہ وہ نسبت جو تجھ کو خواجہ باقی باللہ سے حاصل ہوئی ہے وہ مجھ سے ہے۔ میں نے  
 عرض کیا کہ خواجہ باقی باللہ نے کبھی نہیں فرمایا کہ مجھ کو نسبت خواجگان چشت سے ہے۔  
 حضرت نے فرمایا کہ جب میں نے خدمت خواجہ یوسف ہمدانی سے نسبت پائی وہ مشعر بہ  
 شوق و ذوق دفن تھے۔ وہ نسبت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کو حاصل ہوئی اور خواجہ  
 قطب الدین کی روحانیت سے وہ نسبت خواجہ باقی باللہ کو حاصل ہوئی، آخر حق بقدر  
 رسید، وفات حضرت کی دو شنبہ ۲۹ جمادی الثانی ۸۱۳ھ میں ہوئی۔ مزار پر انوار بیرون  
 فصیل شاہ جہان آباد نہر جدید سے پار متصل مدگاہ قدم شریف زیارت گاہ غنائی ہے۔

حضرت غلام علی شاہ دہلوی سے روایت ہے کہ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ بندہ برائے زیارت روضہ خواجہ باقی باللہ پر حاضر ہوا اور توجہ کی، دیکھا کہ حضرت مزار سے باہر تشریف لائے۔ موسم گرمی میں وقت دوپہر کا تھا۔ چونکہ حضرت کے مزار پر سایہ نہیں ہے بسبب گرمی کے میں پریشان ہو گیا اور اٹھ کر چلا آیا۔ اس روز سے نہایت افسوس میں ہوں کس واسطے کہ حضرت کی ذرا سی توجہ سے اپنے میں بہت ترقی دیکھتا ہوں اگر زیادہ نصیب ہوتی تو اور زیادہ ترقی ہوتی۔ ایک طالب فیضان مدت سے آپ کے مزار پر مشغول تھا۔ ایک روز اس سے فرمایا کہ تو یہاں کیوں پڑا ہے۔ اس نے عرض کیا کہ طالبِ خدا، نیز طالبِ فیضانِ حضور ہوں، آپ نے ارشاد کیا کہ ہمارے مرید شہر میں ہیں تو ان کے پاس جا، تیری مطلب برآری ہوگی۔ چنانچہ وہ شخص حضرت شاہ ابوسعید کے پاس آکر مرید ہوا اور کل کیفیت بیان کی۔ نقل ہے کہ ایک طالب آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ میں طالبِ معرفت الہی ہوں۔ فرمایا کہ چند روزہ کرکسب نقش بندہ کر، خدا فضل کرے گا اس نے جواب دیا کہ میں بے مشقت چاہتا ہوں۔ مجھ سے محنت نہ ہو سکے گی۔ اگر آپ کی درگاہ سے محروم گیا تو معلوم کروں گا، کتب صوفیہ میں جو بزرگوں کے حالات لکھے ہیں، وہ ایک ڈکوسلہ ہے۔ یہ سن کر آپ کو جلال آیا اور اس کی طرف دیکھا، مٹا بیہوش ہو گیا۔ جب افاقہ ہوا اپنے مریدوں سے فرمایا کہ یہ شخص امی ہے اس پر خدا نے فضل کیا۔ جس علم میں چاہو بحث کرو۔ چنانچہ امتحان میں پورا اترتا اور ہوا پہرہ پر واز کر کے نظر مردمان سے غائب ہو گیا۔

## نقشہ سلسلہ پیران حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی

نمبر شمار	اسم بزرگ	ماہ، سنہ وفات	جائے مزار	کیفیت
۱	حضرت امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	۲۲ جمادی الآخر ۳۱ھ	مدینہ منورہ	.
۲	حضرت محمد بن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	-	-	.
۳	حضرت قاسم بن محمد	سنہ ۳۱ھ	مدینہ	.



نمبر شمار	اسم بزرگ	ماہ، سنہ وفات	جائے مزار	کیفیت
۴	حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام	دوشنبہ ۱۵ رجب ۱۲۹ھ	-	-
۵	حضرت بایزید بسطامی	جمعہ شعبان ۱۳۶ھ	بسطام	-
۶	خواجہ ابوالحسن حیرانی	۲۲۵ھ	-	-
۷	خواجہ ابوعلی فارمدی	۴۴۰ھ	-	-
۸	خواجہ یوسف ہمدانی	۵۲۲ھ	ہرات	-
۹	خواجہ عبدالخالق عجدوانی	۵۴۵ھ	عجدوان	-
۱۰	خواجہ محمد عارف ریگری	۶۱۵ھ	ریوگر	-
۱۱	خواجہ محمود فنوی	۶۱۶ھ	-	-
۱۲	خواجہ عزیز علی راستینی	۶۲۱ھ	خوانزم	-
۱۳	خواجہ محمد بابا ساسی	۷۷۵ھ	قصبہ ساس	-
۱۴	خواجہ امیر کلاں	پنجشنبہ ۸ رجب الاول ۷۷۷ھ	سوخار	-
۱۵	خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی	۳ ربیع الاول ۷۹۱ھ	قرب بخارا	-
۱۶	خواجہ علاؤ الدین عطار	۲ رجب ۸۰۲ھ	جفانیا	-
۱۷	مولانا یعقوب چرخ	۸۵۱ھ	یلفنو	-
۱۸	خواجہ عبداللہ احرار	غرمحرم ۸۹۵ھ	سمرقند	-
۱۹	مولانا زابدولی	۹۳۶ھ	رخش	-
۲۰	مولانا درویش محمد	۹۷۰ھ	موضع اسفرار	-
۲۱	خواجہ محمد اکملگی	۱۰۰۸ھ	قصبہ اکملگی	-
۲۲	خواجہ باقی باللہ	۱۰۱۲ھ	دہلی	-



## دوسرا سلسلہ پیران خواجہ باقی باللہ اس طرح پر ہے

نمبر شمار	اسم بزرگ	ماہ سنہ وفات	جائے مزار	کیفیت
۱	حضرت علی مرتضیٰ رحمہ	۲۱ رمضان ۱۱۴۲ھ	نجف اشرف	-
۲	خواجہ حسن بصری	۵ محرم ۱۱۱۱ھ	بصرہ	-
۳	خواجہ حبیب عجمی	۳ ربیع الاول ۱۱۵۶ھ	-	-
۴	خواجہ داؤد طائی	۱۶۲ھ	-	-
۵	خواجہ معروف کرخی	۲ محرم ۱۱۲۲ھ	کمرخی	-
۶	خواجہ سری سقطی	۳ رمضان ۱۲۵۲ھ	بغداد	-
۷	خواجہ جنید بغدادی	۲۴ رجب ۱۲۰۳ھ	-	-
۸	خواجہ ابوعلی رودباری	۵۲۲ھ	رودبار	-
۹	خواجہ ابوعلی کاتب	۵۲۵ھ	-	-
۱۰	خواجہ عثمان مغربی	۵۲۴ھ	نیشاپور	-
۱۱	شیخ القاسم کرمانی	۵۲۵۰ھ	کرمان	-
۱۲	شیخ ابوعلی فارسی	۵۲۶۰ھ	-	-
۱۳	خواجہ یوسف ہمدانی	۵۵۰۴ھ	ہرات	-
۱۴	خواجہ عبدالخالق عجدوانی	۵۵۴۵ھ	عجدوان	-
۱۵	خواجہ بہاؤالدین نقشبندی	۷۹۱ھ	قریب بخارا	-

باقی بزرگوں کے حالات پہلے نقشہ میں لکھے گئے

## ذکر حضرت شیخ احمد مجدّد الفثنانی فاروقی کابلی سرہندی قدس

آپ عالم علوم ظاہری و باطنی ہیں، قطب وقت غوث عہد گزرے ہیں، جامع الکرامات

صاحب ولایت، عامل سنت جماعت، وارث کمال نبویہ، مزین اطوار احمدیہ نقشبندیہ، امام طریقت، مقتدائے حقیقت، پیشوائے طریقت نقشبندیہ، مجددیہ کہ منظر کرامت اولاد سے حضرت عمر فاروق کی تھے۔ لکھا ہے کہ حضرت کو سلسلہ نقشبندیہ میں اداوت خواجہ باقی باللہ سے تھی اور طریقہ قادریہ میں شاہ سکندر کی تھی اور سلسلہ صابریہ چشتیہ میں مخدوم عبداللہ سے اور سلسلہ سہروردیہ میں بھی مخدوم عبداللہ سے فیضان تھا، لکھا ہے کہ حضرت ائمہ میں پیدا ہوئے شیخ بدرالدین نقشبندیہ سے روایت ہے کہ عالم خورد سالی سے اظہار کرامت شروع ہونے لگے تھے۔ شیخ محمد نعمان کہتے ہیں کہ میں نے ایک معاملہ میں دیکھا کہ حضرت رسول خدا با حضرت صدیق اکبر تشریف لائے اور حضرت نے ابو بکر صدیقؓ سے فرمایا کہ نعمان سے کہو کہ جو مقبول شیخ احمد کا ہے وہ مقبول میرا ہے۔ جو مقبول میرا ہے وہ خدا کا مقبول ہے۔ سید محمد صالح کہتے ہیں کہ ایک بار مجھ کو حضرت نے طرف بھڑانچ کے بھیجا اور فرمایا کہ راستہ میں سورۃ لایلاف بہت پڑھنا، اگر مشکل پیش آئے تو مجھے یاد کرنا۔ جب میں چلا، راستہ بھول گیا۔ ایک جنگل ویرانہ میں جا پڑا۔ ایک شیر جانتا تھا کہ میرے اوپر حملہ کرے۔ میں نے حضرت کا نام لیا، اسی وقت حضرت بذات خود ظاہر ہوئے اور شیر کو بھگایا اور میں نے اور میرے ہمراہیوں نے شیر سے خلاصی پائی۔ نقل ہے کہ ایک روز شیخ محمد مسجد میں بیٹھے حلقہ کر رہے تھے۔ مریدوں کی تعلیم میں متوجہ تھے کہ شاہ سکندر کی تشریف لائے اور خرقہ قادریہ شیخ احمد کو دیا۔ اسی معاملہ میں ان کو خیال پیدا ہوا کہ میں مرید خاندان نقشبندیہ کا ہوں اور نسبت قادریہ نے مجھ کو گھیرا، ایسا نہ ہو کہ پیران نقشبندیہ ناراض ہوں، اسی وقت دیکھا کہ حضرت غوث اعظم اور خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی اور خواجہ عبدالباقی و خواجہ معین الدین چشتی و شیخ شہاب الدین سہروردی و شیخ نجم الدین کبری و مدار صاحب پیران عظام تشریف لائے اور سب نے آپ کو اپنا خلیفہ کیا اس روز حضرت صبح سے ظہر کے وقت تک مراقبہ میں رہ کر اس حال کو دیکھتے رہے۔

نقل ہے کہ قید ہونے سے چند روز پہلے آپ نے اپنے مریدوں سے فرمایا تھا کہ مجھ پر کوئی بلا آنے والی ہے۔ کس واسطے کہ ترقی معاملات ولایت مجھ کو ہوتی ہے اب ضرور ہے



کہ کوئی بلا نازل ہوگی۔ چنانچہ جب قید ہوئے ہزاروں قیدی کفار آپ کے ہاتھ سے مسلمان ہوئے۔ مگر حالت قید میں بادشاہ کے واسطے کبھی بددعا نہیں کی بلکہ منع فرمایا کرتے تھے کہ بادشاہ نے جو مجھ کو قید کیا خوب ہوا، کس واسطے کہ کئی ہزار آدمی دولت دین سے مشرف ہوئے اور میرے مقامات میں ترقی ہوئی۔ ہر چند مرید چاہتے تھے کہ بادشاہ کے واسطے بددعا کریں آپ منع فرماتے۔ یہ ذکر عہد نور الدین جہانگیر بادشاہ کا ہے۔ کاتب کی رائے یہ ہے کہ بیشک حضرت قطب الوقت فاضل حق اور منصف مزاج تھے۔ کس واسطے کہ بادشاہ کی جو حالت تھی، اظہر من الشمس تھی۔ مگر اس وقت کے علمائے ہند کو آپ سے نفاق تھا۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث سے چند روز آپ کا نفاق تھا اور تمام شیعہ مع نور جہاں بیگم کے آپ کے دشمن تھے۔ صحیح یہ ہے کہ وہ لوگ باعث تخریب تھے۔ پس یہ قید ہونا اور جو بے ادبی ظہور میں آئی وہ صرف ایمائے شیعہ سے تھی۔ حضرت ازراہ کشف بادشاہ کے ضمیر سے واقف تھے کیونکہ بددعا دیتے، کس واسطے کہ بادشاہ کو اس میں بے گناہ سمجھتے تھے۔ مگر آخر میں خاندان کے ایک مرید نے جس کا نام مکھنا مناسب نہیں سمجھا جاتا، اس نے آپ کا بدلہ جہانگیر کی اولاد سے لیا، الغرض آدم برسر مطلب، چونکہ یہ خاندان تیموریہ ہمیشہ سے خادم الفقرا مشہور ہے اور آخر کو بعد دو سال کے شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے صفائی ملی ہو گئی تھی۔ بادشاہ نے حضرت کو رد و برد بلا کر جو بے ادبیاں کہ علماء شیعہ کے کہنے سے ہوئی تھیں ان کا عذر چاہا اور بہت اکرام کیا، یہاں تک کہ حضرت کو اپنے سے جدا کرنا گوارا نہ فرماتے تھے اور شہزادہ خرم کو آپ کا مرید کر دیا۔ اس روز سے تا عہد عالمگیر بادشاہ اکثر امراء شاہی آپ کے سلسلہ سہرت میں آتے رہے، آپ فرماتے تھے کہ قیامت تک جو میرے سلسلہ میں مرید ہوں گے ان کی خبر مجھ کو ملا کرے گی اور جو میرے سلسلہ میں ہے وہ آتش دوزخ سے آزاد ہے اور مجھ کو بشارت دی گئی ہے کہ مہدی آخر الزمان میرے طریقہ میں ہوں گے حضرت کے فضائل حضرت کے مکتوبات سے ظاہر ہیں۔ دوسرا سبب آپ کے قید ہونے کا یہ ہے کہ آپ نے ایک رسالہ ردِ روافض میں تحریر فرمایا تھا، وہ لوگ حضرت کے بہت دشمن تھے۔ چونکہ نور جہاں بیگم بھی شیعہ تھیں، پس یہ لوگ بھی باعث آپ کی تحقیر کا ہوئے ہیں۔

میرے نزدیک یہ قید ہونا گویا حضرت کی حکمت تھی، ایک تو اس قید میں ترقی مقامات کا ہونا دوسرے شہزادہ اور امراء کا حلقہ ارادت میں آنا۔ ورنہ ایک بادشاہ کیا، اگر مفت اقلیم کے بادشاہ جمع ہو کر آپ کو ضرر پہنچانا چاہتے، ہرگز ممکن نہ تھا، کس واسطے کہ عارف قید میں نہیں آسکتے، آپ کا وجہ تو اعلیٰ تھا، آپ کے ادنیٰ ادنیٰ غلامانِ غلام سے بہت سی کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں اور ان کے مزارات سے ہنوز ظاہر ہوتی ہیں۔ نقل ہے کہ ایک شخص شہرہ کرامت حضرت کا سن کر داخل سرہند ہوا۔ وقت شب کا تھا، آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا آپ کے کسی دشمن کے گھر چل کر آپ کا حال دریافت کیا اس نے برعکس بیان کیا بلکہ سخت کلمات کہے۔ جب آدمی رات گزری وہ صاحب خانہ مر گیا یعنی اس کا کوئی دشمن پہنچا اور سونے کو ہلاک کیا۔ صبح وہ شخص جب حضرت کی خدمت میں آیا آپ نے اس کو گلے لگایا اور فرمایا کہ تو جس شخص کے گھر رات کو رہا تھا اس نے جو کچھ کہا تھا جھوٹ کہا تھا، آخر اس نے اپنی سزا پائی۔ نقل ہے کہ شیخ الاسلام مولوی عبدالحکیم سیالکوٹی اوائل میں آپ کے دشمن تھے ایک شب آپ کو خواب میں دیکھا کہ آپ قل اللہم ثم فریم آیت پڑھتے ہیں۔ یہ سنتے ہی مولوی کے دل میں آپ کا شوق پیدا ہوا۔ جب بیدار ہوا تو اپنے قلب کو ذاکر پایا اور چند روز آپ کے تصور میں ذکر حق کرتا رہا۔ آخر حاضر خدمت ہو کر مرید ہوا، شیخ عبدالحق فرماتے ہیں کہ ایک سید دشمن معاویہ تھا، ایک مدرسہ شیخ کے مکتوبات کو دیکھ رہا تھا۔ جب تعریف معاویہ کی دیکھی۔ مکتوب کو ہاتھ سے پھینک دیا اسی شب کو خواب میں دیکھا کہ حضرت تشریف لائے اور اس کے دونوں کان پکڑ کر فرمایا ادب! تو میرے کلام پر اعتراض کرتا ہے اگر تجھ کو یقین نہیں تو آجھ کو علی مرتضیٰ کی خدمت میں لے چلتا ہوں۔ چنانچہ کشاں کشاں اس کو بحضور علی مرتضیٰ لے گئے اور عرض کی کہ یہ شخص تعریف معاویہ سے مجھ پر معترض ہے۔ میری کتاب پھینک دی، کیا ارشاد ہوتا ہے۔ جناب علی مرتضیٰ نے فرمایا کہ ہرگز اصحاب پیغمبر خدا سے عداوت نہ کرنی چاہیے اور جو شیخ احمد نے کہا وہ حق ہے۔ یہ سن کر وہ سید متحیر ہوا اور کچھ دلیل کرنے لگا۔ حضرت امیر نے فرمایا کہ ابھی دل اس جاہل کا نورِ صحت سے منور نہیں ہوا ہے اس کے سینہ پر ایک سیلی مارو کہ یہ تو بہ کرے۔ چنانچہ حضرت نے ایک سیلی اس کے سینہ پر

ماری اور اس نے توبہ کی، صبح جب وہ بیدار ہوا تو اس کے سینہ پر سیلی کا نشان تھا، حضرت کی خدمت میں آکر مرید ہوا۔ نیز روایت ہے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور شیخ احمد صاحب حدوتوں بزرگوں میں نزاع تھی۔ ایک روز میں شیخ محدث کی خدمت میں گیا اور اپنے شیخ کی کرامت پیش کی، انھوں نے انکار کیا۔ میں نے کہا بزرگان دین اور عارفان حق سے عداوت خوب نہیں، ہمارا تمھارا منصف قرآن ہے۔ ہم تم وضو کر میں اور قرآن کھولیں حرکت نکالیں اس کے موافق عمل کریں۔ چنانچہ قرآن شریف کھولا یہ آیت نکلی رَجَالٌ لَا تُلْهِیْہُمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ۔ اسی وقت شیخ محدث تائب ہوئے اور وہ جھکڑا موٹو ہو گیا۔ شیخ جان محمد جاندھری فرماتے ہیں کہ میں سلسلہ قادریہ میں شیخ کا مرید ہوا، ایک شب حضرت کی خدمت میں حاضر تھا۔ میرے دل میں گزرا کہ میں سوال کروں کہ مجھ کو زیارت غوث الاعظم کی تمنا ہے شیخ لے نور بالمن سے میرے دل کا حال معلوم کر کے میرا ہاتھ پکڑ کر کھڑے ہو کر فرمایا کہ جان محمد! قطب تارے کو پہچانتا ہے۔ میں نے انگلی سے بتایا اسی وقت ایک شخص ستارے سے خرقہ سیاہ پہنے ہوئے گھوڑے پر سوار اس سے جدا ہو کر جلدی سے شیخ کے رو برو آیا، شیخ نے آداب عرض کیا اور مجھ سے فرمایا کہ غوث اعظم یہی حضرت ہیں، زیارت کر لے۔ جب میں زیارت کر چکا، حضرت غوث اعظم جس طرح تشریف لائے تھے اسی طرح واپس چلے گئے۔

طاہر شیخ میرک فرماتے ہیں، ایک بار میں سرہند میں پہنچا اور شیخ سے ملنے کا ارادہ کیا کہ اگر شیخ کامل ہے۔ میرے چاروں سوالوں کا جواب دے گا، اول یہ کہ شیخ اپنے کو صدیق اکبر سے افضل کہتا ہے، اگر اس سے پاک ہے تو میری تسلی کریگا۔ دوم میں نے سنا ہے کہ خواجہ باقی باللہ بے اجازت اپنے پیر کے مرید کرنے لگے تھے، اس کا جواب بھی مجھ کو شافی ملے گا۔ سوم میرے باپ دادا کا حال ظاہر کرے گا، چہارم خواجہ خاوند محمود بخاری سے کیا اعتقاد ہے، بیان کرے گا۔ ہنوز یہ خطرہ میرا پورا نہ ہوا تھا کہ شیخ نے اپنے سر ہانے سے ایک جزو مجھ کو نکال کر دیا۔ فرمایا کہ پڑھ اور فرمایا کہ دیکھ اس جزو سے ظاہر ہوتا ہے کہ میں اپنے کو خلیفہ پیغمبر پر فضیلت دیتا ہوں۔ میں نے دیکھ کر کہا کہ نہیں معلوم ہوتا، فرمایا کہ



جو کچھ مجھ پر واقع ہوا ہے یہ ہے۔ باقی دشمنوں کی افتراء پروازی ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک روز خواجہ خاوند محمود یہاں تشریف لائے اور فرمایا کہ خواجہ باقی باللہ کو اجازت مرید کرنے کی اپنے پیر سے نہیں ہے، کس واسطے کہ یہ ایک روز خواجہ امکن کی خرنیزہ کھا رہے تھے۔ اور قاشیں کر کے اپنے مریدوں کو بھی دے رہے تھے۔ مگر خواجہ باقی باللہ کو نہیں دیا۔ حاضرین نے کہا کہ خواجہ باقی باللہ کو بھی مرحمت ہو، انھوں نے فرمایا کہ میں نے ثابت ایک خسریزہ اس کو دے دیا ہے۔ خواجہ باقی باللہ یہ سنا کر خوش ہوئے اور سمجھے کہ شیخ نے مجھ کو اجازت مرید کرنے کی دے دی۔ اس کے جواب میں میں نے کہا کہ اس طرح نہیں ہے۔ میں نے اپنے پیر سے اور دوسرے بزرگوں سے نہیں سنا بلکہ میرے نزدیک ثابت ہوا کہ خواجہ امکنی نے خواجہ باقی باللہ کو اجازت اور خلافت دے دی ہے مگر وہ قبول نہ کرتے تھے۔ کہ میں اس بارگراں کے اٹھانے کے قابل نہیں ہوں مگر خواجہ امکنی نے نہ مانا اور فرمایا کہ میں نے تجھ کو اجازت دی اور یہ کام تجھ کو کرنا ہوگا اس وقت کئی بوڑھے آدمی اور بھی موجود تھے، انھوں نے بھی تصدیق کی۔ یہ سن کر خواجہ خاوند محمود نے فرمایا کہ میں نے بھی سنا ہے اور میرے چچے تھے سوال کے جواب میں فرمایا کہ خواجہ خاوند محمود میرے پیر زادہ کی اولاد خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی کی ہیں پس چاروں سوالوں کا جواب پا کر میں معتقد اور مرید ہوا۔ چنانچہ فقیر نے اپنے مرشد سے سنا ہے کہ فرماتے تھے، وہلی میں باکیس قطب اعلیٰ درجہ کے ہیں ۱۰ ان میں خواجہ باقی باللہ بھی ہے۔ میں نے بھی روحانیت حضرت سے فیضان حاصل کیا اور سلسلہ نقشبندیہ میں بلا واسطہ روحانیت حضرت سے اجازت ہے۔ ایک زمانہ میں یہ کاتب بھی ایک روز وضع عالیہ پر حاضر ہو کر زیارت سے مشرف ہوا۔ جو فیض اور مذاق حاصل ہوا بیان سے باہر ہے۔ چنانچہ غدد سے پہلے بشارت دی تھی کہ تو دہلی سے چلا جا اور مالوہ کو جانا ہوگا۔ میں نے اپنی بد نصیبی سے اس پر عمل نہیں کیا جب مالوہ میں پہنچا وہاں قبولیت عظیم ہوئی۔ جب سمجھا کہ حضرت پہلے ہی آگاہ کر چکے تھے۔ یہ قبولیت حضرت کے طفیل ہے۔ نقل ہے کہ سید غلام علی شاہ دہلوی عالم بے بدل و درویش بے مثل اور سلسلہ قادریہ میں مرید شاہ کمال کی متعلق کے تھے۔ فرماتے ہیں کہ ایک روز

شیخ احمد مجدد الف ثانی حلقہ مریدوں میں تشریف فرما تھے۔ فرمانے لگے کہ حاضرین حلقہ سے ایک شخص کے گلے میں طوق کفر پڑا ہوا ہے۔ مگر طریقہ راست پر آجائے گا، یہ سن کر تمام مرید کانپ اٹھے کہ نہ معلوم ہم میں سے کون ہے اور اس کا نام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ شیخ طاہر ہے یہ سن کر حاضرین کو اودھی تعجب ہوا۔ آخر بعد چند مہینے کے شیخ طاہر ایک ہندو عورت پر عاشق ہوئے اور ترک لباس اسلام کر کے زنا رگلے میں ڈالا۔ چونکہ شیخ طاہر سے آپ کو بہت محبت تھی۔ یہ حال سن کر بہت رنجیدہ ہوئے، آخر آپ کے دونوں صاحبزادوں نے ایک وقت عرض کیا کہ ہمارے استاد کافر کے دریا میں سر ڈوب گیا ہے، اگر آپ توجہ فرمائیں تو وہ پھر مسلمان ہو۔ جو ہونا تھا سو ہوا۔ جب صاحبزادوں نے بہت اصرار کیا آپ نے لاٹھا اٹھا کر دعا کی کہ الہی حضرت غوث اعظم نے فرمایا ہے کہ جس کسی کے تئیں کسی کار پر قدرت نہ ہو، وہ اگر تو سل میرا درمیان میں لائے تو اللہ تعالیٰ اس کی وہ حاجت روا کرے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اپنے دوستوں کے طفیل سے شیخ طاہر کو اس بلا سے نکال اسی وقت شیخ طاہر کی مستی اور وہ عشق مزاجی دودھ ہوئی، اسی وقت آپ کی خدمت میں آکر دوبارہ مشرف باسلام ہو کر مرید ہوئے، سید غلام علی شاہ دہلوی فرماتے ہیں کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہر صدی میں ایک مجدد پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ جنید بغدادی و غوث اعظم اپنی اپنی صدی میں مجدد اور محی الدین ہوئے ہیں۔ پس گیارہویں صدی میں اللہ تعالیٰ نے شیخ احمد کو مجدد دین اسلام پیدا فرمایا۔ چنانچہ مجدد الف ثانی قطب ربانی و محبوب سبحانی و امام ربانی و قطب آپ ہی ہیں۔ صاحب روضۃ الاسلام فرماتے ہیں کہ شیخ احمد سید و خوارق ایسے ہیں کہ قیامت تک زمین پر یادگار رہیں گے، ایک تو آپ کے مکتوبات اور دوسرے رسالہ کہ جس میں حقائق اور معارف بر ملا درج ہیں۔ دوسرے آپ کے فرزند کہ جن کو آپ نے اپنے کمال سے مثل اپنے کر لیا تھا، وہ ایک خواجہ محمد صادق، دوسرے شیخ احمد سعید تیسرے شیخ محمد معصوم، چہارم شیخ محمد اشرف، پنجم محمد فرخ، ششم شیخ محمد عیسیٰ، ہفتم شیخ محمد یحییٰ، مشہور بہ شاہ جی، ان صاحبوں میں سے شیخ احمد سعید اور محمد معصوم صاحب سجادہ ہوئے۔ وفات حضرت سکی بروز سہ شنبہ وقت صبح، سلخ ماہ صفر ۱۰۳۲ھ میں ہوئی، مزار سرہند

میں زیارت گاہ خلائق و حاجت روائے مریدان ہے۔

## ذکر حضرت شیخ محمد طاہر لاہوری نقشبندی قدس سرہ

آپ خلیفہ حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی کے تھے۔ صاحب ریاضت و مجاہدت و مقامات عالی و کرامت و خوارق کہ قبولی بہت رکھتے تھے، پہلے خاندان قادریہ میں شاہ سکندر بن شاہ کمال کیتلی کے مرید ہوئے۔ بعد شیخ عبدالواحد الدین شیخ احمد مجدد کے زیر تعلیم رہے ان کی وفات کے بعد صحبت شیخ احمد سے بہرہ مند ہوئے اور تعلیم خواجہ احمد سعید و خواجہ محمد معصوم پر متعین ہوئے۔ بعد بلانے کفار میں پھنس کر پھر دعائے حضرت سے اس کفر سے خلاصی پائی۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، بعد توجہ حضرت مرشد کے بکمال ولایت فائز ہوئے اور طریقہ چشتیہ نقشبندیہ قادریہ میں صاحب اجازت ہوئے اور لاہور میں مامور ہو کر ہدایت خلق میں مصروف رہے۔ مقامات حضرت کے آپ کے ان مکتوبات سے جو خدمت پیر میں تحریر کیے ہیں ان سے ظاہر ہیں۔ خلیفہ آپ کے مشہور ترین یہ ہیں: شیخ ابو محمد قادری نقشبندی لاہوری، دوم صوفی دہلوی، سوم شیخ لکھن مست کہ لاہور میں آسودہ ہیں چہارم شیخ ابوالقاسم کہ مزار آپ کا جدہ میں ہے، پنجم شیخ آدم بنوری کہ سلسلہ قادریہ میں مرید تھے۔ وفات شیخ طاہر کی ۸۸ معرم شگبہ بمقام لاہور ہوئی۔ قبرستان میان میں آپ کا مزار ہے

## ذکر حضرت خواجہ بیرنگ قدس سرہ

آپ صاحبزادہ خواجہ باقی باللہ کے اور مرید بھی تھے بعد خواجہ حسام الدین کہ مرید خواجہ باقی باللہ کے تھے، ان کی خدمت میں رہ کر کارہ تکمیل پہنچا یا عفا حضرت کی سلسلہ میں ہوئی۔ مزار نزد والد کے ہے۔

## ذکر حضرت آخوند ملا حسین خیاں کشمیری مجدد قدس سرہ

آپ پہلے مرید مولانا محمد قادی کے، بعد خواجہ عبدالشہید دہلوی کے ہو کر فیضان کامل حاصل کر کے چند سے روضہ خواجہ باقی باللہ پر حاضر رہ کر پھر کشمیر میں آکر ہدایت خلق میں مصروف ہوئے۔ تاریخ عظیمیہ میں



ذکر ہے کہ شیخ محمد امین صوفی اور مولانا حیدر و خواجہ محمد فضیل و بابا نصیب الدین سہروردی بسوڑ جمعاً آپ سے ملنے آئے۔ خواجہ محمد اعظم صاحب تاریخ مذکور میں کہتے ہیں کہ میں بھی اپنے پیر بابا نصیب الدین کے ہمراہ تھا۔ ملا حسین نے ایک حدیث پڑھ کر مولانا حیدر سے پوچھا کہ اس حدیث کا راوی کون ہے۔ ملا حیدر چپ رہے مگر ان کے صاحبزادہ خواجہ محمد افضل نے کہا کہ حضرت عثمان غنی سے روایت ہے۔ ملا حسین نے التفات کیم کے پھر مولانا حیدر سے پوچھا۔ مولانا نے اپنے فرزند کے کلام کی تائید کی۔ ملا نے کہا پہلے تم نے کیوں نہ کہا، اب یہ تائید کلام کیوں ہے۔ اس میں سخت تردد ہوا۔ مزید ہوا کہ حضرت عثمان غنی سے اس کی تصدیق کی جاوے یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک شخص برقعہ پوش نورانی آیا۔ یہ سب بزرگ تعظیم بجالائے اور اس شخص کے قدم چومے، نو وارد نے آہستہ باادب اس کی تصدیق کی۔ بعد تصدیق کے وہ برقعہ پوش جس طرف سے تشریف لائے تھے واپس تشریف لے گئے۔ یہ تینوں حضرات حضرت عثمان غنی کے مشکور ہوئے اور فرمایا کہ روح پاک خلیفہ ثلاث کی تھی۔ برائے تصدیق روایت حدیث شریف لائے تھے وفات خواجہ ملا حسین کی سن ۷۵۰ھ میں ہوئی۔ مزار کشمیر ریاست محلہ کوجور میں ہے۔

## ذکر حضرت خواجہ خاوند حضرت الشاہ قدس سرہ | آپ ولی مآورد

صاحب حال و قال عاشق ذوالجلال منظر جلال و کمال بن میر سید شریف بن خواجہ میر محمد ابن تاج الدین حسن بن خواجہ علاؤ الدین عطار اور مرید خواجہ ابواسحاق سفید کے اور روحانیت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی سے بھی اولیٰ طریقے پر فیضان تھا۔ اور سلسلہ آپ کا بنید بغدادی خواجہ سے مل جاتا ہے۔ بیس برس کی عمر میں وحش میں آکر مقیم ہوئے ایک روز مجلس باقی بیگ حاکم وحش میں بیٹھے تھے کہ بہت بد مزاج اور عکراویا تھا آپ کو دیکھ کر کہنے لگا کہ وہ لوگ جو اپنے کو خواجہ زال کہتے ہیں، خلق خدا کو گمراہ کرتے ہیں ان کی ناک اور کان کاٹ کر شہر میں تشہیر کیا جائے یہ سن کر حضرت نے فرمایا کہ میں میدوار ہوں کہ سنگ خاندان و دشمنان بزرگان کے ناک کان کٹیں۔ چنانچہ بعد ایک ہفتہ کے

میر شکار شاہ بخارا کا مہم جاتوران شکاری و خشن میں آیا۔ ایک ضعیفہ کی بکری زبردستی لے لی۔ اس پر حاکم و خشن نے میر شکار کو خوب پٹوایا، اس نے بخارا پہنچ کر بادشاہ سے استغاثہ کیا کہ حاکم و خشن نے مجھ کو پٹوایا اور بار سرکاری چھین لیا۔ یہ سن کر بادشاہ برہم ہوا، اور باقی بیگ حاکم و خشن کو بلا کر اس کی تاک اور کان کٹوا دیے۔ اس منکر ادیبان نے اپنی سزا پائی۔ پس جب عبدالشرف شاہ بخارا نے اور اس کے پسر عبداللہ نے انتقال کیا حضرت وہاں سے کشمیر میں آ کر جمیل بیگ حاکم کشمیر کے مکان پر قیام پذیر ہوئے، بہت کچھ جوہر و خلائق ہوئی، ہزاروں مرید ہوئے۔ تا حال آپ کی اولاد کشمیر میں موجود ہے۔ بعد اکر آباد لاہور، دہلی میں بھی چھندے رہے۔ بعد شاہانِ ہند راقم یعنی از عہد... اکبر اعظم تا بہ حضرت شاہجہان حضرت کا نہایت اعزاز رہا اور جو دعا کرتے فوراً بارگاہِ الہی میں مستجاب ہوتی تھی چنانچہ دوبار بارش کے واسطے دعا کی اور پانی برسا۔

نقل ہے کہ جب اشرف بیگ برادر عوم بیگ کا بل جانے لگا۔ حضرت نے کسی کام کے واسطے ارشاد فرمایا، اس نے سستی کی۔ آپ اس سے کلمہ خاطر ہوئے، وہ تپ کہنہ میں مبتلا ہوا اور مقیاس حرارت کا روند بروز زیادہ ہونے لگا۔ آخر اس کو حضرت کی خدمت میں لائے اور دعائے صحت چاہی۔ حضرت نے تکبیر فرما کر ارشاد کیا کہ اگر خدا چاہے گا صحت ہوگی لوگ سمجھے کہ شفا کے واسطے فرمایا، اس کو پھر گھر میں لے گئے۔ اس کا گھر قریب خانقاہ تھا۔ جب رات ہوئی یکایک اس کے گھر سے رونے کی آواز آئی۔ معلوم ہوا کہ اشرف بیگ سر گیا، اسی وقت اس کا برادر عوم بیگ روتا پیٹتا آیا اور عوم کی کہ خواجہ نقشبند نے مرنے والوں کو زندہ کیا۔ میں بھی امیدوار ہوں کہ میرا برادر زندہ ہو، آپ نے تبسم کر کے فرمایا کہ گھر میں جا کر دیکھ کہ شاید زندہ ہو۔ یہ فرما رہے تھے کہ رونے کی آواز موقوف ہوئی اور خبر آئی کہ اشرف بیگ نے آنکھ کھولی۔ حضرت کی توجہ سے دو تین روز میں صحت ہوئی۔ ایک بار حضرت عید گاہ لاہور میں بروز عید تشریف فرما تھے۔ نمازی جمع ہو چکے تھے، مگر صوبہ دار لاہور کا انتظار تھا، اثناء ذکر میں آخر وقت نماز کا ذکر آیا۔ حضرت نے فرمایا کہ وقت آخر وقت تا بہ زوال ہے۔ ملا ابرصالح لاہوری نے انکار کیا اور بے ادبی کے سخن زبان پر لایا، حضرت

نے فرمایا کہ اے آفتاب حیات تیرا میرا برہمات آگیا۔ چنانچہ ملا بعد نماز کے گھوڑے پر سوار ہو کر شہر کو چلا کہ گھوڑا بگڑا اور ملا گرا اور گردن کا منکا ٹوٹا، بمشکل اپنے گھر پہنچا اور جانا کہ یہ شامت اس بے ادبی کی ہے۔ آخر قاضی نور الدین و شیخ الاسلام میر حسین کو حضرت کی خدمت میں بھیج کر عفو قصور چاہا۔ حضرت نے فرمایا کہ اب مجبوری ہے۔ تیرا ہدف پہنچ چکا میں اگرچہ راضی ہوں مگر میرے خواجگان راضی نہیں۔ آخر ملا اسی روز مر گیا۔ ایک بار ملا ذہبی شاعر کشمیر تارنخ خانقاہ حضرت لکھ کر لایا۔ اس وقت ہجوم خلایق تھا اس کو پیش نہ کر سکا جب چلا حضرت نے پکار کر فرمایا کہ ملا جو کا غدیری جیب میں ہے وہ دیتا جا کہ اس وقت سے بہتر کون وقت ہوگا۔ ملا متعجب ہوا اور پرچہ تارنخ پیش کیا۔ خواجہ معین الدین تحسیر فرماتے ہیں کہ انتقال سے پندرہ روز پہلے بعد نماز عصر نواب افتخار خان عالیجاہ کہ مرید حضرت کا تھا اس کو فرمایا کہ بعد پندرہ روز کے میرا سفر آخرت ہے۔ چنانچہ جب سو گھنٹوں روز آیا بعد نماز مغرب کئی بار یہ شعر پڑھا۔

ابھی غنیمت امید بکشا      گئے از روضہ جاوید پوتا

اور عشاء سے پہلے سر سجدہ میں رکھ کر سفر فرمایا۔ اس وقت حضرت شاہجہان بادشاہ لاہور میں تشریف فرما تھے۔ آپ کے انتقال کی خبر سن کر میراں سید جلال الدین صدر صدر لاہور کو حکم دیا کہ تم جا کر میری طرف سے اہتمام تجہیز و تکفین کرو۔ پس جب برائے غسل نعش مبارک کو تختہ پر لٹایا۔ قریب تھا کہ تہ بند کی گرہ کھل جائے۔ حضرت نے دونوں ہاتھوں سے اپنا تہ بند کپڑ لیا۔ یہ کرامت دیکھ کر تمام حاضرین نے اقرار کیا کہ اویا اللہ لا یوتون پس جب لحد میں رکھا اور برائے زیارت چہرہ مبارک سے کفن اٹھایا تو ہر لب اس طرح جنبش کرتے تھے کہ کچھ پڑھ رہے ہیں۔ بعد نواب سعید خان نے آپ کا مقبرہ بنوایا انتقال حضرت کا ۱۲ شعبان ۱۰۵۲ھ میں ہوا۔ مزار لاہور میں ہے۔ بعد انتقال کے ہزاروں کرامتیں ظہور میں آئیں۔ حکام لاہور سے ایک شیوہ تھا۔ اس نے گنبد کو گرانا چاہا آخر اس کی بیٹی نے اس کو قتل کیا۔ آپ کے چھ فرزند تھے۔ خواجہ تاج الدین خاوند و خواجہ خاوند احمد و خواجہ خاوند محمد و خواجہ خاوند معین الدین صاحب کتاب رضوانی کہ شاگرد شیخ عبدالحق



محدث دہلوی کے تھے، وخواجہ خاوند قاسم وخواجہ بہاؤ الدین خاوند مجاور مرزا والد یہیے اور خلیفہ آپ کے یہ ہیں۔ وخواجہ احمد پیر حضرت وخواجہ عبدالرحیم نقشبندی کہ اولاد سے خواجہ حسن عطار کی تھے، وخواجہ محمد امین وحیدی، وخواجہ عبدالعزیز وحیدی وخواجہ باقی ترسون، خواجہ شادمان کابلی و مرزا ہاشم برادر خواجہ دیوانہ بلخی کہ مرشد سبحان قلی خان شاہ بلخ کے تھے، وخواجہ لطیف بدخشی، مرزا ابراہیم برادر میر نعمان مجددی، وخواجہ باندی کشمیری وخواجہ حاجی طوسی و حاجی ضیاء الدین وخواجہ ابوالحسن سمرقندی و مولانا پایندہ عارثی وخواجہ معین الدین فرزند حضرت۔

## ذکر حضرت حاجی خضر ادغائی قدس سرہ | آپ خلیفہ شیخ احمد سرہندی مجدد کے اور بھول پور

علاقہ سرہند میں رہتے تھے۔ پہلے شیخ احمد کے والد کی صحبت میں رہ کر کمالات حاصل کیے بعدہ بخد مت شیخ احمد بکمال ولایت مشرف ہو کر تمام اقالیم کی سیر کی، لکھا ہے کہ ایک بار شیخ احمد مجدد صاحب نے ابلیس سے پوچھا کہ میرے مریدوں میں سے وہ کون ہے جس پر تر نے دست برد نہ پائی ہو اس نے عرض کیا کہ حاجی خضر کبھی میرے دام میں نہیں آیا۔ وفات حضرت کی ۸۵۲ھ بمقام بھول پور میں ہوئی۔

## ذکر حضرت خواجہ سید آدم بنوری قدس سرہ | آپ خلیفہ شیخ احمد مجدد ثانی کے تھے، پہلے حاجی

خضر کے تعلیم یافتہ تھے۔ اس کے بعد مجدد صاحب کے مرید ہوئے، مگر علوم ظاہری سے نا آشنا تھے۔ ایک روز معاملہ میں آواز غیب سنی کہ کوئی کہتا ہے کہ تو نے قرآن کیوں نہیں پڑھا، آپ نے عرض کی کہ پروردگار تو قادر ہے۔ اب رحمت کر اسی وقت ایک دست نورانی پیدا ہوا، آپ کے سینہ کو مس کیا، اسی وقت تمام علوم کھل گئے۔ مولانا بدر الدین تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت پابند سنت اور دفع بدعت میں بہت کوشاں تھے ایک ہزار طلبہ کو آپ کے نگر سے دو وقتہ کھانا ملتا تھا، آپ سید حسینی اور قصبہ مودہ کے رہنے والے ہیں، ایک روز آپ نے فرمایا کہ میرے والد نے ایک شب جناب پرورد عالم

کو خواب میں دیکھا کہ اپنے سینہ پر ہاتھ پھیر کر کوئی چیز نکال کر ان کو دے کر فرمایا کہ اس کو کھالے۔ حسب الامر اھتوں نے اس کو کھایا، دوسری شب کو میری والدہ حاملہ ہوئیں۔ بعد نو ماہ کے میں پیدا ہوا۔ اب مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ میرا وجود عطیہ شاہ رسالت سے ہے۔ آپ ۵۲ سالہ میں مع چند سادات و افغانان و مشائخ وارد لاہور ہوئے، دس ہزار آدمی آپ کے ہمراہ تھے۔ چند سے وہاں قیام کیا۔ مگر دشمنان ادویا، نے حاکم لاہور کو ورغلا یا، جب آپ کو خبر ہوئی، وہاں سے واپس وطن آکر زیارت کعبہ سے مشرف ہو کر مدینہ طیبہ میں آئے اور وہیں وفات پائی۔ ایک بزرگ نے لکھا ہے کہ آپ کے ہمراہ دس ہزار افغانان تھے اور فوج شاہی ہم پر تھی۔ بادشاہ کو یہ خوف ہوا کہ یہ لاہور پر قبضہ نہ کر لیں، اس وجہ سے وہاں سے چلے آئے یعنی بادشاہ نے نہ ٹھہرنے دیا۔ یہ روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی۔ جب شاہجہان کو مرید اور معتقد سلسلہ مجددیہ کا اوپر لکھا گیا ہے تو پھر بدگمانی کجا۔ شیخ محمد شریف فرماتے ہیں کہ میں نے اور دوسرے یاروں نے آپ کی پیشانی پر اسم ذات لکھا دیکھا۔ ایک روز ہم نے اس معاملہ کو دریافت کیا، آپ نے اس کا اظہار منع فرمایا اور اس روز سے وہ نظر مردان سے پوشیدہ ہو گیا۔ شیخ صالح کہتے ہیں کہ جب میں آپ کے طریقہ میں مرید ہوا تو میں نے کہا افسوس ہے کہ اگر میں پہلے پیدا ہوتا اور اور کسی بزرگ کے طریقہ میں مرید ہوتا تو بہتر ہوتا۔ اب طریقہ متاخرین مجددیہ میں مرید ہوا ہوں، کیا فائدہ ہوگا۔ اسی شب کو میں نے خواب میں دیکھا کہ درویش ہر طریقہ کے اپنے مریدوں بہت آئے اور مجھ سے مصافحہ کر رہے کہ کہا کہ تو سعادت مند ہے کہ طریقہ مجددیہ میں مرید ہوا۔ گو یہ طریقہ آخری ہے مگر تقدیر سے بہتر ہے۔ جب آنکھ کھلی بہت خوش ہوا۔ صبح جب حاضر ہوا، فرمایا کہ الحمد للہ تیری تسلی ہو گئی۔ شیخ غلام محمد سہارنپوری کہتے ہیں کہ ایک بار مجھ سے فرمایا کہ جس مشکل میں تو مجھے یاد کرے گا میں تیری امداد کرونگا چنانچہ سفر قندھار میں رہنوں نے مجھ کو گھیرا۔ میں نے آپ کی طرف توجہ کی اسی وقت آپ کو بچشم طاہر دیکھا۔ آپ کی ہیبت سے مہزن بھاگ گئے۔ بندر میں ایک عورت پر جن عاشق تھا۔ اس کے لواحقوں نے آپ سے عرض کیا، آپ نے فرمایا کہ اس عورت کے

کان میں کہہ دو کہ شیخ احمد کہتے ہیں یہاں سے چلا جا۔ ورنہ جلا دیا جائے گا۔ چنانچہ لوگوں نے اس عورت کے کان میں کہا اور وہ اسی وقت اچھی ہو گئی۔ شیخ محمد شریف کہتے ہیں کہ میں سوتا تھا۔ معلوم ہوا کہ شیخ نے مجھ سے کہا کہ اٹھ تیرے گھر چور آیا۔ میں گھبرا کر اٹھا۔ کوٹھے پر گیا تو چور مجھ کو دیکھ کر بھاگ گیا۔ ایک حاکم نے آپ کی دعوت کی آپ نے فرمایا کہ اگر تو ظلم اور بدعت سے توبہ کرے تو میں تیری دعوت قبول کروں۔ وہ یہ سن کر غصہ ہوا اور سخن بے ادبانہ زبان پر لایا۔ آپ نے اس کو تیز نظر سے دیکھا، اسی روز وہ شکار میں اپنے دشمنوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ وفات حضرت کی ۱۲ شوال ۱۰۵۲ھ میں ہوئی۔ مزار آپ کا مدینہ منورہ میں متصل روضہ خلیفہ سوم کے ہے۔ آپ کے چار بیٹے تھے شیخ محمد اولیاء و شیخ محمد عیسیٰ و شیخ محمد محسن و شیخ غلام محمد۔

**ذکر حضرت شیخ حامد لاہوری قدس سرہ** | آپ خلیفہ شیخ آدم بنوری کے تھے نہایت متقی اور

اپنے پیر بھائیوں کی تعلیم پر متعین تھے۔ وفات آپ کی بروز پنجشنبہ ۲۲ جمادی الآخر ۱۰۵۲ھ میں ہوئی۔ مزار بنوری ہے۔

**ذکر حضرت شیخ نور محمد پشاوروی قدس سرہ** | آپ خلیفہ شیخ آدم کے اور ترک اور مجرید میں

شہرہ آفاق سلطان پور میں تحصیل علوم کر کے شیخ آدم کے مرید ہوئے اور صاحب کمال ہو کر پیر خاندان یوسف زئی کے ہوئے اور آج تک وہ سلسلہ جاری ہے وفات آپ کی ۱۰۵۹ھ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت میر نعمان مجددوی قدس سرہ** | آپ خلیفہ شیخ احمد سرہندی کے تھے صاحب شریعت و

طریقت و بابرکت و پیر پرست و صاحب ہدایت گزرے ہیں، وفات آپ کی ۱۰۹۱ھ صفر ۱۰۶۰ھ میں ہوئی۔



## ذکر حضرت سید امیر ابو اعلیٰ نقشبندی قدس سرہ | آپ اولاد سے

آپ کے والد اراکین اکبری سے تھے، وہ لاولدت تھے، انھوں نے اجمیر شریف جاکر روضہ حضرت خواجہ ... میں چشمی پر اولاد کے واسطے التجا کی، شب کو بحالت خواب معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ فرماتے ہیں کہ تیرے گھر بڑا پیدا ہوگا، وہ میرا ہوگا۔ چنانچہ بعد اس معاملہ کے حضرت پیدا ہوئے۔ صغیر سنی سے آثار بزرگی سیمائے نورانی سے ظاہر تھے اور کرامت و خوارق ظاہر ہونے لگے تھے۔ کہتے ہیں کہ حضرت مادر زاد ولی تھے۔ چند روز میں علوم ظاہری سے فارغ ہو کر دربار شاہی سے منصب موروثی حاصل کیا۔ اس عرصے میں ان کے والدین نے انتقال کیا، اور دہلی میں قلعہ کہنہ کے سامنے مدفون ہوئے آپ کا روبرو امارت میں مصروف رہے۔ ایک شب خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہ معین الدین چشمی فرماتے ہیں کہ اے فرزند جس واسطے پیدا ہوا اس کو بھول گیا اور کچھ تعلیم فرمایا۔ جب بیدار ہوئے اپنے دل کو شوق میں مستغرق پایا۔ آخر ترک امارت کر کے عبادت حق مصروف ہوئے۔ اجمیر شریف جاکر روحانیت خواجہ بزرگ سے اویسی طریقہ پر فیضان حاصل کیا۔ بعدہ حضرت خواجہ امیر عبداللہ سے بیعت ظاہری کی کہ وہ مرید خواجہ یحییٰ کے وہ مرید خواجہ عبدالحق کے، وہ مرید خواجہ احرار کے۔ وہ مرید مولانا یعقوب چرخچی کے، وہ مرید خواجہ علاؤ الدین عطار کے، وہ مرید خواجہ بہاؤ الدین نقشبندیہ کے تھے کہتے ہیں کہ جب آپ کی فقیری کا شہرہ ہوا تو حضرت نور الدین جہانگیر بادشاہ نے ایک روز آپ کو طلب کیا اور جام شراب لپٹے ہاتھ سے بھر کر آپ کو دیا، آپ نے انکار کیا اس وقت بادشاہ نے فرمایا کہ اے ابو اعلیٰ انکار کرتا ہے۔ تو غضب سلطانی سے نہیں ڈرتا۔ آپ نے کہا میں غضب الہی سے ڈرتا ہوں، اس کے آگے غضب سلطانی کوئی چیز نہیں ہے۔ یسن کر بادشاہ نے آپ کو گلے لگایا اور غدر چاہا اور کہا کہ یہ فقط تمہارا امتحان تھا۔ الحمد للہ کہ جو گمان میرا تمہارے ساتھ تھا وہ درست رہا اور جاگیر آپ کی واگذاری کی آپ قبول نہ فرماتے تھے۔ اس پر بادشاہ نے مصر ہو کر فرمایا کہ یہ واسطے انجما جات مساکین

کے ہے۔ حضرت نہایت متقی اور معدنِ جود و احسان تھے، جو اہل دنیا و عقبیٰ آپ کی خدمت میں آتا، متوجہ ہو کر ان کی مشکل کشائی فرماتے، اور فرمایا کرتے تھے کہ بہتر ہے میرے پاس طالب دنیا آویں کس واسطے کہ کشائش دنیا سے کشائش عقبیٰ ہو جاتی ہے مگر یہ کیفیت تھی کہ پہلے جو طلب دنیا میں ان کے پاس جاتا تھا چند روز کے بعد طالبِ عقبیٰ و مولا ہو جاتا آپ پر نسبتِ چشتیہ غالب تھی۔ وفات حضرت کی بروز شنبہ ۹ صفر ۱۲۸۳ء میں ہوئی، مزار پُرانوار اکبر آباد میں حاجت روائے خلق ہے۔

**ذکر حضرت شیخ ابوالفتح قدس سرہ** | آپ مرید شیخ آدم کے تھے، نہایت محبوب کہ رطکین سے اپنے پیر کی خدمت میں رہے۔ وفات آپ کی ۱۲۸۳ء میں ہوئی۔

**ذکر حضرت شیخ عبدالحی قدس سرہ** | آپ خلیفہ شیخ احمد سرہندی کے تھے صاحبِ استغراق و پابند سنت و باکرا گز سے ہیں۔ وفات آپ کی ۱۲۸۳ء میں ہوئی۔

**ذکر حضرت شیخ احمد سعید قدس سرہ** | آپ فرزند اور خلیفہ شیخ احمد سرہندی کے تھے کہ بعینہ مثل اپنے والد کے تھے۔ ملا بدرالدین کہتے ہیں کہ ایک روز میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا، ایک شخص ایک بیڑہ پان ڈھاک کے پتے میں لپٹا ہوا لایا۔ آپ نے گھوری اس میں کھائی اور پھر اس کو اسی طرح لپیٹ کر میری طرف پھینک دیا۔ میں سمجھا کہ اس میں بیڑہ بھی ہے آداب بجالا کر جو کھولا تو خالی تھا۔ حاضرین ہنس پڑے، میں شرمندہ ہوا مگر اس پتے کو لپیٹ کر اپنی گڑھی میں رکھ لیا۔ جب مکان پر آکر اس پتے کو پھینکنا چاہا تو وہ برگ پان ہو گیا تھا۔ تبرکات اس کو میں نے کھایا اور وہ علامتِ باطنی پیدا ہوئی کہ بیان سے باہر ہے۔ چنانچہ آپ کے حق میں خواجہ باقی باللہ فرمایا کرتے تھے کہ شیخ احمد کے دونوں پسر احمد سعید و محمد معصوم جواب کے ٹکڑے ہیں کہ خورد سالی میں مقامات احمدیہ کو پہنچ گئے ہیں۔ کسی شخص نے سید غلام علی شاہ دہلوی سے کہا کہ خواجہ ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں کہ دونوں صاحبزادے بابِ تجدید میں

شیخ احمد سے شرکت رکھتے ہیں۔ غلام علی شاہ نے فرمایا کہ شیخ نے فرمایا ہے کہ معاملہ میرا اور میرے فرزندوں کا مثل صاحبِ شرع و تقایہ کے ہے۔ وفات حضرت کی مشاعرہ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت شیخ محمد سلطان پوری قدس سرہ | آپ خلیفہ شیخ آدم کے تھے

باعمل جس بیمار پر بسیم اللہ پڑھ کر دم کرتے اس کو شفا ہوتی، اگر جنگل میں جا کر ذکر اللہ کرتے، جانورانِ صحرائی حاضر ہوتے تھے۔ وفات حضرت کی مشاعرہ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت شیخ محمد معصوم قدس سرہ | فرزند و مرید شیخ احمد سرہندی کے

خواجہ باقی باللہ نے فرمایا تھا کہ احمد یہ فرزند تیرا مجھ کو مبارک ہے چنانچہ سولہ برس کی عمر میں دستا فیضیت حاصل کی، بعدہ باعلوم باطنی متوجہ ہوئے اور اپنے بھائیوں سے سبقت لے گئے، آخر والد نے اپنے مریدوں کی تعلیم آپ کے سپرد کی اور ان کو وصیت کی کہ اپنی خانقاہ کو تخت سلطنت اور بوریہ کو مسندِ شاہی سے بہتر سمجھنا اور امراء اور وزراء بادشاہوں سے محترم رہنا۔ چنانچہ امراء شاہجہانی کی محبت قبول نہ کی مگر بوجہ عقیدت حضرت اور نگ زیب عالمگیر بادشاہ سے نہایت محبت رہی۔ بعض اہل کتاب نے لکھا ہے کہ حضرت عالمگیر آپ کے مرید تھے اسی وجہ سے آپ کے مرید امراء عالمگیری میں داخل ہوئے۔ جب زیارت حدین کو گئے وہاں بھی ہزاروں مرید ہوئے، تذکرہ ادیبانہ میں لکھا ہے کہ بوجہ مریدی عالمگیر کے حضرت دارا شکوہ قادی کو بھی آپ سے نفاق تھا بلکہ آپ کے مریدوں سے بھی تنفر تھا۔ اس وجہ سے حضرت نے روضہ نبوی پر عرض کی کہ دارا شکوہ ولی عہد شاہجہان اہل سرہند کے درپے تخریب ہے۔ اس وقت معلوم ہوا کہ حضرت رسالت مآب نے ارشاد کیا کہ جو دشمن تیرا ہے وہ دشمن میرا ہے اس کے واسطے شمشیرِ قہر الہی کی کافی ہے چنانچہ شہادت دارا شکوہ کی مشہور ہے۔ میر عسکری نے روایت ہے کہ مکہ معظمہ میں ایک شخص کا لڑکا مر گیا۔ اس کے والدین روتے پٹتے حضرت کی خدمت میں آئے۔ اس پسر کے



سراٹے بیٹھ کر متوجہ ہوئے۔ جب ایک ساعت گزری تو اس کی فحش متحرک ہوئی۔ بعد اس کے کھڑا ہو گیا۔ طاحسن کا بیلی ناقل ہیں کہ ایک بار ماہ رمضان میں شیخ معتکف تھے۔ میں مجھ میں گیا تو شیخ آرام کرتے تھے۔ مزار پر چاند پڑی تھی میرے دل میں خیال گزرا کہ اولیاء اللہ کو سونا نہیں چاہیے۔ آپ نے نور باطن سے معلوم فرما کر فرمایا کہ سہ

سحر کرشمہ وصلش بخواب می دیدم ہر سہ مراتب خولے کہ یہ زبیدار است

اس جواب سے میں متفعل ہوا اور عفو قصور چاہا، شیخ محمد صدیق پشاور کی کہتے ہیں کہ میں ایک بار اونٹ پر سوار جاتا تھا۔ ناگاہ شتر بھاگا میں گرا، پیر میرا رکاب میں الجھا رہا۔ وہ مجھ کو گھسیٹے لیے جاتا تھا، ہر چند لوگوں نے روکا، وہ نہ رکا کہ میرے دل میں حضرت کی یاد ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ حضرت تشریف لائے اور مہاراس کی پکر کر ایستادہ کیا، رکاب سے پیر میرا جدا کر کے غائب ہوئے۔ اور ایک بار دریا پر کپڑے دھو رہا تھا کہ پیر پھسلا میں دریا میں غوطہ کھانے لگا۔ میں نے دیکھا کہ شیخ نے آکر مجھ کو ڈوبنے سے بچایا، اسی طرح ایک بار غلبہ سلطان الاذکار میں مغلوب الحال ہو کر جنگل میں چلا گیا وہاں دہشت معلوم ہوئی۔ پس جس طرف نظر پڑتی تھی صورت شیخ موجود پاتا تھا۔ ملا پائندہ کہتے ہیں کہ ایک شیعہ نے اصحاب ثلاثہ کو برا کہا۔ میں نے اس کی چھاتی میں مکہ مارا کہ وہ مر گیا اس کے قصاص میں حاکم نے مجھ کو پکڑا اور اس کے تیرا کہنے کے چار گواہ چاہے چونکہ اس وقت اور کوئی موجود نہ تھا، میں گواہ نہ دے سکا، آخر حاکم نے مجھ کو قتل کا حکم سنایا۔ جب میں سخت پریشان ہوا شیخ کو یاد کیا، دیکھا کہ شیخ تشریف لائے اور حاکم سے فرمایا کہ شیخ پائندہ سچا ہے اس کی گواہی یہ ہے کہ قبر میں مردہ کا منہ اگر قبلہ کی طرف ہو تو لاتے ظلم کیا، قابل قتل ہے۔ اگر اس کا منہ قبلہ سے پھرا ہو تو ملا راست گو ہے۔ حاکم نے یہ امر قبول کر کے اس کی قبر پر جا کر قبر کو کھدوایا، دیکھا تو منہ اس کا قبلہ سے پھرا ہوا تھا اور شکل بگڑ گئی تھی۔ حاکم نے مجھ کو رہا کر کے بہت اکرام کیا۔ نقل ہے کہ آپ کا ایک مرید رحیم داد تھا۔ اس کا باپ مال تجارت لے کر ایک جہاز پر سوار ہو کر چلا، اثنائے راہ میں جہاز بھنور میں آگیا اس نے ہزار روپے شیخ کی تندر قبولی۔ جہاز بھنور سے نکل گیا۔ جب ہندوستان

میں آیا پانچ سو روپیہ نذر کیے، آپ نے فرمایا کہ بروقت تباہی جہاز کے تو نے ہزار روپے قبولے تھے۔ اب نصف کیوں دیتا ہے۔ وہ بہت منقفل ہوا اور پانچ سو باقی ماندہ بھی پیش کیے۔ وفات حضرت کی ۱۰۸۳ء میں ہوئی۔ مزار سرہند میں ہے۔

**ذکر حضرت سید علیم اللہ قدس سرہ** | آپ خلیفہ آدم بنوری کے اور سید حسینی تھے اور متقی اور عالم باعمل

تھے۔ ملا عبدالحکیم سیالکوٹی سے روایت ہے کہ میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا ایک روپیہ مجھ کو دیا۔ میں نے اس کو جیب میں ڈال لیا۔ کئی سال وہ روپیہ میرے پاس رہا۔ کبھی میرا کیسہ خالی نہ رہا۔ جس قدر خرچ کرتا تھا اتنا ہی غیب سے اور پُر ہو جاتا تھا وفات حضرت کی ۱۰۸۳ء میں ہوئی۔

**ذکر حضرت شیخ محمد انبالوی قدس سرہ** | آپ خلیفہ شیخ آدم کے تھے صاحب کرامت ظاہری اور باطنی تھے۔ وفات آپ کی ۱۰۸۳ء میں ہوئی۔

**ذکر حضرت شیخ محمد شریف شاہ آبادی قدس سرہ** | آپ خلیفہ شیخ آدم کے تھے

عالم باعمل و درویش بے مثل، صاحب مال و مال گزرے ہیں۔ وفات آپ کی ۱۰۸۳ء میں ہوئی۔

**ذکر حضرت خواجہ معین الدین قدس سرہ بن خواجہ عاوند محمود**

آپ پسر و خلیفہ اپنے والد کے تھے، صاحب تقویٰ پابند سنت نبوی، نہایت صالح و عالم علوم تھے۔ اپنے عہد کے مفتی کہ تمام علماء آپ سے فتویٰ طلب کرتے تھے۔ چنانچہ فتویٰ نقشبندیہ و کنز السعادت بعبارت آپ کی تالیفات سے موجود ہیں اور اپنے والد کے حال میں رسالہ رضوانی لکھا۔ عہد سلطنت حضرت شاہجہان بادشاہ میں نواب منظر خان صوبہ کشمیر ہوا۔ اس کی حکومت میں شیعہ اور سنی خوب لڑے۔ بعد کشت و خون کے مقدمہ

روبرو قاضی ابوالقاسم وقاضی محمد عارف کے پیش ہوا اور حکام نے تعبیر اہل شیعہ میں سستی کی کہ ان کا گروہ زیادہ تھا۔ اس میں اہل سنت کو برا ہی ہوئی، شہر سے چل کر بہ سرداری حضرت بہفت مینار مقام کیا اور حضرت نے صوبہ دار کشمیر کو سخت الفاظ تحسیر کر بھیجے وہ اسی وقت حاضر ہوا اور کل اہل سنت کو مناکر شہر میں لے گیا۔ بہت سے تبرا کہنے والوں کو قتل کیا۔ یہ فعل اس کا ظاہری تھا۔ کس واسطے کہ بادشاہ سے خواجہ کی شکایت کی، بادشاہ نے خواجہ کو لاہور میں رہنے کا حکم دیا۔ حضرت نے اپنے فرزند کو اپنا صاحب سجادہ کر کے کشمیر میں بھیجا۔ وفات حضرت کی ۱۰۸۵ھ میں ہوئی۔ مزار کشمیر میں ہے۔

## ذکر حضرت شیخ عبدالخالق حضوری قدس سرہ | آپ خلیفہ شیخ آدم کے تھے

خواجہ قطب خاں سے روایت ہے کہ میں ایک روز حضرت کی خدمت میں حاضر تھا۔ میں نے عرض کیا کہ دعا کیجیے کہ شاہزادہ اورنگ زیب بادشاہ ہوں۔ میں ایک دیہندہ خدام کر دوں گا۔ پس کر چمکے تامل کر کے فرمایا کہ لشکر دارا شکوہ کو شکست ہوئی عالمگیر تخت پر بیٹھا۔ حضور سے دن بعد اس کا ظہور ہوا۔ میں نے سند حضرت کو پیش کی، قبول نہ فرما کر ارشاد کیا کہ میں نے بسائے خدا اس کی امداد کی نذر نہ لینا ہمارے پیروں کا طریق نہیں ہے۔ ایک روز تیل نہ تھا۔ خادم نے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تیل کا برتن لا چنانچہ وہ برتن آیا۔ آپ نے بسم اللہ پڑھ کر اس میں دم کیا۔ وہ تیل سے بھر گیا۔ فرمایا کہ یہ رازہ کسی سے نہ کہنا۔ چنانچہ چند سال اسی برتن میں سے خرچ ہوا۔ بعد اس نے یہ کرامت کسی سے بیان کی، اسی وقت وہ برتن خالی ہو گیا۔ وفات آپ کی ۱۰۸۶ھ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت خواجہ داؤد مشکوٰتی قدس سرہ | آپ شاگرد خواجہ حیدر چرخ کی تھے اور مشکوٰۃ شریف

حفظ تھی۔ بعد حصول علم ظاہری کے بابا نصیب الدین سے سلسلہ قادریہ میں بیعت کر کے اسرار الابرار حالات مشارع میں بزبان عربی و فارسی تالیف کی۔ بعد خواجہ خاوند محمود نقشبندی کے مرید ہوئے اور ۱۰۹۶ھ میں وفات پائی۔ مزار کشمیر میں محلہ کند پور متصل



عید گاہ کے ہے۔

آپ مرید سید عبدالوہاب کے، وہ خلیفہ شیخ عثمان

## ذکر حضرت شیخ محمد امین کشمیری قدس سرہ

جاندھری کے تھے۔ بعد عطاءے خرقہ نقشبندیہ کشمیر میں آکر مقیم ہوئے، ہزاروں مرید ہوئے جب عمر شریف ستر سے زیادہ ہوئی، ار رمضان ۱۲۹۰ھ میں وفات پائی مزار کشمیر میں ہے مصرعہ تاریخ:۔ عرش بود مسکن روح الامین۔

آپ فرزند محمد معصوم بن شیخ احمد سرہندی عالم علوم

## ذکر حضرت شیخ یوسف الدین قدس سرہ

ظاہری و باطنی اور بسبب اتباع سنت کے محی السنن مشہور ہوئے جو فاسق، فاجر کافر آپ کے روبرو آتا تائب ہوتا۔ اہل دول کے گھر کا کچھ نہ کھاتے تھے، ان سے بہت پرہیز رکھتے تھے۔ ہر وقت منتظرانہ بیٹھے رہتے تھے۔ اگر کوئی آپ کے روبرو اللہ کہتا اسی وقت بے ہوش ہو جاتے تھے۔ آپ سے بہت سی کرامتیں بے اختیار صادر ہوئی ہیں۔ ایک شب برائے ادا ئے نماز تہجد اٹھے۔ حجرہ کی چھت پر جلتے ہی بالنسی کی آواز آئی۔ بے قرار ہو کر نیچے گر پڑے۔ باغچہ میں بہت ضرب آئی۔ فرمانے لگے کہ مردمان مجھ کو بسبب ترک سماع کے بیدار کہتے ہیں مگر بے دودہ ہیں کہ سن کر صبر کرتے ہیں۔ ایک بار آپ کا ایک مرید مجلس سماع میں شامل تھا۔ اس کو حالت ہوئی۔ اس نے ضبط کیا کہ اس کا قلب پھٹ گیا اور وہ مر گیا۔ آپ نے اس کی کیفیت سن کر فرمایا کہ سماع مہلک و درمنداں ہے اس وجہ سے علماء نے سماع کو حرام فرمایا ہے۔ آپ کے مریدوں سے ایک نے تقیل غذا کی۔ آپ نے اس کو منع فرما کر ارشاد کیا کہ اس طریقہ میں حاجت تقیل غذا کی نہیں ہمارے پیروں کے ہاں وقوف قلبی اور صحبت شیخ اور غمرہ مجاہدات شاقہ کا خرق عادت اور تصرفات ہے ہمارا کام ہمیشہ باتباع سنت ذکر توجہ الی اللہ کثرت انوار و برکات ہے۔ وفات آپ کی ۱۲۹۰ھ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت شیخ سعدی مجددی لاہوری قدس سرہ | آپ خلیفہ شیخ آدم کے تھے

اور خورد سالی سے شیخ آدم کی خدمت میں رہے۔ شیخ محمد عمر پشاور کی کہ آپ کے خلیفہ تھے انھوں نے کتاب جواہر الاسرار آپ کے کوائف عمری میں لکھی۔ شرف الدین نے روضۃ السلام میں بھی آپ کی بہت کچھ تعریف لکھی ہے۔ آپ ولی مادر زاد تھے۔ خورد سالی میں جو مشکل پیش آتی، وہ بوسیۃ حضرت سید اتام حل ہوتی تھی۔ آپ کی توجہ سے آسیب بھاگ جاتے تھے۔ جس بزرگ کی طرف توجہ کرتے اس کی روحانیت سے فیض حاصل ہوتا آپ کی سات برس کی عمر تھی، ایک روز اپنے دیہہ کے باہر چاہ پر وضو کر رہے تھے کہ حاجی سعد اللہ وزیر آبادی بنور کو جاتے تھے۔ ان کو دیکھ کر کہنے لگے کہ یہ بچہ کیا احتیاط سے وضو کر رہا ہے۔ وہ تو دہاں سے پانی پی کر چل دیے، انھوں نے ان کے ہمراہیوں سے پوچھا کہ یہ بزرگ کون ہیں، انھوں نے کہا حاجی سعد اللہ ہیں بنور اپنے پیر کے پاس جاتے ہیں۔ یہ بھی اٹھ کر ان کے ہمراہ ہو لیے، راستہ میں کسی سے کلام نہ کیا جب حاجی صاحب خدمت مرشد میں پہنچے، انھوں نے ہر ایک درویش کو جدا جدا پوچھا۔ جب انکی نوبت آئی تو حاجی جی نے عرض کیا کہ یہ لڑکا بھی میرے ہمراہ آیا ہے۔ مگر عجیب حوالہ ہے شیخ نے فرمایا کہ مت کہو کہ میرے ہمراہ آیا ہے بلکہ یوں کہو کہ میں اس کے ہمراہ آیا ہوں۔ یہ سعادت مند مقبول بارگاہ الہی ہے اگر مختاری بخشش ہوئی تو اس لڑکے کے سبب جانتا۔ پھر شیخ نے ان سے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے، انھوں نے کہا کہ سعدی، شیخ نے فرمایا کہ درواریں سعدی۔ اور بہت مہربانی فرما کر اپنے گھر میں لے گئے اور اپنی اہلیہ سے کہا کہ یہ خورد سال ولی میرے پاس آیا ہے، رسول خدا اس پر بہت مہربان ہیں۔ بعد یہ فرما کر کسی خدمت پر مامور فرمایا۔ تاریخ بدخشی سے نقل ہے کہ حضرت خود فرماتے ہیں کہ میں ہر کاب مرشد سہارنپور میں مقیم ہوا، شب کو خواب میں دیکھا کہ شہر پر نور برس رہا ہے۔ اور ایک عفت مآب نے کہ اولاد انبیاء علیہم السلام سے تھیں، میرے پاس آکر فرمایا کہ تجھ کو حضرت قرۃ العین رسول آخر الزمان طلب فرماتے ہیں۔ میں ان کے ہمراہ ایک

مسجد نورانی میں گیا، دیکھا کہ تمام انبیاء کی مستورات ایستادہ ہیں اور حضرت بنی بنی فاطمہ سیدۃ النساء ان کی امام ہیں۔ میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ اے پسر میں اپنی طرف سے تجھ کو اسم اعظم دیتی ہوں۔ پس مجھ کو اسم اعظم بتا کر اور ہمارے بیوں سمیت ہوا پر پہواز کی اور آنکھ سے غائب ہوئیں۔ روایت ہے کہ حرمین شریفین جہانے وقت جب شیخ آدم جہاز پر سوار تھے یکایک جہاز طوفان میں آگیا۔ اہل جہاز آپ سے مستدعی ہوئے، آپ نے دعا کی جہاز بلا سے نکلا۔ جب مکہ میں پہنچے، میر منظور نے تباہی کا ذکر کیا، شیخ آدم نے فرمایا کہ وہ برکت سعدی کی تھی، شیخ محمد امین بدخشی فرماتے ہیں، مجھ کو شیخ نے پہلے روانہ طرف مدینہ کے کر دیا تھا راستہ میں مجھ کو حالت غسل کی ہوئی۔ ایک چشمہ میں نہایا۔ موسم سردی کا تھا۔ مجھ کو جاڑا چڑھ آیا کہ اس چشمہ میں سے ایک مرو نکلا اور مجھ کو گرم گرم حلوا کھلایا۔ میں اچھا ہو کر رہی ہوا۔ مولانا محمد یحییٰ زنگی سے روایت ہے کہ جب خبر انتقال شیخ آدم کی پہنچی۔ آپ لاہور میں مقیم ہو کر ہدایت خلق میں مصروف ہوئے۔ وفات حضرت کی چار شنبہ ۳ ربیع الثانی ۱۱۱۳ھ میں ہوئی۔ مزار لاہور میں متصل پیر عزیز فرنگ کے مشہور ہے۔ خلیفہ آپ کے یہ ہیں خواجہ محمد سلیم و محمد غنی و خواجہ محمد یوسف و خواجہ محمد عارف۔

## ذکر حضرت مولانا حاجی محمد اسماعیل غوری نقشبندی مجددی قدس

آپ خلیفہ شیخ سعدی لاہوری کے اور مولینا یار محمد گل مہاری کہ خلیفہ شیخ آدم کے تھے ان سے بھی فیض حاصل کیا تھا پہلے کسب حلال سے پشاور میں ایام گزاری کرتے تھے اور بہت سیاحت کی، زیارت حرمین سے مشرف ہوئے اور دیگر مشائخ سے فائدے اٹھائے بعد لاہور میں آکر شیخ سعدی کے مرید ہوئے۔ صاحب کرامات و خوارق۔ محبت خان کی مسجد میں جب مراقبہ فرماتے تھے۔ مسجد بل جایا کرتی تھی۔ قدیم سے محراب اس مسجد کی ذرا قبلہ سے پھری ہوئی تھی، آپ کی توجہ سے سیدھی ہو گئی۔ وفات حضرت کی ۵ جمادی الآخر ۱۱۱۳ھ میں ہوئی۔ مزار پشاور میں ہے۔



## ذکر مخدوم حافظ عبد الغفور شاہری مجددی قدس سرہ | آپ خلیفہ حاجی اسماعیل کے تھے

اور شیخ سعدی لاہوری سے بھی فیض حاصل کیا تھا، نہایت فروتنی اور نفس کشی رکھتے تھے۔ ولی ماورزا دہشتے رطکین سے مزار بابا عبدالکریم پر جا کر نفل پڑھتے۔ بعد ہر رکعت کے ایک پیسہ زیر قدم پلاتے وہ اپنے ہم جوہریوں میں تقسیم فرماتے اور رومانیہ سید علی ہمدانی سے بھی فیض اٹھایا اور شیخ سعدی سے سلسلہ قادریہ و چشتیہ و نقشبندیہ و سہروردیہ میں صاحب احادیث تھے۔ کتاب روضۃ السلام کے دیکھنے سے حضرت کے کمالات بخوبی ظاہر ہو سکتے ہیں۔ اور سید محمد غوث گیلانی نے بھی آپ کے کوائف لکھے ہیں۔ وفات حضرت کی ۱۲ شعبان ۱۱۶۶ھ میں ہوئی۔

## ذکر خواجہ حافظ احمد بسوی قدس سرہ | آپ منظر خوارق و کمالات و مورد انوار تجلیات اور غلوت گزین

تھے، اپنے وطن ترکستان سے چل کر سیر کرتے ہوئے وارد کشمیر ہو کر حضرت ملا شاہ کی خانقاہ میں کئی برس رہے۔ آخر خواجہ نظام الدین بنیرہ خواجہ خاوند محمود بخت ان کو شہر میں لائے اور اپنے فرزند ان کو مرید کرایا۔ یہ حضرت بھی اپنے عہد میں شیخ کشمیر گزرے ہیں اور ۱۱۶۶ھ میں بمقام کشمیر انتقال فرمایا۔

## ذکر حضرت شیخ محمد مراد کشمیری قدس سرہ | آپ فرزند ملا محمد طاہر مفتی اور مرید شیخ عبدالاحد

سرہندی کے تھے۔ چندے دہلی اور سرحد میں رہے ہیں، اور تہجد کے وقت ہزار رکعت روز پڑھتے تھے۔ نہایت صالح اور بابرکت گزرے ہیں۔ بعمر ۵۵ سال ۱۲ رجب ۱۱۶۲ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کے مرید خواجہ محمد اعظم کی تصنیفات سے رسالہ فیض مراد اور تواریخ عظمیٰ ہیں۔

## ذکر حضرت سید نور محمد بدایونی قدس سرہ | آپ مرید شیخ سیف الدین بن محمد معصوم بن شیخ احمد

سرہندی کے، عالم متبحر، صاحب تقویٰ و کرامت، دنیا اور اہل دنیا سے متنفر۔ جس پر مہربانی سے نظر کرتے وہ طالبِ حق ہو جاتا تھا، وفات حضرت کی ۱۱۳۵ھ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت خواجہ محمد صدیق مجددی قدس سرہ** | یہ حضرت پسر و خلیفہ شیخ محمد معصوم

سرہندی کے تھے۔ یہ بھی اپنے والد سے کم نہ تھے۔ وفات حضرت کی ۱۱۳۶ھ میں ہوئی۔ مزار سرہند میں ہے۔

**ذکر حضرت خواجہ عبداللہ بنی مجددی قدس سرہ** | آپ مرید شیخ عبداللہ محمود کے، اپنے وطن

سے چل کر کشمیر آکر قبولیت عظیم پائی اور بہت بڑے سیاح تھے۔ خواجہ محمد اعظم و خواجہ بابا نور و خواجہ بہاؤ الدین، ان صاحبوں نے بھی آپ سے خرقہ خلافت حاصل کیا تھا وفات آپ کی ۱۱۲۹ھ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت خواجہ عبداللہ بخاری فاروقی مجددی** | آپ اولاد سے شیخ نجم الدین کبریٰ کے تھے، پہلے مرید

جدی سلسلہ میں تھے، بعد سیاحی کرتے ہوئے مکہ معظمہ میں آئے اور شیخ احمد بنی کہ شیخ معصوم سرہندی کے خلیفہ تھے، ان کے مرید ہو کر کار تکمیل پہنچا کر کشمیر میں تشریف لا کر مقیم ہوئے خلق کثیر حلقہ ارادت میں آئی اور ۱۱۳۰ھ میں وفات پائی۔

**ذکر حضرت شیخ عبدالاحد بن شیخ احمد سعید بن شیخ احمد سرہندی قدس سرہ**

آپ خلیفہ اپنے پدر کے اور صاحب سلسلہ مجددیہ و کرامت و خوارق گزشتہ میں وفات آپ کی ۱۱۳۲ھ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت شیخ محمد فرخ قدس سرہ** | کہ بندگان حضرت شیخ احمد سرہندی سے تھے۔ صاحب تقویٰ، ماہر علوم ظاہری

باطنی اور مجیب الدعوات تھے۔ وفات حضرت کی ۱۱۳۳ھ میں ہوئی۔

## ذکر حاجی محمد افضل قدس سرہ

آپ خلیفہ شیخ محمد معصوم اپنے پدر کے عالم بے بدن صوفی  
بے مثل تھے بارہ برس والد سے تعلیم پائی پھر بارہ

برس شیخ احمد کی خدمت میں رہ کر فیضان حاصل کیا بعد از زیارت حرمین سے مشرف ہو کر اپنا کتب خانہ  
وقت فرمایا اور خود یاد مولائیں مشغول ہوئے، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے حدیث آپ  
بی سے صیغ کی آخر ۱۱۴۶ھ میں انتقال فرمایا۔

## ذکر حضرت حافظ محمد حسن نقشبندی قدس سرہ

آپ اولاد سے شیخ  
عبدالحق محدث دہلوی

کی اور مرید شیخ محمد معصوم سرہندی کے کمالات طاہری اور باطنی سے آراستہ پیراستہ  
طریق مجددیہ میں کامل و مکمل گزرے ہیں، آپ کے کمالات کتاب مرزا مظہر جان جاناں سے  
بخوبی معلوم ہو سکتے ہیں۔ وفات آپ کی ۱۱۴۴ھ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت سید محرم علی نقشبندی لاہوری قدس سرہ

آپ معلم ادیب  
ہندو گزرے

میں پابند سنت، صاحب ذوق و شوق، قطب وقت شیخ عہد گزرے ہیں، کمالات  
آپ کے ظاہر ہیں کہ حضرت مولانا فخر الدین دہلوی نے آپ سے ملاقات کر کے آپ کے فقر  
اور کمال کی تعریف کی بس وفات نہیں ملا۔

## ذکر حضرت نواب مکرم خان مجددی قدس سرہ

آپ امراء عالمگیری  
سے تھے ترک

امارت کر کے شیخ محمد معصوم سرہندی کے مرید ہوئے۔ ایک روز بادشاہ نے پوچھا کہ تیری  
عمر کس قدر ہے کہا کہ چار سال، بادشاہ نے تبسم کر کے فرمایا کہ کیونکر؟ جواب دیا کہ جو دن  
آپ کی خدمت میں گزرے، اکارت گئے اور جو چار برس پیر کی خدمت میں گزرے، یہ  
اصلی تھے۔ اور یہ کہ دسترخوان آپ کا کشادہ اور پر تکلف تھا، جو شریک طعام ہوتا تھا  
نور باطن سے اس کا سینہ منور ہو جاتا تھا۔ لکھا ہے کہ جب آپ کا ۱۱۴۸ھ میں انتقال ہوا  
اور قبر میں رکھا آپ نے چشم کھول کر فرمایا کہ وہ کلاہ جو خواجہ احرار کے سر کی ہے اور مجھ کو برے



پیر سے پہنچی ہے، میرے سر پر رکھو کہ میرا فخر ہے، آخر خادم نے کلاہ لاکر سر پر رکھی، آپ نے آنکھیں بند کر لیں۔ عمر آپ کی ایک سو بیس برس کی تھی۔

## ذکر حضرت شیخ محمد فاضل پٹیا لوی قدس سرہ

آپ ماہر اسرار و شریعت  
واقف انوار طریقت،

صاحبِ حال و قال، صاحبِ سلسلہ، مقتدائے اولیاء کہ مرید شیخ محمد فاضل کلا لوی کے، وہ مرید شیخ ابو محمد لاہوری کے، وہ مرید شیخ محمد طاہر قادری کے، وہ مرید شاہ سکندر کستھلی کے وہ مرید شیخ احمد سرہندی کے تھے، کمالات آپ کے تذکرہ آدمیہ دروضۃ السلام سے دیا ہو سکتے ہیں۔ وفات حضرت کی ۱۲ رزی الحجہ ۱۱۵۱ھ میں ہوئی۔ مزار پٹیا لہ میں ہے۔

## ذکر خواجہ حافظ سعد اللہ قدس سرہ

آپ مرید شیخ محمد صدیق بن شیخ محمد  
معصوم سرہندی کے تھے، صاحب

مقامات عالی۔ فقر اور قناعت میں شہرہ آفاق، مرزا مظہر جان جاناں کی تالیفات سے آپ کے کمالات ظاہر ہیں۔ ۱۰ ر شوال ۱۱۵۲ھ میں وفات پائی۔ دہلی میں بیرونِ دروازہ اجمیری آپ کا مزار ہے۔

## ذکر حضرت شیخ محمد زبیر قدس سرہ

آپ مرید شیخ محب اللہ نقشبندی کے  
صاحب تقوایے کہ ذکر نفی اثبات

بہت کرتے تھے۔ مرید شاہ گلشن کے، صاحب راز و نیاز کہ امرائے دہلی سے تھے۔ اور ۱۱۵۲ھ میں وفات پاکر دہلی میں دفن ہوئے۔ بعد ازاں آپ کا تابوت سرہند میں لاکر دفن کیا گیا۔

## ذکر خواجہ شاہ گلشن قدس سرہ

آپ مرید خواجہ عبدالاحد مجددی کے تھے  
جامع کمالات و منبع حسنات، صاحب تقویٰ

محرک تجرید میں شہرہ آفاق، تلمذ الکذات، جامع مسجد دہلی میں رہتے تھے۔ بارہ ماہ حوض مسجد کا پانی پیتے، ترکاریوں کے چھلکے یا خشک پتے کھاتے تھے اور صاحب کشف و کرامات گزرے ہیں۔ وفات حضرت کی ۱۱۵۳ھ میں ہوئی۔ مزار دہلی میں ہے۔

## ذکر حضرت شیخ عبدالرشید مجذبی بن شیخ محمد مراد کشمیری مجذبی قدس سرہ

آپ مرید اپنے پیدہ کے تھے اور چند صد مرہند میں شیخ عبدالاحد کی خدمت میں رہے۔ جب شیخ دہلی میں آئے آپ بھی ان کی تاحیات دہلی میں رہے بعد ازاں ان کی کنش کے ہمراہ سرہند میں آئے پھر حج کیا۔ وہاں سے دہلی آکر ۱۰۵۰ھ میں انتقال فرمایا۔

## ذکر حضرت خواجہ نور الدین محمد آفتاب کشمیری بن خواجہ نظام الدین قدس سرہ

آپ اولاد سے خواجہ غاوند محمود کی تھے اور تربیت یافتہ خواجہ احمد لوسی کے تھے نہایت مرجع خلائی گز سے ہیں۔ وفات آپ کی ۲ شعبان ۱۱۵۶ھ میں ہوئی۔

## ذکر حافظ محمد عابد قدس سرہ

آپ مرید شیخ عبدالاحد کے تھے نہایت عابد اور زاہد، صاحب تقویٰ، جمعہ کو آپ کے پاس بہت لوگ آکر مستفیض ہوتے تھے اور صاحب کشف و کرامات گز سے ہیں۔ وفات حضرت کی ۸ رمضان ۱۱۶۰ھ میں ہوئی۔

## ذکر حاجی محمد سعید لاہوری قدس سرہ

آپ سلسلہ قادریہ میں مرید سید محمود بن سید علی ساکن دہلی کے تھے کہ سلسلہ شافعی محمد غوث گویاری سے تھے اور سلسلہ مجددی میں مرید حافظ سعد اللہ کے تھے، صاحب کرامات مستجاب الدعوات ایسے کہ آمد شاہ اجمالی میں لاہور میں۔ مگر لکھی محلہ و عبداللہ طری کو جہاں پکا قیام تھا کچھ کھڑکانہ ہوا کہ تین آپ کی لاہور میں مشہور ہیں آپ نے دو چنگی کیے تھے۔ وفات حضرت کی عمر ایک سو دس سال ۱۱۶۶ھ میں ہوئی، مزار لاہور میں ہے خلیفہ آپ کے شیخ عبدالرحیم نواسے آپ کے وسیع فضل علی تھے۔

## ذکر حضرت خواجہ عبدالسلام کشمیری قدس سرہ

آپ مرید حافظ عبدالغفور پشادری کے تھے کہ قطب عہد اور شیخ وقت، مقتدائے مشائخ کشمیر گز سے ہیں صاحب ہمالی و مقال و مذاق و کرامات

جو کوئی حاجت لاتا یا مراد جاتا، جو دعا کرتے مستجاب ہوتی۔ شیخ شرف الدین کشمیری کہ آپ کے مرید تھے، انھوں نے اپنی کتاب روضۃ السلام میں آپ کے کمالات شرح وار لکھے ہیں اور بہت سی کرامتیں زبانِ زہراہل کشمیر میں۔ وفات حضرت کی ۱۸ شوال ۱۱۵۲ھ میں ہوئی۔ مزار کشمیر میں ہے۔

## ذکر حضرت شاہ محمد صادق قلندر کشمیری

آپ امرائے کشمیر سے تھے۔  
تکب دنیا کر کے خواجہ بیرنگ

فرزند خواجہ باقی باللہ کے مرید ہو کر مست جامِ وحدت ہو کر قیوداتِ ظاہری سے قدم باہر رکھا جو ہر شیاء آپ کی خدمت میں جاتا، مست و مدہمیش ہو کر علانیہ کلمہ ہمہ اوست کہنے لگتا۔ آخر علائے کشمیر نے حضرت عالمگیر کو ان کے حالات سے مطلع کیا۔ آخر معرفت شاہ صادق گرفتار ہو کر حضور بادشاہ گئے۔ بادشاہ نے سبب دیوانگی دریافت کیا، اس کے جواب میں چند اشعار مستانہ وار پڑھے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ ان کو رہا کیا جاوے کہ یہ معذور ہے۔ وفات حضرت کی ۱۱۵۳ھ میں ہوئی۔ مزار موضع لار علاقہ کشمیر میں ہے۔

## ذکر حضرت شیخ محمد رضا الہامی قدس سرہ

آپ اولاد سے خواجہ حارث کی  
طریقہ نقشبندیہ روحانیت

خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی سے اور قادیانہ روحانیت غوث پاک سے اور نیز روحانیت حضرت صدیق اعظم سے بھی تہذیب پائی۔ صاحب کشف و کرامت با عظمت گزشتے ہیں وفات آپ کی ۱۱۵۹ھ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت خواجہ محمد اعظم دہلوی قدس سرہ

یہ حضرت فاضل روزگار،  
درویش کامگار کہ مرید شیخ

محمد ولد مجددی کے تھے کہ تاسیخ محمودی میں احوال بادشاہان و مشائخین و فضلاء و شعرائے کشمیر میں احسن طور پر لکھے ہیں اور سیر و سلوک میں مقامات فقر و فیض مراد آپ کی تالیفات سے ہیں وفات آپ کی ۱۱۸۵ھ میں ہوئی۔



## ذکر حضرت خواجہ کمال الدین بن خواجہ نور الدین قدس سرہ

حضرت صاحبِ شریعت و طریقت اور مریدِ اپنے والد کے تھے۔ ۸۹۱ھ میں اہل شیعہ نے آپ کو شہید کیا۔

## ذکر حضرت شاہ شمس الدین حبیب اللہ مرزا مظہر جان جاناں قدس سرہ

آپ ساداتِ عظامِ علوی سے تھے۔ سلسلہ نسب حضرت کا محمد حنیف بن علی مرتضیٰ سے ملتا ہے اور امیر عبد السبحان آپ کے جلا مجد تھے اور وہ مریدِ خاندانِ چشتیہ کے تھے اور بی بی ان کی اسد خان وزیر کی دختر تھیں اور مرید شاہ عبدالرحمن قاضی کے دونوں بندہ گوارہ ترک دنیا کر کے ریاضت اور عبادت الہی میں مصروف ہوئے۔ لکھا ہے کہ مرزا صاحب نے ۱۵ برس کی عمر میں علومِ ظاہری سے انقراغ حاصل کیا جب سولہ برس کے ہوئے یتیم ہو گئے بعدہ بخذمت سید نور محمد بدایونی مجددی سے بیعت ظاہری کی۔ کس واسطے کہ آپ ولی مودت اور روحانیت حضرت خواجہ باقی و خواجگان بہاؤ الدین نقشبندی سے پہلے ہی تعلیم پا چکے تھے اور حاجی محمد افضل و حافظ سعد اللہ و محمد عابد صاحبان سے فیضانِ کامل حاصل کیے۔ پہلے حویلی آبائی حضرت کی زیرِ جامع مسجد رو برو دکان لالہ بھڑ بھونجہ کے تھی۔ اب اس میں ہندوؤں کا ایک محلہ آباد ہے۔ خدا کی قدرت ہے، آپ بہت نازک مزاج اور مجاہد باللہ عالمِ علمِ شریعت و طریقت و حقیقت معرفت تھے۔ نقل ہے کہ خیاط کلاہ تیار کر کے لایا آپ نے سر مبارک پر رکھی۔ معاً درود شروع ہو گیا۔ حاضرین نے سببِ دریاقت کیا، فرمایا کہ ظاہراً کوئی سبب معلوم نہیں ہوتا۔ حاضرین نے پھر عرض کیا کلاہ اتار دیجیے کہ سر مبارک کو ہوا لگے چنانچہ کلاہ اتار تے ہی درود رفع ہوا۔ دیکھا کہ کلاہ میں بخیرہ ٹیڑھا کیا ہوا تھا۔

نقل ہے کہ آپ ایک روز ہمراہ یاراں جنگل میں چلے جاتے تھے۔ یکایک بار سٹپ ہوئے مگر آپ نے دعا کی کہ الہی میرے یار نہ بھیگیں۔ چنانچہ پانی برسا اور حضرت مع اپنے یاروں کے خانقاہ تک خشک آئے۔

حضرت غلام علی شاہ سے نقل ہے کہ میں حاضر خدمت تھا ایک بوڑھا آیا اور بے ادبی سے کہنے لگا کہ میں آج دیکھنے آیا ہوں کہ جان جاناں کا طنطنہ رحمانی ہے یا شیطانی۔ حضرت کو یہ کلام ناگوار خاطر گزرا، اس کو تیز نظر سے دیکھا اسی وقت وہ زمین پر گر پڑا۔ اور شل نا ہی بے آب کے تڑپنے لگا، آخر باواز بند کہا کہ میں تو بہ کرتا ہوں۔ حضرت نے اٹھ کر دستِ حق پرست اس کے سر پر رکھا۔ فوراً اچھا ہو گیا۔

نقل ہے کہ دو تھان زریفت کے والی اودھ نے بنارس میں عمدہ تیار کر کے حضور حضرت عالی گوہر شاہ عالم بادشاہ پیش کش کیے۔ حضور نے ایک تھان میں سے کلاہ ہائے درویشانہ ہر قسم کی تیار کر کے رفقاء کو بھجوا دیں اور ثابت ایک تھان مرزا صاحب کے پاس بھیجا۔ امرائے شیعہ کو ناگوار گزرا اور اپنے علماء کو خبر دی کہ اس طرح کا ایک تھان بیش قیمت بادشاہ نے مرزا جان جاناں کو دیا۔ ضرور وہ اس کو برائے خوشنودی بادشاہ زیب تن کریں گے اس وقت گفتگو کا موقع ملے گا، ادھر جب وہ تھان آیا، آپ اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور خیاط کو طلب فرما کر قبائیانے کا حکم دیا۔ اس نے قبائتری مگر پردہ لینا بھول گیا۔ جب کتر چکا، عرض کیا کہ حضرت مجھ سے بڑا قصور ہوا، آپ نے فرمایا کہ کیا، اس نے عرض کیا کہ پردہ نہیں ہے۔ فرمایا کہ بازار سے منگالو، جس قدر ضرورت ہو، الغرض تمام شاہجہان آباد میں دریافت کیا اس شکل کا زریفت نہ ملا۔ آپ نے فرمایا کہ زریفت اس کے خلاف دوسری قسم کا لگایا تو وہ چنلی کھائے گا۔ کیوں بے فائدہ پیسہ خرچا۔ فرش کے ٹاٹ میں سے پردہ کاٹ کر لگا دے۔ چنانچہ اسی جمعہ کو بعد نماز جمعہ جو وعظ کہنے بیٹھے تو قبائے زریفتی زریب تن تھی، پردہ اس میں پرانے ٹاٹ کا تھا۔ معاندان یہ کیفیت دیکھ کر نہایت شرمندہ ہوئے۔ نقل ہے کہ محمد قاسم مرید آپ کا عظیم آباد گیا ہوا تھا ایک روز اس کا بلاور آیا اور کہا کہ سنا جاتا ہے کہ محمد قاسم عظیم آباد میں قید ہے اس کی رہائی کے واسطے دعا کیجیے۔ آپ نے عظمیٰ دیر سکوت کر کے فرمایا کہ دلائلوں سے کچھ تکرار ہو گئی تھی اور سب طرح خیریت ہے۔ کل تمہارے پاس خط آجائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہتے ہیں کہ نواب مصطفیٰ خان کی زوجہ آپ کی مرید تھیں۔ ہر روز حاضر نہ ہو سکتی تھیں۔ صرف

مراقبہ کرتیں، حضرت کا تصور کر کے توجہ لیتیں، مگر آدمی کے ہاتھ روز کیفیت کہلا کر بھیجتی تھیں کہ آپ مجھ کو توجہ دیں۔ ایک دفعہ بے اذن پیغم نواب کے خادم نے عرض کیا کہ بی بی صاحبہ منظر استغافہ کی ہیں، آپ نے فرمایا کہ بی بی ابھی متوجہ نہیں ہوئیں تو اپنی طرف سے کہتا ہے۔ خادم شرمندہ ہوا اور عذر تقصیر چاہا۔ ایک روتنا ایک مکرر حالات اولیاء آپ کے ہمراہ قبرستان میں گزرا اور عرض کیا کہ یہ قبر میرے دوست کی ہے۔ اس کا حال تو دریافت کیجیے آپ نے اس طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ یہ قبر عورت کی ہے تیرے دوست کی نہیں ہے۔ تو خلاف کہتا ہے۔ یہ کرامت دیکھ کر وہ قدم ہوس ہوا۔ اور عرض کیا کہ برائے امتحان عرض کیا تھا معاف فرمائیے آخر مرید ہوا۔ نقل ہے کہ آپ کی حویلی کے سامنے بھرپور بونجہ کی دکان تھی اول وقت جب آپ برائے نماز صبح جامع مسجد تشریف لے جاتے اس کو جگا کو اس کی چار پائی سیدی کہتے۔ ایک روز اس نے عرض کیا کہ تمام دن آدمی رات تک مزدوری کر کے سونے ہیں، تھوڑی دیر بعد آپ جگا دیتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ ٹیڑھی چار پائی دیکھ کر دل تنگ ہوتا ہے۔ اس نے عرض کیا کہ نیند کے غلبہ میں کس کو اوسان چار پائی سیدی کرنے کا ہوتا ہے جیسی بھی ہوتی ہوئی اس پر پڑ رہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ آج سے میں تیری چار پائی پکھا جایا کروں گا۔ چنانچہ اس روز سے ہمیشہ خود اس کی چار پائی پکھا جایا کرتے تھے۔ نواب عسکری خان کے والد آپ کے مرید تھے، ایک روز بعد مراقبہ کے انھوں نے حضرت کا دامن پکڑا اور کہا کہ جب تک میری دختر کو فرزند نہ عطا کیجے گا، دامن نہ چھوڑوں گا آپ نے قدرے تامل کر کے فرمایا کہ تسلی رکھو۔ اس کے بیٹا ہوگا۔ چنانچہ بعد نو ماہ کے اس کے گھر فرزند پیدا ہوا اور اکثر حضرت فرمایا کرتے تھے کہ انعام الہی ہے مراد مانے دیتی و دنیوی، صوری و معنوی حاصل ہوئیں۔ مگر شہادت ظاہری کہ قرب الہی میں اس کا مرتبہ زیادہ ہے۔ باقی ہے، اللہ تعالیٰ کو فی سبب پیدا کرے کہ یہ مراد بھی ملے، ایسے ایام شہادت نزدیک پہنچے۔ تمام دوستوں اور مریدوں کو خطوط بمضمون الوداعی لکھے اور حاضرین مریدوں سے فرمایا کہ سفر آخرت میرا نزدیک ہے۔ تم صبر کرنا بہت کم کام فرماتا، آخر شب چار شنبہ ۱۹۵۵ء میں بعد نصف شب کے کئی مرد و آئے اور درختانہ والا جام پر دستک



خادم نے عرفی کی کہ کبھی شخص برسے زیارت حاضر نہیں، آپ نے تبسم فرما کر ارشاد کیا کہ بلاو ان میں سے تین اندر آئے۔ ایک نے پوچھا کہ مرزا جان جانان کون ہے ہیں، اووئے کہا کہ یہی ہیں۔ اس بدکردار نے ہتھیار نکلتے ہوئے مارا کہ گولی پہلوئے چپ پر لگی۔ عین قلب پر بیٹھی، آپ بسبب ضعف پیری کے زمین پر گرے اور قاتل بھاگے آخر جراح حاضر ہوا۔ صبح کو جراحان شاہی نامی گرامی اور ایک ڈاکٹر کو لے کر نواب نجف خان آیا، حضرت نے ارشاد کیا کہ شفا قبضہ قدرت خداوند تعالیٰ میں ہے۔ جراح کی کچھ حاجت نہیں۔ اور جنھوں نے یہ کام کیا ہے میں نے ان کو معاف فرمایا اور خون بخشا۔ پس تین روز اور حیات رہے اور بعد نماز جمعہ دونوں ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھی اور الحمد کہتے ہوئے بوقت شام جان بحق تسلیم کی۔ یعنی شہادت حضرت کی نویں محرم ۱۱۹۵ء میں ہوئی۔ مادہ تاریخ یہ ہے ”عاش حید مات شہیداً“ اور تاریخ پیدائش صاحبِ مرقع ۱۱۱۱ء ہے کہتے ہیں کہ وعظ حضرت کا بالکل بے ریا اور پاک تھا، شیعہ آپ سے بہت عداوت رکھتے تھے۔ یہ فعل انھیں کا تھا، آپ کے مرید بہت سے باکمال گزرے ہیں اور تاحال آپ کے سلسلہ میں کرامت اور ولایت پبی آتی ہے۔

**ذکر حضرت مولوی احمد اللہ مجددی مظہری قدس سرہ** | آپ فرزند مولوی ثناء اللہ پانی پتی

کے اور اولاد سے شیخ جلال کبیر اللہ پانی پتی کے اور خلیفہ مرزا جان جانان کے تھے۔ علوم ظاہری اپنے والد سے حاصل کیے، بعد مرزا صاحب کے مرید ہو کر کاندھلوی تہذیب پھیل چکا کرتے ہیں برس کی عمر میں ۱۲۹۵ء میں انتقال فرمایا، مزار پانی پتی میں ہے۔

**ذکر حضرت شیخ محمد احسان قدس سرہ** | آپ خلیفہ مرزا جان جانان کے اولاد سے شیخ عبدالحق محدث

دہلوی کے نہایت عالی ہمت اور شجاع اور مستجاب الدعوات تھے۔ وفات آپ کی ۱۲۰۶ء میں ہوئی۔

## ذکر حضرت مولوی علیم الدین گنگوہی قدس سرہ | آپ مرید عاشق مرزا جان جاناں کے ،

صاحب سکر و فوق و شوق ، ہمیشہ اہل محبت کا ذکر کیا کرتے اور عاشقان الہی کے ذکر پر بہت روتے ۔ وفات آپ کی ۱۲۱۱ھ میں ہوئی ۔

## ذکر حضرت مولوی شہداء اللہ پانی پتی قدس سرہ | آپ اولاد سے کبیر اولیاء پانی پتی کی اور مرید مرزا

جان جاناں کے ، عالم متبحر ممتاز وقت ، شیخ عہد کہ فقہ اور اصول میں اجتہاد پایا تھا ، چند روز علم تصوف کی تحقیق کر کے شیخ محمد عابد نقشبندی کے مرید ہوئے اور مرتبہ فنائے قلبی حاصل کیا ، بعد حسب امر مرشد خود مرزا جان جاناں کے مرید ہو کر کار تکمیل پہنچایا ۔ اور مرزا صاحب نے علم الہدی خطاب دیا اور روحانیت اپنے جس سے بھی فیضان حاصل کیا چنانچہ مرزا صاحب نے آپ کے حق میں فرمایا کہ خداوند تعالیٰ مجھ سے پوچھے گا کہ کیا تحفہ لایا تو عرض کروں گا ، مولوی شہداء اللہ پانی پتی کو لایا ہوں ۔ صاحب تصانیف کثیرہ و اقوال صحیحہ گزرے ہیں اور صاحب سلسلہ ۔ وفات حضرت کی ۱۲۱۱ھ میں ہوئی ۔ مزار پانی پت میں ہے ۔

## ذکر حضرت شاہ درگاہی قدس سرہ | آپ مرید سلسلہ محمد زبیر کے تھے ہمیشہ استغراق رہتا تھا ۔ اور ۔

توجہ ایسی تیز تھی کہ نظر پڑتے ہی ہزاروں مدہوش ہو جاتے تھے ۔ ہزاروں کراہتیں آپ سے ظاہر ہوتیں اور غیب کی خبر دیتے تھے ۔ غیر و شر سے جو فرماتے مٹا اس کا ظہور ہوتا ۔ وفات آپ کی ۱۲۱۱ھ میں ہوئی ، مزار رامپور میں ہے ۔

## ذکر حضرت مولوی صفی الدین صفی القدر قدس سرہ | آپ اولاد سے خواجہ محمد معصوم سرہندی

کے ، کمالات ظاہری و باطنی میں قدم بر قدم اپنے حبیب کے ۔ شب و روز عبادت میں مصروف رہتے ۔ یہاں تک کہ نواب نصرت اللہ خان حاکم رامپور کی بخششی گیری نہ کی ، وفات آپ کی ۱۲۱۱ھ میں ہوئی ۔

## ذکر حضرت شاہ عبداللہ غلام علی شاہ دہلوی قدس سرہ | آپ خلیفہ اعظم وصاحب سجادہ

مرزا جان جاناں کے تھے، کہتے ہیں کہ آپ کے والد سید عبداللطیف، مرید شاہ ناصر الدین قادری کے تھے۔ بہت بڑے عابد اور زاہد اور بجائے طعام بقولات پر اکتفا کرتے تھے اکثر جنگل میں جا کر عبادت کیا کرتے تھے۔ قبل از ولادت سید غلام علی شاہ ان کے والد نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں کہ عبداللطیف! اللہ تجھ کو پس عطا کرے گا۔ اس کا نام میرے نام پر رکھنا، بعد اٹنی دنوں میں حضرت غوث پاک کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ اپنے پسر کا نام میرے نام پر رکھنا۔ پس قصبہ پٹار میں جب آپ تولد ہوئے۔ آپ کی والدہ نے نام نامی عبدالقادر آپ کے چچا عبداللہ کے نام پر رکھا جب بڑے ہوئے اپنے کو غلام علی مشہور کیا۔ جب عمر شریف تیرہ برس کی ہوئی، آپ کے والد نے آپ کو دہلی میں بلایا کہ ان کو بھی اپنے پیر کا مرید کرادوں۔ مگر آپ کے پہنچنے سے پہلے شاہ ناصر الدین فوت ہوئے، آپ کے والد نے اجازت دی کہ جہاں تم چاہو، مرید ہو کس واسطے کہ سید صاحب کی مریدی کے لیے تم کو بلایا تھا، اب تم مختار ہو۔ پس حضرت نے اول شاہ ضیاء اللہ و شاہ عبدالعدل خلفائے خواجہ محمد زبیر مجددی و خواجہ میر درد و وزند خواجہ شاہ ناصر الدین و حضرت مولانا فخر الدین فخر جہاں دہلوی و شاہ غلام سادات صابری والد سید صابر علی شاہ مشائخ دہلی کی صحبت میں حاضر رہ کر بہت کچھ استفادہ اٹھایا۔ بعدہ بعمر ۲۲ سال ۱۱۸۰ھ میں بخدمت مرزا جان جاناں حاضر ہو کر بیعت کی۔ بعد تکمیل کار مجددیہ کے خرقہ خلافت پایا اور بعد شہادت تبیر روشن ضمیر کے صاحب سجادہ ہوئے، آپ کے مریدوں سے ہزار آدھی باکمال ہوئے، آپ کی کرامتیں بے حساب ہیں۔ حضرت مولانا حاجی حافظ محمد حسین کیرانوی مجددی کہ آپ کے خلیفہ اور راقم کے استاد تھے۔ فرماتے تھے کہ حضرت کی خانقاہ گویا نیلگر کا ماٹ تھا۔ کسی رنگ کا آدمی حاضر خدمت ہوتا رنگین ہو کر نکلتا تھا۔ اپنا اگلا رنگ بھول جاتا تھا۔ ایک بار بقال کے بہت سے دام ہو گئے تھے۔ کہ وہ مودی تھا۔ ایک روز حضرت وضو فرما رہے تھے کہ وہ بقال آیا اور عرض کی کہ



خرچ ملنا چاہیے تاکہ بازار سے سوداؤں، ورد مساکین اور طلبائے خلقاء کو وقت ہوگی۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ مالک ہے۔ اس وقت جا پہنچاتا ہوں، وہ تو گیا، آپ و منوسے فارغ ہوئے کہ ایک شخص نے دامپور سے چھ سو روپے کی ہتلی لاکر پیش کی۔ مجھ سے فرمایا کہ مولانا یہ لے کر اس بقال کے دے آؤ، وہ فرماتے ہیں کہ جس وقت آپ مریدوں کو توجہ دیتے تھے۔ تمام مکان انوار و برکات سے معمور معلوم ہوتا تھا فیضان عام ہوتا تھا۔ جس کسی مسئلہ میں ہم کو وقت ہوتی تھی اس وقت خود بخود حل ہو جاتا تھا، ایک بار برادر مولوی کرامت علی، ورد ذات الجنب میں مبتلا ہوئے۔ حضرت نے ان کے پہلو پر دستِ حق پرست رکھا اسی وقت ورد جاتا رہا اور فرماتے ہیں کہ امراء شاہی سے ایک شخص نے حضرت سے امداد چاہی کہ میرا عہدہ بڑھے، آپ نے فرمایا میں بعد نماز عشاء کھڑے ہو کر اسم اللہ صد پڑھ چنانچہ اسی شب کو اس نے پڑھا اور صبح کو تقرب شاہی حاصل ہوا۔ وہ ان کو مشکور ہوا، آپ نے فرمایا کہ میں ناچیز ہوں یہ برکت اللہ کے نام کی تھی جو تو نے صدق دل سے پڑھا تھا۔ بعد ایک مدت کے آپ نے کسی کے واسطے اس سے فرمایا کہ اس کو تو کہ رکھا دو، وہ مفسور امارت میں آگیا تھا اس کی طرف متوجہ نہ ہوا اس نے حضرت سے کہا کہ میں اس کے پاس گیا تھا اس نے میرا سلام بھی نہ لیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کا سلام بھی کوئی نہ لے گا۔ چنانچہ اسی ہفتہ میں وہ بجرم قتل ذلیل اور خوار ہوا۔ اسی طرح حکیم رکن الدین خان حضرت کی دعا سے وزیر ہو کر رکن الدولہ ہوئے۔ حضرت نے ایک عزیز کے واسطے کہا، انھوں نے کچھ خیال نہ کیا۔ آپ کو ناگوار گزرا، اس کا ثمر یہ ہوا کہ وہ خود موقوف ہو کر خانہ نشین ہوئے میاں الف شاہ خادم حضرت سے نقل ہے کہ میں ایک جنگل میں راستہ بھول گیا۔ ناگاہ ایک بزدل پیدا ہوا اور مجھ کو راہِ راست پر لگا دیا۔ جب میں نے اس کو اچھی طرح دیکھا تو حضرت تھے آپ کے مریدوں میں سے ایک احمدیار تھے، کہتے ہیں کہ میں برائے تجارت جاتا تھا۔ جب ایک جنگل میں پہنچا، دیکھا کہ حضرت تشریف لائے اور فرمایا کہ بیل کو تیز ہانکو کہ بہترین اس قافلہ کو تباہ کر دیں گے۔ پس جو بھی ہم قافلہ سے جدا ہوئے، تمام قافلہ خوب لٹا۔ حاجی صاحب مذکور فرماتے ہیں کہ ایک یار یوم برنگال میں کہ دریا بعد پڑھا برائے تفریح

طبع مسجد گھاٹ پر تشریف لائے۔ میں بھی حاضر تھا کہ ایک کشتی دھار پر زندہ سے چلی آتی تھی حضرت نے اس کی طرف توجہ فرمائی، معاساکن ہو گئی۔

نقل ہے کہ حضرت برائے تعزیت ایک مریدہ کے گھر تشریف فرما ہوئے، اس کی جوان دختر مری تھی۔ وہ بہت روئی، آپ نے فرمایا کہ صبر کر اللہ تجھ کو بیٹا دے گا اس نے عرض کیا کہ میں اور میرا شوہر دونوں ضعیف ہیں یہ خلاف عقل ہے۔ فرمایا کہ اللہ قادر ہے اس کے کام کسی کی عقل میں آتے ہیں۔ چنانچہ نو ماہ بعد اس کے پسر پیدا ہوا۔ ایک عورت آئی اور بیمار کی شفا کے واسطے عرض کیا۔ آپ نے تبرک میں اس کو نان اور کیا ب دیا، وہ لے کر گھر گئی۔ اس کو کھول کر جو دیکھا تو وہ علوا ہو گیا تھا۔ یقین ہوا کہ وہ بیمار نہ بچے گا۔ چنانچہ وہ جانبر نہ ہوا۔

میرا کبر علی آپ کے مرید نے کسی عورت بیمار کی شفا کے واسطے تین بار عرض کیا آخر فرمایا کہ اس کی زندگی پندرہ روز کی ہے۔ چنانچہ بعد چودہ روز کے وہ مر گئی، آپ بھی اس کی تجہیز و تکفین میں شامل ہوئے، اکبر علی سے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تو نے اس کی طرف توجہ کی ہے۔ انھوں نے عرض کیا کہ ایک بار توجہ کی ہے۔ فرمایا کہ انوار و برکات اسی کی وجہ سے ہیں۔

والد کاتب الحروف سے روایت ہے یعنی وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک بار کلائی کے باغ میں کہ جو میری والدہ کا زرخیز ہے، گیا تھا۔ وہاں سے آتے وقت درگاہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ پر حاضر ہوا۔ بعد ازلے فاتحہ کے میں نے مراقبہ کیا اور روحانیت حضرت کی زیارت سے مشرف ہوا۔ اس وقت میں نے عرض کیا کہ فیضانِ حشریہ اور قادریہ سے تو میں طفیل اپنے پیر روشن مغیر کے بہرہ مند ہو چکا ہوں، امیدوار ہوں کہ فیضانِ نقشبندیہ سے بھی مشرف ہوؤں۔ یہ عرض کر کے وہاں سے سوار ہو کر مکان پر آیا۔ شب کو معاملہ میں دیکھا کہ خواجہ تشریف لائے اور کلاہ اپنے سر مبارک کی محجہ کو عطا کی اور کچھ بڑھنے کو فرمایا، صبح جمعہ تھا، بعد نماز جمعہ دربانانِ ڈیوڑھی نے خبر کی کہ حضرت سید غلام علی شاہ تشریف لائے ہیں۔ اٹھ کر پیشوائی کر کے حضرت کو لایا۔ بعد حراجِ پُرسی کے میں نے کہا کہ آپ نے قدم رنجہ فرمایا

نہایت عنایت کی، کچھ خدمت فرمائیے تاکہ بجالاؤں، آپ نے تسلیم کر کے فرمایا کہ میں اپنے پیروں کی خدمت کرنے کو آیا ہوں، کل آپ روضہ حضرت خواجہ باقی باللہ پر حاضر ہوئے۔ اور کسی امر کے واسطے آپ سے استدعا کی تھی۔ چنانچہ شب کو مجھے حکم ہوا کہ دارالنجت کل آکر فیضانِ نقشبندیہ کا طلبگار ہوا۔ اس کو ہم سے بہت محبت ہے، تم خود جا کر ہمارے تبرکات میں سے ہماری ٹوپی اس کو دے آنا، باقی ہم سمجھ لیں گے۔ یہ فرما کر رومال میں سے نکال کر کلاہ مجھ کو عنایت کی۔ میں نے بھی اپنی واریات ظاہر کی اور مجھ سے فرمایا کہ بعد ازاں تہجد آپ ۴۱ بار سورہ نسیں شریف پڑھا کریں۔ چنانچہ میں نے وہ کلاہ لے کر اس کو اپنے سر پہ رکھا اور اس کلاہ کو تاج شاہی سے بہتر سمجھا۔ چنانچہ دیگر تبرکات کے ہمراہ میں نے بھی اس کلاہ کی زیارت کی ہے اور اس روز سے خاندان نقشبندیہ میں بھی مرید کرنے لگے تھے۔ نقل ہے کہ قریب خانقاہ کے ایک شیعہ عورت کا مکان تھا۔ حضرت چاہتے تھے کہ اس کو لے کر شامل خانقاہ کریں تاکہ خدام کی تنگی رفع ہو۔ مگر وہ نہ دیتی تھی۔ چنانچہ حکیم شریف خاں صاحب کو بھیجا، انھوں نے بھی جا کر اس کو کہا۔ اس نے جواب میں حضرت کی نسبت سخت کلمات کہے اور مکان فروخت کرنے سے قطعی انکار کیا۔ ایسا کچھ کہا تھا کہ وہ حکیم صاحب موصوف کو بھی تاگوار گزارا۔ وہاں سے آکر بجنسہ سب بیان کیا آپ نے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا کہ یا حضرت اس عورت کے کلام آپ نے سنے اب میں نہ ٹونگا جب تک وہ بہنت نہ دے گی۔ چنانچہ اسی عرصہ میں اس کے گھر میں ہوتی شروع ہوئیں۔ وہ عورت اور ایک بڑا بچا۔ باقی سب مر گئے، ایک دن وہ بڑا بھی بیمار ہوا۔ وہ بھی کہ یہ میری شامت اعمال ہے کہ میں نے خالص خدا کو بڑا کہا۔ اس بڑے کو لے کر حاضر خدمت ہوئی۔ اور عفو قصور چاہا۔ حضرت نے دست مبارک اس کے سر پر رکھا اس بڑے کو شفا ہوئی اور اس عورت نے مذہب حق اختیار کیا اور مرید ہوئی۔

نقل ہے کہ ایک شخص کابل سے آتا تھا۔ وہ اپنے سندھ میں شتر اس کے اسباب کا ڈوب گیا اس نے نذر قبولی کہ اگر شتر میرے اسباب کا دریا سے نکل آیا تو روغنی روٹی شاہ غلام علی دہلوی کی نذر کروں گا۔ قدرت خدا سے اسی وقت وہ شتر دکھائی دیا اور مع اسباب



کنارہ پر آیا پس جب وہ دہلی میں آیا، یہ واقعہ بیان کیا اور غنی روٹی نذر کی، ایک روز ایک برہمن نو عمر خور و حاضر ہوا، تمام اہل مجلس اس کو دیکھنے لگے۔ حضرت نے بھی چشم رحمت سے اس کو دیکھا۔ اس نے اسی وقت جینوا توڑا اور سلمان ہو کر مرید ہوا۔ مولانا حاجی محمد حسین کیرانوی مجددی فرماتے ہیں کہ حضرت کی کرامات اور خوارق عادات زیادہ حد بیان سے ہیں، ذات بابرکات معدن فیوض رحمانی، منبع انوار تجلیات ربانی، جامع الکملات، مشکل کشائے حاجات صوری و معنوی اور یا سر پاک تھے۔ امیر غریب کو ایک آنکھ سے دیکھتے تھے، جس نے بصدق دل آپ کی غلامی قبول کی، کامل ہو گیا۔ نقل سے کہ ایک شخص خدمت عالی میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرا پسرو ماہ سے گم ہے اس کی کچھ خبر نہیں، آپ توجہ کیجیے کہ وہ آجائے، آپ نے فرمایا کہ وہ تیرے گھر میں ہے۔ یہ سن کر وہ متعجب ہوا۔ جب اپنے گھر آیا پسرو موجود پایا۔ ایک روز ایک ضعیفہ حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میرا پسر سپاہ بادشاہی میں نوکر تھا، نوکری چھوڑ کر ننگوٹ باندھ لیا ہے، بھنگ چمکس پیتا ہے۔ یہ سن کر ایک سات متوجہ ہوئے کہ اسی وقت وہ شخص آیا اور نشہ سے توبرہ کی اور مرید ہو کر عاشق اللہ ہوا۔

کئی صاحب مریدان حضرت سے آپ کی خدمت میں آتے تھے، راستہ میں باہم کہنے لگے کہ جو حضرت کی خدمت میں جاتا ہے۔ حضرت اس کو کچھ نہ کچھ تبرک عنایت کرتے ہیں ایک نے کہا کہ مجھ کو خواہش مصلیٰ خاص کی ہے ایک نے کہا میں کلاہ چاہتا ہوں چنانچہ جب حاضر ہوئے، ہر ایک کو حسب دلخواہ اس کے تبرک عنایت فرما کر کہا کہ تمہارا مدعا حاصل ہوا۔ اور حضرت کا قاعدہ تھا کہ امیر غریب جو آتا تھا تفاوت امر وہی میں نہ فرماتے چنانچہ جب شمشیر بہادر والی ریاست باند کلاہ انگریزی سر پر رکھے حاضر خدمت ہوئے۔ آپ دیکھ کر ناخوش ہوئے اور منع فرمایا اس نے برا مانا اور کھڑے ہو کر کہا کہ اب نہ آؤں گا آپ نے فرمایا کہ اس صورت سے خدا نہ لائے۔ جب دالان سے نیچے اترا، خود بخود ٹوپی زمین پر گر پڑی، وہ پھر آکر تائب ہوا اور حلقہ ارادت میں آیا۔

نقل ہے کہ پسر مولوی فضل احمد امام جامع مسجد دہلی علیل تھے، ایک شب انھوں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت تشریف لائے اور پسر کو کچھ کھلایا۔ صبح جواٹھے پسر کو صحت ہوئی۔

مولوی صاحب کچھ نقد کچھ جنس برائے نذر لائے اور قبولیت چاہی۔ حضرت نے تبسم فرما کر ارشاد کیا کہ اجرت کس خدمت کی ہے؟ انھوں نے عرض کیا کہ رات کی عنایت کا شکرانہ ہے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ طریق نقشبندیہ عبارت چار چیز سے ہے۔ بے خطرگی، دوام حضوری و جذبات و ارادت، آپ نے فرمایا کہ بیعت کی چار قسم ہیں، ایک برائے توسل پیران کباب کے، دوم بمراد توبہ از عصیان، سوم برائے کسب نسبت اور فرمایا کہ مرد بھی چار قسم پر ہیں۔ طالب دنیا نامرد، طالب عقیقی مرد، طالب عقیقی و مول جو نامرد، طالب مولیٰ فرد۔ اور ایک بار ارشاد کیا کہ فقیر کے چار حرف ہیں "ف ق ی ر ف" سے فاقہ، ق سے قناعت، ی سے یاد الہی، ر سے ریاضت جو بجالایا، وہ ف سے فاضل و فائز ہوا، ق سے قرب اور قبولیت پائی۔ ق سے یاری اور ر سے رحمت پائی۔ فقیر ہوا و نہ ف سے فضیلت، ق سے قہری سے یاری، ر سے رسوائی ہوئی۔ فرماتے تھے کہ طالب حق کو چاہیئے کہ ایک لمحہ بھی یاد مطلوب سے غافل نہ رہے۔ بعض وقت ارشاد کیا کرتے تھے۔

ایں شربت عاشقی است خرد : بے خون جگر چشید نتواں۔

اور اکثر فرماتے تھے۔

اہل دنیا کا فران مطلق اند : روز و شب عدد ذوق اند و ذوق بقا

حُب دُنیا رَأْسُ كُلِّ عَاطِلٍ یعنی دوستی دنیا کی سر ہے ہر گناہ کا۔ جب دنیا کی دوستی نے دل میں جگر پائی اس سے متعلقہ گناہ ضرور سرزد ہوں گے۔ دوسرے یہ کہ دل ایک ہے جب حُب دنیا اس میں سما گئی ہے پھر حُب مولیٰ کہاں۔

نقل ہے کہ جب ایام وفات نزدیک پہنچے۔ چند روز عارضہ بواسیر میں مبتلا رہے اور مولانا حاجی، حافظ محمد حسین کیرانوی کو بلا کر علاوہ خاندان مجددیہ کے دیگر سلاسل میں اجازت دی۔ اور ایک کلاہ خاص اور ایک مصلی عنایت فرمایا اور بتاریخ ۲۲ ماہ صفر ۱۲۳۵ بعد از اشراق انتقال فرمایا اور قبل انتقال کے وصیت کی تھی کہ راعی شاہ بہاؤ الدین نقشبندی کی میرے جنازہ کے ہمراہ پڑھی جاوے۔

مفسریم آمدہ در کوئے توبہ شینا لہذا ز جلال دوسے توبہ دست بکشا جانبِ نبیل ماہ آفرین در دست بر لطفے ما

آخر خانقاہ شریف میں پہلوئے پیر روشن ضمیر میں مدفون ہوئے۔ مزار حضرت کا خانقاہ میں حاجت روائے خلق ہے۔ اب تک مزار حضرت سے باب فیضان تعلیم و تلقین بند نہیں ہے مثل حیات کے فیضان جاری ہے۔ مگر طالب صادق چاہیئے۔ تھوڑا عرصہ گزرا کہ ماہ صیام میں تذکرۃ الفقراء جو اس ناکارہ نے جمع کیا تھا، طبع ہو رہا تھا۔ مرزا محمد بیگ صاحب خوشنویس دہلوی کہ جو مرید مولوی ولی ابنی رامپوری ثم دہلوی کے ہیں اس کی کتابت کر رہے تھے۔ یہ فقرا و روہ دونوں ہمراہ چلے آتے تھے۔ چٹلی قبر کے پاس ایک مسجد میں روزہ افطار کیا۔ بعد نماز مغرب انھوں نے کہا کہ یہ وقت حلقہ میں حاضر ہونے کا ہے۔ وہاں سے آکر غلطیاں بنا دوں گا میں بھی ان کے ہمراہ خانقاہ میں آیا۔ وہاں حلقہ ہو رہا تھا۔ وہ نوجا کر حلقہ میں شریک ہوئے۔ جناب مولانا منہ پر دمال ڈالے مریدوں کو توجہ دے رہے تھے۔ میں ان سے بہت دور بیٹھا۔ چونکہ خالی بیٹھا تھا۔ میں بھی متوجہ ہوا اور میرے دل میں خطرہ گزرا کہ مولانا زبردست شخص ہے، اول تو توبے مایہ ہے، ایسا نہ ہو کہ جو قدرے قلیل ہے وہ بھی چھین جائے اہ میں نے گردن اٹھا کر ادھر ادھر دیکھا، پھر خیال آیا کہ مجھ کو مولانا سے کیا غرض، تو اپنا قلب مولانا کے قلب سے کیوں ملاوے تو اپنے شاہ صاحب کی طرف توجہ کر، چنانچہ خیال کر کے پھر میں متوجہ ہوا۔ معاً حضرت مرزا صاحب و شاہ صاحب و شاہ ابوسعید صاحب کی زیارت سے مشرف ہوا۔ میں نے پہلے کسی کتاب میں علیہ حضرات کے نہ دیکھے تھے، کبھی پہلے مولانا سے نیاز حاصل نہ کیا تھا۔ جب حلقہ ہو چکا۔ میں نے مولانا سے معاف کیا اہ قریب بیٹھا۔ مولانا نے میرا حال مرزا محمد بیگ صاحب سے دریافت کیا۔ انھوں نے میری تمام کیفیت بیان کی۔ مولانا نہایت مہربانی سے پیش آئے۔ میں نے علیہ تینوں حضرات کے بیان کر کے تصدیق چاہی، مولانا نے فرمایا کہ علیہ درست ہیں تم نے کس کتاب میں دیکھے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ کسی کتاب میں دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ فرمایا پھر کوئی نہ معلوم ہوئے۔ میں نے عرض کیا کہ اس وقت آپ کا فیضان جاری تھا۔ میں بھی آپ کی توجہ سے اس دولت مریدی سے بہرہ مند ہوا۔ یہ سن کر دوبارہ کھڑے ہو کر حضرت مولانا نے معاف کیا اور فرمایا کہ آپ کو بیعت کس خاندان میں ہے۔ عرض کیا کہ



چشتیہ اور قادریہ میں، مگر سلسلہ حضرت سید غلام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ میں حضرت مولانا حاجی محمد حسین کیرانوی خلیفہ شاہ صاحب نے تبرکاً اندر راہ مہربانی اجازت دی تھی اور طریقہ اخیر کا کسب بھی بتایا تھا، ایک اور صاحب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ اسی کا باعث ہے۔

**ذکر حضرت مولانا خالد مجددی قدس سترہ** | آپ عالم متبحر و درویش عالی قدر گزرے ہیں ان کے حق میں

حضرت سید غلام علی شاہ نے فرمایا ہے کہ مولانا خالد جامی وقت و خسرو عہد تھے اور آپ کے مرید بھی تھے۔ میت اللہ میں رہتے تھے۔ وہیں شاہ ابو سعید جی بھی ملے۔ وفات آپ کی ۱۲۲۲ھ میں ہوئی۔ ترک میں آپ کا سلسلہ نقشبندیہ کو فروغ ملا اور ایشیائے اوسط میں شہرت پائی۔ آپ کے جید خلفاء میں شہرت تار رکھتے ہیں۔

**ذکر حضرت شاہ ابو سعید مجددی قدس سترہ** | آپ خلیفہ و صاحب سجادہ سید غلام علی شاہ دہلوی کے

تھے بن صفی القدر بن عزیز القدر بن محمد عیسیٰ بن سیف الدین بن خواجہ محمد معصوم بن شیخ احمد سرہندی کہ علوم ظاہری مولانا رفیع الدین محدث دہلوی بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی و مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی و میاں سراج احمد صاحب و مفتی شرف الدین شاہی سے حاصل کیا، پہلے کمالات باطنی اپنے والد سے حاصل کر کے شاہ درگاہی سے خرقہ خلافت حاصل کیا، بعدہ حسب صلاح قاضی ثناء اللہ پانی پتی حضرت غلام علی شاہ دہلوی کے مرید ہو کر زہاد و عبادت میں مشغول ہو کر مدارج سلوک حسب طریقہ مجددیہ طے کر کے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ نقل ہے کہ شہزادہ مرزا اطہا سب کے ہاں ایک بار قلعہ میں درویشوں کی دعوت تھی اور شہزادے بھی تھے، ایک صاحب نے کہا کہ صاحب کرامت بزرگ اب نہیں ہیں، آپ نے نعرہ مارا تمام اہل مجلس بیہوش ہوئے۔ یہ کرامت دیکھ کر سب معتقد ہوئے۔ وفات حضرت کی بروز عید ۱۲۵۰ھ میں ہوئی۔ بمقام ٹونک اور آپ کے جسد مبارک کو دہلی میں لا کر خانقاہ شریف میں مدفون کیا۔

**ذکر حضرت شاہ رؤف قدس سترہ** | آپ جامع ملفوظات و ارا المعارف تھے۔ آپ بہت صاحب تالیف

گزرے ہیں اور شاعر بھی تھے۔ یافت تخلص کرتے تھے۔ وفات حضرت کی حج کو جاتے ہوئے عین دریا میں ۱۲۵۳ھ میں ہوئی۔

ذکر حضرت شاہ احمد سعید بن شاہ ابوسعید قدس سرہ | آپ علم شریعت و طریقت جامع کرامات گزیرے میں

وفات حضرت کی ۱۲۵۳ھ میں ہوئی۔

## نقشہ باقی بزرگان مشہور مجددیہ

نمبر	اسم	نام مرشد	سن وفات	نمبر	اسم	نام مرشد	سن وفات
۱	شیخ محمد صغر	غلام علی شاہ	۱۲۵۵ھ	۸	مولانا محمد بن شیخ الحرم	غلام علی شاہ	۱۲۶۶ھ
۲	شاہ عبدالرحمن	مرزا جانجناں	۱۲۵۸ھ	۹	سید امام علی شاہ	میرا شاہ حسین	۱۲۸۲ھ
۳	مولوی کرم اللہ محمد	غلام علی شاہ	"	۱۰	مولانا حاجی حافظ	غلام علی شاہ	۱۳۰۰ھ
۴	ملا عبد الغفور جیری	"	۱۳۵۶ھ		محمد حسین کیرانوی		
۵	مرزا رحیم شریک	"	۱۳۶۰ھ	۱۱	مولوی النبی دہلوی		
۶	سید نور شاہ لاہوری	سید مابر	۱۳۶۴ھ	۱۲	مولوی محمد غوث	شاہ احمد سعید	
۷	مولوی خلیف احمد	شاہ روح	۱۳۷۲ھ		دہر پنجاب		

## ذکر حضرت شہاب الدین ابوصفی سہروردی قدس بن شیخ محمد قریشی

یہ حضرت چوسٹے بجائی شیخ ضیاء الدین ابونجیف سہروردی کے تھے، کہتے ہیں کہ شیخ شہاب الدین عالم خوروی سے حضرت پاک کی صحبت میں رہے اور غوث پاک بھی نہایت مہربانی فرماتے تھے۔ علاوہ بریں اور بزرگوں سے استفادہ اٹھایا۔ حضرت خضر علیہ السلام بھی آپ کے پاس آتے تھے۔ یہ حضرت اپنے وقت میں شیخ شیوخ بغداد تھے۔ حضرت کی تصنیفات سے تاقیامت علماء و فقراء فیض اٹھاتے رہیں گے، آپ کی تصنیفات عوارف شریف

بہجت الابرار بابرکت کتاب میں ہیں، شیخ محمد صادق شیبانی قادری سے روایت ہے کہ والد شیخ شہاب الدین سہروردی لا ولد تھے، ان کی اہلیہ نے خدمتِ غوثِ پاک میں عرض کی کہ دعا کیجیے اللہ تعالیٰ مجھ کو اولاد دے۔ حضرت غوثِ پاک نے مراقبہ فرما کر ارشاد کیا کہ اللہ تعالیٰ تم کو فرزند سعادت مند عطا کرے گا، اسی شب کو وہ پاکدامن حاملہ ہوئیں، بعد نو مہینے کے بڑ کی پیدا ہوئی، غوثِ پاک کو خبر دی، آپ نے فرمایا کہ بڑ کی نہیں ہے لڑکا ہے اور نام اس کا میں نے شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رکھا، اس کی عمر دراز ہوگی اور سابر دلوں کے بال اور پستان دراز ہوں گے اور ولی بلند مرتبہ ہوگا، یہ سن کر ان کی بیوی نے جو اپنی بڑ کی کو آکر دیکھا تو علامت سب مرد کی پائی اور شکر پروردگار بجالائیں، چنانچہ ان کی بیویوں کے بال ایسے تھے کہ پلوں کے نیچے پڑتے تھے اور پستان بھی دراز تھے، سولہ برس کی عمر میں تحصیلِ علوم سے فراغت پائی اور اشتیاقِ علم الہی کا ایسا پیدا ہوا کہ شب و روز اسی میں مستغرق رہتے تھے، اگرچہ شیخ ابو نجیب آپ کے علم نصیحت فرماتے تھے کہ ابھی اس کا وقت نہیں ہے مگر آپ نہ مانتے تھے، آخر ان کو ایک روز نے کہ غوثِ پاک کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ یہ برخوردار شائقِ علم الہی کا ہے، اگرچہ فارغ التحصیل ہو چکا ہے، میں چاہتا ہوں کہ کچھ اور پڑھوں، مگر یہ اس میں دل نہیں لگاتا ہے، یہ سن کر غوثِ پاک نے اپنا ہاتھ بڑھا کر شیخ شہاب الدین کے سینہ پر مارا اور فرمایا کہ اے پسر! علمِ کلام سے تجھ کو کیا یاد ہے، انھوں نے جو خیال کیا تو کچھ یاد نہ تھا، سب بھول گئے بلکہ کتابوں کے نام بھی یاد نہ رہے اس وقت غوثِ پاک نے تبسم کناں فرمایا کہ علمِ کلام تیرے سینہ سے بھلا کر علمِ معرفت دے دیا، اس روز سے یہ تحصیلِ علم باطن میں مصروف ہوئے، میاں شیخ نجم الدین غلیفہ شیخ شہاب الدین کے فرماتے ہیں کہ ایک بار میں حضرت کے پاس چلے میں تھا، واقعہ میں میں نے دیکھا کہ شیخ ایک پہاڑ پر تشریف رکھتے ہیں اور جواہرات کے ڈھیر آپ کے آگے لگے ہوئے ہیں اور پہاڑ کے نیچے کی خلقت کو جو آپ سے مانگ رہی ہے دے رہے ہیں، باوجود تقسیم کثیر کے وہ ڈھیر کم نہیں ہوتے، جب میں فارغ ہوا، شیخ کی خدمت میں آیا اور پوچھا تھا کہ واقعہ کمالِ عرض کریں، شیخ نے فرمایا کہ جو کچھ تو نے دیکھا سو درست



دیکھا۔ یہ برکت عنایت غوث پاک کی ہے، ایک بار واحد الدین آپ کے پاس آئے آپ نے بہت تعظیم و تکریم کی، انھوں نے سماع چاہا، آپ نے قوالوں کو بلایا، ان کو سماع میں مشغول کر کے آپ کو نے میں جا کر تلاوت قرآن میں مشغول ہوئے۔ صبح کو خادم خانقاہ نے عرض کیا کہ درویشوں نے تمام رات سماع سنا، اب ان کے واسطے نہاری چاہیئے، شیخ نے فرمایا کہ مجھ کو معلوم نہیں کہ کب سماع ہوا، سبحان اللہ! تلاوت قرآن میں ایسے مشغول و مستغرق ہوئے کہ سماع کی آواز بھی کان میں نہ آئی۔

فوائد الفوائد سے نقل ہے کہ ایک فلسفی حکیم خلیفہ بغداد کے پاس آیا اور ایک کتاب دکھائی کہ خلیفہ کو بددین کرے اور خلیفہ بھی اس کے جال میں ایسا پھنسا کہ اس کو اپنا ہم نشین بنا کر رات دن اس سے باتیں کیا کرتا تھا۔ یہ خبر شیخ شہاب الدین کو ہوئی۔ فرمایا کہ خلیفہ اس حکیم سے مل کر خلقت کو ظلمت و کفر میں ڈالے گا، اپنی جگہ سے اٹھ کر خلیفہ کے پاس آئے۔ قدرت خدا سے وہ حکیم بھی حاضر تھا۔ شیخ نے حکیم سے پوچھا کہ اس وقت کیا بحث تھی؟ کہا کہ یوں ہی کچھ باتیں کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میں فقط اسی واسطے آیا ہوں کہ تمھاری باتوں کو دریافت کروں اور آپ نے بہت کچھ زبردیا ناچار حکیم نے کہا کہ ہم اس وقت یہ بحث کر رہے تھے کہ حرکت تین طرح کی ہوتی ہے، حرکت طبعی، حرکت ارادی، حرکت قہری۔ حرکت طبعی وہ ہے کہ کوئی چیز خود بخود حرکت کرے اور دوسرا اس کا کوئی متکفل نہ ہو۔ حرکت ارادی وہ ہے کہ اپنی مرضی سے حرکت کرے، جس طرف چاہے۔ اور حرکت قہری وہ کہ دوسرا اس کو حرکت دے۔ ہم اس بحث میں تھے کہ حرکت ملکی بھی حرکت طبعی ہے کہ خود بخود اس کو گردش ہے۔ دوسرا اس کو کوئی گردش نہیں دیتا۔ شیخ نے فرمایا کہ حرکت ملکی حرکت قہری ہے۔ حکیم نے کہا کہ کیونکر شیخ نے فرمایا کہ فرشتے اس شکل و صورت کے اس طرح پر بحکم خدا حرکت دیتے ہیں اور ایک حدیث پڑھی، اس پر وہ حکیم قہقہہ مار کر ہنسا۔ شیخ کو ناگوار گزرا۔ چنانچہ خلیفہ اور حکیم کا ہاتھ پکڑ کر صحن مکان میں لائے اور فرمایا کہ الہی! جو کچھ اپنے خاص بندوں کو دکھاتا ہے ان دونوں کو بھی دکھلا اور کہا آسمان کی طرف دیکھو۔ جب انھوں نے آسمان کو دیکھا، معلوم کیا کہ فرشتے

آسمان کو حرکت دے رہے ہیں۔ یہ کرامت دیکھ کر حکیم اور خلیفہ باعقا و تمام تائب ہوئے۔ کہتے ہیں کہ دس بارہ ہزار روپے کا فتوحات ہوتا تھا مگر جو آتا شام تک لقمہ مساکین ہوتا۔ دوسری صبح کے واسطے ایک ٹکڑا روٹی کا بھی نہ رہتا تھا اور فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو سب نعمتیں دیں مگر فوق سماع نہ دیا اس وجہ سے نہیں سنتا۔ جب وقت آپ کا قریب پہنچا تو صاحبزادہ شیخ عابد الدین کی عمر تیس برس کی تھی مگر راحت پوری سے محروم تھے۔ عین وقت انتقال پر خزانہ کی کنجیاں طلب کیں۔ خادم نے کہا کہ یہ وقت شیخ کے انتقال کا ہے اس وقت مناسب نہیں، یہ آواز شیخ کے کان میں پہنچی، آپ نے خادم کو بلا کر کہا کہ اس کو کنجی دے دے۔ صاحبزادہ نے جو خزانہ کھلی کر دیکھا تو چھ دینار سے زیادہ نہ تھا جو شیخ کی تجہیز و تکفین میں خرچ ہوا اور حضرت ہر سال زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوتے رہے۔ ولادت حضرت کی ۵۲۲ھ میں اور وفات ۵۶۲ھ میں ہوئی، مزار بغداد شریف میں ہے۔

شیخ شہاب الدین سہروردی خلیفہ شیخ ضیاء الدین ابونجیب سہروردی اور غوث پاک کے تھے۔

## شجرہ شیخ شہاب الدین

علیہ الرحمۃ والرضوان

نمبر	اسم بزرگ	ماہ و سن وفات	مزار	کیفیت
۱	شیخ ضیاء الدین ابونجیب سہروردی	۵۶۲ھ	بغداد	-
۲	شیخ وجیہ الدین سہروردی	۵۶۶ھ	"	-
۳	شیخ ابو عبد اللہ	۵۶۱ھ	غیر از	-
۴	شیخ اسود احمد دینوری	۵۶۶ھ	دینور	-
۵	شیخ ممتاز علی دینوری	۵۶۶ھ	"	-
۶	خواجہ جنید بغدادی	۵۶۲ھ	بغداد	-
۷	خواجہ سہری سقلی	۵۶۲ھ	"	-

نمبر	اسم مبارک	ماہ و سن وفات	مزار	کیفیت
۸	خواجہ معروف کرنی	۲ محرم ۱۰۲۰ھ	کرنی	-
۹	خواجہ داؤد طائی	۱۶۲ھ	بغداد	-
۱۰	خواجہ حبیب عجمی	۳ ربیع الاول ۱۰۵۶ھ	-	-
۱۱	حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ	ربیع الاول ۱۰۵۵ھ	مدینہ منورہ	-
۱۲	جناب علی کرم اللہ وجہہ	۱۲ رمضان ۱۰۵۵ھ	نجف اشرف	-
۱۳	جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم	۱۱ ربیع الاول ۱۰۵۵ھ	مدینہ شریف	-

خلفاء آپ کے یہ ہیں شیخ محمد غنی، شیخ بہاؤ الدین ملتانی، سید نور الدین مبارک شمس العارفین شاہ ترکان بیابانی، قاضی حمید الدین دہلوی، شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی، شیخ نجیب الدین علی برخش، شیخ فرید الدین عطار۔

آپ خلیفہ شیخ الشیوخ شہاب

ذکر حضرت سید نور الدین مبارک غزنوی قدس سرہ

الدین عمر سہروردی کے تھے۔ بعد تکمیل خرقہ خلافت سے مشرف ہو کر دہلی میں آئے، سلطان شمس الدین نے آپ کو شیخ الاسلام دہلی کیا۔ ایک بار دہلی میں امساک باراں تھا، لوگوں نے شیخ نظام الدین ابوالمؤید کو آگھیرا کہ آپ برائے باران رحمت دعا کیجیے، آپ اسی وقت اٹھ کر مزار سید نور الدین پر گئے اور کہا کہ یا سیدی! میری آپ کی جو نزاع تھی، اس کو صاف فدا کر آشتی کیجیے کہ پانی بر سے تمام شہر پانی کا خواہاں ہے، آواز ہوئی کہ میں نے تجھ سے سلوک کیا، دعا کر پانی بر سے گا۔ بعد ازاں مکان پر آکر تمام خلق کے روبرو دعا کی کہ الہی باران رحمت کو بھیج۔ جس میں تاحیات آبادی میں نہ جاؤں گا، اسی وقت پانی برسا۔ قطب الدین آپ کے خادم نے عرض کیا کہ بندہ کو پروردگار سے ایسا دور کے ساتھ عرض کرنا چاہیئے۔ اس میں کیا بعید تھا؟ شیخ نے فرمایا کہ دوست دوست سے جو کہتا ہے وہ مزور قبول کرتا ہے۔ دوسرا امر یہ کہ سید نور الدین کی رنجش تھی، آج صفائی ہوئی انھوں نے



بھی واسطے دعا کے فرمایا۔ حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی سے روایت ہے کہ سید نور الدین نے اول نعمت شیخ اجل شیرازی سے خلافت پائی، بعدہ شیخ شہاب الدین سہروردی کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا۔ وفات شیخ نور الدین مبارک کی ۶۴۰ھ میں ہوئی مزار دہلی میں ہے۔

## ذکر حضرت شمس العارفین شاہ ترکان بیابانی دہلوی قدس سرہ

حضرت خلیفہ شیخ شہاب الدین سہروردی کے تھے۔ صاحب عظمت و شان، پیر جلال کہ ترک تجرید میں یگانہ مصر تھے۔ علاقہ خیوہ سے وارد دہلی ہو کر باہر شہر کے مقیم ہوئے۔ حضرت خواجہ قطب الدین آپ نے بہت محبت کرتے تھے۔ آپ ہمیشہ حضرت خواجہ کے دیکھنے کو جاتے تھے اور حضرت خواجہ بھی آپ سے ملنے ایک دوبار تشریف لائے ہیں۔

نقل ہے کہ ایک بار حضرت شاہ ترکان حضرت خواجہ کے مہمان تھے ایک وقت میں دونوں بزرگ ایک طباق میں دیا نوش فرما رہے تھے اور شیخ فرید الدین گنج شکر گس رانی کر رہے تھے۔ حضرت شاہ ترکان کا یہ قاعدہ تھا کہ ہر لقمہ کھا کر اپنی بغل میں ہاتھ دیتے۔ پھر دوسرا لقمہ اٹھاتے۔ یہ دیکھ کر شیخ فرید الدین کے چہرہ سے آثار ناگواری کے معلوم فرما کر حضرت خواجہ نے اشارہ سے منع فرمایا مگر ان سے ضبط نہ ہو سکا، آخر کہا کہ حضرت کھانا کھانے میں بغل میں ہاتھ دینا خلاف تہذیب ہے۔ آپ سن کر چپ ہو رہے۔ حضرت خواجہ نے پھر اشارہ سے منع فرمایا۔ مگر شیخ فرید الدین نے پھر کہا، دوبارہ کہنے سے آپ کو جلال آیا۔ حضرت بہت قوی ہیکل اور زبردست تھے، شیخ فرید الدین کا بازو پکڑ کر کھینچا۔ اور اپنا ہاتھ اونچا کر کے فرمایا کہ دیکھ میں بوجہ ترک ادب کے کہ قطب الاقطاب کے ہمراہ کھانا کھا رہا ہوں۔ ہر لقمہ پر ہاتھ دھولیتا ہوں، جو اس وقت موجود تھے، سب نے دیکھا کہ زیر بغل دریا بہا چلا جاتا ہے۔

نقل ہے کہ ایک قلندر آپ کے پاس آئے ان کے ہمراہ دو شیر برہ تھے، انھوں نے حضرت سے کہا کہ ان کو کہاں باندھوں، آپ نے فرمایا کہ میری بکریوں میں چھوڑ دو، اس

قلندر نے کہا کہ ان کو شیر کھا جائیں گے، آپ نے فرمایا کہ اللہ کے نام پر چھوڑ دو، اس قلندر نے دونوں شیر بکریوں میں چھوڑ دیے۔ قدرتِ خدا سے ان بکریوں نے شیروں کو ایسا تنگ کیا کہ وہ شور کر کے باہر نکل آئے۔

نقل ہے کہ ایک ساہوکار دہلی سے کہیں جاتا تھا، اس کے دشمن اس کے پیچھے ہوئے۔ جب اس نے دشمنوں کو آتے دیکھا، ڈر کے حضرت کے پاس آیا اور کہا مجھے امان دیجیے۔ آپ نے فرمایا کہ بیٹھ جا۔ وہ صحن میں بیٹھ گیا، اتنے میں وہ لوگ بھی آگئے۔ حضرت سے کہا کہ ایک شخص ابھی آپ کے پاس آیا ہے۔ وہ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا کہ دیکھ لو۔ انھوں نے آپ کی جھوپڑی اور اس کے آس پاس خوب دیکھا، کہیں نہ پایا۔ ناچار واپس چلے گئے۔ وہ مہاجن سب کو دیکھا کیا۔ اور وہ کسی کی نظر میں نہ آیا۔ یہ کرامت دیکھ کر وہ مہاجن مسلمان ہوا اور ترک مال و منال کر کے فقیر ہوا۔

نقل ہے کہ سلطان شمس الدین نے ایک بار حضرت سے کہا کہ شہر میں قیام فرمائیے۔ ویرانہ میں آپ کیوں رہتے ہیں۔ آبادی میں رہنے سے برکتِ انفاس حضرت سے خلّاق کو نفع ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر خدا کو منظور ہوگا تو یہیں آبادی ہو جائے گی۔ چنانچہ اول فیروز شاہ نے اس جگہ آبادی کی اور مسجد بنائی کہ جو موجود ہے۔ پھر گرد درودنہ عالیہ کے چہارہ دیواری شاہجہان بادشاہ ل بنی۔ ترکمان دروازہ آپ کے نام سے مشہور ہوا۔ وفات حضرت کی رضی اللہ عنہ کے عہد میں ہوئی۔ مزار پر انوار سے فیض عام جاری ہے۔ شب کو صراحی پانی کی لاکر مزار پر رکھتے ہیں۔ صبح ے جا کر مریضوں کو پلاتے ہیں، ان کو صحت ہوتی ہے، آپ کے ہاں جو بسنت ہوتی تھی شب کو بھی میلہ رہتا تھا۔ جب محکمہ دارالوقف دہلی سے جاتا تو حرام کاری کا بھی علانیہ حیرچا ہوا۔ کسی بد نصیب نے حضرت کے میلہ میں کسی طوائف سے حرام کیا، اسی وقت دونوں کو کسی نے اٹھا کر زمین پر دے مارا کہ یہ دونوں چار پانی پر پڑ کر اپنے گھر گئے اور تمام میلہ میں وبا پڑی۔ تمام خلقت و ہاں سے بھاگی، آپ نے غلام کو بشارت دی کہ رات کو ہمارے یہاں میلہ نہ رہا کرے، اس بعد سے بعد دوپہر کے میلہ شروع ہوتا ہے اور پہر رات گئے ختم ہو جاتا ہے۔ دگاہ شاہ ترکمان شاہجہان آباد میں حاجت روائے خلق ہے

حضرت صاحب سلسلہ بھی ہیں۔ آپ کے اکثر فقیر پہاڑوں میں رہتے ہیں ان میں ایک بزرگ صاحب اکپیر بھی دیکھے ہیں۔

## ذکر حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی قدس سرہ

آپ خلیفہ شیخ  
شہاب الدین سہروردی

کے ہیں۔ اعظم ادبیائے ہند سے گزرے ہیں۔ صاحب کرامات ظاہری و باطنی تھے، آپ کے دادا کمال الدین علی شاہ قریشی مکہ معظمہ سے چل کر خوارزم میں آ رہے۔ بعد اس کے ملتان میں تشریف لائے، آپ کے والد شیخ وجیہ الدین کی شادی دختر شیخ حسام الدین ترمذی سے ہوئی ۵۵۰ھ میں شیخ بہاؤ الدین پیدا ہوئے۔ بارہ برس کی عمر میں حافظہ وقاری ہوئے بعد وفات اپنے والد کے خراسان میں جا کر کسب علوم کیا، بہت سے بزرگوں کی زیارت کی۔ بعد اس کے زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے اور پانچ سال مدینہ میں رہ کر کمال الدین محمد بنی محدث سے حدیث صحیح کی۔ بعد اس کے زیارت بیت المقدس سے مشرف ہوئے۔ وہاں سے چل کر بغداد میں آ کر شیخ شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں شرف ارادت حاصل کر کے اٹھارہ دن میں کمال ولایت کو پہنچے۔ منتظر خلافت کے تھے کہ ایک شب واقعہ میں دیکھا کہ ایک مکان پر نور ہے، اس میں رسول خدا ایک تخت پر جلوہ افروز ہیں اور شیخ شہاب الدین داہنی جانب دست بستہ کھڑے ہیں اور وہاں چند خرقے لٹکے ہوئے ہیں۔ جناب سرور کائنات نے ان کو بلا کر لپٹے لے لے کر شیخ شہاب الدین کے سپرد کر کے فرمایا، ان خرقوں میں سے ایک خرقہ بہاؤ الدین کو پہنا دے۔ چنانچہ انھوں نے خرقہ پہنایا۔ صبح کو شیخ شہاب الدین نے ان کو لپٹے پاس بلایا اور فرمایا کہ رات کو جو خرقہ تجھ کو عنایت ہوا تھا، لے اور فرمایا کہ حسب الارشاد رسول مقبول یہ خرقہ تجھ کو عطا کیا اس خرقہ کے ملنے سے اور روشیں جو سالہا سال سے شیخ شہاب الدین سہروردی کی خانقاہ میں پڑے ہوئے مجاہدہ اور ریاضت کر رہے تھے اور خرقہ خلافت نہیں پایا تھا، ان لوگوں کو خیالات پیدا ہوئے کہ ان کو اٹھارہ دن میں خلافت ملی۔ ہم برسوں کے پڑے ہیں اب تک محروم ہیں شیخ خیاث الدین نے نور باطن سے ان کا خطرہ معلوم کر کے مریدوں سے



فرمایا کہ تم تشویش نہ کرو، تم مثل لکڑی ترکے ہو۔ آگ چوب ترکہ کا ایک نہیں جلاتی۔ اور بہاؤ الدین زکریا مثل چوب خشک کے تھا کہ یکا یک اس میں آگ نے اثر کیا۔ علاوہ بری جتنی باتیں ہیں سب فضل النبی پر منحصر ہیں۔ پس خرقہ خلافت حاصل کر کے حسب اجازت پیر ملتان میں آکر ہدایت خلق میں مشغول ہوئے، بہت کچھ رجوعاتِ خلائق ہوئی۔ ملتان کے مشائخ کو آپ سے حسد پیدا ہوا اور اشارتاً ایک دودھ کا بھرا ہوا پیالہ بھیجا، آپ نے ان کا اشارہ معلوم کر کے ایک گلاب کا پھول اس کٹورے میں ڈال دیا۔ نقل ہے کہ سید جلال الدین شریف اللہ سرخ بخاری حضرت کی خانقاہ میں آکر ٹھہرے۔ صحن میں بیٹھے تھے ٹوچل رہی تھی، شیخ حجرہ میں تھے۔ سید صاحب کو اپنے ملک کی سردی یاد آئی، شیخ الاسلام نے نور باطن سے معلوم کر کے حجرہ سے باہر آکر فرمایا کہ پوری صحن خانقاہ کے اٹھا کر جھاڑو دے کہ کچھ کوڑا نہ رہے۔ ایک خادم نے جھاڑو دی، اسی وقت ایک ٹکڑا ابر کا آیا اور گرج و چمک ہونے لگی اور اولے مثل بیضہ مرغ کے صحن خانقاہ میں برسے لگے کہ تمام صحن پُر ہو گیا۔ خانقاہ کے باہر کہیں ایک اولہ بھی نہ پڑا، سید جلال الدین اور دوسرے درویشوں نے خوب اولے کھائے اور برتنوں میں بھر کر رکھے۔ جب واسطے نماز ظہر کے شیخ باہر آئے، سید جلال الدین سے فرمایا کہ یا سید برف بخارا کی بہتر یا اولے ملتان کے، سید نے عرض کیا کہ ملتان کے اولے ہزار درجہ بہتر ہیں، اسی روز مرید ہو کر کئی سال میں مرتبہ ولایت حاصل کر کے اورچ کو رخصت ہوئے۔

نقل ہے کہ مولانا فخر الدین عراقی بھانجے شیخ شہاب الدین سہروردی کے کہ بہت عالم اور شاعر تھے۔ دمشق میں رہ کر مدرسہ بنا کر درس میں مشغول ہوئے، ایک فقیر لڑکے پر عاشق ہو گئے اور دارھی مویں منڈا کر قلندروں میں مل گئے، انھی کے ہمراہ سفر کرتے ہوئے ہمدان و خراسان ہوتے ہوئے ملتان میں آئے۔ خانقاہ شیخ میں شب باس ہوئے شیخ الاسلام نے مولانا فخر الدین کو پہچان کر کششِ باطن سے اپنے پاس بلا کر تمام شب اپنے پاس رکھا، صبح کو وہ قلندر اٹھ کر چلے، یہ بوجہ عشق و محبت کے دورے تمام دن ان کو ڈھونڈا اور شام کو اپنے تئیں ملتان میں در خانقاہ پر پایا، شیخ نے مولانا کو اندر بلا کر

گلے لگایا اور ان کو توجہ دی، ان کے دل سے محبت اس لڑکے کی محو ہوئی اور محبت الہی پیدا ہوئی، شیخ نے اپنا طبوس خاص عنایت کیا اور اپنی لڑکی سے ان کا نکاح کر دیا۔ ایک مرید شیخ کا لالہ بود میں رہتا تھا اس کو شیخ زندہ دل بھی کہتے تھے، بروز عید ہمراہ خلق گئے تھے آسمان کی جانب دیکھ کر کہا کہ آج عید کا دن ہے، دوست اپنے دوستوں سے ملتے ہیں میں سوائے تیرے کسی کو دوست نہیں رکھتا تو اپنے خزانہ سے مجھ کو عیدی دے، اسی وقت پرچہ کاغذ بھڑبھڑا کر اُن کے ہاتھ آگیا، اس میں لکھا تھا کہ آگ دوزخ کی تجھ پر حرام کی، یہ مرید ماضی تھا۔ اس نے شیخ سے کہا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے عیدی دی، آپ ہمارے خواجہ ہیں ہم کو عیدی دیجیے۔ شیخ نے تبسم کر کے وہ کاغذ آزادی دوزخ کا اس مرید کو بخشا اور فرمایا کہ قیامت کے دن آگ دوزخ کی جانے یا میں جانوں۔

نقل ہے کہ بعد سلطان شمس الدین التمش دعا حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور شیخ شہاب الدین سہروردی سے ولیعہد سلطان قطب الدین جب بادشاہ ہوا اور مرید قطب الاقطاب، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کا ہوا، تمام ایشیائی سلطنت اس کے قبضہ میں آئی، قباچہ بیگ ترک متان اوچ اور سندھ کا حاکم ہوا، اس نے فساد برپا کرنا چاہا، شیخ بہاؤ الدین اور قاضی متان نے بادشاہ کو اس کے ارادہ سے آگاہ کیا، ان کا خط قباچہ بیگ کے آدمیوں کے ہاتھ آیا۔ اس خط کو دیکھتے ہی قباچہ بیگ بہت غصہ ہوا اور مختصر تیار کیا۔ قاری شرف الدین قاضی متان کو بلا کر دونوں خط کہ جو اس کی شکایت میں بادشاہ کے پاس جاتے تھے دکھلائے۔ قاضی کو اپنے قتل کا یقین ہو گیا۔ قباچہ بیگ نے جلد کو حکم دیا کہ اس کو قتل کر اور دوسرا خط شیخ بہاؤ الدین کو بلا کر دیا، شیخ نے فرمایا کہ یہ خط میرا ہے جو میں نے لکھا ہے۔ بادشاہ کے حق میں لکھا ہے تو کیا کر سکتا ہے۔ یہ سنتے ہی اس کا بدن کانپ اٹھا۔ قدموں پر گر کر عفو قصور چاہا اور رخصت کیا۔

نقل ہے کہ عبداللہ قوال بغداد سے حضرت گنج شکر کی خدمت میں اجودھن آیا، وہاں سے متان جانا چاہا۔ چونکہ راہ پر خوف تھی، ان سے دعا چاہی کہ میں وہاں سلامت پہنچوں آپ نے فرمایا کہ متان تک سلامت پہنچے گا۔ جب عبداللہ علاقہ متان میں قریب حوض

کے آیا۔ وہاں قزاقوں کو دیکھا کہ وہ قصد لوٹنے کا کرتے ہیں۔ اس نے باواز بلند پکار کر کہا۔  
 یا شیخ بہاؤ الدین سرحد فرید الدین میں سے سلامت آیا۔ اب تمھاری پناہ میں ہوں اسی  
 وقت ایک سوار پیدا ہوا اور لٹیروں کو اس کے پاس سے ہٹا دیا، آخر صبح سلامت ملتان  
 میں پہنچا۔ ایک روز یہ قوال سرخ کبل اور مے شیخ کے رو برو گیا، شیخ نے فرمایا یہ نہ  
 اورھنا چاہیے کہ سرخ لباس شیطان کا ہے اس نے گستاخی اور زبان درازی سے  
 کہا کہ تمھارے پاس بے قیاس خزانہ ہے، اس کا خیال نہیں کرتے۔ میرے پرانے کبل  
 کو دیکھ کر طعن کرتے ہو، یہ سنکر شیخ نے فرمایا کہ ہوشیار ہو، بے ادب مت ہو۔ حق احسان  
 مت بھول یاد کر کہ حوض پر تو نے مجھ کو باواز بلند پکارا اور میں نے پہنچ کر تیرا جان و مال  
 بچایا۔ یہ سن کر عبد اللہ منغل ہوا اور قصور معاف کرایا، شیخ صدر الدین کرنی نقل کرتے  
 ہیں کہ مولانا نجم الدین سے میں تفسیر پڑھتا تھا، شیخ بہاؤ الدین نے مجھ سے پوچھا کہ کیا  
 پڑھتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ تفسیر کشاف و ایجاد و عمدہ پڑھتا ہوں، آپ نے فرمایا کہ  
 ان کو پھونک اور مشغول ہو۔ میں نے یہ ذکر استاد سے کیا، ان کو ناگوار گزرا، رات کو  
 میں نے دیکھا کہ تینوں کتابیں میرے پاس رکھی تھیں، دو اس میں سے جل گئیں کہ جن کی  
 نسبت شیخ نے فرمایا تھا بلکہ جواب پر تھی وہ سلامت رہی خواجہ کمال الدین شیرازی کہ حضرت  
 کے مرید تھے، جوابرات کی سوداگری کرتے تھے، عدن سے جہاز میں بیٹھے، ان کے  
 پاس بہت مال تھا، اور سوداگر بھی ہمراہ تھے۔ ٹھوڑی دور جہاز گیا تھا، بوجہ مخالفت ہوا  
 کہ جہاز بھور میں آگیا، سب کو گمان موت کا ہوا اور رو کر سب لوگ عائن مانگنے  
 لگے، کمال الدین مذکور نے فریاد کر کے کہا یا مخدوم بہاؤ الدین زکریا وقت مدد ہے۔  
 اسی وقت سب نے دیکھا کہ حضرت کشتی میں تشریف لائے ہیں اور آپ کی برکت سے  
 وہ طوفان رفع ہو گیا، تمام سوداگروں نے تیسرا حصہ مال اپنا حضرت کی تذکر کیا، آخر  
 سب نے مقام مقصود پہنچ کر شیخ فخر الدین گیلانی کے ہاتھ حضرت کی خدمت میں  
 نذرانہ بھیجا، اگرچہ شیخ فخر الدین نے سوائے روزانہ داد کے کبھی شیخ کو نہیں دیکھا تھا مگر  
 بروقت پہنچنے کے پہچان کیا۔ قدم بوس ہوا اور سات لاکھ اشرفی نذرانہ سوداگران



پیشکش کیا، آپ نے قبول فرما کر اسی وقت براہِ خدا تقسیم کر دیا، یہ سخاوت و کرامت دیکھ کر شیخ فخر الدین صاحب اپنا کل مال براہِ مولا دے کر حضرت کے مرید ہوئے اور فقیری اختیار کی، چنانچہ مزار شیخ فخر الدین گیلانی کا جہ میں ہے۔

نقل ہے کہ شبِ ماہِ رمضان سے ایک شب شیخ نے اپنے مریدوں سے فرمایا، میرا وہ دوست ہے جو تمام رات میں دو رکعت پڑھے اور ہر رکعت میں ایک قرآن شریف ختم کرے۔ چنانچہ حضرت نے خود امام ہو کر دونوں رکعت ادا کیں اور چار سیپارہ اور پڑھے اور ہمیشہ حضرت بعد نماز تہجد کے تا نماز صبح ایک قرآن ختم کیا کرتے تھے، لکھا ہے کہ ایک روز آپ اپنے حجرہ شریف میں مشغول تھے اور صد الدین آپ کے سپرد حجرہ پر بیٹھے تھے کہ یکایک ایک شخص بیدار ہوا، اس نے ایک لفافہ سر بہر شیخ صد الدین کو دیکر کہا کہ یہ اپنے مخدوم کو دے دو کہ اتنے میں شیخ باہر آئے، انہوں نے وہ خط ان کے ہاتھ میں دیا۔ اس خط کو دیکھتے ہی اللہ کہا اور جان بحق تسلیم ہوئے، حجرہ میں سے آواز آئی کہ دوست بدست پیوست، وفات حضرت کی ۳۶۶ھ میں ہوئی۔ مزار طمان میں ہے آپ کے جد و پیدا و بی بی راستی آپ کی والدہ ان صاحبوں کے مزار طمان میں ہیں، آپ کے دادا کے مزار پر ایک درخت ہے جو دیوانہ اس کے پتے کھاتا ہے اچھا ہو جاتا ہے۔ خلیفہ آپ کے بہت سے ہیں۔ چنانچہ شیخ فخر الدین عراقی دمشق میں اور شیخ نجم الدین علی برعشی شیرازی بغداد میں اور جوہندوستان میں ہیں ان کا ذکر آگے آئے گا۔

**ذکر حضرت صد الدین عارف بن شیخ الاسلام بہار الدین گریٹا طمانی مدظلہ**

آپ خلیفہ اعظم و صاحبِ سجادہ شیخ کے تھے، علوم ظاہری و باطنی میں یگانہ روزگار تھے اور خوارق و کرامات سے بے اندازہ رکھتے تھے اور قطب تھے، آپ سات بھائی تھے شیخ صد الدین، شیخ برہان الدین، شیخ منیا الدین و شیخ علاء الدین و شیخ شہاب الدین و شیخ قدرت الدین و شمس الدین، بعد انتقال پدر کے جب شکر تقسیم ہوا تو شیخ صد الدین

کے حصہ میں سات لاکھ اشرقی سوائے اور جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ کے آئیں اُسی وقت سب کو راہِ خدا میں تقسیم کیا۔ کچھ اپنے پاس نہ رکھا ایک شخص نے آپ سے عرض کیا کہ آپ کے والد نے راہِ خدا میں بھی صرف کیا اور خزانہ معمور کر گئے، تم نے اتنا مال جو میراث پدری سے ملا تھا، ایک دن میں برباد کیا۔ کل کے واسطے کوڑی بھی نہ رکھی، بُرا کیا، آپ نے ہنس کر فرمایا کہ میرے والد دنیا پر غالب تھے، دنیا ان کو فریب نہ دے سکتی تھی۔ میں ابھی اس درجہ پر نہیں پہنچا، اگرچہ کبھی کبھی میں بھی غالب آگیا ہوں۔ مگر دُرتا ہوں کہ کہیں دنیا غالب ہو کر تجھ کو رام مولا سے پھیرے اس واسطے اس کو جدا کیا کہ تسلی دل کے ساتھ یادِ خدا کروں۔ حصہ پدری رکھنے کو میرے بھائی کافی ہیں، ساتواں حصہ رہا نہ رہا نہ رہا ایک روز شیخ صدر الدین دریا کے کنارہ پر وضو کر رہے تھے۔ شیخ رکن الدین ان کے فرزند ہفت سالہ ان کے ہمراہ تھے کہ ایک غول ہرنوں کا سامنے سے آیا، ان میں ایک بچہ پر شیخ رکن الدین کا دل مائل ہوا۔ چاہتے تھے کہ اس کو پکڑیں مگر باپ کے ڈر سے نہ اٹھ سکے، ادھر شیخ نے وضو کر کے فرزند کو اپنے پاس بٹھا کر قرآن شریف پڑھوانا شروع کیا، ان کا قاعدہ تھا کہ ہر روز چار دفعہ کے پڑھنے میں ایک سیپارہ حفظ کر لیتے تھے اس روز سات بار پڑھا اور حفظ نہ ہوا، شیخ نے اس کا سبب پوچھا، خادم نے عرض کیا کہ ہرنوں کی ڈار سامنے سے نکلتی تھی، ان میں بچے بھی تھے، شاید ان کا دل اس طرف ہو گیا ہو۔ شیخ نے فرزند سے پوچھا کہ بابا ہرن کدھر گئے ہیں، انھوں نے کہا دریا سے جانبِ غرب گئے ہیں اور بچے بھی خوبصورت تھے۔ شیخ نے تھوڑی دیر تامل کیا، دیکھا کہ ہرنی بچوں کو لیے دوڑی چلی آتی ہے اور شیخ کے آگے آکھڑی ہوئی شیخ رکن الدین نے بچہ کو پکڑ کر گود میں لیا، اسی وقت دو جزو یاد کیے اور ہرنی بچہ کو لے کر اپنے گھر آئی یہ حضرت جامع الکرامات منبع الحسنات، قلب الوقت، شیخ المشارع ہند گزرے ہیں۔ کرامات آپ کی بے انتہا مشہور ہیں۔ وفات حضرت کی ۲۳ ذی الحجہ ۱۰۱۲ھ میں ہوئی مزار ملتان میں ہے۔ نزد مزار والد۔

## ذکر حضرت شیخ جمال خنداں رُوقدس مبرّہ | آپ خلیفہ شیخ صدر الدین

عارف کے تھے۔ بہت

باکمال و با عظمت گزری ہیں۔ وفات حضرت کی ۶۷۰ھ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت شیخ حسن افغان قدس مبرّہ | آپ خلیفہ شیخ بہار الدین زکریا

ملتان کے تھے۔ صاحب

ذوق و شوق عالم علوم باطنی آپ محض امی تھے مگر امتحان کسی قسم کا کتبہ آپ کے سامنے آتا اس کے معنی مطلب سب بیان فرما دیا کرتے تھے۔ ان کے پیر کہا کرتے تھے کہ اگر خدا قیامت کو مجھ سے سوال کرے گا کہ میرے واسطے کیا تحفہ لایا۔ عرض کروں گا کہ حسن افغان کی مشغولی عبادت جس زمانہ میں آپ دہلی آتے تھے، راستہ میں دیکھا کہ ایک مسجد بناتے ہیں اور بہت سے عالم قبلہ درست کر رہے ہیں یہ بھی دہاں کھڑے ہو گئے۔ آپ نے قبلہ کی طرف منہ کر کے کہا کہ جدھر میرا منہ ہے اُدھر محراب درست کرو۔ لوگوں کو انکار ہوا۔ آپ نے انگشت شہادت قبلہ کی طرف اٹھا کر فرمایا اگر میرے کہنے کا اعتبار نہیں، تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔ عرض کل حاضرین زیارت کعبہ سے مشرف ہوئے، ایک روز آپ جماعت سے نماز پڑھ رہے تھے کہ امام کے دل میں کچھ خطرے گزرے، بعد نماز کے آپ نے امام کا ہاتھ پکڑ کر علیحدہ لے جا کر کہا کہ آپ دہلی سے افغانستان میں جاتے تھے۔ وہاں سے برودہ خرید کر ملتان میں لاتے تھے ان کو بیچ کر نفع کثیر اٹھاتے تھے۔ بیچارہ حسن دست بستہ ننگے پاؤں تمھارے پیچھے حیران پھرتا تھا، اس نماز کو کیا نماز کہوں ع دل درکار دتن با خدا ہوو۔ الغرض ایسی ایسی بہت سی کرامتیں آپ سے ظاہر ہوئی ہیں۔ وفات حضرت کی ۶۹۹ھ میں ہوئی۔ مزار ملتان پائین مزار مرشد ہے۔

## ذکر حضرت سید جلال الدین منیر شاہ میر سرخ بخاری قدس مبرّہ

آپ خلیفہ شیخ بہار الدین زکریا ملتان کے تھے جو سید بخاری کہلاتے ہیں، وہ



سب آپ کی اولاد سے ہیں۔ نسب نامہ آپ کا یہ ہے: سید جلال الدین بن سید ابوالموید علی ابن سید جعفر بن سید محمد بن سید محمد بن سید عبداللہ بن سید علی اصغر بن سید جعفر ثانی بن سید امام نقی ر۔ جاننا چاہیے کہ سید علی اصغر کے دو بیٹے تھے، سید عبداللہ سے سادات بخاری اور سید اسمعیل سے سادات چاکری۔ سید صاحب کے بہت سے لقب ہیں، جلال الدین شیر شاہ، ابوالبرکات، ابوالصمد و میر بزرگ مخدوم عظم و جلال اکبر و عظیم اللہ اور آپ نو اسے سلطان محمود بادشاہ توران کے تھے۔

منظہر جلالی میں لکھا ہے کہ حضرت مادر زاد ولی تھے۔ لڑپن میں لڑکوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے شہر سے باہر آئے۔ وہاں ایک جنازہ کی نماز تیار تھی، آپ نے پوچھا چار پانی پر جو پڑا ہے اس کا کیا حال ہے۔ کسی نے کہا کہ فلاں شخص مر گیا، اس کے جنازہ کی نماز پڑھیں گے آپ نے کہا پھر کیا کرو گے؟ اس نے کہا نہ زمین میں دفن کر دیں گے، یہ سن کر آپ کا بدن کانپا اور اللہ اکبر کہہ کر سر ہلنے مروے کے جا کر قم باذن اللہ فرمایا، وہ مردہ فوراً زندہ ہو گیا اور اپنے پاؤں چلا گیا۔ چالیس برس اور زندہ رہا۔ جب آپ کے والد کو یہ خبر ہوئی، انھوں نے بہت کچھ دھمکایا اور منع فرمایا کہ پھر ایسی حرکت نہ کرنا۔ شرع میں رخنہ پڑتا ہے پہلے گھر سے سفر کر کے آپ نجف اشرف آئے۔ چندے وہاں رہ کر مدینہ میں آئے وہاں سے بیت المقدس کو گئے، پھر مدینہ میں آئے۔ وہاں کے سادات نے آپ سے سند سادات چاہی آخر یہ امر طے ہوا کہ مزار رسول مقبول پر چل کر دریافت کریں سید جلال الدین نے روضہ عالیہ کے روبرو کھڑے ہو کر کہا السلام علیک یا والدی، روضہ کے اندر سے آواز آئی: وعلیکم السلام یا ولدی قرۃ عینی و سراج کل امتی انت منی و من اہل بیتی۔ یہ سن کر تمام سادات ان کی توقیر اور تعظیم بجالائے۔ بعدہ کعبہ میں آن کر حج کیا۔ وہاں سے چل کر ربیع مکون کی سیر کی۔ ہزار ہا مخلوق کو ہدایت فرمائی اور ملک پنجاب میں آن کر شہر جھنگ سیالاں آباد کیا۔ ایک روز آپ حجرہ میں نہ تھے اور دروازہ بند تھا۔ حاضرین مسجد کے کان میں ذکر نفی اثبات کی آواز آتی تھی، آپ کے مریدوں میں سے شیخ عارف نے پوچھا کہ آپ تو حجرہ میں نہ تھے۔ وہ کون تھا جو حجرہ میں ذکر کر رہا تھا۔ فرمایا کہ پیالہ چوبی ذکر کرتا تھا۔

ایک بار تعلق نام افغان کہ درویش کامل تھا سندھ سے چل کر اوچ میں آیا، راستہ میں جو فقیر اس کو ملا اس کی ولایت کو سلب کیا، اوچ میں آکر سید صاحب کو بھی بلوایا، اس وقت آپ مشغول تھے۔ تعلق کا قادم ہیبت کی وجہ سے کچھ عرصہ نہ کر سکا اور واپس جا کر تعلق سے حال شیخ بیان کیا۔ وہ خود سوار ہو کر مسجد کے دروازہ پر آیا، اندر آنا چاہا مگر نہ آسکا، آخر کار کہا کہ یہ سید کامل ہے مگر افسوس ہے کہ عیالدار ہے۔ یقین ہے کہ تمام عالم میں اس کی اولاد بھر جائے گی، کہیں یہ آواز آپ کے کان میں پہنچی، آپ کو غصہ آیا اور اس کو نظر جلال سے دیکھا، اسی وقت وہ جل کر مر گیا۔ لکھا ہے کہ جب یہ بخارا سے بکریں آئے ہیں تو سید بدرالدین نے اپنی دختر کا نکاح آپ سے کیا۔ چندے دہاں رہ کر پھر اوچ میں آئے تھے آپ کے پانچ لڑکے پیدا ہوئے۔ وفات حضرت کی عمر ۹۵ سال ۹۹۹ھ میں ہوئی مزار اوچ میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ احمد معشوق قدس سرہ | آپ خلیفہ شیخ صدرالدین عارف کے تھے۔ ہمیشہ غمور رہتے

تھے۔ قندھار میں سوداگری کی دکان تھی۔ ملتان میں واسطے تجارت کے آتے تھے، ایک دن راستہ میں شیخ صدرالدین کو دیکھا، شیخ نے ان کو اپنے پاس خانقاہ میں بلا کر قدم بے شربت اپنا جھوٹا پلایا۔ اس کے پیتے ہی ان کا دل روشن ہو گیا اور مرید ہوئے، تمام مال و متاع خیرات کر کے فقیر ہوئے، ایک دن یہ نہار ہے تھے کہ دعا کی الہی تو بادشاہ ہے اپنے بندوں کو اپنی عنایت سے نوازتا ہے جب تک مجھ کو اپنے قرب و اپنے مرتبہ سے کہ میرا تجھ کو کتنا خیال ہے نہ آگاہ کرے گا میں پانی سے پاؤں باہر نہ رکھوں گا اس وقت آواز غیب ہوئی کہ تیرا مرتبہ ہماری درگاہ میں بہت ہے کہ تیرے وسیلہ سے خلقت کو آتش دوزخ سے بچا کے بہشت میں بھیجوں گا۔ عرض کیا کہ الہی تیری نعمت کی صداقت تیری رحمت کی گنتی نہیں۔ اس پر اکتفا نہ کروں گا۔ پھر آواز ہوئی کہ تجھ کو اپنا محبوب اور معشوق کیا۔ تاکہ طابوں کو تو میرا عاشق کرے۔ یہ سن کر پانی سے نکلے، آخر بوجہ جذبہ عشق کے جہان اور اہل جہان سے بے خبر ہو کر صحت و مدہوش ہو گئے تھے، آخر علماء نے ان کو پکڑا کر فرمن کیوں

نہیں ادا کرتا۔ ورنہ تجھ پر حد جاری کریں گے۔ انھوں نے کہا کہ میں قوت نماز پڑھنے کی نہیں رکھتا ہوں۔ غیر مختار سے کہنے سے نماز تو پڑھتا ہوں۔ مگر سورہ فاتحہ نہ پڑھوں گا۔ انھوں نے کہا کہ بے فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی، کہا کہ آیا کعبہ و آیا کعبہ نیتیں نہ کہوں گا۔ انھوں نے کہا کہ بے اس کے فاتحہ نہیں ہوتی۔ آخر علماء نے نماز پر ان کو کھڑا کیا، جس وقت ایک کعبہ و ایک نیتیں پر پہنچے، ہر دو ٹکٹے سے خون ٹپکنے لگا کہ کپڑے تر ہو گئے رکعت توڑ کر علماء سے فرمایا کہ میں زن مائتہ ہوں، نماز مجھ کو معاف ہے۔ وفات حضرت کی ۳۰۰ھ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت شیخ ضیاء الدین رومی قدس سرہ** | آپ خلیفہ شہاب الدین سہروردی کے تھے، سلطان علاء الدین خلجی آپ کا مرید تھا۔ وفات حضرت کی ۷۹۰ھ میں ہوئی۔ مزار وہلی میں ہے۔

**ذکر حضرت لال شہباز سندھی سہانی قدس سرہ** | حضرت صاحب کالات ظاہری و باطنی اور

مسیح النسب سادات حسینی اور خلیفہ شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی کے تھے۔ بوجہ ہند اور مستی کے طریقہ آپ کا ملائیہ تھا، سرخ کپڑے پہنتے تھے۔ آپ کے مرید بہت تھے۔ ہنود آپ کے مزار سے کرامتیں ظہور میں آتی ہیں۔ آپ کو اپنے جدی خاندان میں بھی حضرت امام جعفر صادق سے اجانت ہے۔ وفات حضرت کی ۸۱۰ھ میں ہوئی۔ مزار پُرانوار حضرت کا ملک سندھ میں ہے۔

**ذکر حضرت شیخ کن الدین ابوالفتح سہروردی بن شیخ صدر الدین عارف قدس سرہ**

آپ صاحب سجادہ اپنے والد کے تھے۔ عالم علوم ظاہری و باطنی تھے اور ہر روز ایک قرآن شریف ختم کرتے تھے۔ نقل حکم ان کی سات جہینے کی عمر تھی، ان کی والدہ ماجدہ چاند رات کے سلام کو اپنے فرزند شیخ بہاؤ الدین زکریا کی خدمت میں گئیں۔ وہ دیکھتے ہی تعظیم کو کھڑے ہوئے۔ یہ بیوی نہایت متعجب ہوئیں اور تعظیم کی کیفیت دریافت کی، شیخ نے فرمایا



کہ یہ تعظیم تیری نہ تھی بلکہ اس بڑکے کی ہے۔ جو میرے خاندان کا چرار غیبی ہے۔ ایک روز شیخ بہاؤ الدین چارپائی پر تکیہ لگائے بیٹھے تھے اور دستار پائے پر رکھی تھی، اور شیخ صدر الدین نیچے فرش پر بادب بیٹھے تھے۔ شیخ رکن الدین کہ عمر ان کی چار برس کی تھی چارپائی کی پیٹیاں پکڑے کھیل رہے تھے، یکایک دستار اپنے دادا کی اٹھا کر اپنے سر پر رکھ لی۔ شیخ صدر الدین نے یہ دیکھ کر کہا کہ بادب جو شیخ بہاؤ الدین نے فرمایا کہ منع نہ کرو، یہ میری دستار کا حقدار ہے۔ میں نے اس کو عطا کی۔ چنانچہ جب یہ صاحبِ سجادہ ہوئے تو وہی دستار اپنے دادا کی سر پر رکھی۔

نقل ہے کہ شیخ رکن الدین فیض الہی کے ایک دریا تھے جو شخص اپنی مراد حضرت کے پاس لاتا، گو ہر مراد سے دامن پُر کرتا، اس وجہ سے آپ کو قبلہ حاجات کہتے تھے چنانچہ مخدوم جہانیاں اور شیخ عثمان ساج اور دیگر نزاریوں مشائخ آپ کی توجہ سے اولیاء ہوئے یہ حضرت سلطان علاء الدین کے عہد میں دوبارہ اور سلطان قطب الدین کے عہد میں تین بار رونق افروز دہلی ہوئے ہیں، سلطان علاء الدین اگرچہ متکبر تھا، مگر آپ کی پیشوائی کو ہمیشہ سوار ہوتا تھا۔ اور دو لاکھ روپیہ آتے وقت اور پانچ لاکھ جاتے وقت پیش کرتا تھا۔ حضرت اس کو قبول کر کے مساکین کو تقسیم کر دیتے تھے اور حضرت نظام الدین اولیاء سے بہت محبت تھی۔ چنانچہ فرمایا کرتے تھے، کہ مجھ کو براہِ نظام الدین کی محبت دہلی لاتی ہے۔

نقل ہے کہ ایک روز حضرت نظام الدین اولیاء و شیخ رکن الدین مسجد کیلوکھری میں جمع تھے اور شیخ عماد الدین اسماعیل براہِ شیخ رکن الدین بھی حاضر تھے، ان کے دل میں گزرا کہ اس وقت اس جگہ پر قرآن السعیدین واقع ہے۔ اگر ان دونوں بزرگوں میں کچھ نکتہ علم درمیان میں آجائے تو خالی از لطف نہ ہوگا، انھوں نے دونوں صاحبوں کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا حکمت الہی تھی کہ حضرت رسول مقبولؐ نے مکہ سے مدینہ میں ہجرت کی شیخ رکن الدین نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ ہے کہ بعض کمالات باطنی حضرت شاہِ رسالت کے موقوف اور ہجرت کے تھے کہ جب مکہ سے مدینہ میں آویں تب ان کی تکمیل ہو حضرت نظام الدین اولیاء نے فرمایا کہ میرا خیال اس کے خلاف ہے یعنی بعض ناقصانِ اہل مدینہ

بسبب نقصان ظاہری و باطنی اپنے کے استطاعت ان کی نہ رکھتے تھے کہ مدینہ سے مکہ پہنچ کر حاصل کریں۔ اللہ جل شانہ نے کمال فضل و کرم اپنے سے حضرت رسول خدا کو مکہ سے مدینہ بھیجا تا کہ وہ نقص کمال کو پہنچے اور دولت لازوال بے طلب و سوال ان کو حاصل ہو الغرض ایسے کلام شیریں دونوں بزرگوں میں واقع ہوئے۔ نقل ہے کہ شیخ رکن الدین واسطے دیکھنے بادشاہ کے جب تشریف لے گئے اس وقت بادشاہ تختہ رواں پر سوار باہر دیوان خاص کے کھڑا تھا اور خلعت عرض معروض کر رہی تھی کہ شیخ بادشاہ کے قریب پہنچے اور خادم سے اشارہ کیا کہ پہلے اہل حاجت کی عرضیاں پیش کرو۔ بادشاہ نے ان کو مطالعہ کر کے ہر ایک پر دستخط کیے۔ جب عرائض پیش ہو چکے اس وقت بادشاہ دیوان خاص کو پھرے فقط آپ کا تشریف لے جانا کا برآری اہل حاجت کے لیے تھا کس واسطے کہ دوستان خدا کی نیت ہر وقت کار خیر میں رہتی ہے۔ نقل ہے کہ سلطان غیاث الدین تغلق بعد فتح دکن کے دہلی آیا اس وقت شیخ رکن الدین بھی دہلی میں تشریف رکھتے تھے۔ بادشاہ کو شک سلطانی میں قیام پذیر ہوا۔ شیخ رکن الدین بھی تشریف لے گئے، سلطان اور شیخ اور دیگر امراء باہم کھانا کھا رہے تھے کہ شیخ نے سلطان سے فرمایا کہ یہ عمارت نئی ہے صلاح یہ ہے کہ جلدی اس میں سے باہر ہو جاؤ، سلطان نے کہا بعد تناول طعام کے۔ اس طرح تین بار شیخ نے تکرار کی۔ بادشاہ نے وہی جواب دیا۔ آخر شیخ بغیر ہاتھ دھوئے وہاں سے اٹھ کر دبلیز میں آئے تھے کہ چھت اس مکان کی گری اور بادشاہ اس صدمہ سے مر گیا۔ یہ ذکر ۷۲۵ھ کا ہے۔ ایک روز سلطان غیاث الدین نے مولانا ظہیر الدین سے پوچھا کہ شیخ رکن الدین کی کوئی کرامت دیکھی۔ مولانا نے عرض کیا کہ جمعہ کے دن میں نے دیکھا کہ خلق کثیر برائے قد مبوسی شیخ رکن الدین جمع ہے، میرے دل میں گزرا کہ شیخ کے پاس عمل تسخیر ہے۔ حالانکہ میں مولوی ہوں۔ مگر میری طرف کوئی توجہ نہیں کرتا اور یہ ارادہ کیا کہ صبح شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسئلہ استنشاق اور مضمضہ دریافت کروں گا، رات کو خواب میں دیکھا کہ شیخ نے میرے منہ میں حلو اویا جب بیدار ہوا تو منہ میٹھا تھا، سمجھا کہ شیطان نے شیخ کی شکل میں دھوکا دیا۔ جب شیخ کی

خدمت میں صبح پہنچا، فوراً شیخ نے فرمایا کہ مولانا خوش آمدی منتظر تھا بوم کہ کب مولانا آویں اور میں ان کا مسئلہ کہوں۔ جان لو کہ جنابت دو نوع پر ہے، ایک جنابت دل، دوم جنابت تن۔ جنابت تن قرب عورت اور جنابت دل محبت مردان بدکار و نالائق ہے جیسا کہ بدن پانی سے پاک ہوتا ہے ایسا ہی دل زیارتِ مرد نیک سے پاک ہوتا ہے اور کلی اور ناک میں پانی دینا سنت ہے۔ اس کی وجہ سے عدتِ عضو دھو ہوتی ہے اور جس طرح شیطان رسول خدا کی صورت نہیں بنا سکتا اسی طرح دوستانِ خدا کی بھی صورت نہیں بنا سکتا، اگرچہ تمام عالم ہو مگر مردِ قالی کہ جان سے خالی ہو، پس میں نے سوال اپنے کا جواب کافی سن کر بیعت کی۔

نقل ہے کہ جب دن وفات کے نزدیک پہنچے، خلق سے گوشہ کیا، حجرہ میں سے باہر نہیں آتے تھے سوائے اولائے نماز کے آخر بتاریخ ۱۶ رجب ۱۲۵۰ھ میں بعد نماز عصر کے مولانا ظہیر الدین کو حجرہ میں بلا کر فرمایا کہ تجھ پر تکفین کا بندوبست کر اور بعد نماز مغرب نمازِ اربعین پڑھ کر سرِ مسجد میں رکھا اور جان بحق تسلیم کی۔ بعد آپ کے فرزند محمد اسماعیل صاحب سجادہ ہوئے۔

## ذکر حضرت شیخ حمید الدین ابوالحاکم قریشی الہنکاری قدس سرہ

آپ کا نسب نامہ یہ ہے، بن سلطان بہا فالہ بن بن سلطان قطب الدین بن سلطان رشید الدین بن سلطان ابوعلی بن شیخ موئی ہنکاری بن شیخ ابو طاہر بن شیخ ابراہیم بن شیخ محمد بن شیخ یوسف بن شیخ شریف عمر بن شیخ عبدالوہاب بن ابوالسفیان بن حارث، لکھا ہے کہ حضرت ۱۲ ربیع الاول ۷۵۰ھ میں بلن بی بی حاج بنت شہزادہ بہا فالہ بن ابن سلطان قطب الدین سے تولد ہوئے تین برس کے تھے کہ ان کے دادا فوت ہوئے، ان کے والد بادشاہ ہوئے۔ دس برس سلطنت کر کے فقیر ہو کر حرمین میں آئے اور تجرید و تفرید کے ساتھ چھوہ برس یلو خدا میں مشغول رہے شیخ حمید الدین بادشاہ ہوئے بعد ایک سال کے ترک لباس کر کے معہ اپنی بی بی کے لاہور میں آئے اور سید احمد



تختہ تبریزی اپنے مدد و مادی کے مرید ہو کر کارِ فقر کو پورا کر کے خرقہ خلافت طریقہ شطاریہ میں حاصل کیا۔ جب سید احمد کا وقت قریب آیا انھوں نے فرمایا کہ تیرا حصہ شیخ رکن الدین کے پاس ہے، ان کی خدمت میں جا اور اپنا حصہ لے۔ یہ وہاں سے چل کر ملتان میں آئے اور شیخ رکن الدین کے مرید ہو کر بکمال ولایت پہنچے۔ نقل ہے کہ ایک دن دہلی کے سلطان غیاث الدین تغلق کا آپ کی خدمت میں آکر ایک کونے میں بیٹھا اور اس کے دل میں گزرا کہ جو تعریف میں نے اس فقیہ کی سنی تھی، ویسا نہ پایا۔ یہ ایک بے نوا ہے، اپنا خرقہ آپ سیتا ہے۔ حضرت نے نور باطن سے معلوم فرما کر اپنی ٹوپی کو ٹیڑھا کیا اسی وقت وزیر اور اس کے خادم کے چہرے ٹیڑھے ہو گئے۔ پس اس نے عذر تقصیر چاہا اور پاؤں پر گر گیا۔ شیخ نے ازراہِ رحم اپنی ٹوپی کو سیدھا کیا اسی وقت ان کے چہرے بھی سیدھے ہو گئے۔ شیخ جمال الدین اوچی رسالہ حمیدیہ میں لکھتے ہیں کہ ایک روز آپ کے خادموں میں سے ایک کو باڈے کتے نے کاٹا تھا۔ اس صدمہ سے وہ دم بلب تھا، شیخ اس کو پوچھنے آئے، ایک فقیہ کے دل میں خیال آیا، باوجودیکہ شیخ ایسے باکمال ہیں اور ان کا خادم دم بلب ہے۔ آپ نے نور باطن سے معلوم فرما کر ارشاد کیا کہ اپنا تھوک زخموں پر لگا، اور میں خدا سے چاہتا ہوں کہ جس کتے کے کاٹے پر تیرا تھوک لگے، اس کو شفا ہو، اس خادم نے بموجب ارشاد والا اپنا تھوک زخموں پر لگایا اور اچھا ہوا۔ وفات حضرت کی ۲۲ ربیع الاول ۷۳۷ھ بمجر ۱۶ برس ہوئی۔ مزار شریف دہلی میں ہے۔

## ذکر حضرت شیخ وحید الدین عثمان سیاح سنائی قدس سرہ

آپ مرید شیخ رکن الدین ابوالفتح کے اور بیٹے قاضی حمید الدین منہاج کے تھے، سنہ ۷۰۰ھ سے دہلی میں آکر دفتر سلطان میں نوکر ہوئے، ایک روز دریا کی طرف گزر ہوا، وہاں دیکھا کہ شیخ رکن الدین غمانہ پڑھ رہے ہیں، دیکھتے ہی ایسی محبت پیدا ہوئی کہ شیخ کی قدم بوسی کی اور مرید ہوئے، نوکری چھوڑ کر شیخ کے ہمراہ ملتان میں آئے، بعد تکمیل کار و درویشی کے خرقہ خلافت حاصل کر کے ادویائے وقت ہو کر تمام روئے زمین کی سیاحت کی۔

سوائے ایک تہیند کے دوسرا کپڑا نہ رکھتے تھے۔ ایک دفعہ طواف کعبہ میں کہ موسم گرمی کا تھا آپ نے دیکھا کہ خضر علیہ السلام آپ پر سایہ کیے ہوئے ہیں۔ اور خضر نے آپ کو بمنت کپڑے پہائے اور فرمایا کہ دہلی جا۔ نظام الدین اولیا، تجھ کو امانت دیں گے، آپ حسب الامر خضر دہلی آکر سلطان جی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر فیضانِ چشتیہ بھی حاصل کر کے صاحبِ وجد و سماع ہوئے۔ نقل ہے کہ سلطان غیاث الدین تغلق بعد قتل خسرو خان تخت دہلی پر بیٹھا۔ سماع کی اس نے ممانعت کی اور حکم دیا کہ کوئی گانے والا کسی صوفی کے رو برو نہ گائے، ورنہ گمئی کے پیچھے زبان کھینچوائی جائے گی اور ایک معمر بہ اعتراض سماع برائے سلطان المشرک تیار کروایا۔ اس وجہ سے سمع بند تھا، ایک روز امیر حسن قوال آپ کی خدمت میں آیا، شیخ نے فرمایا کہ کچھ کہہ، اس نے آہستہ آہستہ یہ بیت گانا شروع کیا۔

زاہد زویں برآمد ملاز اعتقاد ۛ کافر محمدی شد و صوفی چنانچہ بہت

یہ بیت سنتے ہی شیخ کو وجد ہوا اور کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ دروازہ کھول دو، اور باواز بلند گاؤ۔ سماع سن کر ہزاروں اہل سماع آگئے اور ایک شور و غل ہونے لگا۔ یہاں تک کہ بادشاہ کو بھی خبر ہوئی اور خواصوں نے یاد دلایا کہ خسرو خان نمک حرام نے بعد قتل سلطان قطب الدین خزانہ سلطانی صوفیوں کو تقسیم کر دیا تھا، کئی لاکھ روپے شیخ سیاح کو بھی دیے تھے، اب ان سے واپس لینا چاہیے، بعد تحقیقات کے معلوم ہوا کہ شیخ سیاح نے کچھ نہیں لیا تھا، اس پر سلطان بہت خوش ہوا اور شیخ کی دعوت کی اور پہلے جو جہت سماع اور غوغائے خلاق سے برہمی پیدا ہوئی تھی اس کا عذر چاہا اور اپنی دعوت میں قوالوں کو طلب کر کے شیخ کی دعوت میں محفل سماع گرم کی۔ وفات حضرت کی ۷۳۸ھ میں ہوئی۔ مزار دہلی میں ہے۔

ذکر حضرت شیخ صلاح الدین قدس سرہ | آپ خلیفہ شیخ صدر الدین کے تھے اور حضرت شیخ

نصیر الدین چراغ دہلی سے بھی فیضانِ چشتیہ حاصل کیا تھا، سلطان محمود بن غیاث الدین

تعلق کہ جو فقیر کش تھا، آپ اس کو کبھی خیال میں نہیں لاتے تھے اور سختی سے یاد فرمایا کرتے تھے۔ ایک روز ایک جوان گھوڑے پر سوار جاتا تھا اس نے ایک تازیانہ گھوڑے کے مارا شیخ نے تیز نظر سے اس کو دیکھا اسی وقت یہ ہوش ہو کر گھوڑے سے گر پڑا، یہ دیکھ کر لوگ دوڑے، دیکھا تو اس کے چوتروں پر تازیانے کا نشان پایا۔ وفات حضرت کی سن ۷۴۷ میں ہوئی۔ مزار دہلی میں ہے۔ متصل درگاہ چراغ دہلی نالہ سے پار آپ کا مقبرہ عالی زیارت گاہ ہے۔ وہاں جو آبادی ہے اس کو شیخوپورہ کہتے ہیں۔

**ذکر حضرت شیخ علاء الدین ملتانی قدس سرہ** | آپ خلیفہ شیخ صدر الدین عارف کے تھے۔ علوم

ظاہری اور باطنی اور کرامت میں مشہور تھے اور مخالف بہ محبوب اللہ تھے، مخدوم جہانیاں سے آپ کو بہت محبت تھی۔ وفات حضرت کی سن ۷۴۷ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت سید میراہ سہروردی بن سید نظام الدین قدس سرہ**

آپ مرید اپنے والد کے اور وہ مرید شیخ شہاب الدین سہروردی کے تھے اور سید اشرف جہانگیری سے بھی فیض حاصل کیا تھا۔ وفات حضرت کی سن ۷۴۷ میں ہوئی، مزار بھڑاچ میں ہے۔

**ذکر حضرت شیخ حاجی چراغ ہند قدس سرہ** | آپ خلیفہ شیخ رکن الدین ملتانی کے تھے۔ بعد

عطائے خرقہ خلافت ظفر آباد میں مامور ہو کر مہلت خلق میں مصروف رہے۔ وفات حضرت کی سن ۷۴۷ میں ہوئی، مزار ظفر آباد میں ہے۔

**ذکر حضرت میر سید جلال الدین مخدوم جہانیاں، نگشت بخاری قدس سرہ**

آپ پوتے سید جلال سرخ اوچی کے تھے اور بیٹے میدا حمید کے تھے، یہ حضرت ولی ماورزادہ تھے، لڑکپن سے آثار بزرگی کے جلوہ نما تھے، کہتے ہیں کہ ان کی سات برس



کی عمر تھی کہ ان کے والد ان کو شیخ جمال الدین خنداں رُو کے رو بروئے گئے اس وقت ان کے پاس ایک طباق کھجوروں کا بھرا رکھا تھا۔ فرمایا کہ حاضرین کو تقسیم کر دو۔ مخدوم جہانیاں نے اپنا حصہ مع گٹھلیوں کے کھانا شروع کیا۔ شیخ جمال نے یہ دیکھ کر تبسم کناس فرمایا کہ سید مع گٹھلیوں کے کیوں کھاتے ہو۔ مخدوم نے باوجود خورد سالی کے جواب دیا کہ یہ کھجوریں آپ کے ہاتھ سے نصیب ہوئی ہیں ان کی گٹھلیاں بھی فیض سے خالی نہیں۔ اس واسطے نہیں پھینکتا۔ یہ سن کر شیخ جمال بہت خوش ہوئے اور ان کے حق میں دعا کی: لکھا ہے کہ مخدوم نے پہلے بیعت سلسلہ سہروردیہ میں اپنے والد سے کی: بعدہ اپنے چچا شیخ صدر الدین محمد غوث سے خرقہ تبرک حاصل کیا، اس کے بعد شیخ رکن الدین ملتانی سے خرقہ خلافت پایا، بعد اس کے شیخ الاسلام شیخ عنایت الدین عبداللہ مستوری سے مکہ معظمہ میں حاصل کیا اور دو برس ان کی خدمت میں رہ کر عوارف اور دوسری کتابیں سلوک میں پڑھیں شیخ عنایت نے ان کو گارزون میں جانے کا حکم دیا۔ جب یہ گارزون میں پہنچے، شیخ امام الدین برادر شیخ امین الدین گارزون نے فرمایا کہ تمہارے دادا نے مجھ سے ملنے کا قصد کیا تھا مگر شیطان نے میرے مرنے کی خبر بھوٹی ان کو دی اور وہ مکہ معظمہ کو چلے گئے، اب تو میرا سجادہ ہے اور مقرآن ان کو دے کر فرمایا کہ یہ حق تیرا ہے پس ان سے خرقہ خلافت حاصل کر کے چند سے ان کی خدمت میں رہ کر مصر اور شام عراق، بلخ اور خراسان وغیرہ ممالک کا سفر کرتے ہوئے چھوٹے چھوٹے ہندوستان میں آئے اور بیت اللہ شریف میں امام عبداللہ یافعی کی خدمت میں رہے اور حکیم امام دہلی میں آکر حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی کے مرید ہو کر چند سے ان کی خدمت میں رہے اور فیضانِ حقیقیہ حاصل کیا۔ جانتا چاہیے کہ مخدوم جہانیاں چودہ خانوادہ کے خلیفہ ہیں اور تمام جہان کی سیر کی، تمام اولیائے وقت سے ملے اور حضرت غوث پاک سے نہایت حقیت تھی، سید اشرف جہانگیری تحریر فرماتے ہیں کہ جس قدر خوارق اور کرامت مخدوم جہانیاں سے صادر ہوئے، اولیائے متاخرین میں سے ایک کو بھی حاصل نہیں ہوئے۔ چنانچہ جس روز میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں

اسی روز اطوار قطبیت و غوثیت سے مشرف ہوا۔ چنانچہ شیخ علاء الدین حبشی قطب بنگالی نے وقت انتقال کے فرمایا تھا کہ میرے جنازہ کی نماز مخدوم جہانیاں پڑھائیں گے اور کوئی نہ پڑھائے۔ یہ سن کر تمام مرید حیران تھے کہ مخدوم اوچ میں ہیں کیونکر آپ کے جنازہ کی نماز کے وقت حاضر ہوں گے۔ چنانچہ جب ان کا انتقال ہوا تو لوگوں نے مخدوم جہانیاں کو وہاں حاضر دیکھا اور جنازہ کی نماز پڑھائی اور چند روزہ کر قطب عالم کو تربیت کیا اور سجادہ پر بٹھایا۔ وہاں پر بہت سے اکابر حضرت کے مرید ہوئے۔ انوار عالمیہ سے نقل ہے کہ ایک روز مخدوم اپنی خانقاہ میں بیٹھے تھے کہ یکایک گھاس کی گٹھری میں آگ لگی اور اس میں سے شعلہ اٹھا۔ مخدوم نے ایک چٹکی خاک کی اٹھا کر یا شیخ عبدالقادر نجی الدین جیلانی بآواز بلند پڑھ کر اس طرف پھینکی۔ مٹا آگ بجھ گئی، ایک روز خان جہاں مرزا وزیر سلطان فیروز شاہ حضرت کی خدمت میں آیا اس نے ایک منشی کے لڑکے کو قید کیا تھا اس لڑکے نے آپ کی طرف توجہ کی۔ آپ نے نور باطن سے معلوم فرما کر وزیر سے فرمایا کہ اس مظلوم کو چھوڑ دے اس میں تیری خیر ہوگی، وزیر نے بموجب حکم عالی رہا کیا۔

اخبار الاولیاء سے نقل ہے کہ شب عید کو مخدوم جہانیاں روضہ شیخ الاسلام بہاؤ الدین پر جا کر مستعدی عیدی کے ہوئے، مزار سے آواز آئی کہ تیری عیدی یہی ہے کہ خداوند تعالیٰ نے تجھ کو مخدوم جہانیاں کیا۔ بعد اس کے شیخ صدر الدین عارف کے مزار پر عیدی کی التجا کی، وہاں سے بھی جواب با صواب پایا۔ خزانہ جلالی میں لکھا ہے کہ ایک بار شیخ ابوالفتح ملتانی زینہ پر سے اترتے تھے۔ مخدوم نے دوڑ کر اپنے کو زیر زینہ ڈالا، اس مراد سے کہ قدم میرے پیر کا سینہ پر پڑے۔ یہ دیکھ کر شیخ نے کہا یا سید مرتبہ ولایت تمہارا اپنے مرتبہ کو پہنچ چکا ہے، تم مخدوم جہانیاں ہو گئے اور اپنے ماتھے سے اٹھا کر سینہ سے لگایا، اور بہت نعمتیں عطا کیں، اس روز سے مخاطب بخطاب مخدوم جہانیاں ہوئے، ایک بار مخدوم جامع مسجد اوچ میں موعظہ علماء درویشوں کے معکت تھے۔ حاکم اوچ واسطے دیارت حضرت کے آیا۔ حضرت کے گرد ہجوم درویشوں کا دیکھ کر کئی درویشوں کو جھڑک کر مسجد سے باہر نکالا۔ مخدوم نے یہ حال دیکھ کر فرمایا کہ اے بد بخت! تو دیوانہ ہوا ہے کہ

درویشوں کو تکلیف پہنچاتا ہے۔ یہ فرماتے ہی حاکم دیوانہ ہو گیا۔ کپڑے پھاڑے، مسجد سے نکل کر لوگوں کو پتھر مارتا ہوا باہر پھرنے لگا، آخر مشکل اس کو پایہ زنجیر کر کے بعد بہت دنوں کے اس کا بوڑھا باپ حضرت کی خدمت میں لایا اور اس کی شفاعت چاہی آپ نے ازراہ رحم فرمایا کہ اس کو لا کر غسل دو اور نئے کپڑے پہناؤ اور زیارت مزار شیخ جمال الدین خندہ رو کر اگر میرے پاس ملاؤ۔ پس بعد زیارت مزار کے وہ حضرت کے پاس آتے ہی اچھا ہوا اور مرید ہو کر واصلان حق سے ہوا۔ مولانا شمس الدین اوچی سے نقل ہے کہ آپ کے سفر آخری حرمین میں مخدوم کے ہمراہ میں بھی تھا۔ جب جہاز پر سوار ہوئے درویشوں کے دل میں آیا کہ مچھلی ہاتھ آجائے تو اس کے کباب کھائیں، مخدوم نے نور باطن سے معلوم کر کے فرمایا کہ مچھلی انشاء اللہ تمہارے پاس آوے گی، اسی وقت ایک مچھلی بہت بڑی کو ذکر جہاز میں آپڑی، اس کے کباب تیار ہوئے، سب کو تقسیم کیے گئے۔ پس جب عہدہ میں آئے واسطے زیارت مزار حضرت خواجہ علیہ السلام کے تشریف لے گئے قضا را اسی روز ایک تابوت دفن کرنے کو لائے، مخدوم نے پوچھا کہ یہ جنازہ کس کا ہے لوگوں نے کہا کہ شیخ بدر الدین مینی جو تیس برس سے کعبہ میں تھے اور اب عہدہ میں آئے تھے بعد نماز عصر کے تلاوت قرآن میں انتقال کیا۔ یہ سن کر مخدوم نے فکر کیا اور فرمایا کہ ان بزرگ کو ابھی دفن نہ کرو، شاید ابھی زندہ ہوں۔ پس اس جنازہ کو شہر میں لا کر کنارہ دریا کے ایک مسجد میں رکھا۔ نعش کو تابوت میں سے نکال کر پورے پرٹایا۔ مخدوم نے تمام آدمیوں کو نکال کر دروازہ مسجد کا بند کر کے پہلے دو گانہ ادا کیا، بعد اس کے تلاوت قرآن میں مصروف ہوئے۔ جب آیت یٰغٰیثُ بِحُ الْخَیِّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ یُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ پر پہنچے تو شیخ بدر الدین کی نعش کو حرکت ہوئی اور اٹھ کر مخدوم کے دست و پا چومے مخدوم نے اپنے کپڑے ان کو عطا کیے اور دروازہ مسجد کا کھول دیا۔ شیخ بدر الدین ظہر کی نماز پڑھائی، یہ کرامت دیکھ کر تمام اہل عہدہ مرید ہوئے۔ وہاں سے آ کر حج کیا مدینہ میں جا کر روضہ رسول مقبول پر باواز بلند کہا، السلام علیکم یا حیدر مجد، روضہ منورہ سے آواز ہوئی، علیکم السلام یا ولدی قرۃ العینی، یہ سن کر تمام اہل مدینہ آپ کی شرافت اور کرامت کے



معتقد ہوئے اور کتب تواریخ صوفیہ سے ثابت ہے کہ حضرت مخدوم کو خرقہ خلافت حضرت شاہ بدیع الدین مدراسی سے بھی پہنچا تھا، ولادت حضرت کی سن ۸۷۷ھ میں ہوئی۔ مزار اوچ میں ہے۔

## ذکر حضرت شاہ کرک سہروردی قدس سرہ

آپ مرید شیخ اسماعیل قریشی کے وہ مرید اپنے

شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی کے، عالم متبحر و سالک مجذوب حسب الحکم مرشد کے قصبہ کٹرہ میں مقیم ہوئے، بوجہ جذبہ باطنی کے طریقہ ملائکہ کریمیا تھا۔ ہزاروں کرامتیں آپ سے وقوع میں آئیں۔ خلق آپ سے رجوع کرتی، آپ متفر رتبے، کبھی کبھی شعر بھی فرماتے تھے چنانچہ فرماتے ہیں:-

اندر طالب دوست چو مردانہ شدم : اول قدم آں بود کہ بیگانہ شدم  
اور ملک علاء الدین آپ کی دعا سے بادشاہ دہلی ہوا تھا۔ وفات حضرت کی سن ۹۱۶ھ میں ہوئی مزار قصبہ کٹرہ میں ہے۔

## ذکر حضرت مخدوم شیخ انجی راجگری قدس سرہ

آپ خلیفہ مخدوم جہانیا کے تھے۔ یہ حضرت

عین جوانی میں موضع زہرہ علاقہ دریا آباد سے آکر مخدوم کے مرید ہو کر سالہا سال پیر کی تہذیب میں رہ کر خرقہ خلافت حاصل کر کے قنوج کے شاہ ولایت ہو کر رخصت ہوئے، چندے قنوج میں رہ کر اژدہا م خلایق سے متفر ہو کر موضع راجگیر کنارہ گنگا پر آکر ہدایت خلق میں مشغول ہوئے۔ لکھا ہے کہ پہلے بروز شنبہ بتاریخ ۱۰ ارشوال ۸۸۷ھ میں وفات پائی۔ جب غسل و کفن مل چکا تو لوگ رونے لگے، کسی نے کہا کہ انجی جمشید ولی تھے اور نامبارک دن وفات کی، اسی وقت آپ نے سراٹھا کر فرمایا کہ اگر یہ دن منحوس ہے تو آج نہیں مرتا کل مردوں کا چنانچہ ایک روز اور جی کر گیا رہو یہ تاریخ کو وفات پائی۔

## ذکر حضرت سید علم الدین پلا میں قدس سرہ

آپ امیری میں فقیری کرتے تھے اور مرید

مخدوم جہانیاں کے اور ہم صحبت اخئی را جگیری کے۔ اور اولاد سے سادات ترمذی کی تھے۔ حسب الحکم پیر کے جون پور میں آکر سلطان ابراہیم کے ملازم ہو کر پٹہ پلاون جاگیر میں پا کر وہیں سکونت اختیار کی۔ وہاں ہندوؤں کا غلبہ تھا۔ آپ نے وہاں ایک قلعہ بنوایا اور دعا کی کہ الہی سادات پلاون قیامت تک اس جگہ رہے اور سید اشرف جہانگیر سے بہت اتحاد رہا۔ کیونکہ یہ دونوں بزرگ ایک ہی علاقہ میں تھے۔ وفات حضرت کی ۸۲۵ھ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت شیخ کبیر الدین اسماعیل سہروردی قدس سرہ | پستے اور مرید

کے تھے اور چند سے خدمت مخدوم میں ماضیہ کر ولایت اور کرامت میں مشہور ہوئے اور آدھی رات سے روز منہ مخدوم پر صبح تک عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ وفات حضرت کی ۸۲۵ھ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت سید صدر الدین راجو قنطال قدس سرہ | آپ مرید اپنے والد

مخدوم جہانیاں کے اور ان سے تعلیم یافتہ بھی تھے۔ یہ حضرت جو کچھ زبان سے فرماتے اسی طرح اس کا ظہور ہوتا تھا۔ چنانچہ مخدوم فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو سادہ خلق کے مشغول کیا۔ عزیز صدر الدین کو اپنے ساتھ مشغول فرمایا، ہمیشہ مستغرق بخدا رہتے۔ دوسرے سے کام نہ رکھتے تھے۔ سلسلہ سہروردیہ مخدوم کا آپ سے اور سلسلہ قاعدیہ ناصر الدین گودہ فرزند مخدوم سے جاری ہے۔ ایک بار ان کے فرزند نے اپنے خادم کی ڈاڑھی کسی جرم میں منڈوا دی۔ خادم نے حضرت سے شکایت کی، آپ نے فرمایا غلطی جمع رکھو، وہ اپنی ڈاڑھی اپنے ہاتھ سے منڈے گا، آخر انہوں نے اپنی ڈاڑھی اپنے ہاتھ سے منڈی، لکھا ہے کہ جب مخدوم مرض موت میں مبتلا ہوئے۔ تحصیلدار اوچ مخدوم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت دے۔ آپ خاتم الادویاء ہیں، مخدوم نے اپنے بھائی راجن قنطال سے کہا کہ ترے سنا کہ یہ کیا کہتا ہے۔ اس وقت اقرار ختم رسالت کا کیا ہے

پھر مرتد نہ ہو ورنہ واجب القتل ہوگا، مابین قنطال نے کہا کہ میں نے سنا اور تمام حاضرین گواہ ہیں اور اس تحصیلدار سے فرمایا کہ اب مسلمان ہونا تجھ پر لازم ہے کیونکہ تو نے اقرار کیا کہ رسول مقبول خاتم الانبیاء تھے اسی طرح بقول تیرے مخدوم خاتم الاولیاء ہوئے۔ چونکہ اس کو مسلمان ہونا منظور نہ تھا، اسی شب کو بھاگ کر سلطان فیروز شاہ کی خدمت میں عرض کیا سلطان نے بھی اس کو ہدایت اسلام کی مگر وہ مسلمان نہ ہوا، بعد انتقال مخدوم کے شیخ صدر الدین دہلی میں آئے سلطان نے حضرت کی پیشوائی کی اور بہ اعزاز دہلی میں رکھا تمام عمائد دہلی حلقہ ارادت میں آئے۔ وفات حضرت کی ۸۲۷ھ میں ۱۶ جمادی الآخر کو ہوئی۔ مزار دہلی میں ہے۔

## ذکر حضرت شیخ سراج الدین حافظ قدس سرہ | آپ خلیفہ مخدوم جہانیاں کے تھے اور عالم متبحر

اور مفسر صاحب کرامت اور کئی سال مرشد کی مسجد میں امامت کی۔ وفات حضرت کی ۸۳۷ھ میں ہوئی۔ مزار کالپی میں ہے۔ صاحب اخبار الاخیار نے جو ایک نقل شاہ مدار اور شیخ سراج اور قادر شاہ کی لکھی ہے اس کے دیکھنے سے تعجب ہوا کہ مدار صاحب ان کے دادا پیر تھے یہ ان کے برخلاف کیونکر کر سکتے تھے۔ واللہ اعلم۔

## ذکر حضرت سید برہان الدین قطب عالم بن سید ناصر الدین محمود بن سید جہانیاں قدس سرہ

ذکر سید ناصر الدین کا سلسلہ قادریہ میں ہو چکا ہے سید برہان الدین علوم ظاہری اور باطنی سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ جب گجرات میں پہنچے، سلطان احمد والی گجرات آپ کا مرید ہوا، وفات حضرت کی ۸۵۷ھ میں ہوئی۔ مزار احمد آباد میں ہے۔

## ذکر حضرت شاہ موسیٰ سہاک قدس سرہ | آپ مرید شاہ سکند بود کے

اور وہ مرید شاہ جیوالا قلندر کے، وہ مرید شاہ جمال مجرد کے، وہ مرید شاہ ابراہیم گرم سیل کے، وہ مرید شیخ ابو نجیب بہروردی کے



شہر احمدآباد میں مقیم تھے، ہیمچٹروں کے ہمراہ گاتے بجاتے تھے، آپ مستوراویاد اللہ سے  
 ہیں، کل زمانہ لباس رکھتے تھے۔ نقل ہے کہ احمدآباد میں ۱۰ صاب باراں ہوا۔ بادشاہ نے  
 قاضی شہر کو کہلا بھیجا کہ دعا کیجیے، قاضی رکش منیر تھا۔ بادشاہ کو جواب دیا کہ میری دعا سچے  
 نفع نہ ہوگا، اگر شاہ موسیٰ صاحب کو قلاں محلہ سے بلا کر عرض کرو گے تو ضرور پانی برسے گا۔  
 الغرض بادشاہ اور قاضی دونوں ہیمچٹروں کے مکان پر پہنچے، آپ کو تلاش کیا آپ مکان  
 سے باہر آئے۔ بادشاہ اور قاضی نے عرض کیا کہ بارش کے واسطے دعا کیجیے حضرت نے  
 فرمایا کہ یہ گناہگار بندی ہے۔ اس طائفہ میں اپنا گزر کرتی ہے، شاہ موسیٰ کوئی اور ہونگے  
 جب بادشاہ اور قاضی نے بہت اصرار کیا، آپ نے چشم پُر آب کر کے آسمان کی طرف دیکھا  
 اور کہا کہ میرے خاوند تو اگر ابھی پانی نہ برسائے گا تو میں ابھی اپنا سہاگ چھوڑتی ہوں۔ یہ  
 کہہ کر قریب تھا کہ آپ چوڑیاں اپنی شکستہ کریں کہ یکایک ابر پیدا ہوا اور ایسا پانی برساکہ  
 لوگ بیزار ہو گئے، بس یہ کرامت دیکھ کر بادشاہ اور تمام خلایق مستعد ہوئی۔

نقل ہے کہ علمائے شہر نے آپ کو جامع مسجد میں بلا کر نماز کے واسطے کہا حضرت اپنا  
 معمولی لباس پہنے ہوئے تھے۔ ان صاحبوں نے وہ لباس اتروا کر سفید لباس پہنوا یا آپ نے  
 و منو کیا اور نماز میں شامل ہوئے۔ جب اللہ اکبر کہا، وہ تمام لباس سرخ ہو گیا، بعد نماز کے  
 فرمایا میاں میرا کہتا ہے کہ تو سہاگن رہا وہ یہ ہوئے مجھے کہتے ہیں کہ راند ہو جا۔ تمام اہل اسلام  
 یہ کرامت دیکھ کر مستعد ہوئے۔ علماء نے غفور قصور چاہا۔ وفات حضرت کی دسویں رجب  
 ۱۱۵۴ مقام احمدآباد ہوئی۔ اس وقت شاہ عالم کہ احمدآباد میں مشہور مشائخ تھے انہوں نے  
 اپنے کشف سے حضرت کی وفات کا حال معلوم کر کے اپنے خلیفہ قاضی میاں مخدوم سے  
 کہا کہ تم جلد جا کر شاہ موسیٰ کی تجہیز و تکفین میں شریک ہو اور خبردار رہنا، کوئی آپ کی چوڑی  
 نہ اتارے، وہ جس رنگ میں ہیں اسی میں دفن کرنا۔ چنانچہ آپ اسی طرح دفن ہوئے اور  
 تمام مشائخ احمدآباد مثل مولانا سید عطاء الدین سید حضرت شاہ وجیہ الدین گجراتی اور قاضی  
 اور علماء سب شامل تھے، بیویوں کے روز تمام مشائخ جمع ہوئے اور شاہ موسیٰ کے بالکے کو  
 سید عطاء الدین نے اپنے ہاتھ سے چوڑی اور دیگر زنانہ لباس دیا اور سرخ اور صنی اڑھائی۔

اس روز سے آپ کے سلسلہ میں چوڑی اور دیگر زنانہ لباس جاری ہے۔ آپ کے فقیر سدا سہاگن کہلاتے ہیں اور مجالس فقرہ میں رقص کرتے ہیں اور زبان سے کہتے جاتے ہیں لا الہ الا اللہ نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اکثر باکمال ہوتے ہیں۔

## ذکر حضرت ابوالبرکات سید شاہ عالم قدس سرہ

فرزند قطب عالم  
برہان الدین کہ

خلیفہ اپنے پدر کے تھے اور علیہ آپ کا مطابق علیہ شریف رسول مقبول کے تھا اور اپنے باپ کے منجھلے بیٹے تھے اس وجہ سے منجھلے پیر مشہور ہیں، نہایت رحمدل اور مستجاب الدعوات اور عابد و زاہد تھے۔ ولادت حضرت کی ششہ میں اور وفات بروز شنبہ ۸۷۵ ہجری لاول ششہ میں ہوئی مزار احمد آباد میں زیارت گاہ خلایق ہے۔

## ذکر حضرت شیخ عبداللطیف داور الملک بن محمود قریشی قدس سرہ

آپ خلیفہ شاہ عالم احمد آبادی کے تھے۔ کہتے ہیں کہ پہلے یہ امرائے سلاطین سے تھے بعدہ ترک دنیا کر کے شاہ عالم کے مرید ہوئے۔ جو مجذوم یا مبروس حضرت کے پاس آتا چند قطرہ آپ کے آب وضو کے پیتے ہی اچھا ہو جاتا تھا۔ آخر قصبہ موثر فی علاقہ گجرات میں ماہ ذیقعد ۸۸۹ھ میں شہادت پائی مزار مزعج خلایق ہے۔

## ذکر حضرت سید کبیر الدین حسن قدس سرہ

آپ مرید قائدان مخدوم  
جہانیاں کے تھے بہت

بڑے سیاح اور صاحب ولایت کہ عمر آپ کی ۱۸۰ برس کی تھی اور صاحب خوارق اور کرامت تھے۔ جو مرتد اور کافر آپ کے رو برو آتا مسلمان ہوتا۔ وفات حضرت کی ۸۹۶ھ میں ہوئی مزار اویچ میں ہے۔

## ذکر حضرت شاہ عبداللہ قریشی ملتانی قدس سرہ

آپ اولاد سے شیخ  
بہاؤ الدین زکریا ملتانی

کی تھے۔ آپ کے بزرگ دہلی میں آ رہے، یہ حضرت قدم بقدم اپنے دادا کے تھے۔ آخر

سلطان سکندر لودھی نے اپنی دختر کا نکاح حضرت سے کیا، اوائل میں ہزار نفل روزہ کرتے اور تین ختم کرتے تھے، بعد اُنکے بھی جذب بھی ہو جاتا تھا، ایک روز حالت جذب میں بالا خانہ پر سے گرے مگر کچھ آسیب نہ پہنچا، اسی طرح ایک بکری کے بچہ کو حالت جذب میں زمین پر دے مارا وہ مر گیا، ایک شخص نے کہا کہ یہ بچہ افسوس آپ کے ہاتھ سے ہلاک ہوا، اگر مارا جے تو زندہ کرنا بھی مناسب تھا۔ یہ سن کر اٹھے اور اس مردہ کو اٹھا کر فرمایا کہ چل پھر بدنام نہ کر، وہ اسی وقت چلنے پھرنے لگا۔ ایک روز خدام کو حکم دیا کہ جو کچھ میرے گھر میں ہے، سب کو باہر رکھ کر اس میں آگ دیدو، شاہ احمد آپ کے پسر کو خورد سال تھے وہ بھی موجود تھے کہنے لگے کہ پدر ایک ایک چیز باہر لا کر آگ لگانے میں تو بہت دیر ہوگی حکم دیجیے تو سارے گھر میں آگ لگا دیں کہ سب ایک بار جل جائے یہ سن کر آپ خوش ہوئے اور ان کے حق میں دعائے خیر کی۔ وفات حضرت کی سنہ ۱۰۰۰ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت شیخ سہار الدین سہروردی قدس سرہ | آپ خلیفہ سید کبیر الدین اسماعیل

نبیرہ مخدوم جہانیاں کے، علوم ظاہری و باطنی میں جامع تھے، نہایت متقی اور متوکل۔ آخر وہ ملی میں متکفن ہوئے، آپ کی تصنیفات سے مفتاح الاسرار وغیرہ کتب ہیں، اور حاشیہ لمعات عراقی لکھا، بعد نابینا ہو گئے تھے، لکھا ہے کہ شباب الدین خاں فرمان نویس سلطان بہلول کا پسر شیخ محمد فسق و فجور میں مشہور تھا، ایک بار شیخ کی مجلس میں آیا۔ خدام نے اس کو نکانا چاہا کہ یہ جگہ لیجئے شخص کی نہیں ہے، آپ نے معلوم فرما کر کہا ہے

طالب دیدار چہ ہشیار چہ مست ۛ ہمہ جاخانہ عشق چہ مسجد چہ کنشت

یہ سنتے ہی شیخ محمد کو حالت ہوئی اور مرید ہوا، بعد اس کے کوئی اور خلافت شرع علی پھر نہ کیا، آپ کے بھائی سے روایت ہے کہ بارہ برس کی عمر سے کبھی نماز تہجد فوت نہ ہوئی اور ایک ستارہ کا اندازہ کر رکھا تھا، تمام شب تا وقت تہجد روشن دان جگرے سے اس ستارہ کو شوق تہجد میں دیکھا کرتے تھے۔ ناگور کے علاقہ میں ایک نیک بی بی آپ کی مرید تھی، اس کے یہاں ایک گائے تھی، وہ اس کا دودھ دہی شیخ کی تندر کیا کرتی تھی، اتفاقاً



جب وہ گجرات کو چلی گائے بھی اس کے ہمراہ تھی، راستے میں چوروں نے لے لی، اس نے آکر شیخ سے عرض کی کہ میری گائے چوروں سے منگوا کر مجھے دیجیے، یہ کہہ کر نماز میں مشغول ہوئی کہ خادم شیخ نے آواز دی کہ بی بی تمہاری گائے حاضر ہے، بی بی نے نماز سے فارغ ہو کر دیکھا تو اپنی گائے پائی۔ بعد انتقال لودھی کے شیخ اس کے مزار پر فاتحہ پڑھنے گئے۔ بعد مراقبہ کر کے اٹھے اور فرمایا کہ اس مرد نے دنیا میں بھی عیش کیا اور اہل اللہ کی محبت کے تصدق سے بعد مرنے کے بھی رتبہ بلند پایا، ایک روز کسی درویش نے عین القضاات ہمدانی کا مکتوب شیخ کے نام پیشکش کیا۔ آپ نے دو تین ورق پڑھ کر فرمایا کہ عین القضاات مرد بزرگ صاحب کرامات تھا۔ ایک روز اس کی بیس جگہ دعوت تھی۔ ایک وقت میں بیس جگہ کھانا کھایا اور اپنی خانقاہ میں بھی فقیروں کے ساتھ کھایا۔ یہ سن کر ایک فقیر کے دل میں خطرہ گزرا کہ ایک تن واحد بیس جگہ کیونکر گیا ہوگا اور خانقاہ سے بھی باہر نہ نکلا اور سب جگہ جا کر باہر کھانا کھایا، سمجھ میں نہیں آتا، آپ نے فوراً باطن سے معلوم فرما کر بعد نماز مغرب حجرہ میں جا کر باواز بلند اس کو پکارا، اس نے اندر جا کر دیکھا کہ شیخ پانچ تن سے حجرہ میں موجود ہیں، یہ دیکھ کر حیران ہوا اور سمجھا کہ میرے خطرہ کو معلوم کر کے مجھ کو پانچ صورتیں دکھلائیں۔ معاشی شیخ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں کو ایسی قوت دی ہے کہ سو جگہ جاویں اور گھر سے باہر قدم نہ رکھیں۔ وفات حضرت کی بتاریخ ۱۷ جمادی الاول ۸۵۰ھ میں ہوئی مزار دہلی میں ہے۔

## ذکر حضرت شیخ عبد الجلیل قطب عالم جوہپوری

فرزند شیخ ابوالفتح بن شیخ  
عبد العزیز بن شیخ

شہاب الدین بن شیخ نور الدین بن سلطان التارک بن حمید الدین حاکم صاحب کرامت اور قطب وقت تھے، مرید اپنے والد کے، بعد سیاحی بسیار قصہ ہو کہ مزار شیخ حمید الدین حاکم پر چندے رہ کر حکم الہی روانہ بطرف لاہور ہوئے، راستہ میں خواب میں دیکھا کہ بابا فرید فرماتے ہیں کہ میرے مزار پر آن کر اپنا حصہ لے۔ بعد اس کے لاہور جایو، آپ نے جامعہ پنج کرواں ایک چلہ کیا اور فیضان حاصل کر کے لاہور میں آکر مقیم ہوئے، ایک روز سیر

کرتے ہوئے کنارہ دسیا کے پہنچے۔ دیکھا کہ ایک عورت وہی بیچتی لاہور کو آتی ہے آپ نے وہ وہی اس سے مول لیا اور فرمایا کہ اس برتن کو زمین پر توڑ دے۔ جب اس نے توڑا تو اس وہی میں سے مرا ہوا سانپ نکلا۔ وہ عورت متعجب ہو کر اپنے گھر آئی، راموں اپنے پیارہ اپنے شوہر سے کہ جو گاؤں کا منبر دار تھا، یہ کیفیت بیان کی، صبح دونوں باپ بیٹے حضرت کی خدمت میں آکر مسلمان ہوئے اور مرید ہو کر اولیاء ہوئے، راموں کا نام شیخ جلال رکھا تذکرہ عبد الجلیل میں شیخ ابا بکر لکھتے ہیں کہ ایک روز میں شیخ کی خدمت میں حاضر تھا، میرے ہاتھ میں ایک ککڑی تھی، میرے دل میں گزرا کہ اگر یہ سبزو جاسے، میں بھی حضرت کا مرید ہوں۔ شیخ نے نور باطن سے معلوم فرما کر جنس کر کہا کہ اللہ قاعد ہے، چوب کدوا کر سکتا ہے، اسی وقت وہ ککڑی کئی بالشت بڑھ گئی۔ میں قدموں پر گرلا اور مرید ہوا، لکھا ہے کہ شیخ دلائل الخیرات بہت پڑھتے تھے اور جس پر مہربان ہوتے تھے، دلائل الخیرات پڑھنے کی ہدایت فرماتے تھے، لکھا ہے کہ غرہ رجب ۹۰۲ھ میں آپ کے یہاں ایک مجلس تھی اور شیخ یونس اور شیخ میٹھا سیہ پوش، شیخ موسیٰ آہنگر، طاقی، شیخ جلال، شیخ زین العابدین، مولانا بخاری، خلفائے عالی حضرت کے بھی حاضر تھے کہ یکایک شیخ نے سر سجدہ میں رکھا اور انتقال کیا۔ وقت غسل کے سلطان سکند کہ اس وقت لاہور میں تھا، غسل میں شامل ہوا جب غسل سے فارغ ہوئے، شیخ کی زبان سے اسم فات تین دفعہ سرزد ہوا، یہ سن کر بعض نے جانا کہ ابھی زندہ ہیں اور دو گھڑی تک ہونٹ ہلتے رہے۔ آخر شہر سے باہر لا کر دفن کیا۔

## ذکر حضرت قاضی نجم الدین گجراتی قدس سرہ | آپ مرید شاہ عالم گجراتی کے تھے۔ اوائل میں یہ

فقراء سے متفرق تھے اور احکام شرع کے جاری کرنے میں بہت کوشش کرتے تھے، یہاں تک کہ سنار کے پاس بادشاہ کا تاج دیکھ کر اس کو چھین کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ یہ مقدمہ سلطان محمود الی گجرات کے حضور میں پہنچا، پیاس شریعت صبر کیا اور کہا کہ قاضی شریعت میں راسخ ہے، شاہ عالم کو مزامیر سننے سے کیوں نہیں روکتا۔ قاضی یہ بات سن کر چند مسائل حرمت مزامیر وغیرہ میں بروز جمعہ شاہ عالم کی خانقاہ میں لے آیا، شاہ عالم کو دیکھتے ہی

اس کے دل پر رعب چھا گیا۔ بات کرنے کی طاقت نہ رہی، شاہ عالم نے فرمایا کہ قاضی تیرے ہاتھ میں کیسا کاغذ ہے۔ قاضی نے کاغذ آپ کے ہاتھ میں دیا اسی وقت وہ سفید ہو گیا کل حروف اڑ گئے، شاہ عالم نے وہ کاغذ قاضی کو دے کر کہا، دیکھ یہ کاغذ اس میں کیا لکھا ہوا تھا۔ قاضی نے جو اپنا کاغذ لے کر دیکھا تو اس میں حروف کا نام بھی نہ تھا۔ یہ کرامت دیکھ کر اس کے ہوش جاتے رہے اور باعتماد تمام اسی وقت مرید ہوا۔ وفات ۱۱۹۰ھ میں ہوئی۔ مزار گجرات میں ہے۔

**ذکر حضرت سید عثمان شاہ جھولا بخاری لاہوری قدس سرہ** | یہ حضرت سادات اویچ کی اولاد

سے تھے۔ جب لاہور میں آئے، مرجع خلافت ہوئے اور تمام علماء آپ کے معتقد رہے، آپ اولاد سے مخدوم جہانیاں کی ہیں۔ وفات حضرت کی ۱۸ ربیع الاول ۹۱۲ھ میں ہوئی، مزار قلعہ لاہور میں ہے۔ جب اکبر اعظم نے قلعہ بنوایا، مزار اندھا گیا، پنج پیر مشہور ہیں۔

**ذکر حضرت علیم الدین قدس سرہ** | آپ خلیفہ شیخ عبد الجلیل جوہر قطب عالم لاہوری کے تھے، صاحب ذوق و شوق

اور صاحب باطن گذرے ہیں۔ ہمیشہ اپنے سیر کے کپڑے دھونے میں مصروف رہتے تھے، اسی وجہ سے حضرت علیم الدین کا ذکر مشہور ہیں، بعد تکمیل کار درویشی خرقہ خلافت پاکر جنیدہ پٹیالہ کی طرف رخصت ہوئے اور ۹۶۶ھ میں وفات پائی۔ مزار موضع جونی میں ہے ہر سال عرس میں ہزاروں دھوبی جمع ہوتے تھے۔

**ذکر حضرت قاضی محمود گجراتی قدس سرہ** | آپ خلیفہ شاہ عالم گجراتی کے تھے، خوب شعر فرماتے تھے

لکھا ہے کہ جب آپ کا انتقال ہوا اور قبر میں ٹایا تو آپ کے والد نے آپ کا کفن اٹھا کر منہ دیکھنا چاہا، آپ نے آنکھ کھول کر دیکھ کر باپ کی طرف تبسم کیا انھوں نے کہا کہ بابا محمود! یہ کیا لڑکپن کی باتیں ہیں، اسی وقت آنکھیں بند کر لیں۔ وفات حضرت کی ۱۲۰۰ھ میں ہوئی۔



## ذکر حضرت موسیٰ ابن نگر لاہوری قدس سرہ | آپ اولیائے نامدار و خلفاء یا وقار شیخ عبد الجلیل کے

تھے۔ پہلے شیخ بہاؤ الدین کے صاحبِ سجادہ ہوئے۔ بعد ازاں شیخ شہر اللہ سے بیعت کی، بعد ان کے انتقال کے شیخ عبد الجلیل کی خدمت میں کارِ فقر کی تکمیل کی۔ تذکرہ عبد الجلیل میں لکھا ہے کہ شہر اللہ کا جب وقت اخیر پہنچا، شیخ موسیٰ نے عرض کی کہ میری تکمیل پوری نہیں ہوئی۔ میں کیا کروں؛ فرمایا کہ عبد الجلیل لاہوری کی خدمت میں جا اور اپنا نصیب لے، بعد وفات شیخ کے بیرون خانقاہ عبد الجلیل کے آکر خاموش فقیروں میں بیٹھ گئے شیخ نے نور باطن سے معلوم کر کے حجرہ میں سے فرمایا کہ حقان سے جو موسیٰ آیا ہے اس کو میرے پاس لاؤ۔ خدام نے دریافت کیا کہ شیخ موسیٰ کہاں ہیں، آخر ان کو لے کر شیخ کی خدمت میں گئے، شیخ دو بیگہ زمین قریب خانقاہ کے واسطے رہنے کے دی۔ یہ وہاں مکان بنا کر بومار کا کام کرنے لگے۔ ایک روز ایک خوبصورت عورت نکلا درست کروانے آئی اور اس کی مزدوری طہر کر کے آپ کو دیا۔ آپ نے نکلا اہرن میں دیا، ایک ہاتھ سے کہانت دھونکنی شروع کی۔ ایک ہاتھ میں سہنی لی، اور آپ اس کے حسن و جمال کے مشاہدہ میں صنعتِ کاملہ پروردگارِ عالم کو دیکھنے لگے۔ کچھ دیر گزر گئی، اس عورت نے خفا ہو کر کہا کہ یہ تیری کیا دکانداری ہے کہ پرانی عورت کو دیکھتا ہے، خدا سے نہیں ڈرتا۔ نکلا بنانا چھو کر آیا ہی دیوانہ ہو گیا۔ یہ سن کر آپ کا دل بیدار ہوا۔ اور اس نیکلے کو آگ میں سے نکال کر اپنی آنکھ میں پھیرا اور کہا کہ اے مادر، اگر تجھے دیکھا ہو تو آنکھیں مل جاویں اور اگر تیرے بنانے والے کو دیکھا ہو تو یہ سونا ہو جاوے، اسی وقت وہ نکلا سونے کا ہو گیا یہ کرامت دیکھ کر اس کا دل پھر گیا، مستانہ عام عشق ہو کر دیوانہ وار پھرنے لگی۔ اہل خانہ اس کو قید کرتے تھے۔ مگر ہر صدمت قید سے چھٹ کر دیوانہ وار پھرے لگتی تھی، آخر اسی حال میں ایک روز مر گئی۔ شیخ موسیٰ نے اس کے مرنے کا حال معلوم فرما کر اس کے پاس جا کر اس کے گھر والوں سے کہا کہ تجہیز و تکفین اس کشتہ عشق الہی کا ایسی نہ کرو شاید زندہ ہو یہ کہتے ہی اس عورت نے حرکت کی اور زندہ ہو گئی اور تا حیات شیخ کی خدمت میں رہی

بعد انتقال کے وہ پاکدامن حضرت کے پاس مدفون ہوئی۔ نقل ہے کہ شیخ موسیٰ نے چاہا کہ اپنا مقبرہ تیار کراویں، اثناء تیاری میں چند معمار ہندو بھی تھے۔ انہوں نے گنگا کے نہان کی آپ سے رخصت چاہی، آپ نے رخصت نہ دی، جب وہ بہت مُصر ہوئے تو فرمایا کہ جب وہ دن آئے مجھے خبر دینا، میں گنگا پر تھیں پہنچا دوں گا آخر جب وہ دن آیا، ان لوگوں نے عرض کی کہ آج دن نہان کا ہے آپ نے فرمایا کہ خانقاہ کے باہر جو حوض ہے اس میں غوطہ لگاؤ، گنگا میں نکلو گے۔ حسبِ احکم جا کر غوطہ مارا اور پھر سر نکالا تو اپنے آپ کو گنگا میں پایا، بہت خوش ہوئے اور تمام رسوم اپنی ادا کر کے پھر دریا میں غوطہ مارا اور پھر جب سر نکالا تو اپنے آپ کو شیخ کے حوض میں پایا۔ وفات حضرت کی ۹۲۵ھ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت سید حاجی عبدالوہاب قدس سرہ | آپ اولاد سے سید جلال الدین شریف اللہ

کی تھے افغانستان میں رہتے تھے۔ دوبار زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے سلطان سکندری کو آپ سے بہت محبت اور ارادت تھی، آپ کی توجہ سے اس کو مرتبہ فنا فی الشیخ حاصل ہوا، آپ صاحبِ تفسیر قرآن بھی ہیں۔ وفات حضرت کی بمقام دہلی ۹۲۵ھ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت شیخ عبداللہ بیابانی قدس سرہ بن مولانا سمار الدین

یہ حضرت صاحبِ زہد اور تجرید و تفرید تھے اور اپنی ہستی کو بالکل گم کر چکے تھے اپنی نسبت جو کلمہ فرماتے وہ صیغہ غائب کا ہوتا تھا، برائے ہر نماز غسل تازہ فرما کر دھوئے ہوئے کپڑے پہن کر نماز ادا کرتے اور جو ارادہ حضرت سلطان المشائخ میں مشغول رہتے حضرت ہمایوں بادشاہ نے کئی بار بہت کچھ پیش کیا، آپ نے قبول نہ فرمایا بلکہ عدالت کے بارے میں ہدایت فرماتے تھے۔ وفات حضرت کی ۹۲۶ھ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت شیخ جمالی قدس سرہ | آپ مرید مولانا سجاد الدین کے اور شاعری

اور تخلص جمالی تھا۔ دوبار زیارت حرمین سے مشرف ہوئے اور بابر و ہمایوں دونوں بادشاہ آپ کی عزت کرتے تھے۔ مولانا جامی اور مولانا روم سے بھی ہم صحبت رہے ہیں، نعت میں آپ فرماتے ہیں۔

مونی زہوش رفت بیک پر توصفات + تو عین ذات مے نگری در تبسمی

وفات حضرت کی دسویں ذیقعدہ ۹۴۲ھ میں ہوئی۔ عہد ہمایوں بادشاہ میں مقبرہ عالی دہلی میں بمقام مہرولی جو اردو منہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی جانب مشرق متصل باغ محمد شاہی کہ باغ ناظر مشہور ہے۔ زیارت گاہ خلائق جمالی کمالی مشہور ہے ہمایوں بادشاہ کا بنوایا ہوا ہے۔

## ذکر حضرت شیخ اودھن زین العابدین دہلوی قدس سرہ | عبدالمق محمد

دہلوی اور مرید مولانا سجاد الدین کے، صائم الدہر، قائم اللیل کہ مزاج میں نہایت انکسار تھا متواضع، متوکل، متقی اور مروج خلائق تھے۔ وفات حضرت کی ۹۴۲ھ میں ہوئی بڑا دہلی میں ہے۔

## ذکر حضرت سید جمال الدین قدس سرہ | آپ مرید قطب الاقطاب، سید عبدالوہاب دہلوی کی

اولاد سے سید شریف اشکی، آخر کشمیری آکر ہدایت خلق میں معروف ہوئے اور سلسلہ سہروردیہ میں شیخ حمزہ کشمیری کے مرید ہوئے۔ بعد عطائے خرقہ خلافت کے پھر دہلی میں آئے اور ۹۴۸ھ میں وفات پائی۔

## ذکر حضرت ملا فیروز کشمیری قدس سرہ | آپ عین جوانی میں زیارت حرمین سے مشرف ہوئے بعد ہند میں آکر تحصیل علوم میں معروف ہوئے اور حضرت عبدالسلام سے تعلیم پائی اور دہلی میں



مرجع خلائق ہوئے، اکبر اعظم نے ہر چنڈ آپ کو دہلی میں رکھنا چاہا مگر واپس کشمیر میں تشریف لے جا کر ۱۵۹۷ء میں وفات پائی۔

## ذکر حضرت مخدوم سلطان شیخ حمزہ کشمیری قدس سرہ | آپ سر حلقہ مشائخان کشمیر

مرجع خلائق تھے کہ عالم نور و سال میں شہر کشمیر میں آکر عبادت بشاقہ میں مشغول ہوئے اور روحانیت حضرت سرور عالم سے تربیت پائی۔ بعدہ حاجی عبدالوہاب بخاری دہلوی سے بیعت کر کے چھ ماہ میں مدارج درویشی طے کر کے خرقہ خلافت لیا، شب و روز نالہ و گریہ وزاری میں رہتے۔ بسبب بیداری اور کثرت اذکار کے مغز سرگرداں ہو گیا تھا۔ اور مریدوں کے عقد سے جلد حل فرماتے تھے۔ آپ کے خلیفہ شیخ بابا داؤد خاکی وصال مریدین میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت کو کل سلسلوں میں اجازت تھی اور مرتبہ ابدانیت رکھتے تھے مزار میر بالکل نہیں سنتے تھے۔ جس قسم کا بیمار آپ کی خدمت میں آتا تھا شفاء پاتا تھا، وفات حضرت کی ۱۵۹۸ء میں ہوئی۔

## ذکر حضرت شیخ نوروزی کشمیری قدس سرہ | حضرت پہلے امرائے کشمیر میں سے تھے بڑے ظالم

اور جابر مشہور تھے، ایک روز برائے شکار شیر جنگل میں پہنچے، ناگاہ شیخ نیک ریشی کا دویانے کبرویہ سے تھے، ان کو دیکھ کر اپنے ملازمان سے جدا ہو کر ان درویش کے پاس آئے۔ دیکھا کہ درویش کے آگے دسترخوان بچھا ہوا ہے اور جانور ان صحرائی کھا رہے ہیں۔ اتفاقاً ایک رچھ نے ایک گیدڑ کے حصہ پر دست دراز کیا اس نے اس درویش سے استفادہ کیا شیخ نے فرمایا کہ اے رچھ! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نوروز ظالم کا سایہ تجھ پر پڑا کہ گیدڑ کے حصہ پر تو نے دست دراز کیا۔ یس کن کر رچھ ڈرا، شیخ نوروز نے یہ سن کر اپنے کپڑے پھاڑ کر نہایت شوق سے ان درویش کی خدمت میں حاضر ہو کر مقامات سلوک طے کیے، وفات ۱۵۹۸ء میں ہوئی۔ مزار کشمیر میں ہے۔

## ذکر حضرت بابا داؤد خاکی کشمیری قدس سرہ | آپ مرید شیخ حمزہ کے تھے مشہور ادیبانے کشمیر

سے گزرے ہیں، نہایت بابرکت تھے۔ دستور السالکین و قصیدہ جلالیہ تالیف فرمایا۔ آخر خرقہ خلافت حاصل کر کے سید احمد کرمانی و مولانا شیخ محمد مخدوم قاری و میر سید اسماعیل شامی قادری سے فیضان حاصل کیے۔ جب بندہ بنی سلاطین چکان کی دیکھی، ہندوستان میں آئے چندے لشکر اکبر اعظم میں رہے۔ بعدہ ہمراہ قاسم خان میربحری کشمیر میں تشریف لائے اور ۱۹۱۲ء میں انتقال فرمایا۔

## ذکر حضرت سید جھولن شاہ گھوڑی بخاری لاہوری بن سید شاہ محمد ابن سید عثمان جھولا بخاری لاہوری قدس سرہ

آپ اولاد سے مخدوم جہانیاں کے تھے، پانچ برس کی عمر سے ظہور کرامت ہونے لگے تھے۔ وفات حضرت کی دسویں ربیع الاول ۱۲۸۶ء میں ہوئی۔

## ذکر حضرت سید شاہ محمد والد سید جھولن شاہ گھوڑی قدس سرہ

حضرت بعد انتقال اپنے پیرادبچ میں آئے، یہ اجتماع کثیر موضع چک سرہ علاقہ کلاہور میں آئے۔ وہاں کا زمیندار آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر مرید ہوا۔ اور ۱۲۸۶ء میں وفات پائی۔ آپ کے فرزند یہ تھے: سید عبدالملک، سید بہاؤ الدین، جھولن شاہ مشہور گھوڑی شاہ، سید شاہ عالم بہاؤ الدین شاہ، نورنگ شاہ کہ منظر کرامت تھے مزار موضع بلکھا علاقہ لاہور میں ہے۔

## ذکر حضرت شیخ حسن کنجدی لاہوری قدس سرہ | آپ خلیفہ شاہ جمال لاہوری کے تھے۔

پہلے غلہ فروشی کرتے تھے۔ جب شاہ جمال کے مرید ہوئے۔ حسب الحکم ان کے اپنے ہاتھ سے تولنا موقوف کیا۔ خریدار تول کر خود لے جایا کرتے تھے، جو زیادہ لے جاتا تھا اس کے

گھر جا کر کم ہو جاتا تھا۔ جو پورے جاتا تھا زیادہ ہوتا تھا، چند سال اسی طرح گزرے، یہاں تک دولت بڑھی کہ تولنے کا باٹ سنہری کروایا اور پیر کا شکرانہ ادا کیا اور آپ کی عنایت سے یہاں تک دولت بڑھی پیر نے فرمایا کہ اس کو دریا میں ڈال، آپ نے جا کر دریا میں ڈال دیا۔ وہ ایک شخص کو ملا، اس نے لاکر ان کو دیا، انھوں نے پھر پیر سے عرض کیا کہ میں نے دریا میں ڈال دیا تھا، مگر پھر وہ میرے پاس آگیا، شیخ جمال نے فرمایا کہ تولنے جو کم تولنا چھوڑا یہ اس کی برکت ہے۔ جو مال وجہ حلال سے پیدا ہوتا ہے وہ ضائع نہیں ہوتا۔ میں نے تیری راستی کا امتحان کیا تھا۔ یہ سنتے ہی آپ نے تمام مال واسباب راہ خدا میں دے کر ریاضت اور عبادت میں مشغول ہو کر کارہ تکمیل پہنچایا۔ چنانچہ آج تک آپ کی کرامت زبان زد خلایق ہے۔ وفات حضرت کی ۱۲۰۰ھ میں ہوئی، مزار پرائووار لاہور میں ہے۔

## ذکر حضرت میراں محمد شاہ موج دریا بخاری قدس سرہ | آپ اطاوسے سید جلال الدین

شریف اللہ سرخ بخاری ادبی کے تھے اور اپنے وقت میں مقتدرائے زمانہ ہوئے ہیں، حسب الحکم اکبر اعظم عین معرکہ چتوڑ میں پہنچ کر بادشاہ کی فتح کے واسطے دعا کی اور چتوڑ فتح ہوا۔ بادشاہ نے معتقد ہو کر بہت جاگیر علاقہ پر گنہ پٹیاں عطا کی اور بعض گاؤں علاقہ لاہور میں ہی ہیں۔ لاہور میں ہدایت خلق اور نفع رسانی مساکین میں مصروف رہتے تھے، لشکر خانہ جاری تھا۔ ایک روز آپ کی مجلس میں کسی نے کہا کہ سید سندھی نہیں، جو سندھی سید ہوتے ہیں، آگ میں ان کا بال تک نہیں جلتا، ایسے سید کہاں پیدا ہوتے ہیں، یہ سن کر آپ کو جلال آیا اور کاٹھ کی ایک ہانڈی منگوا کر اس میں چاول پکا کر اس منکر کو دکھائے اور فرمایا کہ تو نے دیکھا کہ سید سندھی ہے یا نہیں۔ وفات حضرت کی ۱۲۰۰ھ میں ہوئی، عمر آپ کی ۷۲ برس کی تھی۔



## ذکر حضرت سید سلطان جلال الدین حیدر بن سید فی الدین

بخاری برادر میراں محمد شاہ موج دریا قدس سرہ

حضرت کمال ظاہری و باطنی اور ترک و تجرید میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے، گویا مخزن الکریمات تھے بلکہ جو جاگیر عطیہ اکبر اعظم اپنے بھائی سے بھی نہ ملتے تھے۔ وفات حضرت کی ۱۰۶۲ھ میں ہوئی۔ مزار لاہور میں پاس بی بی باج و تاج ہے۔ عوام لوگ آپ کے روضہ کو استاد حضرات بیبیاں کہتے ہیں۔ اولاد آپ کی موضع بھوگی وال متصل لاہور کے سکونت پذیر ہے۔

## ذکر حضرت خواجہ مسعود کشمیری قدس سرہ | آپ اول پیشہ بخاری کا کرتے تھے۔ یکایک تمام

تعلقات چھوڑ کر جنگل میں جا کر تین مہینے بے خورد خواب عبادت میں بسر کیے، بعدہ باشارہ حضرت خضر بابا داؤد خاکی کی خدمت میں حاضر ہو کر کار و رویشی بہ تکمیل پہنچایا اور پانپور کہ جہاں زعفران پیدا ہوتا ہے۔ وہاں تشریف رکھتے تھے اور بوجہ حلال ایام گزاری کر کے ۱۰۲۱ھ میں وفات پائی۔

## ذکر حضرت بابا ربوبی ریشی کشمیری قدس سرہ | آپ مرید شیخ حمزہ کے تھے۔ عمر آپ کی ۱۲۰

برس کی ہوئی۔ سو برس صائم الدہر رہے، سوائے ایک کپڑا پشمینہ کے دوسرا نہ رکھتے تھے۔ ۱۰۲۲ھ میں حالت روزہ میں وفات پائی۔ مزار کشمیر محلہ کدل میں ہے۔

## ذکر حضرت سید عمادی الملک بن سید شاہ محمد بھولا بخاری

آپ ادیبانہ لاہور سے گزرے ہیں۔ ایک روز ایک شخص نے پارس آپ کی تذکرہ فرمایا کہ میرے سجادہ کے نیچے رکھ دے چند سال کے بعد وہ شخص آیا کہ جس نے پارس دیا تھا اور پارس طلب کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جہاں تو نے رکھا تھا وہاں ہی سے لے لے اس نے مصلیٰ

اٹھا کر دیکھا تو پارس موجود پایا اور حیران رہا اور اس شکل کے اور بھی پتھر رکھے دیکھے حضرت نے خاص اس کا پتھر اٹھا کر اس کو دے دیا اور فرمایا کہ فقیر کو سوائے نام خدا کے اور کسی چیز کی ضرورت نہیں اور خاصانِ خدا جس پتھر پر نظر ڈالتے ہیں وہ ہی پارس ہو جاتا ہے، یہ کرامت دیکھ کر وہ مرید ہوا۔ وفات حضرت کی ۱۰۳۹ھ میں ہوئی۔ پہلے مزار آپ کا سید جھولن شاہ گھوڑی کے مزار کے سامنے تھا۔ بعد اس کے آپ کی نعش متصل مزار شاہ بلاول کے علیحدہ چبوترے پر دفن کی گئی، کہتے ہیں کہ سکھوں کی عداوت میں آپ کا مقبرہ مسمار ہوا، دیکھا تو نعش بدستور رکھی تھی، کفن بھی میلانہ ہوا تھا۔

## ذکر حضرت شاہ ارزانی قادری سہروردی پٹنوی قدس سرہ

آپ پر شیخ بہلول دریائی کے تھے، بعد انتقال شیخ بہلول کے خاندان سہروردیہ سے فیضیاب ہوئے، گویا ذاتِ بابرکات جمع البحرین تھی۔ مقتدائے قادریہ پیشوائے سہروردیہ گزرے ہیں، آپ کا قاعدہ تھا کہ تمام پٹنہ کے جنگل میں لعبادت حق مصروف رہتے تھے۔ رات کو تمام مسجدوں میں پانی بھرا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ کئی بار احیائے اموات حضرت سے ظاہر ہوا۔ حضرت شاہجہان کو عہد شہزادگی سے آپ سے بہت اعتقاد تھا۔ جب شاہجہان بادشاہ ہوئے، آپ کی خانقاہ تعمیر کرائی۔ اس کے خرچ کے واسطے بہت کچھ معاف فرمایا چنانچہ آج تک اس خانقاہ سے فیض عام اور مسافر نوازی جاری ہے۔ وفات حضرت کی ۱۰۴۰ھ میں ہوئی۔ مزار شہر پٹنہ میں ہے۔

## ذکر حضرت بابا نصیر الدین کشمیری قدس سرہ | آپ مرید بابا داؤد کشمیری کے تھے۔ آپ کو رطبہین

سے عبادت کا شوق تھا۔ سوائے خشک روٹی جو کے دوسری چیز نہ کھاتے تھے تمام مشائخین وقت آپ کا اعزاز کرتے تھے اور حضرت ہمیشہ خدمت مسافراں و مسکینوں میں کمر بستہ رہتے تھے۔ ایک بار آپ کا ایک مرید تبت میں بہت قتل گرفتار ہو کر قریب تھا کہ مارا جائے۔ شیخ نے نور باطن سے معلوم فرما کر زور کرامت بوقت نیم شب تبت میں پہنچ کر چھڑایا اور

اور طرفہ العین میں کشمیر لائے۔ وفات حضرت کی ۱۳۴۷ھ میں ہوئی۔ مزار قصبہ ہجاردہ علاقہ کشمیر میں ہے۔

## ذکر حضرت سید شہاب الدین نیراں میراں محمد شاہ موج دریا تدریس

آپ صاحب ولایت موروٹی اور قطب الوقت صاحب ذوق و شوق اور صاحب ہدایت و کرامت و خوارق تھے، لکھا ہے کہ شیر شاہ عالم پنجاب سوائے اپنے دوسرے کو سید صالح النسب نہیں جانتا تھا اور مورو سے برائے امتحان سادات ایک شیر کو پتھرہ میں بند کیا اور ایک تنور آہنی اور ایک زنجیر آہنی بنوائی اور سادات پنجاب کو جمع کر کے کہا کہ جو کوئی اس گرم تنور میں بیٹھے یا شیر کو زنجیر سے باندھے وہ سید ہے، مدینہ میں قید کروں گا۔ آخر بہت سیدوں کو قید کیا۔ جب یہ خبر سید شہاب الدین کو ہوئی، پشیمانہ سے مع ایک خادم کے موضع چنڈ میں کہ جہاں شیر شاہ عالم تھا، پہنچ کر شیر کے پتھرے کے آگے جا کر شیر کو باہر نکال کر اس کے کان پکڑ کر فرمایا کہ تو اپنی جگہ جا، بعد اس کے بکڑی کا تیر لے کر بدو و کرامت زنجیر آہنی کو چھیدا۔ یہ خبر شیر شاہ کو پہنچی اسی وقت دوڑا آیا اور عرض کی کہ دو نشانیاں تو ظاہر ہوئیں، ایک باقی ہے۔ آپ نے اپنا مال اپنے خادم محمد اشقی آہنگر کو دے کر ارشاد کیا کہ بسم اللہ کہہ کر تو تنور میں جا کر بھرا۔ یہ کرامت دیکھ کر شیر شاہ بے جز تمام مرید ہوا اور تمام اپنا مال ان سیدوں کو بخش کر قید کیا تھا، دیگر رخصت کیا اور خود ترک دنیا کی۔ وفات حضرت سید شہاب الدین کی ۱۳۴۷ھ میں ہوئی۔

## ذکر حضرت سید عبدالرزاق مکی قدس سرہ | آپ مرید میراں شاہ موج دریا کے تھے۔ تارک دنیا

جامع الکملات ظاہری و باطنی، یہ حضرت غزنی سے آکر چندے پشاور میں قیام پذیر رہے۔ بعد اس کے دہلی آکر بزرگان راقم کی ملازمت میں رہے آخر دنیا ادا اہل دنیا سے متنفر ہو کر شب و روز عبادت میں مصروف رہ کر ۱۳۴۷ھ میں لاہور میں وفات پائی۔ آپ کا نیلا گنبد مشہور ہے۔



## ذکر حضرت شاہ جمال قادری سہروردی قدس سرہ | آپ مرید شیخ نگر

شاہ جمال مرید شیخ نگر ایک کے۔ وہ مرید شاہ شرف کے، وہ مرید شاہ معروف کے، وہ مرید جعفر الدین کے، وہ مرید رفیع الدین سہروردی کے، وہ مرید شیخ جمال کے اور وہ مرید شیخ صدر الدین عارف کے، وہ مرید شیخ بہاؤ الدین ملتانی کے۔ یہ حضرت سادات حسینی تھے، آپ کی اولاد تمام سیالکوٹ میں موجود ہے، انھوں نے لاہور آکر سات منزلی خانقاہ بنوائی، نواب سلطان یگم دختر اکبر اعظم کا باغ اور تالاب کہ نزدیک خانقاہ کے تھا، ان کو ناگوار گزرا، ان کو کہلا بھیجا کہ تم فقیر اور ہمارے دعا گو ہو۔ خلاف ادب ہے کہ تمھارا مکان ہمارے مکان سے بلند ہو، اگر بطور خود اس دندہ کو نیچا کر لو تو بہتر ہے ورنہ منہدم کروا دیا جائے گا۔ یہ سنکر آپ نے ہنس کر فرمایا کہ بہتر ہے کہ یہ دندہ آج کی رات پست ہو جائیگا اور گھر فقیر کا قیامت تک رہے گا۔ باغ چند روزہ ہے۔ جب رات ہوئی آپ نے سماع دگانا کرایا اور حالت وجد میں کھڑے ہوئے اور زمین پر ایک لات ماری تمام منزلیں اس کی غرق زمین ہوئیں۔ تین بالائے زمین ہنوز موجود ہیں۔ مشہور ہے کہ تعمیر دندہ کے واسطے مہارنہ ملتے تھے کیونکہ شاہ بھانی عمارتیں تیار ہو رہی تھیں، چند معماروں کو آپ نے بلا کر فرمایا کہ ہمارا کام بھی کرو، انھوں نے عرض کیا کہ دن کو فرصت نہیں، آپ نے فرمایا کہ رات کو ہمارا کام کرو اور دن کے برابر مزدوری لو۔ پس بہت سے معمار مشعل کی روشنی میں رات کو کام کیا کرتے تھے۔ ایک روز تیل نہ تھا آپ نے فرمایا کہ چراغوں میں پانی ڈال کر روشن کرو، تمام شب وہ پانی شل تیل کے جلا۔ دو دہل کھڑی کہ لاؤ لہ تھا، کبھی کبھی آپ کی خدمت میں آتا تھا۔ مدعا اس کا یہ تھا کہ میرے اولاد پیدا ہو، ایک روز اس نے کئی خرپڑے لاکر تندر کیے، آپ نے دو خرپڑے اس کو دیے اور نماز عصر میں مشغول ہوئے، وہ سمجھا کہ شاید بعد نماز کے نوش کریں گے، مجھ کو ترلشنے کو دیے ہیں۔ چنانچہ ایک خرپڑہ اس نے تراشا تھا کہ آپ نے نماز سے فارغ ہو کر اس سے فرمایا کہ تو نے کیا کیا۔ میں نے وہ خرپڑے اس واسطے دیے تھے کہ تم دونوں میاں بیوی

مل کر کھاؤ اور تیرے واسطے اللہ سے دو فرزند مانگے تھے، اچھا ہوا کہ ایک ہی تراشا، ایک فرزند ہندو اور ایک مسلمان ہوگا، مسلمان میرا مریدا اور ہندو تیرا۔ پس وہ دونوں خرپڑے لے کر گھر آیا اور دونوں میاں بیوی نے مل کر کھائے۔ اسی شب کو وہ حاملہ ہوئی، بعد نو مہینے کے دو لڑکے پیدا ہوئے، ایک غنٹون، دوسرا غیر غنٹون۔ دو دو مل غنٹون لڑکے کو آپ کی خدمت میں لے کر آیا، آپ نے فخر الدین یاس کا نام رکھ کر اپنے پاس رکھا اور بعد آپ کے وہی صاحب سجادہ ہوئے۔ چنانچہ فخر الدین کی اولاد ہنوز موجود ہیں اور وہ مکان کہ شاہ جمال نے محلہ چوری موڑی میں خرید لیا تھا، فخر الدین کے واسطے اب تک وہ شاہ جمال کا مکان مشہور ہے۔ ایک روز شاہ جمال، فخر الدین کے گھر آئے اور فخر الدین سے فرمایا کہ اپنے عیال و اطفال اور سب اسباب باہر لا۔ چنانچہ فخر الدین نے تعمیل حکم کی۔ جب کچھ چیز اس میں نہ رہی، وہ مکان گر پڑا، آپ نے فرمایا کہ میں صرف تیری جان و مال کی حفاظت کے لیے آیا تھا، الحمد للہ کہ تو نے اس بلا سے خلاسی پائی، ایک روز آپ اپنے اس حجرہ میں کہ تماحال نند مزار موجود ہے، بعبادت مشغول تھے، یہ حجرہ وہ ہے کہ آپ اس میں بند ہو کر چلہ کیا کرتے تھے اور بعد چلہ کے غلام دوازہ حجرہ کا کھولا کرتے تھے اب کی بار دہ حجرہ کھول کر جاتے تھے کہ آپ کو باہر لائیں۔ حاضرین کے کان میں ایک آواز پہنچی کہ اب تک جو ہوتا تھا وہ ہوا۔ میری قبر اوپر اس حجرہ کے تعمیر کرو، یہ میرا دفن ہے۔ اس روز سے نشان قبر کا اوپر حجرہ کے بنوا دیا گیا یہ واقعہ ۴ ربیع الثانی ۱۰۲۷ھ میں ہوا۔ مگر جسم مبارک کو کسی نے نہ دیکھا کہ کیونکر زمین میں سکایا، کیا ہوا، حجرہ خالی تھا، کن لوگوں نے مدفون کیا۔ ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ ملائکہ نے دفن کیا۔ آپ کی وفات کے تیس برس بعد بروز عرس بعد تقسیم کھانے کے ایک قلندر دریدہ دہن آیا۔ صاحب سجادہ نے دوروٹی اس کو دیں۔ اس نے کہا کہ مزار شاہ جمال کا مجب چال ہے کہ روٹی بے کفن میسر ہوتی ہے۔ صاحب سجادہ نے کہا کہ اگر تیری یہی مرضی ہے تو تجھ کو کفن اسی جگہ ملے گا۔ چنانچہ اس کے بدن میں لہڑہ پیدا ہوا اور مر گیا۔ قبر اس قلندر کی قریب خالقہا کے عبرت گاہ خلق ہے۔

## ذکر حضرت سید محمود شاہ نورنگ نزاری قدس سرہ | آپ پسر پنجم شاہ محمد عثمان لاہوری

کے تھے اور فقر و تجرید میں شانِ عالی رکھتے تھے۔ دنیا اور اہل دنیا سے بے نیاز طالبانِ حق سے متوجہ اور طالبانِ غیر حق سے متنفر تھے۔ آپ کی دعا دردمندوں کے حق میں مثلِ اکسیر تھی۔ ایک روز ارشاد فرمایا کہ جو کوئی میری قبر کی خاک کا تعویذ بنا کر گلے میں ڈالے گا، اللہ تعالیٰ اس کو شفاء دیگا۔ چنانچہ اہل لاہور آپ کے مزار سے سنگریزے لے کر بیماروں کے گلے میں ڈالتے ہیں۔ وفات حضرت کی ۱۰۵۲ھ میں ہوئی۔ مزار موضع محمود پوٹی میں ہے کہ آپ کے نام پر مشہور ہے۔ آپ کو بعض فقرا خاندان قادیہ سے تصور کرتے ہیں۔

## ذکر حضرت مولانا حیدر کشمیری نقشبندی شہروردی قدس سرہ

آپ مرید خواجہ عبداللہ احراری کے تھے، ایک روز خواجہ سے عرض کی کہ میری چار لڑکیاں ہیں، لڑکا نہیں ہے۔ مجھے بہت رنج ہے۔ خواجہ نے ان کے حق میں دعا کی۔ بعد نو مہینے کے مولانا حیدر پیدا ہوئے۔ یہ ولی مادرِ داد تھے۔ سات برس کی عمر میں حافظِ قرآن مجید ہوئے، گیارہ برس کی عمر میں حدیث و فقہ سے ماہر ہوئے۔ پابند سنت بہت تھے۔ پہلے خاندان نقشبندیہ میں اپنے والد کے مرید ہوئے، ان کے انتقال کے بعد وہلی میں تکمیلِ دین کی اور صاحبِ فتویٰ ہو کر کشمیر میں آکر سلسلہ شہروردیہ میں بابا تنقیب الدین کے مرید ہو کر تکمیل کی۔ تین بار حاکم کشمیر نے آپ کو قاضی بنانا چاہا، آپ نے منظور نہ کیا۔ وفات حضرت کی ۱۰۵۵ھ میں بمقام کشمیر ہوئی۔

## ذکر حضرت شاہ دولہ ریائی گجراتی پنجابی قدس سرہ | آپ مرید سید نامرست کے

وہ مرید شاہ مونگا کے۔ وہ مرید شاہ کبیر کے وہ مرید شیخ شہر اللہ کے، وہ مرید شیخ یوسف کے، وہ مرید پیر برہان الدین کے، وہ مرید صدر الدین کے، وہ مرید بدر الدین کے وہ مرید اسماعیل قریشی کے۔ وہ مرید شاہ صدر الدین راجن قتال کے، وہ مرید شیخ رکن الدین الجالغی کے۔



ملتان کے۔ وہ مرید شیخ صدر الدین عارف کے، وہ مرید شیخ بہاؤ الدین ملتان کے، لکھا ہے کہ آپ اولاد سے بہلول لودھی کی تھے اور خاندان چشتیہ سے بھی فیض بآب تھے، خورد سالی میں ان کے ماما اور پردے انتقال کیا۔ بعض برعاشوں نے آپ کو ایک ہندو کے ہاتھ بیچا۔ آپ ہمیشہ اپنے مالک کی خدمات بجالا کر اس کو خوش رکھتے تھے، ایک روز اس نے آپ کو آزاد کیا، اتفاقاً آپ سیالکوٹ میں آکر سیدنا شرمست کے مرید ہو کر چند مدت ان کی خدمت میں رہے۔ جب شیخ کا وقت قریب پہنچا، شیخ نے اپنے دوسرے مرید کو بلایا اس کا نام بھی دولہ تھا، وہ موجود نہ تھا، آپ گئے، شیخ نے فرمایا کہ تیری ضرورت نہیں، آپ واپس آئے، شیخ نے پھر دولہ کہہ کر آواندی، وہ حاضر نہ تھا شیخ دولہ ہی حاضر ہوئے، شیخ نے آپ کو دیکھ کر فرمایا کہ ہر کرا مولا بدہشاہ دولہ گردو۔“ تمام نعمت معرفت الہی ان کو دے کر انتقال کیا، بعد اس کے شاہ دولہ کو ایک مدت جذب اور سکر رہا، مست جام و مدت ہے۔ جنگلوں میں شیر اور بیلگوں سے محبت رکھتے تھے۔ بعد مدت کے جب ہوش میں آئے، باب فتوحات ظاہری اور باطنی کھلا ہزاروں کرامات اور خوارق ظاہر ہوئے۔ ہزاروں آدمی آپ کی خدمت میں مرادیں لے کر جاتے اور حسب دلخواہ اپنی مرادیں پالتے اور ہر روز اللہ تعالیٰ اپنے خزانہ غیب سے عطا کرتا، آپ ہر روز مساکین کو تقسیم فرماتے اور اکثر جگہ عمارات عالی، چاہ و مسافر خانہ پل و مساجد تیار کرائے کہ اب تک گجرات اور سیالکوٹ میں موجود ہیں اور جائے تعجب ہے کہ وحوش و طیور، دندے اور گزند سے آپ کی خدمت میں حاضر رہتے۔ سرکار حضرت کی مثل بادشاہوں کے تھی۔ ہر وقت شہود وفات میں مستغرق رہتے تھے اور شادی نہ کی، مجبور رہے۔ آپ کے زمانہ میں اس قدر فتوح ظاہری اور باطنی دوسرے کو نہ تھا اور جو کچھ زبان سے نکلتا تھا تیر بہوت تھا، آپ کی مجلس کسی وقت سماع سے خالی نہ رہتی تھی۔ آپ کو وعدہ ہوتا تھا، اگر کسی کے واسطے دعائے فرزند کرے اس سے اقرار فرما لیتے تھے کہ جو پہلا لڑکا ہوگا وہ میری نذر، تجھ کو اللہ اور وہ لگا اور پہلا لڑکا جو ہوگا، اس کی چند علامات ہوں گی، کوتاہ سر، گنگ، مسلوب الحواس، چنانچہ پہلا لڑکا

اس قسم کا ہوتا اور اس کے والدین بخوشی مذکر کرتے تھے۔ اسی طرح سینکڑوں لڑکے آپ کی خدمت میں آتے جو دولاشاہی چوہے مشہور تھے۔ چنانچہ یہ کرامت ہنوز آپ کے مزار سے جاری ہے۔ جو کوئی آپ کے مزار پر آتا ہے، خواستگاری اولاد کرتا ہے، اس کے گھر جو پہلا لڑکا پیدا ہوتا ہے وہ اس شکل کا ہوتا ہے۔ ایک بار دشمنان درویشیاں نے آپ کی ایذا رسانی کے لیے ایک محفرتیار کیا اور شاہ جہان بادشاہ کے روبرو پیش کیا گیا چونکہ شاہ جہان محرم اسرار درویشان، اس پر کار بند نہ ہوا، حضرت کے ساتھ عقیدت بدستور رہی۔ وفات حضرت کی ۵۵ سالہ میں ہوئی، مزار آپ کا گجرات پنجاب میں زیارت گاہ ہے۔

## ذکر حضرت شیخ جان سہروردی لاہوری قدس سرہ | آپ فاضل اور جامع الکمالات

تھے۔ لاہور سے باہر ایک مسجد میں وعظ فرمایا کرتے تھے اور مرید شیخ اسمعیل مدرس کے تھے۔ مگر کسی سے کچھ نہ لیتے تھے، بوجہ حلال ایام گزاری کرتے تھے۔ ایک بار ان کے پیر نے ان سے پوچھا کہ گذر کیونکر ہوتی ہے۔ عرض کیا بہر حال شکر ہے۔ بآرام تمام بسر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو معلوم کر لیا ہے کہ واسطے قوت لایوت کے چکی پیسا کروں۔ ان کے مرشد نے اندراہ عنایت ایک تعویذ عطا کیا اور فرمایا کہ اس کو اپنے گھر میں رکھ جب نعمت دنیا سے سیر ہو جائے، مجھ کو واپس دیجیے۔ انھوں نے اس تعویذ کو لے کر اپنے گھر میں رکھا، اس قدر فتوح ہوئے کہ تین روز میں بہت کچھ جمع ہو گیا، آپ نے شکر نعمت الہی بجا لا کر وہ تعویذ پیر کو دیا اور عرض کیا کہ میں مستغنی ہوا۔ مگر مجھ کو اس تعویذ کی اجازت ہو تاکہ اوروں کو نفع پہنچے۔ چنانچہ وہ تعویذ آج تک آپ کے صاحب سجادہ کے عمل میں

۸	۶
۵۴	۲

ہے وہ یہ ہے۔ بحسب اللہ الرحمن الرحیم ۵۵۵۵۵۵ لے لے محمد

ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ بوجہ تنگ دستی کے میں بہت پریشان ہوں۔ میرے واسطے دعا فرمائیے، آپ نے ارشاد کیا کہ بعد ہر نماز کے روایت ہو کر سو بار سبحان اللہ پڑھا کر، ایک ہفتہ کے بعد پھر مجھ سے ملنا۔ چنانچہ اسی ہفتہ میں تنگ دستی اس کی دور ہوئی۔ اس نے عرض کیا کہ اب میں بہت خوش ہوں۔

آپ نے فرمایا ایک ہفتہ اور پڑھ۔ پھر اس نے آکر کہا کہ اب میں دنیا سے بالکل مستغنی ہوا اب میں چاہتا ہوں کہ مال مقبلی جمع کروں۔ چنانچہ تارک الدنیا ہو کر مرید ہوا۔ اور کمالات ظاہری و باطنی سے فائز ہوا۔ وفات حضرت کی ششہ میں ہوئی۔ مزار آپ کا بیرون شہر لاہور متصل مسجد قصاب خانہ قدیم کے ہے۔

## ذکر حضرت شیخ محمد اسماعیل مدرس میاں کلال قدس سرہ

آپ مرید شیخ عبدالکریم کے، وہ مرید مخدوم طیب کے، وہ مرید مخدوم برہان الدین کے وہ مرید مخدوم چین کے، وہ مرید شیخ سیلون کے وہ مرید شیخ حسام الدین متقی ملتان کے وہ مرید سید شاہ عالم کے۔ وہ مرید سید برہان الدین کے، وہ مرید سید ناصر الدین محمود کے وہ مرید مخدوم جہانیاں کے کہ بیٹے عبداللہ قوم کہو کہر ساکن موضع چنہ لب دیباٹے چناب کے تھے۔ لکھا ہے کہ ۹۹۹ھ میں پیدا ہوئے، بعد سن تیز شیخ عبدالکریم کی خدمت میں حاضر ہو کر آٹا پیسنے پر مامور ہوئے۔ ایک روز وقت پر آٹا نہ پہنچا، دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ شیخ اسماعیل اپنے حجرہ میں مشغول بہ حق ہیں اور چکی خود بخود پھر رہی ہے یہ حال ان کے پیر سے عرض کیا، انہوں نے خود آکر دیکھا، ان کو مطلق خبر نہ تھی۔ واپس چلے گئے جب شیخ اسماعیل کو ہوش آیا آٹا جمع کر کے نگر خانہ میں پہنچایا، ان کے پیر نے کہا کہ آج بے آٹا پسنا تیرا موقوف کیا۔

نقل ہے کہ بعد حصول علم باطنی شیخ سے دس کوس کے فاصلہ پر کنارہ چناب پر درخت شیشم کے نیچے قیام کیا، کئی مہینے میں کئی سو آدمی آپ کی خدمت میں آکر یا کمال ہوئے بعد ۴۵ برس کی عمر میں لاہور میں بہ محلہ محل پورہ آکر تعلیم و تلقین میں مصروف ہوئے۔ ایک جائے قیام مخدوم علی، بجوری گنج بخش پر کیا، تمام اہل اسلام رجوع لائے، ایک مسجد پرانی اس محلہ کے نزدیک تھی اور ایک ہندو فقیر کہ صاحب کشیت تھا، اس مسجد میں رہتا تھا، کوئی مسلمان اس کو نکال نہ سکتا تھا، ایک روز یہ اس جوگی کے پاس گئے اور فرمایا کہ یہ عبادت گاہ مسلماناں ہے۔ تم کو یہاں رہنا حرام ہے۔ میں یہاں رہونگا



تم یہاں سے چلے جاؤ اس نے انکار کیا، آپ نے جھڑکا، اس جوگی نے کہا، اگر میں جاؤں گا تو مسجد میرے ساتھ جائے گی۔ چنانچہ اس نے قدم مسجد سے باہر رکھا کہ مسجد جنبش میں آئی۔ قریب تھا کہ جوگی کے پیچھے چلے کہ آپ نے ایک عصادیوار مسجد پر مار کر فرمایا کہ ساکن رہ، وہ اسی وقت ٹھہر گئی۔ جوگی نے یہ کرامات دیکھ کر آپ سے غدر تقصیر چاہا اور کسی طرف کو چلا گیا۔ اس مسجد میں آپ درس قرآن فرماتے گئے۔ چنانچہ اس مسجد میں اب تک درس قرآن ہوتا ہے۔ آپ ہمیشہ خود قرآن پڑھایا کرتے تھے اور شاگرد مہینوں میں حافظ ہوتے تھے۔

ایک روز ایک شخص نے عرض کیا کہ میری بیوی حافظ قرآن ہے اور میں اُمی ہوں۔ محض اس لیے مجھ کو اپنی قربت سے منع کرتی ہے اور کہتی ہے کہ تیری قربت سے بے ادبی قرآن کی میرے دل میں متصور ہے۔ میں آپ سے ملتی ہوں کہ میرے واسطے دعا کیجیے کہ میں بھی حافظ ہو جاؤں، آپ نے فرمایا کہ اگرچہ مہینے میرے پاس رہے تو حافظ ہو جاؤ گے۔ یہ سن کر وہ رویا اور عرض کیا کہ مجھ کو اپنی زوجہ کی جدائی ایک دم کی بھی شاق ہے چھ مہینے کیونکر گزریں گے۔ یہ سن کر ازراہ رحم فرمایا کہ وقت سلام نماز صبح کے میری داہنی طرف آئیو، انشاء اللہ تیرا مقصد حاصل ہوگا۔ چنانچہ وہ حسب فرمودہ جناب عمل میں لایا، اسی وقت نظر پڑتے ہی حافظ ہو گیا۔ بلکہ جتنے آدمی راست میں اُمی تھے سب حافظ ہوئے یہ شخص مرید ہوا، آپ بار بار اپنی زبان سے فرمایا کرتے تھے کہ فیض قرآن بعد مرنے کے میری قبر کی خاک سے جاری رہے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حافظ الہی بخش آپ کے خلیفہ کہ جسم سے بہت قرب تھے اور پستان بہت کلاں تھیں، جب مرید ہونے آئے آپ نے ان کو دیکھ کر تبسم فرمایا اور کہا کہ حافظ الہی بخش شیردار ہے۔ یہ فرماتے ہی ان کی پستان شیردار ہو گئیں اور اسی خطاب سے غسوب رہے۔ چنانچہ ایک گاؤں حافظ صاحب کے نام پر موضع لویرہ آباد ہے، لویرہ پنجابی میں شیردار کو کہتے ہیں۔ خلیفہ آپ کے یہ ہیں شیخ محمد صالح برادریم جد حضرت میاں جان محمد لاہوری و جان محمد ثانی و شیخ محمد ہاشم و شیخ عبد الحمید و عبد الکریم قصوری و اخوند محمد عثمان و محمد عمر و امانت خان و حافظ

عبداللہ و حافظ محمد فاضل و حافظ الہ بخش لوہرہ و حافظ محمد حسین، و حافظ فتح محمود، مولوی تیمور لاہوری۔ وفات حضرت کی ۵ ر شوال ۱۰۸۵ھ میں ہوئی۔ مزار لاہور میں مشہور و معروف ہے۔

## ذکر حضرت شیخ حسن لالو کشمیری قدس مہرہ

آپ مرید سید جمال الدین بخاری دہلوی

کے تھے اور شیخ حمزہ کشمیری اور بابا نصیب الدین سے بھی فیض حاصل کیا۔ تفرید اور تجرید کے ساتھ ایام گزاری کی۔ تمام عمر عبادت حق میں مصروف رہ کر ۱۰۹۹ھ میں وفات پائی۔

## ذکر حضرت شیخ بہرام کشمیری قدس مہرہ

آپ مرید بابا نصیب الدین کے تھے، ترک تجارت

کر کے زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ اور بوجہ زہد کے اس قدر ضعیف تھے کہ سوائے پوست اور استخوان کے گوشت کا نام نہ تھا، اظہار کرامات سے پرہیز کرتے تھے۔ ہمیشہ سرد پانی سے وضو کرتے تھے، آخر اللہ تعالیٰ نے ان کے مکان میں ایسا چشمہ جاری فرمایا کہ جاڑے میں اس کا پانی گرم اور گرمی میں سرد رہتا تھا، کھا ہے کہ شیخ مراد آپ سے ملنے آئے اور راستہ میں خیال کیا کہ اگر حاجی بہرام میرے واسطے کھانا موجود کرے تو ہم دونوں ساتھ کھائیں۔ بعد ان کی کرامات سے نہیں ہے۔ جب یہ پاس پہنچے، آپ نے کھانا طلب کیا اور دونوں بزرگوں نے ساتھ کھانا شروع کیا اس وقت آپ نے بسم کنال فرمایا کہ آج کیا اچھا دن ہے کہ تمہاری حسب وخواہ کھانا ہے اور میں بھی تمہارے ساتھ شریک ہوں۔ وفات حضرت کی ۱۱۰۰ھ میں ہوئی۔ مزار خطہ کشمیر میں ہے۔

## ذکر حضرت شیخ یعقوب کشمیری قدس مہرہ

آپ مرید بابا نصیب الدین کے تھے۔ چند عبادت میں

رہے۔ بعد مست الفت ہو کر ایسے مستغرق ہوئے کہ اپنے آپ کو بھی بھول گئے، ایک بار آپ کسی پہاڑ کی کھوہ میں پڑے تھے ڈیڑھ ہفتہ بے خور و خواب رہے۔ ایک شب کسی

زمیندار کے ہاں تشریف لائے۔ رات زیادہ جا چکی تھی، دروازہ کسی نے نہ کھولا، صبح تک برف میں پڑے رہے۔ مگر جب برف آپ پر پڑتی تھی، حرارت عشق سے وہ مضرت نہ کر سکتی تھی۔ مستی و مدہوشی یہاں تک ہو گئی تھی کہ پاؤں میں گھونگرو باندھ کر سر پر سریر مرغ رکھ کر ناچتے پھر کرتے تھے۔ وفات حضرت کی ۱۱۳۰ھ میں ہوئی، مزار اسلام آباد کے قریب ہے۔

## ذکر حضرت سید زندہ علی بن سید عبد الرحیم بن شفیع الدین بن

میراں شاہ موج دریا قدس سرہ

آپ مرید اپنے والد کے تھے نہایت متقی و بابرکت تھے کہ جہاں آپ کے والد کا مزار ہے وہاں کے کنوؤں کا پانی نہایت تلخ تھا اس کے نواح کے رہنے والوں نے حاضر ہو کر برائے آب شیریں التجا کی، آپ نے فرمایا کہ نئے کنوئیں کھودو۔ پانی شیریں نکلے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ وفات حضرت کی ۱۱۳۰ھ میں ہوئی، مزار آپ کا باہر روضہ موج دریا کے ہے۔

## ذکر شیخ عبد الرحیم کشمیری قدس سرہ

آپ مرید میاں میر لاہوری کے تھے ہمراہ حضرت ملا شاہ قادری کے کشمیر میں آئے تھے۔ وہاں دل لگی ہوئی، شب و روز تعلیم و تلقین میں مصروف رہتے تھے اپنے کمال کو چھپاتے تھے، بعدہ شیخ نصیب الدین سے سلسلہ سہروردیہ میں اور خواجہ نظام الدین نقشبندی سے سلسلہ نقشبندیہ میں خلافت پائی اور ہر سلسلہ میں مرید فرمائے تھے جو طالب دنیا جاتا خالی ہاتھ نہ آتا۔ فرمایا کرتے تھے کہ اگر دنیا داروں کو اعانت ملے گی، تو ان کو اولیاء سے محبت ہوگی، آخر راہ راست پر آکر معرفت نصیب ہوگی آپ ۲۹ سال کشمیر میں رہ کر بعارضہ فالج مبتلا ہو کر ۱۱۵۰ھ میں انتقال فرما گئے، مزار آپ کا آستانہ خواجہ حیدر الدین مہار میں ہے۔

## ذکر حضرت بابا عبد اللہ قدس سرہ

آپ مرید بابا نصیب الدین کے تھے چند روز میں سلوک کو طے کر کے ہزاروں آدمیوں کو مسلمان فرمایا۔ سینکڑوں باکمال ہوئے۔ آپ کو عمارت سے بہت شوق تھا۔



مساجد اور پل اور مسافر خانہ اکثر تعمیر کرائے۔ وفات حضرت کی ۱۱۱۷ھ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت شیخ جان محمد لاہوری قدس سرہ** | آپ مرید شیخ اسماعیل میاں لاہوری کلاں کے

تھے۔ علوم ظاہری و باطنی میں یگانہ عصر اور لاہور میں یہ محلہ پر ویز آباد کہ شہر سے باہر ہے مقیم تھے۔ لڑکپن میں شیخ عبدالحمید خلیفہ شیخ اسماعیل سے تحصیل علوم ظاہری کیا تھا اور بعد انتقال کے، قیام گاہ پر دفن ہوئے، ابھی شب کو خادم کو بشارت دی کہ میری نعش کو یہاں سے نکال کر میاں کلاں کے حرار کے پاس دفن کرنا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ وفات حضرت کی ۱۱۲۰ھ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت شیخ حامد قاری قدس سرہ** | آپ عالم علم شریعت و طریقت و ماہر قرأت تھے۔ لاہور میں

طلبا کو درس دیتے تھے اور مرید مولوی تیمور لاہوری کے تھے اور اپنے وقت میں استادِ زمانہ اور مرجع خلافت تھے۔ وفات حضرت کی ۱۱۶۶ھ میں ہوئی۔

**ذکر حضرت شیخ کرم شاہ قریشی قدس سرہ** | آپ مرید شاہ ابوالفتح اپنے والد کے تھے۔ مثل اپنے آباؤ

کرام کے ہدایتِ خلق میں مصروف رہے۔ آغازِ عملداری سکھوں میں معاہل و عیال لکھنؤ میں آکر پاس شیخ نور الحسن قریشی کہ ان کے جہاد دی تھے۔ چندے مقیم رہے۔ بعد شاہجہانپور میں آئے تھے کہ راستہ میں قزاقوں نے ۱۲۱۸ھ میں شہید کیا۔

**ذکر حضرت شیخ سکندر شاہ کرم شاہ قدس سرہ** | آپ درویش صاحب حال و قال اور شاعر

بھی تھے۔ اور ہدایت اپنے والد کے ہدایتِ خلق میں مصروف رہ کر لاہور میں آکر ۱۲۱۴ھ میں وفات پائی۔ مزار لاہور میں ہے۔

**ذکر حضرت شاہ مراد بن شیخ کرم شاہ قدس سرہ** | آپ نہایت عابد و زاہد تھے اور شاعر

بھی تھے، آپ کا جو کلام ہے، معرفت اور سلوک میں ہے۔ وفات حضرت کی ۱۲۱۵ھ میں ہوئی مزار موضع ملک مروان کھوکھرہ میں ہے۔

## ذکر حضرت شیخ قلندر شاہ قریشی حارثی ہنکاری بن شیخ کرم شاہ قدس سرہ

آپ مرید اپنے والد کے تھے اور دوسرے مشائخین سے بھی فیضان حاصل کیا تھا۔ سلسلہ چشتیہ میں مرید شیخ بدرالدین صابری کے اور باقی سلسلوں میں شیخ اجل الہ آبادی سے اجازت یافتہ تھے۔ پہلے آپ ایک بار موضع مہی علاقہ لاہور میں تشریف لے گئے وہاں کے زمیندار آپ کی خدمت میں آئے اور واسطے نزول باران رحمت کے دعا چاہی، آپ نے چار مریدوں کو فرمایا کہ جنگل میں جا کر ذکر کلمہ لا الہ الا اللہ جس قدر ہو سکے کرو، انشاء اللہ بارش ہوگی۔ وہ چاروں حکم حضرت جنگل میں جا کر ذکر کرنے لگے۔ تین گھڑی کے بعد بار آیا اور ایسی بارش ہوئی کہ تمام جنگل سیراب و شاداب ہو گئے، اذکار قلندری میں تحریر ہے کہ آپ مع درویشوں کے موضع ساندہ میں جا کر سید افضل شاہ کے مکان پر مقیم ہوئے سید نے ماحضر موجود کیا۔ اس وقت اور بھی بہت سے مرید حضرت کے آگئے، سید حیران ہوا کہ اب کیا کروں، آپ نے نور باطن سے معلوم کر کے فرمایا کہ سید جائے فکر نہیں جو کچھ ہے لاؤ، سوچا کہ شاید تھوڑا تھوڑا کھائیں گے، آپ اسٹے اور اپنی چادر ڈھانپ دی اور کھانا تقسیم کرنا شروع کیا۔ چنانچہ کل حاضرین سیر ہوئے اور جس قدر کھانا آیا تھا وہ جوں کا توں موجود رہا۔ وفات حضرت کی ۲۶ رمضان ۱۲۲۸ھ میں ہوئی۔

## ذکر سائیں لیوٹن شاہ صاحب سہاگ

آپ دہلی میں بمقام پہاڑ گنج رہتے تھے، باکمال تھے۔ حضرت ظل سبحانی کو آپ سے انس تھا۔ میاں بہنگا شاہ سہروردی کے مرید تھے ان کا طریق ملائیہ تھا۔ دکانیں قصاب سے چھپڑے مانگ کر ان کو ہانڈی میں پکاتے جب کسی کے کھانے کو نکالتے اس میں سے بریانی نکلتی تھی آپ دہلی میں چوراہا قدم شریف

میں رہتے تھے، کسی شخص نے اپنی دختر سے ان کا نکاح کر دیا اس کو ان کی کیفیت اچھی طرح معلوم نہ تھی۔ جب اس کو ان کا اچھی طرح حال معلوم ہوا، انہیں اپنے گھر آنے سے منع کیا۔ بعض کا قول ہے کہ وقت نکاح کے کسی نے کہا کہ یہ چھپڑے مانگ کر گزارہ کرتا ہے اور دلیانہ ہے اس کو نکال دو۔ الغرض آپ کو اور جو لوگ آپ کے ہمراہ نکاح کرنے گئے تھے، سب کو بیٹی والے نے اپنے گھر سے نکال دیا، شب تو گزر گئی، صبح وہ لڑکی جس سے نکاح ہوا تھا اپنے گھر سے نکلی اور آپ کے پاس قدم شریف میں جا بیٹھی۔ ہر چند اس کے وارثوں نے سمجھایا وہ نہ مانی، آپ کی ہی خدمت میں رہی اور بہت شکیدہ تھی، آپ کا بستر سراہ تھا، مگر جو شخص اس پاکدامنی کو بد نظر سے دیکھتا نابینا ہو جاتا، وہ بی بی بہت روز بعد انتقال آپ کے زندہ رہی۔

## ذکر حضرت خواجہ نجم الدین ہمدانی دہلوی معروف بہ خواجہ شاہ فدا حسین قدس سرہ

آپ کامل ادیبائے تاخرین دہلی سے گزرے ہیں، عجائب و غرائب احوال، مرتبہ بلند و کرامات اور جہند رکھتے تھے۔ آپ امیر زادہ تھے۔ آپ کے برادر اکبر ثانی کے وزیر تھے جب جذبہ الہی دامگیر ہوا، ترک امارت کر کے ترک و تجرید فقر اور فاقہ اختیار کیا اور سلسلہ سہروردیہ میں مولانا حنیف شاہ مظفر حسین رسول شاہی کے مرید ہو کر کار و رویشی بہ تکمیل پہنچا کر خرقہ طلافت حاصل کر کے دہلی میں مامور ہوئے۔ جو زبان سے غیر و شر نکلتا تھا فوراً ظہور ہوتا تھا، سلسلہ رسول شاہی کو ذات یا برکات سے بہت کچھ رفت ہوئی ہزاروں فقیر آپ کے ہندوستان اور دیگر ممالک میں ہیں، آپ کے خلفاء سے کئی بزرگ بالمال ہوئے ہیں۔ ملک دکن میں اب بھی آپ کے ایک خلیفہ بڑی عمر کے موجود ہیں یعنی شاہ فدا حسین مرید مولانا حنیف شاہ مظفر حسین کے، وہ مرید سید رسول شاہ پوری کے کہ بانی طریق رسول شاہی تھے، سید رسول شاہ نے اوائل میں صفائی باطن میں بہت کوشش کی۔ پھر یہاں تک ترک بڑھا کہ اپنی ہستی کو نابود کر کے فنا فی اللہ ہو گئے تھے ہر وقت



شہود ذات میں مستغرق رہتے تھے، کرامت ان کی ظاہر ہے کہ مولانا خلیفہ شاہ مبارک شاہ فدا حسین سا شیر بیشہ معرفت ان کی زیر تعلیم رہے اور ڈاڑھی مونچھ وغیرہ کا منڈانا جو آپ کے سلسلہ میں ہے یہ اسرار درویشی ہے اس کو وہ جانیں جو آپ کے ہم پلہ ہوں۔  
دوسرا امر یہ ہے کہ اکثر بزرگوں نے واسطے پرہیز کے طریقہ ملائیم اختیار کر لیا ہے اس پر ایہ میں حضرت کا منشا بھی شاید اسی طرح ہو، واللہ اعلم۔ الغرض سید رسول شاہ مرید شاہ نعمت اللہ ولی کے، وہ مرید شاہ داؤد کے، وہ مرید شاہ سخی حبیب اللہ کے وہ مرید شاہ اسماعیل کے وہ مرید شاہ مرتضیٰ آند کے وہ مرید شاہ سجن گوشہ نشین کے وہ مرید شاہ محمد گوشہ نشین کے، وہ مرید خواجہ اسحق کے وہ مرید شاہ داؤد قریشی کے وہ مرید شاہ حاجن قتال کے، وہ مرید مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے۔

آپ شہر سرونج میں مولاعلی کے پہاڑ پر رہتے تھے، صاحب کشف و کرامات گزرے

## ذکر حضرت خاکی شاہ قدس سرہ

ہیں۔ ایک بار نواب وزیر اللہ ریاست ٹونک سرونج میں پہنچا انھوں نے سنا کہ خاکی شاہ ڈاڑھی مونچھ منڈاتا اور شراب پیتا ہے، نواب آپ کی تادیب کا قصد کر کے آپ کے پاس گئے اور کسی حیل سے آپ کے حجرے کی تلاشی کی، جتنے ٹین شراب کے تھے، سب میں سے دودھ بہت شیریں تازہ دوا ہوا نکلا، ایک برہمن زمیندار آپ کو اپنے گاؤں میں لے گیا آپ نے شراب طلب کی، شراب آئی، بعد نوش کرنے شراب کے کباب طلب کیے اس پر اس نے انکار کیا، آخر اس کے گھر سے گاجریں اہلی ہوئی آئیں۔ جب ان کو حضرت کے روہ رو لا کر کھولا تو دیکھا کہ اس میں کباب تھے، یہ کرامت دیکھ کر بے عز پیش آیا اور خوف اپنے غم کے رویا آپ نے اندام رحم فرمایا کہ اس کو ڈھانک دے، بعد تھوڑی دیر کے پھر جو دیکھا تو وہی گاجریں تھیں۔  
نقل ہے کہ جب آپ مرنے موت میں بیمار ہوئے اس قدر دست جاری تھے کہ چار پائی کاٹ دی تھی، صاحبزادہ غلام قادر خاں جاگیر دار جانولی آپ کو اپنے مکان پر لائے، دو تین روز کے بعد وہاں انتقال کیا، بعد غسل کے کفن ولایتی کپڑے کا پہنایا، آپ نے آنکھ کھول کر فرمایا کہ تو تو محرم امرار سوچہ یہ کیا کیا، اس کفن سے خدا کے سامنے مجھ کو شرمندگی ہوگی۔ تین روز



صبح و سالم رہے، چوتھے روز فرمایا کہ صاحبزادہ کل امورات و درجات میں نے تجھ کو دکھائے اور بتا دیے تھے مگر یہ دکھانا باقی تھا کہ فقیر مرنے سے پہلے مر جاتے ہیں اور خود اپنا کفن پارچہ ہندی تیار کرایا اور پلنگ پر دراز ہو کر جان بحق تسلیم کی اور سر و پنج میں مدفون ہوئے۔ (سلسلہ قادریہ ختم ہوا)

## ذکر مجذوب ویدار ربانی حضرت سرمد شہید کاشانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ وطن سے فرگشتاں یا ارمنی تھے بعض کاشانی بتاتے ہیں جو صبح ہے اوائل عمر میں ہی فیضان الہی نے آپ کو منتخب کر کے نور اسلام کی جانب ہدایت کی چنانچہ آپ مشرف باسلام ہوئے خاندانی نام کا پتہ نہیں چلتا، صرف سرمد کے نام سے آج تک مشہور ہیں آپ کو علم و فضل و عزیمت میں کمال حاصل تھا ایران کے تبارق مال کے کہ ہندوستان وارد ہوئے تھے اور غلطی میں ایک ہندو بچہ پر عاشق ہو کر عشق مجازی اپنا وہ سبق شروع کیا جس نے ایک دن مرتبہ اعلیٰ پر پہنچ کر حقیقت کی اس سربلک چوٹی کو زیر قدم دکھایا جس کیلئے بہتر سے روشن ضمیر عمریں گزار دیتے ہیں، بندہ غلط کو اس واقعہ کی وجہ خوش نصیب سمجھنا چاہیے کیونکہ مرآۃ الخیال کی قدامت اس کے صحیح ہونے کی مؤید ہے۔ عشق مجازی میں پھنس کر بجانے اسکے کہ تجارت کے مال میں آپ کو نفع ہوتا، سودا ہوا اور آپ کل مال تجارت غارت کر کر پارچہ پوشیدہ کی بوجھ سے بھی ہلکے ہو گئے اور جذبہ عشق کے ماتحت رنگستانوں کی جلتی ہوئی زمین اور سرسبز و شاداب مقامات کا لطف حالت عریانی میں برواشت کرتے ہوئے شاہجہان آباد میں اس وقت پہنچے جبکہ یہاں داراشکوہ جیسا فقیر دوست اور عقیدتمند شہزادہ حقیقی دیوانوں اور مجذوبوں کی آؤ بھگت کر کر خدمت کیا کرتا تھا، چنانچہ داراشکوہ نے آپ کو ہاتھوں لٹکا دیا اور آپ صحبت حقیقت کے رکن ہو گئے۔ اور یہ صحبت اس وقت پر آگندہ ہوئی جب داراشکوہ دنیاوی دست برد اور خانگی کشمکش سے عاجز آ کر مدلی سے بھاگا، داراشکوہ کے ہمراہ اس کے بہت سے ہوشدار ہم صحبت بھی بھاگے مگر آپ ایسے بیہوش تھے کہ بھاگنے اور بیٹھے رہنے میں بھی تمیز نہ تھی اور صبح نور حقیقت کی شمع کے گردش پر روانہ چکر گار ہی تھی۔ مگر جسم خاکی شاہجہان آباد کی فیل میں تھا۔ جب یارین صدا کی صحبت چھوٹ گئی تو آپ شناد تو صبح توحید میں کلام فرمانے لگے چنانچہ ایک روز آپ یہ رباعی فرمائی کہ

ہر کس کہ در حقیقتش پادشہ شد + او پہن نزار سپہر بہادر شد

ملا گوید کہ در فلک شدا حمد \* سرگرد فلک ہر احمد و شد  
 مفتیان و قاضیان وقت کے کان کھڑے ہوئے اور قاضیہ کو دربار عالمگیری میں پیش کر دیا۔ عالمگیر نے  
 ملا قوی قاضی القضاۃ کو حکم دیا، وہ آپ کے پاس پہنچے، جواب ملا کہ  
 خوش بالائے کرم جنیں پست مرا \* چشمے بدو جام بروہ از دست مرا  
 اور فعل من است و من و طلبش \* فدائے عجبے برہنہ کردہ است مرا  
 ملا صاحب اس جواب سے اور برہم ہو گئے اور عالمگیر سے شکایت کی۔ بالآخر ایک عام مجلس میں سرمد کو  
 بلا کر عالمگیر نے دریافت کیا کہ کیا یہ سچ ہے کہ تم نے داراشکوہ کو مژدہ سلطنت دیا تھا آپ نے کہا ہاں  
 اور وہ مژدہ درست نکلا کیونکہ اسے ابدی سلطنت کی تاج پوشی نصیب ہوئی، علماء نے دریافت کیا  
 کیا یہ برہنگی شرع کے خلاف نہیں ہے؟ آپ نے اس بات کا کچھ جواب نہ دیا۔ علماء نے چاہا، مگر  
 عالمگیر نے کہا محض برہنگی وجہ قتل نہیں ہو سکتی، اس سے کہو کہ کلمہ طیبہ پڑھے علماء کی درخواست پر  
 آپ نے اپنی مشہور عادت کے بموجب صرف لا الہ فرمایا اور کہا کہ ابھی تک میں نفی میں مستغرق ہوں  
 مرتبہ اثبات تک نہیں پہنچا۔ اگلا لفظ زبان پر کیونکر آئے، غرضیکہ فتویٰ قتل صادر ہوا اور دوسرے  
 روز جب آپ کو قتل کرنے کے لیے جلاد روانہ ہوئے، ہزار لوگ سرا سیمہ ہو کر مسجد کی جانب  
 چلے، ہجوم اس قدر ہو گیا کہ تل دھرنے کو جگہ نہ ملتی تھی اس وقت آپ مسجد کے جنوبی کنارے پر  
 بیٹھے تھے۔ جب جلاد سامنے آئے، آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا:۔ فدائے تو خدم بیابا کہ  
 ہر صورتی می آئی من ترا خوب می شناسم، اور یہ شعر پڑھ کر مردانہ وار سر تلوار کے نیچے رکھ دیا کہ  
 شورے شد و از خواب عدم چشم کشودیم \* دیدیم کہ باقیست شب فتنہ غنودیم  
 وفات آپ کی سن ۱۱۰۰ میں ہوئی۔ مزار آپ کا دہلی میں جامع مسجد کے شرقی گوشہ پر منظر  
 شیدائے حقیقت ہے۔ واللہ اعلم۔

تمام شد کتاب شیدایان معرفت یعنی تذکرہ اولیائے ہند ہر سہ جلد



marfat.com